



مجلہ حقوق بنی متوائف منظرین

اِنَّ مِّنَ الشَّعْرِ لَكُمِّيْنٌۭۤ اِلٰلَہِ مِزَ الْبَيِّنَاتِ لَسَمِعَل
ہزار ہا شکر اُس ناظم کون و مکان کا کہ زبان اُردو کے شعرائے
ماضی و حال کا یہ مکمل تذکرہ موسوم بہ

جس کا تاریخی نام *المصباح*

تمنا نہ خواو

قرار پایا ہے اور جو

لَا اَسْرَامِ اَیْمِ اَنْ تُنْصِفَ ہلوی خلف الصدق علیہ السلام کے لئے بہاد
صلیب پر سرگھبائی میں دلاہو کی لکنا منبت تلاش اور کوشش کا نتیجہ جو
مطبع منشی نول کشو واقع لاہور میں چھپ کر شائع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَ عَلٰی ہٰذَا

نور خان لاہور

تذکرہ ہزار دستان

معروف بہ

۱۳۵۲۵
نخانبجاوہ

مؤلفہ

اللہ سری رم آیم آئے منصف دہلوی خلف الصدق عالیجناب
آنریبل آئے بہادر گویاں سرگباشی

مطبوعہ مخزن پریس دہلی

۱۹۱۵ء ۳۱.۶

س خ

۳۶۷
۵۴



محضویر علی خدیو بنی گان عالی مقامی مظفر الماکنظام الملک نظام الدولہ محبوب علی
فتح جنگ اصحاب سادس جی سی ایس آئی جی سی بی شاہ کن علی سلطانہ

ہندوستان میں ان اردو کی تصنیف یا لیت کیلئے اس سب سے بڑی کوئی عزت نہیں ہو سکتی کشادہ دہن
ایضاً محضویر علی خان جی سی ایس آئی جی سی بی بی بی نام پرکا ڈیڑہ پتھر مندر فرما رہا تھا
جو کج پہچان شاہزادہ سے میری یا لیت کو حاصل ہوا ہے کہ اردو کے سب سے بڑے سرپرست نے جو علماء
سرکاری سے تسلط ہونے کے خود قلم حرم کا بھی تاجدار ہے اس ناخبر تندر کو خلعت قبول عطا
فرمایا ہے میرے لئے ہمیشہ سرمایہ ہمارے ہیکہ جبروت کی محنت کا مسئلہ بندہ ان علی کی اس ذرہ کو آزی ہو

غبار راہ شرم سرگرم تو کیا کستم
چندین رنگ شرم یا چہ نسبت آش کستم

پہنچا ہے اب کس کا تھنہ تندر و نچانہ جاوید کو محضویر کے نام جی سے معنون کرنا ہوں
اور امید کرنا ہوں کہ اس مبارک نام کی بدولت یہ تندر کہہ بھی حیات جاوید پائے گا

گذرانیدہ خادم انام سبیر رام

دیباچہ

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

حضرات ناظرین! جب میں ابتدائی تعلیم کے پنجے سے چھوٹا اور کلچ میں داخل ہوا تو ادھر مذاقِ سخن دامنگیر ہوا۔ ادھر تعلیم کی شکلیں گلوگیر۔ غرض ایک طرف کلام اور اہل کلام کی واقفیت کا عیش نام تھا۔ دوسری جانب دنیوی دھندوں اور خاندانی حصولِ علم کا تقاضا صبح و شام نہ اسے چھوڑے بنتی تھی اور نہ اس سے منہ موڑے سرتی تھی یہ از خود رفتہ جنوں یہاں تک بڑھا کہ گھر کے مطالعہ کو طاق پر اور اوقات کا لچ کو زبردستی سر پر رکھا۔ اساتذہ سلف و حال کی خوش کلامی کو مونس اور اُن کے حالات کو اپنا وظیفہ قرار دیا۔ اور دل میں ٹھہرایا کہ جہہ اساتذہ و دل دادگانِ سخن کی ایک مجلس منعقد ہو۔ اور اُن کے کلام کا کتبِ باب کیجائی صورت میں ہتیا کیا جائے۔

اس خیال سے مختلف تذکروں کی فراہمی اور مطالعہ شروع کیا مگر افسوس اُن میں سے کوئی بھی دل میں نہ کھپا۔ آبِ حیات جو تلاش و تحقیقات کی انتہا، تنقید حسنہ کا قابلِ قدر نمونہ اور اردو ادب و زبان کی خدمت میں اشارے کے ساتھ فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشا پر داری کا ایک بے مثال مرقع ہے۔ اس کی نسبت شروع سے میرا یہ خیال تھا کہ یہ تذکرہ مختلف زبان و عشاقانِ عروض اور خالص شائقانِ انشا پر داری کے حق میں خطرِ براہ ہو گا۔ اور اب جو ان کا کام دیکھا۔ مگر جب مجھے تشنہ لبِ سخن کی ان اوسوں سے پیاس نہ بچھی تو کسی دوسرے سرچشمہ کی تلاش ہوئی۔ کیونکہ اس کے جامع نے اول تو اس میں خاص الخاص چند مشاہیر شعراء کے

حال اور برائے نام کلام کے سوا دیگر شائقانِ سخن سے غرض نہیں رکھی۔ دوسرے کلام بھی لیا تو بطور نمونہ ہی لیا۔ انتخاب کا خط نہ آنے دیا۔ گوانہوں نے مجبوراً یہ امر اختیار کیا۔ ورنہ چار دو رکیا۔ وہ ایک دور کے شاعر بھی نہ لکھ سکتے۔ مگر اس سے وہ بات نہ ہوئی جس سے اپنی طبیعت کھلتی۔ اور اُن اہل دور کا میلان طبع معلوم ہوتا۔ خدا جھوٹ نہ بلائے تو جدید و قدیم بیسوں تذکرے دیکھ ڈاڑھے۔ سینکڑوں بیاضیں وقفِ نظر کر دیں۔ لیکن افسوس صد افسوس جملہ تذکروں کو عام اور ہمہ گیر پایا۔ اُن مدونوں نے رطب و یابس۔ عام و خاص۔ بلکہ عوامِ اناس میں بھی کچھ تمیز نہ رکھی۔ یہاں تک کہ بعض تذکرے تو عامیانہ درجے پر پہنچ گئے۔ بھرتی کے شاعروں اور اُن کے کلام کی وہ بھرمار دیکھی کہ ان سے طبیعت پھر گئی۔ اس طوفانِ بے تمیزی میں تو لنگرِ نوے ہر قسم کے سوار بھرتی تھے۔ جنہیں قافیہ کی خبر۔ نہ ردیف کی سدہ غویٰ مضمون سے بحث نہ موزونیت سے لہنا +

ہاں گلستانِ سخن۔ گلشنِ بیجا اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ دونوں تذکرے مجھے پسند آئے اور دل سے پسند آئے۔ ارکانِ تذکرہ نویسی سے مالا مال۔ محققانہ پابندی سے اپنے مدونوں کا کمال دکھا رہے تھے۔ لیکن گلستانِ سخن نے جس کی تدوین مولانا امام بخش صہبائی نے کی۔ اور مرزا قادر بخش صابری نے اپنے نام سے چھپوایا۔ دہلی سے آگے قدم بڑھانے کو عار سمجھا۔ لفظ صابری کی رعایت سے اس نے شاہجہانی شہنشاہ کے اندر کی زمین کو زمین اور اُس کے اوپر کے آسمان کو آسمان جانا۔ صرف سرو قد ان دہلی سے کام لکھا۔ باہر کے لہلہاتے ہوئے شمشادوں کو وہیں کھڑا رہنے دیا۔ البتہ دوسرے گلشنِ صہبائی نے خاص خاص رنگ کے پھول چنے اور ان کے گلہ تے بنائے مگر پھر بھی چمنستانِ سخن کے صد ہا خوشنما پھول گلچین کی مہربانی یا تغافل دجو چاہو اس کا نام رکھ لو، کی بدولت اپنی شاخوں پر پرموہ ہو کر رہ گئے +

متاخرین میں سخن شعرا کا پایہ بڑھ جاتا۔ اگر وہ غلط بیانی اور ذاتی تعریف پر نہ جھک پڑتا +

غرض ادھر تو کوئی دلپسند مجموعہ کلام دستیاب نہ ہوا۔ اور ادھر اپنا شوق پورا کرنے کے واسطے مختلف شعراء کا کلام جمع کرنا پڑا۔ پس یہی اس کی تدوین اور ترتیب کا باعث ہوا۔ اور یہاں تک ذخیرہ بڑھا کہ اس تذکرہ ہزار داستان کو پانچ جلدوں میں تقسیم کئے بغیر کوئی اور صورت نظر نہ آئی +

اس تذکرہ کی پہلی جلد پیش نظر ہے۔ اس وقت کو جب میں نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کا اول جزو لکھا تھا آج پورے سترہ برس ہو گئے۔ گو سترہ برس کہنے میں دو لفظ اور مٹنے میں ایک بات ہے۔ مگر اس برق رفتار زمانے میں کسی کام کو انجام تک پہنچانا درحقیقت نہایت دشوار کام ہے۔ تعلیم کی تکمیل۔ امتحانات کی تیاری۔ ملازمت کی پابندی۔ خاندانی ساخت و تفکرات و مروت اور دائمی مریض رہنے کے باعث یہ تذکرہ اس عرصہ تک تعویق اور التوائے اشاعت میں پڑا رہا۔ مگر پھر بھی اس کا کچھ نہ کچھ کام ہوتا ہی رہا۔ میرے دل کی کیسی ہی حالت کیوں نہ ہوئی۔ ناپسند واقعات زندگی نے کتنا ہی مجبور کیوں نہ کیا۔ مجھے مختلف بیماریوں نے کیسا ہی کیوں نہ گھیرا۔ گرم و سرد زمانے نے کتنا ہی جی سرور و ملغ بیکار کیوں نہ کیا۔ اس تذکرے کی تکمیل کا جن میرے سر سے نہ اُترا۔ اور اس کی اشاعت کی دھن جاشعنا دھن بن کر میرے دل و دماغ کو ابھارے گئی +

جس دوست یا بزرگ کی خدمت میں باریابی ہوئی۔ شعراء کے حالات اور کلام کا ذکر میرے مشغلہ اور مکالمہ بھیرا۔ بات کوئی ہوتی۔ مگر میری زبان سے اُس کے جواب میں کسی شاعر کا کلام یا اُس کا ذکر نکل جاتا +

بارے خدا خدا کر کے جناب باری کے فضل و کرم سے آج یہ دن نصیب ہوا کہ

ارباب مذاق کے حضور میں یہ دل شگفتہ کرنے والا گلدستہ جو چین چین کے پھولوں
گلشن گلشن کی پتیوں۔ ڈال ڈال اور پات پات کی کلیوں سے چین چین کر موزوں ہوا
ہے پیشکش کرنے سے ان کے دل کی شگفتگی اور قبولیت کا فخر حاصل کروں جس طرح
گلدستہ کی تہ جمانے کے واسطے طرح طرح کی پتیاں اور اس کے دلاویز بنانے کے
لئے رنگ برنگ کے پھول قریب سے لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ اس
مجموعہ کلام و مجمع اہل کلام میں مختلف مذاق مختلف خیال مختلف انداز پائینگے۔ کہیں طرز
جدید۔ کہیں طرز قدیم کے سخن سخنوں سے ملاقات فرمائینگے۔ یہ وہ محفل ہے کہ اس میں
سلطان ابن السلطان۔ خاقان ابن الخاقان۔ امیر سے امیر اور غریب سے غریب
موزوں طبع۔ فصیح الکلام کا پہلو دباتے نظر آئینگے۔ اگرچہ میں اس بات کو دل سے
مانتا اور انصاف سے جانتا ہوں کہ تاریخ نویسی کی نسبت تذکرہ نگاری ایک بڑے
دماغ۔ بڑی تلاش۔ طبع نقاد اور ذہن وقاد کا کام ہے۔ جملہ شعرائے ماضی و حال کا ہتھ
حال لکھنا۔ کیا بقیہ ولدیت و سکونت۔ کیا بہ تخصیص استاد یا ولادت و ممت سعت
دشوار امر ہے اور خفا صکر زمانہ حال کی شاعری کہ طوائف الملوک سے کم درجہ نہیں کھتی
اور ہر شخص بہ زعم خود استاد ہے۔ ایسی صورت میں شعرائے حال کا حصر محالات
سے تھا۔ اساتذہ نے بہت سے تذکرے لکھے اور لکھینگے۔ لیکن ہر شخص کا مذاق جدا کوئی
بال کی کھال کھینچنی پسند کرتا۔ کوئی نکتہ چینی کو اپنا فرض جانتا ہے۔ کوئی بانغ نظری پر گرا
ہوا ہے۔ کوئی معاملہ بندی پر جھکا ہوا ہے۔ کوئی محاورہ بندی کا دلدادہ ہے۔ کوئی
روزمرہ پر فریفتہ۔ کسی کو سادگی پسند ہے۔ کسی کو لفاظی۔ کوئی مراعات و مناسبات لفظی
کا پابند ہے۔ کوئی تائیل و نفاڑ کا دلہتہ۔ کوئی بلاغت پسند ہے۔ کوئی فصاحت طلبہ
مگر میں آوری باتوں کا دیکھنے والا ہوں۔ میرے نزدیک جس کلام سے دل پر چوٹ
لگے۔ جس بات سے سوتا ہوا چونک پڑے جو نصیحت دل میں گھر کرے جو ذکر نمونہ

بننے کا سبق دے کا سبق دے۔ جو حکایات شکایت سے بچائے۔ وہی غذا ئے
 روح اور حفظ نفس ہے۔ لیکن ہمیں پھر بھی اس تذکرہ کی خوش اسلوبیوں پر ناز و زیبانیوں
 جس طرح ہر گل کے ساتھ خار لازم اور ہر پنکھڑی کے ساتھ کچھ نہ کچھ غلش مستلزم
 ہے۔ پس ممکن ہے کہ اس مجموعہ میں بعض مندرجات نقادانِ سخن اور مبقرانِ کلام جدید
 و کسن کی نظروں میں کشمکشیں۔ مگر ان کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ وہ میری اُس
 حالت پر جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ منصفانہ نظر ڈال کر ان لغزشوں اور کوتاہیوں کو راقم کی
 کم ہانگی پر محمول فرما کر طبع ثانی کے موقع تک اُن نقائص سے آگاہ فرمائیں گے تاکہ اس کا دوسرا
 اڈیشن حسبِ دلخواہ ہو سکے۔ کیونکہ میں نے اس تذکرہ کے لکھنے میں بہرسانی حالات۔
 فراہمی کلامِ گم شدہ از یاد رفتہ سے ہی سترہ برس تک سروکار نہیں رکھا۔ بلکہ جہاں تک
 بنا ہے۔ اُن ڈانواں ڈولِ طبعیتوں کو ابھار دیا جو موجودہ زمانے کی تیز رفتاری سے
 ٹھوکریں کھا کھا کر گر رہی تھیں۔ اُن افسردہ اور ٹھٹھڑے ہوئے دلوں کو گرہ بایا جو زمانہ
 کی سرد مہری اور ناگزیر صدموں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
 دمِ واپسین سے کشمکش کرنے والوں۔ بتر مرگ پر دم توڑنے والوں کے سرمائے جابجا
 کر بیٹھا۔ تذکرہ کا ذکر چھیڑ کر اپنی طرف مخاطب کیا۔ جن جو ہر نایاب کے اُن کے ساتھ
 دفن ہو جانے میں ذرا شبہ نہ تھا۔ دم دلاسا دیکر اُن کے سینوں کے گنجینوں سے اکثر
 ایسے بے بہا نعل اور دُرِ شامہوار۔ جن کی چمک کے آگے چاند ماند اور آفتاب بے
 آب ذتاب تھا۔ نکال کر لایا۔ اکثر سخنِ سخن کو یہ سمجھایا کہ اس سے تمہاری زندگی ہمیشہ
 قائم رہیگی۔ لوگ گھروں میں رہتے ہیں۔ تم دلوں میں رہو گے۔ سخنِ نعم تمہارے اشعار
 سے حظ اٹھا ئیں گے اور ہمیشہ دعا سے خیر سے یاد رکھیں گے۔ گوزمانے کی ناموافقیت نے
 انہیں خاک میں ملا رکھا تھا۔ اور انہوں نے مجبوراً ان جگر گوشوں کو سات پردوں میں
 چھپا رکھا تھا۔ لیکن اس خوشہ چین اربابِ سخن نے ہم پہنچا کر آنکھوں سے دھویا۔

پلکوں سے برش کیا اور مسجران سخن کو دکھایا۔ جنہوں نے اس تلاش و جستجو کی داد دی
 ۱۲ اور سچی نذر دانی سے حوصلہ بڑھایا +

میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مجھ اکیلے کا انتخاب۔ ذاتی پسند۔ شخصی مذاق
 اس قابل ہو کہ ہر رنگ میں اپنا رنگ پیدا کر دے اور سب کو اپنا سا بنائے۔ لہذا اس
 کے انتخاب اور اقتباس میں یہ التزام رکھا کہ متقدمین کا کلام ہو یا متاخرین کا۔ طرز قدیم
 کے وابستہ ہوں یا طرز جدید کے ہوا خواہ۔ ان کی طبیعتوں کی اصلی میلان۔ ان کے
 دلوں کا رجحان۔ بلند پروازیوں کا رنگ جوں کا توں قائم ہے +

نہ تو میں شاعر کہ شعراء کے کسی زمرہ میں شامل ہو کر دھڑے بندی یا طرفداری سے
 کام رکھوں۔ یا حریفانہ دل آزاری سے اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ نہ میں کسی خاص نمکالی
 شہر کی محبت کا گرفتار کہ ہر طرح سے اسی کو ترجیح دے جاؤں۔ مجھے اپنے وطن اور غیر وطن
 کی تخصیص منظور نہیں۔ فرخ آبادی روپیہ ہو یا نہ ہو۔ سچے کھرے روپے سے کام ہے
 وہ بے پوری ہوا خواہ جو دھپور کا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کن استادوں کے نام لیوا ہیں اور
 کن شہروں کے بتیا۔ میں ایک ادبے سا خوش کلاموں کے کلام کا جامع اور ان کی
 مختلف طبائع کا مداح ہوں۔ حد میرے پاس نہیں حد کا رُوشناس۔ جو لوگ کچھ
 بھی شاعر کہلانے کا استحقاق رکھتے تھے۔ انہیں کو ہزار داستان کے مشاعرہ میں جگہ
 دی۔ اور انہیں کے آگے شمع مشاعرہ ٹٹے لئے پھرا۔ تنگ بندوں سے ملا اور نہ ان
 کے کلام سے اس مجلس مشاعرہ کو بھرا۔ کس لئے گیتنگ بندی کا نام شاعری نہیں۔ اور
 ہمارے تذکرے کو دو مصرعی شاعروں سے واسطہ نہیں۔ بہت سے اصحاب صرف
 تذکرہ کے شاعر ہیں۔ مگر اشعار کہنے کے شاغل نہیں۔ یہیں فہرست کو طوالت دینا
 مقصود نہیں۔ اس انتخاب کی حالت میں بھی جو سائٹ سو صفحوں کی اول جلد ناظرین
 باتمکین کی پیش نظر ہے۔ گویا اس مخفائے جاوید کے پانچ دوروں میں سے ایک دور یا

پانچ کٹڑوں میں سے ایک ساغر ہے۔ اسی سے صاحب نظر معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کے مدون نے نازک مزاجی یا استخراج و تخریج سے واسطہ نہیں رکھا۔ ہاں بعض جگہ معمولی شعراء کے بعض اشعار کی خوبی نے جو ہمارے نزدیک کسی حالت میں بھی مسلم الثبوت استادوں کے کلام سے گرے ہوئے نہ تھے۔ ہمارے قلم کو نہیں روکا۔ اس تذکرہ میں صرف مرقعہ یا اب تک شائع شدہ تذکروں ہی سے مدد نہیں لی بلکہ چند غیر مطبوعہ قلمی تذکرے بھی ایسے ہم پہنچے جو ان تذکرہ نگاروں کے وارثوں اور شوقینوں کے کتب خانوں میں محفوظ تھے۔

جن جن تذکروں سے ہم نے مدد لی۔ ان کے نام نامی ذیل میں درج ہیں۔
گلستان سخن۔ گلشن بخیار۔ نعمۃ عندلیب۔ انتخاب یادگار۔ سخن شعراء۔ سرائی سخن۔ آبجیات
شمیم سخن۔ تذکرہ شعرائے دکن۔ طبقات الشعراء۔ شوق۔ تذکرہ قاسم۔ تذکرہ مصحفی۔
تذکرہ منوالا۔ شمع سخن۔ مجموعہ یوسفی۔ ریاض فردوس۔ تذکرہ نواب گل حسین نادر۔
طور کلیم۔ طراز عشق۔ غنچہ ارم۔ تذکرہ شبستان عالمگیری۔ آثار الشعراء۔ چمنستان کشمیر
مجموعہ سخن۔ تذکرہ شعرائے پٹنہ۔ تذکرہ لطف۔ جلوہ خضر۔ نکات الشعراء۔ فرح بخش۔
طبقات الشعراء جسے ڈاکٹر فیلس صاحب نے فریج زبان سے گاری سن ڈی ٹیسی کے
تذکرہ سے اردو میں ترجمہ کرایا اور مولوی کریم الدین نے اس میں اپنے وقت کے
شعراء کو بٹھا کر قبل از غدر چھاپا۔ تذکرہ شعراء ہندو۔ تذکرہ شعرائے بادیون۔ بریلی
تذکرہ شعرائے ٹونک۔ تذکرہ صنیع۔ تذکرہ مولوی مظہر الحق۔ غرض

تمتع نہ ہو گوشہ یافتہ

نہ ہر خرمے خوشہ یافتہ

ان کے علاوہ سینکڑوں قلمی بیاضوں۔ کچکولوں۔ اگلے پچھلے گلدستوں۔ رسالوں
قلمی و مطبوعہ دیوانوں۔ نامی اخباروں۔ غیر مشہور قلمی دیوانوں سے بھی بہت کچھ سامان

حاصل کیا۔ اور اپنے وقت کے موجودہ شعراء میں خاص خاص شعراء سے خط و کتابت کر کے اُن کا کلام اور اُن کے حالات منگوائے۔ بعض مرحوموں کے دیوان اپنے صرف سے چھپوائے۔ صدہا اصحاب سے وعدے لئے کہ ہم اپنا اور اپنے بزرگوں کا کلام تذکرہ کے لئے دینگے۔ لیکن ۹۵ فیصدی صورتوں میں وہ مکمل کے وعدے آج پورے ہوتے ہیں۔ فقط کلام اور حالات کے فراہم کرنے اور ہم پہنچائے پہنچے جس کی اکثر تذکروں میں کمی ہے زور نہیں دیا بلکہ جہاں تک ممکن ہوا۔ بقید سن و سال درج تذکرہ کیا تاکہ ہر زمانے کے شعراء کی زبان اُن کے خیالات کا فرق۔ زبان کی ترقی و تنزل کا بخوبی پتہ لگ جائے۔

اگرچہ آجکل کے لوگوں کا دماغ اور یہی خیالات اور مصروفیت کا رخ لئے ہوئے ہے۔ تو تنزل اور شاعری کے بالکل برخلاف ہے اور ایک نہ ایک زمانے میں یہ رنگ بالکل بدل جائیگا۔ مگر ایسی صورت میں بھی ہمارا تذکرہ گراموفون کا کام دیگا۔ جو زبان جو آوازیں جو راگ جو لہجہ ان صند و قجوں میں محفوظ ملینگے وہ ہمیشہ اپنے اپنے وقت کا راگ گائینگے۔ اور مصلحان کو پکار پکار کر رستہ بتائینگے۔ اس برق رفتار تبدیلی کے زمانے میں اور نئی روشنی کے شور و شغب کے سامنے ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ گراموفون جس میں گلشن سخن کے نواسنجوں کے رنگارنگ تراٹے بھرے ہوئے ہیں ایک آواز بے ہنگام ٹھیرے۔ لیکن یہ خیال ہے کہ عین اس وقت جبکہ ہماری تہذیب اور تمدن کا ہر صیغہ معرض تغیر میں ہے تو اُن کے ساتھ ساتھ زبان اور فن شاعری بھی پچھل میں ہے۔ موقع ہے کہ پرانی آوازدوں کو جنہیں زمانہ عنقریب بھلا دیگا۔ ایک مجموعی اور یادگاری حیثیت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا جائے۔ پس یہ نختہ جاوید جو سرستان ازل کا اکھاڑا ہے۔ اب تک زبان دہل زبان کو اپنی مستانہ آواز سنانا اور غفلت کے ماتوں کو جگاتا رہیگا۔

ہم نے کسی شاعر پر چوٹ کرنا خود چوٹ کھانے سے کم نہ سمجھا۔ ہر شخص کو اپنے اپنے رنگ اور اپنی اپنی حالت میں اچھا جانا ہے جس طرح کوئی مخلوق بیکار نہیں اسی طرح کوئی قصور کوئی مضمون خالی از اسرار نہیں بقول غالب

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

غالب سر پر نامہ نوائے سروش ہے

ہم نے ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ جن کے دیوان ابھی تک نہیں چھپے ان کا کلام زیادہ لیا ہے۔ تاکہ ان کو اپنی جو بہ نائی کا موقع از سر نو مل جائے اور تلافی مافات ہو سکے +

استادانِ دہلی میں اکثر کے کلام نہ تو ان کے خاندان والوں نے جمع کرائے۔ اور نہ جن لوگوں کے ہاتھ دستہ دراز سے لگے۔ انہیں یہ بات گوارا تھی۔ مگر میری نظر سے وہ گزرے ان کا انتخاب کیا اور بہت سا کلام ایسے لوگوں کے عزیزوں سے سُن سُن کر لکھا۔ جب مختلف لوگوں سے بھی اُس کی تصدیق ہو گئی تو درج تذکرہ کیا۔ مشہور و مستند شعراء کے شاگردوں اور رشید تلمیذوں کے حالات بھی پہلوتی نہیں کی۔ بلکہ کوئی تاریخی واقعہ ان سے متعلق ہوا تو اُسے بھی خوشی تذکرہ میں جگہ دی + زمانہ جس عاشقانہ روش پر چل رہا ہے اُس سے کوئی بے خبر نہیں۔ بچے بچے کے دل میں عشق و محبت کا بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ موزونی طبع اور تنک بندی گھٹی میں پڑ گئی ہے۔ سیریلی آواز ہو یا نہ ہو مگر تھیسروں کی نے آدھا گویا بنا دیا ہے۔ جو گاتے گاتے ایک دن کلاؤنت ضرور ہو جائیگا۔ پس ان ہونٹا اُمتگوں کا توڑنا اور انہیں مایوس کر دینا میری طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ جس طرح مجھے اپنے ذاتی مذاق سخن کا خیال رہا۔ اسی طرح میں نے پابندی کے ساتھ اس امر کا بھی لحاظ رکھا کہ شعرائے قدیم و جدید کے نتائج افکار جنہیں انہوں نے غن جگر کھا کر سپلک کی تفریح و دلہنگی کیواسطے تیار کیا تھا۔ بقائے نام و یاد گار دوام کے واسطے قائم و برقرار رکھوں +

گو کسی تذکرہ نویس نے اس فن کو شاخ تاریخ قرار نہیں دیا۔ بطور بیاض یا کیکولی جس طرح چاہا۔ ان کے حالات اور کلام کو لکھ لیا۔ لیکن اس وقت کہ زبان اردو منجھ دھائی غوطے کھا رہی ہے۔ یہ بھی بے غنیمت ہوا کہ پچھلے حالات کی جستجو کے لئے بنیاد پڑ گئی۔ اور آئندہ کے لئے اساس اٹھانے کی آس بندھی۔ ہمارا تذکرہ اس حالت میں بھی ایسے لوگوں کا ممنون اور ان کا خوش چین ہے۔ گو انہوں نے ہراس حد یا بلحاظ رشک سچے حالات لکھنے سے گریز کی۔ یا اپنے کمال کے آگے اوروں کے کمال کی حقیقت نہ سمجھی۔ البتہ عبارت آرائی میں آسمان زمین کے قلابے ملا دئے۔ کالے کوسوں کے رہنے والے۔ فرانس کے باشندے گاڑی سن ٹی ٹیسی نے فرانس میں بیٹھے ہوئے انہیں تذکروں اور اپنے اچھٹوں کی تحقیقات سے فریخ زبان میں ایسا با اصول تذکرہ لکھا کہ ہر ایک ملک والے کو پسند آیا اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا +

مجھے افسوس ہے تو اس کا کہ ہم لوگ اپنے ملک میں رہ کر وہ کام نہیں کر سکتے۔ جو ہزاروں کوس کے رہنے والے ہم سے بہتر اور صحیح کر گزرتے ہیں۔ میں اس تذکرہ کو آئندہ نسلوں کے واسطے ایک ذخیرہ سمجھ کر اب ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور بشرط حیات مستعار آئندہ بھی اضافہ کے ساتھ طبع کرا تا رہوں گا +

پر مثل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی محنت رائگاں نہیں کرتا۔ پس میری محنت بھی ٹھکانے لگی۔ اور ایسی صورت سے ٹھکانے لگی کہ اس کا خراج میرے خاندان کو۔

میرے احباب کو بلکہ ہزاروستان کے تمام موجودہ و ازجہان رفتہ ندیموں۔ جلیسوں ہندوؤں کو تا قیام تذکرہ وہ شرف و افتخار حاصل رہیگا جس کی تمنائیں لوگ عمریں گونا دیتے ہیں اور میر نہیں ہوتا۔ بھلا وہ کونسا فخر ہے وہ یہی فخر ہے کہ ہمارے ہندوستان کی شاہی زبان کے حامی۔ اردو کے پورے پورے سرپرست۔ اہل سخن کے قدردان۔ سخن سنج سنج سخن شناس۔ سخن فہم۔ اعلیٰ حضرت۔ والا شوکت ہندگان عالی متعالی سپہ سالار مظفر الممالک

فتح جنگ ہرنائیس میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک - آصف جاہ سادس جی - سی - ایس - آئی - جی - سی - بی شاہ دکن خلد التملک و سلطنت نے اپنی کمال قدروانی و جوہر شناسی سے اپنے نام نامی کے ساتھ اس کا معنوں ہونا منظور فرمایا - نہیں نہیں بلکہ دیگر ہوا خواہان اُردو کا دل بڑھایا +

آخر میں اُن دوستوں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے ترتیب تذکرہ میں شعر کے حالات اور کلام کی فراہمی سے امداد کی - ان میں سب سے اول نمبر پر اردو زبان کے فدائی اور اس کے استقلال و قیام پر اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کرنے والے منشی میتل احمد دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ وظیفہ خوار نظام قابل تذکرہ ہیں منشی صاحب مدوح نے جلد اول کے ابتدائی اجزاء کی نظر ثانی کی اور ضروری مشوروں سے امداد دی +

ان کے بعد صاحب عالم مرزا مجاہد الدین شاہی گورگانی جنہیں اب مرحوم اور مغفور کہتے سخت افسوس ہوتا ہے - آپ نے اکثر حضرات خاندان شاہی دہلی کے حالات اور بالخصوص مرزا ارشد کے سوانحیات زندگی بہ تصریح ارقام فرمائے - اور ہمیشہ اس کام سے دلچسپی ظاہر کرتے رہے - آپ نے ایک چند روزہ علالت کے بعد عین ہنگام اشاعت تذکرہ میں انتقال کیا - صاحب عالم مغفور آخری تاجدار ہند بہادر شاہ کے نبیرہ اور مرزا مغل مرحوم کے فرزند تھے +

مشغقی و مکرمی شیخ عبدالقادر صاحب پیر سٹریٹ لا کو بھی ہمیشہ اس علمی خدمت سے خاص دلچسپی رہی اور اس کی اشاعت کے متعلق وقتاً فوقتاً ضروری مشوروں سے راقم کی امداد کرتے رہے +

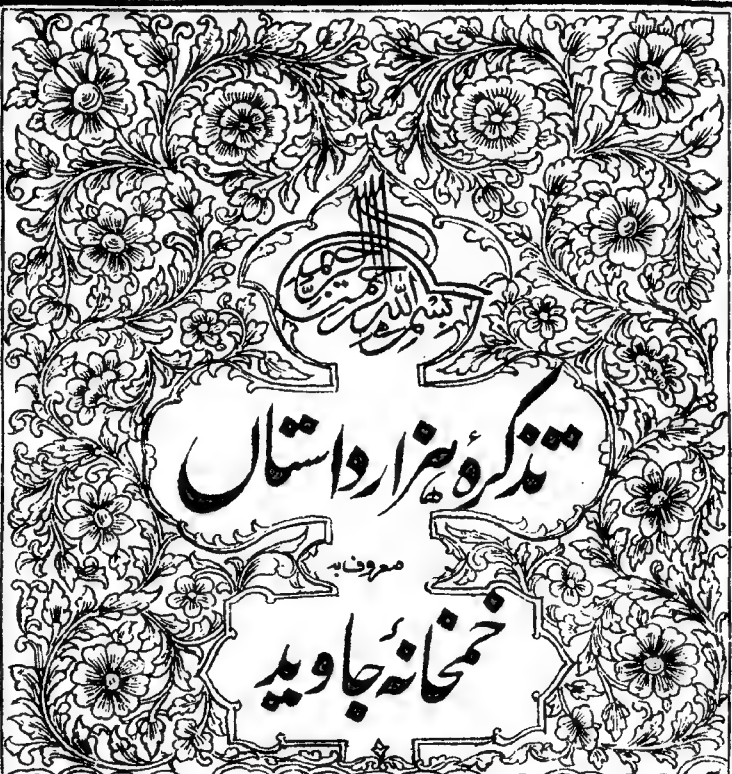
اسی طرح میرے محب بے ریا مخلص باوانا سیٹھ کبیر و سورا ب جی جو پارسی نژاد ہونے کے باوصف ہماری مادری زبان سے ایک خاص فدا کرتے ہیں - میرے

دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اس تذکرہ کی تالیف و ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی ظاہر کی۔ اُن کی اس عنایت کا نہ صرف مجھے بلکہ تمام ہوا خواہان اُردو کو شکر گزار ہونا چاہئے۔
محنتی پنڈت برج موہن و ناتریہ کیفی دہلوی بھی ہمیشہ تذکرہ کی عام ترتیب اور انتظام اشاعت میں معقول امداد دیتے رہے۔

آخر میں اپنے محب صادق اور مخلص گرامی نواب ذوالفقار علی خاں صاحب رئیس مالیر کو ٹلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں جنہوں نے دوران اشاعت تذکرہ میں استمداد جے کے خلوص اور نوازش کا اظہار فرمایا۔ اور اس علمی کام کی نسبت اظہار پسندیدگی سے راقم کا حوصلہ بڑھایا۔ فقط

لاہور۔ ۱۵۔ مارچ ۱۹۵۷ء { خادم انام گنام سربراہ دہلوی





آباد۔ مرزا مدحیٰ حسن خاں خلف مرزا غلام جعفر خاں لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ شیخ
 ناسخ کے نامی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں ۱۲۲۵ ہجری میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ اُن کے
 بزرگ لکھنؤ کے عاملین میں سمجھے جاتے تھے۔ نواب فتح آباد کے قریبی رشتہ دار تھے۔ تمام
 عمر لکھنؤ میں رہے اور اپنی عمر فراغ بالی سے بسر کی۔ اگلے لوگوں کی طرح وضع داری کے پابند
 اور مجالس مشاعرہ کے ازبس دل وا دہ تھے۔ وضع داری جو پرانے لوگوں کا عام شیوہ تھا
 ان کا خاص شعار تھا۔ چنانچہ آج تک مشہور ہے۔ کہ آپ مشاعروں میں نہایت پابندی
 سے شریک ہوتے۔ اور حتی الامکان کوئی جلسہ غزل خوانی سے نافع نہ ہونے دیتے تھے۔
 ان کی پرگوئی بھی شہرت رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک تذکرہ نویس نے تو یہاں تک غلو کو کام فرمایا کہ

کہ عروض کے ہر ایک بحر میں ان کا ایک ایک دیوان ہے بہر حال دو اور قبول بعض اس سے زیادہ دیوان اور ایک شنوی۔ تین واسوخت ان کی یادگار ہیں۔ جن میں سے ایک دیوان موسوم بہ نگارستان عشق ۲۶۲ ہجری میں لکھنؤ کے مرتضوی مطبع میں شائع ہوا تھا۔ اب یہ بھی کیا ہے۔ مگر ان کی مستقل یادگار بہارستان سخن سے قائم ہوئی جس میں ناسخ آتش کے بالمقابل ہر طرح غزلیں درج ہیں۔ یہ مجموعہ بیشک مناسب ہے۔ حق یہ ہے کہ گوان کا کلام ان دونوں استادوں کے پایہ کو نہیں پہنچتا مگر تاہم بجائے خود قادر الکلامی کا پتہ دیتا ہے۔ اگرچہ ان کی طبیعت بھی استعارہ پسندی سے (جو اس زمانہ میں عام رواج تھا) خالی نہیں مگر اس کے سوا کہیں کہیں اخلاقی اشعار بھی لطافت طبع کی جھلک دکھا رہے ہیں۔ چھوٹی بچوں میں اکثر زور فکر لائق تحسین ہے۔ واسوخت بھی اپنے رنگ میں بہت مقبول اور معاملہ بندی کا پہلو جیسے ہوئے ہے۔ مگر محاورات سے اس نے بھی پہلو تہی کی ہے۔ نمونہ کلام بطور انتخاب ذیل میں درج ہے :-

بندوں کو شک ہوا ہے خدا کے ظہور کا
سائے آنکھوں کے یہاں کیا کیا تماشا ہو گیا
نہ بھولا تخت پر یوسف کو صد مچاہ کنساں کا
ماہِ نو کی طسج جو بہر تو اضع حنم ہوا
لکھ دوں جو خط میں حال کبھی اضطراب کا
کتر و ہیوں میں غل ہے کہ اب آسماں گرا
سوچ شیم گل سے میرا آشیانہ گرا
دور آنکھوں سے کرشمہ منے بے خبری کا
جیتے جی میں گلشنِ حنبت میں داخل ہو گیا
کچھ نہ بولا سامری پر دل میں قائل ہو گیا

واللہ کیا ہے حسن بتوں کے عرف رو کا
شعبہ سے دکھلائے حسن یار نے ہر دم تے
کوئی ثروت میں بھی ایسا غریب نل سے جانی
پائے گا اک دن کمال سر بلندی شکلِ بدر
فور اتر پ کے حوت سے ہر حوت ہو جدا
سیلابِ اشک سے نہ فقط ہر مکاں گرا
بلبل رہوں ایسے گلشنِ نازک بہار کا
اتنا بھی نہ رہ مغل سہتی میں تو بدست
جذب دل نے آج گولے یار میں پہنچا دیا
تیری آنکھوں کی سنوں کاری جو کبھی لے پری

وار ہیں بعد فنا قبر میں آنکھیں آباد
 ہجر میں لے تنگ شیریں جان شیریں تلخ ہے
 روشنی پانیِ سخاوت سے جہاں میں نام ہے
 بگڑ گیا جو نکلے ہی روح کا نقشہ
 جب ہوئے برباد اسے آباد تب پایا پتا
 ترے غم میں گریباں گیر ایسی ناتوانی ہے
 ہاتھ کیا اُس نے اٹھایا سینکڑوں بلبل ہوئے
 ممکن نہیں کسی کا رہے برسرِ ار رنگ
 اسے گلِ ذرا شبابِ دور و زہ کی قدر کر
 فقط امید ہے بے بخشش کی تیری جھمکے
 جو تم کو اُنس ہے آباد کو محبت ہے
 مثالِ چرخِ گردوں جھکے لاکھوں قہرِ عالی تھے
 قیامِ زندگیِ بے فنا میں غیر ممکن ہے
 ہے رنگِ بکبکوں میں جو ہے بوئے یاریں
 کوئے صنم سے دیکھتے آتی ہے پھر کے کب
 محوِ جمالِ یار نہیں مجھ سا دوسرا
 خوں گرفتہ نہ کوئی عشق میں جہا ہوگا
 پس ازودن بھی مجھے ہے دشمنی ہے شوخِ بظن کو
 جہانک ہو مکا اپنی زباں سے اس کے گدھے
 دل لگانے میں تو ہے جو اٹھانے کا مزہ
 لطفِ جینے کا یہ ہے جان کسی پر نکلے

حشر تک حسرت دیدار نے سونے نہ دیا
 کام نالے کر رہے ہیں تیشہِ نرسہاد کا
 ہر درم گویا چسراغِ مرتدِ حاتم ہوا
 طلسم تھا کوئی یا اپنا خانہ تن تھا
 بے نشان ہو کر ملا ہم کو نشانِ کوئے دوست
 کدھر پڑتا ہوں ساتھ اشکوں کے میں بھی بے دھن
 دے رہا ہے عاشقوں کو موت کا پناہ تمہیں
 ہے شل گلِ جہان کا ناپاؤں دار رنگ
 کس بھول کا ہمیشہ رہا برسرِ ار رنگ
 و گرنہ عنو کے قابلِ مرنے گناہیں
 تمہیں نہیں تو اُسے بھی تمہاری چاہ نہیں
 اب اُن کی خاک اُڑتی پھرتی ہے ششِ بیانیہیں
 یہ کشتی تیر کی صورت چلی جاتی ہے طوفان میں
 اک عندلیب کیا ہے میں کمدوں ہزار میں
 اپنی نظر کے آپ ہیں ہم انتظار میں
 جھپکی نہ تا بہ زیتِ پلک انتظار میں
 دہم منتِ حبلِ دیوار کرتے ہیں
 مرے مقدسے جاتا ہے اٹھائے اپنے ہم
 جانی بات ہم نے دوستی کی اپنے دشمن کو
 لطف کیا ہے کہ جو عشقِ ستگا رہو
 نہ جیئے وہ جسے مرنے سے سروکار نہو

تجہ کو جو دیکھ کر خراماں وہ نہ آئے آپ میں
 کب دیکھیں چھڑا تا ہے خدا قیدِ الم سے
 کچھ پوچھ نہ حالِ خرد و صبر کو اسے عشق
 دل کرے گا نہ خیالِ رخِ جاناں خالی
 ہے تماشا کی جگہ عالمِ اسباب مجھے
 اب بھی منظورِ نظر ہونے کے قابل کیانیں
 ابرِ غم میں مگر گئے آبادِ زلفیں دیکھ کر
 بھلا دیکھیں گے کیونکر غیر اس کو
 سینکڑوں ہی کشتہ رفتارِ جاناں ہو گئے
 اُسید قطع ہوئی پڑے ہو گئے دل کے

دل کو دارِ رفتہ کرے وہ طور میں رفتار کے
 او کچھ ہوئے ہیں سلسلہ زلفِ منم سے
 مدت ہوئی ان دودو کو چھوڑتے ہوئے ہم سے
 کبھی اس گھر کو نہ چھوڑے گا یہ مہمان خالی
 نعت بیدار دکھا تا ہے نئے خواب مجھے
 پس کے دل سر ہو اطرزِ خرامِ یار سے
 بجلیاں دل پر گریں برقِ نگاہِ یار سے
 مری آنکھوں کے پروے میں نہاں ہے
 پاؤں رکھا جس جگہ گنجِ شیداں ہو گئے
 پیاسہ کا سدا یا جواب کے بدلے

آباد) شیخ علی باقر ساکنِ عظیم آباد مسئلہ ہجری میں ان کا دیوان بھی چھپ گیا ہے چند سال
 ہوئے کہ انتقال فرمایا۔ خان بہادر سید علی محمد صاحبِ شاعرِ عظیم آبادی کے شاگرد تھے۔
 شعر خاصا کہتے تھے۔ کلامِ مطلق الفاظ سے پاک سید حاساد اور دل گداز ہے۔ بطور
 یادگار چند اشعار درجِ تذکرہ کئے جاتے ہیں :-

قتل کرتا ہے شوق ہی دل کا
 صاف کتاب ہے حالِ دشمنِ دود
 میری آنکھوں سے دیکھ لے مجنوں
 ترے فراق میں جینا بشر کا کام نہیں
 نگوں کو کتنی ہے چونکا کے یوں نسیم
 خدا کی یاد میں حوروں کی یادِ اعظم
 گلے پہ چلنے دو رک رک کے تیغِ قاتل کا

مفت میں نام بد ہے قاتل کا
 دل ہے آئینہ حق و باطل کا
 پردہ اٹھا ہوا مجھے مسل کا
 ہزار شکر کہ اس عمر کو دوام نہیں
 چلے چلا کہ ٹھہرنے کا یہ مقام نہیں
 نگاہِ غم سے بہ کرنا۔ یہ کیا ازم نہیں
 مقامِ صبر ہے غفلت کا یہ مقام نہیں

قیامت آئے اٹھے روئے یار سے پرہ	خدا وہ صبح دکھائے کہ جسکی شان میں
سمندر کو آباد روئے کیونکر	زیادہ اس سے کوئی خوش تر نگاہیں

آباد

(آباد) ان کا نام یعقوب علی تھا۔ اور والد کا اسحاق خاں۔ وہ بلی شاہ جہاں آباد کے قدیم باشندے تھے۔ نہایت خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے۔ مگر افسوس ہے کہ اس حسن صورت پر حسن سیرت کا شفاف آئینہ نہ لگا آلود تھا۔ گو طبیعت کی اس ناہمواری نے پڑھنے لکھنے پر ابھی طرح دل نہ جھنے دیا مگر موزنی طبع نے درس گاہ سخن میں ضرور داخل کر دیا جس کی بدولت سلاک نظم میں کہیں کہیں ان کے اشعار کے موتی اپنی چمک دکھا رہے ہیں۔ عمر کا ٹھیک حال معلوم نہیں لیکن یہ سننے میں کہ عہد کے غلام میں جو ان تھے۔ اگرچہ ان کے چند اشعار سے پورا پورا طبیعت کا حال معلوم نہیں ہو سکتا مگر صاف گوئی میں شبہ نہیں۔ چنانچہ اس شعر میں اپنی بد صحبتوں کا خود متاثرانہ افسار کرتے ہیں۔

ان خراباتیوں کی صحبت نے	تجھ کو آباد کیا خراب کیا
-------------------------	--------------------------

اشعار ذیل ان کی زندہ یادگار ہیں :-

اُس کے قامت کی یاد میں چمٹنے	مصرع سرو انتخاب کیا
تو نے دریا میں اک نگاہ کے ساتھ	قطرہ آب کو شراب کیا
ان خراباتیوں کی صحبت نے	تجھ کو آباد کیا خراب کیا

آباد

(آباد) منشی سید تنزیہ حسین۔ بریلی کالج میں تعلیم پائی ہے۔ ایام طالب علمی کی کلام سے چند شعر انتخاب ہو کر درج تذکرہ ہوتے ہیں :-

عاجز ہم آگئے فلک بد شعرا سے	جائیں گے اب وہاں کہ جہاں آسمان نہ ہو
یہ تھی آرزو وقتِ رحلت ہماری	بنے اس کے کوچے میں تربت ہماری
ترے ہجر میں نیم جاں ہو رہے ہیں	تاشف گے قابل ہے حالت ہماری

حسینوں پہ آباد مائل نہ ہوتا یہ تم یا درکھن انصیحت ہماری

آبرو

(آبرو) شاہ نجم الدین عرف شاہ مبارک۔ ان کا نسبی سلسلہ ایک مشہور بزرگ شاہ محمد غوث گو ایاری سے ملتا ہے۔ آپ عالم شباب میں دہلی چلے آئے اور یہیں رہ کر مشق سخن سے اپنے ریختے کی بنیاد کو مستحکم کیا یہاں تک کہ مسلم الثبوت استاد مانے گئے طبقہ اول کے نامی شعرا میں آبرو کو نہایت آبرو کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ باوجود شائق خان آرزو اکبر آبادی کو اپنا کلام دکھایا کرتے تھے۔ اگرچہ اس کمنہ مشق شاعر نے اپنی یادگار ایک بہت بڑا دیوان چھوڑا مگر خدا کی دست برد نے اس مرتبہ پر پہنچایا کہ اب وہ عنقا سے کم نہیں۔ ہاں راقم نے اپنے ایک دوست کے پاس ایک مختصر دیوان دیکھا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طبع رسا کو تشبیہات و صنعت ایسا کم کا زیادہ شوق تھا گو ان صنعتوں کا الجھاؤ معاملہ سلجھانے میں باہر تھا لیکن ساتھ ہی اس کے محاورہ کی گرد بھی لگاتے جاتے ہیں۔ طبیعت رسا اور فکر معنی یاب تھی۔ محمد شاہی عہد کے شاعروں میں تھے۔ اُسی کس پرسی کے زمانہ میں زندگانی کا شیریں عیش تنہی سے تبدیل ہو گیا تھا۔

مرزا جان جاناں منظر۔ ناجی۔ مضمون کے معاصرین میں تھے۔ مرزا صاحب کے کبھی کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ آپ سب کو ایک آنکھ دیکھتے تھے۔

حضرت کو شاہ کمال بخاری کے بیٹے پیر کھن متخلص بہ پاکباز سے کمال اُنس تھا اپنے مرغوب الطبع دوست پیر کھن کے نام کا بھیج بھی کہا ہے گویا دو دھکا دو دھکا پانی کا پانی الگ کر کے دکھایا ہے۔ وہ صحیح یہ ہے :-

عالم ہمہ دوزخ است محمد کھن

اگلے زمانے کے شرقاکی علمی تحقیقات تحصیل حاصل ہے کیونکہ اس زمانہ میں تعلیم عام تھی ایسی حالت میں اگر خواص بھی جاہل رہتے تو صفحہ عالم پر عبادت گاہوں کی طرح درس گاہوں میں بھی الہدیٰ نظر آتا پس یہ کتنا بیجا نہیں کہ شاہ مبارک آبرو۔ کم از کم دہی علوم و فنون

سے ہرگز بے بہرہ نہ تھے۔ اپنی خوش خلقی اور نیکدلی سے دلوں کو تسکین کر رکھا تھا۔ اپنے زمانہ کے لوگوں میں ہر دل عزیز تھے۔ اگرچہ اُن کے کلام میں پُرانے محاورے اور اس وقت کے متروک الفاظ بکثرت ہیں۔ مگر جن اشعار کو اس وقت کی ہوا نہیں لگی وہ بالکل اس زمانہ کے موافق ہیں اور ہو بہو آج کل کے روزمرہ کالمط دے رہے ہیں لہذا ناظرین تذکرہ کو دونو چاشنیوں کا لطف چکھایا جاتا ہے۔

<p>چھوڑ مت دام زلف سے دل کو آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رہا ہوا اندازے سے زیادہ نیت ناز خوش نہیں جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کئے لگا دل یار میں تب اس کو کیا کام آبرو ہم نین سے نین جب ملائے گیا یہ رسم ظالمی کی دستور ہے کہاں کا بوسہ لبوں کا دینے کہا کہ کے پھر گیا قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اُس گلی گرچہ قائل ہوں سجن تیری کمبود کا رور و کے بے وفا کو کیا آشنا کیا ہے بوالموس کو ہوا ہے تب سے دماغ دل تو دیکھو آدم بے باک کا کیوں چھپا ظلمت میں گرا اس سے شرم نہ تھا آبرو کے قتل کو حاضر ہوئے کس کر کمر نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط</p>	<p>بال باندھا غلام ہستی را جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا جو خال اپنی حد سے بڑھا سو سہا ہوا کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگہ بیتا کہ زخمی عشق کا پھر ہانگ کر پانی نہیں پیتا دل کے اندر مرے سہائے گیا دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا ہو کر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا لیک مشکل ہے بیاں اس رمز نامعلوم کا دیکھو تو آبرو نے کس گھاٹ لا اوتا را جب سے تم نے اُسے بلا بھیجا عشق سے بھرتا ہے پتلا خاک کا جان کچھ پانی مرے ہے چشمہ جہاں کے بیج خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر کس قدر نشہ فنا کے غلط</p>
---	--

نکلے تم آصبا کی طرح جب چمن میں بھول
 دھمکاؤ تے ہیں ہم کو کمر بند باندھ کر
 دُور خاموش مٹیر رہتا ہوں
 سر سے لگا کے پاؤں تک دل ہوا نہیں
 مت قہر سیتی ہاتھ میں لے دل ہمارے کون*
 ٹک بلغ میں شباب چلو لے بہا جس
 پھر پھر کے دیکھ ہم کو کیوں مسکراؤ تے ہو
 زلف کو کنا پریشاں عقل سے دوری ہے یہ
 وہ بچتہ کار کب لکھتا ہے نامہ
 نہ دیوے لے کے دل وہ جعد مشکیں
 پھرتے تھے دشت دشت دیوانے کدھر گئے
 شور ہے اُس کی اشک باری کا
 رستم تیری آنکھوں کے ہوئے اگر مقابل
 کیا شیخ و کیا برہمن جب عاشقی میں آدے
 اب وین ہوا زمانہ سارنی
 تم نے بجا دینے کو جب ہاتھ بیچنے لی
 تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
 تمہارا دل اگر ہم سے پھر ہے
 دل کب آوارگی کو بھولا ہے
 لباسِ پُنبی بن کیونکہ گدازے ہو ہم سرا
 آغوش میں بھوسا کی کرتی ہیں قس انکھیاں

گلشن کے دیکھ تجھ کو گئے ہاتھ پاؤں بھول
 کھولیں ابھی تو جائے میاں کا نخل بھرم
 اس طرح حال دل کا کتھا ہوں
 بیاتک تو فنِ عشق میں کامل ہوا ہوں میں
 جل جائیگا کپڑا ہے ظالم انکار سے کون*
 گل چشم ہور ہا ہے تمہارے نغارے کون
 مدت میں آپڑا ہے یہ اتفاق حسنہ
 تار تار اسکی میں دل ہے گانٹھ کی پوری ہے یہ
 نہیں کچا جو یوے ہاتھ خامہ
 اگر باور نہیں تو بانگ دیکھو
 وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے
 آبرو چشم تر قیامت ہے
 آنکھوں کو دیکھ تیری تلوار بھول جاوے
 تسبیح کرے خوا منوش زنا بھول جاوے
 آفاق تمام دُھڑا ہے
 معنوں ہو گئے سب یہ اس طرح کی نے لی
 کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے
 تو بہتر ہے ہمارا ابھی خدا ہے
 خاک اگر ہو گیا بکھولا ہے
 قیامت ہے تری یہ سرد مہری تپے بے رُدی
 کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں قتل ہوئے

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے	کہے سے ضد تمہیں ہو دے سوائی
اب تک کھینچ کھینچ جو رجھا	ہر طرح دوستی بنا ہی ہے
طور کیا پوچھتے ہو کافر کا	شوخی ہے بانگ ہے سپاہی ہے
آبرو کیوں نہ ہو رہے خاموش	درد کہنے کی یہاں مٹائی ہے
موجا آبرو سے خود بخود تم	کہ اُس کو تو پیار ہے یہ خودی ہے

(آبرو) سید اصغر علی مسکن ہلی گنج واقع ٹونک ۱۸۹۷ء میں دربار ٹونک (راجپوتانہ) کے دفتر انشائیہ میں ملازم تھے۔ اعتبار الملک سید افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی کے شاگرد ہیں طبیعت ہلکا ہے۔ اپنے اُستاد کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ بندش بھی بڑی نہیں ہے۔ کلام میں صفائی ہے۔ زبان ہنسی ہے۔ جو کلام ہماری نظر سے گزرا اُس سے طبیعت کی مشافی معلوم ہوتی ہے۔

صدقے ہزار جان سے تجھ پر سار گل	قربان لاکھ دل سے تری باگین کے پھول
پہلو میں حساب ن گیا دل واہ ری خلش	غربت میں یاد آئے جو بکودلن کے پھول
کھائیں گے لکبک ٹھو کریں رفتار بار سے	جائیں گے آنکھیں دیکھ کے پاؤں کے پھول
وہ بیاروں سے بڑے کیوں نوجس سے نہ تم بولو	وہ اچھا کیوں نہو جیا ر غم جس کی دوام ہو

(آتش) ان کا نام خواجہ حیدر علی اور باپ کا نام خواجہ علی بخش تھا۔ خواجہ زادوں کے خاندان سے تھے جن میں پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خواجہ صاحب کے تاریخی حالات اور تذکروں میں بالا اجمال اور تذکرہ آب حیات میں بالتفصیل موجود ہیں پس ہم اختصار پر اکتفا کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب اور شیخ ناسخ چونکہ دونوں اُستاد مہمصر تھے اور ایک ہی جگہ ہونے سے گویا ایک بدن میں دو شیر تھے اس باعث سے اکثر باہم عجز چھاڑا کرتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ عند اللہ نواب آغا میر کے ہاں محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ یہ وہی مشاعرہ ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ نواب صاحب نے آتش کے مقابلہ میں شیخ صاحب کو غلعت دینے کا ارادہ کیا تھا۔ دونوں

اُستاد اپنی اپنی غزلیں لکھ کر لے گئے۔ پہلے شیخ صاحب نے غزل پڑھی جس کا مطلع یہ تھا ۵
 مسمیٰ مالید لب پر رنگِ پایاں ہے | تماشا ہے تیرا آتش دُہواں ہے
 خواجہ آتش بھی پر کا لہ آتش تھے آتش کا لفظ سنتے ہی لگ بگولا ہو کر بھڑک اُٹھے جب شیخ سامنے
 آئی تو یہ مطلع پڑھا ۵

یہ کس رنگِ مسیحا کا مکاں ہے | زمیں جسکی چھپاؤم آسماں ہے
 حسن اتفاق سے یہ مطلع حسبِ حال ہو گیا کیونکہ چومنز لہ مکان کی چھت پر مشاعرہ ہو رہا تھا
 (یہ مکان اب تک موجود اور آغا میر کی ڈیوڑھی کے نام سے مشہور ہے) نواب صاحب نے دونو استادوں
 کو خلعت سے مستحضر فرمایا ۶

دونو کے معتقد اپنی اپنی عقیدت کے جوش میں ایک دوسرے کو جو چاہیں سو کہیں مگر
 دراصل آتش و ناسخ اپنی اپنی روش و رنگ میں کامل تھے۔ اگر شیخ صاحب موزنی و حسنِ الفاظ
 و تلاشِ مضامینِ علی میں بڑے ہوئے تھے تو خواجہ صاحب بھی لطفِ محاورہ و فصاحت -
 نفاسِ بندشِ خوشِ اسلوبی طرزِ بیان میں اُن سے کم نہ تھے۔ اسی وجہ سے پڑھنے والے
 کے دل پر ان کے کلام کا بالمقابل زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اگر دونوں میں باہم کچھ مخالفت تھی تو
 صرف اتنی کہ ہر ایک اصنافِ سخن میں فوقِ لیجا ناپا ہوتا تھا نہ کہ دلوں میں عداوت و مخالفت جی
 ہوئی تھی اُس زمانہ کے شرفاء - وضعدار - انصاف پسندی اور حق گوئی پر زیادہ عمل کرتے
 تھے۔ اُن کی طبیعت میں جبل و نفسانیت کو بہت کم دخل تھا چنانچہ باوجودیکہ شیخ ناسخ نے
 خواجہ صاحب سے نو برس پہلے انتقال کیا مگر خواجہ صاحب نے یہ وضعداری برقی کہ اُس وقت
 سے شعر کہتا ہی چھوڑ دیا جس سے ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کی نظریں ناسخ کے بعد کلام کی داو
 دینے والا کوئی نہ تھا۔ ہم اس جگہ اُن کے مذہب اور اُن کے مالک کی اصلی مقام سکونت
 کو زائد از بحثِ سمجھ قلم انداز کرتے ہیں ۶

چونکہ خواجہ صاحب کو شعر گوئی کا شوق ابتدا سے سن مشہور ہی سے دامگیر ہو گیا تھا اس وجہ

میری اینا کے لئے مُدے میں جا آتی ہے
 ظاہر ہے یہ اے یاتریری کم سخن سے
 بنو دے یار دولت حسن شباب سے
 یہ کس رشک سیما کا مکاں ہے
 ایڑیوں تک تری چوٹی کی رسائی ہوتی
 شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ
 جو چلن چاہے چلیں آتش بستانِ یونا
 کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے
 دل کو کھدیتے ہیں یہ لکڑا لکڑاں میں ہم

کاٹنے دوڑتی ہے ماہی بے آب مجھے
 لب بند ہوئے جاتے ہیں شیریں ذہی سے
 پیچ ہے زیادہ نشہ زہر ہے شراب سے
 زمیں جس کی چپاں آسماں ہے
 کل جو آئی تھی بلا آج ہی آئی ہوتی ہے
 فضا عت بھی بار بے خزاں ہے
 حُسن جب پیدا ہوا سب عیب پنہاں ہو گئے
 جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
 اس نشاے کو اُترا دے جو وہ تیرا نماز ہے

آخ

(آخ) شاہ عنایت اسد نام تھا اگر شاہ آخ مشہور تھے۔ شاہ خادم صغنی کے مرید اور مولوی محمد اسد
 بلگرامی کے شاگرد تھے۔ ان کا ایک مختصر دیوان مطبع دریاے لطافت کانپور میں چھپا تھا۔ ان کے
 کلام میں کچھ معرفت کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔

بنو دمی میں عجب مزا دیکھیا
 اس دل میں اگر جلوہ دیدار نہوتا
 ہے دل و اداں فیض خدا پہنچتا
 شکل جانانہ جا بجا ہیں ہم
 عاشقِ ناز ہوں جز عشق مجھے کام نہیں
 عجب تو نے جلوہ دکھایا مجھے
 اسلام اور کفر ہمارا ہی نام ہے

سر مخفی کو بر ملا دیکھیا
 ز سناریہ دل منظر اسرار نہوتا
 وہ ہم فرشتہ بھی نہ جہل پر سنا ہوا
 کہیں ناز اور کہیں ادا میں ہم
 طالبِ کفر نہیں تابعِ اسلام نہیں
 کہ عالم میں کچھ کچھ نہ بھایا مجھے
 کعبہ کشت میں اپنا مقام ہے

آخ

(آخ) مرزا والاجت گورگانی میجر بنارس۔ مرزا قیصر خجرت بہادر فروغ مرحوم کے خلیفہ الکر و متگرد
 رشید تھے علوم مرزویہ میں خاصی دستگاہ رکھتے تھے۔ وجہ۔ خوش خلق۔ ذی مروت۔ شریف نوا

حکام رس - صاحبِ رونق تھے۔ عفتوانِ شباب میں جب شاعری کی طرف طبیعت مائل ہوئی تو چند شکرہ ڈالے جب اتفاق سے وہ صاحبِ عالم نوافذِ مع کی نظر پڑ گئے۔ اپنے نذرِ فکر کے اس کلامِ موزون سے متنبہ ہوئے۔ ہونا سمجھ کر اصلاح دینے لگے۔ یہی ذہن کی رسائی۔ طبیعت کی شوخی۔ فکرِ بلخ سے چند ہی روز میں اچھے مشاق ہو گئے۔ ابھی جوانی کی حد سے آگے نہ بڑھے تھے کہ ۱۸۔ جون ۱۹۰۷ء کو ۳۱ برس کی عمر میں دنیا سے دوں کو خیر باد کہہ کر عالمِ جاودانی میں گھر جا بسایا۔ ترتیبِ تذکرہ کے موقع پر جس قدر ان کے چھوٹے بھائی صاحب نے ان کا کلام بھیجا وہ ہی درجِ تذکرہ ہوا۔

بلونہ غیروں سے عزت پر حرف آئیگا اجل نے آنکھیں نکالی ہیں مجھ غصے کی ساغر میں ہے ضیا جو رخ شعلہ تاب کی	کتاب جا کے پھرتی نہیں ہے گوہر پر نہیں ہے حلقہ جو ہر تہا سے بھر پر ہر بوند آفتا ہے بسا قی شراب کی
--	--

آثم (حافظ حضور احمد خاں صاحب بریلی کے رہنے والے اور امیرِ مینائی کے شاگرد تھے گواہِ ابتدا ہیں حکیم نیاز احمد خاں صاحب ہوش کو بھی اپنا کلام دکھایا تھا۔ تذکرہ منظور حق ان کی یادگار ہے ۱۹۰۷ء میں کلکتہ جا کر تجارت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا ان کے چند شعر درجِ تذکرہ ہوتے ہیں۔

یوں محبت پر مہی ناز ہے اسکو اے چرخ حسینانِ جہاں دیکھیں جو اسکے روبروش کو جو میں اہلِ کرم شرمندہ ہوں تہیں وہ مائل سے	شاد تھی جیسی دلِ قیس کو لیلالے کر یہ حسرت ہو ملا دیں خاک میں سب اپنے جن کو جھکاتا ہے سرِ ساغر پر شیشہ اپنی گردن کو
---	--

آرام (منشی مکھن لعل صاحب کا بیٹھ دہلی کے رہنے والے تھے۔ میر انشا لالہ خاں انشا شاگردوں میں خیال کئے جاتے ہیں انکے صرف یہ دو شعر میناب ہوئے جن سے کلام کی قصتا اور محاورہ کی لطافت ظہور پاتی ہے۔

ہمد مومجھے یہ کہتے ہوں نہ تو یا ر سے مل	اسکو سمجھاؤ ذرا یہ کہ نہ غبار سے مل
---	-------------------------------------

آثم

آرام

کسیکے حال کی تھک کو نہیں خبر مطلق
 کرے ہے چند ہمیں پند گو خدا کی شان
 رو رو کے خون اُس نے بھی حسرت نکالی
 آزاد گان کو مانعِ وحشت نہیں ہے قید
 ہے وہی غفلت اور وہی بے نیازیاں
 میاں بن جو دی ہے مانعِ نظر ہم نفس
 آرزو مے کی مجھ کیا ہے کہ ساقی ہر دم
 نگاہوں کے ملا تے ہی نہ تھا گویا کہ سینہ میں
 آخر اُس آہوئے روم خوردہ کو لایا ہی نہ کھینچ
 زائد نہ تو تربت کو کہ اس کا ہی ہے ظہور
 رہتا ہے غم سدا ترے اس مبتلا کے ساتھ
 اس پر بھی بد دماغ وہ ہوتے ہیں یا نصیب
 وہاں بے نیازیوں سے نہیں کچھ خیال بھی
 اس کو لڑائیوں کا کہاں ضعف سے دماغ
 احباب جو کچھ حال کہیں میرا تو کہو سے
 مے ایک بوسہ پر سودا ہمارے دل کا کہ ہم
 روڑیوں ہی وصل میں لازم ہے تنگ گفت کو
 آرزو کو بھی نہ فسوسِ قضا نے چھوڑا
 فانی البال ہوئے تم مجھے دے کر بوسہ
 بعد مرنے کے بھی اُسکی ہے تمنا باقی

تو پ رہا ہے پڑا ایک نیم جاس کیسا
 کساں کا آج ہمارا یہ غمگسار آیا
 عاشق کا تو نے خوں نہ بہایا تو کیا ہوا
 زلفوں میں تم نے دل کو پھنسا یا تو کیا ہوا
 احوالِ دل گر اُس کو سنایا تو کیا ہوا
 اُس نے جمالِ اپنا دکھایا تو کیا ہوا
 ان نگاہوں سے ہی شر ہو جاتا ہوں
 عجب ہی دل کے لینے کا ہے ڈب ڈبِ شغفِ فرنگ
 میرے اس جذبِ الفت کے اثر کو دیکھو
 کرتا ہے کیا معاملہ نادانِ خدا کے ساتھ
 گویا کہ آشتنا کو ہے ربطِ آشنا کے ساتھ
 ہر چند بات کہتے ہیں ہم التجا کے ساتھ
 ہم لب کو کس امید پہ کھولیں دعا کے ساتھ
 کیجیے نہ جنگِ آرزو دئے مبتلا کے ساتھ
 لے بیٹھے ہو تم ذکر کہاں کا مے آگے
 لحاظِ نفع و خیال ضرر نہیں رکھتے
 شوقِ ٹہرتا ہے زیادہ آپ کی تکرار سے
 عاشقوں میں تیرے اک یہی رہتا باقی
 ابھی سوسِ کاس کا ہے آپسے بھولی باقی
 سہ تو باقی نہیں اور ہے وہی ہود باقی

سلسلہ نسب حضرت زین العابدین سے ملتا ہے۔ ۲۷۸ھ ہجری میں بمقام کھنؤ پیدا ہوئے۔ عربی کی صرف و نحو منطق اور طب کی کتابیں علمائے کھنؤ سے دیکھیں۔ جب طبیعت نے شعور و جن کی طرف میلان کیا تو منشی محمد زکی صاحب زکی بگداری اور شیخ امداد علی صاحب بھر کھنؤ کی کو اپنے کلام کا مشیہ بنایا۔ مرثیہ گوئی میں میر انیس کے شاگرد ہوئے اکثر مجالس عرس میں کھنؤ سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ کتب دینیات کی تصنیف کے علاوہ تین دوا سوخت اور ایک دیوان غیر مطبوعہ موجود ہے۔ ترتیب تذکرہ کے ایام میں جو کلام براہ راست حضرت موصوف سے دستیاب ہوا شکریہ کے ساتھ درج تذکرہ کیا جاتا ہے طبیعت میں جودت اور کلام میں بند پرورداری پائی جاتی ہے ۵

<p>ہوئی ایند میں راحت یہ ہے آسان شہنشاہ کا زلیخا نے تو رسوائی میں کچھ باقی نہ رکھا تھا کیا ہم سے ملو کام ہے غیروں کی بوجھ بنوں کے دور میں اچھی بڑی توفیق تیر کی نہ منہ سے بولتے ہو کچھ نہ سے کھینچتے ہو کچھ نہ کھینچ اک نظر نہ کرادہر سے بارہا نکلتے یہ کیا جب آؤ تو جھستے ہوؤں کو تم ملا جلا دوبارہ جان بخشی آرزو کو ایک بوس میں</p>	<p>لبِ زخم جگر پر لی جو چمکی لگ گیا ٹانگا خدا پروردہ نہ رکھ لیت اگر یوسف کے دلاں کا ناخوش ہیں یا کہ خوش ہیں تمہاری بلا سے ہم جد ہر دیکھو اود ہر چنے لگی تصویر تیر کی اجی کیوں آدمی سے بن گئے تصویر تیر کی بڑے نا آشنا نکلتے بڑے تم یوں فاش کئے کر دوہ بات دل سے ایک عالم کی دھانکے دیکھ یا سمجھ عیسیٰ کا تم معر نہانکے</p>
---	--

(آرزو) نواب جعفر علی خاں رئیس کروڑل علاقہ ریاست حیدر آباد دکن۔ جناب محفوز شاہ حضرت داغ مرحوم سے مشورہ کرتے ہیں زیادہ حال معلوم نہیں۔ گو حضرت محفوز کے شاگرد ہیں مگر کلام میں جناب فصیح الملک داغ کی جھلک پائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں ۵

<p>شوق تھما تیغ آزمائی کا + بخدا ان بتوں کے ہاتھوں سے</p>	<p>کیسے کیا حال ہے کلائی کا تنگ سے قافیہ حنائی کا</p>
---	---

بن بٹن کے پیش دار محشر چلے تو ہو ہوئی جاتی ہیں وہ عربی نگاہیں باسیوں کے عشق میں ایسے ہو گئے جن خود	ہو جائے سامنا نہ کہیں داد خواہ کا دل خوش گشتہ بر تیر و کی یہ بوجھ اگر سچی ہے دل کے جانے کی بھی خبر سنوئی
--	--

آرزو

(آرزو) فشی ممتاز احمد صاحب خلعت دوم امیر الشہر حضرت امیر بنانی مرحوم قریباً ۴۰ سال کی عمر پہ شہر بہت اچھا کہتے ہیں۔ کیوں نہ کہیں کس باپ کے بیٹے ہیں۔ طباطبائی۔ ذہانت۔ قابلیت ان کا خاندانی ورثہ ہے۔ بیان میں صفائی۔ کلام میں فہرہ۔ خیال پاکیزہ ہے۔ زبان اچھی ہے مطلب سلیقے سے ادا کرتے ہیں۔ اشعار ذیل انکی مورد فی طبیعت کا نتیجہ ہیں ۵

پلے سنگھا کے زلف مجھے لاؤ ہوش میں ہو کے برباد کسی کا قہر بلا دیکھ یہ چکیاں نہیں گشتوں کی زینہ ناز وہ حور ہے مرے گھر میں رقیب جلتے ہیں ذرا سا دل ہے وہ کیا مجھ کو آ زائیں گے گئے وہ قہر بھری اکھڑیاں دکھا کے مجھے کسی کا نفخ قدم لے کے راہ میں بٹھوں سنگھائیں آپ اگر بوئے گیسوئے مشکیں دہائی داد محشر کی ہو مرا انصاف بے دفائی کے گلے پر ناز سے کہنے لگے	پھر مجھے پوچھنا مرے بیمار کیا ہوا خاک میں مل کے قیامت کا تماشا دیکھا دعائیں مانگتے ہیں اپنے قدروں کے لئے تڑپ رہے ہیں بڑے روزنی جہاں کھلے کلیجا چاہئے عاشق کے اتھاں کے لئے پیالے زہر کے تھے چلنے پلانے کے مجھے کہ لوگ سجدہ کریں ہر طرف سے آ کے مجھے اٹھائے غش سے اُسی وقت ہوش آ کے مجھے بتوں نے لوٹ لیا ہے غریب پا کے مجھے بیوفا کو کیوں دیا دل تم سے نادانی ہوئی
--	---

(آرزو) صاحبزادہ محمد یونس خاں عرت چھٹن صاحب۔ آپ صاحبزادہ محمد اسفندیار خاں مرحوم عزیز والی ٹونک کے فرزند ارجمند ہیں اور اعتبار الملک منشی سید افتخار حسین صاحب تفسیر خیر آبادی کے شاگرد رشید۔ عمر میں نوجواں۔ صورت شکل میں نہایت وحیہ۔ خوش وضع۔ خوش فکر۔ رئیس آزاد ہیں۔ شکار کا بہت شوق ہے گھوڑے پر خوب سوار ہوتے ہیں۔ ایک لاکھ روپے کے قریب

سالانہ جاگیر ہے۔ ان کا ہر ایک شعر جولانی طبع کا نمونہ ہے جب عالم نو مشقی میں یہ کیفیت ہے تو آئندہ ترقی کرنے کی کیوں نہ امید ہو چند اشعار ذیل پر یہ ناظرین ہیں ۵

تایکی لحد کا ہو کیا آرزو خطہ	ہے داغ دل چسپائی ہمارے مزار کا
میں جھوٹا ہوں تو مجھ جھوٹے سے پردہ کی ضرورت کیا	جو سچے ہو تو چھپتے مجھے کیوں روز جزا تم ہو
تمہاری آرزو تو مینے کی ہے مجھے تم گڑو	خطائے آرزو کیا آرزو سے کیوں غما تم ہو

(آرزو) منشی سید انوار حسین لکھنؤی خلف اصغر میرزا کر حسین - یاس شاگرد جناب جلال لکھنؤی
سپلے ان کا تخلص - امید تھا۔ اب آرزو ہے۔ یس بتیں برس کی عمر ہے طبیعت میں روانی
ہے۔ صاف صاف اور سیاحیہ حاضریہ رکلام ہے زبان بھی اچھی ہے۔ روزانہ مشق آئندہ
ترقی کی گواہی دیتی ہے اشعار ذیل زیب تذکرہ ہیں ۵

کوئی امید نہیں اور جان دیتے ہیں	یہ دل ہے ہجر کے صدمے اٹھانے والوں کا
دہ باتیں کرتی ہو تم کم نہیں جو نشتر سے	یہی علاج ہے سحر جگر کے چھالوں کا
یہ بلائیں اگر آئیں تو مجھی پر آئیں	اُن کی زلفیں ہوں پریشاں تو سے شانوں پر
کلہ چڑھ کر ہوئے جاتے ہیں جن کے بندے	فخر ٹوٹا ہے خدا کا یہ مسلمانوں پر
دل کا آنا ہے رہا ہے جان بھانے کی خبر	انتہا پہچان لی ہے استاد کو دیکھ کر
انزاف کا ہے سوز نس میں	کہ دل میں آگ ہے چھالے زباں میں
ترا دل نرم کر سکتے نہیں صبر	وگر نہ لاکھ تائیدیں خفاں میں
بچے کیا غیر کی کاوش سے دامن زہ جاناں میں	ہست بھرا ہے یہ کاٹا جگر پاک گلستاں میں
ترقی چاہئے اب اسے زلیخا سوز نہاں میں	کہ سنتے ہیں اندھیرا ہے بہت بھٹکے زندان میں
کیا ترک تعلق گل سے گھٹنے گلستاں میں	نخل چل تو بھی تن کو چھوڑ کر اسے بے زندان میں
یہ بہت جلدی آدمی ہے جلوہ اس کا کیا ہوگا	کہ تیرہ ہو گیا دن بھی خیال شام ہجراں میں
ان حسینوں نے نہ چھوڑا کوئی پلوئے ستم	کہ جفا دوست کو اندا بھی یہ کم دیتے ہیں

شکوہ جو رکھتا ہوں تو فرماتے ہیں
 آرزو عشق میں تنگ آئے ہیں ایسے اس سے
 رکھے دیتے ہیں اسے مجمعِ خواب میں ہم آج
 حال اور وہ بیوفا ہو چھے مگر مطلب یہ تھا
 اوجہ ہوش آیا اوجہ تیر ہی یاد
 دردِ فرقت اسی باعث سے ہوا ہوتا ہے
 درپہ اک بت کے جس میں سہا میں سہاں ہو کر
 بیخود عشق ہوں میں مستِ حسن وہ ہیں
 بزار جاں سے اس روٹھنے کے میں ہمت
 پسند آئی ہے اس وجہ کو سننے کی ادا
 نشانہ دل کا اُڑا دے کوئی تو ہم جانیں
 آپ مٹ جائیں ہم مگر دل سے
 جیسے ہم صورت آشنا ہی نہیں
 زبانوں پر لگا دی ضبط جگے مُردہ خاوشی
 نکلنے کے لئے بیتا ہے وہ ہر پردے سے
 گرا ہے پاؤں پر سرکٹے ٹھکانے کو بے قائل
 یہ کہتا ہے ترا گردن جھکا کر حالِ دل سُنا
 فرقت میں ساتھ چھوڑ دیا کیوں جنابِ دل
 زبان جسکی منورِ صبر وہ فریاد کیا جانے
 دعا سبھو لے سے بھی لبِ نمک نہیں آئی جلائی میں

ڈھونڈ کر کوئی حسیں اور لگا لے دل کو
 خود کئے دیتے ہیں دشمن کے حوالے دل کو
 مستحق ہو کہ ہو اس کا وہ اٹھالے دل کو
 شکر ہو جائے شکایت تازباں آتے ہو گئے
 یہ بچہ رکھائی ٹھوکر سے بھلتے ہوئے
 تیرا خجبر جو گلے مل کے جدا ہوتا ہے
 ہو مقدر کا لکھا ہے وہ ادا ہوتا ہے
 ہوش و دونوں کو نہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے
 کہ دل بھانے کی جس میں ادا نکلتی ہے
 کہ مرنے والے کے دل سے دعا نکلتی ہے
 سنا ہے آپکے ناوک خطا نہیں کرتے
 داغِ الفت نہیں مٹانے کے
 صدقے اس مُنہ چھپا کے جانے کے
 کیس اُن درد مندوں سے شکایت ہو والی
 سنبھل جا دیکھنے والے قیامت ہو والی
 جس میں پر شبت اک مُہر شہادت ہو والی ہے
 کہ شکوہ کرنے والے کو ندامت ہو والی ہے
 خود ہو گئے الگ ہیں آفت میں ڈال کے
 دہانِ زخم اُوبید اگر فریاد کیا جانے
 جو قہر ہو توں پر وہ خند الکی یاد کیا جانے

(آؤ) حافظ محمد احمد صاحب - غالباً امیر مٹائی کے شاگرد ہیں میں غمِ شمس کا جلیلی طبیعت کے

آزادی ہیں۔ انکے کلام سے طبیعت کی جدوت اور مضمون آفرینی یکتی ہے۔

دل بچنے کی اب کیا کوئی تدبیر نکالے	سینے پر چڑ ہے بیٹھے ہیں دل چھیننے والے
ہم ہاتھ ملیں خونِ دل آنکھوں سے بہا کر	حیسات کر لو سے ترے ہاتھوں کے خالے
اے آرزو نہ بیل ہو غمِ عشقِ تباں میں	کھاتے ہیں یونی ٹھو کریں سب چاہنے والے

آزاد

(آزاد) میر تقی میر دکنی۔ مبدعہ اول کے شعرا میں گذرے ہیں۔ شاہ ولی الدین۔ ولی کے معاصر اور اپنے وقت کے مسلم الثبوت اُستاد تھے۔ درویشانہ اوقات بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ اب ان کا کلام نہیں مقاصف ایک شعر دستیاب ہوا جو لکھا جاتا ہے۔

سب صنمیں جہاں کی آزاد ہو سکو آئیں	پر جس سے یار مٹا ایسا ہنسنے آیا
-----------------------------------	---------------------------------

آزاد

(آزاد) منشی رام سنگھ دہوی۔ گو بعد تحصیل علم نابینا ہو گئے تھے مگر دل کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں شعر گوئی میں ایسا ملک پیدا کیا تھا کہ بڑے بڑے شاعر انکے سامنے غل پڑتے چکراتے تھے۔ نواب ہمدی علیاں عاشق۔ صاحب تذکرہ کے مشاعروں میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ اپنے عہد کے جرات مانے جاتے تھے۔ افسوس کہ ان کا کلام تلف ہو گیا صرف ایک شعر ہاتھ لگا جو مینا درج کیا جاتا ہے۔

ان دنوں پیارے تری طرزِ حکم اور ہے	طورِ چشمک اور ہے طرحِ تبسم اور ہے
-----------------------------------	-----------------------------------

آزاد

(آزاد) حسان البہند مولانا سید غلام علی واسطی بلگرامی۔ میر عبد الحلیل بلگرامی کے نواسے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے عربی گوشوارا کا تذکرہ موسوم بہ سجتہ الم جان عربی زبان میں لکھا ہے جو بمبئی کے علاوہ مصر میں بھی شائع ہوا ہے۔ عربی۔ فارسی کے زبردست عالم۔ ادیب اور ایک قادر الکلام سخنور تھے۔ فارسی گوشوارا کے بھی دو تذکرے لکھے ہیں ایک کا نام سرو آزاد اور دوسرے کا خزانہ عامر ہے یہ چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ خزانہ عامر میں صرف اُن شعر اکو لیا ہے جنہیں اپنے کلام کے صلیبیں امر کی سرکاروں سے انعام یا خلعت ملا۔ ایک تذکرہ موسوم باثر الکلام فی التاریخ بلگرام بھی انہیں کی تالیف ہے اس میں خاص بلگرام کے ملّا و صلیوا و شعرا کے حالات درج ہیں۔ ایک

تذکرہ موسوم بہ شجرہ طیبہ اپنے خاندان کا لکھا ہے۔ آخر الذکر دونوں کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ اُردو زبان میں بھی ایک چودہویں جلد نامہ رقم کیا ہے۔ سید صاحب ۲۵ صفر ۱۳۱۲ ہجری کو بلگرام میں پیدا ہوئے اور اپنی عمر کا اخیر حصہ اورنگ آباد دکن میں بسر کیا۔ یہاں انکی زرخیز جادہ ادب تک موجود ہے۔ قصیدہ گوئی اور تاریخ میں یہ طویل ماحول کا بعض کٹ خیال ہے کہ اُردو زبان میں حکیم قایم چاند پوری سے مشورہ لیتے تھے۔ ۲۱۔ ذیقعد ۱۳۱۲ ہجری میں انتقال فرمایا ان کی ایک غزل دستیاب ہوئی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

کیا دھواں دھار اس مٹی سے اسکی ہتھکڑیاں جبکی ٹھوکر سے سیجائی ہوا کے لب کو میں دانہ خال لبے اسنے دام میں باتوں کے آہ تیری ہتھکڑی سے قتل اک عالم کیا باد کی ہتھکڑی سے ہلتے جو دیکھا برگ گل کیا مٹی پہ رنگ پاں ہے زلف مشکیں کی قسم اس بت پرفن کی مٹھی باتوں کے افسوں میں اسکی باتوں سے کلیا چمن کے چھلنی ہو گیا لب ہلا نا رو بر قایم کے ہے ترک ادب	دل جلوں کا ہے یہ دُ و آہ دامن گیر لب گر لب عیسیٰ سے دوش تیشہ تو ہے تھیر لب کل دکھا کر مرغ دل میر کیا تخی لب ہے بجا اسکو میاں کیسے اگر شمشیر لب پھر گئی اس بت بنے کی آنکھوں میں تصویر لب پھر یہ کس سودائی کا ہے خون گریاں گیر لب وحش و طیر و انس و جن مورخ تسخیر لب آہ یہ باتیں نہیں ہیں بلکہ ہیں تیسیر لب عسدر کر آزا و تا ہو عفو یہ تقصیر لب
--	---

ایک دوسری تاریخ ہندی میں بھی لکھی تھی وہ یہ ہے۔

بھلی تاریخ ہندی میں بھائی	رہے آندھوں یہ پتھر گیانی
---------------------------	--------------------------

آزاد

(آزاد) کپتان الگزینڈر ہیدرلی۔ ستر چیس ہیدرلی فرانسیسی کے چھوٹے بیٹے ایک سلطان شریف زادی کے بطن سے تھے۔ ان کے والد اُن چند یورپین سے تھے جنہیں ہندوستان جنت نشان کی آب و ہوا خصوصاً دارالسلطنت شاہجاں آباد کی دلچسپیوں نے اپنا گرویدہ بنالیا تھا چنانچہ ہندوستانی عورتوں سے شادی کر لینے کے باعث انہیں کی طرز معاشرت بھی اختیار

کر لی تھی۔ الگزیر بہیدری کی تربیت و پرورش دہلی کے شرفائے اہل اسلام کی مانند ہوئی اور
 یہیں کی صحبتوں نے ان میں شعر و سخن کا مذاق پیدا کر دیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے۔
 طبیعت کی شوخی اور چلبلیہ پن نے اپنا ظاہری رنگ بھی ان پر چڑھا دیا جسکے سبب سے بہت جلد
 ان کا نام بذکرہ سنج اجاب کی زبانوں پر چڑھ گیا بہیدری کی زندہ دلی اور رنگین مزاجی نے اخیر و دم تک
 انکی صحبت کو مرجعِ ارباب مذاق بنائے رکھا۔ آغاز شباب میں اگر وہ چلے گئے تھے مشورۂ سخن
 نواب زین العابدین خاں عارف سے لیتے تھے جنکی تعریف میں ایک قصیدہ بہاریہ اور ماتم میں
 ایک مرثیہ مع تاریخ وفات ان کے دیوان میں موجود ہے۔ فنِ طب میں بھی اچھی دستگاہ بہم
 پہنچائی تھی۔ مریضوں کا صرف علاج ہی نہیں کرتے بلکہ دوا بھی اپنے پاس سے مفت دیتے
 تھے۔ اس طریقِ عمل سے شہرت بڑھتی اور دولت گھٹتی گئی مجبوراً ملازمت اختیار کی جو انکی شان
 کے لائق ریاست الود میں مل گئی۔ انکی وجاہت و لیاقت سے امید تھی کہ توپ خانہ کی کپتانی
 سے جلد ترقی کر کے کسی اعلیٰ منصب پر پہنچیں گے مگر تنگِ اجل نشانہ لگائے بیٹھا تھا اسنے اتنی
 صحت ندمی اور ۱۸۶۱ء میں بتیس برس کی عمر پر ایک ملک جادوان کو سدھارے۔
 ان کے برے بھائی طامس بہیدری نے جو ریاست بھرت پور میں ڈپٹی تھے اپنے بھائی کے
 دوست میر شوکت علی فتحپوری کی مدد سے ان کا متفرق کلام جابجا جمع کر کے ترتیب دیا اور ۱۸۶۳ء
 میں مطبع احمدی آگرہ میں شایع کرایا۔ دیوان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت میں نگہبانی
 اور مضمون آفرینی کا خاصا مادہ تھا۔ زبان بھی سلیس پائی تھی۔ سنگ لائح زمینوں میں مصفاۃً بنا
 رسائی خیال کا لطیف دکھایا ہے۔ قطعات میں بھی کہیں کہیں اچھوتے خیال۔ پاکیزہ بول چال کا
 پتہ لگتا ہے۔ اخیر میں تاسع و غالب کی دو غزلیں تصنیف کی ہیں ان خمسوں سے کپتان آزاد کی ضخیم
 و نکلتی سنجی صاف ظاہر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے ۵

جبکہ تحقیق کیا کوچہ جانان نکلا
 وہ فلک یک یہ نہیں پرستارِ تابان نکلا

واعظوں سے جوئے کرتے تھے جنبت کا نشان
 کیا کہوں اسکا شبِ ماہ میں عالم آزاد

مہ پی کے تجھے دیکھتے تو لطف سے رو دنا
 وہ گرم رو راہ معاصی ہوں جہاں میں
 کچھ پانوں میں طاقت ہو تو کر دشت نور کی
 گھلتی ہی محبت ہی تری اور نہ عداوت
 تیروں کی جراحت جو میرے سینہ میں کم ہے
 چمک کو عیادت کے لئے وہ مری آئے
 ہم نے دکھا دکھا تری تصویر جابجا
 دیکھا وہ جہاں میں جو نہ کیا تھا ولیکن
 جب کعبہ سے تجھان میں آیا میں تو آزاد
 جب مصیبت آ پڑی جڑ جڑ بن آئیں
 غموں سے گھل کے نہ کچھ تیرے خستہ تن میں
 زہر قاتل ہے دوا در محبت کے لئے
 کیا کریں تم نے گر پڑائی آنکھ
 سن چکے حال بس ترا آزاد
 ہو گیا کچھ کشش دل میں اترا ہے آپ
 کوئی باعث نہ کوئی وجہ موجب نہ سبب
 سو کھتا غم سے میرے حق میں ہوا ہے مریم
 کا ہر تن اور صفت آزاد عشق میں یا خشک ہوئی ہو تو
 ترک عادت بھی تو بیجا ہے چھٹے کیونکہ شراب
 جہنم کو چلے جاتاں کا خریدار ہوں میں
 ہم وہ آزاد زمانہ ہیں کہ اکشر اوقات

دیکھیں تری آنکھیں تو نشا اور بھی چمکا
 گرمی سے رہا نام نہ دامن میں تری کا
 ہاتھوں سے مرزا دیکھ ذرا جیب درمی کا
 ہے سب سے نیا ڈھنگ تری عشوہ گری کا
 باعث ہے سٹگر یہ تری کم نفسی کا
 آزاد دکھانا بھی ہے اس بے خبری کا
 ہر اک کو اپنی جان کا دشمن بنایا
 دریا سے محبت کا نہ ساحل نظر آیا
 جلوے مجھے واللہ نظر آئے ہیں کیا کیا
 نوکر خفا بنفس بچہ کا پھر کر کر گیا
 رہا تو کچھ یونیس دھوکا سا پیر بن میں رہا
 تھا امر فیصلہ اک دم میں جو درماں ہوتا
 آپ سے کچھ لڑا نہیں جاتا
 ہم سے آگے سنانا نہیں جاتا
 آگئے کل وہ یکا یک مرے گھر آئے آپ
 کچھ گیا ہم سے بت رشک قمر آئے آپ
 ہو گئے خشک مرے زخم جگر آئے آپ
 کوہ ہوا ہے رانی ہلکوں کی بدلت انکی بدلت
 ہو جو ہے آمد ماہ رمضان لے وعظ
 مفت بھی دے تو نہ لوں بلغ جناس لے وعظ
 ذکر بت کرتے ہیں مسجد میں سب ہی اس لے وعظ

سارے عالم میں نہ کیونکر ہو مرا غم روشن
تیرہ روزی میں کیوں آہ غنیمت ہو دے
پاس آئے تو جلے دور ہو بیتاب رہے
جب سے پایا دشمنوں نے پاؤں کا پیر سرخ
کھوئے گئے ہم ایسے کہ ڈھونڈا کئے مگر
وہ اُن سے بلا میں ہے تو ہم اس سے غضب میں
ہے سجدہ اور حفرِ فرض جدھر رخ ہے ہمارا
ہنگامِ سحر بادہ کساری کا مزا ہے
ہیں شمعِ صفتِ آئینِ دیر میں آزاد
جیتا نہ ایک دم بھی رہوں محبِ یار میں
پردہ ہمارا خاک اُڑانے میں رہ گیا
اولنا جہاں میں گرہیں کوئیں کہا کریں
تنگی ہے میکشی کی بدولت جنوں نہیں
ہے محکو دہم ہم ہی غیہ راہ سے
بھولے نہیں میں تنگی کا شانہ یا د ہے
کیا گھر میں تمہارے درو دیوار کو دیکھوں
گر کوئی بُلا تا ہے تو کہتے ہیں یہ ضد سے
سب جگر کے مجھے تم نے کر دیا ہلکا
سب پالیا بدن کے چُرا نے کو دیکھ کر
نہ پڑ جان کے پیچھے مرا پیچھا چھوڑو
بکھا ماتھکے نہ جن سے مر ہم جلے نہ جن سے

چرخِ فانوس ہے اور آہ ہے فانوس میں شمع
ہے یہ ظلمت کدہ عاشقِ یانوس میں شمع
سر دھنا کرتی ہے پروانہ کے افسوں میں شمع
سر کے بل چلتا ہوں تجھے کو سے جان کی نظر
آزاد ہوکھوپنا نہ پایا نشاں تنک
آنکھوں سے گلا دل کرے اور دل سے کلام
کا شانہ تیرا قبلہ ہے اور قبلہ نام ہم
اوقات کریں اپنی تلف بہرِ عاہم
سر گرم رہو دادیِ تسلیمِ فاسم
مجبور ہوں کہ موتِ نہیں اختیار میں
آئے نظر کیونکہ گرد و غبار میں
سر کے ہی بل چلیں گے کد کو سے یار میں
کپڑے گلے کے پک گئے رنصل بہار میں
جھوٹے بڑے ہیں نقشِ قدم رہزوار میں
کرتے ہیں شکر لبتے کے کنج مزار میں
تم اپنی جو صورت مجھے دکھلاؤ تو آؤں
آزاد کو محفل میں نہ بلواؤ تو آؤں
تو پھول ہو کے تمہارے گلے کا بارہوں میں
ہیں خوشیاں غضب تری شرم دیا کے ساتھ
لے کے دل دیں بھی لو پر مجھے جیتا چھوڑو
اُن میں جلن نہوگی وہ داغِ غم نہو گے

اُس شرمگین کی شرم کا اٹھنا محال ہے
جاں تم اپنی جپاؤ گے کہاں تک آزاد
کب سے ہیں زنداں میں ہم دیکھو تو گھس گھس کرنا
قانع ہوں اُس عشق میں جو خشک و تر ہے
کی نصیحتوں کی بھی اختیار نے بندی آزاد
اندیشہ فراق نے قصہ کیا تمام
اہل چنت کے لئے ہیں نہ وہ رضواں کیلئے
سے کو چشت میں بہاؤں سے بچا کر لایا

تازک بستہ کیونکہ وہ توڑے حجاب کو
یا مرو عشق میں یا عشق کا دعویٰ چھوڑو
طوق آدھا رہ گیا زنجیر آدھی رہ گئی
کھانے کو داغ پینے کو خون جگر لے
اب دریا رہ گیا خاک رسانی ہوگی
کتے تھے روز مرہ بھی کہیں اوجی مر چکے
جو دم سے آج ہیں حاصل ترے دریاں کیلئے
درد دیوار سے کہ چرساناں کے لئے

آزاد

(آزاد) میرزا اعظم شاہ - معروف زلفوں والے میرزا سلیمان شاہ کو برادر اکبر شاہ تاجی بادشاہ
دہلی - ذکی الطبع و جہیم - قوی الجوش - رند مشرب - آزاد وضع تھے - حافظ قطب الدین مشیر سے بھی
مشورہ و سخن کیا ہے - لیکن وہیں نشوونما پائی تھی - ان کے والد مرزا عادل شاہ کو سرکار انگریزی سے گزارش
کے لائق و ضلیفہ ملتا تھا مرزا اعظم شاہ ان کے بڑے بیٹے تھے - ان کے والد صاحب اگرچہ سلوک پوتے رہتے تھے مگر مذہبی
ستحالت کی وجہ سے کردہ شیعہ تھے اور پستی باہم شنیدگی رہتی تھی - خلیفہ جبرئیل تک زندہ تھے
اجیر اور کن بھی گئے تھے آخر عمر میں دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی - شہر برس سے زیادہ عمر
میں انتقال کیا ہے

ہم یہ سمجھے تھے چھپائے گا گناہ گاروں کو
گھبرائے گا کیا جی مر تنگی و قفس سے
وہ اور ہیں جنکی شب بھجواں کو سہرے
آزاد کو مست پوچھو کیا اُس کا ٹھکانا ہے
آزاد چپکار رہنا آٹھوں پر سہرا ہے
عجب اعجاز ان آنکھوں نے دیکھا چشم قاتل میں

پر بہت تنگ ہی محشر ترادماں دکھیا
سو بار بھی کیا ہو کے گرفتار نہ آیا
یاں شام ہوئی حشر کی اور یار نہ آیا
جس کو چہ میں دن گذرا اہاں شب بھی رہا ہوگا
پھٹ جائے گا کلیجہ کچھ بات بھی کیا کر
کہ اک تیرنگہ اور آ کے بیٹھے لاکھ کے دل میں

مکتھا را جذبہ الفت جو لیجائے تو لیجائے
آزاد قیرے پاس نہ زربہ نہ زور ہے
یہ تو کیئے کہ لے گا مجھے مقدم میں تھیں
وگرنہ کام کیا ہم جنہوں کا روزِ محشر میں
تجھے کوئی ملے تو کس اسیر پر لے
یا وہاں بھی ہے کوئی فتنہ اٹھانا باقی

آزاد

آزاد ہشمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب دہلوی - جنہوں نے تذکرہ آبِ حیات لکھ کر اپنے نام کو زندہ جاوید بنادیا مولوی باقر علی مرحوم دہلوی کے خلف الرشید ہیں۔ حضرت آزاد کے والد خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق کے دل دوست اور شمالی ہندوستان میں اردو اخبار نویس کے موجد تھے۔ حضرت آزاد نے اُستاد ذوق کے سایہ عاطفت میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور نکات عروض و فنِ سخن - انہیں کے فیض سے حاصل کئے۔ علومِ مروجہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں پرانے دہلی کالج کے مشہور ترین یادگاروں میں سے ہیں۔ اس حسنِ عقیدت اور خلوصِ لحاظ سے جو انہیں اپنے اُستاد حضرت ذوق سے آج کے دن تک قائم ہے فی الواقع انکے شاگردِ شہر بلکہ زندہ یادگار کہلانے کے شرف ہی سستی میں اپنے اُستاد کی بولتِ کثر نامی گرامی اشخاص سے ملتے جلتے رہے اور مکر کے مشاعروں میں شریک ہوئے ہیں۔ انہیں شک نہیں کہ انہوں نے جو کچھ کمال حاصل کیا انہیں زیادہ حصہ اُستاد کی فیضِ صحبت کا ہے۔ حضرت ذوق کی وفات کے بعد بڑی سرگرمی و تن دہی سے انکے کلام کی ترتیب کے اہم کام میں مصروف ہوئے مگر افسوس ہے کہ ہنگامہِ غدر نے کئی سال کے علی الاطلاق محنتوں اور مشقتوں کا ایک قلم نشان مٹا دیا یعنی وہ تمام مجموعہ دہلی کی تباہی کے وقت برباد و تالچ ہو گیا اور حضرت خاقانی ہند کے صلیبی فرزند کے ساتھ روحانی اخلافت بھی واصلِ رحمت الہی ہوئے۔ حضرت آزاد نے اُستاد ذوق کی وفات کے بعد حکیم آغا جان صاحب عیش سے بھی جو دربارِ شاہی میں بزمِ اہلبامسک تھے استفادہ کیا ہے جنابِ آزادی تعانیف میں سے کوئی مجموعہ نظم ۱۳۷۷ھ سے پہلے کا دستیاب نہوا چند غزلیں جو کلامِ آزاد میں طبع ہوئی ہیں وہ غدر کے بتِ بے لکائی ہے۔ غالباً پُرانا ذاتی سرایہ بھی غدر میں ہی تلف ہو گیا۔ آزاد اپنے والد بزرگوار کی خدمات کے بعد کھڑکے اخیر میں خیالِ واقربا کے ہمراہ

لکھنؤ پہنچے وہاں کے مشاہیر سے ملے اور کچھ عرصہ تک اطراف و جوار میں سفر کرتے پھر سے ۱۸۶۳ء میں تقدیر راہ پر آئی لاہور آکر سرکاری ملازمت میں داخل ہو گئے۔ حضرت آزاد کی بابرکت زندگی کا بڑا حصہ لاہور ہی میں گزرا ہے انجمن پنجاب کے جلسوں کا بانی اگر آپ کو کما جائے تو بیجا نہیں۔ انہیں کی کوششوں سے حکام بالاک عموماً اور افسران تعلیم کی خصوصاً زبان اردو کی نشوونما اور ترقی کی طرف خاص توجہ مبذول ہوئی یہ بھی آپ ہی کی کوشش کا یادگار نتیجہ تھا کہ نواب لغت گورنر پنجاب کے قدم مہمنت لزوم سے انجمن پنجاب میں مشاعرہ کی بنیاد پڑی۔ حضرت آزاد کچھ عرصہ تک اسٹنٹ سکریٹری رہے اور یونیورسٹی کالج کے صیغہ مہتمم مشرقی میں بعدہ پروفیسری مدتوں کام کیا۔ اسی اثنا میں تعلیمی کاموں کے علاوہ ملی خدمات بھی وقتاً فوقتاً کمال لیاقت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ ۱۸۶۵ء میں بکارس کا رکنیت کا سفر کیا اور کچھ دنوں بعد پینڈت من بھول صاحب میمنشی گورنٹ پنجاب کے ہمراہ کابل بخارا کا سفر کیا۔ ۱۸۶۵ء میں دوبارہ ایران گئے۔ کرنل ہالرائڈ صاحب ڈائرکٹر شریتر تعلیم پنجاب نے جناب آزاد سے قصص ہند کا دوسرا حصہ لکھوایا جو ضعف کی اعلیٰ زبانمانی و قیات کی شہادت دے رہا ہے۔ اردو زبان کی ترقی کے واسطے جس شخص نے کنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشیائی تشقانہ خیالات کو قدرتی مضامین کی طرف سب سے پہلے ڈھالا وہ کس کی لیاقت کا نتیجہ ہے سچ پوچھو تو انہیں حضرت آزاد کی آزادانہ طبیعت کا ظہور ہے اس طرز کے رواج دینے کو اپنے پہلے بطور نمونہ چند چھوٹی چھوٹی مثنویاں لکھیں۔ یہ طرز ایسی مقبول خلعت ہوئی کہ وہ پڑانے اور نامی ایشیائی شاعر جنگی طبیعتوں پر پُرانی روش اپنا سکے چاہکی تھی یک فلم بھول گئے اور مصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے زینت و دلدادہ ہوئے کہ کہ ویر نے ہی رستہ اختیار کر لیا۔ شمس العلماء مولوی حالی صاحب کی جدید شاعری اور جزوہ اسلام کا رہنما حضرت آزاد ہی کا روشن خیال ہے۔ جناب آزاد نے اپنے نیرنگ خیال کے دھڑے شاعر میں تالیف کئے۔ اس میں زیادہ تر انگریزی روش کا پر تو ہے جس میں مضمون نویسی کی

جدید طرز کا چربہ اُتارا ہے۔ تذکرہ آب حیات جو مشاہیر شعرا سے اردو کا مُنہ سے بولتا تذکرہ ہے اسی روشن دماغ کی قابل قدر تالیف ہے۔ یہ کتاب طرز بیان - سلاست زبان - شستگی الفاظ - جرسنگی - بیباکگی - روشن خیالی کا اعلیٰ نمونہ ہے اس نادر تالیف کی جب قدر تعریف و توصیف کی جائے کم ہے۔ یہ تذکرہ تمام تذکروں سے ہر طرح فائق و ممتاز ہے اسلئے کہ محققانہ طریقے سے ہر ایک خفاء کا حال قلب بند کیا ہے اور ہر سیلو پر انصافاً نظر ڈالی ہے حق یہ ہے کہ پروفیسر آزاد کا رنگ تحریر ایسا موثر اور شوق انگیز ہے کہ اُسکی نظیر سوقت تک نہیں دیکھی تھی سیدے سیدے صاف اور سادے بیان میں جا بجا رنگینی طبع کی ایسی جدولیں کھینچی ہیں کہ کہیں بھی بھونڈا بن چھلکنے نہیں دیا۔ سید ہی بات کو پچھرا الفاظ میں بیان کر جاتے ہیں مگر کیا مقدور کہ پڑھنے والے کو مطلب سمجھنے میں ذرا بھی دقت یا رکاوٹ ہو۔ انکی ایک بڑائی تالیف موسوم بدور بار الکبریٰ - جسے خود ترتیب و نظر ثانی کر کے نہ چھپوا سکے حال میں شائع ہوئی ہے مگر اس صورت میں بھی یہ کتاب عبارت کی رنگینی کے اعتبار سے انکی بہترین تصنیفات میں ہے۔ کچھ عرصے سے پیرانہ سالی اولیٰ اراض کی وجہ سے دماغ کی حالت خراب ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی اس دلاویز تصنیف کو خود نہ چھاپ سکے مگر اس بگڑی ہوئی حالت پر بھی جب کبھی قلم دوات کے لٹیب لکھ جاتے ہیں تو عجیب عجیب گل افشائیاں کرتے ہیں کہ اب کوئی ذمی ہوش بھی ایسی گلکاریاں نہیں دکھا سکتا۔ اس زمانہ کی دو ایک تالیفیں جنہیں پروفیسر صاحب العامی بایں کہتے ہیں مولوی ممتاز علی صاحب نے چھپوا دی ہیں جن میں سے ایک رسالہ کا نام سپاک و ناک رکھا ہے اس جنون کی ابتدا ۱۹۵۹ء سے ہوئی ہے مگر میں منطقی جناب عمومی راے بہادر ماسٹر پیارے لال صاحب فرماتے ہیں کہ جنون کے شروع میں ایک دن آزاد مجھے ملنے آئے اور تقریباً دو دو حاک لکھنے باتیں کرتے رہے مگر ان الفاظ کے بجز اور کچھ زبان پر نہیں لائے (۲) صاحب آپ اس شعر کو پڑھیجئے اور اسکے معنی آپ جو چاہیں سمجھ لیں شعر

پر وہ در کعبہ سے اُمتدادِ ناس ہے آساں	پر وہ در خسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا
---------------------------------------	-----------------------------------

جناب ماسٹر صاحب ممدوح وہ شخص ہیں جنہوں نے جناب آزاد کی از ابتداء انتہا بہت تحائیں دیکھی ہیں اور وقتاً فوقتاً بہت سے کاموں میں انکو مدد دیتے رہے ہیں۔ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ جب سیکولر میں حضرت آزاد و پنجاب میں وارد ہوئے تو اول اول مولوی صاحب علی صاحب کے پاس جگہ انوائن میں مقیم رہے پھر مولوی صاحب کے ذریعہ سے پنڈت من پھول صاحب لفٹ گورنر صاحب کے میٹھی کے پاس آئے اور میر منشی صاحب کی سفارش سے لاہور میں ڈاکٹر کٹر شہر تعلیم کے دفتر میں بند رہے۔ پچھلے ماہ دار کے ملازم ہوئے۔ اونی عدد کی وجہ سے نہیں ایسا موقع تھا کہ اپنی لیاقت و استعداد کو اعلیٰ افسروں پر ظاہر کریں۔ اسکے علاوہ میجر فخر صاحب ڈاکٹر کٹر اگرچہ عربی فارسی کا مذاق رکھتے تھے۔ علم و دست تھے مگر اجنبی کے لئے انکا ظاہری عیب داب اُن تک پہنچنے میں سید ماہ تھا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں جناب قلم ماسٹر صاحب مولوی کسی سرکاری کمیٹی میں شریک ہوئے۔ ان کی غرض سے لاہور تشریف لائے چونکہ فخر صاحب ماسٹر صاحب سے از حد مانوس تھے۔ اس موقع پر حضرت آزاد نے ماسٹر صاحب سے کہا کہ ہم کو میجر صاحب سے نہیں ملا دیتے؟ ماسٹر صاحب نے ان سے وعدہ کر لیا اور موقع کے منتظر رہے۔ کمیٹی سے فارغ ہو کر میجر صاحب سے جو ملے تو صاحب نے ایک تحریر ماسٹر صاحب کو دکھائی اس میں صاحب بہادر نے لفظ (ایجاد) کو مونث لکھا تھا۔ ماسٹر صاحب نے دیکھ کر اعتراض کیا کہ یہ لفظ مذکر بولا جاتا ہے۔ صاحب نے جواب میں فرمایا مولوی کریم الدین جتنا سرشتہ دار کو یہ تحریر دکھائی ہے وہ اس عبارت کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔ مولوی صاحب بلا لے گئے۔ میجر صاحب نے ماسٹر صاحب کا اعتراض بیان کیا۔ مولوی صاحب نے جواب میں سند چاہی۔ عالی جناب ماسٹر صاحب نے حضرت آزاد کے لئے یہ موقع مناسب خیال کر کے میجر صاحب سے کہا کہ آپ کے دفتر میں ایک شخص محمد امین آزاد دہلی کے رہنے والے ہیں انہیں مثال کے ہزاروں شہر یاد ہیں۔ یہ سنتے ہی آزاد صاحب طلب کئے گئے اور فخر صاحب بہادر نے اُن سے دریافت کیا کہ لفظ ایجاد مذکر ہے یا مؤنث؟ پر و فیہ صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ مذکر۔

صاحب نے سنا بھی انہوں نے جبر سے سودا کا یہ شعر پڑھ دیا شعر

ہاے کس بھڑوسے کا یہ ایجاد ہے | لسنے میں معجون زرا بناد ہے

اس وقت سے فلر صاحب کی خدمت میں حضرت آزاد کی رسائی ہو گئی اور کچھ ترقی بھی ہوئی اُن کے بعد کرنل ہارلڈ صاحب نے اُن کی قدردانی فرما کر کچھ پتہ روپے کر کے سب اڈیٹر مقرر کر دیا۔

جس اخبار کے یہ سب اڈیٹر ہوئے اسکے اڈیٹر راے بہادر جناب ماسٹر پارے لال حنا آشوب تھے اخبار کا نام اتالیق پنجاب تھا۔ یہ اخبار سرکاری تھا۔ سلاطین قیمت بیک کے

اخباروں سے نسبتاً کم تھی کچھ تو اس وجہ سے کہ سرکاری تھا اور زیادہ تر اس باعث سے کہ اڈیٹر و مددگار دونوں نہایت قابل و لگائے روزگار تھے یہاں تک مقبول خاص و عام ہوا کہ اپنے ہم عصر

اخباروں سے بدرجہا بڑھ گیا اسکے مضامین کی خوبی۔ عبارت کی جھلکی و خوش اسلوبی نے ہر دلوں کو بنا دیا یہ کیفیت دیکھ کر ہندوستانی اخباروں نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ گورنمنٹ کا

رعایا کے مقابلے میں اخبار شائع کرتا رو پر وہ ملکی لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے گورنمنٹ کی عاوانہ پالیسی نے یہ معقول عذر تسلیم کر کے اخبار مذکور کی جگہ ایک رسالہ پنجاب میگزین کے نام سے

جاری کر دیا۔ حضرت آزاد کے بعد خواجہ حالی نے بھی کچھ دنوں اتالیق پنجاب کی سب اڈیٹری کا کام انجام دیا۔ چونکہ آزاد طبع حضرت آزاد کے مزاج میں کچھ نقلی و خود بینی کا مادہ بھی موجود تھا اس

وجہ سے اکثر اپنے معاصرین سے علی بوک جھوک اور مخالفت رہا کرتی تھی۔ پروفیسر صاحب کا خاندانی مذہب امامیہ ہے مگر بعض بعض باتوں میں اپنی ذاتی راے خاندانی مذہب سے

الگ رکھتے ہیں انکی گفتگو اور بعض مضامین سے پایا جاتا ہے کہ آپ آداگوں کے قائل ہیں بلکہ اس خیال کی تائید میں اکثر اوقات فرمایا ہے کہ ہمارے استاد ذوق بھی شاخ کی صحت کے

قائل تھے۔ اس وقت جگت استاد حضرت آزاد کو خدمات ماضیہ کے صلے میں گورنمنٹ سے کچھ پتہ روپے ماہوار پیش منی ہے۔ حضرت مصروف نے اپنی تصانیف اور کفایت شعاری سے

خاصہ مایہ جع کر لیا ہے۔ یہ قابل زیارت پروفیسر لاہور موچی دروازہ میں رہتے ہیں۔ اور اب

پچتر سال کے قریب عمر ہے اگرچہ مافیٰ عارضہ کے سبب اب عدم وجود برابر ہے تاہم علم دوست طبیعتوں - قدرواں نگاہوں کے لئے ان کا شریعت دیدار سرت افزا ہے - چنانچہ اس موقع پر یہ شعر حسب حال ہے ۔

تیری دانائی کے قائل تھے سب اعلیٰ منش | شاعری نے کر دیا اے آغ سدا ئی تجھے

حضرت مروج نے اپنی ذاتی تالیفات و تصنیفات کے علاوہ اپنے استاد ذوق کا حق شکر گری بھی لکھنے ہی ادا فرمایا ہے یعنی استاد ذوق کا ایک دیوان خاص اپنے اہتمام سے مرتب کیا ہے جس میں انکی سوانح عمری اور اوائل عمر سے بالترتیب کلام جمع کر کے دکھایا ہے کہ فلاں غزل فلاں قطعہ فلاں محل اور موقع پر کیا تھا - یہ دیوان چھپ گیا ہے - بعض لوگوں کا اسکی نسبت خیال ہے کہ آپ نے اسیں جا بجا تقرن کیا ہے ہر حال مجموعی حیثیت سے یہ امتیاز ضرور ہے کہ سابق مرتب دیوان سے اسکا کلام زیادہ تر صحیح ہے - حضرت کی تالیفات و تصنیفات مطبوعہ ذیل میں - تذکرہ آب حیات - نیرنگ خیال (دو حصہ) - زبانِ ان فارسی - دربارِ اکبری - مجموعہ نظم اردو - قصص ہند کا دوسرا حصہ - ابتدائی دہی کتب اردو - جامع القواعد فارسی - قواعد اردو ان کے سوا بہت سی مختلف نظمیں اور مضامین - جنون کے زمانہ کی سپاک و ناک مزید آئیں ہیں - اردو نظم کا انتخاب یہ ہے :-

کسی صورت سے ایجانِ جہاں تو جانِ جہاں تھا
تو جہاں سے آبِ ہر چشمہ سے خیریں غولِ جہاں تھا
اگر تو مہرباں ہوتا تو علمِ مہرباں تھا
کہ کوئی آن میں کون و مکان ہی لاسکاں تھا
ایک میں دستِ صنم ایک میں قرآن ہو گا
یہ بوجھِ حق سامری گردن پہ سو اُتار آیا
چسلانِ دل پہ جو تباہ تو جہاں ہار آیا

بلا سے دشمنِ جانی مرا سارا جہاں ہوتا
جو کوئی چوٹِ دل کے ساتھ تیشے کے سائز کرتی
صنم ہے گردشِ عالم گاہِ مہر سے تیری
خدا کے واسطے آزاد رو کو نالہٴ دل کو بد
ہاتھ چومیں گھر سے گھر و مسلمان دونوں
سرا پنا کاٹ کے پینک آیا کو سے قائل ہیں
جو ان معرکہٴ حسن و عشق تھا آزاد

ہم اُن سے دُور بظاہر سنا رہے ہیں
 اور کبھی چشمِ عنایات ہو ذرا ساقی
 چمن میں اوجھے ہوئے ہیں جو دامنِ گل سے
 جلا کے ہجر میں تم نے جو خاک کرو یا دل
 کمالِ عشق تو یہ ہے کہ جو بظاہر حال
 نگاہِ ناز کا ساقی کے ایک ہے یہ کمال
 کمانِ ابرو دے جاننا کے دل سے ہوں ترواں
 وہ صاف ہو رہی گے کیا اپنے خاکساروں سے
 تمہارے زلف کو تھے باز دھتے پریشاں ہم
 نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے وہ حیدرِ فغن
 گئے وہ غیر کے گھر ٹھکڑے ہو حضرتِ دل
 علامہ شیخ کا چھوڑیں گے کیا سلاہِ زندہ
 قمارِ عشق میں اب کیا لگائیں گے آزاد
 دلوں میں کرتے جو الف سے ہیں جاننا ری
 اس دلِ پودِ داغ سا گلشن میں اک لالہ تو ہو
 آفریں بہت کو اُس کی دل کی جسے عشق میں
 ایک ہی سانس میں کچھ ایسا بلا دے ساقیا
 ہاتھ خالی مردم دیدہ بتوں سے یکساں ہیں
 ناخنِ خارا کے خودِ عتہ تر کر دے گا دوا
 کچھ نہ کچھ آزاد کو بھی چاہیے دلِ بستگی
 پوچھتا حال ہے کیا میرے دلِ شاد کی

پہ لاکھ جان سے دل میں نثار بیٹھے ہیں
 کہ مستِ دیر سے امیر وار بیٹھے ہیں
 وہ دل میں بلبلِ شیدا کے خسار بیٹھے ہیں
 ہم اُس کا داغ لکے یا دگر بیٹھے ہیں
 بگاڑ بیٹھے ہیں یاں وہ سنوار بیٹھے ہیں
 کہ بزمِ ہو گئی مدِ پوشش دیا رہ بیٹھے ہیں
 کہ جتنے تیر ہیں سینے کے پار بیٹھے ہیں
 کہ آپ دل پہ یہ بن کر غبار بیٹھے ہیں
 سودا من آج لئے تار تار بیٹھے ہیں
 دلوں کو ہاتھوں پہ رکھے شکار بیٹھے ہیں
 اب آپ کس کا کئے انتظار بیٹھے ہیں
 جو اپنی گریزی کو پہلے اُتار بیٹھے ہیں
 کہ نفدِ دل کو تو پہلے ہی بار بیٹھے ہیں
 جہاں کو ایک نظر میں غلام کرتے ہیں
 پر یہ گل جیسا ہے کوئی دیکھنے والا تو ہو
 جاں تک پیاری نگاہ ایسا جگر والا تو ہو
 بے خبر دینا و دیں سے تیرا متوا لا تو ہو
 موتیوں کی خیمہ مڑگاں میں اک مالا تو ہو
 پہلے پائے شوق میں پیدا کوئی جھالا تو ہو
 گر نہ ہو جفا نہ بھیں سیر بگاڑ تو ہو
 آہ کی بہت نہیں طاقت نہیں نسیا دکی

جان سے کھوتا ہے پیار سے یہ تیرا پیار مجھے
 دل ہمیں رکو میں اور دل بیمار مجھے
 دام آتے ہیں نظر سبمہ و نثار مجھے
 پی جسام مرگ آبِ بقا ہی بجمہ اُسے
 پچھو جو ہوس ہو دل میں ہوا ہی سب مجھے
 تمہارے عشق کی ہے داستان اور ہے زبان میری
 صراحی کے دہن میں کاٹ کر کھدو زبان میری
 تمنا ہے یہ دامن کی اڑا دو جھیناں میری
 محبت دل کا اک سودا ہے جس کی جس بن آئی

تیسری الفت نے کیا جینے سے بیزار مجھے
 دیتے کیا کیا ہیں دلا سے شبِ بخت میں ہم
 دیکھنا قیدِ تعلق میں نہ آنا آزاد
 و نیا ہے جب فنا تو فنا ہی بجمہ اُسے
 جو کچھ فلک کے نیچے ہے سب گرد باد ہے
 سننے کا دیکھنا رو رو کے آواز اک جہاں میری
 سناؤں داستانِ عشقِ سب قتل کے پردہ ہیں
 تقاضا ہے گریباں کا کہ محب کو چاک کڑا لو
 ہوا لیلیٰ پہ مینوں کو کہن شیریں پہ ہودا لی

انتخاب از مثنوی موسمِ زمستان

اور جو بڑھا ہے تو لیتا ہے کھانی کا مزا
 سازِ عشرت کے لئے برگِ دنوا ہے تجھے
 پان کھانے کا گلوڑی کے چبانے کا مزا
 ملکِ تانار کی قصہ برستا دیتا ہے
 یہ پرستا ہوا کا فونینس دیکھتا تھا
 فنِ صنعت ہے وہاں اور کچھ لے یا رتزا
 قصرِ شیریں کی ہے تو ڈالتا مینا دواں
 صورتیں برف سی کیا کیا ہے بنا تا جاتا
 اور ہر اک میوہ ہے قدر سے خدا ساز دست
 منہ چھپاتے ہیں گل و سنبل و ریحانِ حین

ہے جو ان لیتا اسی شب میں جوانی کا مزا
 بزمِ اجاب کی صحبت کا مزا ہے تجھے
 شبِ سرا ہی میں ہے گانے بجانے کا مزا
 ہند کو کاہل و کشمیر بنا دیتا ہے
 ابرو باران تو ترچہ سنج بریں دیکھتا تھا
 جبکہ ہوتا ہے گزرِ جانبِ گسار تزا
 بت تراشی میں ہے تو غیرتِ فرما دواں
 اک طلسمات کا عالم ہے دکھاتا جاتا
 پتے پتے کا ہے تصویر میں اندازِ درست
 تھر تھراتے ہیں کھڑے سارے جوانِ حین

میں شجر سر پہ کھڑے خاک اڑا تے مارے تو نہ تھا جب تو نہ تھا جان کو جینے کا مزا اب عل میں ترے آرام سے سب جیتے ہیں	گل و گلزار ہیں ویراں نظر آتے سارے تھسا نہ کھانے کا مزا اور نہ پینے کا مزا گرم کھاتے ہیں غذا آبِ خنک پیتے ہیں
--	--

خطاب بہ قلم

آقلم آ کہ سہ نامہ لکھوں نامِ خدا تو جوانی میں مری تیغِ شہرِ بار بار ہا پر اب ایامِ ضعیفی نظر آتے ہیں خراب اے مے دوست نہ تو مجھ سے جدا ہو جانا	جو کہ لے نامِ خدا اُس پر ہے انعامِ خدا کرنا عدا سے بے اندیش کو فی النار ہا فضل اپنے سے جو امد کرے عمرِ نعیم اپنے آزاد کی پسیری کا عصا ہو جانا
--	--

مناجات

عالم ہے اپنے بسترِ راحت پہ خواب میں پھیلائے ہاتھ صورتِ امید دار ہے مجھ کو تو ملک سے نہ ہے مال سے غرض یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے	آزادِ سرِ مجھ کا ہے خدا کی جناب میں اور کرتا صدقِ دل سے دعا بار بار ہے رکھتا نہیں زمانہ کے جنجال سے غرض وہ بات دے زبان کو کہ دل پر اثر کرے
---	---

انتخاب از مشنوی شب قدر

اے راتِ سنتا ہوں کہ ترے سہ تواج ہے ہر چند مہرِ حسن میں کیا کیا پھین نہیں روشنِ تجھی سے رُوحِ زمیں پہ چلے ہیں بجلی ہنسی تو اسکی تجھی سے بے سار ہے اے راتِ سلطنت کا ترے دیکھ کر حشم	ہر گویا اُس میں ملکِ حبش کا خراج ہے پردہ دکان سے تجھ میں کہ جس میں کن نہیں اور کھلتے آسمان پہ ستاروں کے باغ ہیں شبِ بنم سے تیرا فیض کرمِ آتش کا ہے کھاتا فلک ہے تاروں بھری رات کی قسم
---	---

زادہ مرقدہ کا ہے دم سب کو دے رہا
 سونے کو ہر جی ہے بغوا بھم گیا
 اسے رات تیرے رخصت کا ٹکڑے تم کو
 وہ آفتاب تھا جو چمکتا جہان پر
 کھولے ہوئے شفق کا نشان زرق برق
 اس کے عمل کو توڑنا تیرا ہی کام ہے
 محنت ٹھٹھاؤں کا تو راحت ہے بھل ترا
 مزدور تھے جو دن کو مصیبت اٹھا رہے
 سوسوٹ ج کے بارہلوں پر اٹھائے ہیں
 اکشر امیر ہیں کیا ہاں بے نظیر ہیں
 اُن کو خدا کی یاد نہ بندوں کی شر ہے
 اور وہ جو لکھپتی ہے سماج جہان میں
 گنتی میں دام دام کے ہے دم دے ہوئے
 ہے سادے لین دین کی میزان تمام کی

اور آپ مارے نیند کے بھوکے ہے لے رہا
 دریا بھی اب تو چلنے سے شاید ہو تھم گیا
 اور اتنی روشنائی کہاں سے ہم کروں
 بیٹھا تھا جس کا سکے زمین آسمان پر
 رکھ کر کرن کا تاج نکلتا تھا مشرق سے
 سکے ہے اب ستاروں پر اور تیرا نام ہے
 جہان ہی تھا اُس کا حکم تو سونا عمل ترا
 اور پاؤں تک سروں کے پسینے بہا ہے
 جب چار پیہ شام کو لے گھر میں آئیں
 دولت کے آسمان پر بد زبیر ہیں
 دن ہو کہ رات عیش کا بازار گرم ہے
 آدمی ڈھلے ہے پردہ ابھی ہے دکان میں
 بیٹھا ہے آگے سب ہی کھٹائے ہوئے
 پر سوئے کیا کہ بند نہیں ملتی چھبہ دام کی

انتخاب از شنوی ابر کرم

منہ پر زمیں کے دیکھو تو ہے خاک اڑ رہی
 دنیا میں بوند بوند کو خلقت ترس رہی
 شہروں میں سوکھ سوکھ کے جنگل جہن ہوئے
 طفل نبات پیاس کے مارے بک رہے
 سیلاب ہو کے سینے سے ہر دل نخل چلا

اور گرد چسپاں سوتہ افلاک اڑ رہی
 پانی کی جائے آگ فلاکے برس رہی
 اور جنگلوں میں دھوپ کے کالے ہرن ہوئے
 خلق خدا کے نالے بہت دور تک گئے
 اور آفتاب شمع کی صورت پگھل چلا

دل تشنگی کے مارے یہ بیتاب ہو گئے
 پر باب ہے دور درویشہ برشکال کا
 آنے سے تیرے آگیا آنکھوں میں نور ہے
 تیرے ہی دم قدم کی یہ سب لہر ہے
 لے ابر سب یہ ساز و تیرے دم سے ہیں
 غنچوں کے مارے پیاس کے تھے نہ ٹھکے ہوئے
 یوں پھوٹ کر جو ہیں گل دریاں نکل پڑے
 لے ابر تو توجھایا پڑا ہے جہان پر
 چسنادہ بادلوں کا زمیں چوم چوم کر
 بجلی کو دکھواتی ہے کیسا کو ندرتی ہوئی
 آتی دھر صبا ہے اُدھر ہے نسیم بھی
 مستی میں جھونسا دہ جو انانِ باغ کا
 سبزہ کے عکس سے درو دیوار سبز بنر
 جھیلوں میں نوجواں ہیں بیگیں چڑھ رہے
 سادوں کے گیت اٹھاتے ہیں طوفانِ نغمہ ہیں
 ہر تان میں مہار کے سستی کا شور ہے
 لے ابر تیری رات کی تعریف کر کروں
 کیا کیا بیسیاں کروں میں تری رات کا مزا
 سنانِ رات ماورہ آئی ہوئی گمشا
 بجبلی کبھی کبھی گزشتہ ساز سے

انسان تڑپ کے ماہی بے آب ہو گئے
 چھایا فلک پر ابر ہے جاہ و حلال کا
 دیوار دور سے آج برستا سرور ہے
 سیراب کوہِ دوست تو خدا و اب شہر ہے
 یہ لطیف عیش و لطیف ہوا تیرے دم سے ہیں
 گلشن کے نونالوں کے شکے دھلے ہوئے
 کیا جانے کرنِ دلوں کے ہیں ارباں نکل پڑے
 چھایا پڑا سماں ہے زمیں آسمان پر
 اور اٹھنا آسمان کی طرف رجھو رجھو کر
 سبزہ کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اور نملی ہو
 اور اُن کے ساتھ ساتھ ہے آتی شمیم بھی
 جھک جھک کے لینا ہاتھ سے گل کے باغ کا
 سیراب باغِ دوست تو گسار سبز بنر
 اور بچے آم کے ہیں پیسے بجا رہے
 پردیسوں کی یاد سے ارباں دلوں میں ہیں
 بادل گرج کے پردی میں دیتا لکھو رہے
 لازم ہے پہلے میں رہ فلک سے سکروں
 گرات کا مزا ہے تو برسات کا مزا
 چاروں طرف جہان میں چھائی ہوئی گھٹنا
 کرتی نقابِ ابر میں چمکے ہوا ناز سے

(آزاد) سید محمد امیر الدین عرف شاہ میرزا خاں المحمندی شاگردِ عشرت و فضل احمد کیف۔ ان کا حال

زیادہ معلوم نہیں مگر یہ سب جانتے ہیں کہ شعر و سخن کا ایک عالم موسوم بہ گلدستہ شعر انکے اہتمام سے شہر کھنڈ میں جاری تھا۔ مولوی عبدالغفور خاں نسخ نے انہیں بریلی کا باشندہ لکھا ہے۔

ان کا کلام یہ ہے ۵

کچھ قسم نہیں شاہو نشان میری قبر کا غفلت میں آپکی میں گیا اپنی جان سے سخنی نزع کا قربتائے علاج کچھ مہمان ہم بھی ہیں کوئی دم کے جہان میں پیش نظر تھی موت فراق حبیبیں جی چاہتا ہے بس ہی بے اختیار آج وہی ہیں ہم کہ ہیں اب غار دشت غربت کے فرقت میں جان دینے کا ہر دم پتھر خیال کیا سنا ہے صدا کے لن ترانی وقت نزع وصل لبس رنوا سینا دروں تدبیریں کیں	کافی سب یہ نشان کہ میں بے نشان گیا فرمائیے تو آپ کا کیا مسریاں گیا بالیں سے میری اٹھ کے سیکھا کساں گیا کیا غم جوہ قریب کے گھس میاں گیا گزارا ہے مجھ پر نزع کا عالم تمام شب دریا پہ کیلئے بطرے کا شکار آج شگفتہ رکتی تھی دل کی کمی وطن کی بہار ذو ہڈی کہیں مجھ پر کہیں تلوار کی تلاش چاہئے شقائق کو صورت دکھانی وقت نزع سچ کہا ہے کہ ہر اک کام ہے تقدیر کے ہاتھ
--	---

آزاد (آزاد) منشی محمد امجد علی ولد محمد امجد علی صاحب۔ قصبہ گوبانڈو ضلع ہر دوی کے رہنے والے ہیں
۱۹۶۳ء ہجری میں پیدا ہوئے ریاست بہوپال میں محکمہ نفاست کے سر مشنتہ دار ہیں۔
فارسی۔ اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں انکا اُردو کلام یہ ہے ۵

جلا کے خاک کیا جس کو اک نظر بکھا لیا جو شب وصل بولے جو جلا کر شفیق یہ پھولی ہے کب آؤ آتشیں سے مرے	بھری ہے کیسی الہی نگا دیار میں آگ چلو ہٹو لگے ایسے تمہارے پیار میں آگ لگی ہے دامن چرخ ستم شعار میں آگ
---	---

آزاد (آزاد) خواجہ ضیاء الدین دہلوی انکی طبیعت کی موزونی خداداد تھی۔ اصلاح کسی سے نہیں
لیتے تھے صرف طبیعت کی رسائی سے شعر کہتے تھے۔ زندہ دل اور خلیق آدمی تھے۔

انکا کلام بدیہ درج ذیل ہے ۵

کتنے ہیں نفس پر تری آیا بجانے گا جس زیدمان سے اور تنانہ کیسے اُس رو سے آتشیں کا نہ دل میں خیال لا دعوئے آب و تاب اور اُس شکسہ سے عجبا زگو تمام کر بس حضرت مسیح	لو خاک میں بھی ہسکو ملایا بجانے گا لے بڑھ گئی تو شوق گھٹایا بجانے گا شعلہ بھڑک اٹھا تو عجب آیا بجانے گا مُنہ بھی تو آئینہ سے دکھایا بجانے گا مارا ہوا بتوں کا جہلایا بجانے گا
--	---

(آزاد) حکیم غلام حسین خاں لدھیانوی غلام رسول خاں کشمیری - کچھ عرصہ سے انکے ابا و اجداد نے رام پور کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ نواب احمد علی خاں والی رام پور کے عہد میں نیابت کے عہد پر مامور تھے شہر و محفل کے مشغلہ سے بھی دلچسپی تھی۔ انکی دیانت داری و نیک کرداری کی ایک روایت مشہور ہے جو تذکرہ انتخاب یادگار میں حضرت امیر مینائی مرحوم نے اسطرح لکھی ہے کہ "جب زیارت حرمین شریفین کو چلے تو لاکھ روپے انکے پاس تھے سب اموال کی فروز بنا کر نواب صاحب کے حضور میں پیش کی۔ حکم ہوا کہ مال تمہارا ہے مگر کلاس سے کچھ عطا نہیں۔ انکے انتقال کے بعد بھی انکے اقارب سرکار رام پور کے دامن دولت سے وابستہ رہے۔ کچھ دوشتر انتخاب یادگار میں درج تھے وہی نقل کئے جاتے ہیں استعار

جا بجا کرتے ہیں چرچا تری بد وضعی کا غم پر تری ہنسی آتی ہے جسکو آزاد	دو کہیں چسپا رکھیں پانچ کہیں سا کھیں پچو نہتی ہی نہیں کتا ہے مری بات کہیں
--	--

(آزاد) مولوی ابوالحمید - اصل وطن انکا غازی پور زائید ہے۔ ریاست حیدر آباد دکن میں مدت عالیہ کے سربراہ و کدیوں میں ہیں۔ نواب نصیع الملک مرحوم داغ دہلوی کے ممتاز شاگردوں میں ہیں۔ انکے اسلاف شاہی زمانہ میں اچھے اچھے منصبوں پر تاز تھے انہوں نے اپنے مشفقہ میں معقول استعداد پیدا کی اور قانون کو اکتساب معاش کا ذریعہ قرار دیکر دکن میں اقامت اختیار کر لی۔ انکاسن کپاس برس سے کم نہیں ہے مگر کلام سے شباب کی خوشی اور اُستاد کے

فیض کی جھلک چمک رہی ہے۔ آپ اُن خوش نصیب اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے داغ مرحوم کے زمانہ قیام دکن میں پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جسوقت سے حضرت داغ دکن میں پہنچے اسوقت سے اپنے شفیق اُمت کے انتقال تک روزانہ حاضر ہوتی میں فرق نہ آتے دیا۔ اُستاد بھی انہیں خاص لوگوں میں سمجھتے تھے اور اپنے عزیزوں کا سارا کئے ساتھ برتاؤ کرتے ہے۔ چھوٹی موٹی کوئی تعریف غیر معمولی بات آزاد صاحب کی شرکت بغیر نہیں ہوتی تھی حضرت داغ کا تیسرا دیوان کتاب داغ انہیں کے اہتمام سے چھپا ہے۔ جناب آزاد دنیایت شریفانہ خیال کے آدمی ہیں۔ دکن کے اکثر نگارستان کے نگار گل سخن سے زینت پاتے ہیں۔ انکے تازہ کلام کا گلدستہ نندنا گلشن ہے۔

بیکل آتے ہی لیا اُس بت نے نام آزاد کا
وہ کن انکھیوں سے کسی کا دیکھ لینا بزم میں
اس روضائی کے تصدیق اس جبار کے ثناء
اور یہ دو دم میں مجھ کو تو عمر بھی کٹے
تم نے ہو تو فنا نہ بھی نہ الا ہی سُنو
تفائل ہائے بجا دیکھتا ہوں
آل کار الفت سوچنا کیا
ہے انقباضے رنگِ عدو ملنے قیام
پہلو میں آج میرے دل تا تو اں نہیں
جب تک فضاں تھی لب پر میرے پائزہ تھا
مرا اسوقت آئے جب کسی کا کوئی شیدا ہو
یہ کیا تو نے کہا دل مجھ کو دے ڈالو تو اچھا ہو
ڈالیں تو اُسے جو کوئی بدنامی سے ڈالتا ہو

مُسکرا کر مجھ کو قائل ہوں میں اس یاد کا
وہ تڑپ کر رہے رہا نا کسی ناشاد کا
داغِ حشر سے دعویٰ ہے مری فریاد کا
اک تری شمشیر کا اک خنجرِ فولاد کا
ہو گیا قصہ پُرانا قیس کا نہ یاد کا
گلد آنا نہیں لیکن زباں پر
نظر کیا کیجئے سود و نیاں پر
کتا ہے ضعف ملیجی جاگوئے یار میں
کیا جانے یہ غریب کہاں ہے کہاں نہیں
وقت اثر چڑا تو مجالِ فضاں نہیں
بمچھے رسوا کیا جس نے الہی وہ بھی رسوا ہو
تجھے اس واسطے دیدوں کہ تو لے اوجھل ہو
جو غوغا و خستار ہو غوغا رسوا کو خوف کا

یہی ہے رسم الفت کی یہی شیوہ محبت کا
مجھے دعویٰ نہیں میں باننا یاد خواہی سے
دیکھتے افراطِ نزاکت سے نہ اٹھا کس یار
میرے دل کا آئینہ ہو آپ کی تصویر پر
وقتِ ترمیمِ تو میری حیرت کا باعث کچھ نہ پوچھ
اے نہبے قسمت ہوا میں انکا جو محو حال
بے وفا میں ہوں کہ دشمن با وفا تم ہو کہ میں
و اس شبِ اقرا صحنِ زریں زینت ہو گئی
مجھوٹے وعدوں نے کسی کے رو یا خاندِ خراب
جب تلاشِ شاہِ مقصود میں کھساکہ
جفا میں لطف - کرم میں جفا نکلتی ہے
مرے نکالے نہ کھلے گی یہ شبِ فرقت
عشق کر بیٹھے مگر کس کو خبر
کیا چیز ہے کیا سینہ بے بل میں نہیں ہے
کیوں بچے نہ کوئی ترے اترا کو انکار

جو تم کو چاہتا ہے چاہے تم بھی اُسے چاہو
جو ہونی ہو وہ مجھ پر ہو الہی وہ نہ رسوا ہو
رہ گیا حیراں مصو را و رشتہ شدہ آئینہ
ہاتھ آنے کانیں بھراس سے بہتر آئینہ
دیکھتا ہوں دیکھتا ہے جھک کر کیونکر آئینہ
دیکھتے ہیں یہی صورت وہ جھک کر آئینہ
اب ہوا جاتا ہے اسکا حال سب پر آئینہ
یاں غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی
منزلِ دل رہ گئی ریاسِ حسرت ہو گئی
رہ نمائی کے لئے آگے مصیبت ہو گئی
ادا ادا میں تمہاری ادا نکلتی ہے
جو تم نکالو ابھی یہ بلا نکلتی ہے ❖ ❖
سل کیا اس میں ہے کیا دشوار ہے
دل تیرے میں یا تیرا دل میں نہیں ہے
ہاں تیری زباں پر ہے ترے دل میں نہیں ہے

(آزاد) مولوی سید محمود صاحب ابن سید اسد الدین حیدر - جہانگیر گڑھ حاکم کے قدیم پتہ
آغا محمد علی احمد کے شاگرد ہیں * - فارسی - اُردو دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے ہیں - فارسی کی استعداد
بہت اچھی ہے - چند قصیدے نہایت پُرندہ رکھے ہیں - اخبارِ اودہ پنج لکھنؤ میں عرصہ تک
انکی قلم سے ظرافت کے مضمون نکلتے رہے ہیں قابلِ دید و نوازی و دربارِ آپ ہی لکھا کرتے
تھے دیوانِ آزاد اور خیالاتِ آزاد یہ دونوں کتابیں چھپ گئی ہیں اُردو انشا پر وازی کے بے جان
قالب میں انکی تحریروں نے ایک نئی روح چھونک دی ہے - جدت پسندی اور ظرافتِ انکی طبیعت کا

خلقی جو ہر میں نواب ڈھاکہ کی سرکار سے انہیں کچھ وظیفہ بھی ملتا ہے۔ شاہزادہ دلیز کی تشریف آوری کے موقع پر کلکتہ کے جلسہ میں ان کا قصیدہ پیش کش شاہزادہ ہوا تھا۔ یہ اردو کلام کا لب لباب ہے۔

<p>نہیں معلوم کہ منہ سے مرے کیا کیا نکلا لاکھ امیدوں کی دیتا ہے خبر جلوہ ترا لب پہ بھولے سے بھی گر شکوہ پیدا آیا دیتا ہے فرصت ان کو وعدہ کا خیال کب اے کاش دیکھیں اپنے کو میری نظر سے آپ واقف ہیں فارسی کے مرثعہ تر سے آپ آپ اور پردہ دری سینہ میں نہیں ہو کر ستم ہے ہمہ رقیبوں کے امتحان کیلئے</p>	<p>بجودی شوق کی اور عرض متا اُن سے لاکھ نیکوں کا رکھتا ہے اثر جلوہ ترا اے وفاتیر اُترا ہو کہ بنا لغو رُشکر اے مضطرب دل وہ نہیں میرا حال کب واقف تو ہوں درامرے درو جگر سے آپ آزاد نظم غیت کچھ میرا فن نہیں ہم اور افتخار غم عشق بایں بیتابی نئی روش ہے ترے غلام جانتاں کے لئے</p>
---	--

آزاد

(آزاد) حافظ سیف فضل حق صاحب رئیس عظیم آباد۔ ہانکے پور کے مشہور نامی گرامی شاعر ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں اخبار الہینچ ہانکے پور میں ان کا کلام اکثر چھپا کرتا تھا۔ اردو شاعری کے علاوہ فارسی میں بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ فکر سخن کرتے ہیں۔ عربی میں اعلیٰ دستگاہ حاصل ہے۔ آج کل رسالہ محزون لاہور اور اردو شاعرانہ علی گڑھ میں ان کا کلام اکثر شائع ہوا کرتا ہے۔ معمولی فرسودہ خیالات سے آپ کی جدت پسند طبیعت متنفر ہے۔ آپ کی نظم میں اچھوتے بچل خیالات اکثر پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں بوجہ طوی معلومات و تحریر طبعی شوکت الفاظ زیادہ ہوتی ہے مگر زیادہ سی جوقابل گرفت ہو۔ آپ کی ذات مجمع کلمات ظاہری دباظنی ہے آپ کی کوئی نظم کٹفت سے خالی نہیں پائی بلکہ مبتدب خیال اور سلاست بیان اس پر مستزاد ہے۔ اگر حضرت کی مشتمل نظموں کا انتخاب ہی درج نہ کر دیا جائے تو صد ہا صفحے درکار ہوں اور اصول تذکرہ نویس کے جملہ اسلئے صرف عاشقانہ غزلوں کا کچھ انتخاب لکھا جاتا ہے۔

شراب حسن سے آنکھوں کو خوبست کیا	ہمارے قتل کا قاتل نے بندوبست کیا
---------------------------------	----------------------------------

نگاہ تازہ نے کیا خوب بندوبست کیا
 ابھی اُس نونال پر عالم
 چشم بدور آگمہ ساقی کا +
 نظر آتی ہے نظر بند پری شیشے میں
 حور پردے میں ہے چوتھی کی دُہن چلن میں
 خسل بنیا میں لگا ساغر کمرنگ کا بھل
 نگہ تازہ کوئی چشم منوں ساز میں ہے
 ہوں سخن مستخر تو عجب کیا آزاد
 بھلیاں گرتی ہیں دل پر ساز کی +
 جس کو دیکھا اُس کو بے مل کر دیا
 جاچکی گلشن سے جب فصل بہار
 زلف سے دوئی ہے عارض کی بہار
 اُسکی آنکھوں کے کرشمے دیکھئے
 جام سے ستر ساقی مہرباں
 رنگ میں آزاد یہ اُردو غزل
 موت سے لو لگائے بیٹھتے ہیں
 گھر جن میں بنایا تھا تُو نے
 لالہ کو کسا نصیب وہ داغ
 خنجر ہوا سرخ زہر وہو سے
 جہاں ہی ہو وہ لین دین ساقی
 جینا دشوار کرو یا ہے

کہ ایک جام سے ساقی نصب کو ستار کیا
 باغباں ہے نکلتی کو پیل کا +
 اُس میں ڈور سیاہ کا جل کا
 آج ساقی نے سنے سبز بھری شیشے میں
 مئے گل رنگ سے لالال پری شیشے میں
 اب نہیں وہ اثر بے غری شیشے میں
 یا بھری ہے یہ مئے بے غری شیشے میں
 انہیں باتوں سے اُڑتی ہے پری شیشے میں
 اُس میں پھر شرکت تری آواز کی
 بھیجیہ دیں چپڑیاں نگاہ تازہ کی
 آہ کب رخصت رلی پرواز کی
 شب کو نکلتی ہے گرہ آواز کی
 سحر کی کئے نہ کچھ اعلیٰ کی
 لب تک آجائیں نہ باتیں راز کی
 ہے بھری بوتل مئے شیراز کی
 یہ بھی تیرے نظر نہ ہو جائے
 اے دوست ہیں وہ مقام سونے
 جو دل کو دیے ہیں آرزو نے
 لالی یکمہ لی رگ بگھونے
 ساغر نے لیا دیا سونے
 اے شوق وصال یا تو نے

<p>لوگ آبرو کو بیچ کے لیں جان دے کے لیں کب کمال علم دہنرے شرف یہ ہے</p>	<p>مکڑا لے جو سلم دہنر کی جنا بے انسان درندہ کم نہیں سرگردا بے</p>
<p>آزاد (منشی صدیق حسن انصاری - سہانپور کے باشندے اور ریاست بھوپال میں ملازم ہیں انکیے چند شعر ایک گلدستہ میں نظر سے گزرے وہی درج کئے جاتے ہیں ۵</p>	
<p>جب یار نہ پاس تو پھر جینے سے حاصل منتظر ہیں اب آپ جہلائیں کہ کریں قتل ہر عشق حقیقی کے مرنے جگے دلوں میں آزاد کا دل بھر خدا کیجیے آزاد</p>	<p>مرجباؤں کہ ہونا مہی ارباب و فامیں گردن ہے مری خم رہ تسلیم و رضا میں حاصل ہے حیات ابدی ان کو فنا میں کیوں قید کیا تم نے اُسے زلف و دھامیں</p>
<p>آزاد (بابو کالی چرن ایک موزوں طبیعت کے آدمی ہیں - کلام سید حساس اور صنائع شعری سے آزاد ہے ۵</p>	
<p>دام کا کل سے کیوں کیا آزاد ہے بجا بنکل دینا میں کریں جتنا حجاب جب کما میں کہ مڑا ہوں تو بولا وہ منہم</p>	<p>اب کہاں جائے تیرا زار افسوس اچھی صورت تو نہیں صاحب چھپانے کیلئے ہم نے کب تم سے کما تھا دل لگانے کے لئے</p>
<p>آزاد (منشی الطاف احمد سہانپور کے رہنے والے مولانا میڈل سہانپوری کے شاگرد ہیں ان کا صحیح پتہ نہیں معلوم ہوا اس وجہ سے زیادہ حالات درج تذکرہ نمو کے دستیاب شدہ کلام حاضر ہے ۵</p>	
<p>تجھے اے نور مجھ پر مہکاں پرتو ہے بہز بانی کی بھی کوئی حد ہے آخر ناکجا ہو چکے آزاد دن آرام کے ۛ ۛ ہم تو صبح شام ہی کے ہو لئے کب تک آخر وہ تھک ناکامی رہیں</p>	<p>ہر کلیسا کعبہ ہے ہر کوہ کوہ طور ہے ہر کہ تنگ آمد بہ جنگ آمد مثل شوہر ہے آدمی بن جاو بلس اب کام کے گریہ ہی وعدے ہیں صبح شام کے کام آجباؤ کسی ناکام کے ۛ ۛ</p>

کر دیئے اے تائیدی تو نے پست جو صلے سارے دلِ ناکام کے

(آزاد) غشی سید افتخار عالم خلف سید مقبول عالم برہ حضرت صاحب عالم التخصص صاحب سجادہ نشین درگاہ مارہرہ ضلع ایڑہ مالک متحدہ - آپ کی ولادت ۱۳۵۲ھ ہجری میں ہوئی۔ اودھ ناکری کے علاوہ انگریزی بھی معمولی کاروائی کے لائق جانتے ہیں۔ ۱۳۹۵ھ میں انگریزی زبان میں مش عربی فارسی اردو و حساب محل تالیف نکلنے کا قاعدہ قائم کیا اور انگریزی حروف کے اعداد مقرر کئے۔ کئی تاریخیں بھی لکھیں مگر غیر ضروری ہونے کے باعث یہ ایجاد مقبول نہ ہوا۔ انہوں نے ایک تذکرۃ الخواتین کا ترجمہ کیا اس کا نام حوراء مقصورات رکھا۔ دوسری محمدن کلج کی ہسٹری تالیف کی۔ ۱۹۰۴ء میں چند مہینے اخبار مفید عام گرہ کی ادبیری کو بھی زینت دی کبھی کبھی اپنا تخلص سجاے آزاد عالم بھی لکھتے ہیں۔ حیدرآباد و جاگیر سال ڈیرہ سال کے قریب حضرت فراغ کے پاس ہے اور ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے یہ خلاصہ کلام ہے ۵

آزاد

یوں سنو کر بیٹھنا چھپنا نہیں
جذبِ دل خود کھینچ لے گا اس کو آپ
ازل سے سجدہ و زنا میں رشتہ ہے جفا
اگر خاکِ شفا بھگو نہیں ملتی تو کیا پروا
موت کس کی آئی و کیمیا چاہئے
دل کسی پر سدا آنا چاہئے
تو پھر تم میں لڑائی کا فز و دیند اکیسی ہے
مریضِ جبر کو خاکِ درِ دلدا اکیسی ہے

(آزاد) مونوی احمد ابو محمد صاحب غازی پوری - دوڑتی بولی طبیعت اور تلاش مضامین کے نائل پائے جاتے ہیں۔ کلام خاصہ ہے اور اُسی سے یہ اندازہ ہے ۵

آزاد

کیوں پریشان ہے طبیعت جاں کیوں کل میرے
اک قدم بڑھتا ہے تو بڑھتی ہے منزل دو قدم
میرے قاتلِ جان سے پہلے نکلتی کہیں
گھبراتے کیوں ہو کشمکشِ داد و خواہ سے
میں نہیں ہوں اُس کے دل میں وہ تو میرے دل میں ہے
کسے نبتِ ناز کا کارواں منزل میں ہے
دید کی حسرت جو اس دم دیدہ بسل میں ہے
نقشہ ہی کیوں اٹھیں جو چلو راہ سے
باز آیا میں حضور کی اس رسمِ رواہ سے
آؤ تو دل لوجہ نے لگو تم تو جہان لو

آزاد

(آزاد) منشی سید محمد نذیر احمد صاحب ملازم دفتر جرنی سیٹاپور۔ جدت پسند۔ ظرافت خیز
دولہ لائیکر طبیعت پائی ہے۔ روزمرہ قابلِ داد اور کلام صاف صاف عام فہم ہے ۵

آپ بیتی کبھی اک ہم بھی کمانی کہتے	کیا کہیں شوق نہیں آپ کو افسانے سے
غم نہیں اسکا جو ہم جان سے لے جان گئے	خیر عاشق تو ہمیں آپ کا سب جان گئے
بادہ خواروں سے چھپ چھپ کے شہزاد ہیں پینا	شیخ جی آج تو سب آپ کو چھان گئے
کیا کوس سیدہ میں تھا جو دل بیتا بل حال	جس گھڑی کہ کے وہ اندنگ بان، گئے
لاکھ پردے میں چھپیں آپ تو کیا ہوتا ہے	کہیں چھپتی ہی چھپائے سے بھی صورت اچھی
نقد دل دیتا ہوں انکا رعبت کرتے ہو	دے بھی دو بوسہ رخ ملتی ہے قیمت چھی

آزاد

(آزاد) مولوی نعیم الحق شیخ پوری۔ علمی استعداد معقول اور حضرت امیر مینائی کے خرمین فیض سے
بہر اندوز اور نکات شاعری سے باخبر معلوم ہوتے ہیں انکا کلام رسالہ فتنہ میں اکثر نظر سے گزرتا رہا ہے
انتخاباً چند شعر درج تذکرہ میں ۵

دل مضرب کو تو کا کل میں باندھا	اب انچل میں کیا جانے کیا باندھتے ہیں
قیامت بپا ہوگی اٹھے گافتہ	وہ جو را نہیں اک بلا باندھتے ہیں
ہم نقش پابھی بن کے نہیں پاتے بیٹھنے	باد صبا اٹھاتی ہے کوئے حبیب سے
شکوہ کسی سے ہے نہ شکایت سے غیر کی	جو کچھ شکایتیں ہیں وہ اپنے نصیب سے
پیری میں دل سے پوچھ نہ حالت شباب کی	ذکر حسن خزان میں نہ کر عندلیب سے

آزاد

(آزاد) تخلص ہے کسی خوش فکر باشندہ مچھلی شہر کا۔ رسالہ فتنہ میں کچھ شعر نظر سے گزرے
پیش کش ناظرین کئے جاتے ہیں ۵

دشت دل کا ٹھکانا چاہئے	چارہ گرا اور ایک صحر چاہئے
زندگی کا کچھ سہارا چاہئے	مر رہے ہیں ایک بوسہ چاہئے
اور سب کو چھوڑ دینا چاہئے	فصل پر مولا کے تکیا چاہئے

آزردہ

(آزردہ) نواب ذوالفقار علیخان نیرہ معتمد الدولہ نواب احمد علیخان جواکرم شاہ ابدالی کے وزیر اور شاہ ولی خان کے بھتیجے تھے دلی کے رہنے والے۔ بادشاہ کی طرف سے شاہجہاں آباد کے قلعہ دار تھے۔ نواب اسد اللہ خان غالب سے تلمذ تھا خوبصورت و جیم۔ جامہ زیب و جوان تھے۔ کلام میں جدت اور طبیعت میں جودت پائی جاتی ہے۔

شکر پرواں زبان کشتی ہے + میرے ستارے نے کام اس سے اک جہاں کیلئے ہونے ناخوش تیاں دیکھا جو مجھ کو	شکوہ کرنے کی کیا مجال ہیں جو میں نموں تو نور و شمس آسمان کے لئے خدا نگ غم نے گویا خط کی +
--	---

آزردہ

(آزردہ) پنڈت جواپر شاہ دھرتی چند پارمو۔ انکا اصل وطن کشمیر تھا مگر لکھنؤ میں رہتے تھے۔ اداس عمر میں اپنے بڑے بھائی گنگا پر شاہ۔ رند کے پاس بریلی اور اکبر آباد میں رہے پھر بتدریج ملازمت محکمہ پوسٹ و ٹیلیگراف شاہدہ۔ اور تھیں متعین۔ ہے انجام کار و پیش لے کر باقی زندگی تھیں برکی۔ فن شعر میں اپنے بڑے بھائی رند سے مشورہ لیتے تھے۔

۲۱۔ ستمبر ۱۸۶۲ء میں بیسٹھ برس کی عمر پا کر انتقال کیا۔ کلام میں روانی اور طبیعت میں رجحان فطری پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل انکی یادگار ہیں۔

شوق میں کھائے ہیں اک چہرہ گلگون کے گل نہ ہمیں رنج کا کچھ رنج نہ راحت کی خوشی دن کیسے رات کیسے صبح کیسے شام کیسے دنیا میں غم عبودیت سے چھوٹے ہر چار طرف کے مٹ گئے وہم و خیال	کیوں نہ گئیں ہوں مرے گلشن مغموں کے گل اسکدھی چاہے سو یہ گردش افلاک کرے ایسے ہر حال سے الفت کوئی کیا خاک کو عقبے میں حساب معصیت سے چھوٹے ہم عشق میں گل شمشجب سے چھوٹے
---	--

۱۔ اس لفظ کی کتابت میں بعض لوگوں کی بے پروائی سے بھارت نے اسماء ذوال شہدائہ داخل ہو گئی ہے حالانکہ کتبہ سے ذوال کا ہوتا ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب فیاض اللغات لکھتے ہیں۔ ازرق نعیمؓ نے حضرت ابراہیمؑ کے واسطے السلام کے چوکاۂ عام تھا چکر انہوں نے ابراہیمؑ کو پاؤں تھامے اہل عرب بچا کو بھی باپ کہتے ہیں اسی سبب قرآن میں بھی اپنے نبیؐ کو ابراہیمؑ کے

(آزر) منشی لہجن پرشاد و عرف لہجن زاین کا بستہ۔ انکے والد منشی ہرنگھ را سے صاحب نواب ٹونک کی سرکار میں ملازم تھے دربار قیصری کے موقع پر دلی بھی آئے تھے۔ یار باش و خلیق آدمی ہیں۔ منشی دبی پرشاد کے مشورہ سے شعر کہتے ہیں۔ کلام پر لطف اور سید ملسا د ہے

ملاحظہ ہو

کیا کروں تصویر کھینچو اگر تری اے غنچہ لب	میں تو ہوں مشتاق تیرے خندہ گفتار کا
ہے محبت میں عبث ہند و مسلمان کا خیال	عشق میں رہتا نہیں ہے دین و ایمان کا خیال
کسیں بیٹھ جائے نہ بن سیا در گردوں	کہ انکوں سے طوفان اٹھا چاہتا ہے

آزر

(آزر ۵۵) وحید العصر کیتا سے دہر افضل العلماء مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب خلع الرشید مولوی لطف الکشمیری شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و مولوی فضل امام الدہلوی فضل حق شطقی خیر آبادی قبل ازندہ حکام وقت کی طرف سے عمدہ صدر الصدور پرمتاز تھے یہ عمدہ اہل ہند کے لئے اُس زمانہ میں اعلیٰ ترین عمدہ سمجھا جاتا تھا۔ باوجود مشاغل ملازمت فکر سخن کا بھی شوق رکھتے تھے بعض تذکروں میں رقم ہے کہ اہل میں چند غزلیں شاہ نصیر صاحب کو دکھائیں اور کچھ دہن میاں مجرم اکبر آبادی سے بھی مشورہ لیا انجام کار میر نمون کے شاگرد ہو کر اس فن میں کمال حاصل کیا۔ انکی تاریخ ولادت لفظ چراغ اور تاریخ وفات چراغ ^{۱۲۸۵}م سے نکلتی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ ریختہ تینوں زبانوں پر قادر تھے ہر ایک زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت سے داخل سخن دی ہے۔ جناب آزر دہر مجرم ان چند اشخاص میں تھے جنہوں نے اعلیٰ درجے کی جامع قابلیت و فضیلت کے باوجود ملک سخن میں بھی اچھی اعلیٰ استعداد کا سکڑ بٹھایا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے مشاہیر سے تھے اور نہایت قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے۔ منصب اعلیٰ پرمتاز و حکام رس ہونے کے باوصف ایک طبیعت ظاہری نائیش سے کوسوں دور تھی۔ دنیوی آسائش کے تمام سامان بہر پہنچائے مگر خود سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے تھے۔ عدالتی کاروبار سے فرصت کے وقت طلبا کا حلقہ آپ کے گرد ہوتا تھا طالب علموں

کو بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ علمی فیض کے علاوہ مزو ترند کے ساتھ نقد و جنس سے بھی مسلک ہوتے تھے۔ نہایت منصف مزاج۔ خوش مزاج۔ نیک نفس۔ نفاست پسند تھے۔ چنانچہ آپ کی نفاست پسندی کی اکثر حکایتیں مشہور ہیں۔ ان اوصاف کے ماسوا۔ زندہ دل خلق مجسم کتنا ببالغہ نہیں ہے۔ ان کے شاگردوں میں کئی شاگرد صاحب کمال اور نامور گزرے ہیں۔ آپ کے انتقال سے برسوں پہلے یہ بات زبانِ زدِ خاص و عام تھی کہ جس نے آپ سے فیض پایا اور موردِ عنایت رہا وہ ضرور اعلیٰ درجے پر پہنچا۔ نواب یوسف علیاں، تانم۔ والی ریاست رامپور نے بھی اپنی ولیدہ کی کے زمانہ میں ان سے پڑھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم شوہر ریسہ جھوپال۔ آنر بیل ڈاکٹر سید احمد خاں بہادر بانی محمدن کالج علی گڑھ جیسے فردِ زمانہ اصحاب کے نام آپ کے سلسلہ تلامذہ میں منسلک ہیں۔ سید کے حال پر تو آپ کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپ کا ملین کے نہایت قدردان تھے۔ انہیں کے اجلاس میں حضرت غالب مرحوم یہ شعر بطور جواب دعویٰ پڑھا تھا شعر

قرض کی پیتے تھے مے او بے بچتے تھے کہ ل	رنگ لائے گل ہماری فاترستی ایک دن
--	----------------------------------

مفتی صاحب نے یہ شعر سن کر ان کے قرضہ کا رویہ اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ غرض کہ بعد آپ بھی مختلف مصائب اور دقتوں میں جنس گئے تھے اس موقع کا ایک علمی لطیفہ زبانِ زو خاص و عام یعنی مفسدوں نے آپ سے جوازِ جہاد کے فتوے پر زبردستی مہر کرانی چاہی تو آپ نے مہر کے ساتھ یہ الفاظ بھی لکھ دیے (فتوے بالبر) مفسدوں نے اس لفظ کو بالآخر سمجھ کر بیچھا چھوڑ دیا۔ مگر جب بعد از قلع دہلی دفتر سے وہ کاغذ برآمد ہوا تو سرکار نے پلڑا اور جوا ب طلب کیا آپ نے فتوے بالبر ثابت کر کے رہائی پائی۔ اسی سبب سے بے جا کے زمانہ میں تمام جائیداد بھی ضبط ہو گئی تھی۔ جب کوئی جرم عاید ہوا تو لاٹ صاحب کے رحم نے نصف جائیداد وراثت کر دی۔ اسی ہنگامہ دار و گیر میں کچھ روز حوالات میں نظر بند رہے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ایک ترکیب لکھ ڈالا جس کا ایک شعر ہے۔

آپچھنے بیڑ حب الہی دیکھئے کسی بنے | مرہے ہیں سب الہی دیکھئے کسی بنے

ذوق - مومن - غالب - صہبائی - شیعہ - نیر خشاں سے دلی اتحاد تھا۔ ۱۲۸۵ء ہجری مطابق ۱۶ جولائی ۱۸۶۷ء میں ایکانی برس کی عمر پا کر انتقال فرمایا۔ اور درگاہ چراغ دہلی میں دفن ہوئے۔ ایک تذکرہ شاعرے رنجیتہ انکی یادگار ہے مگر نیا ہے۔ دیوان مرتب ہونے نہ پایا بلکہ مترن کلام کا بھی بڑا حصہ تلف ہو گیا۔ باوجود شوق - طبع زاد گان سخن کی غور پر داشت پر زیادہ توجہ نہ تھی کبھی کبھی دوستوں کے اصرار یا تفتن طبع کے لحاظ سے شعر کہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے اس شعر پر

اُس شوخ سے مڑو بہت سہل سے ہوتے | گر ہم بھی بیک حرکت نااہل سے ہوتے

کسی نے اعتراض کیا کہ حرکت بے یقین چاہئے اس پر آپ نے اساتذہ فارس کے بیسوں شعر راے مہلہ کے سکون کی سندیں پیش کر کے مخالف کو ساکت کر کے چھوڑا۔ آپ کے اشعار ہر قسم کے اخلاق و تنازع سے پاک ہوتے تھے جو عربی کے جید عالم فاضل کے لئے کچھ سائن بات نہیں ہے۔ شوخی طبع - سلاست زبان دیکھ کر بھی تعجب ہوتا ہے کہ آپ کی سطح استعداد عربی کے زبردست اثر کو غالب نہیں آنے دیتے تھے۔ غدر کے بعد آپ کی شاعری طبیعت کی طرح سرد و گہری اگر کبھی کچھ کہتے بھی تو حضرت شیعہ فاضل حضرت غالب کے اصرار سے کہتے۔

آپ دہلی میں مجالس علیہ کے رکن کہیں تھے آپ کی وفات سے شعر و سخن کی دنیا کو بڑا صدمہ پہنچا آپ کی یہ وضع داری بھی مشہور ہے کہ ایک دفعہ قلعہ کے ترپو لئے میں حضرت بہادر شاہ کی ہوا کی قریب سے گزر گئی نہیں معلوم آپ اس وقت کس دھن میں تھے سلام کر کے جب صاحب رزٹنٹ بہادر کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے بلا کر دو روپے جرمانہ کیا۔ آپ نے اُس دن سے محروم تک کسی کے ساتھ بھی سلام کرنے میں سبقت نہیں کی گویا خود سلام کرنے کی عادت ہی اڑا دی۔ لطیفہ - ایک روز مکرئی نقشبانی لال مشتاق اپنے دوست لال راہچند قمر کے ساتھ جناب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شعر شاعری کا ذکر چلا۔ قمر نے غالب کی نکتہ نبی اور نازک خیالی کی بہت

تعریف کی۔ مولانا نے چین بھیس ہو کر فرمایا کہ نہایت مشکل کتاب ہے اور پھر زانو پر ہاتھ مار کر گفتہ جیسے ہے
اور فرمایا کہ ہاے اچھا کتاب ہے تو ایسا کتاب ہے ۵

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری جو شام آئے | اٹھا اور اٹھ کے قدم مینے پاس کیلے

مفتی صاحب کے صلی اولاد نہ تھی اس وجہ سے اپنی بیوی کے حقیقی بھانجے مولوی عنایت الرحمن
خاں صاحب سابق ڈپٹی کسٹرن محکمہ دریافت انعامات گورنمنٹ نظام دکن کو متنبہ کر لیا تھا۔ آپ کے
اشعار آبدار کا انتخاب دیدہ والا لباب ہے ۵

مر کر بھی ہمارا دل بیتاب نہ ٹھہرا
اس درد جدائی سے کہیں جان نکھجائے
ہو نہ دانگیں کر کوئی جا کر قاتل تجھے
برگشتہ نسبت جذبہ دل تم کو فسر میں
آمد ہوئی پھر موسم گل کی شاید
ہوئے ہیں وہ ناقابلوں میں خسار اب
کروں چاک سینہ تو سو بار لیکن
یہ کہہ کے رخت ڈالئے اُن کی نقاب میں
کیا جانو کیا اثر ہے دل شد تاب میں
قسمت تو دیکھ کھولی گرہ کچھ تو وہ گئی
یارب وہ خواب حق میں مرے خواب گئے
حال اس بگ کا اسکے سراپا میں کیا کہوں
یارب یکس نے چہرہ سے اُٹا نقاب ہے
خوشید زار ہو دے زمیں سے جنگ ذرا
کیا عقل محبت کی کہ لایا ہے کھینچ کر

گشتہ بھی ہوا تو بھی یہ سیاب نہ ٹھہرا
آزردہ میرے حق میں ذرا تو بھی دھاکر
تو بھی رونا چل جنازے کو ہمارے دیکھ کر
اگر وہ پھر گیا مرے بیتا محزن کے پاس
ان دنوں چاک کو پانی میں گریبان سے اُنس
جنیں مانتے تھے زمانے کے قابل
نہیں داغ دل یہ دکھانے کے قابل
اچھے بُرے کا حال کھلے کیا نقاب میں
یہ وہ ہے برق آگ لگا دے نقاب میں
ناخن ہمارے ٹوٹے بند نقاب میں
آوے وہ مست خواب گیر مرے خواب میں
مورِ ضعیف بچس گئی جا شد تاب میں
سورخنہ اب بکھنے لگے آفتاب میں
سو آفتاب میں ترے گرد نقاب میں
سو دازدوں کو حکمہ احتساب میں

اُٹھنے میں صبح کے یہ کہاں سرگرائیاں
تحقیق ہو تو جہان کو کہیں کیا ہوں قس کیا
ہر رزمیں سے فرقہ کے میرے بے خوفچاں
میں اور ذوقِ بادہ کشی لے گئیں مجھے
امداد چشم کیا ہو لگی دل کو آگ جو
ہیں دونوں مثل شیشہ پہ سمانِ شکست
یہ عمر اور عشق ہے آزرده جاے شرم
پلا ساقیاں مئے خنک آب میں
گیا دین کیا حضور نماز
ملے کچھ تو زخمِ جگر کا مزہ
الہی فلک جس سے پھٹ جائے دے
بند آشیانوں پر جہل گری پ
وہ عریاں ہیں سر میں تھی جلی تپ
نہ آئے ہوں آزرده لیستِ خبر
کاش قبول ہو دعا سے وعدہ
اب تو اس چشمِ تر کا چرچا ہے
جمعِ طوفان و چشمِ تر سرف
دھو دیا سب کو دیدہ تر نے
عشق بازی کا منہ چڑاتا ہے
تیری آنکھوں کے دور میں کیا کیا
مختصر حالِ چشم و دل یہ ہے

زاہد نے مے کا جہلوہ یہ بکھا ہے خوب میں
لکھا ہوا سببوں تو سہی کچھ کتاب میں
غوطے تو سودے اسے زم زم کے آب میں
یہ کم لکھا ہیں تری بزمِ شرب میں
جلنے کے بعد غوں نہیں رہتا کباب میں
جیسا ہے میرے دل میں نہیں ہے جباب میں
حضرت یہ باتیں بھیتی ہیں عہدِ شباب میں
کہ تھمتی نہیں تو یہ متاب میں
وہ یاد آئے ابرو جو محراب میں
بجھا کر رکھا تیغِ زہر آب میں
وہ تاثیر آو جب کتاب میں
جو نیچے تھے ڈوبے وہ سیلاب میں
گزرتی سمور اور سنجاب میں
پڑی دھوم یہ سارے پنجاب میں
کیا کروں وہ بھی مستجاب نہیں
ذکر دریا نہیں سماں نہیں
اب مصائب کا کچھ حساب نہیں
وہ نہیں در سس وہ کتاب نہیں
اب وہ موسم نہیں شباب نہیں
سحر رسوا نہیں خراب نہیں
اس کو آرام اُس کو خواب نہیں

جوں سراپائے یار آزردہ ÷
 یہ چھبڑ کچھ مجھے شب وصل میں کہے
 ہزار شیوہ ہیں پنہاں کہ جی ہی جانے ہے
 شب جوش گر یہ تھا مجھے یاد شراب کیا
 نالوں سے میرے کب تو بالاجہاں نہیں
 قاتل کی چشم تر تو یہ ضبط آہ دیکھ ÷
 آنکھوں سے دیکھ کر تجھے سب مانا پڑا
 افسردہ دل ہنودِ رحمت نہیں ہے بند
 لب بندہ ہوں تو روزِ نرسینہ کو کیا کروں
 ملنا تیرا یہ غیر ہے ہو بہرِ صلت
 شب اُنکو حال دل نے جتایا کچھ اس طرح
 بے وقت آئے دیر میں کیا شور و شین کریں
 اس بزم میں نہیں کوئی آگاہ ورنہ کب
 اسے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
 ناز و نگہ روش سبھی لاگو ہیں جان کے
 آزردہ ہونٹ تک نہ ہلے اس کے رُخ ÷
 آزردہ نے پڑھی غزل اک میکہ میں گل
 نکلنا ہوا دل سے دشوار کیوں
 یہ ہاتھ اس کے دامنِ تلک پہونچے کب
 تلک نے بھی سیکے ہیں تیرے سے طور
 مرانا یہ مشق تمہوں تلوے ÷ ÷

تیسرے دیواں کا انتخاب نہیں
 تو اجنبی ہے بندِ قبا کیونکہ اگر
 تری نگہ کا تغافل ہی اک جواب نہیں
 تجا غرق میں تصورِ آتش سے آب میں
 کب آسماں زمین و زمیں آسماں نہیں
 جوں شمع کٹ کر پہ اُٹھایاں دھواں نہیں
 کہتے جو تھے ہمیشہ چنیں ہے چناں نہیں
 کس دن کھلا ہوا درِ پیسہاں نہیں
 شہمت تو مجھے نالہ آتشِ عیاں نہیں
 ہم کو تو سا دل سے تری یہ گماں نہیں
 ہیں لب تو کیا نگہ بھی ہوئی ترجمان نہیں
 ہم پیر و پیریکہ بھی تو جواں نہیں
 واں خندہ زیر لب ادھر اُنک نہاں نہیں
 اک جاں کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں
 ہے کون ادا دہ تیسری کہ جو جانتاں نہیں
 مانا کہ آپ سا کوئی جادو بیاں نہیں
 وہ صاف ترکہ سینہ پیرِ مفاں نہیں
 یہ اک آہ ہے اُس کا پیکان نہیں
 رسائی جسے تا گمبیاں نہیں
 کہ اپنے کئے سے لپشیاں نہیں
 نہ ملے یہ خونِ شیشہاں نہیں

اُسی کی سی کہنے لگے اہلِ حشر
 ناصح یاں یہ فکر ہے سینہ بھی چاک ہو
 دل پر خُرشہ ہی کو آگ لگا دی ہم نے
 محتسب کو کیا بیکار تری آنکھوں نے
 مرزدہ لے چرخ کہ اب میری طرح سے رکھنا
 ہے نیا قاصد یاں ذبح کا قائل کی طرف
 دامن اُسکا تو بھلا دور ہے اُسے دستِ جنوں
 کون سادہ ہے کنوڑ شید جہاں تابِ سحر
 ترکِ رومی خوشِ آزدہ محال ہے
 گیا کون ساصید افغن اوجھ سے
 گھر سے گھرا کے کھلے بالوں ہراک کھلے پر
 اے بلبلانِ شعلہ دم اک نالہ اور بھی
 اچھا ہوا بھل گئی آہِ حزیں کے ساتھ
 کٹی کسی طرح سے نہیں یہ شبِ فراق
 گوا سیری میں ہوں پر مثلِ تصویر
 ترے مجروح کے سینے میں کچھ گریہ ہی باقی تھی
 اُبکھنے کو بلاہیں آپ بھی کچھ خیر ہے صاحب
 اُس شوخ سے مراد بہت سہل سے ہوتے
 عالمِ خراب ہے نہ بکھنے سے آپ کے
 پروانہ وار ہے حدِ پروازِ شعلہ تک
 باہم ملاپ تھا پہ ترے دورِ حسن میں

کیس پریش دا د خواہاں نہیں
 ہے فکرِ خبیہ تجھ کو گریباں کے چاک میں
 چارِ جز شعلہ پے خاندانِ زبور نہیں
 ایک میخانہ بھی اس دوہیں ہو نہیں
 طاقت اٹھنے کی ذلالتِ بخور نہیں
 دیکھنا پھر کے کن آنکھیوں سے بھی ہوتو نہیں
 کیوں ہے بیکار گریباں تو راؤد نہیں
 خاکِ در سے تیرے درِ پوزہ گریو نہیں
 یوں خدا کی تو خدائی سے ہے کچھ دور نہیں
 کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہیں
 کیوں نکلی آتے ہو دھوکے میں جو تیا بنیں
 گم کردہ راہِ باغِ ہوں یادِ آشیانہ نہیں
 اک قمر تھی بلا تھی قیامت تھی جاں نہیں
 شاید کہ گردشِ آج تجھے آساں نہیں
 نہ غمِ قید نہ پروا اُسے رہائی مجھ کو
 وہیں بس ہو گیا خندا کچھ کھینچا تیرے پیکار کو
 لگایا ہاتھ کس نے آپ کی زلفِ پریشان کو
 گر ہم بھی بُبکِ حرکتِ مَنابِل سے ہوتے
 نکلو تو دیکھو خاک میں کیا گھر کے گھر ملے
 جلنے ہی کے لئے مجھے یہ بالِ و پلے
 یہ رسم اٹھ گئی کہ بشر سے بشر ملے

جوں جوں رُکے وہ ملنے سے ہم بیشتر ملے
 دی تھی دعا کہ کس نے کہ جنت میں گھر ملے
 آج ہمیں ایسے فراموش گردیدار ہوئے
 کچھ ہوئے تو یہ ہی رندان قدح یار ہوئے
 ہم نہ یاں دوش ہوا کے بھی کبھی بار ہوئے
 رات اغیار سے ملنے کے جو انکار ہوئے
 آج نالے جو کوئی اور بھی دو چار ہوئے
 سادہ لوحی سے جو یوسف کے خریدار ہوئے
 رات جھگڑے تو مجھ پر سیر بازار ہوئے
 آج دروازہ گر خاں خاں خاں ہوا ہوئے
 جس نے اُس شوخ کی نظروں میں کیا خوار مجھے
 کیا خاک جیسے کوئی شب ایسی سحر ایسی
 پر بن نہ سکا بھر دہن ایسا کرا ایسی
 کچھ آن بنی ہے ترے ہم بار پر ایسی

دل نے ملا دیں خاک میں سب ہندیاں
 اُسکی گلی میں لے گئے آزرہ کو اُسے
 آنکھ اٹھائی نہیں وہ سامنے سوار ہوئے
 کامل اس خرقہ زما دیں اٹھانے کوئی
 نہ اٹھی میٹھ کے خاک اپنی ترے کوچے میں
 صبح لے آئینہ اُس بت کو دکھایا ہم نے
 کچھ تعجب نہیں گرا بکے فلک ٹوٹ پڑا
 مصر میں آج تجھے دیکھ کے پہناتے ہیں
 مبتدل میں ہی تو ہوں آپ جو کہلے سچ ہے
 یہ ہیں آزرہ جو کہتے ہوئے شنیٰ لعل
 مبتدل دوست بنایا اُسے کیوں اول
 کھڑا وہ غضب زلف سیہ فام یہ کافر
 نقشے تو بہت صانع قدرت نے بنائے
 بالیں کچھ مڑا رہا ہے راتوں کو مسیحا

انتخابِ مُسدس مرثیہ دہلی

اہلِ نااہل سے غلط جنمیں زنا ز تھا
 آدمی کیا ہے فرشتہ کا بھی دہاں باز تھا

جنکو دنیا میں کسی سے بھی سروکار نہ تھا
 انکی غلو سے کوئی واقف اسرار نہ تھا

وہ گلی کوچوں میں پھرتے ہیں پریشاں درد
 خاک بھی انکو نہیں ملتی کہ ڈالیں سر پر

بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا

زیورِ الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا

گلاج کاجن سے ڈو پڑ نہ سنبھالا جاتا	لاکھ حکمت سے اڑاتے نہ اڑ دیا جاتا
سر پودہ بوجھ لے چار طرف پھرتے ہیں دو قدم چلتے ہیں شکل سے تو گر پڑتے ہیں	
طبع جو گنے سے بچو لوں کے اذیت باقی شام سے صبح تک نیند نہ جن کو آتی	مند ہی ماتھوں میں لگا سوتی تو کیا گھبراتی ایک سلوٹ بھی بچھو نے میں اگر پڑ جاتی
انگوٹھ کیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا سنگ پہلو سے اٹھایا تو سر ہانے رکھا	
روز و رخت مجھے صحرایہ کی طرف لاتی ہے کھڑے ہوتا ہے جگ جگ پیہن جاتی ہے	سہرا و جوش جنوں سنگ ہے ادھجاتی ہے مصطفیٰ خاں کی ملاقات جو یاد آتی ہے
کیوں نہ آزر دہ کلجائے نہ سودائی ہو قتل اس طرح سے بے جرم جو قصہ بھائی ہو	
<p>(آس) تن میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ قصبہ نارہ ضلع الہ آباد میں رہتے ہیں۔ ۲۵-۲۶ برس کی عمر ہے۔ سید ظہیر الدین صاحب تلمیذ دہلوی کے شاگرد اور طبیت فن شاعری سے بہت مناسبت رکھتی ہے۔ مزاج میں مزاج و ظرافت بہت ہے۔ فارسی کی قابلیت خاصی ہے۔ کچھ عربی سے بھی بہرہ یاب ہیں اور انگریزی سے بھی ماہر۔ اگرچہ مشق سخن کو بہت زمانہ نہیں گزرا مگر طبیت کی جو دت نے اچھا ملکہ حاصل کیا ہے۔ اپنے طرز بیان کو ضعیف بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ استاد ظہیر انکو بہت چاہتے اور اکثر انکی غزلوں کی تعریف فرماتے ہیں۔ تھوڑا سا کلام انتخاباً درج ہے۔</p>	
نہ لو کھل کے تو چوری کی ملاقات رہے جال رفتا میں گشتا میں کچھ گھات رہے حسرت دید نارمان ملاقات رہے	آیا جابا کردم رات گئے رات رہے لطف تو جب ہے کہ ہر بات میں اک باغ رہے آس پھر جائیں مے دن جو وہاں رات رہے

ایک شب کو جو وہ آئے تو کئی راستے
تو سہی شہر کا میدان میرے ہات ہے
صبح ہو جائیگی افسوس یہاں رات ہے
کچھ بتائیں تو سہی آپ کہاں رات ہے
مدعا ہے کہ وہ آگے مے دن رات ہے
شاؤا با و مرا پیہ ر خرات ہے
ہے جہاں غیسر مجھے بھی ملا تھے
پانی پانی عسوق شرم سے برسات ہے
یاد یہ آپ کو سبات کی اک بات ہے

دھل کی شام کی اندر کے صبح ہو
چھین لوں گا تیں اغیار سے میں اوجھڑ کر
وہ چلے جائینگے پہلو سے مے پھیلے پھر
نہ وہ رونق نہ وہ رنگت نہ وہ جوین نہ وہ رُپ
کھینچتا ہوں جو تصویر میں کسی تصویر
ماگتا ہے کوئی ساغمر کو تو دیتا ہے وہ خم
سچ اگر بوجھو تو انصاف کے پرستی ہیں
میری آنکھوں کی اگر انکھ فشان دیکھے
جو کیا آس نے الفت میں کرے گا نہ کوئی

(آسان) فنی سید محمد جعفر کا پوری ابن مولوی میر محمد علی صاحب سلیس مرحوم مرثیہ گوشتن
کا پور۔ جو ہم تھے خاں بقا معروف پرستند الشعر کے شاعر و رشید اور نواب سید بنیاد حسین
صاحب تباہ رئیس اعظم کا پور کے صاحبزادے کے امایق ہیں۔ رنگینی طبع خوش گوی ہر شعر
سے ظاہر ہے۔ تشبیہیں اور استعارے نہایت لطافت سے باندھے ہیں۔ روزمرہ صاف ہے
سن شریف پچائش سال کے قریب ہے ہنگام ترتیب مذکورہ کچھ کلام وصول ہوا اس کا انتخاب
درج ذیل ہے ۵

کھلا ہے باغ کیسا جو ہر شمشیر قاتل کا
جو دریا آئے طغیانی پہ آب تیغ قاتل کا
بنا ہے غیرت خورشید ہر کا سہ مری گل کا
اُٹھا ہے اکبر کیا جو ہر شمشیر قاتل کا
وہ دشمن جان کا میری یہ دشمن ہے دل کا
ذرا دیکھیں تو آ کر آپ آئینہ مرے دل کا

شگفتہ ہو گیا دل دیکھ کر ہر ایک بسمل کا
ہلال آسان بھی صورت ماہی نظر آئے
پس مُردن بھی یہ نام روشن ہے زانہیں
برستے ہیں بر عشق مقتل میں تماشہ ہے
خدا محفوظ رکھے ناز و اندازِ حسناں سے
ہوا ہے جلوہ وحدت سے نیکانہ صفائی میں

ہزاروں داغ کھائے چہرے بخشائے آسان
 منہ روغ حسن جہاں میں جو تھکے ہوئے منظور
 خفا ہو کس سے کو تو یہ رنج کس سے ہے
 ہے فزون تر گل تر سے بھی ہمارے عارض
 میری تربت پر وہ دو بچوں چڑبانے آئے
 کثرتِ تانظر سے نہ روائی دیکھے
 لکشاں مانگے، انکی شب یلغارِ لعلیں
 دام میں طائرِ دل کو نہ بچھنائیں اپنے
 آنسو مر آنسو نہیں اے اہلِ نظر سے
 جاتا ہے اُدھر رخ تر سے عاشق کا جہر ہے
 چشم ہے یا ہے صدقِ قلمِ الفت
 تعریف کروں اور میں کیا اس سے زیادہ
 ہوتی نہیں آخر کسی صورت یہ چند ایا
 پاتا ہے جو قاتلِ تری تلوار کا پانی بد
 ہے موتیوں کے ہار میں اک لعلِ خنشاں
 اب ہوش میں آغوا ب تغافل سے ہو بیدار
 مشکل نہیں فردوس تجھے حشر میں پانا
 عشق میں حسن دکھائے جو طبیعتِ میری
 آسمانِ عیش کے پردے میں ہم کرتا ہے
 فرقت کی شب ہے، دردِ دل کچھ نہ پوچھے
 کس شوخ نے کیا مجھے بسل میں کیا کہوں

جگ لایا ہے قمری کا نول ایسا عسل کا
 زبانِ شمع کی مانند رکھ زبانِ خاموش
 بتاؤ بیٹھے ہو کیوں آج مہرِ ماں خاموش
 کس طرح بلبِلِ دل ہو نہ نشاِ عارض
 یوں سمجھ کر کہ یہ تھا عاشقِ نازِ عارض
 پھینک کر دامِ نگہ کیجے شکارِ عارض
 خالِ رخ پر ہیں ستارے مرادِ عارض
 داغِ خال کو زلفوں میں دکھا کر عارض
 دریا ہے روانی میں صفائی میں گم ہے
 قرباں میں اس تیر کے کیا تیرِ نظر ہے
 یہ اشک ہے بجزِ محبت کا گم ہے
 تانظرِ بردیدہ عفتادہ کر ہے
 کیا صبح قیامت شبِ فرقت کی ہے
 اب رنگ میں بیشِ گلِ زخمِ جگر ہے
 اشکوں میں ہمارے یہ نہیں محبتِ جگر ہے
 پیسری نہ سمجھ شامِ جوانی کی ہے
 آسان غمِ شبِ تیرے دل میں اگر ہے
 صاف آئینہ حسینوں کا ہو حیرتِ میری
 لفظِ عشرت سے بدلہ دیتا ہے عشرتِ میری
 ہر حال میں ہے شکرِ خدا کچھ نہ پوچھے
 تڑپا گئی ہے کس کی ادا کچھ نہ پوچھے

<p>جس نے گلے لگایا اس کو ہوا شہید اچھا تپِ وقت ہلا کیوں نہیں کرتے کیا اہل جہاں کرتے ہیں تکاہر کی صفائی جزواتِ خدا اور بقا کو ہے آسان گنجِ نفس ملا جو بضِ بوستاں مجھے بولے وہ گردِ مبعِ عشاق کبھی نہ کر بستی میں اوجِ اوج میں پستی بھی مدام مشتاق میں اشارہ ابرو کا رہ گیا اہل عدم نے طر کے نہ کھینچا جو بس لہلہ باطن میں پاس یار کے رہتا ہوں رات دن</p>	<p>حالِ عروس تیغِ ادا کچھ نہ پوچھے ہو رشکِ مسیحا تو دوا کیوں نہیں کرتے آئینہ باطن کو جب ہلا کیوں نہیں کرتے فانی ہے جہاں یا وحید کیوں نہیں کرتے انسو سے لے گئی مری قسمت کہاں مجھے یوسف سمجھ کے گھر ہے یہ کارواں مجھے ہے آسمان زمین تو زمیں آسمان مجھے خنجرِ تنہا راجھوڑ گیا پنجہاں مجھے سمجھے تھے کیا عمارتِ پس کارواں مجھے ظاہر میں دیکھتے ہو تم آساں یہاں مجھے</p>
--	--

(آسی) - مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب سکندر پوری آج کل غازی پور میں مقیم ہیں ایک نہایت لائق - برگزیدہ اخلاق - ستودہ صفات - صوفی شرب - عالم باطل - ادیب کامل - مانے جاتے ہیں - صدرِ طالبین باصدق و صفائے آپ سے فیض پایا ہے - آپ کو عربی و فارسی میں وہی قدرت حاصل ہے جو اپنی ادبی اور زبان میں دسترس ہے - فنِ شاعری میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں - علومِ صوری کے درجے طے فرما کر علومِ معنوی میں وزاں و ترقی کر رہے ہیں اس وقت سن شریف بیتر برس کے قریب ہے مگر طبیعت ہنوز جوان اور عالم شباب کی طرح بدستور زووں پر ہے - اعلیٰ درجے کے مستغنی المزاج - اکابرینِ سلف کی زندہ یادگار ہیں ایامِ طالب علمی سے شعر و سخن کی طرف بھی طبع مائل رہی ہے - اس فن میں ناسخِ مرحوم کے خاندان سے مشورہ لیا ہے - ناسخ اور میر علی اوسط - رشک - نے جو روش اختیار کی ہے اسی کی تقلید کرتے ہیں - ایک زمانہ میں آپ کا کلام بالکل عالمانہ و عقل پسند رنگ لئے ہوئے تھا - لیکن جب سے آپ کی توجہ تصوف کی طرف مائل ہوئی وہ رنگ ہی بدل گیا عشقِ مجازی سے

آسی

عشق حقیقی میں متفرق ہو گئے۔ آپ کے کلام سے آپ کی شوخی طبع بلند پروازی بندش مضمون تلاش
افعال ناموس و موزوں جبرنگی کلام شنگی زبان کا بھولی اندازہ ہو سکتا ہے۔ غرض اصناف علوم پر پور
پور سے تادور اور ہر علم و فن سے بخوبی واقف و مہر ہیں مگر ان سے ہے کہ تدوین کلام کی مطلق عبارت نہیں
دیتے جو کچھ بزرگ کلام مختلف ذرائع سے جو پچاس ہے وہی نورافشاں تاثرین تذکرہ کیا جاتا ہے یہ ہونا

اور اس سے آگے بڑھ کے خدا جانے کیا ہوا
ذوق فنا خضر کی طرح رہ نہا ہوا
کس قید سے اسیر محبت رہا ہوا
پھر ٹکڑے جگر کے ساتھ سینا ہو گا
سنستے ہیں کہ ہر حشر میں جینا ہو گا
باہرگ و پلے میں تو سمایا ہوتا
حشر جو بدن کو دل بنا یا ہوتا
جب انکھوں تک جوش کھا کے آئی ایک لہری خوشنک
مگر قیامت کر دے گے براچن کو گے بے حجاب ہو کر
کیس کو لوٹا ثواب ہو کر کسی کو مارا عذاب ہو کر
گلے لگاؤ گئے ہو گے کنتھ مقدم لئے ہیں کاب ہو کر
عروج اُسی کا رول ہو کر نزول اُسی کا کتاب ہو کر
کہیں صباحت نقاب ہو کر کہیں ملاححت حجاب ہو کر
وہ داغ ہو گا کیسے دل کا جو چکے گا آفتاب ہو کر
وہ دن کو غور و شید ہو کے نکلے تورات کو مہتاب ہو کر
لگا لئے مسجد میں نعرے ہو حق کے نعرہ و در شراب ہو کر
بڑے گی کچھ اور بقیہ راہی وصال میرے گلیب ہو کر

اتنا تو جانتے ہیں کہ عاشق فنا ہوا
میں اور کوئے عشق مرے اور نصیب
پہچانتا وہ اب نہیں دشمن کو دوست
پھر بادہ تہذیب مہینا ہو گا
جینے نے یہاں کے مار ڈالا آتھی
یاجب کو ترا سن نہ بھسایا ہوتا
یاد دل ہی میں جسلوہ گر اگر ہونا تھا
وہ کون حشر تخیل کے اندر کہ وقت صبیح و شام
ہزاروں کی جان لئے چکا ہے چہرہ زین نقاب ہو کر
نیم کہیں مجھ کی کسی کرشمے سے چرخن کے ہیں
وہ ہیں سوار حسنہ خوبی ہلال شوال کی بیخوشی
بندی اُسی اُسی کی پستی ہر ایک شے میں اُسی کی ہستی
وہ حسن چہرہ نظیرِ طیر سے ہمارا اُسی دکھاری ہے
خبر جو عشر میں میر کی ہے وہ حسرتوں کا ہجوم ہو گا
شناخت اُسی ہو سکتی کہ جب نہ تب سیر کیا
میں دل سے اُس شیخ کا ہوں نکال میکہ میں چکا ہوتا
فراق میں اس قدر تداویج تھیں کہ خبر نہیں ہے

نہ کرو اتنی ذمت اسکی بہشت کی جزیہ ہے یہ وظ
وہ تھا بدن بالکونی گل ترچہ اسکی خوشبودہ رخ پر
نگاہیں جچی نہیں ہیں انکی کہ غمزا نگاہیں ہے بفر
جناب ناسخ کی یہ ہدایت ہے یا بکثرت اسکو اسی
ناب کے حسرت وصل و غم فرقت مجھ کو
ہوں گنگار مگر حسرت دیدار بھی ہے
میں بھی باطل میسر ہی ہستی بھی سراسر ہل
نور خورشید ستاروں کو مٹا دیتا ہے
بے حجابی کبھی ممکن نہیں جب تک میں ہوں
اب تو دیدار دکھا دیجئے تقصیر معاف
میں کہاں میں تو ہوں معدوم مگر ہے کوئی
نظر وہ ہے کہ روکش دریا کہیں جسے
بیمار غم کی چارہ گری کچھ ضرور ہے
یہ بخرشش اپنے بندہ ناچیز کے لئے
آسی جو گل سے گال کیسے ہوئے تو کیا
عہد شباب عہد وفا لئے نگا رہے
کیوں تجھ کو اس قدر غم روز شمار ہے
صیا و عندلیب میں کیا واقعہ ہوا
خونریز تو بہ زہد شکن الفت گداز
کیا چہ بزمیری نذر کہیں لے بول یا
ہستی ہے عین موجب دریا کے نیستی

یہ بلکہ ہے خوش بخت اگرچہ آیا شراب ہو کر
جدھر سے گزرے بسا وہ رستہ ہما پسندے گلاب ہو
کرنیکے اور خون عاشق کبھی تودہ لا جواب ہو کر
غزل میں ایسے ہوں شرجین کی نوا انتخاب ہو کر
اپنی ہستی سے کسی طرح ہر غفلت مجھ کو
جس لوہ تیرا ہو تو دوزخ بھی ہے جنت مجھ کو
یہ بھائی ہے انا انجمن کی حقیقت مجھ کو
تم ہو پہلو میں تو محفل بھی ہو خلوت مجھ کو
حسل انداز ہوں کر دیجئے نصرت مجھ کو
ہو گیا وعدہ نذر دا بھی قیامت مجھ کو
کہیں کچھ صاف تو ہو ٹپہ پو خفا کیا کئے
یعنی وہ میں ہی کیوں نہ تھا کہیں جسے
وہ درد دل میں دے کہ یہاں کہیں جسے
تھوڑی سی چیز ایسی کہ دیتا کہیں جسے
معتوق وہ کہ سب سے نرالا کہیں جسے
رکتنا ہی پایدار ہونا پایدار ہے
اے مقرب شراب بڑی عکاس ہے
گل و نگار سنبل ترسو گوار ہے
رات آپکے شباب کی صبح ہمارے
اپنی تو زندگی بھی یہاں مستعار ہے
درکار تو سنہ نگار اعتبار ہے

بنیاد روزگار کی نامحسوس نپوچھیں	گنبد حجاب کا تو بہت استوار ہے
واعظ مرزا عالمیہ کے خدا کو سونپ	میں ہوں گناہگار روہ آمر نگار ہے
مستی میں کوئی راز جو آسی سے فاش ہو	معدور ہے ابھی کہ نیا بادہ خوار ہے

آشفہ

(آشفہ) شاعر بالکل غیر شاہ خاں - باشندہ رام پور شاگرد قاکم چاند پوری - جوان و حیرت تھے - شگفتگی طبع - خوش روئی - لطیف گوئی - بذلہ سنجی میں مشہور تھے - ۶۷ برس کی عمر پائی - فنِ انشا پر داری سے بخوبی واقف و ماہر اور نظم و شعر دونوں میں دستگاہِ کامل حاصل تھی - اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے - فارسی میں قدرت اللہ شوق سے اصلاح لیتے تھے - ۳۷ سالہ جبری ملک زندہ تھے مزاج میں ظرافت حد سے زیادہ تھی - قدرت اللہ شوق اپنے تئیں ترکے میں انہیں حافظ بڑھا کا شاگرد کہتے ہیں - فارسی کا زیادہ شوق تھا - ریختہ کی طرف کم توجہ تھی - کبھی کبھی مشاعروں میں دوڑوں کے اصرار سے غل پڑھا کرتے تھے - انکا اکثر کلام نظم سے گزرا - محاورات کثرت اور زبان قدیم کا بہت استعمال کیا ہے کبھی کبھی صاحبقران کے رنگ میں ریختی بھی کہ لیا کرتے تھے - رنگین عبارت لکھنے میں فرو تھے - بہت سی کتابیں انہوں نے تالیف و تصنیف کیں منشآت میں گلشن فیض - جوش ہوش - گلزارِ غنیمت - اشراقِ انجمن - سویدائے غنیمت - اور فارسی قواعد میں جوہرِ غنیمت - اذیان الادب - نواد المصداق - اور مصطلحات میں مرآۃ الاصطلاح اور ذکرِ شعر آہند و عجم میں ایک بیاض ریاضِ غنیمت اور دو دیوان انکی یادگار ہیں - اردو دیوان کا نام تدقیقِ انجمن اور فارسی دیوان کا نام شریحِ انجمن ہے - فارسی میں اپنا تخلص غنیمت رکھتے تھے - مراد آبادی انتقال کیا اور وہیں سید خاں کے گھر میں دفن ہوئے - کلام کا انتخاب درج ذیل ہے -

زندہ مانند شمع بھرنے اٹھا	اس کی محفل میں جا کے جو بیٹھا
نہ بھرا شرم نارسائی سے	خط مرانا مسبر کو کھو بیٹھا
کسلے کرتے ہو تم یہ نظر پر ہوش ربا	بس ہے عشاق کو اسکا اثر ہوش ربا
قل عشاق کی خاطر نہ نکالو بھجر	ہکو کافی ہے تمہاری نظر پر ہوش ربا

<p>دل ہے دامنہ اور اُسن لک ہے لکنا نیاں سے اُسنے نگاہوں کا کام لیا شُبکِ رواں نہیں منت پذیر اہلِ کرم رہائی دل کی ہے شکلِ کقید کو اسکے کسی نہ بات بھی ہنگامِ دستاں کی رہائی اُسکے رخِ دل سے ہے برہنہ نکالِ منت سے نہ آشفۃ نامِ قاسمِ یار ہر باغ میں ہے خوشی آوازِ عندلیب خوابِ یغیر کون ہے عاشقِ کلازداں</p>	<p>دل ہے دامنہ اور اُسن لک ہے لکنا نیاں سے اُسنے نگاہوں کا کام لیا شُبکِ رواں نہیں منت پذیر اہلِ کرم رہائی دل کی ہے شکلِ کقید کو اسکے کسی نہ بات بھی ہنگامِ دستاں کی رہائی اُسکے رخِ دل سے ہے برہنہ نکالِ منت سے نہ آشفۃ نامِ قاسمِ یار ہر باغ میں ہے خوشی آوازِ عندلیب خوابِ یغیر کون ہے عاشقِ کلازداں</p>
<p>ہر طرۃ جلوہ چراغاں ہے اور فانوسِ ایک رہ گئی زندانِ تن میں جانِ غمِ یایوس ایک روزِ ہجرانِ دل میں ہے اپنے ہی فانوسِ ایک جب کو ہم سر پر چڑا دیں وہ گلے کا رہو اب تو لے آشفۃ مستی سے ذرا ہشیار ہو دائستہ اپنی زندگی ہے ایک دم کے ساتھ اہلِ سخا کو کام ہے ہر دمِ کرم کے ساتھ اک دم میں آتش ہے وجودِ دم کے ساتھ دیکھو جو کوئی میرے دلِ ناز کی مشیہ ملفوظ ہیں دل میں دلِ بھور کے ٹکڑے گلشن میں جو کھلاں نو باد ہمارے جو غمِ دو رو ہے سو آکے یہاں رہتا ہے</p>	<p>ہر طرۃ جلوہ چراغاں ہے اور فانوسِ ایک رہ گئی زندانِ تن میں جانِ غمِ یایوس ایک روزِ ہجرانِ دل میں ہے اپنے ہی فانوسِ ایک جب کو ہم سر پر چڑا دیں وہ گلے کا رہو اب تو لے آشفۃ مستی سے ذرا ہشیار ہو دائستہ اپنی زندگی ہے ایک دم کے ساتھ اہلِ سخا کو کام ہے ہر دمِ کرم کے ساتھ اک دم میں آتش ہے وجودِ دم کے ساتھ دیکھو جو کوئی میرے دلِ ناز کی مشیہ ملفوظ ہیں دل میں دلِ بھور کے ٹکڑے گلشن میں جو کھلاں نو باد ہمارے جو غمِ دو رو ہے سو آکے یہاں رہتا ہے</p>

برنگِ نقشِ بادِ ہم ہوا فسادہ کہ آشفہ بجھوت اُس حُسنِ بنیسی لپک کا زیب پرور ہے حذر و امنوں سے صاف دل کے حق میں آہن ہے آبانہ کچھ نظر ہمیں بیداری میں گر	گولے کی طرح نت کشتہ کے خاکِ بر سر ہے رخ آئینہ خاکِ تر سے پوئے نہ تو رہے کہ چشمِ آئینہ بانی کی صحبت سے مکدر ہے شبِ خواب میں تھی اُسکی کرہست کے تلے
--	--

آشفہ

(آشفہ) حکیم زراعتِ اعلیٰ بیگ خلیفہ حکیم محمد رفیع اکبر آبادی۔ اگر سے میں پیدا ہونے کو جب عہدِ شباب آیا تو لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں میوزک کی شاگردی اختیار کر کے شرا کے دربار میں داخل ہو گئے۔ قیام لکھنؤ کے زمانے میں خود بھی بزمِ شاعرانہ عقدا کرتے تھے۔ زبانِ پاکیزہ۔ صاف اور دردمند و لطیف۔ اس فن کے مناسب حال پائی تھی۔ شعر گوئی اور غرضوائی میں اپنے استاد کا بہت متبع کرتے تھے۔ علم طب کی فضیلت کی شہرت بلادِ مشرق و ملکِ ہندوستان تھی۔ چنانچہ حبِ الطلبِ نواب مبارک الدولہ تانم بگالہ کے معالجے کے لئے مرشد آباد گئے گو وہ جاں بر نہوئے۔ مگر اُنکے قدر وادِ خلفِ نواب ناصر الملک بہادران سے بہت اچھی طرح مسلک ہوئے کمال سات برس تک اپنے پاس رکھا۔ آشفہ بدرجہ غایت بے پروا۔ وارستہ مزاج اور فراخ دست آدمی تھے۔ اسلئے اکثر مقروض رہا کرتے تھے۔ آخر کار سلسلہ ہجری میں کلکتے چلے گئے وہاں بھی اُنکی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ مرزا علی لطف اور مصحفی دونوں نے اپنے تذکروں میں ان کا حال لکھا ہے۔ فنِ موسیقی میں درجہ کمال حاصل تھا۔ اور شعر گوئی میں مہارت تام رکھتے تھے۔ شعر صاف اور دروازہ انگیز کہتے تھے۔ شوق کے تذکرے میں بھی ان کا کلام ہے۔

ڑنے تو اس سے رات میں غصہ میں لڑا لیا جی تھا آنکھوں میں یا تھا دل میں مر گئے پھر بھی ہم کو خاک نہ دی + لفظ نہ اپنی ہی تم آن دیکھتے جاؤ بجائے اشک نہکتے ہیں پارہ ہرے جگر	پھر جب وہ اُٹھ چلا تو کلیجہ پکڑ لیا یاں تک اشتیاق تھا دل میں آج تک یہ غبار تھا دل میں ادھر ادھر بھی مری جان دیکھتے جاؤ تمہارے جی میں تھا ارمان دیکھتے جاؤ
--	---

اگرچہ ہودے کی تصریح لیکن آشفۃ چہرہ کچھ ان دنوں غم نہیں سے زرد ہے ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے اپنے کے ہوتے ہمارے غم کو تو صدقے فکر جلا ہے کچھ کو آشفۃ پارسا بن کر	کوئی گھڑی کا ہے مہمان دہ کیتے جاؤ ظلام میں کچھ مرض نہیں بدل میں درد الہی ہوت دے گد را میں ایسے جینے سے ہم بھی جی رکتے ہیں پیارے ترے زبان گئے خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے
---	--

آشفۃ

(آشفۃ) عظیم الدین خاں ہوت بھورے خاں دہلوی قوم کے افغان ایک دارستہ مزاج اور
میرٹھی مائل کے شاگردوں میں تھے۔ فارسی میں فرزند علی مضمون سے مشورہ سخن کرتے
تھے۔ مشہور ہے کہ معروف نے سورد پہلے دے کر ان سے فقط ایک لفظ ہری چگ خرید اٹھا
۹۲ء میں کچھ عرصے تک لکھنؤ میں بھی رہے ۱۲۰۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ اخیر عمر میں دہلوی
تعلقات قطعی ترک کر دئے تھے اور کسب باطن کی طرت متوجہ ہو کر مولانا فخر الدین کے مریدوں میں
شامل ہو گئے تھے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ فکر سخن سے بھی دست بردار ہو گئے
تھے۔ قطع میں اکثر زلف کا مضمون لاتے تھے۔ فارسی اور رعبیہ دونوں زبانوں میں دیوان
موجود ہیں۔ انتخاباً اردو کے چند اشعار لکھے جاتے ہیں ۵

ناخواندہ مرے خط کو الہی بھیجے والا یا ہوتا ہے تازہ آہ سے جو گل ایلغ دل جام گدائی ہاتھیں لے نت شام سیرے پھرتے ہیں پنڈت پوچھنا دھمکاؤ فال کھلاؤ کوئی پر عقل ہوئی اب سلب ہادی آہ جنوں کروا جنوں یوں کا نہ ہے پر زلفیں اُسکے بل کھاتی ہیں دقت غرام جو گدیا آشفۃ تینے دیکھ لٹک اُن زلفوں کی دیوانگی ہماری ملاحظہ کیا ہے تازہ	فاصد کا گلہ کیا ہے قسمت کا لکھا لایا کھلتا ہے اس نسیم سے اپنا تو بلغ دل شمن قرہیں دہنو بھکاری جس کی تیرے پھرتے ہیں بخت جو ہوں بگشت اپنے کسکے پیرے ہیں کوچہ کوچہ اب تو ہکوڑے گھیرے پھرتے ہیں مارے کو ڈال گلے میں جیسے سیرے پھرتے ہیں گلیوں گلیوں حال پریشاں مال کھیرے پھرتے ہیں شیدا ہیں اُس پر پی پر ہم کچھ مدتوں سے
--	---

سرویا یا رہا پر اک گام نہ کے آگے

ہاؤں کو توڑ جو بیٹھے ترے در کے آگے

آشفۃ

(آشفۃ) منشی گلاب سنگھ دہلوی - قوم کے کھتری اور نہایت وجیر طرز حلاجوان تھے عین آغاز شباب میں بیوہ نامی ایک خانگی پر عاشق و ذوق فیت ہو گئے - اور وہ بھی ہزار جان سے انکی شیدا و مالہ تھی - کچھ ایام تو نہایت عیش و عشرت سے ایک جگہ بسر کئے - مگر زمانہ کے انقلاب نے آخر کار عاشق و معشوق میں جدائی کرادی - دُور مشق و اضطراب کے بنے بس ہو کر حجب و وسوسہ پر کچھ بس نہ چلا تو ضمیر آبدار سے اپنا ہی کام تمام کر ڈالا - انکی چوٹ کھائی ہوئی طبیعت سے وہ مضامین نہکتے تھے جنہیں سُن سن کر عاشقانِ دلریش بے اختیار کلیجہ پر لیتے ہیں - آشفۃ کے فیضِ صحبت سے وہ نازنین بھی نگر سخن کر لے لگی تھی - بعد اکبر شاہ ثانی غازی الدین خاں کے مدرسے میں جب مجلسِ شام منعقد ہوا کرتی تھی تو یہ بھی کبھی کبھی اس مشاعرے میں شریک ہو کر داد و تحسین لیا کرتے تھے - غدر سے پچیس برس پہلے انتقال کیا - مگر کلام اب تک زندہ ہے انتخابِ ملاحظہ ہو ۵

اُسیں کیا باقی رہا تھا باندہ پرور مر گیا
آدمی تھا آخرش صدمہ اُٹھا کر مر گیا
سُن ہی لو گے اک نہ اک دن بچ کر مر گیا
چہ تجھ کو رحم اے کافر نہ آیا
نہ آیا تو ہی ظالم پر نہ آیا +
کہ تجھ کو بولنا ہنس کر نہ آیا
نہ آدے وہ جفا جو گر نہ آیا +
کیا بنے گی گر کبھی وہ بدگاس پا جائے گا
محب کو ت چھوڑ دیکیں آشفۃ یاں آہا بیگا
کافر جو تھے سو تھے یہ مسلمان کو کیس اکوں
وہ میری ایک جاں ہوا آتے ہیں

پوچھتے کیا ہو کشب آشفۃ کیونکر مر گیا
جان دی عاشق نے تیرے شکر و اکالہ کے سنا
ہے بدائی میں زبس آشفۃ جینے سے ہنگ
تیرا شکوہ کھجولب پر نہ آیا +
نہ سوئے ہم شرب و وعدہ سحر تک
اسی غم نے رُلا یا ہم کو کھجولب
ذکرِ شبنم تیرا شکوہ ہر دم
گو دھانکے ہی لئے ہو ہے خدا کا تو خیال
ہائے یغیوں سے کتنا اناک رک کر کلاب
زلفوں سے بھی زیادہ کیا رُخ نے دل پہ چور
درد و دکھ جو جہاں میں آتے ہیں

اک نہ آنے سے تیرے غلام رکھا سر پاؤں پر اس کے نوبلا دم کا مہاں ہے اور آشفۃ	ٹھکے سو سوزاں پہ آتے ہیں کہ تو بھی بے سرو پا کھڑے بے خبر تجھ کو کچھ خبر بھی ہے
---	--

آشفۃ کی معشوقہ بنوائے انتقال کے بعد کسی سے ملنے نہ ہوئی۔ اور اپنے عاشق صادق کے فراق میں برابر جہنم میں تپ محرقہ میں گل گل کر اپنے عاشق جاں باز سے جاملے بطور یادگار اس کے بھی ہنسنے لگے جلتے ہیں جو درد و مفارقت کے اثر سے درد انگیز اور حسرت خیز ہیں ۷

چھوڑ کر مجھ کو کہاں اسے بت گمراہ چسلا چھٹ گیا غم سے میرا کشتہ ابرو در کر میں تپ غم سے جلوں اور یہ کریں حق کا علاج نہ تو موت آتی ہے نہ زلیست کا یا مجھ کو موت پر بس نہیں چلتا ہے کر دیا ورنہ اب کسے چین کہاں عیش کہہ رہے خواب کیا ہوئی ہائے فغاں کی تیرے شور انگیزی سے غضب وہ تو مرے اور جیوں میں بہنو نعش آشفۃ کو بیرحموں نے چھوٹا آگ سے	تو چسلا کیا کہ یہ دل بھی تو سے ہمراہ چلا اک ٹھہری میرے گلے پر یہی میری آہ چلا ہو سمجھ الٹی طیبوں کی تو کیا اسکا علاج ہائے آشفۃ تیرے مرنے نے مارا مجھ کو تو نہیں ہے تو نہیں زلیست گوارا مجھ کو نہیں مغل بھی کم از بستر خارا مجھ کو لے چلے تجھ کو تو تو نے نہ پکارا مجھ کو موت آجائے تو ہر دم دہ بار مجھ کو آتش خشم بھی جو انا مرگ کی کچھ نہ تھی
--	--

(آشفۃ) حکیم متور علی خاں خلف سید علی نواز مقیم شاہ جہاں آباد۔ فرنگیوں میں حکیم غلام حیدر خاں کے شاگرد۔ اور فرنگیوں میں حکیم مومن خاں اور نواب مصطفیٰ خاں شیفۃ مرحوم سے متفید تھے۔ علاج میں خستہ بے باکی تھی۔ کچھ دنوں میں ٹھک کے الت میں ڈگری نوٹس ہے۔ نہایت ذکی و فہم تھے۔ اور فرنگیوں سے تہذیبی مناسبت رکھتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں چالیس سال کے قریب عمر تھی ۷

اصل تو نے کیا کیا مجھے شرمزد و قاتل سے	تا شہ تھا اُسے میرے تڑپنے کی ادویت کا
--	---------------------------------------

کاٹا سا ہو گیا تھا میرا سوکھ کرین
 بت روئے تو اپنی جان کھوئی
 ہم و خشیوں کا گھر ہے کر دکھوں کا کھیل ہے
 غیر اچھا ہے یا بُرے ہیں ہم
 سر بردار آنکھوں پہ ہے ناصح نصیحت آپکی
 آشفۃ تیرے گویں بڑے سے سارے خلق
 تم غیر سے ملے میں کسی سے ملا نہیں
 عاشق کو لطف سے ہے نزل لطف جہیزیں
 نے قتل کا خیال اُنہیں اور موت کا
 جو نامہ برگیا توہ گیا جان سے دیاں
 ہے چل میں بھی فراق کا غم
 آوارہ ہوں آپ پر جہاں کو
 اندر سے یاوری طالع ہو
 دیکھیں آشفۃ ہیں مر کے بھی راحت ہوگی
 غش ہو گئے ہم آشفۃ تاب نرج جاناں سے
 میرا ہی کیا تصور ہے بیتاب و متبرار
 ابھی دُڑ بانی کو کیا جانتا ہے
 ہے جلاؤ کی سادگی میں بھی شوخی
 سُنا تھا ہم نے آشفۃ کہ کوئی دم کا ہے مہاں

لاشہ الجھم کے دامن قاتل میں رہ گیا
 کیا ہم نے مبتلا دلیسا کیا
 دن میں ہزار بار سنا اور بگڑ گیا
 آپ ہی دل سے پوچھتے صاحب
 پر کروں کیا دل پہ میرا کچھ نہیں ہے اختیار
 ہے بقدر آمد مشرک کو جان کر
 سچ ہے کہ بے وفا ہوں میں تم یوفا نہیں
 یہ غیر کی سزا ہے ہماری سزا نہیں
 قسمت میں کیا خدا میرے مرنالکھا نہیں
 اب جی میں ہے قییب کو ہم نامہ بر کریں
 ظاہر میں ہوں پاس پر جلا ہوں
 میں خضر کی طرح رہتا ہوں
 ٹھکرا کے چلے وہ میرے سر کو
 یا رہے گا یہ غم و رنج والہ جان کے ساتھ
 پوچھے گا قیامت میں بیہوشوں سے کیا کوئی
 جز غیر اور کون نہیں تیرے واسطے
 ستم کو وہ بد خواہ ادا جانتا ہے
 میرے خوں کو رنگِ خنجر جانتا ہے
 کئی دن ہو گئے سکون تر تھا ہے نہ جیتا ہے

(آشفۃ) ہزار دلہ ضیغ المک ہادی علی خاں بہادر قلم جنگ خلف ابجد علی خاں بہادر نواب حسن الدہلوی
 کے تہی تیس سال کے علاقائی بھائی اور کھنڈ کے نواب نادوں میں تھے شیخ امان علی شکر خان نے انکی پہلی یک شہرہ

خون سے میرے خاندانی کے منظر ہے

چشمِ ناخن سے جو کرتے ہیں شایہ استیلاں

(آشفۃ) شاعر بے نظیر پندت ام تاجہ کشمیری دہلی شاعر در شیدہ خاندان متویر دہلی

آپ صوبہ پنجاب میں عدہ منصفی پر ممتاز تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور میں تربیت پائی

فکر رسا کی حالت اور طبیعت کی شائق نے استاد کی رتبہ پہنچا دیا تھا۔ ان کی اکثر غزلیں اباب

نشاط کے منہ سے نکل کر موسیقی کی تاثیر کو دوبالا کرتی اور عاشق مہجوں کو بے چہری ذبح کر دیتی ہیں

شعر پڑھنے کا انداز بھی نہایت دل پسند اور مرغوب تھا۔ سبز و رنگ۔ کشیدہ قاسم۔ نوی ہفتہ

آدمی تھے۔ خلق و مروت اور اہلیت میں لگانہ عمر تھے۔ ۱۲۰۰ ہجری میں اگرچہ آپ کا سن

بچاؤس برس سے گزر چکا تھا اور علی پور واقع ملتان جیسے دور دراز اور ریگستانی مقام میں

متعین تھے مگر شغلِ سخن کے لازم ساتھ رہے۔ دیوان مرتب کر لیا تھا مگر شائع ہونے پایا۔ کلام

کی سادگی میں شوخی کے نشتر برابر چبا کرنے تھے۔ فکر رسا نے سلیس زبان میں بعض لطیف

اور چہچہہ مضمون ادا کئے ہیں۔ خاندانی اسانہ کا رنگ طبیعت پر اس قدر غالب نہ تھا

جتنی صفائی زبان پر نظر تھی۔ اسی وجہ سے ان کی زندگی ہی میں کلام کو خاصی شہرت حاصل

ہو گئی تھی۔ ۱۲۵۰ء کے تریب انتقال فرمایا۔ کلام کا خلاصہ درج ذیل ہے

حلفتِ دام بلا حلقہ ہے زلفِ یار کا
اپنا امر نام بھکو جینے کے برابر ہو گیا
تو دیا دشتِ جنوں نے مجھے دامن اپنا
کس پہ ہوش اپنے کھوئے ہیں کہاں آیا
لب کو عتاب سیہِ خال کو ریاں سمجھا
زیست کو موت میں اور موت کو دریاں سمجھا
عشق کو دینِ محبت کو ہے ایساں سمجھا
وہ عیادت کو میری غیر کے شامل آیا

غیر مکران ہے کہ چھوٹے اس سے آشفۃ کا دل
نزع میں دیدارِ جاناں کا مدیتر ہو گیا
تن پہ جب بیخودِ وحشت نے بچھوڑا اک تار
ان دنوں تم جو ہوا آشفۃ پر لٹاں خاطر
اپنا کیا عاشق بیمار نے دریاں سمجھا
مہرِ داغِ جگر تیرے کا بیکان سمجھا
جس نے غارِ گندہ بے کو دیا دل زار
روزِ زخم کئے بند سناں سے اُس نے

آشتی بزم یار میں ساتی بنا ہے غیسر
 کی ہوگی اُس نے بادہ کشی بزمِ غیسر میں
 باد آگئی وہ غیبشیں ابرو تو کیا کسوں
 بھیجے دو خاک پر شیشہ دلوں کے
 درماں نہیں مریض محبت کا اے طبیب
 میرا ہی دل ہے زلف کو آہستہ کھولے
 دیکھ کر ہووے گا اس آفت جاں کو کیا حال
 جھکے باعث سب کی نظروں سے گرے
 لگا بیٹھا خا و عسدہ کی شب جاناں کفِ پاکو
 حشریں دل کی سبائیں آکے ملے جواہرِ رو
 یاد میں تیرے اشکِ غم آنکھوں سے یوں بہا کئے
 اُبھکا ہے بطرحِ یہ دل کا گل پر شکن میں ہے
 تیرا مریض دل رہا ہو کیسا غم میں قیس سا
 تیرے اسیر تیرے گر کرتے ہیں شغلِ رات بھر
 باغِ جاں میں ڈھونڈھتی کسکو پھرے ہے اچھا
 کوئے جاناں دو قدم ہے نا توانی دل بچھوڑ
 دل میں آشتی ہے بتوں کا خیال
 میں تو شکوہ نہیں کرتا ہوں غمِ فرقت کا
 ہمارا کام چشمِ غنہ زاسے ہائے کیا مٹکے
 یہ وقتِ دالپس ہے یا خدا اب بھی وہ آنکے
 کیا ہے دل کا خون شاید کسی پائے نگاہ میں

کیونکر پیوں کہ کرتی ہے مگر تے جگر تیرا
 تلخی رہی چوسری زباں پر تمام رات
 رکھ لی گئے پر رات کو بے اختیار تیغ
 پھینکتے کیوں ہو فرس خواب کیے چوٹوں
 اپنے تھے نہ حشر تک کبھی ہو نگے دواسے ہم
 زلفوں کی طرح دل بھی بٹائے بکھر بیس
 جس کے بن دیکھے ہی بیتاب ہو اجا پوسا
 اُنکے کچھ بھی ہم نہ آئے وحی ان میں
 جلاقی آتشِ غم ہے مرے دل کی تمنا کو
 بوسہ بہ بوسہ لب بہ لب دیدہ بد پردہ رو
 لہجہ بہ لہجہ غم بہ غم چشمہ چشمہ جوئے جو
 دامِ بدامِ خم بہ خم حلقہ بہ حلقہ ہو گئو
 خال بہ خال خط بہ خط چہرہ پچہرہ ہو بہ ہو
 شورِ پشور غل بہ غل نعرہ بہ نعرہ ہو بہ ہو
 برگ بہ برگ گل بہ گل رنگ بہ رنگ ہو بہ ہو
 گو قدم اُٹھائیں پر کچھ تو تہمت چاہئے
 لب پہ باتیں ہیں پار سائی کی
 تم ہی کرتے ہو گلے مجھے مریجاں اُنکے
 کہ جو خود مدعی ہو اُس سے کیونکر مدعا نکلی
 دیا جلدی کہیں سینے سے جان مبتلا نکلی
 کہ جو آنسو دیری آنکھوں سے ہر گلاب خانکلی

<p>کرم فرمائے من تم تو بڑا نے آشنا نکلے جنون میں تم تو مجنوں سے بھی ہر کہہ کر سنا نکلے دائیں زخم سے قاتل ترے حق میں دُعا نکلے اُسی سے میرے یہ ہمدرد بھی لینے دُعا نکلے نہ توقت دیر ہی میں بھر تو کیونکر دعا نکلے انہی زلفوں کے لئے آشفقہ تم بھی مبتلا نکلے</p>	<p>اجی اب بیٹے صاحب حضرت غم غلو چھانا سمجھ کر ہنکو دیا دیکھا ہے بری پس کر لکلیک اس طرح خجس کر کیں قرباں ہو جاؤں مجھے مارا ہے بیدردی سے ہے جس سجانے کروں گرفتہ پروازوں کی اس کے زباں بندی ہیں جس زلف کا فزکش سے ڈر تھا بلاؤں کا</p>
<p>دنیا اُلٹ نظر میں ادھر کی اُدھر گئی کیا ہٹے موت تو بھی نہ سے مر گئی سینے سے دل میں دل سے جگر کنگنی جتنے وہ گزے اتنی ہی رگت ہو گئی دامن قبائے غنچہ دگل کا کتر گئی چاک نقاب عارض زبیا کتر گئی بیتابیوں سے اور بھی بے جان گئی قالبے پازراب مری مع کر گئی مقراض موع دامن دیرا کتر گئی مقراض چشم باد گل سا کتر گئی دل کی طرح سے جان پریشان کر گئی</p>	<p>بی ۔ ہر چھی نگاہ بار کھی کیسا کام کر گئی دل سے جو اسکی یاد ہمارے اُتر گئی تیغ نگاہ اسکی غضب کا کتر گئی معتشوق کی بگاڑیں بھی ہو بناؤں میں وہ چور ہے صبا بھی کہ آتی ہے باغ میں گو یا نگاہ عشق کترنی سے ہے سرا گھبرا ہوا تھا پہلے ہی دل اشتباہ میں جب یہ سنا کہ یار نے عزم سفر کیا عُریانی حجاب کا کھانا کچھ خیال نکڑے اُدھر جگہ ہے اُدھر جاک چاکل یاد آئی بکری بکری جو آشفقہ اسکی زلف</p>
<p>تو رنج خلد میں ہو گا نہیں سفر کا سا دجو دم دم کا نہ رنج و دمن تھا</p>	<p>ہو انہ حور میں انداز گر بشہ کا سا دہی عالم اچھا تھا آشفقہ جس میں</p>

اشفہ

(آشفقہ) حاجی عبداللہ - ولد عبدالمجید - سہلت کے رہنے والے ہیں - حافظ تقسیم بنگالی کے شاگرد ہیں - زیادہ حال معلوم نہیں ۱۲۹۱ ہجری تک زندہ تھے - انکے چند شعر لکھے جاتے ہیں ۷

قطعہ

نہ ہستی کا نام و نشان تھا ذرا کچھ	نہ ہم تھے نذل نے غم جان و تن تھا
نہ خوفِ قیامت نہ تشریفِ دنیا	نہ مرگ اور نہ سودائے گور و کفن تھا
نہ سر تھا نہ شورِ جنوں کی پیورش	نہ دل تھا نہ اُس کا یہ دیوانہ بن تھا
کھل آنکھ خوابِ عدم سے تو دیکھا	اجلِ سر پہ اور روبرو گور کر تھا

آئینہ

(آئینہ) مولوی شیخ نصیر الدین خلیف الرشید شیخ محمد ظہیر الدین ظہیر جہاں آبادی بیہوشی مہاراجہ صاحب
 اسے گنڈہ ملک بندجیل کھنڈ نہایت ذی علم اور با استعداد ہیں۔ اُردو اشعار میں نواب شمشیر بہادر
 انگریز سے مشورہ لیا کرتے ہیں۔ انکے استاد جناب انگریز نے کچھ غزلیں عنایت کی تھیں جن کا انتخاب
 ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دشتِ دشت میں چپکتے ہیں پھولے پاؤں کے	دو قدم چلنا ہمیں اب سخت مشکل ہو گیا
عشق میں تیرے ہوا آئینہ لسانِ تو اس	آہ کیسی سانس لینا بھی تو مشکل ہو گیا
جب یہ سمجھ لیا کہ محبت میں نہیں	لاکھوں پیر انقلابِ فلک ہوں تو غم نہیں
اب رو کا بوسہ ہی کے اب تو لیں گے ہم	ہٹ جائیں مکر سے ابھی ایسے ہم نہیں
دیکھا کسی کو شاد نہ دنیا میں آج تک	آئینہ کون ہے جسے رنج و الم نہیں

آئینہ

(آئینہ) خواجہ محی الدین نام - حیدر آباد کرن کے رسالوں میں ان کا کلامِ نغز سے گزرا چند شعر ملاحظہ
 ہوئے ہر دے ناظرین کئے جاتے ہیں۔

اب کہاں شکوہ میوفا کی کا	بھگایا طرزِ دلربائی کا
زادہ اُس بت کو دیکھ لے جو کبھی	پھر نہ لے نامِ پارِ سائی کا
لوٹنے لگتے ہیں کالے سے مری چھلکی	یاد آتی ہیں جو وہ کال چپاں اب تک
تیغ کھینچے ہوئے ہیں ابو بزمِ کب	نیزہ مانے ہوئے ہے پیچہ فرغانہ اب تک
تیغِ ابرو ہے نگہ تیرے ہے خنجر	پھر بھی کہتے ہیں قتلِ کلاں اب تک
خال و خطِ زلف کیسے ہوئے لکیرِ کمال	حُسن کے تیرے نگہ بان ہیں سدا پرے

آشنا

آشنا

آ

۱۱

آشنا

نام خدا جوان ہوشیاری کو چھوڑ دو کرو بیچ مجھ کو کہنے لگا آشنا ہے تو	منہدی لگا کے چپکے رہو تو گلی رہے گردن جسد اتو کیا کروں اک جو گلی ہے
---	--

آشنا (آشنا) میرا میر علی نام۔ میر بنو مرشد آبادی کے فرزند اور مرزا غلام حسین آتش کے شاگرد تھے۔
سنہ ہجری میں انتقال کیا۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہوا۔ انکے دو شعور ج ذیل میں ۵

وہ حسن جلوہ گر ہے وہ رخ بے نقاب ہے
لیکن کچھ اپنی آنکھوں کا پردہ حجاب ہے
مجدد تو بات کل کی نہیں یاد آشنا
کتے ہیں روزِ حشر کو دینا حساب ہے

آشنا (آشنا) سید محمد نام تھا۔ حافظ سید وارث علی مرحوم لکھنوی کے بیٹے اور شیخ تاج کے شاگرد تھے۔
مکرات کے رنگ کی ہوا انگ نہ لگی سید سے سید سے شکر کہ لیتے تھے چنانچہ نہوتہ دو شہر
ہیہ ناظرین ہیں ۵

کہ نہ کر نہ رگڑوں آنکھیں میں ہر بار پاؤں میں
اے دل لگی ہے خاکِ دربار پاؤں میں
زنجیر سے باندھے دست گناہ گار
چو کھٹ کا کاٹ ٹال دے دلدل پاؤں میں

آشنا (آشنا) مولوی عبدالکریم خاں۔ فوت ولیم کلج کلکتہ کے فشی تھے۔ کشن نگلان کا وطن تھا۔
کلکتہ میں رہتے تھے۔ اگرچہ شعر کم کہتے تھے مگر جو کچھ کہتے تھے اچھا کہتے تھے سنہ ۱۲۸۲ھ
ہجری میں انتقال کیا ۵

جو قطرہ خوں کا مرے دل کے داغ سے چٹکا
تو گویا شعلہ تر اک چراغ سے چٹکا
چھاتی اٹھی تری دلِ خلیق کا خُش نہ ہوا
شکرِ شجرِ حسنِ برومند ہوا
ضبطِ نالہ باعثِ چاکِ گریب باں ہو گیا
کام یوں دستِ جنوں کا اپنے آساں ہو گیا

آشوب (آشوب) میرزا داؤد علی خاں خلف میر روشن علی فروغ۔ شاگرد میر نظام الدین منون۔ ساکن
شاہجہاں آباد۔ ساداتِ عظام بارہ سے تھے۔ خوش خلق اور روشن ضمیری کے سبب ہمسروں
میں ہر دل غزنی تھے اپنے استاد کی طرز پر اس طرح سخن طرازی کرتے تھے۔ کہ بعض لوگوں کو استاد کے کلام
کا دھوکا گزرتا تھا۔ سنہ ۱۲۸۲ھ میں عالم شباب تھا۔ بعد کی خبر نہیں۔ یہ انکا کلام ہے ۵

گنہ کے بوجھ سے عیشِ تنکِ نہنچ کے
اُسی میں پردہ رہا ہم گناہ گاروں کا
نہ آنویری بالیں پہ تماشہ جذبہ دل کا
دکھا دوں گا تجھے گر آپ میں میں بھی کھجواں

<p>شوخی سے اک چراغ کو اس نے بجھا دیا اُسکے ہنگامہ رفتار نے سونے نہ دیا استخوان پر ہے گاس میرے ہلکا دم کا ہائے اپنا بھی ہوا اس سے پھر آنا شکل کس قدر ذوق تمیدن سے پیشاں ہوں میں ہائے کتنا شبِ جبراس میں پریشاں ہوں میں دشمن میرے دونو ہیں قاتل میرے دونو ہیں</p>	<p>بوجھا جو شینے یار سے انجام سوزِ عشق کوئی دم خاک میں ہم خاک کے آسودہ کو ناوکِ غم سے چھنیاں تک تن اس ناکام کا دل کو سمجھے تھے کہ اس بزم سے لے آئی گئے پاس آلو دگی دامن قاتل نہ کیا دل کیس ویدہ کیس صبر کیس تاب کیس یہ ویدہ دل اس پر اٹل میرے دونو ہیں</p>
---	--

آشوب

(آشوب) قبلہ و کعبہ مغلی و مہتمی عالی جناب راے بہادر ماسٹر پیارے لال صاحب -
راقم تذکرہ کے عزمِ نادر ہیں سہ ماہیہ میں بمقامِ دہلی جو تین سو برس سے بزرگوں کا مسکن ہے پیدا ہوئے
ان کے جدِ امجد راے بال مکند و راے سیتا رام مرہٹوں کے عہد میں عہدہ ہائے حلیہ پر متنازع
رہے۔ خاندانی سببی سلسلہ شہنشاہِ اکبر کے مشہور وزیر راجہ ٹوڈر مال تک پہنچتا ہے۔ جھکے آئین
و قوانین دربارہ اہل گزاری آج تک دستور العمل چلے آتے ہیں۔ پُرانے دہلی کا بچ کے برگزیدہ
متعلموں سے ہیں۔ آپ ٹنڈن فریقہ کے کتبی اور آنگر شش گوتر سے ہیں۔
ریاضی کے مشہور پروفیسر ماسٹر امجد اور مولانا صاحبانی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ کتب علم اور حصول
کمال کے شوق نے مرزا غالب کی خدمت میں بھی پہنچایا تھا۔ راے بہادر ماسٹر صاحب مرزا
غالب مرحوم کی پہلی ملاقات کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں کہ جب ہم گوڑگانوسے میں ریڈ ماسٹر تھے
تو وہاں کے اسٹنٹ کسٹمر کو دان صاحب ہلا کی تبدیلی کا موقع پیش آیا صاحب موصوف
ہمارے حال پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے انکی مفارقت کے متعلق جو خطہ قرار پایا اس میں لوگوں
کی راے ہوئی کہ صاحب موصوف کو کوئی چیز بطور یادگار نفع دینی چاہئے چنانچہ کمیٹی کی راے
سے چاندی کا ایک قلمدان تجویز ہوا۔ اور اس قلمدان پر کوئی شعر بھی کندہ کرادینا قرار پایا۔ راے صاحب
فرماتے ہیں کہ اس وقت تک مرزا صاحب سے ہمیں خاص تعارف نہ تھا۔ ہم اس شعر کے واسطے

اپنے ایک دوست کے ساتھ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی وقت سے روز افزوں تعارف کی بنیاد پڑی۔ مرزا صاحب نے قلمدان کے واسطے جو قطعہ روزوں فرمایا وہ یہ ہے۔

گوڑگانویں کی ہے جتنی رعیت وہ یک قلم سو یہ نیکر فردوز قلمدان تدر ہے	عاشق ہے اپنے حاکم عادل کے نام کی مستز کو آن صاحب عالی مقام کی ہا
---	---

مرزا صاحب کو جو محبت راے صاحب سے تھی اہلکی شہادت اوردے سہلی کے چند رقوں سے ملتی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۲۶۶ء میں ایک لاڈ صاحب لفٹنگ گورنر پنجاب نے دہلی میں دربار کیا۔ اور سب معمول مرزا صاحب بھی اُس دربار میں شریک ہوئے۔ مرزا صاحب پوجہ ضمیمہ کسی سہارے کہ بغیر چل پھر نہیں سکتے تھے۔ راے صاحب بھی اس دربار میں شریک تھے ایسے موقع پر مرزا صاحب کو سہارا دینے کے لئے راے صاحب ہمراہ ہو گئے۔ ایک لاڈ صاحب لفٹنگ گورنر نے مرزا صاحب سے پوچھا کیا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ مرزا صاحب نے جواب میں کہا نہیں گو بیٹے سے زیادہ عزیز ہے۔ راے صاحب جب دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ کبھی اتفاق سے جانے میں دیر ہو جاتی تو بار بار مرزا صاحب ایک نہ ایک شکر کھرا رہے صاحب کے پاس بھیج دیتے جس کا مضمون حسن طلب ہوتا۔ چنانچہ ایک شعر جناب کو اب تک یاد ہے شعر

آج یکشنبہ کا دن ہے آؤ گے	یا فقط رستہ ہمیں بتلاؤ گے
--------------------------	---------------------------

دہلی کالج کے نہم درجے طے کر کے ۱۲۵۷ء میں نکلسن علم کے لئے اگرہ کالج میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے سند حاصل کرنے کے بعد ۱۲۵۸ء میں بریلی جا کر سرکاری ملازمت اختیار کی۔ مگر ایک سال کے بعد پنجاب چلے آئے۔ تھوڑے عرصے تک گوڑگانویں اور دہلی میں سیدنا ستر رہے۔ ۱۲۵۹ء میں دہلی سے تبدیلی کے وقت جو سپاس نامہ اہل شہر کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہوا اس سے اُس خلوص و عقیدت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کو آپ کی ذات خاص

کے ساتھ تھی۔ حضرت غلب مرحوم نے جو فقرہ اُس کا غڈ پر اپنے دستخط کے نیچے لکھا تھا وہ قابلِ ذکر ہے آپ لکھتے ہیں ”باو پیارے لال کی مسافرت کا جو رنج مجھے ہوا ہے وہ میرا ہی جی جانتا ہے بس اب میں نے جانا گدہلی میں میرا کوئی نہیں رہا“۔

آپ نے لاہور میں اگر شہرۂ تعلیم کی کوریٹر کے تازک عہدے کے فرائض کو ۱۵-۱۶-برس تک نہایت بیدار مغزی-چوشیاری-لیاقت اور دیانت سے انجام دیا۔ انہیں خدمات کے صلے میں جب ہندوستانیوں کو عہدہ انسپکٹری مارس ملنے کی تجویز سرکار سے منظور ہوئی تو آپ ہی سب سے اول اُس عہدہ گرامی کے واسطے منتخب ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۵ء تک کابل بارہ برس دہلی اور جالندھر میں اس عہدہ کا کام انجام دیا ۱۸۹۳ء میں آپ ہی نے دہلی ایڈمرسی سوسائٹی کی بنیاد ڈالی اور ایک عرصے تک اُس کے سکریٹری رہے۔ اور متعدد دلچسپ علمی اور تاریخی مضامین پردے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں کئی برس تک سرکاری اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ حکام وقت کی نگاہوں میں اپنی اعلیٰ قابلیت اور حسن خدمت کے لحاظ سے ہمیشہ موقر و ممتاز رہے خاص کر میجر فلر صاحب اور سائمن صاحب ڈائریکٹر شہرۂ تعلیم پنجاب تو آپ سے نہایت مانوس تھے۔ میجر فلر صاحب عربی فارسی اردو کے خوب ماہر تھے۔ گلگتہ یونیورسٹی سے جو سرشہ تعلیم کے متعلق سالانہ سوالات آیا کرتے تھے اُن کے جواب میجر فلر صاحب خود لکھا کرتے اور اُن میں اکثر اسے ہمارے صاحب سے مدد لیتے تھے۔ ایک مرتبہ گلگتہ یونیورسٹی سے یہ سوال آیا کہ مسیح و معنی عبارت میں کیا فرق ہے مع مثال بیان کرو۔ حسب معمول یہ سوال بھی اسے صاحب کے پاس بھیجا۔ اسے صاحب نے یہ سوال مجسٹریٹز غالب کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے اس کا جواب مع مثال نظم میں لکھ کر دیا جس کا اخیر شعر یہ تھا

تحریر ہے یہ غالب بزرگاں پرست کی | تاریخ اس کی آج نویں ہے گشت کی

شمس العابدی پرنس مولوی محمد حسین آزاد اور شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی آپ کی دہر سے اپنے ابتدائی زمانے میں بہت کچھ فروغ پا چکے ہیں۔ بلکہ ایسا ہے کہ مولانا حالی کو نچرل شاعری کا شوق اور خیال

آپ ہی کی صحبت میں بڑا اور آپ ہی کی مدد سے بہت کچھ کامیابی حاصل کی ۔
 مغلی ہجرتی جناب عمومی راے صاحب بہادر نے اگرچہ نظم و نثر دونوں میں بہت کچھ لکھا ہے
 مگر افسوس ہے کہ اپنے کلام کی ترتیب و تدوین نہیں فرمائی۔ اس کی وجہ اہم مشغل سرکاری کے
 علاوہ یہ بھی ہے کہ آپ نے مدت ہوئی کہ اپنے دل سے اس قسم کے خیالات قصدِ نمود کر دئے
 ہیں۔ اور جب کبھی اس طرک توجہ تھی، اس وقت بھی محض تفنناً نہ کہ شاعر بننے کی غرض سے کچھ کہہ دیا
 کرتے تھے۔ شاعری کی ابتک کتب ہی سے ہو گئی تھی ان کے ہم کتب ہم عمر شخص بہ طرب ایک
 مرتبہ ایک غزل لکھ کر لائے اُس میں خاکے کا ایک فائدہ سیر کیا دعویٰ تھا کہ ایسا کوئی کہے تو
 جانیں۔ راے صاحب کی خلقی طبعی اور ذہانت میں اس وقت ایک خاص حرکت ہوئی آپ نے
 اُسی وقت چند شعرا کی ایک فافٹے میں کہہ ڈالے اسکے فیصلہ کے واسطے حضرت مصبا کی
 چھوٹے بیٹے عبدالکریم سوز کے پاس وہ شعر لے گئے انہوں نے بہت داد دی بلکہ اپنی طرف سے
 کچھ اور شعر بڑا کر راے صاحب کی غزل پوری کر دی کہا کہ اب مشاعرے میں جا کر یہ صرک پڑھ دو۔
 آپ ہی نے قلم سے بھی آشوب لکھ دیا۔ اب تو اپنے اُستاد کی شفقت اور خداوندِ طبع کی بدولت
 بروز مشق بڑھتی گئی۔ افسوس ہے کہ بندہ کے از حد اصرار پر بھی جناب راے بہادر نے اپنے
 اشعار گہر بار سے اس تذکرے کو افتخار نہ بخشا۔ نہ وہ بیاض ہی ملی جس میں کبھی کبھی اشعار لکھ دیا
 کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف اور ترجمہ کی ہوئی کتابوں میں سے چند کتابوں کے نام اس جگہ
 لکھے جاتے ہیں +

رسوم ہند کے پہلے تین باب۔ قصص ہند حصہ اول دسوم۔ اردو کی تیسری کتاب
 ترجمہ تاریخ انگلستان کلاں رسالہ التالیق پنجاب کے اکثر مضامین۔ ترجمہ دربار قیصری ۱۸۸۷ء مولفہ مشرطیل
 اس شہستہ و با محاورہ بلکہ جہتہ و دل آویز ترجمہ کے حلقہ میں جناب نواب گوہر جہل آباد رکیٹر سے
 ایک نمونہ اور ایک جلد طلاء و نکتہ مرحمت ہوئی ۱۸۹۲ء سے پنجاب یونیورسٹی کے فیلو ہیں۔
 ۱۸۹۲ء میں راے بہادری کا خطاب سرکار سے ملا ۱۸۹۵ء میں کامل ۳۸ سال کی ملازمت کے

بعد نشین لیکر کاہے لاہور گکا ہے دہلی رہے گراب مدت سے اپنے وطن بالوہ میں سکونت پذیر ہیں
 آپ کے حسن اخلاق دہلی میں ضرب المثل ہیں۔ جب بات کرتے ہیں تو اس طرح خندہ پیشانی اور
 خوش بیانی سے تکلم ہوتے ہیں کہ دشمن کا دل بھی موہ لیتے ہیں۔ ہر ایک کا خیر میں جھک پڑنا
 آپ کا دیرہ ہے۔ اور ہر شخص کی مصیبت میں ہمدردی فرمانا آپ کا قدیمی شیوہ۔ ہندو آپ کو
 دھونتا اور مسلمان ولی کامل کے نقطہ خطاب کرتے ہیں۔ اگر کوئی دشمن بھی صلاح مانگتا ہے تو گو
 اُن کے حق میں وہ خود معز ہو مگر یہ کبھی بُری صلاح نہیں دیتے۔ دہلی میں رفعاہ عام اور خاص کر تعلیمی تنظیم
 کے بہت سے کام اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ ہندو کالج دہلی کے ٹرشی اور تنظیم ہیں۔ سینکڑوں
 بے روزگاروں کو روزگار سے لگا دینا۔ بیکاروں کو مناسب حیلہ و کام بتا دینا آپ کی ہمدردی کا
 ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اس فیض رسانی اور انسانی دردمندی کے ساتھ
 خدا تعالیٰ ہمیشہ اُن کو زندہ و سلامت رکھے۔ آمین یا رب العالمین جبکہ چند شعر تذکرہ کئے جاتے ہیں

گر شبنم پاکہ دامن طالسب نہو یا کا	رندوں کی محفلوں میں اُسکا اڑے نہ خاکا
مجنون کو بہنے اپنے مانند خاک دیکھا	گو یا کہ وہ ہمارے تصویر کا ہے خاکا
بتھر پر شکل شیریں فراد نہ بنائی	اور بہنے اپنے دل کچھ نیچا ہے تیر خاکا
اپنا تو سر بھجکے ہے دو طرف کہ اُسکی	تصویر میکہ سے میں اور ہے حرم میں خاکا
آشوب خستہ جاں کو پھر ہے ہوس دیں کی	کل ہی تو اڑ چکا ہے اُس کی گلی میں خاکا
زاہد چھوٹے جو دامن زمان یادہ کش	تو چاہے کئے کئے سے اُسے شست و شو کریں

(آصف) وزیر الملک نواب بھیجی خاں عزت میرزا نانا میں معروف بہ آصف الدولہ بہادر
 فرماں روا لکھنؤ۔ وزیر حضرت شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی۔ نواب شجاع الدولہ صوبہ لکھنؤ
 کے فرزند رستمید اور جانشین تھے۔ ستائیس برس کی عمر میں بمقام فیض آباد مشاعرہ ہجری میں پیشین
 ہوئے کسی نے اس طرح تاریخ جلوس موزوں کی ہے

گشت از پائے آصف الدولہ	رونی مسند وزارت ہند
------------------------	---------------------

نواب آصف الدولہ فن سخن اور جملہ علوم و فنون کے قدر دان تھے۔ ان کا مولد فیض آباد اور مسکن و مدفن لکھنؤ ہے۔ ملک الشعر امزار فیج السودا اوفدا سے سخن جناب امیر اور تیرہ سوڑ۔ انکی حکمرانہ دولت مدار کے مراح و خطیفہ خوار تھے۔ میریز صوفیہ نہیں انکے استاد بھی تھے۔ آصف الدولہ کے زمانہ حکومت میں لکھنؤ نے ہر قسم کی ترقی کی۔ امن و امان اور قدر کمال کی شہرت سن سن کر اکثر امرا۔ خرفا و کلائے دہلی وہاں چلے گئے۔ نواب محمود کو تیر اندازی میں کمال حاصل تھا اور شکار کے بڑے شوقین تھے سچ ہے۔

شہاں را ضرور است مشق شکار	کہ آید پے نصیب د لہا بکار
---------------------------	---------------------------

ان کی سخاوت ہندوستان میں حزب الثل ہے۔ چنانچہ مشہور ہے جسے نہ دے مولا اُسے دے آصف الدولہ یہ مثل آج تک زبان زد خاص و عام ہے۔ انکی فیاضی کی عجیب و غریب حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے لاکھ کے دانوں کی بیج بھولے بن کر ایک بڑھیا سے لاکھ روپے میں خرید لی۔ کسی اور موقع پر ایک ضعیف کو اُس کے اُس گمان پر کہ وہ کچے لوسہ کی تلوار کو پاس سمجھتی تھی اُس تلوار کے ہم وزن سونا دلادیا۔ غربا کی پرورش اور اہل کمال کی قدر افزائی کی تھی تھی تجویز کیا نکالا کرتے تھے۔ داد و بخش کو بمنزلہ ضروریات زندگی سمجھتے تھے۔ ان کا اردو زبان پہ بڑا احسان ہے کہ اُس کے منشا و مرکز (دہلی) پر تباہی آنے کے وقت اہل کمال کی دستگیری فرمائی۔

اور فکر معاش سے آزاد کر کے زور طبع دکھانے کا موقع دیا۔ میر مغفور کی بے اعتنائیوں کا بڑا غنا اور ارکان ریاست سے زیادہ اُن کی توقیر کرتے رہنا خاص سرداری اور بچی قدر دانی کی شان تھی فیض آباد کی سکونت ترک کر کے لکھنؤ کو دارالامارہ بنایا اور اُسے بہت کچھ رونق دی۔ لکھنؤ کا بڑا امام باڑہ جو فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے قحط کے امدادی کام کی پہلی مثال ہے۔ انکی فیاضی اور دیادلی کا یہ عالم تھا کہ جو کمال لکھنؤ پہنچ کر بار بار بربھوتا تھا پھر اسکا جی وہاں سے نکلنے کو بچا ہوتا تھا۔

انکے کلام میں اپنے استاد میر سوز کی سی سادگی و دروغ نایاں ہے۔ خیال سہرا ہے زبان پاکیزہ۔ لکھنؤ کے شاہی کتب خانہ میں ان کا دیوان موجود تھا۔ علامہ جہی مطابق علامہ عیسٰی کیون کے

تک فیاضی و نیک نامی کا چشمہ جاری رکھ کر حوض کوثر کی سیر کو سدھارے۔ فیاضی میں حاتم سے بڑ کر اور سخاوت و ہر پروری میں اسلاف کے زیادہ نام پایا نواب وزیر علی خاں اسکے بیٹے جو ایک حرم کے بطن سے تھے جانشین ہوئے مگر چند ماہ بعد انہیں اپنے چچا نواب سعادت علی خاں کے لئے مسند خالی کرنی پڑی۔

<p>بڑی شکوہ سے جاتا ہے متاقلہ دل کا یا ڈر مجھے یہ ہے کہ میں کچھ نہیں کتا کتاب ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش وہ قبر سے نکل آئے گا میرا ذمہ جب مرنے لگی بلبل شور یہ قفس میں صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا کل ہنس کے بولانا لالہ بلبل یہ یوں پتنگ رورو کے یہ جواب دیا عندلیب نے ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی پروانہ کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام فریاد و آہ و نالہ ہلا کس کئے کرے گھل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر میں آہ آہ و نالہ نہ کیچنوں تو کیسا کروں جہاں تیغ اُس کی علم دیکھتے ہیں جو جہلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں گزرتے ہیں سو سو خیال اپنے دل میں</p>	<p>چپکے گا رُور و کس کس کے معاملہ دل کا یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کتا ظاہر میں یہ کتا ہے کہ میں کچھ نہیں کتا ذرا تو فائنمہ پڑھ چل کے تاکجا دسوا س ہلک اسکی روح تو خوش ہو نہ دل میں لاؤ کس آصف یہ ہی کہتے تھے بہ تکرار دم زب ہلک جا کے دکھا لا بے مجھے گلزار دم زرع کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہیں نازِ شمع انصاف دل میں کچھ بوا سے دل نگار شمع گر ہے پتنگ سوختہ جاں بقیرا شمع جینا بغیر یار کے ہے تنگ و عارِ شمع بیختے ہوئے پتنگ راہم کن را شمع تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شمارِ شمع جلتی ہیں غم سے میری گیس شل تا شمع دماں اپنا ہم سر قلم دیکھتے ہیں خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہیں</p>
---	--

تو کی گئی میں شب درو آصف	تاش خدائی کا ہم دیکھتے ہیں
ایک دن یار سے یہ سینے کا	اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنس کے کہنے لگا کہ آصف	یہی کہہ کہہ کے لاکھوں جاں سے گئے
نواپنے شیعہ جو روح جفا سے کیوں گزرے	تری بلا سے میرا دم رہے رہے نہ رہے
قر کو ہوتا ہے ہر ماہ میں کمال نفا	ترے بھی حسن کا عالم ہے ہے نہ ہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے	پر ہم کو چاہئے کہ نگ و دو گلی رہے

آصف

(آصف) اعلیٰ حضرت بندگان عالی کیوں خدام داراشم نوشیرواں محدث سکندر شوکت عالم خان خوشنویس شید عظیم میر سید اقبال زیندہ تخت اجلال حضور پرنور رستم دوراں افلاطون زماں فلک باگاہ سپلا مظفر الملک فتح جنگ نہر رائیں نواب میر محبوب علی خاں بیاد نظام الملک آصف جاہ سادس جی سی۔ ایس۔ آئی جی سی۔ بی شاہ و کن خداوند ملک و سلطنت)۔

آپ ۱۸ اگست ۱۸۶۶ء کو عالم وجود میں جلوہ افروز۔ اور ۲۶ فروری ۱۸۶۹ء کو کچھ کم تین برس کی عمر میں مسند آراے سلطنت ہوئے۔ آپ نواب قمر الدین خاں آصف جاہ اول کے وارث اور جانشین ہیں جو اولاً شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی افواج میں ایک بہت ہی بڑے ممتاز اور سربراہان و افسر تھے اُن کا نسب سلسلہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ نواب قمر الدین خاں آصف جاہ ۱۸۶۳ء میں محمد شاہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے صوبہ واری کن کے منصب جلیلہ پر مامور و نظام الملک کے خطاب سے ممتاز ہوئے تھے ۱۸۶۷ء میں حضرت مدوح ہرگز اسے عالم بقا ہوئے۔ اُس وقت چونکہ اُنکے خلف اکبر نواب غازی الدین خاں دربارِ ملی میں وزارت کے عہدے پر مشغول تھے اس وجہ سے آصف جاہ کے دو سر فرزند نام جنگ مسند آراے ریاست ہوئے۔ نواب غازی الدین خاں کے بعد گو اُنکے بھتیجے نواب مظفر جنگ خاں نے مسٹر ڈپلے فرانسیسی گورنر کی حمایت سے صوبہ دارمی دکن کا دعویٰ کیا مگر اپنی مراد کو نہ پہنچے۔ نواب ناصر جنگ انگریزوں کی مدد سے صوبہ دار ہو گئے۔ لیکن جب دو سر ہی برس نواب

تھر جنگ کو باغی چٹانوں نے قتل کر ڈالا تو نواب مظفر جنگ فرانسیسیوں کی اعانت حیدر آبادوں کے
 بے کھٹکے صوبہ دار ہو گئے انہوں نے پانڈی جڑی کے قریب فرانسیسی گورنر کو ایک قطعہ ملک دیا اور ضلع
 مجھلی ٹپن عطا فرمایا۔ نواب مظفر جنگ ایک فوجی بغاوت میں شہید ہوئے۔ چونکہ انکا اکوٹا میٹا باغ تھا اس لیے جنگ نواب
 صلابت جنگ جو آصف جاہ کثیر سے فرزند تھا فرانسیسی انزل وجہ سے نڈنشین ہوئے انہوں نے فرانسیسیوں
 کی امدادی فوج کی تنخواہ وغیرہ کے نام سے شمالی سرکار کے کئی اضلاع انکے نام لکھ گئے۔ اور اسکے علاوہ انکے ساتھ بہت
 کچھ مراعات کیں۔ ۱۷۵۷ء میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ شروع ہوئی تو انگریزی فوج
 نے فرانسیسیوں کو شمالی سرکار سے نکال دیا۔ نواب صلابت جنگ اولاً انگریزوں کی مخالفت پر
 آمادہ ہوئے مگر ۱۷۵۹ء میں ایک معاہدے کے رو سے انہوں نے انگریزوں کو مجھلی ٹپن اور
 دیگر اضلاع جن کا قبضہ سات سو مربع میل تھا بطور انعام کے مرحمت کر دیا اور اپنے ملک سے
 فرانسیسیوں کے نکال دینے کا وعدہ کیا۔ نواب صلابت جنگ کے بعد انکے بھائی نواب
 نظام علی دارش مندریاست ہوئے انکے اور انگریزوں کے مابین ایک عہد نامہ ہوا جس کی رو سے
 بعض اضلاع کے عوض برٹش گورنمنٹ نے نظام سے عند الضرورت فوجی اعانت کا وعدہ کیا۔ اور
 نظام نے بھی انگریزوں کو اسی قسم کی مدد دینی منظور فرمائی۔ بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے
 کہ عہد نامہ منسوخ ہو گیا۔ سر جان شور صاحب کے زمانے میں جب نظام کو مرہٹوں کے خلاف فوجی
 کمک کی ضرورت ہوئی اور گورنمنٹ ہند نے اس سے انکار کیا تو نواب نظام نے فرانسیسی
 افسروں کی سرگودھی میں ایک فوج قائم کی اور انگریزی فوج کو برخاست کر دیا۔ مگر جب نواب نظام علی کے
 بیٹے علی جاہ نے بغاوت کی تو انہوں نے گورنمنٹ انگلشیہ سے پھر مدد و فوج کی واپسی کی دھڑا
 کی۔ ۱۷۶۰ء کے عہد نامے کی رو سے امدادی فوج مستقل طور سے قائم ہو گئی۔ تیسرے سلطان کے
 مقابلے میں نظام نے سرکار کپہنی کی فوج اور روپیہ سے امداد کی اور فتوحات میں سے ایک نمٹ
 حصہ پایا۔ ۱۷۶۱ء میں نظام علی نے انتقال کیا اور انکے بیٹے سکندر جاہ مستر حکومت پر تکیں پڑے
 چوبیس سال کی حکومت کے بعد یہ بھی سبکرا سے عالم جاوہانی ہوئے اور ۱۷۶۲ء میں انکے بیٹے نواب

ناصر الدولہ نے مندریاست کو زینت دی۔ انکے زمانے میں معاون فوج کے مصارف کی بابت انگریزوں کو برابر کے اضلاع دھاریو اور ایچور دو آب سپرد کئے گئے۔ نواب اصر الدولہ نے ۱۷۷۷ء میں رحلت کی اور انکے خلف اکبر نواب افضل الدولہ مسند نشین ہوئے۔ اس زمانہ میں نواب سرالاجنگ اول دارالمہام ریاست تھے۔ بلوائیوں نے رزٹینسی پر حملہ کیا۔ گورنر سلا جنگ کی بیدار مغزی اور عالی دماغی کام آئی۔ اور اس نازک وقت میں انہوں نے ہر طرح سے سرکار انگریزی کی اعانت کی اور امن و امان قائم رکھا۔ نظام افضل الدولہ نے جن گورنمنٹ نے جی سی۔ لیج آئی۔ کا خطاب دیا تھا۔ ۲۶۔ فروری ۱۷۷۹ء کو چند روزہ علالت کے بعد انتقال فرمایا۔ اور حضو پڑ نواب میر محمد علی خان بہادر آصف جاہ سادس اُنکے اکلوتے فرزند و سادہ آرائے ریاست ہوئے۔ چونکہ اُس وقت ہزہائیس کی عمر تین برس سے زیادہ نہ تھی اسلئے ایک مدبجنسی کے قیام کی ضرورت ہوئی۔ انتظام ریاست کے فرائض سلا جنگ اول و امیر کیرتھس الامرا بہادر کے سپرد ہوئے لیکن فی الحقیقت عنان حکومت سرالاجنگ ہی کے ہاتھیں رہی۔ نوع نظام کی تعلیم تربیت کی نسبت ابتدا ہی سے بے انتہا کوشش ہوئی۔ چنانچہ سرالاجنگ کی رائے کے اتفاق سے اول کپتان جان کلاڑک صاحب جن کو سابق میں انگریزی شاہزادوں کی تعلیمی خدمت سپرد تھی ادھر اُنکے بھائی کپتان کلاڑک صاحب سی۔ آئی۔ اسی۔ ہزہائیس کی تعلیم کی نگرانی پر مامور ہوئے۔ انکے علاوہ انگریزی عربی فارسی۔ اُردو میں تربیت کے لئے برگزیدہ تابعین اور لائق معلم مقرر ہوئے۔ شہساری تیر اندازی۔ نشاندہ بازی۔ کرکیٹ اور دیگر وہ کھیلوں میں ہزہائیس کو باقاعدہ مشق کرائی۔ چنانچہ ہزہائیس نے عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی میں کافی دست گاہ بہم پہنچائی۔ فوٹو گرافی میں بھی مہارت حاصل ہے آپ نے اپنے والد ماجد نواب افضل الدولہ بہادر کے انتقال کے بعد اپنی داوی دلاؤ الفسانیک صاحبہ کے زیر سایہ پرورش پائی یہ بگیم صاحبہ نواب افضل الدولہ بہادر کی زوجہ اور نواب افضل الدولہ کی والدہ تھیں۔ ہزہائیس کو امور سیاسی میں سلا جنگ مغنور سے تعلیم ملی ہے۔ ۸۔ فروری ۱۷۸۳ء کو سرالاجنگ اول نے دنیا سے فانی سے رحلت

کی اور ہمارا جہ نذر پر شاہ صاحب بجلے دارالہمام کو نسل آت کیجنسی کا کام انجام دیتے ہے ہرنائیس کو لارڈ پرین نے ۵۔ زوری سٹیم لکھلے کا کل انتظامی اختیارات ریاست عطا کئے۔ نیز اسی دربار میں آپ نے نواب لائق علیخان صاحب مرسلار جنگ نانی کو عہدہ وزارت سے ممتاز فرمایا۔ زوری سٹیم لکھلے میں اعلیٰ حضرت قیصر ہند کے حضور سے جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب مرحمت ہوا +

ہرنائی نس کے عہد صحت حد میں بہت سی ترقیاں اور اصلاحیں عمل میں آئیں حیدر آباد۔ گلبرگ۔ اورنگ آباد میں مختلف قسم کے کارخانے جاری ہوئے۔ تمام ریاست میں پہلے کی نسبت بہت کچھ ترقی ہوئی۔ آب پاشی کے کاموں میں بھی کافی اصلاحیں ہوئیں۔ جن سے ریاست کے حاصل میں ترقی اور معقول اضافہ ہو گیا۔ چونکہ ہرنائیس تعلیم کے بہت بڑے حامی و مددگار ہیں اس سبب سے تمام ریاست میں جا بجا مختلف مدارس اور کالج قائم ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ رٹو ساؤنڈ دار ریاست کی اولاد کیلئے خاص مدرسے اور مکمل علمی کے لئے ولایت جانے کو نوظائف کا انتظام کیا گیا۔ عورتوں کی طبی تعلیم اور شناختیوں کے قیام سے ایک اشد ضرورت لو کی نہایت فراخ حوصلگی سے پوری کی ہے۔ ہرنائیس نے وقتاً فوقتاً اپنی خیر گالی اور وفاداری کے نمایاں ثبوت دئے ہیں۔ جس نے ہمیشہ سے انکے خاندان والا دو مان کو دولت برطانیہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ ہرنائیس حضور نظام نے مم ممبر کے لئے گورنمنٹ ہند سے اپنی امدادی فوج دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اور اسی قسم کی درخواست آپ نے اُس زمانے میں بھی کی تھی جب کہ روس افغانستان پر حملہ کی جنگی مے رہا تھا۔ اسوقت ہمارا جہ سرکشن پر شاہ بہادر یمن السلطنت آپ کے وزیر اور دارالہمام میں جو ہمارا جہ چند دلال سابق دارالہمام کی نسل میں ہیں۔ حضور نظام کو شکاک کا بہت شوق ہے۔ آپ کا فیاضانہ اور بھانڈا برٹو مشہور نام ہے۔ آپ کے عہد میں صدی مفید نام بلکہ بھٹی قیام نام کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں جنہیں سے فرہنگ آصفیہ مولانا کرمی منشی سید احمد پوری کی دستگیری نے تمام ہندوستان میں حضور نظام کی قدردانی کی حرم جادی۔ اگر یہ لغات صحیح پیتی تو اردو زبان

بلا بلا نقد نامکمل اور ادھوری خیال کی جاتی۔ بلکہ قدیم محاورے تو دنیا سے نابود ہی ہو جاتی حضور
ممدوح نے صرف خریداری اور انعام سے ہی اعانت نہیں فرمائی بلکہ مصنف کا بچا پس روپیہ کا وظیفہ
تاجات مقرر کر دیا۔ اسکے علاوہ تمدن عرب۔ سوانح عمری نواب سرسلاہ جنگ۔ تاریخ وکن۔ وغیرہ بہت سی
قابل قدر کتابیں شائع ہوئیں حضور ہی کی قدردانی کی بدولت حیدر آباد جگہ علوم و فنون اور بالخصوص شاعری کا
مرجع بن رہا ہے۔

حضور نظام اوصاف مذکور الصدر کے علاوہ شعر و سخن سے بھی خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔ اردو زبان
میں آپ کا کلام کیا بلحاظ فصاحت کیا بلحاظ بلاغت و مضمون آفرینی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ آپ کی شاعرانہ
قنایت ایک بادشاہ کثیر الاشغال ہونے کی حیثیت سے معذور قابلِ داد ہے۔ آپ آصف مخلص
فرماتے ہیں۔ نواب فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ دہلوی مرحوم کو آپ کی اُستادی کا شرف حاصل تھا
زبان کے لحاظ سے حضور کے کلام میں مرزا داغ کے کلام سے کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ آپ اپنے اُستاد
سے اکثر مشورہ کلام اسطرح لیا کرتے تھے کہ اپنے دست و قلم سے نزل لکھ کر ایک لفافہ میں بند کر کے
خاص چوبدار کی معرفت اُستاد کے پاس بھیجتے تھے۔ جناب داغ کی عالمگیر شہرت کے ساتھ ساتھ
حضرت آصف کی اُستاد نوازی مشہور نام ہے۔ ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ کے علاوہ سات سو روپیہ
ماہوار کا منصب اُستاد کی صاحبزادی اور نواسے کا مقرر فرمایا جو اب تک بدستور جاری ہے۔ اس قدردانی
کی مثال اب مفقود ہے اسطرح مولانا شبلی نعمانی۔ ملک اشعراکس العلما و بہ الطواف حیمین حالی مولوی
عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی۔ مولانا غلام قادر گرامی مولانا تقیہ دہلوی۔ مولانا قادر بلگرامی حضرت آئیر
مینائی۔ وغیرہ صد ہا کمال عالم و مضیفین نے اس دربار و بار سے دفعیض پایا ہے اور پار ہے ہیں
کہ انہوں رشید اور دہاروں رشید کی علمی قدردانیوں کو پرے بٹھا دیا۔ ہمارے تذکرہ میں اس قدر
نمائش نہیں کہہ اس جلیل القدر۔ علمی قدردان رئیس کا ایک شہ مال بھی حسبِ نخواستہ لکھ سکیں۔
جنوائی نس ہی کے بابرکت عہد میں ریاست میں متعدد رئیس جاری ہونے سے سفر میں تھیں
پیدا ہو گئی ہیں۔ حضور نظام کی آمدنی کل ممالک محدودہ ہند کی ریاستوں سے زیادہ ہے۔ جاگیر داران اور

صرف خاص کے علاوہ تقریباً چار کروڑ سالانہ محاصل ہے۔ اور اقطاع مغوثہ پرار کے علاوہ ریاست دکن کا رقبہ بیانیہ ہزار چھ سو ستاونے میل مربع ہے اور آبادی ایک کروڑ پندرہ لاکھ۔ نظام حیدر آباد کی سلامی ۲۱ ضرب توپ ہے۔ ہزار تیس کے صاحبزادے اور ولی عہد کا نام میر عثمان علیخان ہے جو ۲۱۔ مئی ۱۸۵۷ء کو تولد ہوئے۔ آپ نے اطراف ہند کی خوب سیہ فرمائی ہے دربارِ قیصری ۱۸۵۸ء میں اور جشن تاجپوشی ملک معظم مغوثہ ۱۸۵۳ء میں بھی براقام دہلی رونق افزو ہوئے تھے۔ اب انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

۵

جب تُو ہو اُردو تو خدایا رہ چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ میسار ہو چکا
اب میرا وار روک ترا دار ہو چکا
میسر تو امتحان کئی بار ہو چکا +
کچھ اس میں جان ہے کہ یہ میسار ہو چکا
اُس کی قدرت کا کارک تماشہ تھا
دل ہمارا نہ خفا تھا راتھا
گوئے قاتل میں اک تماشہ تھا
تجپیہ دعویٰ ہے تجپیہ دعویٰ تھا
غیر کے پاس تھے دیکھا تھا
میں ساری خدائی کو گنہ گار کروں گا
محفل میں ہو گیا ہے تماشہ نگاہ کا
دیکھا عجیب شعبہ اُس کی نگاہ کا
اس شرط پر کہ حرف نہ آئے بُناہ کا
یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا

انصاف اپنا ہے بت عینار ہو چکا
بس انتظار و عہد دیدار ہو چکا
کرتا ہوں آہ تیغ نگہ کھا کے لے سنبھل
میں بھی تو آزمائشِ مسرور و فاکروں
پوچھا یہ میرے مردہ پہ اُس بدگمان نے
جس لوہ یا کر کیا کہوں کیا تھا
اب جیسا کہ ہم کو دھوکا تھا
لوٹا تھا کوئی ٹڑپتا تھا
حشر میں بھی کہیں گے تجھے ہم
کہتے ہیں وہ کہے سنے پہ بخاؤ
اسد بچائے کہ یہ کتا ہے وہ کافرہ
دیکھا یہ شعبہ نرمی چشم سیاہ کا
ججسلی بنی کبھی کبھی تلوار بن گئی +
برسوں میں اُس نے مٹنے کا وعدہ کیا ہے کج
کس کو سنو گے کون سا قصہ پسند ہے

کیا مزہ ہے چاہنے والے کو چاہ کا
دزدینا سے چور ہے بڑھ کر نگاہ کا +
لپکا ہے اس کو دید کا چسکا ہے چاہ کا
جس گناہگار کو دیکھا وہ گناہ گار نہ تھا
شمع گھلتی ہی گھلی پروانہ پل میں خاک تھا
سینہ تیروں سے ہے چھلنی تیغ سے دل کپکپا تھا
کیون نہ پیٹے پارسا بھی آبِ دریا پاک تھا
عاشقِ صادق تھا آصف عشق اسکا پاک تھا

یہ اسکے دل سے پوچھ یہ اُسکے جگر سے پوچھ
یہ ہاتھ سے چُرائے تُو وہ آنکھ سے چُرائے
آصف سے بیچنا ہے نہ ہرگز کبھی چھٹے
وہ رے شانِ کربھی ترے صدقے توں
عاشق و معشوق کی دل کی لگی ہیں ہے یہ ذوق
اتنی راہوں پر نہ نکل حسرتِ بسلِ ذرا
فیضِ پیہرِ یکدہ سے پر گیا دریاے کئے
گو نلبا ہر وہ نہ زار تھا نہ وہ تھا متقی

مرغِ دل آپ ترے تیرے توں جوتا
تو نہ ہوتا میرا اندر نگہباز ہوتا
ایک ٹپتا تو مجھے دوسرا رماں ہوتا
آن سے تیغِ کینچی ناز سے خنجر نکلا
جس کو مزا ہو یار کی جھوٹی شراب کا
کس کو دھوئے ہے پارساں کا
چھوٹ جانا لگی لگائی کا +
اس خدائی میں اُس خدائی کا
نقشِ قدم پہ ادھی نقشِ قدم ہوا
دھوکا بڑا مجھے ترے سر کی قسم ہوا
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا
چھپتا ہے کب چھپانے سے چہرِ عتاب کا
خستہ ہے کما کب دل دیوانہ کسی کا

اے کماندار تجھے شست کی حاجت کیا
میں سنبھلتا نہ رہ عشق میں کیا لے اصح
بے تندرستی کہیں عشق میں ہوتی ہے
مار رکھنے کے یہ انداز نکالے تم نے
وہ تشنہ کا مچھ لپک نہ پیا کرے
پوچھتی ہے وہ زگر کس محمور
کھیل ہے دل لگی ہے کیا ناصح
ذکرِ محشرِ عیث ہے لے واعظ
وہ نقشِ پاٹے غیر مٹاتے ہوئے چلے
ایسا لگان تجھ پر نہ تھا اے وفا شعار
فریاد ہے سبب تو نہیں داد خواہ کی
ہوتا جلا ہے رنگِ گلایہ نقاب کا
جس بات کی دھن بند گئی وہ کرچی چھوچی

<p>عالم کی زبانوں پہ ہے افسانہ کیسیکا مسجد نہ کیسیکی ہے نہ بتخانہ کیسیکا احسان نہ لے بہت مردانہ کیسیکا</p>	<p>اللہ سے سجاہل تجھے اب تک نہیں معلوم دعوئے ہے غلط شیخ دبر بہن یہ تمہارا آصف کا یہ ہے قول سینے صاحبِ غیرت</p>
<p>شورِ محشر میں ہو دھوائی کا پاس ہے عیش کبریائی کا</p>	<p>میں اگر غم کوں جہائی کا نالہ کیا لب تک آکے رہ جاتا</p>
<p>دل کو ارمان نہ تھا جان کو آزار نہ تھا دل پہ جب ہاتھ رکھا تھنے تو آزار نہ تھا میں خطا وار تھا قاصد تو خطا وار نہ تھا میں ترے جور و ستم کے بھی سزاوار نہ تھا بچ گیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیار نہ تھا اُس کو محفل میں کیسیکا بھی کوئی یار نہ تھا دل تو آزار دہا میسرا گرفتار نہ تھا جا کے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تھا دوستو لینا خبر میسرا دل مضطرب گیا دل میں زہرِ عشق آخر کام اپنا کر گیا دل دیکھتے ہی اُن کا خریدار ہو گیا اسنے جب رکھا قدم پھر لاکھ کا گھر خاک تھا اب میسرا اُس کو دیکھا جو کبھی شفاک تھا لہلہاتا سبز ہے جس جاخس و خاشاک تھا قریب پر ہے وہ پروانہ شمعِ رو بہ کو شونہی میں ترا محسن بڑھاتی ہے حیا اور</p>	<p>وہ بھی کیا دن تھے ہیں غم سے سرو کا نہ تھا جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تھا ایلی کی بھی کوئی قتل کیا کرتا ہے منصفی سفر ہے شاہانِ کرم غیر ہی تھی کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجھ سے عرصہ حشر کی مانند تھی نفسی نفسی مجاو کیا کوئی چھناٹے کا ازل سے اب تک جنسِ دل دابکے ہم اپنی بھل میں لے آئے زر گس جادو دکھا کے کوئی جادو گر گیا گھٹکتے گھٹکتے عاشقِ بیسار تیرا گیا آئے تھے میرے دل کے خریدار بچکے وہ ہم کہے دیتے ہیں لے دل عشق ہے غانہ آ خبر دیوں کی بھی حالت ایک سی ہوتی نہیں انقلاب دہر کی نیرنگ دکھو تو سہی جلا نے والوں کو اللہ یوں جلاتا ہے تخمین میں شرارت تری دیتی ہے مزہ آور</p>

پردہ انہیں کچھ اس کی ہیں دے گا خدا اور
آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور
درد و الم ہونے سے بچ دمن مبارک
خلعت سے ہوز یادہ اس کو کفن مبارک
آصف تمہیں تمہارا ملک دکن مبارک
کبھے جاتے ہیں ہزاروں جو سلاں اب تک
کیا مرے دل میں دم رہے ترپیکان اب تک
محبت میں بگڑ کر بن گیا دل
مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں
خون بہا دیتے نہیں خون بہا دیتے ہیں
ہوئی آئی ہے کہ چھوٹے کو سزا دیتے ہیں

دزدیدہ نگہ دل کو چڑا کے ہوئی بدنام
میٹھا نہیں کیا لطف نہ کیا مانگے ساتی
جب دل دیا کسی کو تقدیر یہ مچا رہی ہد
کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے
کہتے ہیں ناز سے وہ ہے ملک حسن اپنا
کیا ہے پوشیدہ وہ غار نگاریاں اب تک
گھل کے پانی بھی ہوا بن کے وہ آنسو بھی ہوا
خواب و خستہ ہو کر خوب سنبھلا
ایسے لوگوں میں نہیں ہم چو کیوں اور نہ کریں
ان صہیوں سے کوئی خون کا دعویٰ نہ کرے
لب جان کو کچھائیں گے مزہ وصل کی شب

چار کے طعنے چار کی باتیں
سُن رہا ہوں ہزار کی باتیں
وہ بولے سنتے ہی وہ کیوں ٹوٹا ہو
جو جونی ہو خدا کے روبرو ہو
اُسی میں جان ہوا نہیں ہی تو ہو
خزہ سے نکلے گردل میں لٹو ہو
نہیں کہتے کہتے سحر ہو گئی
کہ یہ بیمار ہو کر بھر غریب آزاد کیسی ہے

دل ندرت اگر تو کیوں سنتا
بے وفا ایک تیری خاطر سے
کہا جب مینے بخیلہ عدو ہو
راہ میں ہوں اور محشر میں تو ہو
تجھے دل میں تو رکھ لوں میں یہ ہے شک
گدا و عشق نے چھوڑا بھی کیا ہے
شب وصل یوں ہی بسر ہو گئی
تمہاری نرگس بیمار بھی تیار کیسی ہے

مینے لکھے اُسے مضمون بھی پیارے
مان لے ان لے کہنے کو ہمارے پیارے

نام برد کیلے خط لفظ میں سارے پیارے
تیرے صدقے ترے قرباں یہ ضد خوب نہیں

سچ ہے پیاروں کی ہر اک بات ہے پیاری ہوتی
 جاں لوجان ہماری بھی گئی ساتھ کے ساتھ
 پایا تراخلاص کی باتوں میں یہ بخشش کیسی
 تا تو اس قلب ہوا ہجر میں تیرے ایسا
 کیوں نہ عشق حسینوں کا ثواب لے و غنما
 سہل ہے بات جو گڑھی کو بگاڑے کوئی
 ابھی کس نہ ہونہ کہتے ہیں کیسے آتا
 کھل گیا مازعدو اس سے یہ کدو آصف

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
 نہیں ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
 پیو بھی پلاؤ بھی اس کا مزا ہے
 مزا ہے یہی بات میں بات نکلے
 نشا نہ بنے دیکھئے کونسا دل
 کریں تیکدہ سے عبث قصد کعبہ
 کہاں جائے انسان ان سے نکل کر
 شب و صبح کس طرح طے ہو یہ جھگڑا
 کو پھر تو کعبہ کے ذکر عید پر
 یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
 بہت دور ہے منزل رستے دل
 کوئی بے وفاؤں کے دم میں نہ آئے
 ہمارے بھی ہے امتحان میں یہ صفت

بہلوں سے بہلا اور بُروں سے بُرا ہے
 زمانے میں کوئی کسی کا ہوا ہے
 یہ شیشہ بھرا ہے یہ ساغر دھرا ہے
 ادا سے ادا جب منو پھر تو کیا ہے
 یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے
 یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے
 زمیں فتنہ گر ہے فلک فتنہ زار ہے
 نہ تم اتنے ہونہ دل انا ہے
 نہیں ہم تو واقف خدا یا ناسا ہے
 جہنم میں بھی اک طرح کا مزا ہے
 جو یہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے
 محبت جو کی تھی یہ اُسکی سزا ہے
 لگا نا ہی دل کا سدا رخصتا ہے

رات تڑپتے کٹی چیں نہیں دن کو بھی +
 ازل کے روز سے اک لاگ حسن خوش ہرچ
 نہ ان کا قول ہے میری بلائے تجھے
 نیا ہوتا ہر اک نام میں نزاکت ہو
 تجھ کو دل دے کے اپنی رسوائی
 پھر کہاں جائیں گے الہی ہم +
 بت کرے میں جو دیکھی ہے صورت
 غریب جتنی جفا ہو سب اٹھانی چاہئے
 تشنہ ہوں شراب ارغوانی چاہئے
 دایم وقت دے گئے وہ اپنے چھلے کے خوش
 رفتہ رفتہ دن مصیبت کے گزر رہی جا بیگے
 تیسوں روز سے ہو چکے خدمت ہوا مہیام
 صدے بیاں کیا ہوں شب انتظار کے
 دل میں ہمارے ایک صنم پر وہ دار ہے
 بیتاب دل کے ہاتھ سے ہی میری لاش بھی
 یہ عرصہ گاہ حشر ہی محفل نہیں تھی
 آجکل ہمنے زمانے کی یہ حالت دیکھی
 غم کو نین بھی کھاکر نہیں سیری لے دل
 ایک ہی جام پلا کر جو کرے اپنا سا
 رخصت کے وقت لٹے اس انداز کے نار
 مزاجاں ہو تئیں جب تئیں سے کچھ نہوا

دل کو مرے اضطراب دیکھیں کب تک ہے
 نہ ہے تصور ہمارا نہ ہے خط اس کی +
 بلائیں اس کی بھی ہوں گر ملے بلا لگی
 ادا ادا سے ادا ہوا ادا ادا ان کی
 وہ ہوئی اب جو عمر بسر ہوئی
 خلد میں بھی اگر بسر نہ ہوئی
 وہ بھلے کو خدا کے گھر نہ ہوئی
 چاہئے جس کو اسے تازہ کانی چاہئے
 ایسے پیار سے کے لئے ایسا ہی پانی چاہئے
 عاشق ہو کر کچھ تو نشانی چاہئے
 ان ہوں کی کیا خدا کی مہربانی چاہئے
 عید کے دن بھی نہ کیا پینی پانی چاہئے
 سو بار چپ ہوا ہوں اجل کو پکار کے
 آئے خیال غیر تو پردہ پکار کے
 اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے
 اغیار لے تو جائیں تجھے اب بھار کے
 ایک کے دل میں مروت نہ محبت دیکھی
 دیکھی دیکھی ارے بھو کے تری نیت دیکھی
 ہمنے یہ پیہ پیہاں ہی میں کراست دیکھی
 اگلوانی لے کے اُس نے کہا دیکھنا مجھے
 مریض مشق کو راس آنگی دوا کس کی

ہزار رنگ سے نیرنگ ہیں ہم زمانے میں	ہوئی ہے شعلہ گر چشم فتنہ زاکسی
(آصف) حکیم سید محمد آصف - حضرت جلال الحسنوی کی شاگردی سے نامور ہیں۔ موجودہ رسالوں میں اکثر کلام شائع ہوتا رہتا ہے اُس سے انکی اسناد علمی خاص معلوم ہوتی ہے طبیعت ہنرور اور زباں صاف ہے۔ انتخاب کلام ملاحظہ ہو ۵	
تاحصوں کے کمنے میں آتا نہیں ہے عجب دلکش مقام کوئے دوست دینا اُسے بیابان عاشق چشم کا پیام نہ پوچھا اے فنیج بت ہے یا خداوہ	ایسوں کو میں دھیمان میں لاتا نہیں جو دہاں جاتا ہے پھر آتا نہیں + آنکھیں سفید ہو گئیں آپکے انگھڑا میں اسے بندہ بھلا کیا جانے کیا ہے
تری بد دعا ہی دعا ہو گئی	کہ بمیا غم کو شفا ہو گئی
(آصفی) مرزا عبدالرحمن بیگ نام ہے حیدر آباد دکن میں قیام ہے۔ اور علامہ مالک بنی اسلمت ہمارا جکشن پر شاد کے شفا خانے میں منشی ہیں۔ یہ انکا کلام ہے ۵	
یہ نہوکل کو لے کے دل میرا یہ بھی اچھا ہو کہ اپنی دعا وعدہ کرتے تو ہو قیامت کا اُسے چھوڑا تو سب نے چھوڑ دیا کیوں جی الفت اسی کو کہتے ہیں ✓ نہ مرنے ہے عاشق نہ ہوتی شفا ہے	اور ہر جہائیں یار کی باتیں کبھی شہر سندھ اثر نہوئی وہ بھی تقدیر سے اگر نہوئی موت بھی اپنی چارہ گر نہوئی مر گئے ہم تمہیں خبر نہوئی الہی عجب یہ مرض لا دوا ہے
(آغا) مرزا آغا جان عرف آغا صاحب - دہلی کے باشندے تھے۔ اصل میں عیسائی تھے مگر اپنے اُستاد سید محمد امین بیچ کش کی ہدایت و تلقین سے مسلمان ہو گئے تھے۔ خوشنویسی میں ایسی مشق بہم پہنچائی تھی کہ سید محمد امین بیچ کش کے شاگردوں میں ان سے بہتر کوئی نہ تھا۔ اخیر دہلی کی ریاست الوری میں ملازم رہے۔ یہ ۱۲۸۵ھ کے ایام خدیز میں یہ دونوں اُستاد شاگردوں کے ہاتھ	

آصف

آصفی

آغا

سے گیلیاں کھا کر اچھی ملک بقاء ہوئے۔ کچھ عرصہ ریاست چھتر میں بھی ملازم رہے تھے وہاں نواب صاحب نے ایک لاکھ روپیہ کے صرف سے ایک نہایت بیش بہا اور قابل قدر گلستاں ان سے لکھوائی۔ پھر الور میں ملازم ہو کر ویسی ہی دوسری گلستاں لکھی۔ یہ دونوں ننھے خوشنظمی اور خوبی نقش و نگار کے باعث مدیم النظم ہیں۔ مجبوراً والی گلستاں مہاراجہ نگل سنگھ مرحوم والی الور نے خرید کر دوران سیاحت پنجاب میں شہداء میں مہاراجہ راجندر سنگھ مغفور والی پٹیالہ کو بطور ہدیہ دیدی تھی۔ دوسرا نسخہ اب تک الور کے کتب خانے کی زینت ہے اس پر متعدد نمایشوں میں تمنج بھی ملا ہے۔ آغا صاحب گاہے گاہے فکر سخن بھی کرتے تھے۔ دوشعر لے بطور ادا کا درجہ تذکرہ کئے جاتے ہیں ۷

کوئی دارا کوئی جم اور کوئی اسکندر بڑا	دل غم سرا پنا ہیں نام نہ اند افسر بڑا
سرخ ہے موبان قاتل آج دکھیا چاہئے	قصد اس قاتل کا اب کس کے بخشوں پڑا

آغا

(آغا) شہر شیریں بیاں میرزا آغا حسین مرحوم اکبر آبادی خلف میرزا علی اعظم۔ میرزا آغا حسین میر علی حسین قیصر مغفور کے حقیق بھائی تھے اور فن سخن میں میرزا حاتم علی بیگ مہر لکھنوی۔ راجہ بلوان سنگھ راجہ۔ مرزا عنایت علی ماہ وغیرہم کے ہم صحبت و ہم مشق رہے۔ شہر خوب کہتے تھے۔ دیوان ریختہ چھپ گیا ہے ۱۲۹۶ھ ہجری میں انتقال کیا۔ کلام صاف۔ بامز اور پلطف

شوق زوروں پہ ہے ضعف دل بہا گھٹا	آؤ میخانے چلیں آئی دُھواں دھاک گھٹا
لندہ لندہ کہ پانچوں میں مبتلا آغا	مئے و معشوق پر پوش گل گلزار گھٹا
کوچہ یار کو دعوے ہے کہ جنت میں ہوں	خدا کہتے ہیں کہ روضہ رضواں کیسا
دل کے آئینہ میں تصویر سہم رکنا ہے	نہیں معلوم کہ آغا ہے سہم کیسا
گلیچین سے دوستی تھی موافق زمانہ تھا	اپنا بھی اس چین میں کبھی آئینہ تھا
دشمن نے یہ دھجیاں اڑائیں	باقی نہیں تار سپر ہن کا
بے سبب زہد نہیں خالق سے جنت مانگا	زہد کے بدلے میں ہے مزدور اجرت مانگا

تیرہ بجتی نے پچھڑا ایک دم مجھ پر مارا۔
 جب تک رہی ہزار زنگیں ٹٹکیا
 بجائے اشک مڑگاں پر اگر قسمت جگر ہوگا
 کتر پروں کو نہ اسے بانی مستم صیت او
 کرے کا قتل مجھ کو یا رکیو نکرو +
 گھٹا آئی ہے بوندیں پڑ رہی ہیں
 اپنے کئے کی آپ مڑا کیوں نہ پائے شمع
 مرنے کی مانگتے ہیں دعائیں خدا سے ہم
 نگاہوں میں اقرار سارے ہوئے ہیں
 سچ ہے کبرے وقت نہیں کوئی کسی کا
 کیا قیسم سے جکو آزاد تم نے
 ابھی منہ موڑ کر نہ جاتا تلو
 ہر کوئی پھرتا ہے اپنے قتل کی تدبیر میں
 کاٹ بڑا کرتی ہے ہے ابرو سے غلامیں
 بوسہ کا نیل عارض جانوں سے دُور ہو
 کیوں دل جلوں کے لب پہ ہیشہ فغاں نو
 قتل کا حکم نہ بے جرم و خطا دے مجھ کو
 جیتے جی کے آشنا ہیں کبھی کسی کا کون ہے
 جانِ جاں تیرے سوار شک میا کون ہے
 وہ آئے سب اسیروں کو آزاد کر گئے
 تیغ نگاہ ناز کلیجے چھپ چھپ گئی +

رنج آگے سے مرے ملتا تو راحت ملتا
 کیا جانے اسکے پاس کہاں کا خزانہ تھا
 ترا احسان میرے حل پر اسے چشم تر ہوگا
 قفس کو توڑ کے اڑ جائیں گے نہ ہم صیاد
 اُٹھے گی ہاتھ سے تلوار کیونکر
 نہ ٹوٹے تو بڑی غصا رکیو نکرو +
 خود کیوں جلے اگر نہ کسی کو جلانے شمع
 تنگ آگئی ہے ہم سے دوا اور دوا سے ہم
 ہم اُن کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں
 لب خشک ہیں اور ویدہ تر دیکھ رہے ہیں
 وہ حسرت سے طوق درمن دیکھتے ہیں
 جان باقی ہے تیرے بسمل میں
 یہ سنئے جو ہر ہیں اسے قاتل تری شمشیر میں
 سینکڑوں بیہم ہوں یہ جو ہر کہاں تو امیں
 دھبنا خدا کرے مہتاباں سے دُور ہو
 ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو
 میرے قاتل کوئی الزام لگا دے مجھ کو
 نام کے اپنے چکا کرتے ہیں اپنا کون ہے
 مار کر ٹھوکر جلادے مجھ کو اس کون ہے
 مجھ پر جو مہربان ہوئے ہر کتر گئے
 جانِ قتیل حسرت قاتل کھل گئی

اچھی صورت چھینو نہیں غمخت کیا ہے | چارون کی ہے نقطِ حسن کی دولت کیا ہے

آغا

(آغا) میرزا آغا حسن لکھنوی - شاگرد میر وزیر علی صبار حوم لکھنوی - ۳۳۳ ہجری تک مرزا علیماں قدر بہادر کے ہاں داروغہ تھے۔ شعر خاصا کہتے تھے۔ عیوب ظاہری سے ان کا کلام پاک و صاف ہے۔ مگر اسی بُرائی ذکر پر چلتے ہیں جو ابتدا سے ایشیائی شعرانے اختیار کر رکھی ہے۔ زبان - بندش ترکیب بیان کے لحاظ سے کلام میں کوئی نقص نہیں ہے۔ مولوی عبدالغفور نسخ اپنے تذکرے میں اس نام اور تخلص کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ آغا حسن ولد مرزا میر لکھنوی شاگرد صبار ۳۳۳ ہجری میں بمقام مکتبہ تجارت کرتے تھے۔ شاید یہی آغا حسن ہوں بلکہ ظن غالب ہے کیسی ہوں گے۔ کیونکہ جس غزل کے اشعار ہم نے آخر میں درج کئے ہیں ان کا مقطع تذکرہ نسخ سے لیا ہے۔

لوٹ لی میری دولت اچانک عجب دل کو تو نے ڈھاکے | ہاں ذرا بھی اُدب تہ کا درتجھ کو خدا کا خوف نہ آیا
بنا دو انگو بالیں سے مری وہ خوف کھا بیٹنگے | سُنا ہے دم ٹھکتا ہے بڑی شکل سے عاشق کا
وصل کی شب یہی کرتا ہوں دعا اے آغا | حشر تک اب نظر آئے نہ سحر کی صورت
تسارے بھرتیں یاد کرتے سب آغا | کوئی تو زیست میں ایسی بھی بات کہ جاتے
ٹھنکا سخت مشکل ہو نہ کیونکر کوئے قاتل سے | تڑپتے ہوں جہاں عاشق ہزاروں مرغِ بیل سے
ترے کوچہ میں اُدھالم نہ میں آنا نہ میں آتا | مگر مجبور ہوں کچھ بس نہیں بیتائی دل سے
تپِ فرت سے الیا ترہ گیا ہے ضعف کے آغا | کہاں کروٹ بدلتا سانس بھی لیتا ہوں ٹھکل سے

آغا

(آغا) مرزا عبدالقادر خاں عرف میرزا آغا جان - تیس سو گنترہ (۱۸۵۷ء) شاگرد حضرت داغ دہلوی - اسکے والد میرزا جان کا بلی الاصل اور مدار المام ریاست سوگنترہ ہیں۔ انتخابِ کلام دیرِ ناظرین ہے۔

آپکی فارسی قابلیت بہت اچھی ہے۔

خاک میں چاہئے والوں کو ملا دیتے ہیں | فتنہ حشر وہ اُٹھتے ہی اُٹھادیتے ہیں
آدمی سن نہیں سکتا ہے کسی کے طعنے | دل میں شمشیر سے یہ زخم سوا کرتے ہیں
ادا ہے کون سی جوروں میں جبرِ دم ٹھکتا ہے | کسی کا فر میں بھی زاہد وہی عالم ٹھکتا ہے

<p>جسے تو دیکھ لیتا ہے اُسی کا دم نکلتا ہے بولے لینے میں کو آپ کو ملتا کیا ہے مگر اس جاں بلبِ غم کا مدا کیا ہے کیا ملا جگو میرے جی کے جلائے والے ہوش جاتے رہے قیامت کے کہتے ہیں یہ مرنے میں جاہست کے کوئی یہ پوچھ دے ترجیحی نظر سے</p>	<p>تری نفوس میں بھی تیرے نسا کا رنگ ہے ظالم بوسہ دینے میں جو پوچھا کہ گزرا کیا ہے ہم بھی اں مانتے ہیں رشک سے حاتم ہو ہاتھ آیا تجھے کیا میرے ستانے والے سُن کے شہرے تمہاری قیامت کے میسے زرخوں پر وہ چھڑک کے نمک جگر تک آئی یہ بر بھی کہ ہر سے</p>
<p>(آغا) منشی عبدالاحد خاں - باشندہ رام پور (روہیلکھنڈ) شاگرد حضرت امیر بنیانی مرحوم - تھیناؤ برس کی عمر ہوگی - سرکار رام پور میں ملازم ہیں - کلام مزیدار ہے طبیعت میں شائستگی ہے اور بیان میں صفائی پائی جاتی ہے کیوں نہ تو آخر میں کس استاد کے خوش چہنیوں میں - کلام حاضر ہے ۵</p>	<p>آغا</p>
<p>خیر اوسم مشاعرہوں کا کیا ہوا طالع ہوا جو غاب میں بیدار کیا ہوا کیا پیاری پیاری شکل مرے دل کی ہے قاتل ہمارے خون میں رنگت دیا کی ہے لینے کو جو پردے سے کوئی ہاتھ نکالے اے موت کھڑی کیا ہے ذرا ہاتھ بٹالے وہ جاتے ہیں ہاتھوں سے کلچے کو بھینچے</p>	<p>دل لے کے پوچھنا کہ دل ناز کیا ہوا تم جاگتے میں آتے تو آنے کا لطف تھا رکھ لوں اسے کلچے میں گراختیا رہو دامن سے چھوٹنے کا نہیں لاکھ دھوئے دل کیا ہے کروں جان بھی میں اُسکے حوالے جانا زور لاکھوں ہیں تھکا جاتا ہے قاتل آئے تھے جو سننے کو فسانہ مرے غم کا</p>
<p>(آغا خان) منشی اسد حسین خاں کاہوری - شاگرد حضرت عزم مرحوم - یہ چارے زمانے کے شاعر ہیں کلام خاصا اور اچھا ہے - ملاحظہ ہو ۵</p>	<p>آغا</p>
<p>کبھی کہنا بھی مان لیتے ہیں چارہ اس کا ابن مریم کیا کریں</p>	<p>نہیں ہر وقت کی غصہ اچھی ہم تو مرتے ہیں کسی مٹاک پر</p>

<p>ہم کو غم کھانے کا دعویٰ تھا مگر صورت ہی سے سوال کو بچانے کے یہ تو خوشی ہے آپ کی بری خوشی نہیں</p>	<p>خود ہمیں کھانے لگا غم کیا کریں دل میں ہمارے جو بے غم جان جائے میں کس طرح کسوں کو مری جان جائیے</p>
<p>(آفاق) میرزا علی الدین خلف سید بہاؤ الدین شاہ سلیمان تخلص بہاؤ لیاہ باشندہ ہٹی کے قزاق داروں میں تھے اصل میں انکا وطن کشر تھا۔ حکیم شہداء علی خاں فراق سے تلمذ رکھتے تھے قدرت اللہ شوق کے تذکرے کی ترتیب کے وقت دکن بھی گئے تھے اور وہاں نواب مشیر الملک کی سرکار میں بعزت و آبرو رہ کر تھے غلام کلام یہ ہے ۵</p>	
<p>تسکین ہوئی دل کو آرام ہوا جی کو بے اُس گل سے گل کے پوین گے جام شراب ہم سینا نہ دینا میں ہر اک مسکے غافل ہاتھ کا اُس کے خط لکھا لایا</p>	<p>وہ راحت جاں میرے پہلو میں جو آٹھیا لالہ کا دل جلا کے کریں گے کباب ہم ہے مرد وہی جو رہے ہر شیار نشہ میں تیرے فاصد میں ہاتھ کے صدقے</p>
<p>(آفاق) مفتی غلام حسین خان - باشندہ بنارس شاعر خاصا کہتے ہیں اور روزوں طبع شاعر ہیں سنا ہے کہ اب جلیل کے شاگرد ہو گئے ہیں کلام درج مذکور ہے ۵</p>	
<p>کہتے ہیں کہ ہم غیر سے بولیں گے ہنسین گے آنکھوں میں بھر کر کرنی ہیں شمع ننگا ہیں ٹھہر کے دیکھ لے بسمل کا ٹوٹا قافل جو پوچھا میں نے کہ تم کو وہاں میں آتی یا خدا کیا ہے جو ہوتی ہے کھٹک سی بار بار گردن میں میری طوق محبت پہنا دیا</p>	<p>تم بزم سے اٹھ جاؤ جو کچھ مانیں جانا نظروں سے وہ جادو کا تماشا نہیں جانا شہید ناز ہی خون بہا سمجھتے ہیں گہر کے بولے کہ کہہ تو رہا نہیں کرتی بھانسنے ہے دل میں جی بھی یاد وہ نگاہ ناز ہے باہیں گلے میں اُسے شب وصال ڈال کے</p>
<p>وہاں محبت سر پکٹا رہا بد</p>	<p>یہاں خوب زندہ نہیں رہی رہا بد</p>
<p>(آفت) میرزا میرزا بیگ ابن مرزا وزیر بیگ ۱۸۵۷ء میں بمقام قصبہ پٹن ضلع اورنگ آباد دکن</p>	

پیدا ہوئے ہائی اسکول اورنگ آباد میں جامعہ انٹرنس ہیک عربی فارسی انگریزی میں تعلیم پارسہ ۱۸۸۲ء
میں ششتر تعلیم میں ملازم ہو گئے آجکل خاص اپنے وطن کے مدرسہ میں مدرس انگریزی ہیں -
ملازمت اختیار کرنے کے بعد شاعری کا شوق بڑھا تھوڑے عرصہ بعد استاد کی ضرورت محسوس ہوئی
تو حکیم مریض امن علی صاحب جلال لکھنوی سے استفادہ کیا۔ اب انکے شاگردوں میں آپ کا نام عزت
سے لیا جاتا ہے۔ مذاق سخن اچھا ہے۔ زبان اور خیالات بھی پاکیزہ ہیں ہنگام اشاعت تذکرہ کچھ
کلام مہول بڑھا اُس میں سے جسد ر اشعار پسند آئے درج تذکرہ کئے جاتے ہیں ۵

دل ادھر آیا ادھر دنیا میں چرچا ہو گیا دیکھئے اب آپ کا کتنا بھی پورا ہو گیا کیا یہ اکبر بوسہ کو بھی منگتا تھا سو بلاؤں میں دل اکیلا تھا جس کو میں آسمان سمجھتا تھا ہائے وہ بھی عجب زمانہ تھا فی الحقیقت ہے ہی لام جانِ دل درد تقدیر نے در بدر پھر لڑ کر خوشش ہیں ہمیں خاک میں ملا کر جہمی دیوار گیسو کو بے زنجیر رکھتے ہیں جو تم نہاؤ تو دل معتبر رہا ہو کہ نہو لگا بھی دو کوئی تعصیر وار ہو کہ نہو	کستہ دراز محبت جلد افشا ہو گیا روکنے پر بولے صبح وصل جانے دیجئے دل کو لے لیتے تم تو اچھا تھا ہجر کا حال پوچھتے کیا ہو میرے ہی دل کا وہ دھول نکلا ابتدا ئے شباب اے آفت اہلِ نثار کہتے ہیں جس عشق کو آزار جاں بٹھلا دیا در پر اُسکے آہر اب نکلی کدورت انکے دل کی سمجھتے ہیں اب کیا قید سے میری چھوٹا بتاؤ وعدہ کی شب انتظار ہو کہ نہو جو تیغِ ماتم میں ملی ہے تو سوچنا کیسا
---	--

چاہتے ہیں ہمدرد واپس تو بیگانے بھی دو ہنس کے وہ فرماتے ہیں اچھا تو ہے بلے بھی دو دل کا دل کو پھر دل دیکھ کر مانے بھی دو	دشمنوں کی دشمنی سے دوست کی ہوتی ہے قدر جب میں کہتا ہوں کہ خیر جان جاتی ہے مری دل لگانے کا لگا کر جرم وہ لیتے ہیں جاں
---	--

خدا یا پڑ ہے دردِ الفت زیادہ
 ہمیں سے ہے تھکاوِ مرادِ زیادہ
 محبت وہاں سے وہی نہیں ہے
 وہ کم کرتے ہیں جس قدر مجھے ملنا
 غضب اُس سنگ کی محشرِ خرامی
 دل اک بوسہ پر دید وافت خوشی سے
 بلائیں بھی وہیں آتی ہیں جس جا نگہ دستی ہے
 یکا یک ہے اگر ہے میر سول کی قیمت اگر کتبہ
 مینے دل دینے میں تھکا رجو کی بولے وہ
 دشنام میں ملا ہیں بوسہ سے بڑے کچلے لطف
 آنکھ اور ہو گئی ہے پڑ کر نگاہِ تجھ پر
 مجاؤں ذات میں بھر جی جاؤں خاک ہو کر
 آیا کی محفل میں دکھا دیں تجھے زاہد
 دھار میں نہیں شبہ کچھ لے قول کے پورے
 تھا عشق سے پہلے ہیں عنت کا بہت پاس

ہے اس رنج میں مجھ کو راحت زیادہ
 تمہیں سے ہے ہمسکو محبت زیادہ
 چھپانے سے ہوتی ہے شہرت زیادہ
 مجھے اُن سے ہوتی ہے الفت زیادہ
 قیامت سے ہے یہ قیامت زیادہ
 نہ آئے گی اب اس سے قیمت زیادہ
 یہ زنجیرِ مصیبت بکیوں کو خوب کستی ہے
 محبت اُس صنم کی جان دیکر بھی تو سستی ہے
 جائیے جائیے بس آپ کی الفت دیکھی
 ہاں گالیاں سنائیے دو چار اور بھی
 دل اور ہو گیا ہے جب سے کہ دل میں تو ہے
 وہ جان کی ہے خواہش یہ دل کی آہ وہ ہے
 اک حورِ اتر آئی ہے گلزارِ ارم سے
 شک دل میں جو آتا ہے تو بس تیری قسم سے
 یہ بات بھی الفت کی بدولت گئی ہم سے

(آفتاب) حضرت فردوس منزل ابو المظفر عالم گوہر شاہ عالم ثانی باؤ شاہ غازی - خلف الرشید
 عزیز منزل عزیز الدین عالم گیر ثانی - ۳۱۰ ہجری قمری قلعہ معلی دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور ۴۴۰ ہجری الاول
 ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۵۹۰ء میں بمقام کھتولی نواح پٹنہ تخت شاہی پر جلوس فرمایا اپنے والد ماجد
 کی وفات کے وقت میرزا عالی گوہر شجاع الدولہ صوبہ اودھ کے ساتھ ملک بنگال پر قبضہ کرنے کی
 نیت سے عظیم آباد کا محاصرہ کئے پڑے تھے۔ والد ماجد کی خبر وفات سُن کر شاہ عالم کے لقب سے
 تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا اودھا۔ پنے خلیفہ اکبر میرزا جہاندار شاہ عن میرزا جواں نعت کو ولیہد

قرار دیکر دار الخلافہ میں بجائے خود نائب مقرر فرمایا۔ اور قلمدان وزارت نواب شجاع الدوکر کو مرحمت کیا۔
 ۱۶۵۵ء مطابق ۶ سال جلوس میں ملک بنگالے۔ بہار۔ اور اوڑیسہ کی دیوانی چھبیل لاکھ روپے سالانہ کے بالعوض تاجران فرنگ کی کمپنی کو عطا فرمائے۔ دس سال یعنی ۱۸۲۷ء تک الہ آباد میں مقیم رہے۔ پھر مہاراجہ مادھو جی سیندھیا کی ترغیب سے دہلی آگئے اور نظام مہام سلطنت مہٹوں کے ہاتھ میں آگیا۔ ۱۸۹۱ء میں کورنگ غلام قادر رہیلے نے اس کا جب تسلیم بادشاہ کی دہلی کے دیوان خاص میں چھاتی پر چڑھ کر آنکھیں نکال لیں۔ اور خاندان شاہی پر بڑی بڑی سختیاں اور زیادتیاں کیں۔ چونکہ ظلم سہزنیس پوتا مہاراجہ پٹیل مادھو جی سیندھیا نے بہت جلد اس تابکار کو اپنے کئے کے پاس بٹھایا اور بادشاہ کو بچہ تخت نشین کر دیا۔ ۱۸۵۰ء میں لارڈ الیک کا دہلی میں تسلط ہو گیا اور فانی املاک کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ اخراجات خاصہ کے نام سے مقرر ہو گیا۔ ۱۸۷۰ء رمضان ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں نوے برس کی عمر پر راجہ ملک بقا ہوئے اُس سال حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اسد سرہ العزیز کے غریب میں دفن ہوئے۔ انتقال کی تاریخ میر نظام الدین منون معروف بہ فخر الشعرا نے برعایت تخلص یہ فرمائی ہے۔

شور بس روئے زمیں سے یہ اٹھا	ہے کون۔ آفتاب سلطنت
-----------------------------	---------------------

مگر قد نور پر یہ تاریخ کند ہے۔

دی آفتاب روئے زمیں بودیش ازل	شد آفتاب زیر زمیں آہ و آہاں
------------------------------	-----------------------------

مزدوس مکان شاہ عالم بادشاہ سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے فن شکر سے کمال اُس تھا۔
 آفتاب تخلص فرماتے تھے۔ سودا۔ میر۔ نصیر۔ انشا۔ اعظم۔ زار۔ ممنون۔ احسان۔ قائم۔
 فراق۔ سب ان کی سرکار کے دعاگو تھے۔ چار دیوان بھی مرتب کئے تھے مگر اب کیا اب ہیں
 شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد کے قول کے بموجب ایک ضخیم قصہ شکر بھی نہایت شستہ
 دلچسپ عبارت میں حضرت کی یادگار ہے۔ اردو کلام کے بعد وہ مرثیہ شرا نوب لکھا جاتا ہے۔

سلطنتِ دہلی کی تباہی کے وقت حضرت شاہِ عالم نے فارسی زبان میں فرمایا تھا ۵

<p>خوب ہی سیدہا بنے گا دیکھ لے سرور چین بعدِ جنون کیون نہ ہوں میں کا زرا نے جنون کچھئے ہدم بھلا کیونکر نہ شکوہ یار کا خسانہ دل کو جلا یا اک نگہ سے اُس نے آہ دیکھ کر کلِ نبض میری یوں لگا کٹنے طیب مرگِ کعبہ میں نہ کراوات کو ضلع تو شیخ اس قدر اضر وہ دل کیوں اندنوں ہے آفتاب چھٹنے کا تو مزایہ ہے کو اور سُنو آئے جو خواب میں بھی وہ یوسف تھا تو پھر</p>	<p>اسکی رعنائی سے توست اپنی رعنائی ملا عشق کی سہکار سے لمبوں ہوائی رلا ہم تو بندے اُسکے ہوں وہ یار ہو غیاث کا ہو جیو یارِ بے بھلا اس چشمِ آتشبار کا کوئی بھی جانبہ ہو ایسا اس آزار کا ڈا ہونڈ جا کر ہر طرف نقشِ قدم دلدار کا دیکھ کر ہوتا ہے تکیہ تنگ دل گلزار کا بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سُنو اے آفتابِ دولت دیدار تجھئے</p>
--	---

<p>صبح تو جام سے گزرتی ہے قطعہ عاقبت کی غیر خفا جانے مرحہ حادثہ برخواستہ خوار فی ما آفتابِ فلکِ رفعتِ شاہی بودیم چشمِ ماکندہ شد از جورِ فلک بہتر شد داد انفعال بچہ شوکتِ شاہی بر باد کردہ بودیم گناہ ہے کہ سزا بخش ایں بود کردی سی سالِ نفاذت کہ مرادِ ادبیا نازِ نینانِ بچہ چہرہ کہ ہم دم بودیم حقِ خطاں کہ زسی سالِ فراہم کردیم عہدِ دیباں بمیساں ندادہ نمودند خفا</p>	<p>شبِ دل آرام سے گزرتی ہے اب تو آرام سے گزرتی ہے داد بر باد سرورِ برگِ جمانداری ما بر دورِ شامِ زوال آہ یہ کارِ شاہی ما کہ نہ بینم کہ کند غیہ جمانداری ما کیست جزااتِ منزہ کہ کند یاری ما ہست امید کہ بخشند گناہی ما زود تر یافت تلافیِ ستکاری ما نیست جزِ محلِ مبارک یہ پرستاری ما کرد تاراج نمودند سبکاری ما محبساں خوب نمودند وفاداری ما</p>
--	--

قوم افغان و غلیہ ہمہ بانی و لوند آن گدا زاده ہمدان کہ بدونخ بود گل جہ کہ ز مردان بشرارت کم نیست ہم السیار و سلیمان و بدل بیگیس شاہ تیمور کہ دارد سر نسبت بہن مادہ جو جی سیند صیاف ز ندجک بندین راجہ در او زمیندار و امیر و فقیر حال ما گشتہ تبرہ و اماں نیزید بود جان کاہ ز زوال جہاں ہجو قس آصف الدولہ و انگریز کہ دستورن آند آفتاب از فلک امروزی تباہی دیدی	بسکہ گشتہ مجوزہ گرفتاری ما بانی جو دستم شد بدل انگاری ما چہ قدر کرد و کاست بگفتاری ما ہر سہ بستند کہ بہر دل آزاری ما زود بانست کہ بیاید بحد گاری ما ہست مصروف تلافی ستکاری ما حیف باشد کہ ساز ندیم خواری ما کرد قفس بیا زل روزی ما خوار می دفع از فضل الہی شدہ بیاری ما چہ عجب گر نہایند مدد گاری ما باز فرود آید از دھری و خاری ما
---	---

آفریں (اشیخ قلند بخش ساکن ساہیوڑ۔ انکا سلسلہ نسب حضرت امام ابوحنیفہ سے مناسبت ہے۔
اوائل انیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ عروض و صنائع بدائع شعر سے خوب باخبر تھے چنانچہ
ایک رسالہ موسوم بہ تحفۃ الصنائع مرتب کیا تھا۔ جملاصناف سخن منہ قصیدہ۔ مثنوی۔ غزل
پر قادر تھے۔ سن ۱۲۸۵ھ میں جوانی کا عالم تھا۔ کلام کا خلاصہ بھی درج ذیل ہے۔

سناچمن میں تو اب آفریں کہ جوں غنیمہ ہست ہیں گرچہ تمہیں اور ناز کرنے کو	لبوں میں اُسکے نہاں ہے ہمار خندہ گل بُڑے تو ہم بھی نہیں ولی نیاز کرنے کو
---	---

آگاہ (۵) میر حسن علی نام۔ دہلی کے رہنے والے اور بادشاہی قصہ خواں تھے۔ ان کی جو دست طبع
اور جدت ذہن مشہور تھی۔ قصہ خوانی کے علاوہ چند اور فنون میں بھی درک رکھتے تھے۔ قصہ خوانی

۱۱ افغان مراد غلام قادر رہیل ننگ حرام

۱۲ تیمور مراد ازیم شاہ والی کابل پیر احمد شاہ اہلالی کہ خواہر شاہ عالم دکن کی اور دود زان شاہ خواہر زادہ۔ شاہ ہند بود

میں میرا حمد مشہور قصہ خواں کے شاگرد تھے اس کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا بھی شوق تھا میری نیا و الین ضیا کے شاگرد تھے۔ اپنے زمانے کے خوش رو جوانوں میں شمار ہوتے تھے سب سے ایک تک زندہ موجود تھے۔ افسوس کہ ان کا یہ ایک ہی شعر دستیاب ہوا ہے

ہاں تیغ کھینچا ہے بت نازک مزاج تو
مرنے پہ آج یہ بھی گنہ گار گرم ہے

آگاہ (آگاہ) نور خاں نامی۔ قوم کے افغان اور قصہ خوانی کیا کرتے تھے دنیا کے شاگردوں میں تھے زیادہ حال نہیں معلوم ہوا یہ دو شعرا کی طبیعت کا نمونہ ہیں

حلقہ چشم میں کیوں آج ہے دم بابر کا
بے کماں کا ہیں درپیش سفر دکھیں تو
منہ دیکھو اپنا سیکھو بھی رسم چاہ کی
باتیں بنا بنا کے نہ کیجے نب و کی پد

آگاہ (آگاہ) پندت جلالا تاتہ خلعت پندت دالامرام برہمن۔ فارسی شعر بھی کہتے تھے تذکرہ سخن الشعرا مولفہ نسخ کی ترتیب کے وقت آپ کلکتے میں قیام پزیر تھے جسے سنہ ۱۲۹۰ ہجری کا زمانہ سمجھا جائے اس سے زیادہ حال معلوم نہیں ہوا یہ دو شعرا اس تذکرے میں درج تھے وہی نقل کئے جاتے ہیں جن سے طبیعت کی خوبی اور درو ظاہر ہوتا ہے

جان جاتی ہے سڑتا ہوں پڑا
دیکھتے کیا ہوتا شا کیا ہے
تیرا دیدار میسر ہو دے
اس سوا اور تمنا کیا ہے

آگاہ (آگاہ) نواب سید محمد رضا دہلوی معروف بہ احمد میرزا خاں خلعت الصدق سید امیر میرزا ابن نواب معظم الدولہ محمد علی خاں مغفور شاگرد نواب اسد اللہ خاں غالب۔ آپ ۱۲۳۹ھ مطابق سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں بمقام دہلی پیدا ہوئے آپ کے جد امجد نواب روشن الدولہ سید معظم فرج محمد شاہ کے دوران سلطنت میں بخشی گری کے عہدے پر ممتاز تھے۔ ایام غدر تک دو موضع صدر پور و رئیس پور ضلع میرٹھ میں سات ہزار سالانہ آپ کی داوی کی جاگیر میں تھی بعد غدر ضبط سرکار ہوئی

پریشانی غدر میں شدہ تھے وہ جے پور میں پورے اور پھر پرتی مہاراجہ سوامی نام سنگھ کیلئے بنی جے پور میں سکونت پذیر اور سرکار مہاراجہ سوامی جے پور میں بصغر روزینہ دالان منسلک ہوئے حال ہی

سرکارِ فیضان کے دعاگو ہیں۔ گوسن شریف . سال کے قریب تک مگر طبیعت اب بھی جوانی کی آن بان دکھائے جاتی ہے۔ مزاج کی سادگی اور وضع کی پابندی نے شغلِ سخن کو ذریعہ شہرت بنانے کی انہیں اجازت نہ دی۔ آپ نے اپنے واجب الاحترام استاد سے فارسی کی ویچیدہ بندشیں اور نغمہ گفتاری حاصل کرنے کے بجائے خیال کی بلند پروازی اور نشست الفاظ کا سلیقہ ہم پہنچایا اور اُس طرز کو پورا پورا اپنا لیا ہے ۔

جناب محمد سلیم صاحب تہ حضرت تلمیذ اور سید لارڈ مرزا انور کے ہم صحبت ہم مشق رہے ہیں ۷۵ء کے ہنگامہ غدر سے پہلے شہزادہ مرزا نصر سلطان بہادر خلیفہ ظل سبحانی حضرت ابو ظفر کے مصاحب تھے ۔ حضرت آگاہ سے اُس نواح کے لوگوں کو بہت کچھ فیض پہنچا ہے جبکہ وجہ سے علاقہ جے پور میں آپ کا دم نہایت سمجھا جاتا ہے۔ دیوان مرتب ہو چکا ہے مگر شاعرت لکھناں نہیں آیا۔ انتخاب کلام بدیع ناظرین ہے ۔

جموئی شراب اُلکی ہوئی قسمتِ رقیب گھر غیر کا ہو راہ میں یہ بھی مری قسمت اسی کی یاد میں سب عمر بھنے کاٹی ہوتی	اب زہر ہے علاج ہمارے تھار کا لایا تو اُسے جذبِ محبت کا میں تھا جسے خیال ہمارا نہ ایک باٹا یا
---	--

یہ کس کی چشمِ مست کا ساقی آخر ہے آج ابر آگے تو اسے بادہ کشوں تو یہ ہے کسکی جلوہ ہر جانی جب اُسکا ہے دوئی کچھ کیسی کاٹیں گے کس امید پر وقت کا ہم پاڑ الفت عجیب نشے ہے کہ جب کیجئے خیال ایک دم میں فلق بھر مٹا دیتے ہیں خوگر جو رہیں اتنے کہ دمِ مشق جفا جو نگاہیں اٹھ نہ سکتی تھیں خدایا شرم سے تھکوا اس انداز سے خنجر کھنٹ آتا نہ تھا	جو ہے وہ سیکہ میں ترے خنجر ہے آج توڑو اُسے قفلِ درِ حیا نہ سمجھ کر کھینچو ایک جگہ دیرِ دحرم کی تصویر خیر میں نے جب کئے نہ کبھی کوہکن کے کچھول آئے نظر میں خار بھی اپنے وطن کے کچھول بس کہ جب وہ لبِ جاں بخش ملا دیتے ہیں جو نہ سوچے اُسے ہم اور جو جھاد دیتے ہیں بے حجابانہ وہ کیونکر دل میں پیکان ہو گئیں کیا کہیں کس کی جانیں مفت قریاں ہو گئیں
---	---

<p>شکرِ مہکس سے ادا قاتل کی تیج تیرنکا غیر تو انجمن ناز سے ٹٹنا ہی نہیں ایک ہم ہیں کہ ٹٹکے جاتے ہیں یوں شمعِ صفت</p>	<p>موت کی دشواریاں دم بھریں آسائیں یہ بھی کیا دم ہے ہمارا کہ نکلتا ہی نہیں اور اک دل ہے تمہارا کہ پگھلتا ہی نہیں</p>
<p>تم ہمیں دل سے بھلا دو لاکھ بار اب کہاں آگاہ غالب سا شفیق</p>	<p>ہم نہ بھولیں گے تمہاری یاد کو روئیے دل کھول کر اُستاد کو</p>
<p>قہر میں لطف کے آثارِ خدا خیر کرے غیر سے آنکھ نہ تھی تو آخر بھی ہوتا ہے</p>	<p>مہرباں وصل میں ہے یا رخِ خدا خیر کرے اب تمہاری نگہِ ناز میں رکھا گیا ہے</p>
<p>یہ بھی اک رنگ ہے محبت کا</p>	<p>روئیں ہم اور ہنسنا کرے کوئی</p>
<p>(آہ) نام معلوم نہیں - خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے شاگردوں میں تھے یہ تین شہر اُنکے دستیاب ہوئے</p>	
<p>آہ اور نالے کو ہے دردِ اندر سے سبب قصہ کرتا ہوں جو اُس جا سے کہیں جانے کا نہ وہ در کھولتا ہے اور نہ ہم چوکھٹ سے ٹپتے ہیں</p>	<p>جس طرح چشم کو ہوتی ہے بھر سے نسبت دل یہ کہتا ہے کہ تو جا میں نہیں جانے کا یہ راز و ناز کا جھگڑا ہے دیکھو کیونکہ ملتے ہیں</p>
<p>(آہ) شیخ فرید الزماں خاں - شیخ وحید الزماں خاں مرحوم کے خلع اکبر ان کا اصل وطن قصبہ بٹوہ مگر یہ باعثِ ملازمت دارالریاست رام پور میں قیام پذیر رہے۔ آغاز جوانی میں بطور نقشبندی طبعِ شعر و سخن سے مذاق رہا۔ آدمی ذہین اور ذکی تھے۔ فارسی کلام میں قاضی محمد خاں اختر سے اور اردو میں مولوی ہادی علی اشک سے مشورہ لیتے تھے۔ خدیجہء شاعر میں سب کلام تلف ہو گیا۔ تذکرہ انتہاء یادگار مولفہ جناب امیر سرائی کی ترتیب کے وقت ان کی عمر پچاس برس کی تھی۔ اردو کے دو شعرا ان کی یادگار ہیں</p>	
<p>خوب پرزے اُڑاے قاصد کے بعدِ مردن بھی ہوا رخ کا باعث میں آہ</p>	<p>میرے نامے کا یہ جواب آیا ذبح کے بعد مرے روتے ہیں میرا مجھے</p>
<p>(آہ) منشی میر اکبر علی خاں لکھنوی ولد سید ولایت علی خاں بن محمد حسین خاں مخاطب بہ مصحف قرآن</p>	

صاحب دیوان گزروے ہیں۔ اپنے رنگ میں اچھا کہتے تھے۔ تذکرہ سخن الشعر کی ترتیب کے وقت زندہ تھے یہ انہیں کا شعر ہے شعر

اس قدر رویا ہوں خوش میں یاد چشم مست میں | جس خانی پنجہ مژگان تری انگلیاں

(آہ) مولوی محمد عبدالعزیز ملازم محکمہ بندوبست ریاست بھوپال۔ امیر مینائی کے شاگرد ہیں۔ کلام درج ذیل ہے ۵

ابر کی طسج کاٹ مژدہ کر نہیں سکتی | تلواری کا دے کام سناں ہونیں سکتا
یہ کہہ رہی ہیں وصل میں آنکھوں کی خوشیاں | کیسا اظاہر نگہ شہ سار کا پ
دور تھا کہ وصل میں کوئی جو بن نہ لوٹے | پرہ ڈھما دیا نگہ شہ سار کا

خون سے میرے کچھ اسکی پیاس | تیغ قاتل پر ہے احسان میرا
محب کو غش آیا تو ہنس کر بولے | اور دیکھو رخ تاباں میرا

(آہ) منشی ممتاز علی ولد منشی سجاد علی رئیس قصبہ اٹھمی۔ فی الحال ڈونگر گڑھ میں بعدہ تحصیلداری ممتاز ہیں۔ ۴۰۔ ۴۵ سال کے قریب عمر ہے۔ انکی تعلیم و تربیت ارباب ثروت کی طرح بہت اچھی ہوئی۔ مذاق سخن بزرگوں سے دہلے میں ملاطبت رسد واقع ہوئی آغاز مشق ہی میں جیسے ہوئے شعر کہنے لگے۔ جب سے امیر مینائی کی شاگردی اختیار کی سونے میں سنا گدہ ہو گیا۔ استاد سے فیض حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ رام پور میں عرصہ تک دفتر امیر اللغات کے سکریٹری بھی رہے پہلی جلد پوری اور دوسری جلد کا ایک حصہ انہیں کے اہتمام سے شائع ہوا۔ اس وقت امیر مینائی کے مشہور شاگردوں میں ان کو بھی امتیازی نمبر حاصل ہے۔ ترتیب دیوان کا بھی تک خیال نہیں آیا۔ مگر تفریق غزلیں اور منتخب اشعار لوگوں کی زبان پر چڑھ چکے ہیں۔ اشعار انخامایاں بھی بچ جاتے ہیں

جلانا مارنا کیا مجھ حزن کا | کرشمہ ہے تمہاری ماں نہیں کا
اڑٹائی خاک و دشت میں بیان تک | بنایا آسماں پہنے زریں کا
معرفت سے قصہ غم مختصر ہو جائے گا | جو خبر پلے گا اسکی خبر ہو جائے گا

<p>بحر ہستی میں مری ہستی ہے ماتمہ جاب بھرتا ہوں دم انہیں کا کچھ اپنا نہیں خیال</p>	<p>جب کھلے گی آنکھ دینا سے سفر ہو جائیگا وہ دل کو کیا مجھے بھی ملائے ہوئے سے ہیں</p>
<p>خدا ان کی جدائی کا ندے داغ شانِ رحمت دکھیں کرناہ کو پچھتاہڑا تیری تصویر کی شوخی ہے کتنی یہ زناہ جیتے ہی مر گئے ہیں</p>	<p>میں زخموں کو لگائے ہوں جگہ سے کیا نرا ہے بیٹے پل اسکو پشیمان ہوئی کہ مجھ میں جان عاشق کی بڑی ہے کہ ان کی جان جنبت میں نہیں ہے</p>
<p>بلبے دھوی لیکے دل اٹھتا ہے جاس زہم سے</p>	<p>چتو نہیں کتنی ہیں پھر آؤ گے پچھاتے ہوئے</p>
<p>خدا یا رقیب اب کسے میں کہوں جفا پران سے کوئی لاکھ روٹھے گلے میں مسکاکر الدین ہاتھ</p>	<p>انہیں آپ اپنی ادا بھاگنی مگر جب وہ منانے کی نظر سے بھلا پھر رضا کیونکر پوچھتا ہے</p>
<p>کتنی ہے شوخی نظر گری پڑی عشاق پر تو اور اُس در پر مری خاک بھلا رہنے سے لوٹا ہے اُس نگاہ نے بلکہ نگاہ سے آنکھوں میں رکھ لیا تجھے دل میں ٹھسایا غل ہو گیا کہ ایسا کنہ کار بیج گیا ہٹ گیا آنجل تو غفر نے کہا چل دور ہو</p>	<p>مزم کھلاتی ہے چتون اور شدائی ہوئی کیوں اڑاتی ہے مجھے باد مبارہ نے سے جو ری گیا ہے دل انہیں آنکھوں کی راہ سے ہم جگہ لے کے اُٹھے تری جلوہ گاہ سے رحمت کی جُہوم ہو گئی میرے گناہ سے تو نے کی اور تجھے جو بن کی گمشدہ ہوئی</p>
<p>سرکار سے جو تجھے ملا دیتا ہے ملتی ہے تجھے مفت میں دولت یعنی گر بڑی تیغ دست قاتل سے کوئی جیسے پناہ لے اگر</p>	<p>تاوان اپنی گرہ سے کیا دیتا ہے لیتا ہے دعائیں تو خدا دیتا ہے راگنی آنکھ چشم سبیل سے تیر لپٹا ہوا ہے یوں دل سے</p>
<p>میں آنکھیں ترازو ہو گیا تیر نظر اُس کا</p>	<p>کوئی جیسے بتا دیتا ہے ظالم کو کہ یہ دل ہے</p>

نگاہ دیاس کے انھوں دگرگوں ہو گئی حالت کیا ہے کیا کیا سپا رہا بھی جی نہیں بھرتا سلامت چاہئے والے رہیں بھر پاؤں کیوں رکھے یہ تم کیا جانو کیوں دہرات نالے آہ کرتے ہیں	جو بسمل تھا وہ قاتل ہے جو قاتل تھا وہ بیل ہے وہ بھول بھول صورت دل میں کھینے کے قابل ادھر زیر قدم دل ہے اُدھر زیر قدم دل ہے تمہارے سینہ میں پتھر ہمارے سینہ میں دل ہے
---	---

آہ) غشی غلام یسین نام ہے اور ابو نصر کنیت۔ اصل وطن دہلی ہے۔ مگر عرصے سے گلگت میں مقیم ہیں۔ جوانی کے ساتھ طبیعت میں بھی نہایت شوخی اور رنگینی باقی جاتی ہے عربی فارسی میں اچھی قابلیت تھک چنانچہ فنون مختلف میں انکے اکثر مضامین رسالہ زمانہ وغیرہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن سے ان کی قابلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس وقت اخباری دنیا میں خاصی شہرت ہے۔ گلگت سے ایک رسالہ بھی الصدوق نامی شائع کیا تھا۔ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن بھی گئے تھے۔ مگر بے نیل مرام واپس آئے۔ نثر کے علاوہ نظم میں بھی خاصی دستگاہ ہے۔ جدت شوخی اور طریاں قابل تعریف ہے۔ فن سخن میں حضرت شائع دہلی مرحوم سے اصلاح ل ہے۔ انتخاب کلام حاضر ہے۔

کیا کیوں خنجر اٹھایا اسنے کس انداز سے تپ عشق کی آگ بھڑکی ہوئی ہے اب نہ وہ جوش جوانی ہے نہ داغوں کی بہار چارہ گر چپکے سے کیا چڑھ کے دوا دیتے ہیں ہم فیکروں کو بھی کچھ حسن کی خیرات ملے کیوں کردوں میں خلش خاترت کا علاج رہو کی چوٹ ہے وہ بھی بڑا بیباک ہے موجزن اک نور کا دریا نظر آیا مجھے	مرنے والا قتل سے پہلے ہی بسمل پر گیا مجھے بھی حبلائیگی دل کو حبلا کر صبح پیری آئی بجھتے ہیں چراغ شام عشق کوستے ہیں مجھے ظالم کہد عادی تے ہیں جن کو دیتا ہے خدار اہ خدا دیتے ہیں یہ کھلتے ہوئے کانٹے تو خزا دیتے ہیں دیکھئے صاحب دم تریں سب نخل کراہینہ اگیا جس وقت اس رخ کے برابر آئینہ
اسراف کی دہوم ہر کہیں ہے	قطعہ
	پابندی رسم و نشین ہے

<p>اب گھر میں ہمارے کچھ نہیں ہے سینکڑوں ٹکڑے جگر کے ہو چکے چلو سوتی قسمت جگاتے ہوئے</p>	<p>اور اسکا نہیں خیال میں اب تو سیدھی کیچنے ترچھی نگاہ سر پر چٹو کر لگاتے ہوئے</p>
<p>کبھی پہلوئے خالی کھیکر دل یاد آتا ہے اب اپنا ہیکو وہ آیا ہوا دل یاد آتا ہے کبھی تم کو کوئی ناکام بمل یاد آتا ہے مزاج اپنا ہے زندانہ طبیعت لاڈیالی ہے کہ دل میں جوشنِ نغم باقی ہے ہلالی ہے</p>	<p>کبھی وہ جان کا دشمن وہ قاتل یاد آتا ہے کبھی جس دل کو ظالم و سبدم تو یاد آتا تھا ہماری ہیگناہی پوچھتی رہتی ہے قاتل سے ان کو نہ کرے کچھ دیر ناصح کی نصیحت کا یکس نے اپنے پیارے تنوں سے چکیاں لی ہیں</p>
<p>(۵۴) لالہ رام کشن باشندہ لکھنؤ۔ منشی بے مزین اثر لکھنؤی کے شاگرد اور عزیز ہیں چند سال ہوئے کہیں عالمِ شباب میں رہ کر اسے عالم بنایا ہوئے ہے</p>	
<p>ہو فاختا کھو گیا جاتا رہا جانے بھی دو + دم اگر تلواری کا جاتا رہا جانے بھی دو اوہر نازک مزاج یاد ہر نازک مراد ہے وہ کتا ہے کلنو ہے میں کتا ہوں مراد ہے جوانی کتی ہے آساں جیا کتی ہے شکل ہے</p>	<p>دل مرالے کراد اسے یار بولی ناز سے سانس سہل میں بھی تو باقی نہیں کیا فکر ہے بناہ الفت کا ان دونوں کوں میں سخت نسل ہے وہ کتا ہے میں توڑوں گا میں کتا ہوں سخت توڑ ہمارے وصل کا وعدہ بڑا ہے سخت جھگڑائیں</p>
<p>(۵۵) منشی سید یاقوب علی لکھنؤی۔ شاگرد مولوی سید محمد مصطفیٰ خورشید مالک رسالہ انتخاب لکھنؤ۔ اسی رسالے کے دفتر میں ملازمت بھی کر چکے ہیں۔ کلام کا خلاصہ حاضر ہے</p>	
<p>کچھ تو ان باتوں سے وہ بت غم ہاں ہو جائیگا دل ہی دل میں کچھ حساب دوستاں ہو جائیگا شبِ فراق نہ کس کس کا ہنسا رکیا</p>	<p>شکوہ پیدا بھی کرتا نہیں ہوں اب تو میں جانِ دول حاضر ہیں لیجے بوسے دیتے جائیے نہ چین آیا نہ تر آئے اور نہ موت آئی</p>
<p>مر گئے ہم گھر گھر سنوئی</p>	<p>حالِ طولِ شبِ فراق نہ پوچھ</p>

بیکار پھر زبان بہا رہے وہیں ہیں ہے	جب اُن سے دل کا حال بیان ہی نہ کر سکیں
اور مرنے کا دم کیا ہے	حشر میں تم لو سوا اس کے
<p>(آہی) - میرے ملازمین غفلت ارشد ناظم پرکھیں جیسے تکیں - شاگرد و بار و زناٹہ حکیم مومن خناس مومن درسیہ کتابیں مودی امام بخش حسبات سے دیکھی تھیں - منے کے فن میں مہارت کا مل رکھتے اور سرکار رام پور سے وظیفہ پاتے تھے - عرب و فارسی کی تحصیل علما نہ رہے ملک پہنچ پڑ تھی - صاحب مذاق سلیم سخن فہم بے نظیر - بڑے طبع - غلیق - لہنسا اور زندہ دل لوگوں میں تھے - مومن مرحوم نے انہیں متنبی کر لیا تھا - عزیز آبادی بیکار کی جوبلی میں جو شاعر سے فربہ ہوئے تھے اُن میں آپ پر شاعر تھے - وہیں یہ مصحح طبع پڑا تھا مصرعہ</p>	
گر شوق بڑھ گیا تو کھٹایا بچائے گا	
<p>یہ امر خاص کر قابلِ ذکر ہے کہ اکثر سخن سنان گرامی کے زعم میں ان جیسا سخن فہم کوئی کہہ نہا ہوگا - شاعر کے قریب انتقال فرمایا انتخابِ کلام درج ذیل ہے</p>	
دو چاہئے تھا قاصدِ حقیقت بھلا ہوتا خبر میں چاک کسی کا تو گریباں ہوتا	دیکھا تھا اگر اسکو ہم بزمِ رقیبوں سے ہے غلطِ وجود کہ نکلا تھا وہ گھر سے باہر
<p>اگر چہ وہ تو وابستہ رقیب ہو زہر میں خنجر کو وہ اپنے بچھا کر لے گئے اہلِ محشر بھوکو یہ خردہ ٹٹا کر لے گئے خدا داں ہے کی ہے جس جا کوئی سینو ہر ہے اٹھ جائے گی جہاں سے اب ہم چاہ کی شہر کے یار نے جو میں نیچے نگاہ کی لوگ کہتے ہیں مہ گئے کب کے پر دل و حشی یہ کتنا ہے بیباں چاہئے</p>	<p>تمہارے حسن میں گرمی کہاں ہے خردہ اسے شوق تبیدین ملتی ہیں سہ سجہ درہم اٹھ کہیں ہے آمد آمد اس سنگ کی داں واعظِ اخلاص سے لافانہ تمہاریں رکھ سب کو خبر ہوئی مے حالِ تباہ کی شکوہ کہاں کا کیسا گلہ جی نکل گیا کچھ نہیں بھی خبر ہے آہی کی گھل گیا دروازہ جنت بھی اپنی گوریں</p>

دل لئے جاتی ہیں جوہر نزع میں لے رہے ہیں

سانسے رکھی مری تصور جہان چاہئے

آہی

(آہی) آنر بل ڈاکٹر سید احمد خاں بہادر النظار بھٹو والد الدولہ عارف جنگ - کے سی ایس - آئی - ایل ایل ڈی - بانی محنت ان اننگلو اور نیل کلج علی گڑھ - عزیز الدین عالم گیر ثانی کے دربار سے انکے دادا میر ہادی کو منصب ہزاری ناس پانسو سوار اور خطاب جواد الدولہ جواد علی خاں حرمت ہوا اور انکے بعد بھی یہی خطاب انکے والد سید محمد تقی خاں کو بحال ہوا - انکے نانا خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر دیر الدولہ امین الملک مصلح جنگ - پہلے سرکار کپہنی سے خلیفہ توسل رکھتے اور شاہ ایران کی سفارت پر مامور ہوئے تھے - انہوں نے اپنے حسن تدبیر سے بڑی بڑی مہمیں سر کی تھیں - ایک مدت کے بعد دہلی میں آکر کبر شاہ ثانی کے وزیر ہوئے - اور کبر حال تذکرہ گلستان سخن مولفہ رضا صابر سے لیا گیا ہے اور یہی امر اس بیان کی تصدیق کے واسطے کافی ہے گو مخالفت کچھ ہی کما کر ہیں

سید احمد خاں ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے - علوم برہمہ کی تحصیل کے بعد سرکار انگلشیہ کی ملازمت اختیار کی - اور شہر تہ دار سے ترقی کر کے اپنے وطن ہی میں ایک مدت تک منصفی کے عہدے پر ممتاز و اگستری و انصاف کی وجہ سے خاص و عام میں نیک نام ہوئے دہلی کے بعد کچھ دنوں فتح پور سیکری میں اسی عہدے پر کام کیا - ۱۸۵۷ء کے زمانے میں سید مجبور کے منصف تھے - ۱۸۵۹ء میں دوران قیام مراد آباد میں ایک رالہ اسباب بغاوت نہ چھپوایا - جس میں انہوں نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے صحیح وجوہ دکھائے تھے - غازی پور - بنارس اور دیگر مقامات میں بھی وقتاً فوقتاً سب ججی کے عہدہ حلیہ کے فرائض کو انجام دیتے رہے یکابر اپریل ۱۸۶۹ء کو بنارس سے ولایت روانہ ہوئے - اور اپنے دو نو خاص جہادوں سید حامد اور سید محمود کو بغرض تکمیل تعلیم وہاں چھوڑ کر اکتوبر ۱۸۷۰ء میں ہندوستان واپس آگئے - ولایت سے واپسی کے بعد ۲۴ مئی ۱۸۷۰ء کو علی گڑھ میں مدرسہ العلوم کی بنیاد ڈالی ۱۸۷۳ء میں فزین نے کراچی زندگی کو اپنی قوم کے لئے وقف کر دیا - آج علمی دنیا میں سید کے کارناموں سے

ہر فرد بشر واقع ہے۔ مسلمانوں میں نئی تہذیب اور مغربی علوم کا پھیلاؤ نے والا اگر کوئی شخص ہو سکتا ہے تو وہ سید ہی ہے۔ انکی مفصل اور مکمل لائف ٹینس العلماء مولانا خالی نے لکھی ہے اور وہ چھپ گئی ہے یہاں صرف مختصر حالات قلمبند کر دئے ہیں۔

تذکرۃ الشعراء میں سید کا ذکر کرنا لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اُنکے ابتدائی زمانے میں عموماً تمام ملک کے شرفا اور خصوصاً دلی کا بچہ بچہ مذاق سخن سے لذت یاب تھا۔ اُس زمانے کا یہ ایک عام شغل تھا کہ ضروری تعلیم کی تکمیل کے بعد اکثر تفتن طبع کے لئے اس شغل کو اختیار کر لیتے تھے جبکہ کلام اچھا ہوتا تھا وہ قلم تک پہنچ کر شاہی رسوم حاصل کرتے تھے۔ سرسید کے ابتدائی زمانے میں۔ جناب صہبائی۔ غالب۔ ذوق۔ مومن۔ شنیفہ۔ آذرودہ۔ جیسے بالکل اسانڈہ موجود تھے۔ مینے میں دو ایک مرتبہ شاعر بھی ہونے رہتے تھے۔ ایسی حالت میں اور خاص کر ان لوگوں کی صحبت میں رہ کر کیوں نہ شعر گوئی کا شوق ہوتا ہر حال سید نے اُسی زمانے میں کبھی کبھی اس شغل سے اپنا جی بلایا ہے۔ مگر چونکہ بہت جلد یہ کاری ملازمت کی وجہ سے دہلی کو خیر باد کہنا اور ملکی مشاغل میں منہمک رہنا پڑا اس سبب اس لایعنی۔ مشغلے سے نجات پائی۔ انکے اشعار کی ٹھیک تعداد نہیں معلوم ہو سکتی۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ سید نے جو کچھ لکھا نہ تو اسے جمع کیا اور نہ اُسکے چھپوانے کا شوق ہوا۔ ہم نے اس تذکرے میں تبرکاً شاعروں کے زمرہ میں اٹکا ذکر دیا ہے ورنہ وہ اس شعر کے مصداق ہیں۔

حاشا کہ فخر از بہر شاعری کنیم	مقصود فضل است کمال ہر دہری
<p>سید کی تصانیف سے سلسلۃ الملوک۔ آثار الصنادید۔ اسباب بناوت ہند۔ خطبات لاهیہ تفسیر القرآن۔ اور سینکڑوں مضامین مفید یادگار ہیں۔ سید نے اپنی یادگار میں صرف اُس عالی شان کالج ہی کو نہیں چھوڑا جس کی اُنہوں نے بنیاد ڈالی بلکہ ایک نوی کالج کی زندہ اور زندہ کن طاقت، اُس کے تعلیم یافتہ کردہ کی اعلیٰ تربیت۔ حب الوطنی اور بس سے بڑھ کر اُن کی اخلاقی حالت اُس رفیاء مرکی زندہ جاوید یادگار ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید حامد صاحب و شریک بہر نیش</p>	

پولیس کا آپ کی جات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دو سکر صاحبزادے آئین جیس سید محمود
برے نامور میرٹو والہ آباد کی کورٹ کے جج تھے۔

سید ۲۴۔ پانچ ستمبر ۱۸۹۸ء کو بیمار شدہ اجنبائیں بول علیل ہوئے اور آخر اسی عارضے میں ۲۷۔
پانچ ستمبر ۱۸۹۹ء بمقام علی گڑھ ۱۸ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے قائم کئے ہوئے کالج کی مسجد کے
بیردنی حصے میں دفن ہوئے۔ ایک شعر الکاوشیاب بنواوہ ہدیہ ناظرین ہے ۵

ہزار حیف کہ عمر بچی مفت صرف ہوئی | نہ کچھ خدائی عبادت کی لئے جو کلی چاہ

(آہی) مرزا محمد اودھاں نام۔ اور نواب سید محمد زکریا خاں صاحب زکی کے تلمیذ باتیہ ہیں
جو نواب اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد شید تھے۔ آپ نواب مولوی عطاء اللہ خاں بہادر قریب جنگ
رئیس دہلی کے پوتے ہیں سلسلہ نسب نواب شرف الدین محمد خاں بہادر بخشی اللہک اور نواب
حسام الدولہ حسام الدین خاں بہادر وزیر شاہ عالم بادشاہ سے ملتا ہے جو دہلی میں ایک موثر خاندان
مانا جاتا ہے طبیعت میں روانی ہے۔ کلام میں صفائی اور لچسپی۔ صاحب دیوان اور فی الحال
دار و جہاد آباد وکن ہیں۔ کلام ہدیہ ناظرین ہے ۵

سجدے کل پاؤں پر اس بجے دم غصے تھے | آج آہی تہیں دعوئے ہے مسلمان کا
اُس کا کہیں جو خواب میں دیدار ہو گیا | یوسف متاع جاں سے خریدار ہو گیا

میں حائی نہیں کرتے ترے لب | ترا بیمارم جائے تو اچھا
وہ ہم سے پوچھتے ہیں چھوڑ کر کسے آہی | کہو گزرتی ہے اب کس طرح تہا ریبت
نہ ہے وصل ممکن نہ ہے صبر و دم | بتا تو ہی پھر زندگانی کی صورت
ہوئی خود ہی نقاشی قدرت کو بخت | بنا کر مرے یار جانی کی صورت
ٹھوکر کھاتی ہے غم میں قیامت کیا | اُس سنگ کی جو ہے شوخی رفتار بند
آہی وصال میں بھی رکھا اُسے تلخ کام | یہ کہہ کے بار بار کہ جاتے ہیں گھلوں
ان مریضوں میں ہیں ہم چارہ گرد | درد دل کو جو دوا کہتے ہیں

<p>دیکھ لے ہنشنیں سنبھال ہیں مر کے حاصل ہوا جس سال ہیں خواہش اس گل کی ہے مجھ کو گستاخیں خار صحر کے مزا دیتے ہیں جب تجھے دیکھا نئی اک آن میں</p>	<p>اسکا جلوہ و دواع طاقت ہے زندگانی تھی جس کو سمجھے موت کسطح سیر حرن سے دل انگین داہو تیرے ہم صدفے ہر نہ پائی مٹ بنڈوں کیوں نہ پوچھاؤں خدا</p>
<p>کہ کہیں منہ نہ دکھائے شب چہراں ہر دیکھو لے حضرت عیسیٰ لکھو تم مجھ کو آنکھ آپ اس سے ملائی گئے ادھر دیکھیں تو</p>	<p>اسلئے بند کئے آنکھ ترے رہتے ہیں منتظر بار کی ٹھوکر کا پڑا ہوں میں تو دیکھ کر اس کو ہونے حضرت موسیٰ بخود</p>
<p>جس دل نے تہ ساری آرزو کی کہ آخر ہم بھی بندے ہیں خدا کے</p>	<p>کعبہ کا رہا نہ دیر کا وہ بتوں کو کیا فائدہ ہر کھو ستا کر</p>
<p>کیوں اجل آئی تری کیوں نری شامت آئی خوبی یہ سارے آپ کے حسن میاں کی ہے لیجائیں گے وہیں مری مٹی جہاں کی ہے تو کیا شاو لے باغباں ہو رہا ہے کہ مرغ چمن فنسہ جواں ہو رہا ہے خدا جانے بنائی بار نے تربت کہاں میری فتنہ محنت میں اسکی ٹھکریں کھائے ہوئے</p>	<p>طلب بوسہ چہ چہلا کے وہ بولے آہی کچھ سے کشی کا ہر کو نہ چکا تھا دعا اعظو اہل حرم نزد کئے جانے سے دیر کے کوئی دن کی ہے رونق بلغ عالم فغان الم ہے یہ ہے بھول تیر سی مسلمان کعبہ سمجھے ہیں بہمن عکدہ سمجھے شور درستاخیز پائال خرام ناز ہے</p>
<p>(ابجدی) ایک پڑانے کم نام شاعر کا شخص ہے۔ انکا دیوان دکنی زبان میں تھا۔ لیکن اُردو زبان سے مشابہت رکھتا تھا۔ تذکرہ شعراء ہند مرتبہ مسٹر ایف فلیٹین صاحب بہادر میں ان کا حال تحریر ہے جسکا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں قبول شکسیر یہ شاعر بھٹی کے قریب ایسے مقام میں رہتا تھا جہاں کی زبان اگرے اور دکنی کی بول چال سے مشابہ ہے۔</p>	

آٹھ دیوان میری نگر سے نہیں گزرا۔ یہ حال تذکرہ گارین ڈی ٹیسی سے لکھا گیا۔ اس شخص کا دیوان موسوم بہ ”دیوان ابجدی“ ولایت کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسوجہ سے اس کے اشعار کا انتخاب مستند قرار دیا کہ وہ یہاں محفوظ ہے۔

(ابجد) نواب فیض الدعاں خلف نواب عبدالدعاں نبیرہ نواب ہادواں رئیس قلعہ شاہ جہاں (ابجد) نہایت صاحب مروت حلیم شجاع - غلیق اور ذمی حوصلہ امیر تھے۔ اہل کمال کی عموماً اور شہرہ کی خصوصاً بڑی ہی قدر دانی فرماتے اور خود بھی شاعری میں اچھا مذاق رکھتے تھے۔ ایک رسالہ بہر خط میں بہت اچھا لکھا تھا۔ قدرت الدشوق کے تذکرے کی ترتیب کے وقت ابد کا عالم شباب تھا۔ فن شعر میں شمار اور مرزا مظہر سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

سر کوٹھکڑے کے سرور کو پوچھا میرے	آج ایسی ملی ہے لذت بیلہ دگر بس
کچھ تو کجھو رحم نسواں پر یار	لوٹے ہیں زمین پر بالک
تو دل کو چاہتا ہے کہ باتیں ہوے	سودا ہنو کا زلف کی اپنی گود نکول
احوال زاق اسے تسلیم لکھ	گر بیش نہ لکھ سکے تو کم لکھ

(ابجد) نقشب سید فیض حسین نام میر منظر علی ابجد کے شاگردوں میں تھے اس سے زیادہ حال معلوم نہیں کلام موجود ہے۔

جس سے کہ فیض خلق کو ملتا تھا اے خلک	وہ ہاتھ خشک ہے صفت پشتِ خار آج
گلگشت میں جو ساتھ وہ نازک بدن نہیں	جھٹنے ہیں گلِ نظریں ہمارے ہیں خار آج
انسان کو ہے مصائب بد سے کمال رنج	دیتا ہے پڑ کے آنکھ میں شکر گلِ بال رنج

(ابجد) حکیم شمس سید علی حسن خاں نقوی خلف حکیم سید محمد نقی خاں صبر اس سید محمد عرف میرن صاحب لکھنوی شیخ سخن ۸۰ سال کی عمر سے دامگیر ہوا اس نے مکمل علوم کی تربیت دہلی اس وقت ۱۹۰۷ء میں ۸۰ سال کی عمر ہے۔ شیخ محمد جان صاحب شادیہ و بیروم کے تلمذ سے بہرہ یاب ہیں اور فی الحقیقت شاگردِ شیعہ ہیں چنانچہ آٹھ دیوان بھی چھپوا کر حق شاگردی ادا کر دیا ہے

کئی سال سے معیار لکے اہتمام سے نکلتا ہے۔ جو شعراء درج کئے جاتے ہیں امن سے خوش کلامی پکیتی ہے۔

قبر میں جاتے ہیں شاید رنج سے راحت لے حالت مری کنسی ہے کہ موت آئے شیبہ بھر جی بھر کے انہیں وصل میں دیکھنا اسی سے میں بھی غم دوست ہوں یہ دل بھی ہے دیوانہ غم دل مردہ کا ہے ہر عضو بدن ماتم دار شمع کی خاک خبر باد کر لے باجوہ انکی تصویر لئے ہاتھ میں یہ کتا ہوں کسں ہیں انہیں نہ لگانے کی خوشی ہے اُن سے کہد جو ہیں ہر بات سے ڈر نوالے خون ناصح کا تو محشر میں کیا تھا دعوائے ہے زیست کی مدت کا شمار اپنے نفس پر	اس زمیں سے دُر کچھ تو آسمان ہو جائے گا قسمت مری کنسی ہے ابھی درو جگر ادر جھک جائے نہ زانو پہ کہیں غم سے سر ادر ننید آجائے جو جھیرے کوئی افسانہ غم چار دیوار عناصر ہے عزاء خانہ غم ڈرے ڈرے میں نماں ہے پر پوٹانہ غم تُو نے چپ رہ کے بنایا مجھے دیوانہ غم کچھ اس سے نہیں کام یہ دل ہے کجگر ہے آپ ہٹ جائیں تو فر جائیں یہ مرنے والے کیا کروں میں جو کجگر جائیں لکھنے والے جھونکے ہو ا کے ہیں برباد کریں گے
---	---

(ا ب ر) منشی و احد علی۔ پیشکار مدارالہام ریاست رام پور برہم پور۔ جناب امیر مینائی کے شاگردوں میں نہایت خوش مذاق۔ اور خوش کلام شاعر ہیں۔ ان کی مثنوی و تجیدگی کے لحاظ سے ان کی نازک خیالی عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اہل سخن ان کے کلام کی جہت ستایش کریں موزوں ہے طرز بیان بہت ہی دلچسپ ہے کوئی شعر لطافت و مناسبت سے خالی نہیں۔ پاکیزہ و نفا کی تلاش اور خاص موقع محل پر اُٹھاتا و قابلیت کے کمال کی راہ دیتا ہے انتخاب کلام ملاحظہ ہو

مقرر بلا سر پہ لائے گی کوئی جو ہونا تھا مدہ ہو چکا وصل کی شب	تری زلف چپاں پر نشان کر پشیمان نگراں پشیمان بر کر
ہکو اندازہ تاخیر دے ما ہے معلوم	کچھ تو ہے بات جو ہم ہم اٹھائے ہیں نہیں

<p>پاک دامن ہو تو یہ خون کا دھبہ کیسا مجھ شکستہ دل کی طرح زرد و خروید ہو جدا جی لگا کر پھر سنون کا حشر ہے کیا بیان شرم لے جذبِ محبت و رت تک اگر وہ پھر سے ان کے دل میں چلیاں لیتی تھی یادِ عیدِ غیر</p>	<p>مُنکر قتل بھی ہوا سو چھڑاتے بھی نہیں جو صدا نکلتے شکستہ رنگ سے فریاد ہو شمع جی دو گھومتی ہوں میں نوجوانِ شاد ہو کچھ کراست تھیں گری ہوئی تو اکری بیٹھتے میری خواہش بھی کوئی خواہش تھی کہ بکر بیٹھتے</p>
<p>حلق پر تجھ ہے وہ سینے پر کہنے کو تجھ ہوائی ہے نظر مفت دل مٹا ہے اور اُس پر بھی پروازِ عجز کی نہ اُنہیں التا کی ہے جا بگ جان بھی جو یہ صورتِ داد کی ہے نظارہ سوز ہو تو عجب کا مقام کیا کس کیسی سے نکلتے ہیں مسدود خواہ کا</p>	<p>مقابلِ ناز گنہ گاری ہے زخمِ ظالم کا مگر کاری ہے نہ پسند آئے تو تانا چاری ہے بت بے نیاز بنگئے قدرتِ خدا کی ہے آنا نہیں ہے اُنکا یہ آمدِ رضا کی ہے گرمیِ حسن دیکھتے ہو کس بلا کی ہے اک اک گھڑی بہاؤ نہیں رہو زبانی ہے</p>
<p>آئینہ دیکھا بڑی تہمت یہ ندادانی ہوئی دستِ وحشت سے اُڑیں جب پیرِ مہین کی محبت نگاہِ شوق جب حدِ ادب سے بڑھ کے ڈالی ہے</p>	<p>شانِ یکسانی ہم آغوشِ پشیمانی ہوئی خاکِ غربت پرزدہ در شرمِ عربانی ہوئی بچھری چین چین نے کھاکے بلِ محبتِ نکالی ہے</p>
<p>بو جھبہ تلوار کا اتوریسری کمر</p>	<p>اُس کو تو تانا نظر بھاری ہے</p>
<p>(اگر) منشی غلام دستگیر حیدر آبادی - مولانا محمد کاظم شفیق کے شاگرد ہیں - گو موجودہ زمانہ کے شعرا میں ہیں مگر زیادہ حال معلوم نہیں ہوا یہ اُنکا کلام ہے ۵</p>	
<p>آجائے جسم عاشقِ مضطربِ جاں کہیں اُنھیں گھٹائیں آبر کا دلِ بے قرار ہے اب نہ احاطہ ہے جاںِ بلبلِ ناشاد کا</p>	<p>صاحبِ ہلائے لبِ معجز بیاں کہیں * اب جلدِ پیرِ میکہ کھولے دکان کہیں پتہ پتہ پر نفع ہے آج کل صبا کی</p>

<p>کس طرح مکھ و دارماں قتل کا جودل میں ہے الفت بنت العنب زندوں کی بگل میں ہے</p>	<p>سخت جاں جیسا ہوں میں ویسا ہی قاتل زنیں زندگی میں دھڑکوں کو نہ چھٹے گی کئے کشتی</p>
<p>(ا بر) منشی بلدیو پرشاد - درما - فتح پور ہنسوے کے رہنے والے ہیں - حضرت داغ دہلوی کے شاگرد اور دولانا احمد سن شوکت میرٹھی کے محقق ہیں - نمونہ کلام ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>جس کو دیکھا اک نفردہ مر گیا کون کتنا ہے قضا سے مر گیا حسرت دارماں سے یہ گھر بھر گیا ہماری ابتلا تم تو ہماری انتہا تو ہو مبسل کی ندایہ چار سو ہے</p>	<p>شر گیس آنکھیں ہیں کیا جادہ بھری تیغ ابرو نے کیا مہ کو حلال ہے کہاں ایسے دل میں گہ تمہیں پہ پہلے دل آیا تئیں بوجاں جاگ دودن کی ہمار ہے نو ہے</p>
<p>(ا بر) پنڈت بشن زامین صاحب در کشمیری لکھنؤی بیر سٹرائٹ لا - زبان انگریزی میں بیٹھ گئے رکھتے ہیں - پلانٹیکل معاملات میں ساعی حلیہ فرمانے کے سبب ہندوستان کے ممتاز اور برگزیدہ اہل اکرام مشاہیر کے طبقے میں انکا نام بھی عزت سے لیا جاتا ہے - انگریزی زبان میں سنجیدہ مضامین نگاہیں اکثر اخبارات میں انکے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور وقت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں علاوہ ان اوصاف کے وسیع الاخلاق - خندہ پیشانی شیرین زباں - نیک طبیعت - پاک صورت و نجس بہت مضامین نگاشتی طبع کبھی کبھی اپنی ادوی زبان اور دوسے معلیٰ میں بھی گوہر افشانی فرماتے ہیں چنانچہ مثنوی گلوں در کشمیر آپ ہی کی طبع زاد ہے - مرحمت لالہ ولہار الملک حضرت یحیٰی لکھنؤی خلف الرشید حضرت امیر مرحوم سے استفادہ کیا ہے سین خریف اس وقت ۵۰ برس کے قریب ہے ایک غزل کے چند اشعار تینا درج مذکور کئے جاتے ہیں ۵</p>	
<p>راؤ دیاض و ہر گر گچھ کھلا نہیں رونے کا ہے مقام یہ ہشنے کی جانبیں کچھ کم قبائے گل سے ہماری قبائیں</p>	<p>ہنچنوں کو گوزبان بھی ملی اور گل کو کوشش گل سے ہی اشارہ سبب نم ہے باغ میں زیب و بین ہوا تھی ہی جتنی ہو چاک چاک</p>

تو اسے کی زبان پر یہ جاری ہے رات دن سرکش وہ کون ہے جو زین پر گرائیں

اٹل

(اٹل) عبد الجلیل نام - قوم سادات سے تھے۔ مولف تذکرہ شعرا بمند (مشریف فین صاحب نے انکو بگڑامی اور سیلاب الفح واسطی کی اولاد میں لکھا ہے۔ اور مولوی عبدالغفور نساخ نے تذکرہ مخزن شعرا میں دہلوی بیان کیا ہے۔ جناب نساخ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مشرلف فین صاحب نے غالباً علامہ میر عبد الجلیل واسطی بگڑامی کے دہوکے میں ان کو بھی بگڑامی لکھ دیا۔ حالانکہ وہ جعفر زئی کے زمانے سے پہلے گزر چکے ہیں اور اٹل جعفر زئی کے شاگرد ہیں۔ بہر حال یہ شاہماں آباد دہلی ہی میں رہتے تھے۔ اور اپنے اُستاد جعفر زئی کے قدم بقدم تھے۔ معمولی قابلیت کے آدمی تھے۔ کبھی کبھی فارسی میں بھی فکر سخن کیا کرتے تھے۔ طبیعت از حد شوخ تھی اپنے معاصرین سے اکثر الجھتے رہتے تھے۔ دہلی کے رنگیلے اور بانکے نوجوانوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اکثر محمد عطا بانکے سے نوک چوک رہتی تھی۔ اکثر خمر خواتن کا کرتے تھے۔ ان کا جتنا کلام نظر سے گزرا اُن میں صرف ایک شعر ان عیوب سے پاک اور صاف پایا چنانچہ صبیح اول دہلی درج کیا جاتا ہے باقی چند اشعار تقریباً یہی ناظرین میں ۵

زلف ہے چہرے پر یا جنجال ہے	جنبشیں ابرو ہے یا بیکبال ہے
رجوت بچہ نازیں زلفیں رکھے جوں مار کج ظالم کمالے شوخ و خنگ او بے مروت پُر جفا کرتی ہے قتل عاشقان رنجی ہے وہ زخمی تھاکہ این طرہ محوش رنگ و نیزنگ کاری بردول سید اٹل مقبول ہو دے راجہ پاؤں پھول دو دیکھ جن کے حسن کو حیوم رہا ہے جگ بھی زلفیں تنک کسے اُن میں اسطرح خجہ لگن میں جو بن کے مرہ کے ماتے پگڑی کر چکے چلے ہے	زلفاں کج و ابرو کج و مژگاں جنج و مار کج دستار اڈنگار کج زلفش عجب بل و مار کج گھوڑے پر اُسواری کج باند ہے کمر ہتیا کج گاسے کج و طرہ کج و اس طرہ بہر تار کج پنستے کرے گنجا کج جانے اچھی فستار کج روز نظارہ ایسے کا دے اٹل اُچاک اُچک ناگن ہو کالی کالی لہرائی جوں پون مینا نازک کمرہ لچکے ہر ہر قدم چلن میں

کل سے آئل لگایا ہے وہ مجھ سے روٹھ کر کے

ریت میرا لگ رہا ہے اُس اُڑے بہن میں

(اثر) سید محمد میرزا برادر خود شاگرد سید خواجہ میر درد مرحوم و خلع اصغر خواجہ ناصر علی ب -

علوم ہندو دیہ و دروہ کی تحصیل خواجہ احمد خاں سے اور نکات علوم باطن و نصوت جو اس خاندان میں

سید سیدینہ چلے آتے تھے اپنے برادر بزرگ سے حاصل کئے بھائی کی محبت میں جو حسین عقیقت

و ارادت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ سخن طرازی بھی اپنے برادر والا قدر کی روش پر کرتے

تھے۔ انکے چھوٹے بھائی کے اشعار نہایت پُر اثر اور پُر لطف ہوتے تھے اور جو کچھ کہتے غلغلفہ بحر

میں کہتے جس سے اہل درد کے دل بھرتے۔ ان کا کلام آدو سے پاک آمد سے بزر

اور عرب لطف انگیز ہے۔ تصنیف کا نام نہیں۔ روزمرہ کے سوا اجنبی الفاظ کا کام نہیں۔ تصوف سے

خوب ماہر تھے۔ کلام میں محاورے کی خوش اسلوبی کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ایک چھوٹا سا

دیوان اور غنوی خواب و خیال ان کی یادگار ہے۔ غنوی لاجواب لکھی ہے۔ دیوان ابھی

تک طبع نہیں ہوا مگر تلاش سے مل جاتا ہے۔ راقم تذکرہ کے پاس موجود ہے۔ درد سے بیشتر

ان کی غنوی بہت مشہور اور جاہل موجود تھی مگر اب وہ بھی غنفا ہے۔ ترکمان دروازے کے باہر

اپنے برادر میر درد کے پہلو پہلو یاداشت کے سیکھے میں آسودہ ہیں +

خواجہ میر درد کے عالم ضعیفی میں اُنکے ایک مرید نے عرض کی کہ دنیا دار فانی ہے اور حضرت

کا وقت آخر حضور ہدایت فرمائیں کہ آپ کے بعد کس کو آپ کا جانشین اور صاحب سجادہ بنیں آپ

یہ نکرانہ سوچ بھلائے اور جو بایہ قطعہ باقطعہ

موت کیا ہم سے فقیروں سے تجھے لینا ہے

نایات نبین مٹنے کے دل عالم سے

نبر کا حضرت کے کلام کا انتخاب پیش کش ناظرین سے +

انتخاب دیوان سید محمد میرزا - اثر

بس رنغ اب خیال سے و جام ہو گیا

ساتی بیک - نگاہ مرا کام ہو گیا +

نت رہی حشر تک تیری اے اجل

کبھو نہ بھی مجھے دکھائیے گا
دل چڑھتے ہی بس چڑائی آنکھ
کون ہو لے چلے ہو کسٹھ دل
دل ہر اک سے لڑتے پھرتے ہو
جی میں ہے کچھ رادہ فاسد
تیرے آنے کا اجتمال رہا
شمع ساں جلتے بیتے کالی عمر
کوں وہ ہے کہ خیر خواہی سے
دیکھ لیجو یہ انتظار مرا
یاد رکھنا بھلا نمل بہتر
اشربا تو نے ہے تو اُس سے
کچھ اد بھی شاہی کے سوا تیرے شاہی
خواہ بوسہ خواہ کالی ہے
بے وفائی پہ تیری جی ہے خدا
اُس سنگدل کے لمبے تو نالہ کیا نہ
ہو جائیس گے جو اُس کے معلوم
نالہ کرنا کہ آہ کرنا + +
تیرا وہ جو میرا صیبر
کیا لطف ہے لے کے دل بگڑنا
جی اس کے بچا خدا خدا کر

گو جی گیا سپہ کو تو آرام ہو گیا

یا یو ہیں دل مراد کھائیے گا
ابھی آگے تو جی چڑائیے گا
نام اپنا ذرا بتائیے گا
آنکھ تو ہم سے بھی لڑائیے گا
ٹنگ سمجھ کر اید ہر کوئیائیے گا
مرتے مرتے ٹہنی خیال رہا
جب تک سر رہا وبال رہا
حال میرا تجھے سنا دے گا
ایک دن تجھ کو کھینچ لا دے گا
پھر کبھو تو خدا ملا دے گا
پر یہ سننا مراد کھادے گا
گریوں میں نہیں ہے تو کوئی شاہ نہوتا
کچھ تو دل کے عوض دیا ہوتا
قبر ہوتا جو باؤں ہوتا
کیا فائدہ جو اُد کے جی میں اُڑ گیا
داغوں کو مرے شمار کرنا
دل میں آثر اُس کے راہ کرنا
انصاف سے ٹنگ لگا کرنا
اور اُسے مجھے گواہ کرنا
پھر رادہ بتوں کی چاہ کرنا

<p>کہوں کیا دل اڑانے کا نہ کچھ موجب نہ اٹھا نرا غم کب گیا میرا کبھی دل سبھی ایک بار</p>	<p>وگر نہ ہر طرح سے اب تکان میں سنبھالا تھا بچا ہو گا کہاں سے سیر یہ تو اک نوا تھا</p>
<p>جانہ کو جوں رہے چکور لگا + جوں نقش قدم ہی مثالیک نہ کر اب نفع کی امید نہ ہے خوف غم رکا دیدہ و دل آہ تنہ کیا یک تجے کب سمجھنے کسی بات کا لڑکا دیکھ تو بھی نیا یہ باغ لگا جب تجھے ڈر کے اک نظر لکھا مر ہی جانا بس ایک بات اب واہ اپنی بنی ہے کیا قسمت نموا دست دہ بھی یا قسمت جنس نیا بے ہوا رہے خیر یا ریت کب چھپے ہے یہ منہ نقاب کچھ بالغرض دن گنا پہ کئی رات کسطح مانوں نہ پیر تیری کرامات کسطح شب بنم کی طرح مجھے مولا کر + پر ہم سے بھی کبھی ملا کر + جاتا ہے گون میں سے لے آسمان تکان</p>	<p>تیرے کھڑے کو یوں تھے دل یہ خاک نشین تیرے ہر راہ جو بٹھا دل تھا تو سبھی بات تھی اس سے تعلق وام الفت میں مجھے چھنوا دیا جو کیا خوب کیا اور جو ہو گا سو قبول عشق تیرے کا دل کو دل غ لگا پہلے سو یا را د ہر اُد ہر دیکھا زیست ہوتی تو تعجبات سے تاب غم ہی دکھلاتی ہے سدا قسمت جس کی خاطر سبھی ہوئے دشمن خود فروشی میں کرے ناز نہ کیوں بابت شمع فانوس میں نہ جب کچھ چھپی تو ہی بے با بنے گی یو ہیں بات کسطح شب نہ زہ دار یوں تا تو مردہ دل ہو در جوں گل تو ہنسے ہے کل کل لکھا کر کن نے کہا اور سے نہ مل تو نالہ مرانہ پہنچا ترے کان تک کبھی</p>
<p>ما حال حرف مشکوہ آیا نہیں زبان تک</p>	<p>دل سے گزر کے نوبت پہنچی ہے گو کہ جاں تک</p>
<p>یا نخل جائے اب یہ جان کیس</p>	<p>بس ہو یا رب یہ اتھان کیس</p>

نوا اور دشت ویاں کیے اپنے وہ نخل شک جو الفت انھوں پہنچا لایا تھا

ناتواں نقش دہشت کو سے پانک رام کینہ انداز

<p>تو بھی ایک بات میری مان کہیں جل نہ جاوے یہ آسمان کہیں یا رب آرام دل کو ہو دے کہیں تو تو آدے بھی یاں پس تو نہیں سب جہاں سے اثر کے ساتھ گئیں تیرے جلوے سے جلوہ گر ہوں</p>	<p>تیری کیا کیا باتیں مانیں ہیں تھامتا ہوں اثر میں آہوں کو مارتی ہے یہ جی کی بے چینی اب ملاقات میری میری کہاں عاشقی اور عشق کی باتیں + جوں عکس مرا کہاں ٹھکانہ</p>
<p>اور اُلٹی نہ کہ ہم غلط صیغہ کریں تو یہ صیغہ ادا بھی ہوس کو آزاد کریں</p>	<p>ہم سیروں کی اُسے چاہئے خاطر داری انکے آزاد کئے ہو دے گرا زاد کوئی</p>
<p>ایک بھی گل نے پرست ہی نہیں دوستی کا گمان رکھتا ہوں بات میری جو تیرے ہی نہیں مجھ کو میری دغا ہی اس نہیں ہم تو اتنے بھی روشن نہیں پر اثر کی ہیں تو اس نہیں دل ایک سے سولو کے بس اپنے نہیں فریاد ہے یہ کوئی فریاد نہیں جو تجھے تعاقبیں سوا بل کا گمان نہیں یا ہم نہیں اس آہ میں یا آہ نہیں گو ہو جہاں پہ آپ نہیں جو جہاں نہیں چھٹیں ہرگز نہ قیدوں کے لاکھوں نہ کھینچے آپنا دامن میں کیا جانے کس بات میں</p>	<p>نالے بیل نے گویا ہزار کئے واہ ری قتل تجھے دشمن سے حال میرا نہ پوچھئے مجھے بے وفا تیری کچھ نہیں تعصب تو ہی بہتر ہے آئینہ ہے یوں خدا کی حمدائی برحق ہے اس سبکی میں آہ مرا تو نہیں کوئی آہ و فغان ہی ہے کسنا نہیں کوئی تجھے تنہا جو کچھ کہ گمان سونپیں ہوا مر تو چلے کس تئیں بدگزر کریں وابستہ سب یہ اپنے ہی م سے ہے کھینچا یہ دہشت میں پابند انواع گرفتاری کوئی کھانا تھا دغا جھوٹی مدام سے میں</p>

<p>نقش قدم نہیں ہیں بلوغِ خزاں میں آہ لیجا ئیے کہاں دل کو وہ نہ نکلا جو تھا گماں دل کو ما رست دیکھئے جہاں دل کو نہیں تعصیب پر صفا کر دے ساتھ آرزو لئے گئے بوسِ کنار کی لیکن کٹی نہ آج یہ شبِ انتظار کی ہوتی ہے یہ بہار کیں لالہ زار کی</p>	<p>آسودہ جا بجا ترے پاں خاکسار میں نہ لگالے گئے جہاں دل کو یوں تو کیا بات ہے تری لیکن رکھ نہ تو اب دینے نیم لگا بگینا ہوں سے دل کو صاف کر دے اسید و اتیرے لب گو رنگ بھی آہ مانا کر کہ عمدہ فردا غلط نہیں ٹلگ آکے میر کر جگر دغا ر کی</p>
<p>دُشمن کو بھی جس سے کہ خدا کام نہ ڈالے ہیں خالی پڑے نکل جابا کچھو مکے پیالے ست آئیے پر دل تو مرا کیجے حوالے</p>	<p>دل اپنا پڑا اُس بیتابے مہر کے پالے ساتیئے جلو سے انہیں کیجئے معذور ب چلے حوالے سے تمہارے ہونہ واقف</p>
<p>دل بھی اس کا نہیں بگانا ہے آئیے بھی کہیں جو آنا ہے جان ہے تو جہان اپنا ہے دشمن اپنا گمان اپنا ہے سچ ہے کہ دقت جاتا رہا بات کوئی</p>	<p>بیکسی میں آثر لگا نہ ہے راہ نکلتے ہی نکلتے ہم تو چلے ایک دم سے لگی ہے کیا کیا کچھ غیر کا تو کہاں سے دوست ہوا اب غیر سے بھی تری ملاقات وگئی</p>
<p>کوئی آتا ہے آثر یا ر فقط زاری سے</p>	<p>نہ ترازو چلے اُس پر نہ تھج پاس ہے زر</p>
<p>مہربانی اگر نہیں آتی پڑ رات کشتیِ نفس نہیں آتی دل تجھے اعتبار آتا ہے دشمنی پر تو پب آتا ہے</p>	<p>کیجئے مہربانی ہی آ کر دن کٹا جس طرح کٹا لیکن لوگ کہتے ہیں یا ر آتا ہے دوست ہونا جو وہ تو کیا ہوتا پڑ</p>

<p>کہوں کیا خدا جانتا ہے ستم آج ایہ ہر کہہ ہر کو بھول چڑے بیگانہ تو کس حساب میں ہے اٹھ گیا سب جہاں سے قول و قرار اس بحر میں جوں حساب سب کے نسبت مجھے آہ بخشے کیا ہے</p>	<p>محبت تری اپنا ایمان ہے سچ کہو کیا یہ جی میں آئی ہے رکتے نہ توقع آستانے سے یاد و مدد سے کیا کرو بیٹھے سین بھری اور ہی ہوا ہے بندہ بند و خدا صاف راہ ہے</p>
<p>ہیں جبر سے آپ ہی بگڑیوں کیا جواب اکا یاب جنوں ہو دے اتنی دماغ تارے سے ایک بار مرنا برحق کسی طرح ہو ہم راست گو سلسل حق ہی بتاں کہیں گے</p>	<p>کہ تجھ بن اب تلک کس طرح بنے زندگانی کی دو نوجواں مارے عاشق یہ جی نہ مارے جو آپ جی کو مارے پھر کون اس کو مارے تم بندے ہو خدا کہہ بندے ہیں تمہارے</p>
<p>(اثر) نواب حسین علی خاں لکھنوی غلط ارشد نواب امیر الدولہ جید بیگ خاں وزیر نواب آصف الدولہ بہادر شیخ تاج کے شاگرد اور صاحب دیوان تہنوی تھے۔ ۱۲۳۷ء میں بانو سے برس کی عمر پر وفات پائی۔ ایک مرتبہ بطریق سیر کلکتے بھی گئے تھے۔ ان کا دیوان رام پور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اور خلاصہ کلام یہاں حاضر ہے۔ ۵</p>	
<p>درس و سنت تھا یا ضحیم آہو سے مجھے سن کے قل شب تاور زنداں وہ اکیر گیا تھا آئرم گ شب فرت میں یہاں عیش دلا سونے میں قندلب کا خاطر خواہ ہو گئے گر قصور میں وہ رشک یہ کنعیاں ہوتا سیر گلشن میں جو اس کی چار نگہیں گہنیں کیا دیں دہن کو نقطہ موہوم سے شال</p>	<p>گوشہ صحرا مطلق میں کتب خانہ تھا شیون زنجیر نخت خواب کو فانیہ تھا سین کو بی خلق کی شادی کا نیت خانہ تھا مثل مشہور ہے دنیا میں گڑھیٹھا ہے چوری کا دل مرا یوسف یعقوب کا زنداں ہوتا زر گس بیمار کی ہیاں آنکھیں پوئیں عشق کا ذکر کیا کریں عفتا کے سانسے</p>

اثر

(اثر) منشی عبدالرزاق خلیف منشی عبدالرحمن تنشاگر و صہبائی۔ پُرانے دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ بہت مدت تک مولوی اما بخش صہبائی کی خدمت میں رہ کر زبان فارسی اور فن سخن میں کمال حاصل کیا تذکرہ گلستان سخن کی ترتیب کے وقت ان کا عالم جوانی تھا۔ کلام پاکینہ اور رُحطف ہے۔

پہلو میں درو سینہ میں چاک اشک آنکھ میں تیرا ہر ایک سے ملنا بتِ وفادارِ دشمن ہوئی بدولتِ ضعفِ آہ سے بھی خاطر جمع خواہش ہے میرے دستِ جنوں کو ہمار کی ہوں کامیاب محل لبِ یار سے عدد کیا جانتا تھا وہ کہ ستم کیا ہے جو کیا دشت تو دیکھئے کہ پس مرگ بھی مرے تم اور عیش و بادہ و اغیار زنجشیں اے حضرت اثر کہیں عاشق ہیں آپ جو	مجھے تو کہہ آثر کہ تیرا دل لگا کہیں کرے گاد کھینے کس کس سے آشنا بھگو آخر یہ جس کے کچھ ارک امت بارتھا بھگو اور آرزو ہے آبلہ پا کو خسار کی حسرت نہ کھلی آہ دل سوگو ار کی باتیں ہیں سب یہ اس دل الفتِ خسار کی جلجل میں اڑتی پھرتی ہے مٹی دھار کی ہم اور مصیبت آہ یہ شہائے تار کی یوں خاک اڑا اترے پھرتے ہیں ہر کو ہسار کی
---	--

میں اور یار اور شبِ اہتا ہے اے چشمِ انکھے ساشے رکھو نہ بک پاں غیر ہے مرنش اُس گلی میں آج عشقِ بناں میں خاکِ بستر ہے تو اثر ایک دن فاتحہ پڑھتا تھا کسی قبر پر گر چال کا نام آتا ہے آتی ہے قیامت	یار مجھے خیال ہے یا کہ بڑا ہے انساں کی آبرو جو پہنوتی کی آج ہے مر کر بھی میری خاک پہ کیا کیا عذاب ہے دینا خراب اور دین بھی خراب ہے حیلہ اک اور بھی باقی ہے۔ و مر دیکھیں گے مضمون تری رفتار کا باندہ آنکر بیگے
---	--

اثر

(اثر) قاضی حاجی حب حسن بدایونی ابن قاضی غلام شہید۔ اصل وطن بدایوں ہے۔ انکے والد عدالت شاہماں پور میں کوئل تھے یہ خود اعلیٰ شباب میں شعر بھی کہتے تھے اور مذاق بدایونی

سے اصلاح لیتے تھے اب عرصہ سے شہر کوئی ترک کر دی ہے جب کہتے تھے اچھا کہتے تھے جناب
آزاد منتخب کلام یہ ہے ۵

جیتے تھے ہم تو کیا تھا اور اب مر گئے تو کیا جاننا زوں کو ڈری نہیں مرنے سے۔ ہوا کر دا ہوگا آخر وقت سحر باب اجابت بھید ہے اور ہی کچھ بے خبری میں اُسکے جس سے دل ٹھنڈا تھا پہلے اُس اب جی سر زندگی کیسی مصیبت تھی کہ اُن کی سپناہ ہر چشمِ حیرتی سے رواں ہے جو بیل اشک	ہے کوئی سو گوار نہ جب غمگسا تھا تو اک ملک الموت مجھ شبِ فرقت پر آہ کساں صبح تک ہم شبِ فرقت یہ نہ سمجھو کہ مری آہ میں تاثیر نہیں جو دوائے درد تھی اب وہ جی کا درد ہے جان نکلے ہے تو اب ہوش ٹھکانے آئے کس درجہ آج گرمی بنا رہا دیکھ رہے
--	---

۱۳۳

(آخر) شمس العلماء مولوی حکیم سید امداد امام صاحب خلیفۃ الرشید مولوی سید وحید الدین خاں
بہادر صدر اعلیٰ مرحوم رئیس قصبہ نیرہ ضلع پٹنہ۔ ۱۶۔ اگست ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ مولوی بہادر کے
ایک ممتاز خاندانِ سادات میں سے ہیں۔ سلسلہ نسب حضرت زید شہید سے ملتا ہے۔ اور
آپ کے والد خان بہادر سید وحید الدین مغفور کا حسب سید حسن خٹک سوار تک پہنچتا ہے۔
آپ کے جد اعلیٰ سید فیروز جو سید ابوالفتح واسطی کے نسل سے تھے ہندوستان میں آئے
آپ کے آباؤ اجداد ہمیشہ سے سرکارِ انگلشیہ میں مناصبِ جلیلہ پر متنازع رہے ہیں۔ آپ کے
والد شمس العلماء سید وحید الدین خاں بہادر صدر الصدور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ڈسٹرکٹ جج سٹار
جج خفیہ۔ اور جسٹس آف دی پیس کے عہدوں پر متنازع تھے۔ آپ کے خاندان کے اکثر
نوجوان اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور بعض بیربر ہیں۔

شمس العلماء مولوی حکیم سید امداد امام صاحب مجتہب معمول عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل
کی علومِ ریاضی و معدنیات و حیوانات۔ مناظرہ۔ فلسفہ جدید و قدیمہ سے بخوبی ماہر ہیں۔ زبان
انگریزی میں بھی کافی دستگاہ حاصل ہے آپ اردو کے خوش فکر خوش گو اور باخبر شاعر ہیں۔ انگریز

اشعار بھی آپ کے نظر آئے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں اکثر کتابیں موجود ہیں۔ کتاب مرآۃ الکملہ - اور کتاب
الاشعار مصنفہ خمس العلماء - زبان سوئیڈن میں ترجمہ ہوئی ہیں اور وہ سوئیڈن اور ناروے کی یونیورسٹیوں
میں جاری ہیں۔ آپ نے ایک کتاب کاشف الحقائق معروف بہبستان سخن تصنیف کی ہے
جس میں آپ نے مصری - یونانی - سلاطینی - ایتالوی - جرمن - انگریزی - عربی - فارسی - اردو -
سنسکرت - بھاشا - چینی - جاپانی - اور برہما کی طرز شاعری پر ایک محققانہ دلچسپ بحث کی ہے
آپ کو با این برہم علم فضل شہسواری اور صید انگنی کا بھی بہت بڑا شوق ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے
سید علی امام اور سید حسن امام شہرہ پیر پڑھیں۔ آپ کی سکونت قصبہ نورہ (دہرا) میں ہے۔ اردو کلوب
بھی چھپ گیا ہے۔ انتخاب کلام ملاحظہ ہو

کیونکر نوئی دل کو اُس دل باری خواہش رتبی ہے تجھ کو اُسکی زلف و دنا کی خواہش ظالم وہ کون دل ہے جہ میں نہیں بھری ہے خونِ جگر جو کھا کر آسودہ ہو رہا ہو باقی ہے روح بیشک فانی نہیں ہے ہرگز پامال جو رہم ہیں باغِ جہاں میں ورنہ اے شہنشاہِ دہر میں تم کچھ تو نہیں بتاؤ ہے موت ہی یہ سچا ہے درد ہی مدا آغازِ عشق ہی میں اے دل بیانِ طلب دُنیا طلب کا شہرہ ہاتھوں کا ہے اٹھانا ہمنے اثر نہ ہے اہلِ رضا کو کہتے	نامح ہے سب پہ بالارب العساکر خواہش خواہش بھی ایسی خواہش ہے دل باری خواہش تیرے تم کی حسرت تیری جہت کی خواہش ایسے مریض غم کو کیا ہو خدا کی خواہش و ابستہ اس لئے ہے اُس سے بقا کی خواہش تیرے قدم سے ٹکلی کیا کیا حنا کی خواہش کیا ہے تجوں کی خواہش کیا ہے خدا کی خواہش تیرے مریض غم کو کیا ہو شفا کی خواہش لایا زباں پہ ناواں کس انتہا کی خواہش دل میں حسد کو کھڑکھڑایا ہو عساکر خواہش اپنی وہی ہے خواہش جو ہے خدا کی خواہش
--	--

میں اہلِ حسد اس تمہارا جاد کی طرف
کیا دیکھتا ہے قلعہِ نولاد کی طرف

مظلوم ہوں مگر نہیں ملتا کوئی گواہ
ناواں کہیں پناہ نہیں ہو سکتے تجھے

دل دوڑتا ہے یار کی سیلو کی طرت	ناصح اگر ستم نہ سہیں ہم تو کیا کریں
قیامت کے دن اس کے بستر ہائے بنہاں میں کہ شوخی ہے حیا کے ساتھ ان کی چہرہ نماں میں ✓ غصہ ہے زندہ خالی ہتھ ہوں فصل سباراں میں چُھو یا تو نے نہ شتر جاؤ گریہ کی رگ جاں میں دو عالم کی ہے صحبت تری زلف پریشاں میں مگر ہم پر ہے جو تر ستم ایسا بھی ہوتا ہے محبت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے کرم ایسا بھی ہوتا ہے تم ایسا بھی ہوتا ہے	عدو کا رخا ہے بگڑا نہ محشر کے سماں میں اسی جادو نے اباب نظر کو مار رکھا ہے سہی گل زر بکشت گلشن میں ہری انصاف کیار ہے کیا کیوں نہ کر اُسکی دشت نہ خونِ زمرہ زگاں کا اسی سے پانی ہے شیرازہ کو نین نے بندش جفائیں ہوتی ہیں گھٹتا ہے دم ایسا بھی ہوتا ہے نکرش کوہ ہمارا ہے سبب کی بدگمانی کا ہیں بزمِ عدو میں وہ بگڑتا ہے میں تنہا سے
کچھ کم نہیں پاترے دنِ انظار کے نکتہ گلِ بکشت گلشن سے ہوا ہوجائیے تا بقا کی شکل پیدا ہونا ہوجائیے بندہ بے دعا ہو کر فدا ہوجائیے	کرتا ہوں عاشق میں صنم کو کہن کا کام قیدِ ہستی سے فنا ہو کر رہا ہوجائیے ہے پیامِ مرگ میں مضمحلِ نویدِ زندگی ہے دل بے آرزو ہونا کمالِ بندگی
نمایاں نور کا عالم زمیں سے آسمان تک ہے مزا دنیا میں جینے کا بار دشتاں تک ہے	نقاب اُسنے جو اپنے چہرہ روشن سے اُٹھ ہے خزانِ زندگی ہے تفرقِ اہل محبت کا
<p>(اثر) عالیجناب مولوی خواجہ امام الدین عظیمی رشتہ خاں میر الدین صاحب خاں اجڑا جگان حضرت عیسیٰ العین جنتی حیرتی قدس سرہ العزیز کی اولاد انجبا میں سے ہیں طبیعت کو فنِ سخن سے ایک خاص لگاؤ ہے اعلیٰ درجہ کے سخن فہم و قدردانِ سخن ہیں۔ فارسی استعمال بھی اچھی ہے۔ شریں کلامی اور خوش گوئی ہر ایک شعر سے ہوتا ہے۔ بالفعل اپنے وطن میں عہدہ کسٹ اسٹنٹ کسٹری جمنانہ میں رہتے ہیں۔ ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔ ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔ ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔ یہ شعر ہے۔ اربابِ فن میں ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔ ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔ ان کے شعر میں پختہ لہجہ ہے۔</p>	

<p>جس کو تانا کنگہ نے تو دل فگار کیا بنا بنا کے بگڑا میں گے زلف ساری رات رقیب لاکھ شکایت کریں نہیں شکوہ کسی کا حیاں بھی ہے کچھ کہاں گئے تھے اثر دیکھتے ہی دیکھتے تلو آرا نکھیں ہو گئیں عشق میں آخر کو ان دونوں پر آفت آگئی روتے روتے بڑ گئے ناسورا نکھوں میں اثر</p>	<p>کسی سے باندھنا شانہ کسی سے وا کیا وہ آنچلے شب و عہد اگر سنگھا کیا گلہ تو یہ ہے کہ تم نے بھی اعتبار کیا تمہیں خبر بھی ہے کس کس نے استغفار کیا دل کے دو ٹکڑے ہوئے جب جاؤ نکھیں ہو گئیں دل ٹکڑا ہو گیا بیکار آنکھیں ہو گئیں ہوتے ہوتے زخم دا من دار آنکھیں ہو گئیں</p>
<p>کیا کروں شکوہ بیدار کروں یا نہ کروں ہجر میں وصل کے آرام میں بھولوں کیونکر کب تلک ضبط کئے جاؤں محبت میں اثر</p>	<p>داورِ حشر سے فریاد کروں یا نہ کروں شبِ غم عیش کے دن یاد کروں یا نہ کروں دل میں ہو درد تو فریاد کروں یا نہ کروں</p>
<p>وہ مجھے پُپ ہیں ہر آن سے پُپ ہیں نہ لڑا نہ لڑا بہارِ رخسارِ عارضی ہے خزاںِ برباد لگی کھڑی ہے معینِ ملت معینِ دین ہو بھلے مجھے کے قلعینِ دہنی ہو</p>	<p>شکایتیں دل کی بوری ہیں مئے محبت کے آئینے ہیں جوانی دو دن کی پاؤنی ہے یہ ان کیسے صلے ہیں تمہارے قدموں میں ہر دیا ہے تمہاری ساقی میں بیٹیں</p>
<p>آکھو چاہئے والوں کی ضرورت نہ رہی اگلی باتیں نہ رہیں نہ کو وہ الفت نہ رہی اسے منہم جھکوا کیا یا وندا کو بھولے دل لگاتے ہی آخر تمنے توجی چھوڑ دیا بے نقاب آج رخِ یار چڑا چاہتا ہے اُنکا قرار کے نماز کہے دیتے ہیں ذبح کرتا ہے مجھے رنگِ تیرے وصلِ عہد غیر کیا دوست بھی سب کے مخالف ہیں اثر</p>	<p>خوش رہیں آپ یہاں بھی وہاں بیت نہ رہی مجھ کو بھی جانِ جہاں سے مجھ سے ہی منہ دکھانے کی کوئی مشرمی صورت نہ رہی جا رہی دن میں وہ صورتِ شاہِ بیت نہ رہی دیکھئے کیا سب بازار ہوا چاہتا ہے اب کوئی لکھنے میں انکار ہوا چاہتا ہے یہ بھی اب آپ کی تمواڑ ہوا چاہتا ہے دل بھی اب اُنکا خطرہ ہوا چاہتا ہے</p>

آئے ہیں غیر کے گھر سے وہ لگا کر سندی تمہارے جاتے ہی آنکھوں میں شکر بھرائے میری بنے گی اثر دیکھنا قیامت میں ابھی صورت کے لئے چاہئے عادت ابھی دیکھنا بات خانے میں اللہ کی قدرت کا طوبہ نقش ہو جائے جو دل میں وہی نقشہ اچھا جان پر آن بنی ضبطِ محبت میں اثر خزام ناز سے دو گام تم جو چل جاتے نہو تار شک کسی کا تو یہ بھی ممکن تھا یہ دل ہی موردِ برقِ جمال ہے ورنہ ذوق میں پڑتا جو عکسِ اُسر جیس کی افشاں کا شرابِ عشق میں تھا جوش اس قدر ساقی	یہی آگ لگاٹی ہے جلانے کے لئے تم ایسے ہستے ہوئے آئے تھے رُلا کے چلے بتوں کے ساتھ اگر سامنے خدا کے چلے ورنہ کس کام کی ابھی سے بھی صورت اچھی ایک سے ایک نظر آتی ہے صورت اچھی اپنی آنکھوں میں جو بس جائے وہ صورت اچھی ایسی کجبت محبت سے عداوت ابھی تمہارے دیکھنے والوں کے دم گل جاتے ترے خیال میں دو چار دن بھل جاتے یہ آگ وہ تھی کہ جس میں پھاڑ جل جاتے کنوئیں کی تیس ہزاروں چلنے جل جاتے جو میں نہ پتا تو یہ غرض ہے اُبل جاتے
--	--

اثر

(اثر) اللہ جے نراین در مالکمنوی مالک رسالہ ناول - پہلے صانعِ مخلص تھا - آئی اسے تک
کینک کلج میں تعلیم پائی ہے عنوانِ شباب سے کب لکال اور فنِ شاعری کا شوق ہے -
چند انگریزی ناولوں کا ترجمہ بھی کیا ہے - ایک دوست کی معرفت کچھ کلامِ ہندی بھی لکھا جس کا انتخاب دیکھ
ذیل ہے - افسوس کہ میں عالمِ شباب میں باوجود پانچ سالہ رہ کر اسے عالمِ بقا ہوئے - چھتیس برس
کی عمر پائی ۵

آپ سن سکتے تو سنئے داستانِ اہل درد اشطرب دل کا شکوہ کفر سے کچھ کم نہیں بد	ہے زبانِ بے زبانی سے بیانِ اہل درد اے آتر سے در دہی آرام جانِ اہل درد
بجز دردِ غم و اندوہ حواں میرے سوالِ دل چہ بھی توں کرو	خبر لے کون اپنی بے کسی میں میں تم سے دل کی واسطے کرنا نہیں

جہان اک رشکِ میحاپہ دئے جاتے ہیں کس طرح اُن سے ہوا نظر اترنا تے وصال دے کے فقرہ کہ وہیں چلکے کریں گے توبہ بات رکھ لیتے ہیں ہم سنا تی دوا غلط کی آثر دلت سے بیٹھے ہیں یہ امارادہ کئے ہوئے	روز مرتے ہیں مگر پھر بھی جننے جاتے ہیں عرض مطلب پہ وہاں ہونٹ سنبھلتے ہیں آج میخانہ میں دوا غلط کو لئے جاتے ہیں جام بھی پیتے ہیں توبہ بھی کئے جاتے ہیں کعبے کو جائیں یا دیوتوں کی لئے ہوئے
کو چٹا بار پہ ترجیح اُسے میں دوا کا ہنسنے بجانے میں اس کا جلوہ دکھایا	زادہ ایسی کہاں کی تیری جنت آئی عین کثرت میں نظر صورت وحدت آئی

اثر

(اثر) سید مخدوم عالم صاحب پیر زادہ قصبہ مارہر ضلع ایٹہ - حضرت صاحب عالم باہر دوس
کے پوتے اور سید مقبول عالم مقبول کے خلف اکبر ہیں۔ فارسی میں عمدہ قابلیت ہے۔
ذہن رسا و خیالات عالی پائے ہیں۔ جب ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ خود انگریزی بہت
کم جانتے ہیں مگر خیالات نہایت پاکیزہ اور روشن ہیں۔ شاعر نظم و نون میں طرز بیان دلچسپ
اور خوب ہے۔ تنانت کے ساتھ طبیعت میں ظریفانہ شوخی بھری ہوئی ہے۔ انتخاب کلام

ملاحظہ ہو ۵

مُدرِ شہوارِ بحر کو بخشا ز بند گانی کی راہ تھی تاریک ہے تعب کہ دے دیا سب کچھ اب تو کعبہ بھی رہ گیا پیچھے	کوہ کو نعلِ شب چراغ دیا اس لئے عقل کا چراغ دیا لیکن اپنا نہ کچھ سراغ دیا گھر ترا کتنی دور ہے یارب
رباعی در تعریف انبہ	
میوہوں میں اثر قابلِ تعظیم ہے آم نہ ہے آم کا نام اپنے اسلام پہ دال	فردوس میں ہم مشربِ تسلیم ہے آم السد و محسدا کا الف میم ہے آم
دوا غلط کبھی سے خانے میں ہو گا نہ گزر کیا	جو چاہے سو کہہ لے ہیں السد کے گھر میں

ترچنا ہے مریض مجھ مر جائے تو اچھا ہو	تمہارے عاشقوں میں نام کر جائے تو بھلا
مریں گوری میں شغل کشی مجھوئے ہوئے	وہ چڑے ہیں طاق پر جام دبوٹوٹے ہوئے
روٹ گئے مجھے خفا ہو گئے	بات پتے کی جو سنی کھو گئے
اور سنالے دل خواہید بخت	سُن کے وہ افسانہ ترا سو گئے
زاد ہمیشہ قتبے کا سُرخ پوچھتا پھر زخمِ جگر میں یوں مرے نوکِ سناں ہے پینا مبر کو آج سے موقوف ہی کریں جب کہ دل ہی میں ہو سو جو دُک کا جلوہ وائے قسمت کہ عیادت کو قیباں تا ہے ہم نہ توڑیں گے کبھی عہد وفا جیتے جی کی بھلائی جو بھلائی کے عوض میں تو کیا	ہم بت کرے میں جب گئے بیخون پس گئے جیسے کسی کے سُنے میں کسی کی زباں رہے جو باعثِ فساد ہے کیوں دریاں رہے کس لئے کوئی طوافِ حرمِ دہر کرے کام جو دوست کے کرینکا ہو وہ غیر کرے بیوفائی اُسے کرنا ہے تو وہ غیر کرے بات تو جب ہے کہ دُشمن کے عوضِ خیر کرے
<p>(اثر) منشی حسین الدین احمد ادا اہل مشق سخن میں حضرت امیر مینائی کے شاگرد جناب نعیم د جناب وسیم کو کلام دکھایا ہے۔ پھر کچھ دنوں خود حضرت امیر سے اصلاح لی۔ امیر اللغات کے دختر میں بھی کام کرتے رہے ہیں کلام حسب ذیل ہے ۵</p>	
بُری ہوتی ہے اگل لفت کی پیارے ہو گیا جا کر گرفتار آپِ دل جموٹی باتیں ہیں تیری سحر کہ ہم اک میں کہ جموٹی بات کا کرتا ہوں عیناً پائی ہے میں ضبط سے شخصت لکھ کی گیا ہاتھ چھوٹ اس ادا سے کما پڑے ہیں جو تربت میں بھیلانے پاؤں	وہی جانے جو مبتلا ہے کسی کا یار کے گیسوئے پر خنم کیا کریں جاننے پر بھی مان لیتے ہیں اک تم کہ سچی بات کا تلو بقیں نہیں خیر آج تیری اسے فلکِ ہفتین نہیں کلائی مری دکھو بل کھا گئی تھکے عمر بھر کے تھے نیست آگئی

ترے دل میں کبکبت کیا آگئی	ہوا عاشق اس بے وفایا اثر
(اثر) مولوی افتخار علی - موضع گورنوں جلیوں کے رہنے والے ہیں مولوی احمد حسن تنوکی	سیرتھی کے شاگرد ہیں - زیادہ حال معلوم نہیں چند شعر درج تنکڑہ ہیں ۵
دکھانا زلف عارض کا یہ کجبار و زو شب کیسا کس صفائی سے اُترا یا ہے نشانہ دل کا ہمیں کیا ابر نیساں سے اگر گوہر بستے ہیں	قیامت اپنے فاسق تو ہر لحظہ دکھاتے ہو دسترس ہو تو ابھی چیم کُوس دستِ قاتل تو نے غم میں چشم تر سے یاں چہرہ بستے ہیں
آہ جو آئی تنہا بار آئی	سوز دل نے آتر دکھایا رنگ
(اثر) حکیم محمد عہدی لکھنوی - عظیم آباد میں رہتے ہیں - زیادہ حال معلوم نہیں ۵	اثر
ہائے کو بھی تو ہو گیا دل کا بیچین جس سے دل ہے جگر تیرا ہے سُنتے تھے ہر آواز کو کہ پہر گار ہے	تیرے قاتل یعنی یہ مجھے امید ہیں کچھ نہ کچھ تو تیریں قاتل کی شخاں نچلا جو سیکڑے سے تو بول نبل میں تھی
شیخ از خود رفتہ ہے اور رہن دیوانہ ہے سُجھکا کر سُکرا کر بولے کچھ دیوانہ ہے چلے جاؤ یہ کیونکر آپ کے مُنہ سے نکلتا ہے مسند جاں بھی ہوئی تن سے نکلنے کے لئے	چال اُس غارتگر دیں کی عجب ستانہ ہے سُن کے وہ مجھ سے سوالِ صل کس انداز سے نہیں ہم کو گوارا آپ کی اک دم کی بھی وقت اُس نے جب قصد کیا صبح کو چلنے کے لئے
(اثر) منشی الہی بخش سودا اگر متیم ریاست ریواں - فن سخن میں حضرت امیر مینائی سے فیض پایا ہے - شاید الہی بھی انہیں کا قلم ہے - کلام یہ ہے ۵	اثر
مُسنے جب نہ کوئی فسانہ کیا	عیش ہے بیان غم و رنج و رفت
اب ہمارے واسطے آبِ بقا بھی سم بڑا	گایاں دینے لگا وہ بت لبِ جان بخش ہے
تصدیقِ شیخ جی بلغِ جناں پر کوئی پوچھے تو کیا دکھایا دہاں پر	مرا دل بوٹ ہے کونے تباں پر گرے کیوں طورِ عشق کھلے کے ہویں

<p>تقسیم سب کماں جائے گی بل جیسے بیٹھے ہیں بھلا سر کو اٹھائیں کونکر</p>	<p>کتر تاسع بٹ لے باغیاں پر دل چڑائے ہن وہ اکھیں جڑائیں کونکر</p>
<p>(اثر) شیخ فیض الدین - احسان شاہماں پوری کے شاگرد ہیں ۵</p>	
<p>کہتے ہیں کام ہمارا ہے جلا ناول کا شکوہ جو دستہ ستم زن وہ کہتے ہیں اثر یہی نام سٹ گیا نام محبت اثر بچتاؤ گے دیکھو نہ دو دل ہزار وعدے کئے ایک بھی وفا نہ کیا</p>	<p>ایسے بے درد پراچھتا ناول کا ہاں جی اس کو تو اتنا ہے ستا ناول کا ملا کر خاک میں تب کو ملا کیا جفا کاروں سے امید وفا کیا تمہارے قول کا کس طرح اعتبار لائے</p>
<p>(اثر) موسیٰ سید بطل الدین نظاری ساکن حیدر آباد دکن ۵</p>	
<p>تم آؤ تو آباد ہو ویرانہ کیسا لنڈہ باد سے غم کے غم غفل میں پیارے وہ مے جسکی ہوس رہ جائے ساقی وہ مے جس سے طبیعت پر گن گنفتہ وہ مے جس سے مضامین مگر چھوٹیں</p>	<p>تم چاہو تو گلشن بنے کا شانہ کیسا تہی سینہ ہو خالی سب ہو وہ مے پھر جسکی دل میں آرزو ہو وہ مے جس سے ترقی اور نمو ہو رواں طبع رواں جوں آج ہو</p>
<p>(اثر) قتی محمد حبیب الحق واصل باقی نویس تحصیل ملہاگرہ علاقہ ریاست جہاد - منکر گلشن آباد کے شاگرد ہیں۔ حال کے نوشتہ شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں یہ اُنکا کلام ہے ۵</p>	
<p>مجھے اور ترک عشق اے تاصح منا نہیں کفن میں مرا جسم ناواں زاہد تو بے خبر ہے وہ عشق سے مہیا ہرگز وہ جام کو تو رو تسنیم میں نہیں حوصلہ کتنا ہے غم سے دل لگی ہوئی نہیں</p>	<p>تو یہ تو بے یہ کیسا خیال ہوا منکر نکیر ہو نڈر ہے ہیں مزار میں ناداں بڑا مزا ہے حسرت نیکے پیامیں زاہد جو کچھ مزا ہے مے خوشگوار میں لے فلک کچھ اور دے لے لگی ہوئی نہیں</p>

اثر

اثر

اثر

اثر

(اثر) مرزا احمد اسد بیگ حیدر آبادی - خلف ذوالفقار علی شاہ مجاہد حسینی علم آفا شاعر و زبان
دہلوی کے شاگرد اور نو مشق شاعر ہیں ۵

اثر

نصل گل تو جا چکی کجنت چھٹ کر کیا کرے
تھی رہائی بھی اسیری بسل ناشاد کی +
پاؤں سے مرے دل کو نعل سے بستا کرے
اللہ کا گھر ہے ارے اللہ کا گھر ہے

(اثر) منشی اصغری خاں لکھنؤی - منشی محمد افتخار علی جگر سیوانی کے شاگرد اور نو مشق شاعر
ہیں یہ ان کا کلام ہے ۵

ٹٹے گا اور کہاں انکو استدر آلام
غم دمل مرے دل سے جانیں کتے
شے ظہور مبارک ہو زابد و تم کو
زباں سے کہتے ہو لیکن پلانیں کتے
یہ ڈرتے ہیں نہ تنہا بھی انکی ہو مخرج
وہ تیر دل پہ ہمارے لگانیں کتے

لبوں پر دم بھی جو اسے شوخ تندر تو آئے
مرغض غم کو نہ تسکین دینے تو آئے
سوال وصل پہ تیوری چڑھا کے کہتے ہیں
اب آج سے نہ کبھی ایسی گفتگو آئے

اثر

(اثر) سید ظفر حسن خاں بی اے خلف سید یوان محمد آفریدی مجسٹریٹ سر منسل حصار -
نو مشق شاعروں میں اور آفا شاعر دہلوی کے شاگردوں میں ہیں علی گڑھ کلج میں تعلیم پائی ہے۔
کلام ملاحظہ ہو ۵

اُت رہے بے رحیاں قاتل نکاشاں ہوا
بچھ گئے زخم ترے سامنے دامن ہو کر
ہوٹ سی دینا اگر نہ دفسر یاد کریں
ہے قسم آپ نہ بھی بھر کے جو بیداد کریں
ذبح کرنے لگے کیوں اُلتی جبری سے ہم کو
ایسی بے دریاں اور قسے پریزا کریں
محو آرائش جلوہ گسینا ہوں میں
جلد آئینہ زخماں دکھائے کوئی +
جان انگہوں میں نفور یہ تنہا دل میں +
اب تو دم بھر کو خدا کے لئے آئے کوئی +

اثر

(اثر) نواب عبد الجلیل خاں رئیس بھیک پور ضلع علی گڑھ خلف اصغر نواب عبدالشکور خاں حیدر
شروانی - مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔

ادائل میں حضرت داغ مرحوم سے مشورہ تھا۔ ۳۲-۳۳- برس کی عمر اور نوابانہ طبیعت سے
ایشیائی رئیس زادوں کی طرح عیش و دست اور رنگین مزاج ہیں کلام گلہ ستہ زیب سخن میں جو
احسن بارہروی کے اہتمام سے نکلنا تھا دکھایا گیا۔ وہ انتخاباً درج تذکرہ ہے۔

گئے صبح کو وہ مری حسان ہو کر بلاک میں زلفیں زری کالی کالی جدائی کے غم میں مروں میں نہ کو کر ادھر دیکھئے آپ کیوں جھپٹتے ہیں بتاؤ ہیں کس پر مرتے ہو صاحب	جو آئے تھے کل شب کو مہمان ہو کر غضب و عار ہی میں پریشان ہو کر رہو دور مجھ سے مہجبان ہو کر گئے تھے کہاں شب کو مہمان ہو کر اثر پوچھتے ہیں وہ ایمان ہو کر
--	--

نغم گئے وہ بھی تماشہ کی غرض سے دم بھر جب آتا ہے کبھی ذکر فادہ مال دیتے ہیں اُبھرنے والی سب چیزیں اُبھرتی سب ظالم	کام نکلا دل نلاں کے مچل جانے سے سمجھ جاتے ہیں اب میری شکایت ہر نوال ہے جوانی آنے والی ہے قیامت آنے والی ہے
--	--

لطف دے جا نیکی مری دہستاں	تیرے دل میں درد ہونا چاہئے
---------------------------	----------------------------

(اثر) مرزا احمد شاہ مالک نیرنگ۔

ہم حشر کے دن ڈھونڈ نکالیں گے کیسکو ابھی وہ سن ہے کلا کھوئیں ملتے بھی نہیں	قاتل جو ہمارا ہے نہاں ہو نہیں سکتا دل چڑانا تو کجا آنکھ چراتے بھی نہیں
--	---

(اثر) منشی راوے لال صاحب رئیس فرخ آباد۔ زمانہ حال کے شعرا میں ہیں۔

جو مجھ پر ہر ماں اپنے کرم سے یار ہو جاتا اگر آکھیں لڑنا کوئی عاشقِ فطرت سے عجب کیا تھا عبادت کے لئے نکر چلے آتے جمالِ یار کی عالم میں شہرت ہونے والی ہے ابھی واقف نہیں ناز و انا سے وہ کہ کس کو	تو دریا ئے الم سے میرا بیڑا پار ہو جاتا ترا تیرے نظر اسکے جگر کے پار ہو جاتا کوئی جیلہ جو بن چڑتا تو میں بیمار ہو جاتا غرامِ ناز سے برپا قیامت ہونے والی ہے جوانی میں اسی قدم سے قیامت ہونے والی ہے
---	---

اثر

اثر

اثر

(اثر) خواجہ حسین خاں صہابہ سیہ پٹائی کے جانشین منشی جلیل حسن کے شاگرد و شاگردوں کا نام غفر میں ۵

دل سے نامرگ جسد ایار کا پیکاں نہوا	یہ بھی کوئی مری حسرت ہوئی مہساں نہوا
جان دی رنج میں عیش کا خواہاں نہوا	دور میرا کبھی منت کش درماں نہوا
ایک بو سے چلتے ہو ہزاروں احساں	وے دیا ہے جودل یہ کوئی احساں نہوا

اپنی آہوں سے جو امید سالی ہوتی	ہمنے کیا جانے کیا آگ لگائی ہوتی
مئے اطہر کی بہت آپ لیا کرتے ہیں	شیخ جی یاروں کو کاک ن تو پلائی ہوتی
وہ دوا لے مجھ موت کے کچھ اور نہیں	جیس ہوا محبت کی شفا بھی ہے

انجم

(انجم) منشی محمد علی باشندہ کو کچھ پورے شعر میں گو کچھ پور کی عدالت میں ڈگری نو بیس تھے۔ کئی سال بعد بنارس میں منصفی کے عہدے پر ممتاز ہوئے۔ عبدالرزاق شعور سے اصلاح غن لینے تھے۔ ایک کتاب موسوم بہ معدن الحکمت ان کی یادگار ہے۔ تذکرہ گلدستہ تازیاناں سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے ۵

دم غفر میں اگر اُسکے دم عیسیٰ ہے	خضر کریوں کرنے بھلا کشتہ بخیر ہوگا
دیکھ اُس دست خانی کو بیتم نے کسا	خون عشاق کا ان اٹھوں سے اکثر ہوگا
خدا جانے اسے منظور ہے کس کی بربادی	بنایا ہے جو گھر صیاد نے اپنا گلستاں میں
صدائے شیون زنجیر سے معلوم ہوتا ہے	تڑپ کر مر گیا شاید کوئی مجوس زنداں میں

انجم

(انجم) خواجہ عبدالرحیم خاں۔ رئیس ڈھاکہ۔ نواب ڈھاکہ کے خاندان سے ہیں۔ اور سید ظہیر الدین صاحب تلمیذ دہلوی کے شاگرد ہیں زبان اور بندش الفاظ عمدہ ہے نوشق شاموں میں شاعر کہتے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں۔ کلام حاضر ہے ۵

تھی الفت شیریں میں مگر نزع کی تلخی	فرہاد گیا جان سے اس کو کہنی میں
تجھ سے تو زیادہ ترے اندامیں قاتل	ہیرے میں نہیں زہر ہے ہیرے کی گئی ہیں
جو لعل غنیش ہے تری مژگاں میں کلاندار	پیکاں میں یہ لذت ہے نہ جھجکی انی میں

یہ نام تو کندہ ہے عقیق یمنی میں +
 کیجے نہ کی کچھ مری خاطر شکنی میں
 نکلے بشارت بھول کے الفت کی راہ سے
 بجلی کہیں گرے نہ تری جلیہ گاہ سے
 اٹھاتوں کا دھنسل نہ بیتِ ازلہ سے
 درہم غلط ہے آپ کو اس خیر خواہ سے
 ایسا اگر آیا آپ نے مجھ کو نگاہ سے
 ناکام پھر کے جاتے ہیں ہم قتل گاہ سے
 کیسی ہو اچلی مرے بہت سیاہ سے
 دیر و حرم سے کام نہ کچھ نفاہ سے
 یوسف عزیز مصر ہوئے گر کے چاہ سے

منا ہے کوئی دل سے ترانہ عشق محبت
 تم ظلم سے خوش ہو مجھے مطلبِ خوشی سے
 رکھے خدا پناہ میں بندہ کو چاہ سے
 شوخی نیک رہی ہے سراسر نگاہ سے
 سالی ہو اندل یہ سینوں کی چاہ سے
 میں اور عشق حورِ قیوں کے شر میں یہ
 اب حشر بھی اٹھا ہے تو اٹھا محال ہے
 اُن کی نزاکتوں نے یہ کیسا تم کیا +
 یکسر چراغِ گو غریباں بچھا دیئے
 اپنی تو سجدہ گاہ ہے در پیرے فزوش
 ہوتی ہے بعدِ رنج کے راحت گراشتم

۱۴۵

(اشیخ) حافظ شیخ محمد ابراہیم غلت حافظ محمد باق علی آذربئی مجتہد درمیں کا پورے عنوانِ شہادت
 سے شانہ کی کا شوق دانگیر ہے اور اُمسین حضرت مآہ لکھنوی سے مشورہ کرتے ہیں سبک
 بیاض کلام شعرا سووم بہ ترانہ عشق ۱۳۱۷ء میں شائع کر چکے ہیں اُمسین بعض سائزہ کے کلام
 کے ساتھ ہی اپنا کلام بھی درج کیا ہے جسے بہ نظر انتخاب معائنہ کیا تو بیشکل یہ چند شعر قابلِ اندراج
 نظر آئے

آپ جاتے ہیں تو اچھا جائیے	نہ ہنسے گا اگر ابھی کھاتے ہیں ہم
سچ ہے کسی کو چاہتے ہیں وہ نہیں	تمہیں - تمکو غیر کی الفت ذرا نہیں
جو حال زار ہے میرا وہ آ کے دیکھ لو تم	بیان کی کوئی حاجت نہیں عیاں کے لئے
غضب کی لاگ تھی بجلی نے وہ بھی بھونکے	جو تھکے چٹکے کئے مع آئینہاں کے لئے
ترش پنے پر مرے وہ شوخ بولا	دکھاؤ درد تو مجھ کو کہاں ہے

بو سے اتنے لئے کہ وہ بولے . پیسار کی کوئی انتہا بھی ہے

(احمد) مولوی حکیم عبدالاحد صاحب مدرس اوّل عربی مدرسہ فزا پور۔ آپ کے صاحب متعلّم اور باکمال ہونے میں شبہ نہیں باوجود مشاغل علمی (آپ داغظ بھی ہیں اور طبیب بھی) شریکوں سے رغبت رکھتے ہیں۔ ۳۳-۳۴ برس کی عمر تک فنون عربیہ، منطق، فلسفہ وغیرہ کا مطالعہ کرتے رہے۔ استعارہ اور تشبیہ سے طبیعت کو ایک خاص لگاؤ معلوم ہوتا ہے۔ خیال کی بلندی اور بندش کی جستی مزید برآں ہے۔ زبان بھی بُری نہیں۔ ہنسنے کی سہولت نگاہ سے جفاکار اشعار آپ کے محبوب و جان میں اپنے مذاق کے مطابق پائے تذکرہ میں درج کر دیئے۔

ازل مطلع ہو دیواں کا اپم قطع ہو دیواں کا
ہو اور روشن چراغ آرزو شہر خوشاں کا
ہوا جاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے دل بے بیخشاں کا
شہادت نامہ ہے دامن تراخون شیداں کا
اٹھا دیتے ہو پردہ جس گھڑی خسارتاں کا
خوشی نہ چھوٹی ہے ہنس کے اپنے زخم خداں کا
جب اٹھا پردہ آدھر تو پھر ادھر پردہ ہوا
دامن قاتل پر میرے خون کا و صبا ہوا
اب تو دل ادا کوشش مرگاں تراختا ہوا
غیر کے پہلو میں بیٹھے دریاں سپاہ ہوا
آرزوئے وصل کا بھی آج منہ کا لاہوا
نظر آئے فلک پر بھی تماشاقص بسمل کا
تڑپ کر جا پڑا قدموں پر جب سرا کے بسمل کا
کمال اک شب فطر رہتا ہے سماں ادا کمال کا

لکھوں دیواں میں گر کچھ قصہ طوائف جاناں کا
جوشب کو میرے تہم کے لئے نہ کھول کر آیا
لب جاناں بخش کی سرخی کا عالم دکھائیے جاں
چھپانے سے نہیں چھپنے کا قاتل خونِ ناحق یہ
بہار گلشنِ فردوس بچ جاتی ہے آنکھوں میں
ٹمک پاشی کا زعموں پر ہے جب قصد کرتے ہو
جوہرِ رخ سے کیا گھر بخودی نے آنکھ میں
جان کے جانے کی کچھ پروا نہیں پر غم یہ ہے
گشتہ تیرنگہ ناز مدفون ہو گیا
رہنا ہے بے چین مدت تک تعلق دل کبھی
مرگیا عاشق تہرا را ہو گیا قصہ تمام
سوئے نہ رہا یا خنجر ابروئے قاتل کا
لگایا اپنے سینے سے اٹھا کر اسکو قاتل نے
خدا کا شکر کہ اب تک کمالِ حسن ہے درہ

ہنسے معشوق کی ہوتی ہے وہ گر کر عیاشی
جو قاتل ہیں انہیں راحت کی فکر اصلاً نہیں ہوتی
ترافقہ بنا کر صانع قدرت نے فرمایا
طاوٹ کعبہ رُخ ہو چکا بس اب یہ باقی ہے
قاصد کو موت کو بچے جہان میں آگئی
زاد تو اسکے کوچے میں ہے پی لے کرے شاہ
اللہ رے اسیر بی بیل کا انتظام
روشنی ہے در دیوار پہ پھیلی ہر سو
وہ کہتے ہیں تمہارا کیا گیا سوداے الفت میں
اللہ رے شوق قاتل کہ کتا ہوں بار بار
کیا جاتے کہ کیا ہے جو پہلو میں ایک دم
جو پوچھا تھے کہاں اتنے دنیوں تو ہنسکے فرمایا
مجھے مسجد میں جاتے دیکھ کر بولے ادھر آؤ
حسینوں کو محبت بھی ہو تو سمجھو کہ آفت ہے
کسیں لیل کی صورت جلوہ آ رہا ہے نہاں ہو کر
کسیں تو قاتل عالم نظر آتا ہے عالم میں
کبھی تو بتکدے میں صورتِ ناتوس چٹا لال
تھی تمنا اڑ کے دامن سے لپٹ جاتی یہ خاک
بمحر کیا جانے قاتل نے کیا ہے ہم پر
اتنی فرصت ہے ہیں جلدی نہ کر قاتل میں
کیا قاتل ایک عالم کو لیکن واسے بیدری

چمن میں خندہ گل سے ہے بس نالغ عدل کا
خیال عیش رکھتا ہر گھڑی ہے کام کا بل کا
بناؤں گا نہ اب میں دوسرا ترے مقابل کا
بجائے سنگ اسود و سورگوس خداد کے بل کا
میں منتظر ہی بیٹھا ہوں خط کے جواب کا
جنت میں کیا حرام ہے پینا شراب کا
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا
چاندنی گھر میں ہے اک اہل قلعے پیدا
مجھے اس پردے میں بسوٹنا من عام ہوتا تھا
پھر جائے مجھے خیمہ قاتل کی طرح
مرگتا نہیں ہے آج مراد کی طرح
کسی کجبت کے دل میں تھے اب تک دریا ہو کر
خندہ کو بھی دکھا دینگے کبھی شانِ خندہ ہو کر
وفا آخر کو ان کی رنگ لاتی ہے جفا ہو کر
کسیں رسوائے عالم صورتِ مجنوں عیاں ہو کر
پھر کتا ہے کسیں سبل کی صورتِ نیجاں ہو کر
کبھی مسجد میں بول اٹھا موزن کی آواز ہو کر
وہ اگر آتے کبھی گو غصہ بیاں کی طرف
دم نکلتا ہے مگر کہتے ہیں قاتل قاتل +
دیکھ لیں دم بچر نظر بھر کر اسے جلا دم
دیکھا مڑ کے تو نے کس طرح سبل تر پتے ہیں

<p>کعبہ سمجھ کے توڑتے ہیں دل کو اور بھی قبر کو میری یہ ٹھکرا کے لگا کتنے وہ شونخ بکیسی و نامرادی ساتھ اب چھوڑیں گلی کہا صداسے دردناک ایسی ہمارے خوشبوچون کی</p>	<p>سچ تو یہ ہے بتوں کو خدا کا بھی اذنیس نقشہ حشر کو بیدار کروں یا نکروں شام غزبتیں گئی صبح وطن کی آرزو بیان دوست کیا جاتی جی جاتی ہے شون کی</p>
<p>تجی گھر نازنے کشتہ کیا سب کو چھوڑ کر عشقِ تیاں کو لے اصد کیا بدنام مجھ کو مارا تو نے</p>	<p>عالم صبح ہر یکھو دوائی ہے نظر کی کعبے کو بت خانے سے کیونکر چلے قضا رکھ کر یہ کہتی ہے ادا سے</p>
<p>جب دونوں کی خلقت ہوئی اک گن کی صلا وہی فضل الہی ہے شریکِ مجراں ہر دم بے خودی میں اس قدر محوِ جمال یا رہوں</p>	<p>پھر شیخ میں ہے کیا جو برہمن میں نہیں ہے وہی بخشش وہی رحمت جو آگے تھی وہ اب بھی جس فلسفے میں دیکھتا ہوں یار کی تصویر ہے</p>
<p>کہتے ہیں وہ کہ میری بلا بھی نہ ایگی</p>	<p>کیا وہ نہ آئیں گے تو فضا بھی نہ ایگی</p>
<p>احسان - شاعر خوش کلام سخن و رمالی مقام حافظ عبدالرحمن خاں خلیف حافظ غلام رسول خاں شاہزادہ مرزا فرخندہ بخت ایزد بخش مرحوم عرف مرزا نیلی خلیف حضرت شاہ عالم ثانی کی سرکاری منشا کل تھے۔ استاد ملاطین زمرن کے لقب سے مشہور اور شعر اپنے تخت میں ممتاز و سربلند تھے۔ مرزا فاد بخش صاحب صابر مولف تذکرہ گلستانِ سخن پہلے انیس کے شاگرد تھے۔ مشرقِ سخن کمال کو پہنچی ہوئی تھی ساڈ سنٹر پرس کا ملک تھا جلا اصفانہ سخن پر فاد اور فارسی و ریختہ دونوں زبانوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے۔ مگر طبیعت اُردو کی جانب زیادہ مائل تھی۔ چنانچہ اپنے ایک شاگرد کو اُردو میں غزل کہنے کا شوق دلانے کے موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ "غزلِ ریختہ اگر خوب باشد بہتر از فارسی است" باریں ہمہ فارسی کی زبردست استاد رکھتے تھے۔ اساتذہ فارسی کے ہزاروں شعر آپ کو زبانی یاد تھے اور جب کوئی آپ کے شعر میں کسی لفظ یا ترکیب پر اعتراض کرتا تھا آپ تڑپا سے سند میں استادوں کا کلام پیش</p>	

کر دیتے تھے۔ استغناء کی کیفیت تھی کہ پوری پوری غزلیں اور مختلف اشعار شعر اسے مخلص کوک زبان تھے۔ اپنے دیوان اور مثنوی میں بھی کئی جگہ کسی غیر معمولی حرکت یا ترکیب الفاظ کی سند میں آپ نے کئی کئی شعر حاشیہ پر لکھ دئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ عالم بادشاہ کے اس مصرع پر ”صبح بھی دوسرے تو دیتا مجھے اے ماہنیں“ برآپ نے فی البدیہہ یہ مصرع چسپاں کیا ع نامناسب ہے یہاں وقت سحر گاہ نہیں ہے اور پھر حضور کی فرمائش سے اسی زمین کی غزل کے بہت سے شعر اس طرح سنا دئے گویا گھر سے یاد کر کے آئے تھے۔ اسی صحبت میں کسی نے ”وقت سحر گاہ“ کی ترکیب پر شبہ ظاہر کیا اور لفظ گاہ کے ساتھ وقت کو فضول قرار دیا آپ نے فوراً مرنہ صاحب کا یہ شعر پڑھ دیا۔

آدمی پیر چو شد حرص حواں نمی گردد | خواب در وقت سحر گاہ گراں نمی گردد

قلعہ معلی کے قریب تمام شاہزادے اور دہلی کے اکثر امیر زادے آپ کی شاگردی کا دم بھرتے تھے اور حضرت شاہ عالم تو آپ کے حال پر خاص نظر عنایت فرماتے تھے۔ مجلس خاص کے وقت جس میں گفتی کے آدمیوں کو بار مٹا تھا آپ اکثر موجود ہوتے تھے۔ بادشاہ ان کے اشعار بڑے شوق اور رغبت سے سنا کرتے تھے۔ حضرت اکبر شاہ ثانی کے حضور میں بارہا آپ کے اور شاہ نصیر کے مطاحات ہوئے اور اس پر بھی دربار شاہی میں آپ کی عزت برقرار رہی۔ باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے طبیعت شاعرانہ اور رنگین عطا فرمائی تھی مگر اس پر بھی آپ کو زمانہ کی ہوانہ لگنے دی اور حافظ قرآن ہونے کا پورا پورا لحاظ نہ رکھا۔ چنانچہ شاہ نصیر نے بھی ایک مرتبہ کسی بات پر بڑے مکرر حافظ قرآن ہونے پر اسطرح چوٹ کی تھی۔

اے خال رخ یا رتھے ٹھیک بناتا | پر چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھکر

علوم استاد اولہ اور مثنوی نفیسہ میں کامل دست گاہ تھی اپنے زمانے کے استادوں میں شمار ہوتے تھے۔ بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اگر ایک طرف جرأت۔ انشا۔ مصحفی اور نصیر کے ہم آہنگ

تھے تو دوسری جانب ذوق - ممنون - مومن - اور غالب کے ہم عصر تھے۔ چنانچہ انکے کلمات میں ان سب اساتذہ مذکورہ کی ہر طرح غلطیاں موجود ہیں۔ آپ کی اُستادی میں کچھ کلام نہیں۔ زبان کی صفائی۔ الفاظ کی شستگی اور جستگی میں آپ نے بڑی کدو کاوش کی جانتک بنا معلق الفاظ بیحدہ تراکیب و تکرارِ اضافت کو پاس نہ آنے دیا۔ ہاں رعایتِ لفظی و معنوی سے نمونہ موزوناً ہر طرز بیان نہایت صاف۔ سہل اور بے تکلف ہے۔ ابو ظفر سراج الدین بادشاہ خاتمِ سلطنت علیہ ہمیشہ آپ کی عزت و توقیر فرمائی اور حضرت احسان کو تارِ زیست و نفیض شاہی کے احسان سے بکدر شاہ ہونے والا۔ جب اتفاق ایک مرتبہ وظیفہ میں کچھ دیر ہوئی تو آپ نے عین شکار ماہی کے موقع پر یہ قطعہ فی البدیہ لکھ کر پیش کیا ہے

صید ماہی و صید دل شاہ جال ہوں اور شکارِ مجھلی کا قلب صاحب تھے جب حضور گئے اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے	خوب ہے اور کچھ نہیں معیوب یعنی ڈوبے کا ہے کانا خوب وہ دو ماہ گیا ہے میرا ڈوب میرکب تک ہو میں نہیں ایوب
--	---

اسی طرح ایک اور مرتبہ تنخواہ رک جانے کی شکایت میں ایک طویل قطعہ موزوں فرما کر حضور شاہی میں گزارنا تھا جسکی وہی زمین ہے جو مرزا غالب کے اس مشہور قطعہ کی ہے

رسم ہے مُردے کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پر مار
-----------------------------	--------------------------

اس قطعہ میں حضرت آسان نے کماروں - بیٹے اور بیٹی کی گفتگو بڑی لطیف و معنی خیز بیان کی ہے عجب نہیں جو مرزا غالب کو اس زمین کا خیال احسان ہی کے قطعے سے پیدا ہوا ہو۔ علی ہذا ایک اور مرزے کا قطعہ جسے سمجھنے انتہائی کلام کے شروع میں ہدیہ ناظرین کیا ہے آپ نے حضرت اکبر شاہ ثانی کی خدمت میں اُس موقع پر پیش کرایا تھا کہ دشمنوں نے انکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلیٰ میں آمد رفتِ سلام و مجراس بند کر دیا تھا۔ آپ کے کلام میں عاشقانہ رنگ خوب ہوتا ہے اکثر قطعے بڑے لطیف اور مزیدار لکھے ہیں

اور اُن سے اُس زمانے کے بعض تاریخ دان واقعات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ آپ کا کلیات اب غنقا کا حکم رکھتا ہے بڑی تلاش و جستجو سے ایک فلمی کلیات جو ضخامت میں تیس جزو کے قریب ہے دستیاب ہوا ہے دیوان کے علاوہ ایک مثنوی یوسف زلیخا بھی بہت عمدہ لکھی ہے۔ یوں شاگرد تو سیکڑوں تھے لیکن ان سب میں صرف مرزا انابت اور مرزا اصابا نے اُستادی کا درجہ حاصل کیا۔ ایام ضعیفی میں بھی شوق سخن کا یہ عالم تھا کہ کوئی شاعر نامہ نہ تو تھا۔ نواب عماد الدولہ سفید فضل سنجای دہلوی کی وزارت میں ایک مرتبہ لکھنؤ بھی گئے مگر دماں انکے کمال کی جیسا چاہئے قدر دانی نہ ہوئی آخر کار پچاسی برس کی عمر ۱۲۷۷ھ ہجری میں رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے مرزا اصابا نے تاریخ وصال اسطرح موزوں فرمائی ہے

عین ہنگام الم میں صابر دل گیرنے	اپنے دل کو تمام کر با صد غم و با صد کا
کی مقام بسعدن احسان کی تیغ و فات	دل گیا بیعہ آج بے عالم سے احسان اٹھ گیا

مولوی عنایت الرحمن خاں مرحوم سابق ڈائریکٹر شریعت تعلیم حیدر آباد دکن اور مولوی احسان الرحمن خاں رئیس دہلی انکے پوتے ہیں مولوی عنایت الرحمن خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے خاں بابر غلام محمد حسین خاں دہلی میں بیونسپل کسٹرن ہیں اور انکے چھوٹے بھائی ابو الحسن خاں صاحب منصفی کے عہدے پر متنازع اور اتر متذکرہ کے کرمفرما ہیں لال کنوئیں کے بازار میں انکی بنائی ہوئی ایک عالی شان حویلی اب تک موجود ہے۔ انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

ہوں شہر ہند کا استاد یہ ہے فخر مجھے	شہر میرا تو شہناشہ ایران گیا
عرض غماز پذیر جو ہوئی حق میں مرے	کیا گیا میرا اگر اُس کا ہی ایمان گیا
حکم والا یہ شہر قلعے میں احسان ہو	سُن کے اس بات کو اک شہر کا اُستان گیا
اسے شہنشاہ جہاں قدر شناس احسان	خلق کیا کہوے گی گو حکم کو میں مان گیا
شہر وہ کیا ہے کہ جس شہر میں احسان ہو	قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا
قاضی مئے لنگوں کی جڑ سے کتا بوں میں	لیکن ہے بڑی ذلت رشت کا بچا جانا

<p>ہانگ اپنی دکھ جانی پکلی کو جب اجانا جب اسے بجی آدھی ہم پاس تو آجانا</p>	<p>بے معنی منس معنی اس جڑ کے دلکش میں ہے دُور سبھ اپنی یہ حکم ہوا ایسی</p>
<p>کہ غم مال گیا اور غم سلہ لاد گیا گل صدرِ برگِ مرے سنے لاکر توڑا کہ جھکو ایک شیرے نے بھی ہے ٹوٹا پہلے اُسکی ابرو دے پُر غم پہ مائل ہو گیا طوق سے چھوٹا تو پابندِ سلاسل ہو گیا</p>	<p>چھٹ گیا قصہ دنیا سے تو مرکزِ غم دلِ صد چاک کی پوچھی جو خبر اُسے یہ دلا دوزخ کے دلِ دوزخ کے کتاہوں دلِ مرزا ندانِ الفت میں سدا قیدی رہا جب ہوا دہک رہا پھر نفس میں جاکر پھینکا</p>
<p>گزارا ایک پیراہن میں ہے بادامِ توام کا ناصح کے منہ کو آن کے کوئی نہ ہی گیا بھید کہتا ہے کسی سے کوئی دانا دل کا وگرنہ یاد نہیں بلکہ شکایتیں کیا کیا حامی ہے کون تجھ پر آفتِ رسیہ گاہ کا سعیدِ انفعی گزارا تو چاند آیا محرم کا اسد چنے کیا کیا عشقِ بتاں میں دیکھا گرچہ تجھی کو مینے سارے جہاں میں دیکھا مومن جو دہاں ہیں انکو کفرِ نہاں میں دیکھا دلی سا شہر کس نے ہندوستان میں دیکھا ہمنے نیا سلیقہ اس نوجواں میں دیکھا کیا کوں لیک نہ کبھت جمانے جاہ خونِ محنت کا آج تو پینا حلال تھا کہ بعدِ مرگ کوئی آشنائیں نہ رہتا</p>	<p>اگر ہوا اتفاق آپس میں تنگی بھی گزہ جائے یاروں سبوں کو میرے گریباں کی فکر ہے سخت نادانی کی احساں جو کہا عاشق ہوں گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے پوچھا اے اجلِ کرب پر اُنکا ہے کام جہاں کا کبھی شادی کبھی غم ہے ہی عالم ہے عالم کا آتشِ جگر میں گا ہے گشتِ جہاں میں دیکھا تجھ کو کبھی نہ دیکھا دیکھا اجماعِ سارا شیرہ ہے کھٹو کا لیس کن نعوذِ بابت دلی کے ہندوؤں میں ہیں اہلِ دل ہزاروں جو ہیں مکرے اُنہیں کو دس کھوٹیاں منائے خاک ہو کر بھی رہوں تھا یہ وفانے جاہ مینائے بادہ ہنڈ سے یوں میرے بے گیا بکھی جو شمع تو پر دانوں پر ہوا روشن</p>

<p>تجھے تو ہنس رہا ہے شغلِ سُکرانے کا وہاں ہے شغلُ سے زلف کے بنانے کا</p>	<p>ہماری جان پہ گرتی ہے برقِ غمِ ظالم ہماری چھاتی پہ پھرتا ہے سانپِ احسان</p>
<p>غم تجھے رخصت کہ لایا ابر پیغام شراب اندھے رشتِ خاک و کفِ گل کا مضطراب پھر خدا ہے کہ رہے بندے کا ایمان و رست دیکھا کیا ہوں خواب پریشاں تمام رات آہ پلو سے مے ناوک و دلدار نہ کھینچ</p>	<p>لے خوشی آ جا کہ عیسری رخصتِ غم آج ہے تیرا جو میں تو برقِ فلک ناز نے کہا جب کہ تجسا منم لے بت ہو میسر تنہا مارا خیال زلف نے دل پر جو دام رات دم کھنچا آتا ہے ساتھ اسکے مرا اے ہدم</p>
<p>ہے ناوہند آپ کی سرکار بے طرح بتا ہے یاں زمر و ابوالعلا ب کیونکر میری دعا الہی ہو سجا ب کیونکر</p>	<p>تنخواہ ایک بوسہ ہے تیرے چہچہیں پان مٹسنے ہے چایا گلِ دیکھو یہ تماشا گلِ شراب دل میں ذکر تیرا ہے لب پر</p>
<p>چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پروردِ بھیکر پیریاں نہ اُتر آئیں پرستانِ سمجھ کر کیا سنگونہ تو گیا سو چراغاں چھوڑ کر ہے نہ یار آئے سخن اور نہ یار آئے نظر کیا نظر آئے کہ جب تو ہی نہ یار آئے نظر کوئی کھینچے ہوئے سینے پہ کٹار آئے نظر پردہ درخام عسلِ رخشگرِ حرمِ ہوش لیک درعدن بس طرہٴ عنبرین بدوش آہ وہ چشمِ مے پرست وادہ لعلِ بادہ نوش جام بدست و خمِ بسترِ شیشہ بر سب بدوش</p>	<p>مجلوسِ شکر او میں چلتے سنبھل کر دیکھ کر کوٹھے پہ چڑھا کر تو سہری جانِ سمجھ کر سرد سے قمری بھرے ہے بگولی بگولی باغ میں فائدہ تم جو مجھے نزع میں یار آئے نظر نہ جن باغ میں مجھ کو نہ بہار آئے نظر کشتہٴ مخمورِ مزگاں ہوں کہ جس دم سٹوں دوش بدوش دوش تھا مجھے بت کر شرکوش غازہ پر دوس بلبِ پاں بدہنِ خاکفت بیل میں مریض دکھ کرے دم میں شفا ہے مجھے نگہ مے تھا شمعِ گل آج یہ حال ہے کہ ہے</p>
<p>اگرچہ پیر ہے پر ہے مرید باخلاص</p>	<p>نچوڑو نہ شیخ ازبوشیخ کا اخلاص</p>

یاد دشوار ہے وہ یاد جو ہے یا دکا حق پہ
میرے نصیب میں نہیں آرام اب تلک
دیں ہے مطلوب تو اس طالبِ یاد سے مل
زر ہے در کا رتو جا کر کسی زردار سے مل
یاں تو دوزخ کی تری ترسیں گے ماں خست کو ہم
آج بے قیمت ہی لینے جنسِ بے قیمت کو ہم
رازِ وحدت کی مائشِ تجھے بے وحدت کو ہم
خوب روئے کچھ کر زاد کی تربت کو ہم
راحت اوروں کے لئے خدمت کو محنت کو ہم

یاد توحق کی تجھے یاد ہے بر یاد رہے
گو مر چکا ہوں پر دل مضطر کے ہاتھ سے
گر ہے دنیا کی طلب راہِ پکار سے مل
گر وفا چاہئے تو ہمسے وفا دار سے مل
ڈھونڈتے بہرِ شکم ہیں رات دن بدولت کو ہم
قیمت بوسہ جو پوچھی بولے بے قیمت یہ
زاہدِ واحد ہے وہ وحدت میں اسکے شک نہیں
شعرِ کندہ تھا اُس شیریں بیاں کی تہ پر
واہ واہ اے بادشاہِ عشق تیرے مرنے نفعی

اور محروم رہیں بادشاہِ گور سے ہم
اک آئے تھے اور دو گئے ہم
گر عس من کرے اُسکا ہولِ جاؤں
حکما فضل الہی خفقاں کتے ہیں
مرا سر رہے آستانِ بہت ہیں
برق ہوں آہ سحر ہوں نالہ شیکر ہوں
دیا دیا نہ دیا مجھ پہ پھر یہ دین نہیں

مختب تر ہے تو شوق سے نگلےا گلو
غم ساتھ ہوا گلی سے تیرے
میں جو ہے پینے پہ آؤں تو سہلی جاؤں
میں تڑپتا ہوں غمِ عشقِ تیاں میرا آساں
خفاست ہو چکو ہٹکانے بہت ہیں
مکھوت چھپرہ کوکہ سدا بیا تاخیر ہوں
سوالِ وصل پہ دیتا ہے شمعِ رویہ جواب

یا علی تم بن کوئی اس شہر کا دلی نہیں
یا کوئی اس شہرِ نازِ ساں میں گھڑیاں نہیں
اب وہ بے چینی وہ بیتابی وہ بے حال نہیں
دو دو آہ عاشقاں ہے یہ گھٹا کالی نہیں
منہ پہ وہ رونق نہیں چہرہ پہ وہ لالی نہیں

حکم والا ہو کہہ دلی بھی پھر آ باد ہو
یا گجر ہی صبح کا فرقت کی شبِ بختا نہیں
بس ترے آتے ہی جھکو چہن سا کچھ آگیا
نالہ آتشِ عناس ہے برقِ اسکو مت سمجھ
دو ہی دن کے عشق میں احساں یہ صدمہ گئی

اہل دیں ہم جان کر بہ زیارت تھے گئے
 ماکس پر دین دیکھ کر بولا وہ برفن آبیں
 جو سیر روئے ازل ہیں وہ سپید اصلانوں
 خریدار ایک قطرہ کا ہوں میں طوفان الفسکے
 ترے دیدار کو چھوڑ کر قانع ہیں جنت پر
 خدا محفوظ رکھے ان تہوں سے اے مسلمانو
 بنائے قصر عراغی دھڑی جاتی ہے ایں ہر دم
 ہمارے لعلِ جنت دل نہ یوں گاہ یا قسمت
 جگر کو دل کو مژدہ دے تو اے پیکلِ جلِ جاگر
 چمیر تو دیکھو سنا کر مجھے غیروں سے کما
 عشق ہی جسکو نہیں ہے اُسے ایمان نہیں
 تہبیل پر ہے سر اور باؤں اُس کو چپے میں ہے اپنا
 شکم پر درخت کو نہ پچھتاؤں تو میں جانوں
 مسجد میں یاد آوے جو نامِ خدا وہ بت
 زطالفت سے یہ فرمایا ظفر نے احسان
 عرض کی سینے کیسے دڑے ہوں اور تم غر شید
 اور یہ اور عنایات گد اپرا اپنے
 دو بھی ہوسے مجھے یک ماہ میں اے ماہِ ندو
 جیوں میں کیونکہ خفا مجھے آہ جب تم ہو
 اُس سے بوجھ ہے جو احسانِ وفا پیشہ کبھی
 حسانِ دل خیز جگر خفاں پر رحم

حضرت احسان کو دیکھا ایک دنیا دار ہیں
 کس نے بھیجی کی سوتیوں کی میری جھمن آبیں
 آ اگر ہے شبہ کچھ دھوکہ دیکھ جاسن آب میں
 مگر جو لوگ دریول ہیں دریا مول لیتے ہیں
 وہ دیں کو بیچتے ہیں او دنیا مول لیتے ہیں
 وہ بے ایمان ہیں جو کہ ایمان مول لیتے ہیں
 قصو عقل سے ہم تقو وادواں مول لیتے ہیں
 یہ مرجانے کی باتیں ہیں وہ مرجان مول لیتے ہیں
 کہ بہر سینہ احسان وہ بیکان مول لیتے ہیں
 آج عاشق ہم کو حدتے کے لئے درکار ہیں
 اپنے مذہب میں وہ کافر ہے مسلمان نہیں
 خریدارِ محبت ہاتھ میں بیانا رکھتے ہیں
 کہ دوزخ کے لئے جنت یہاں غلام کرتے ہیں
 سر چکوں اسطرح سے کہ سبر کو توڑ دوں
 ”ہم تمہیں جانتے ہیں تم نہیں کیا جانتے ہو“
 نذر ذرہ ہے کہ ذرہ کو ذرا جانتے ہو
 گرچہ اُستاد ہوں شاگرد شہا جانتے ہو
 وضع یہ کیا ہے کہ نوکر رکھو تنخواہ ندو
 کہ میری زیت کے اے جان میں بہت تم ہو
 بے وفا کون ہے کتا ہے وہ عیت ارکے تو
 مینے کہا ثواب ہے کتنے لگا گناہ

جنت میں بھگوان کی گھٹے سے ہیں لے چلے	کیا جائے کہ مجھے ہوا آہ کیا گستاخ
آگ دس دل لگی کو لگ جائے	دل لگی آگ بھڑکے گئے لگی
مہر مجبزی ہے تری نفتہ جگر کی دوزخ	دامن مجھے محشر کا اک رومال ہے
سربہ چشم بنان کی کوں کیا پے پہل	گھر کے گھر کھو دئے اور آنکھوں میں گھر کرنا ہے
دکھایا زلفت کا عالم تو بس یہ میرا عالم ہے	اساں صبر پر جم ہے بنا سے عقل دہر ہے
نہیں ہے تیری زیر نگین تابعداراں بھی	اگر شاہ جہاں یاں ہے براے نام خرم ہے
بوسہ لیا تو ہو کے خفا دل رہا چلے	ہے ہے فرے کی بات تو تیز چلے
پیر منساں کی یہ ہے کرات ساقیا	یوں سیکے میں ساغر بیدت پا چلے
مرنے کے بعد ان کے کوئی نہیں پڑیاں	لو آج اپنے کشتے کی منت بڑا چلے
ذرا تو دم لے دم تیشہ غم شیریں	کہ سانس لینے کی طاقت تو کو کون میں
مجلو مسجد سے نکالا تو بس اب لے یہ ثواب	زاہد تو ہی بستا خانہ خمار مجھے
نشتہ ٹی داغ دل غم لفت میں مل گئی	دولت لکھی تھی چوہی قسمت میں مل گئی
ولدادہ خیرے سایہ طوبی میں ہیں کھڑے	قامت کی تیری داؤد قیامت میں مل گئی
اگر جگہ میں لٹ جائے تو کوئی کیا تعجب ہے	مگر تحقیق ہو تو چور کی شکل رہائی ہے
مری تنخواہ نوٹ ان لٹیروں نے جو ملی میں	بہادر شاہ غازی کی دوا ہئی ہے دوا ہئی ہے
چین بگلو جی نو میرے ستانے والے	تو بھی ٹھنڈا زہر ہے جی کے جلا نوا لے
بس خاک قدم دینے تکرا بہت کی	مٹی مری اس خاک نے ہی خوار بہت کی
احسان (ان کا نام نہیں معلوم۔ لکھنو کے رہنے والے اور مرثیہ گوئی میں مشہور تھے۔ نواب سادات علی خاں اور نواب غازی الدین حیدر کا زمانہ تھا۔ انکا ایک شعر دستیاب ہوا وہی لکھا جاتا ہے)	
۱۵ اس میں لفظ یہ ہے کشا جہاں کا یا اہم شاعر کی تحریر نام تھا ۱۲	
۱۶ قلم علی دہلوی کو عوام مال جو ملی بھی کہتے تھے ۱۲	

مجنوں کو اپنی لیل کا مکمل سزیر ہے | دل میں ہمارے تو بے ہیں دل عزیز ہے

احسان

(احسان) منشی احسان علی خان ولد منشی اکرام الدین علی خاں - سرکار راجپور کے قدیم متوسل اور وہاں کے سخن بخوں میں ممتاز ہیں۔ ابتدائی عمر میں مولوی حسین شاہ بغدادی سے استفادہ کیا۔ عربی فارسی کی بھی دستگاہ پونجائی - آغاز شباب سے طبیعت شعر گوئی پرمائل ہوئی۔ باوجودیکہ آپ خود ایک کلمہ مشق شاعر ہیں مگر بھی حضرت داغ دہلوی کی قادر الکلامی ماحول گفاری کے قائل اور انکی شاگردی کا دم بھرتے ہیں۔ حضرت داغ کے قیام راجپور کے زمانہ میں ہندو فیض اٹھایا کہ فی زمانہ وہاں کے سخنوروں میں رتبہ یگانگی حاصل ہے اپنے بلند نام اُستاد کی دلفریب اور دلگداز طرز کو پورا پورا بناوا اور بنا رہے ہیں۔ زبان کی صفائی اور کلام کی دستگی کے لحاظ سے آپ نامی معاصرین پر فوق رکھتے ہیں اسوقت میں سن شریف ساٹھ برس کے زیب ہے۔ مشق سخن کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ آپ کی ہمت حال کچھ غزل ہی تک محدود نہیں بلکہ اکثر اصناف سخن بقادر ہیں۔ خیال کی سائی اور محالہ کی بندش سخن فہموں کو اپنی طرف کھینچتی ہے امیر مرحوم اپنے تذکرہ انتخاب یادگار میں انکے حالات اسطرح تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو مجال غزل میں سوز و غنائی کا شوق ہے نوحہ اور سلام کہنے کا ذوق ہے۔ مگر اچھی ہے طبیعت زکی ہے۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی کے شاگرد ہیں۔ اکثر انیس کی صحبت میں رہتے ہیں بہر حال اسوقت حضرت داغ دہلوی کے نامی تلامذہ میں آپ کا دم نمین ہے

شاد کیوں ہوتے ہو سکر غزل میری فریاد کا	شوہر اتم کیا ترانہ ہے مبارک باد کا
جلوہ ہوش مریا بار کا اچھا دیکھیا	ہو گئے آپ تماشا یہ تماشا - کھیا
ہم رہے آپ میں جب تک نہ وہ جلوہ دیکھا	ہوئے بخود تو خدائی کا تماشا دیکھا
آٹ رہے بالیدگی قطرہ اشک حسرت	آنکھ سے کرتے ہی منہ سے دیا دیکھا
فوج بہروں میں کیا لگن بھری سے محکمہ	گھر میں بھر رہے تڑپے کا تماشا دیکھا
بن گیا آئینہ میرے لئے سارا عالم	اٹھ گئی آنکھ جھریا ر کا جلوہ دیکھا

<p>کھول کر بند کفن کے مہاجر اکیس پیار اخلاص وہ بآپکا جھوٹا دیکھا میرے آنے کا بھی احسان نہ رستہ دیکھا ہاتھ تکیہ کی جگہ ہو تیرا گردن اُن کا تیغ و خنجر سے سوا ہے غم گردن اُن کا صبح دیکھا تھا جو اٹھ کر رُخ روشن اُن کا اس محبت کا بُرا نچل سلاہم پیار اہو گیا</p>	<p>لائی تاخیر محبت اُنہیں میت پر مری مرنے پہ مرنے رکھ کے بعد رو یہ رو کر بولے بے ملے جلد نے افسوس بڑی جلدی کی کیا ہی آرام سے نیند آئے اگر ایسا ہو سچھکالینے کا انداز بھی ہے قابل خلق عید سے بڑھ کے خوشی آج ہی ہے عدن ہجر جو نہ تھا اہلو گوارا وہ گوارا ہو گیا</p>	
<p>مرتے مرنے بھی تو کبھی مسلمان نہ ہوا لے چلو اسکو اٹھ کر سہرے باہر آیا ہوں میں بھی کھیل کے آج اپنی جان پر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اپنے مکان پر ہوتا فلک زمیں پہ زمیں آسمان پر کیا اسکو ترک کر کے رہیں آسمان پر وہ زہر جس کو کوئی نہ رکھے زبان پر دیکھا تھا اے زوروش کی مینے دوکان پر</p>	<p>غافل ہنس بت سے کسی حال میں احسان نہ ہوا کھر میں اللہ کے داعی سے بلو روزد بسم اللہ اُٹھیں کسے کر امتحان پر بازار میں نہیں تو تیریں محتسب ہم ضبط نغماں نکرتے اگر ہم شب فراق اچھی کوی یہ شیخ نے دنیا کو چھوڑ دو کس کس فرسے سے کھانے ہیں ہجر پر پینے گئے تھے ہاں سے بھجوانے شیخ جی</p>	
<p>جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل ہوش جو اس کتے میں آئیں کہ ہر سے ہم دیکھو تو دیکھتے ہیں تمہیں کس نظر سے ہم دام کھوئے نہ دو ہم مال کھرا دیتے ہیں بتادوں جس بیڑا میں دھکادوں سپہ ماہل بول جلوہ اپنا نظر آتا ہے جد ہر دیکھتے ہیں</p>	<p>تمہیں چاہا ہے بیشک ہوں اسی نعرے کے قابل روکے ہوئے ہے چار طرٹ راہ تیغ و دی سمجھو تو کیا سمجھتے ہیں ہم تک کو جان جان دل کو بوسہ کے عوض دینے لگائیں تو کما نہ پوچھیں آپ مجھے مبتلا ہو کس پر سچ کہ دو پنی کے ہم بادہ عسراں کو اگر دیکھتے ہیں</p>	<p>لا</p>

<p>بے ہنر عیش میں ہیں اہل ہنر دیکھتے ہیں بچ ہوتا ہے سرت کو اگر دیکھتے ہیں کام وہ کرتے ہیں ہم جس میں ہنر دیکھتے ہیں سردے کے بھی ملے تو یہ سودا گراں نہیں وہ جسم ہوں میں کچھ جسے پروا نہ جان نہیں وہ سودا ہوں میں نام کو جس میں زیاں نہیں میں وہ بہا ہوں جسے خوفِ غزاں نہیں وہ حال ہوں جو قابلِ شمعِ دیاں نہیں اب تو یہ حال ہے کہ زیاں بھی زیاں نہیں یہ خوب جانتے ہیں مگر اُنتے نہیں خوش رہتے ہیں مگر اب کو پہچانتے نہیں یہ بت خدا رسول کی توانتے نہیں</p>	<p>یہ آخر تیرا ہم اسے دو رقم دیکھتے ہیں بڑا گیا ہے ہمیں غم کمانے کا لہکا اب راہ وہ چلتے ہیں ہم لگتی ہے جس میں ٹھوکر عشقِ بناں میں سو رہے اسے دل زباں نہیں میں ہوں وہ جان جس کو نہیں احتیاجِ جسم میں وہ زیاں ہوں سودا کا جس میں نہیں پتہ ہوں وہ خزاں بہار کی جس کو نہیں امید وہ درد ہوں کہ جس کی میسر نہیں دوا کرتا تھا پہلے نفع بھی اکثر ہمیں خسرو یہ جو ٹ ہے خدا کو یہ بت جانتے نہیں اچھا ہے آپ ہم کو اگر جانتے نہیں تیری ضرورت میں گئے احسان بھی</p>
<p>پر کسی بُت پر الہی نہ طبعیت آئے آدمی بے ہنر نہ ہو جائے زہر قاتلِ شکر نہ ہو جائے عیب کیائی انسان میں لگا دیتا ہے ایک کے دو ہی کعبت بنا دیتا ہے اس ستم کو ملاحظہ کیجئے</p>	<p>آسمان ٹوٹ چڑھے سر پہ مصیبت لگے کیونکر اُسکی خبر ملے جب تک کھاتو میں جس میں گرد رہے کیوں نہ آئینہ سے ہو جھوٹا نظر آسان اس سے بڑھ کر نہیں آفاق میں مشرک کوئی مجھ پہ دیتے ہیں غصہ کو ترجیح</p>
<p>دل یہ کہتا ہے کہ مشکل مری آسان ہو جائے گر لگے پھانس کلیجے میں تو پکاں ہو جائے مگر مڑ کے دیکھتا ہے مرا نامہ پر مجھے</p>	<p>میں یہ کہتا ہوں نہ نکلے غم جاناں دل سے اُنہرے بالیدگی اسے دردِ محبت تیری اُس کو یقین ہے آکے میں زندہ نہ پاؤں لگا</p>

کچھ عجب حال ہے جسے اُسے دیکھا گیا ہے

ہم نہیں آپ میں آحسان یہ تماشا کیا ہے

احسان

(احسان) حاجی احسان الدہ صاحب سوداگر دیرہ دوس - اپنے آپ کو مرزا غالب مرحوم کا شاگرد بناتے ہیں اشعار ذیل سے اُستاد شاگرد کے کلام کا موازنہ ہو سکتا ہے

مینے کہا کہ غیر کے کوچے میں کیوں گئے

کتے ہیں کس ڈبٹائی سے پھر گویا غرض

ٹوٹے گا رنگ تار کے زُتار کی طرح

کھینچا اگر خیال میں تصویر یار کو

نہ تانا ہو سکا اجا بے افسوس آحسان

کبھی جا کر ہارے حال کی ٹکونیہ کرتے

احسان

(احسان) ابو العجاز منشی احسان علیخان خلیفہ منشی قاسم علی شاہ جہاں پوری حضرت

شیخ نعیر الدین جرنم دہلوی کے خلیفہ سیہ جلال الدین بخاری کی نسل میں سے ہیں ۱۲۷۲ھ

میں بمقام اڈا ضلع ریل پیدا ہوئے - پھر انکے والدین شاہ جہاں پور چلے آئے اور یہیں مستقل

سکونت اختیار کی - چنانچہ انکی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی - سولہ برس کی عمر میں شعرو مخزن کی طرف طبیعت

ماں ہوئی حافظہ ثنائی احمد خاں نائب سے اصلاح لینی شروع کی - جب کچھ مشق بڑی تو کسی سخنور کا

کی ضرورت محسوس ہونے لگی چنانچہ حکیم میرضامن علی صاحب جلال سے جو اس زمانہ میں سرکار

نواب کلب علیخان مرحوم والی راجپور میں ملازم تھے استفادہ شروع کیا یہ مشاعرہ کا ذکر ہے -

۱۲۸۷ھ میں بدلتاش محاش گوکھل پور پونچے اور محکمہ بندوبست میں ملازمت اختیار کر کے

۶ برس تک گرداوری - منہری اور پشکاری کی خدمات انجام دیتے رہے - بالآخر ۱۲۹۹ھ

میں سندھ خٹاری حاصل کر کے وطن آکر عدالت فوجداری و کلکٹری میں مختاری شروع کر دی -

اب یہی وجہ محاش ہے ۱۲۹۶ھ میں گلہ سٹارمٹا جاری کیا جو گنتی سال تک جاری رہ کر

بند ہو گیا - برسوں سے آپ کا کلام مشہور گلہ ستوں کی زینت کا موجب خیال کیا جاتا ہے -

دیوان اول موسوم بنکدہ خیال ۱۲۹۳ھ میں شائع ہو چکا ہے دوسرا دیوان بھی تیار ہے جس سے

آپ کی پُرگوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے - فی الحال اپنے وطن شاہ جہاں پور کی تاریخ لکھ رہے ہیں

فن تشبیہ میں ایک رسالہ موسوم بہ بشیر یار اوشاں کے ہر لہ شائع ہو اُکا تھا - وہ بھی آپ ہی کی

تصنیف تھا آپ اس وقت حضرت جلال لکھنوی کے شاگردوں میں اختصاص کا درجہ رکھتے اور شاعرانہ
 رویہ لکھنؤ میں مستند مانے جاتے ہیں۔ نواح بریلی و شاہجہانپور کے زمزمین شاعر اکثر آپ ہی سے
 مشورہ لیتے ہیں۔ آپ کی بدولت اُس علاقہ میں حضرت جلال کا نام خوب جگمگ رہا ہے۔ عربی کی
 زیادت بقدر ضرورت اور فارسی کی استعداد زبردست ہے۔ آپ کے اشعار عیوب و اسقام سے
 مبرا اور پاک ہوتے ہیں۔ بلندی مضمون و شیرینی زبان کلام میں یکپہی پیدا کرتی ہیں طبیعت
 غزل گوئی کی طرف زیادہ مائل ہے گو چند قصیدے بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں اپنے
 استاد کے حکم سے نواب صاحب بہادر منگول کی تعریف میں ایک قصیدہ شت بختیہ نامی لکھا۔
 حسن و عشق نہایت نفیس و پُر مضمون لکھا جس کے صلہ میں چار سو روپیہ انعام پایا۔ آخر ۱۸۹۱ء
 میں منگول بھی تشریف لے گئے کئی برس ہوئے آپ نے کن جا کر حضرت شاخ رحیم کے بھی تارک ہوئے تھے مین بنگال
 تذکرہ کلام و حالات موصول ہوئے۔ چنانچہ اختصاص حال ضبط تحریر میں آیا اب دیوان مطبوعہ کا
 انتخاب ملاحظہ ہو۔

حجب اٹھائیے سرِ سلیم غم بھرا
 جو کچھ دیا ہے تو نے وہ سب بے تیرا
 بات کیا تھی کہ جو انوس تنہا ہوتا
 وحشیوں کو خاک اڑا کر کیا بولا
 جی سے تری صورت کو اترنا نہیں آتا
 آنکھوں کو تپتیوں نے ناشاد دکھا دیا
 در و جگر نے مجھ کو ناشہ دکھا دیا
 کیا کہیں کیا مل گیا آج اور کیا جاتا
 مجھ کو مٹانے کا ستم روزگار کیا
 مجھ سے کہتے ہیں بڑا ہوتا ہے آنکھوں کا

اس کو نہ سوچئے کہ ستم یا کرم بھرا
 دل کیا ہے جان بھی ہم صدمے کو ٹھیک بھرا
 تم سلامت رہو بھجانے دو امیدوں کو
 کوئے جاناں سے ٹکوائے گئے
 چھاتی سے لگی رہتی ہے تصویر پریش
 سو جلوے ہنگامہ میں میں وقت انتظار
 روز آتے ہیں وہ دیکھنے کو میرا اضطراب
 آنکھ ملتے ہی دل درد آستانہ جانا را
 برسوں خرام ناز کی کھائی میں ٹھوکریں
 پیار وہ آئینہ میں عکس کو اپنے کر کے

<p>وہ دل کہ جو تہوں کا طر فدا رہی رہا وہی تو دل ہے حرا جو کسی پائے نہ سکا یا رکونے چم کے گویا کیسا ہم نے رسوائی کو بھی رسوا کیا یوں جھین لود لگو ہے عاشقِ زکیہ کی کہ کو آنکھیں اٹھا کے دیکھ لیا تم نے ہمس کو بھلا کے دیکھ لیا</p>	<p>روزِ جزا کے گاہا رہی کسی سچ فریب مہر و وفا اب بھی مرزاؤں سے کھل گیا اک بات میں قفلِ دہن اتھا بنام ہونے کی یہ ہے چتون سے اشارہ ہے یہی چین چین کا جل گئی ناوک بنگہ کس پر آہ سوزاں سے چٹھک گیا عالم</p>
<p>یہ کہتی ہے چشمِ نیم بستہ ابھی ہے باقی حجاب آج رہنے دو اک نشانِ محبت کے درغ کا</p>	<p>وہ نیند کا وصل میں باندہ ونجی نظروں کو دیکھنا بھر جو حسرتیں ہیں دل میں اُنہیں تم کمال دو</p>
<p>لکھا میری تقدیر کا کچھ کام نہ آیا جد ہر چاہنا پھر اُدھر دیکھ لینا جوانی کا صدقہ اُدھر دیکھ لینا اُسکی ہی ہے صلح کہ آنکھیں لڑائے گا غم سے رہو کہ دل بھی مر ساتھ جائیگا سنتے زبانِ غیری سے اجرائے دست کہ ہے جاں سے بڑھکے پیاری محبت پھر نہی ہو گئی پُرانی چوٹ کہتے ہیں ہو گئی اب اجنبی چوٹ</p>	<p>مکتوب نہ آیا کوئی پیغام نہ آیا مجھے پہلے تم اک نظر دیکھ لینا تمہاری نگہ کے مدیرے کھڑے ہیں اُسکا یہی ہے رحم کہ ہلکے ستارے گا تنہا بھانے پاؤ گے تم بزمِ فیہ میں اے رشکِ نو نے یہ بھی اجازت ہی میں بنائے گی دل سے تمہاری محبت پھر کیسا مضطرب کسی نے نہیں ہاتھ دکھ کر ہمارے دل پر وہ</p>
<p>آئے ناوک کی طرح بیٹھے تو پیکار کی طرح تینتے ہیں بہت کچھ وہ برابر سے نکل کر زخمِ ہنسا لبِ سوفا رکاوٹ ہے کر</p>	<p>خانہٴ دل میں وہ کب رہتے ہیں کہاں کی طرح لپٹا تو لے بڑکرائیں لے جوشِ تنہا ہمس کو یہ لطف بھی حاصل نہیں اوتیرا نگن</p>

یہ دیکھنا ہے بھگو وہ کل جاتے ہیں کہو مگر
اُد شوخ یہ جاو ترے چل جاتے ہیں کہو مگر
سکھاتی ہے کبھی قائم نہ رہا مہر وہاں پر
آپ کیا ایمان لائے ہیں خدا کو دیکھ کر
خاک مجنوں کو ذرا آہینے دے عمل کے پاس
بھگو بھجا میں گے ہم اسے دل خیدا کب تک
مگر کو ہم جاتے ہیں اب درد اٹھے کا کب تک
کبھی برباد نہ ہو وہ جسے برباد کریں

ہمان تو ہونے دمرے گھر میں اُنہیں لاج
آنکھوں نے مری دل کو زخود فرستہ بتایا
وہ کاخ ہے مگر جو یا رکو سو گندِ قراں پر
مُنہ دکھانے کو کہا ہے تو یہ بولا وہ بت
تیرے نام کو لئے جاتا ہے کیوں اے سدا باں
کو چہ یار میں مٹنا ہے تو پھر دیر رہے کیا
دو گھڑی بیٹھ کے کہتے ہیں وہ وقتِ نصت
خاک اُڑائیں بھی تو دیں گوشتِ دامن میں گے

محبت بھی عجب شے ہے جہاں میں
وہ دوزخ میں رہے گامیں جہاں میں
قتل ہونے کے لئے کو بڑا قاتل ہیں ہیں
مڑہ ہے خوب رویوں کی زباں میں
جا بیتی تار بچکے کی کی نقاب میں
بھروئے تو نے شے عشق سے سنو لاکھوں
دل کو میں آنکھ نہ تھی اڑا بیتا ہوں
تلافی جو رجھ جاتا ہے ہیں
پامال ہوئے جاتے ہیں زندگ کے پلے پلے
آپ کیوں ہمسے خفا ہوتے ہیں بوجھ میں
وہاں سے تو آتے نکالے ہوئے ہیں

رہی برسوں دلِ حُسنِ نشان میں
مجھے شرم گنہ زاد کو خوت
گھر میں بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہیں مڑو اے
بُرا سننے میں بھی ہتی ہے لذت
قاتل ہیں ہم تو اسے نگہ منتظر سے
لڑائی ہیں ہاک نانے کی تجھی سے انکھیں
مجھے کہتا ہے وہ ظالم کہ بچائے دے کھانا
بتا دیں کہ ہم قسے کیا جاتے ہیں
آئے مگر وہ دل ترے تلوو کے تکیے پہ
گھر سے آئے تھے فقط عرضِ تنہا کیلئے
دلِ غیر کے حوصلے بھگو دے دو

ہزاروں نقش اس اُبھرے ہوئے جوں کی جی میں
جب تک نہ اپنی نگہ سے تڑپا کے دیکھ لوں

تیری اُٹھتی جوانی نے دئے ہیں داغ لاکھوں کو
کہتے ہیں وہ کہ دل کی تڑپ کا یقین نہیں

مزدگناہ میں آیا کہ بے گناہی میں
 کمی ہوئی نہ کبھی رحمت الہی میں
 اُنکے مُنہ پر کچھ کہا جاتا نہیں
 وہ میرے براہِ حقِ محشر میں کھڑے ہیں
 کہنے کے لئے ایک مسلمان ہیں نہیں
 خلد سے ساغرِ حبابے طہور آتے ہیں
 جسطرح چاہو مری خاک کو بر باد کرو
 انکو کسی کے مرنے کا تو اعتبار ہو
 پوچھوں گے یا رسول اللہ کس کو
 تم دکھا دو وہی اندازِ عزمِ محکم کو
 توبہ کرنے سے بھی ہر شے کر لی تو بہ
 آپ کے سامنے مجھ زندہ نہ کی تو
 جب کبھی صبح کو کی شام کو توڑی تو بہ
 اگر یہ چاہتے مولا جواب ہو جائے
 تم کہو یادِ حق سے جو فراموش ہو گئے
 فیصلہ کر دیجئے جھگڑا حق و باطل کا ہے
 جتنے صدے ہیں میری تمہارے
 تو سنی نہ تمہیں نے خدا کے بندگی
 اسے شیخِ مریک ہوئے ہم کس گناہ کے

خدا نے محشر میں بچھا دیس کہ اے شیخ
 اٹھائے ہاتھ چستوں نے اب بگڑ آیا
 یوں تو تنہائی میں باتیں ہیں ہزار
 اب ساتھ نہیں چھوڑتے تمہیں بڑے ہیں
 اُس بت کی محبت میں سہی ہو گئے کافر
 بادِ خوارانِ محبت کا خدا ہے ساتی
 جی میں کیا سوچ رہے ہو مرتبت اگر
 اچھا ہے اک زمانہ جنوں پر نشا رہو
 دو نو بگڑو دل مرے چلنے کو ہیں طیا
 حالِ بغیر کے جس لطف سے آتا ہے
 یہ چہرہ حضرتِ واعظ کی نصیحت کا اثر
 شیخ جی جھوٹ نہ بولو کہ خدا سنتا ہے
 پارسائی مری پاک دن سے زیادہ نہ رہی
 تم اپنے وصل کے مسائل کے نہیں کہ مہذب
 کتاب ہے سُن کے بغیر کا گدہ و ہت
 میری الفت مدعی کا عشقِ دو نو دیکھ کر
 ایک ہی بار اسے فلکِ دہ سے
 گنیں میں مرشِ ملک ہیں یا زند و دنی
 تو ہونڈا جنوں میں ذاتِ خدا کو نامِ عمر

مطلب ہی کے یہ حضرتِ دل آخار ہے
 بے نصیبوں کی تنہا ہمتِ خدا کوئی

معشوق سے ملے ہے ہم سے خفا رہے
 شاد ہیں پیشِ خدا اد سے نعمتِ اولی

<p>فستہ سازی نگہ ہوش من بارہنے سے خدا کی شان کریم کو پوچھے جسے کوئی ابھی نہیں ہے وصل کی شب یہ نہیں نہیں بے وجہ کب میں کج تصدق ہوں آپ پر کتنے ہو کیا جاری گل میں ہے کون دفن دل مضطرب میرے چہان بن بکر مکتبی ہیں نہ پوچھو وصل کیا شے ہے کہ جبر دم نکلتا ہے</p>	<p>آنکھ کے سلسلے ہوش پڑا رہنے سے گناہگار بھی ٹھیرے تو بے گناہ ہے کنہ مرا خدا کے لئے ان جانیے وہ کل کا نازل کی ادا جان جانیے ٹھوکر لگا کے پوچھو کہ کسا مزار ہے تری پلکیں ہیں اے سفک! تو کیس ہیں شتر کی یہ وہ آیا ہوا ارمان ہے جو کم بختا ہے</p>
<p>اُسکے آگے ہوش تورہا نہیں کیوں اب گل میں خاک اٹھاتا نہیں کوئی ہلا میں خاک میں تنے ملا یا</p>	<p>کیا کہے جا کر پیاسی دیکھئے وہ تیرے گیسوؤں کے پریشان کیا ہوا نام وفا مجھے کہ تم سے</p>
<p>(احسان) انشی شیخ احسان الہی خلعت نشی مکتوبات جرد و نق - پنجاب ان کا اصلی وطن ہے فی الحال دہلی کے خوش باش لوگوں میں ہیں تجارت کا شغل ہے۔ پچاس سال کے قریب عمر ہے زندہ دل آدمی ہیں۔ اپنے والد سے اصلاح یاد کرتے تھے ساب کچھ عرصہ سے شکر گوئی کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے</p>	
<p>تھا طوب حرم میں بھی تے گھر کا تصور خاکستر قریب پر روتے ہیں وہ کھڑے موجیگانہ و شعی جان گئے ہیں شاید معتب دار تو کچھ دینے کو یاں خاک نہیں</p>	<p>کعبہ مری نظروں میں خیم خانہ میں تھا جل جائیں کاش آپ ہی اپنی نفاں سے ہم آشنا یا نہ جواب مجھے ملا کرتے ہیں ہاں جو مرضی ہو تو اک جام ملا دیتے ہیں</p>
<p>خیر داد و ستم داد سے اور کسی کی قابلیت بھی شرط ہے درہ</p>	<p>گمراہ و پچھی وہ بت بیدا کر آئے قطرہ قطرہ گمراہ نہ جاتے</p>
<p>رندوں کا بھی حل خوش کیا قاضی کو بھی ماضی</p>	<p>مے پی کے گئے مدرسا اور توبہ کر آئے</p>

(احسان) شاعر بالکمال مخمور شیریں مقال صاحبزادہ محمد احسان الدخاں صاحب حقیقی ہمشیر زادہ داماد عالیجناب نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر خلیل۔ والی حال ریاست ٹوٹنے اب احمد سعید خاں صاحب عاشق تلیذ حضرت تلمیذ ولہجی کے شاگردوں میں نامور ہیں۔ مذاق سخن بہت اچھا ہے۔ عاشقانہ شعر خوب کہتے ہیں جذبات کے ساتھ طبعیت میں شوخی بھی ہے کلام بہت پُر لطافت و مزیدار ہے اثنا سے ترتیب مذکورہ میں آپ نے جو کلام ارسال فرمایا اُس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

سامنے ہیں بنگا ہوں میں خدا جانے وہ کیا بنکر
یہ آنکھیں کیوں نہیں ملتیں لگا ہوں کیوں نہیں ملتیں
مجھے تم تجھ پر بیٹھے غیر کو ایسا داب کیا ہو
وہ کہتے ہیں وفا میں لاکھ میرے حسن پر قرباں
دکھائے گاتھاں دیکھنا کیا کیا تھیں اکے ان
ظلم کرتے ہیں تو کچھ ظلم میں ایسا دکریں
قتل کر ڈالنا غصہ کو فرو ہونے دو
شکوہ جو رہے کہتے ہیں کہ فریاد کرو
ہیں منظر ہے گھٹ گھٹ کے نفس میں مڑنا
سُن کے شکوہ کو کما وہ بھی ہوئے ابق بل
بارِ خاطر ہوں تو کیوں جائیں کسی محفل میں
تجسّر یہ ہوتا تو احسان نہ ہوتا شکوہ
پُرسش کے جب منہ سے کہ ہوں کو دل سے
الفت کے لطف لطف میں پنہاں ہے نہ ہر غم
دل بچٹ گیا ہے جیسے یہ مینے سنا کہ وہ

کہ اُنکے شکوے تک بھی اب پتے اُتے التجا کر
یہ کس کی آرزو بھرتی ہے آنکھوں میں حیا بنکر
کچھ اپنا ہی کیا نقصان تمنے بے وفا بنکر
ضرورت کیا مجھے میں کیا کروں گا وفا بنکر
جفاؤں پر ہمارا صبر تائید و تائید بنکر
کہہ سکیں جس کو نہ پیدا وہ پیدا کریں
کیوں ایسا نہو مجھ پر آپ مجھے یاد کریں
ہم نے فریاد کبھی کی ہو تو فریاد کریں
کیا رہائی کے لئے منت صبر کریں
کوئی مُنہ بھی نہ لگا تا تھا وہ دن یاد کریں
خود بھی ناخدا ہوں اوروں کو بھی ناشاد کریں
اُسے ناشاد ہی سمجھو وہ جسے شاد کریں
اور یوں تو پوچھ لیتے ہیں غیروں کو گاہ گاہ
اسکی خرابیوں پہ کیسی کی نہیں نگاہ
فیروں کے پیچھے چھوڑتے ہیں مجھے رسم درہ

<p>شکوہ چور کے یہ کیا اس کا کیا گلد پیغام غمیرن کے چلاؤں کیا کروں واں تو یہ شوق ہے کہ ہر اک سے ہر چیز بھاڑ اپنے تو آپ خیر سے براؤ دیکھئے مینے تو خیر آپ کو بد نام کر دیا افسوس ہم تو کیا اُسے اپنی خیر شکوہوں سے اپنے آپ مجھے انفعیل ہے احسان اور ہی سے لگانا تھا دل تجھے</p>	<p>یہ اپنی اپنی رسم ہے یہ اپنی اپنی راہ آنکھ کی آپ تک کوئی ملتی نہیں ہے راہ ایسوں سے حسرت تک کبھی ہوتی نہیں ہے بیاہ الزام محب کو دیتے ہو بھچاواہ واہ واہ اور دشمنوں نے خوب کیا نیک نام واہ الفت میں جس کی حال یہ اپنا ہوا تباہ میری تو اُن کے سامنے ہوتی نہیں بگاہ کب غمت کی یونہی تو اچھے سے واہ واہ</p>
---	---

احسان

(احسان) محمد عبدالرحیم خاں دہلوی - نوستق شاعروں میں ہیں - آغا شاعر دہلوی سے
مشورہ من کرتے ہیں - یہ اُنکا کلام ہے ۵

<p>جائیے جانیے دل آپ عطر جانے گا نادان نہ بچنس دانہ کے لالچ میں خبردار سخت جاں ہوں کوئی آسان نہیں قتل مرا</p>	<p>میر سے دل پر جو گزرتا ہے گز جائے گا بیل تجھے کیا دام و کھالی نہیں دیتا پہلے وہ اپنے کھجے کو تو فولاد کر میں</p>
<p>مریض عشق مرنے لگا ہے مسمام</p>	<p>کوئی چسپا رہ کوئی تدبیر ہوتی</p>
<p>آہڑے کیسے جو رنج پر تیرے بل کھاتے ہوئے</p>	<p>چاند پر دو سانپ دیکھے ہنسنے لگاتے ہوئے</p>

احسان

(احسان) میر احسان علی نام - مولانا حبیب الرحمن خاں بیل کے شاگرد ہیں - حیدر آباد کن
میں قیام ہے - زیادہ حل معلوم نہیں - یہ اُنکا کلام ہے ۵

<p>جس جگہ عشق نہ جو حسن کی قیمت کیا ہو</p>	<p>کوئی پیمت کا دشتوں میں خریدار نہ تھا</p>
<p>کسی گلو کے پسند سے میں عینا دل منزل عشق میں جو رکھتے قدم ذرا بیچ کے احسان رہنا ہوں سے</p>	<p>بڑی مشکل سے اب ہو گا ہول چھوڑ دے ننگ و عار کی باتیں کہ الفت نہیں انکی قہر خدا ہے</p>

احسان

(احسان) ہلوی محمد احسان حسن صاحب باشندہ پھرواریہ - زیادہ حال معلوم نہیں - یہ

خلاصہ کلام ہے

نہتا ہی رہا بسل مضر خیر خیر کیوں کر نہ لیا تیرا سے پہلے سے ظالم کچھ اپنی داؤں سے بھی لے میرے لئے کام	اُت تک نہیں لایا دہ زباں بہتر خیر میرا کیا جو بسل مضر خیر خیر آنے کی نہیں موت مگر خیر خیر
--	---

احسان

(احسان) تخلص جسکی خوش فکر باشندہ رسول پور ضلع مظفر پور بہار کا - کلام سے طبیعت کی رنگینی اور زباں کی صفائ کے ساتھ روزمرہ کا لطفت آشکار ہے

ستم میں گے جفا سینگے ہزار ذلت اٹھائینگے ہم یہ چارہ گرجھ سے تازہ رہے لگانہ زخموں میں میرے ہم عدو جو بیٹھے ہیں گراؤنگے میں سب پرانے اٹھائی گئے ہے رات برسات کی یہ ساق لگا دی تھوڑے کچھ ہوتی میں موت قاصد کی باتیں آسمان میں اب پر کہاں سے کچھ	سر پناہ یہ سینگے تیرے در پر سیاہ لیکن نہ جائینگے ہم کبھی وہ سناک جوئے گا تو زخم اپنے دکھائینگے ہم جو وقت آئیگا امتحاں کا تو انکی چالیں دکھائینگے ہم خبر ہے کیا وقت پھر مرنے کا یہ پائینگے یا نہ پائینگے ہم وہ دن بھی ہو گا کہ وصل کی شگفتے سے لگوں گائینگے ہم
---	---

احسن

(احسن) - محمد احسن یا احسن اللہ نام تھا - طبقہ اول کے شعرا میں آبرو وغیرہ کے معاصر تھے - انکی طبیعت میں ایمان پسندی بست تھی - اپنے زمانے کی زبان کے موافق بندش کی چستی اور مضامین کی جدت بھی خاصی تھی - ان کا مرتب دیوان نظر سے نہیں گزرا مگر پروفیسر آزاد نے جو ایک نزل اور چند شعر لکھے ہیں وہی ہر ذی ناظرین کئے جاتے ہیں - اللہ ہم پر تک یہ زندہ و سلامت ہے

انازک کمر چو اپنی کرتے ہوئے چو غزہ	موسس کرنے غم کو فرعون سا بنایا
صبا کہو اگر اجاد سے ہے تو اس نوح دہر سوس نزل اس طرح سے کہتے بھی احسن تیر سوس بن او لام تعلیق کا ہے اُس بت خوشخط کی زلف	کہ کر کر قول پر سوس کا گیا پر سوس چو برسوس جواب اب آبرو کب کہہ کے مضمون پر برسوس ہم تو کافر ہوں اگر بندے بنوں اس لام کے
یہی مضمون خطا ہے احسن اللہ	کہ حسن ماہرویاں عارضی ہے

آکسی میرے دلوں کو گنتی ہے

جل گیا ہوں خاک کے ہاتھوں سے

(احسن) مرزا احسن علی - انکے نام میں زرا اختلاف ہے۔ قاسم نے اپنے تذکرہ میں احسن نقلی لکھا ہے۔ مرزا علی لطیف اور صفیر بکرامی نے اپنے تذکرہ میں صرف مرزا احسن نامی فرمائی ہے۔ تھے پہلے میر ضیاء الدین ضیاء سے اصلاح لیا کرتے تھے پھر مرزا رفیع السودا کو اُستاد بنایا لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کی سرکاریں بزمہ شعر داخل ہوئے مصحفی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اس شاعر کے اشعار نظرافت آمیز ہوتے تھے اور یہ شخص پہلے غلام محمد یونس خاں کی خدمت میں رہا بعد ازاں نواب آصف الدولہ مرحوم کے ہاں چلا آیا سالہ میں کئی برس سے مرزا زاد الدولہ نواب حسن رضا خاں کی رفاقت میں ایام زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے فن نظم میں اور فنون سے زیادہ نام پیدا کیا۔ بہر حال حضرت احسن صاحب دیوان شاعر تھے۔ انکے کلام میں لطافت و فصاحت دونوں فرے ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو۔

<p>خُسن پر اپنے ہر اک سہ پارہ گرم لاف تھا ٹکڑے اڑ جاتے تھے سینہ میں جگر کے احسن یا روہ صنم کیوں نہ کرے کام خدا کا کہا بویٹے کہ رخ کو ترے قسمر نہ لگا رہی جو تن میں مری جان نہک رقی باقی اسی لئے تو میں تجھے غفا ہوں لے احسن اشک لگلوں کو نہیں لعل و گُڑ سے پوند یہ راہ ہے کہ تے گھر نہک آتے جو دل گیا وہاں سودہ مٹی میں مل گیا سبکہ کہ ہے خاک احسن اب تو ساری خلق کی کل جو اُس بزرگِ شکر نے دکھائیں آنکھیں</p>	<p>گھر سے وہ خورشید روز نکلا تو مطلع صاف تھا تیرے نالوں کا کوئی ملن جو یہ انداز رہا رام اُسکا خدا ہے وہ نہیں رام خدا کا بگڑ کے بولا کہ چل بے ادھر نظر نہ لگا لگا کے زخم کما صیغ کا رگ نہ لگا گھڑی گھڑی مرے پاؤں کو چشم نہ لگا یہ رکھے سنگ سے نسبت دیگر سے پوند ہر گام پہ ہم بیٹھے گئے دل کو پڑ کر پڑ + تیری گلی میں خاک کروں جب توئے دل جان دی تھی اُس نے کسے حسرتِ بابوس میں برق نے ابر کی چادر میں چھپائیں آنکھیں</p>
--	---

<p>ہر گئے خاک میں ہم پھر بھی تو اس ظالم نے دوس دوں کس کو نہیں اس میں کسی کی تقصیر شوخی چنسی پگھلنا بنے کجیوز گرس بزم میں اسکی جو ہوتی ہے کبھی سرگوشی +</p>	<p>نہ ملائیں نہ ملائیں نہ ملائیں آنکھیں آنکھیں دل پر مرے ہیں ہی لائیں آنکھیں آنکھیں کھل جائیں گی جب اُسے دکھائیں آنکھیں دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہ ہو +</p>
<p>گیا دل چوکوچ میں مین جہیں کے قدم رکھنا پنا مرے دل سے باہر نہ کھینچ آسمان پر سہرا پنا تو احسن + تم تو دل مانگو ہریاں جان تلک حاضر ہے</p>	<p>نہ پھر وہاں سے نکلا عجیب مزین ہے کما مان میرا یہ مگر دل نشیں ہے سمجھ آخرش سب کا مدفن زمیں ہے بات یہ بھی ہے کوئی آپ کے فرمانے کی</p>
<p>احسن (احسن خاں نام - قوم سے افغان اور شاہماں آباد کے روڑے تھے علانی فضیلت اور خدا داد استعداد سے کامل بہرہ رکھتے تھے - تذکرہ قدرت المشوق کی ترتیب کے وقت تک جوان اور زندہ موجود تھے اُنکے دو شعر بدیہ ناظرین ہیں -</p>	<p>بتاں کی سر دھری کی بیاں کیا کیجئے صورت سپاہ درو کے چہرے ہیں داخل دفتر ملیں ہمارے اشک بھی افسردگی سے متاثر ہیں نظر کر عشق کی دوا کیا صاحب رسالہ ہیں</p>
<p>احسن (صاحب عالم و عالمیاں شاہزادہ مرزا احسن نجف خلیف الرشید شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی - آپ سلفیت کی برہی کے بعد مخالفت روزگار و نامساعدت زمانہ ناہنجار سے قلعہ دہلی کی سکونت ترک کر اول چند روز بارادہ ملک گیری اذراہ اوالو العزمی راجپوتانہ و چتوڑ میں گشت لگاتے رہے پھر بدین امید عازم کابل ہوئے کہ شاہ تیمور کی اعانت سے موردی ملک کو فتح کریں - مگر شمشعی طالع سے کوئی کام صبر ملو نہ بنا - بڑے عالی حوصلہ سپہر شہر باؤل - اور شایستہ شجاع و جہی تھے - فنون شمشیر زنی و سپہ گری میں کامل مہارت رکھتے تھے - مہو ذوق طبع کے اقتضا سے کبھی کبھی فکر سخن بھی فرماتے تھے - نوشتنی کا کلام ایک قدیم بیاض میں نظر سے گزرا وہی تیرکا دیج تذکرہ ہوتا ہے - صاحب زبان تھے عاشقانہ مضامین کی جان تھے -</p>	<p>احسن</p>

گل ہے نظروں میں خار کی صورت	یاد ہے گلزار کی صورت
آنکھیں تو خٹک گئی ہیں دیکھیں گے راہ لگی در پر کھڑا رہے گایہ بے گناہ کب تک احسن تمہارا پیارے بخشے گناہ کب تک مانوں گا میں نہیں تو پڑا کر نہیں سب پر نہیں ہوا کرے ہم پر نہیں کوچہ سلامت اُس کا ہے گھر نہیں کیسی نہیں نہیں کیونکر نہیں	وقت میں اُسکی یارب کھینچیں ہم کب تک گھر سے نکل کے باہر اپنے ذرا تو آؤ دن رات میں ہزاروں کرتے ہو بر غلافی بوسہ میں ایکے ہوں گا کما کر نہیں ساتی قسم ہے تجھ کو کہ دینے میں جام کے پر وہ کچھ نہیں ہے ہمیں گھر کی دوستو احسن کو دیکھ ابکے چٹنا ہے کس طرح
لیکن آنسو تو تک بہانے دو تجھ کو کوچے میں اُسکے جلنے دو یار کو میرے پاس آنے دو اُس کو تلوار تم لگانے دو گھر رقیبوں کے سب ڈوبانے دو پڑے لوگوں کو نعل بچانے دو اس مصوٰر صورت دیکھ کر چاہا ہے مست ہاتھی کی طرح زنجیر کھینچا چاہا ہے آہ بہلو سے مرے یہ زنجیر کھینچا چاہا ہے دل سے صبر و قرار جانا ہے ایک عالم کو واجب مانا ہے محسوس کو لیل و نہار جانا ہے	دوستو گرچہ غم نہ کھانے دو زندگانی ہنوں گی بن دیکھے اے رقیبو خدا سے ڈر کے ذرا ہاتھ مت پکڑو کوئی متاقل کا منع مت کہجو میرے اشکوں کو اپنے مشفق سے ملو احسن مجھے خوشی کی اگر تصویر کھینچا چاہا ہے سب یہ کہتے ہیں کہ اس سودا زہ کے نہیں اُس کاں ابرو سے بیٹھا ملے گوشہ میں تھپ جب گزرجی میں بار جانا ہے تیج ابرو سے وہ مرا متاقل یاد میں تیری زلف و رخ کے سدا

(احسن) حسین علی خاں خواجہ صاحب را خطب بہ احسن الدولہ شاگرد محمد رضا برق کہنے کے احسن

رہنے والے اور سرکارِ واجد علی شاہ کے متوشل تھے۔ ایک دفعہ کلکتے میں بھی گئے تھے۔
مولوی عبدالغفور خاں نساخ نے انکو وہیں دیکھا۔ اُنکا قول ہے کہ مولف تذکرہ سراپا سخن نے
ان کا تخلص حصین لکھا ہے۔ یہ میں شعر اُنکے ہیں ۵

صنم کی آنکھوں کے دوروں کی خلق بیل ہے	برشش میں رکستی ہے تھوڑا کا اثر گنگ
صنم کو دیکھ کے پتھر اگنیں مری آنکھیں	عجب نہیں ہے جو پرستہ نظر گنگ
بنوں کے ہجر میں وہ سخت جاں ہوں عالمیں	بجا ہے رشتہ جاں کو کوں گنگ

(احسن) حکیم منہر حسن خاں ولد حکیم محمد مجتبیٰ خاں باشندہ رام پور۔ خط تعلیق میں کامل
اور منہت قلم ہیں۔ فن سخن میں منشی مظفر علی آسیر سے استفادہ کیا ہے ابتداء شوق میں مرزا
غالب کو بھی چند غزلیں دکھائی تھیں۔ صاحب دیوان ہیں۔ طب میں قرا بادین مختصر تحریر فرمائی
اور عرض سیفی کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ شاعر ہیں ایک رسالہ موسوم بہ خوشیخلاق
بھی جاری کیا تھا۔ تذکرہ انتخاب یادگار مولفہ امیر مینائی مرحوم کی ترتیب کے وقت انکی عمر چھبیس
برس کی تھی۔ کلام حاضر ہے ۵

یار بھولی ہے عمر اسی شغل میں بسر	کوثر پہ اہتمام ہو مجھ بادہ خوار کا
خدا کے واسطے گیسو بٹا دے اپنے چہرے	ارے ظالم نکر تیرے برابر کفر و ایمان کا
نامہ بانیوں پر تو مرنا ہے اک جہاں	کہنے کہ کیا غضب ہوں مگر میراں میں آپ
بات کرنے میں تو شر مارتے ہو	ظلم کرنے میں نہیں آتا لحاظ
کبھی زندہ کبھی مردہ ہیں جبکہ تیری فرستے	قیامت ایک شے تھے یہاں ہر دم فیاستے
ایک ہیں غیر کہہ رہے ہیں دغا پر ناخوش	ایک ہم ہیں کہ جفا پر بھی ترے شاد رہے
مردم ہے جانکی ترے عاشق کے واسطے	کہتے ہیں جس کو مرگ غم انتظا رہے
چیش نگاہ چہرہ پر نور یار ہے	موسمی ہیں ہم یہ جلوہ پروردگار ہے

ہائے کب تک میں کروں پاس دماغ نازک انسا تو میرے عشق نے آخر اثر کیا سے بلی ہے رات محفل انیسائیں ضرور آنکھیں اٹھا کے دیکھ لولہ راگ نظر	ضبط کی قید میں کب تک مری فریاد رہے مضطرب ہوں میں یہاں وہ وہاں بقیار رہے اب تک تمہاری آنکھوں سے ظاہر خواہے بند بھی چشم لطف کا امیدوار ہے
--	--

احسن

(احسن) حکیم محمد احسن خاں دہلوی خلف حکیم محمد حسن خاں صاحب مغفور - دہلی کے نامور اطباء میں سے تھے۔ اور میرزا قرباں علی بیگ سالک مرحوم کے شاگردوں میں بدرجہ اختصاص رکھتے تھے۔ عین جوانی بلکہ عفتوان شباب میں شاعری میں انتقال کیا۔ ہنگام تر تیب تذکرہ کچھ کام اُنکے ایک عزیز نے عنایت کیا درج مذکور کیا جاتا ہے۔

بے سبب آہ نے آتش سے کیا عرش پذیرش مجھ پرست ظلم و ادراک کہ بچے گا کچھ کون لا سکاں تک ہے رسائی خیالات مری قدم بار ہے یہ جائے ادب اے احسن سو جھٹا کچھ نہیں جز عارض جانان مجھ کو کیا خبر ہوے ہماری کہ وہ ماؤ گنہاں لے کے ہرزہ سے حور شید جانا تاب ملک جان پر کھیل چکے ہم تو کبھی کے لیکن اُن سے پوچھا کہ ہیں داغ دے کیوں اتنے ناتوانی سے یہ عالم ہے کہ ہیں اور نہیں ظلم کر اور کہ ہو ورت کی کچھ تو اُس پر پیش سے عجب عیش اُڑاتے احسن	خانہ غیر حلائی تو یہ تھا عرش پر فرش چادر اشک کے گرمیے پہ عرش پر فرش کہ کچھ جاتا ہوں میں ہر روز نیا عرش پر فرش کہ مناسب نہیں جز نور خدا عرش پر فرش اُسکے جلوے نے کیا اور بھی حیران مجھ کو خود نظر آئے ہے مجھ میں زرخشاں ہس کو دہی اک جلوہ ہے ہر جائی نسیاں ہس کو عشق کہتا ہے ابھی طفل دبستان ہس کو تو کہا جا ہے اک تازہ گلستاں ہس کو دیکھیں اب روکے گا کیونکر تزارباں ہس کو لذت ظلم کا ہے شوق فراواں ہس کو بہر چند ہے ہی خدا کر دے سلیمان ہس کو
---	---

(احسن) مولوی محمد احسن خلف محمد احمد - بزرگوں کا وطن بگرام تھا مگر آپ صنفی پورہ کے تھے۔

احسن

پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں کلیل علوم کے لئے لکھنؤ گئے۔ مولوی احسان الدین ممتاز اور مولوی گل محمد خاں تاملق کلانی کے شاگرد و شہید اور خود نظم و شعر فارسی میں یگانہ عصر ہیں۔ ۱۲۹ھ تک حیدر آباد میں نواب سرسار جنگ کی سرکاری میں متوطن رہے پھر حسب الطلب نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپال آکر اُنکے صاحبزادوں کی تالیفی کے منصب پر مامور ہوئے۔ صاحب تصانیف کثیر ہیں۔ کارنامہ فرہنگ - آئینہ حسن و صیغہ شاہجہانی - لغت شاہجہانی - تحفہ صدیقیہ و مصطلحات شاہجہانی وغیرہ بہت سے رسالے آپ کی تصنیف سے ہیں۔ فارسی میں اکثر اور ریختہ میں گاہے گاہے نظر سخن کا اتفاق ہوتا ہے۔

اگر دیکھو شیدانِ محبت کی تواضع کا تن کا نقشہ کہ بل سکتا نہیں چوں نقشِ پا گمانِ ذوقِ کرم تو فکرِ خدا کے لئے وہاں بھی ناز سے تم میرا غو بسا دینا	نکلتا ہے سر سبز سے تیرا سلاکاں ہو کر دل کی وہ حالت کہ سو بار نکلا جائے ہے دفا میں کرتا ہوں غلامِ تری جفا کے لئے کروں میں مشہد میں دعویٰ جو خوں بام کے لئے
دیر تک ٹھیرے وہ پس کشتن	بدگمانی کا مجھ پر احساں ہے

(احسن) سمندر بالکمال سید مدنی حسن لکھنوی سیر ہیکم نواب مرزا شوق صاحب ثنوی بے باغ و بہار عشق و زہر عشق آپ کے نانا حکیم آغا حسن صاحب آزل بھی ایک مشہور شاعر تھے ایک عالی دماغ سخن گو ہیں جنہوں نے زمانے کی عزت پر نظر فرما کر ڈراما نویسی پر توجہ فرمائی۔ اور اس رنگ میں بڑی کامیابی و شہرت حاصل کی۔ ایک مشہور تھیٹر میل کمپنی (نیو انٹرپرائز ممبئی) آپ کی معقول نقد کرتی ہے۔ طبیعت ایسی رسا ہے کہ زبان کی صفائی و محاورے کی پابندی کے ساتھ موسیقی کی خوش آئند و خاطر فریب دھنوں میں بڑی خوبی سے ہر قسم کے مضامین و مطالب ادا کرتے ہیں۔ اس فن میں ترقی کرنے کے علاوہ آپ نے غزل گوئی میں بھی عاشقانہ راز و نیاز کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں کو خوبی سے بنایا ہے۔ اشعار دلولہ آگیز و دل نشین و معنی خیز ہوتے ہیں۔ آپ کی تصنیف سے متعدد نامک مشہور و مقبول ہو چکے ہیں کمپنی کے تعلق کی وجہ سے آپ اکثر اقطاع و جوانب ہندوستان

احسن

کی سیاحت فرما چکے ہیں اور اکثر بڑے بڑے شہروں کی مجالس شعر و سخن میں شریک ہوئے ہیں۔
مرثیہ گوئی سے زیادہ مرثیہ خوانی میں آپ نے مہارت بہت بچائی ہے۔ جس سے اہل مجلس بہت
کچھ متاثر ہوتے ہیں۔ شاعری اور معاملہ بندی آپ کا خاندانی جوہر ہے لکھنؤ کے اکثر خاندانی سائذہ
سے آپ کو قربت حاصل ہے۔ عرصہ سے حضرت انیس کی صانع عمری لکھنے کا بھی ارادہ کر رہے ہیں
اس زمانے میں آپ کی قدر اچھے اچھے استادوں سے بڑھ کر ہو رہی ہے یہاں بطور نمونہ چند
اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

<p>دل کا دشمن تھا وہ ناوک۔ جو دل آزار نہ تھا کچھ اپنی فکر کر نکلو۔ پر اسے غم سے کیا مطلب زین کے دل میں بھی کیا کیا غبار پوتے ہیں ہر بگولا مری میت کو اٹھانے آئے جان شیریں تو نقطہ اجرت تھی جو نے شیر کی اے مرے پوچھنے والے مرا حال چھا ہے دلِ خوش گشت عاشق کا نال اچھا ہے انجام عشق یہ ہے مر جانے کوئی جل کے اور دل کا ترنہ ہو پہلے چراغ جل کے آپ ہی جل کیجے غیروں کے جلانے والے خون کی پیسا سی تری تلوار ہے</p>	<p>لذتِ درد کی مشتاق رہی جانِ حرمیں کہا تنک روئے گا اے مرزا بے جینے والو کو ملے جو خاک میں اُن پر فشار ہوتے ہیں دامنِ دشت ہو غربت میں کفنِ بعد فنا خوں بہا فساد کا خسرو کی گردن پڑا ہے یہ حسرت کہ وہ دریافت کریں دین کیوں زینتِ دامنِ قاتل میں لو کے آنسو پروانوں نے سکھائی طرزِ وفا جان کی راحت پسند منعمِ راحتِ سراں نہیں ہے شمع کو دیکھ میرے دل کے جلانے والے حسرت اے قاتلِ لہو مجھ میں نہیں</p>
--	---

<p>امتحانِ طالبِ دیدار ہے جس کے تم ہوا سکو کیا درکار ہے یہ ہمارا ہی کلیجہ یہ ہمارا دل ہے کیا رکھوں پاؤں کہ ایسا یاقوتِ مہر ہے</p>	<p>لو اُلٹتے ہیں وہ جہرے سے خباب تم ملے ساری حسدِ انی مل گئی ان جفاؤں پر وفا کوئی کرے شکل ہے راہ چلتی ترے کو پے میں خستہ کھل ہے</p>
---	---

<p>خندہ گل میں بھی آوازِ شکستِ دل ہے گو ترے بس میں ہے پھر بھی یہ لالہ کہ سرِ شام سے خاموش چلے غل ہے اک تاشہ ہے ادھر ہم میں ادھر قاتل ہے شمع خاموش ہے بجھنے کو چلے غل ہے کوئی تیر نہیں ظالم پر شر کا دل ہے آبِ شمشیر میں کیا آبِ بقا شامل ہے اعدا کے ہر عضو بدن اک دل ہے ورنہ سب دل میں سمیٹے ہیں کیل کیل ہے</p>	<p>بے تے یہ چرن ہے مجھ اندوہ نرا از عشق نہ تجھ پر ہو یہ ممکن ہی نہیں ہے شبِ بجز مرے گھر میں عیشِ ناز پیش ہے دعویٰ خوں گرم ہے ہنگامِ خضر وہ گلے ملے چلے غم ہوئی وصل کی رات دم تو لینے نے کہا تک تم پہ در پہ زندگی اپنی سمجھتے ہیں جو مرا عاشق لذتِ درد کو ہم سے کوئی پوچھے حسن رشک سے داغ کو جو چاہیں کہیں لوگ حسن</p>
---	---

احسن (مولوی محمد احسن ولد مولوی حسن بخش) باشندہ کاکوری مقیم قصبہ میں پوری ان کا زیادہ
 حال معلوم نہیں ۵

احسن

<p>دل نے مرے ساتھ دشمنی کی کبھے والوں نے رہزنی کی نکلی حسرت نہ اپنے جی کی کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی</p>	<p>تجھے دشمن کو دوست سمجھا حصالِ ابرو نے مار ڈالا جی بھی نکلا تو واسے حسرت احسن کیوں چُپ ہو سکی ہے یاد</p>
--	---

احسن (سید علی احسن خلف حاجی سید مجتبیٰ متخلص بحسن) قصبہ اہرہ ضلع ایبہ کے
 پیر نادوں میں ایک طبیعت دار آدمی ہیں فارسی ابھی جانتے ہیں اور عربی بقدر ضرورت شوال
 ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے صغر میں سے شعر گوئی کا شوق ہو گیا سن ۱۲۹۹ھ میں ایک گلدستہ بہار
 بہ ریاض سخن جاری کیا تھا جو نواب ابراہیم علی خاں صاحب خلیل والی ریاست ٹونک کے
 حضور تک کسی وسیلے سے پہنچا جس پر ایک ہزار روپیہ نقد و آئینہ امداد کا وعدہ ہوا چنانچہ اسی وجہ سے
 ریاض سخن کا نام ریاض خلیل رکھا گیا مگر وہ امداد ان تک نہ پہنچی جسکے باعث رسالہ بند کرنا پڑا

احسن

اس وقت میاں آحسن فرصت پا کر حضرت داغ کی خدمت میں حیدرآباد میں تعلق پہ جانے کی امید پر حاضر ہوئے وہاں رہ کر داغ مرحوم کی سوانح عمری موسوم بجلوہ داغ شائع کی اور ترغیب دلا کر ایک کتاب فصیح اللغات محاورات داغ کے تعلق اپنے نام سے لکھنی شروع کی۔ نواب فصیح الملک داغ آپ پر بہت مہربان تھے مسئلہ میں میاں آحسن وہاں سے چلے آئے اور حضرت داغ کا انتقال ہو گیا۔ تلاش معاش کی فکر میں لاہور پہنچے اور اقامت نہ کر کے پاس تیس روپیہ لاہور پر ملازم ہوئے۔ تین چار مہینے کے بعد قطع تعلق کر کے طبعِ مفید میں نوکر ہو گئے پھر اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کر کے وطن چلے گئے۔

قیام لاہور کے زمانہ میں فصیح الملک کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا اور انکا آخری نام مکمل دیوان یادگار داغ شائع کیا۔ حکام و ستیاب شدہ کا انتخاب درج ذیل ہے۔

<p>مظلوم کے واسطے دعا کر اور ہر جام و سبو ہے اور ہیں ہوں مٹھ جا آج تو ہے اور ہیں ہوں</p>	<p>ظالم کچھ تو بھی رحم کھا کر اور ہر طرف وضو ہے اور ناہد وہ کہتے ہیں کہاں جانا ہے احسن</p>
<p>کیا قوت برتی ہے محبت کی فکر میں کیا بند سندر ہے مرے دیدہ تر میں میں آنکھ ہی رکھ دوں ناترے روزن دیر میں اڑنے کی بھی سکت نہیں میرے غبار میں کیا مزا ہو جو کیونہ جگائے کوئی بنی رہبر رہتسیم میں یہ بے نخی اچھی ہاں شیخ حال جور کا اب تو سنا مجھے مری تر دامن ہیتر ہے تیری پارسائی سے کبھی دست خانی سے کبھی پائے خانی سے</p>	<p>اب آگ سی لگ جاتی ہے دل اور جگر میں تمہاں ہی نہیں آنسوؤں کا جوش کسی دم کیوں اور کسی چیز سے کرتا ہے اُسے بند بانی ہیں بعد مرگ بھی آغا ضعف کے نہ اذرا ہنہ سحر ہو نہ گجر ہو شب و صبح بچا رہت تو ہر کو لگ گئی کو اپنے خالق سے لے پنی چکا شرباب سرور اگیا تجھے بخوڑا سے زائد خشک اُسکی رحمت کا ادھر ہوگا ہمارے بھول سے دگودہ ملتے ہیں سستے ہیں</p>

تمہارا ذکر احسن اور ہم کرتے برائی سے
 تب کیس جا کر غم جاناں کی مہمانی ہوئی
 کس کو دوس لکھنودوں نے بُری بھلی ہے
 نہ کوئی اسکا نتیجہ ہے نہ کچھ حاصل ہے
 اُڑا دوسرہ جو ایسی ہی خوشی ہے ہرے ماتم کی
 یہ چنگاری نہیں بجھتی اگر بجلی تو پھر سر بجلی
 کہ لہجائی ہوئی پرتی میں نظریں ایک عالم کی
 ارے گنجت پیدائش ہے کیا تیری محرم کی
 کھڑا ہوتا کھلے سر بچھاوا ایش زلف پُر غم کی
 جتنی خودی سانی نمی سر میں ہوا ہوئی
 یہ پوچھتا ہے ہجر میں تکلیف کیا ہوئی +
 جب بات ہی نہ کی تو ملاقات کیا ہوئی

ہمارا نام احسن ہے یہ ہے ہونیں سکتا
 حسرتوں کا غون میرے دل کی قربانی ہوئی
 سینکڑوں مانگنے والے میں تینا دل ہے
 غیر کے باب میں کیا آپ سے ٹکرا کر دیں
 دکھا کر ہر گھڑی تلوار تم دیتے ہو کیا بھلی
 قیامت ہے بھڑکنا آتش اُلت کا سینہ میں
 نہ بھریے بے نقاب اسلحہ دُرے چشمہ میں ہے
 کبھی دیکھا نہیں خوش تجھ کو رندوں کی طرح ناصح
 بلا کا ہے یہ نظارہ دل سبیں بھنس ہی جاتے ہیں
 جب اُن سے اور آئندہ سے بر ملا ہوئی
 کیا ہی ستم فریفت ہے وہ شوخ چشم بھی
 طے کا لطف یہ سب کہ وہ بولے سبھی کچھ

(احسن) منشی حافظ آغا جان دہلوی - خلف مرزا نور احمد بیگ مرحوم کابلی دہلی میں پیدا ہوئے
 اور میں تعلیم و تربیت پائی ہے کلام میں کوئی خاص دلچسپی نہیں پائی جاتی پر گو ضرور ہیں ۴۵ برس
 کی عمر ہے کلام بھی ملاحظہ ہو ۵

احسن

تماشا گاہ ہستی اک تماشہ ہے ماری کا
 ایک رہبر ہے ہوئے نیسینکڑوں رہزن پیدا
 کسطح ربط کرے یار سے احسن پیدا
 دفعہ تم جو پیو گے تمہیں اچھو ہو گا
 وہ بسل میں ناسخ خانہ صیاد کرتے ہیں
 جسکی ہیں غیرت صد ساغر صبا آنکھیں

کیس خندہ کیس گرہ کیس رحمت کیس زحمت
 جو ہر غفلت نہوتا تو ہوتی کوئی فکر
 رگڑ ہے آٹھ ہر ہائے عدو ایک نہ ایک
 ربط سے چاہئے لے شیخ کہ جنت میں شراب
 رہائی میں اسیری کا مزہ ہم یاد کرتے ہیں
 ایسے سانی کی نگہ پڑتی ہے مجھ پر احسن

آسمان لے کے اسے سر پہ رکھے جانے لگا	پھینک دے تو ہر شوا کے زمیں پہ ناخن
شہرِ بے غم کو تھوٹتے ہیں قولِ فیصل پر یسین کو احسن سے	دہوی سر میں لکھتوی پاہیں گو کہ سب کچھ میں لکھتوی کیا ہیں
(احسن) مرزا احسن نجات گورگانی - مرزا صابری کے شاگرد اور مقیم بنارس ہیں - یہ ناکلا کلام ہے	
یہ ضعفِ وقتِ شہاد ہے جسمِ لاغور وہ سمجھا اپنی ہی تازہ نگاہ کا پرتو غریب جان کے بلِ غلام کرتے ہیں	کہ خون چڑھ نہیں سکتا سرِ سنگ پر نظرِ بڑی جو کبھی متاڑ سلاخی گلوں کو تازہ گلشن میں کھنڈ زربہ
(احسن) میرزا احسن دہوی - زیادہ حال معلوم نہیں - دستیاب شدہ کلام حاضر ہے	
اب انیک آہِ خبر لے رقیب کی شہم دیا سے آپ کی نبی نہیں نظر ہے لاگ برق آہ کو گھر سے رقیب کے ہم بھی جلیں گے خرمن جاں بھونکتے ہوئے شبِ وصال میں دشمن کی گنگو کیا ہے نہ خون ہو دل ہی میں جس کا وہ آرزو کیا ہے ذرا تو چاہئے پاس ادب بھی عاشق کا ہزار بار یہ دن مجھ میں نہ ادا ہوئے	ہاں دل جلا کے رہتے تو ہیں بے خبر سے آپ جاتے ہیں کوئے غم میں بانے نظر سے آپ رہنے گا دُور دُور ذرا اُسکے گھر سے آپ برقِ ستم گرا تے پھیں گے جدھر سے آپ یہاں ہے دل تو یہ پوچھو کہ آرزو کیا ہے کنے نہ تیغ سے فخر سے وہ گلو کیا ہے زباں کو رو کو یہ کہنے ہو کیا کہ تو کیا ہے ہماری تو یہ کے آگے ترا و نہو کیا ہے
(احسن) مولوی فیض الحسن بابتہ دیوبند ان کے والد وحشی تخلص کرتے ہیں - انہیں سے	
مشورہ سخن کرتے ہیں	
بتوں نے دل کے جلائے میں کچھ حذر کیا وہ مری لاش پہ آنے تو یوں لگے کہنے بتوں کے ظلم سے روتے ہو کسائے احسن	خدا کے گھر میں بھی رہ کر خدا کا بیکیا اجل نے رحم کچھ اس نوجوان پر کیا کیا تمنا عشق تو تجھ پر کا کیوں جس گھر کیا

احسن

احسن

احسن

ہر چہ منظور کہ اب ہوش میں آئے کوئی	ظلمتِ گیسو سے شکنیں کا سنگسار کئی
خوگر بھر ہوا ہے دل بیتاب مرا	اب تو پردا میں آئے کز آنے کوئی
(احسن) میر گورہ علی احسن ہوسوی شاگرد حضرت آغا - حیدر آباد کن کے رہنے والے ۲۷-۲۸ برس کے نوجوان ہیں۔ ابھی مشقِ سخن کی ابتدا ہے۔ انشا پانچ شعر درج ہیں ۵	
حالت دھری دیکھ کے کہتا ہے ہنسی سے	یہ شخص مفسر رہنما دیوانہ کیسا
یہی ہے آرزو دل کی ہمارے	کہ زیرِ خنجر قاتل گلو ہو
زبان پر نام پڑتی ہمارے	دل پر آرزو میں تو ہی ہو
(احقر) مرزا جو ادعلی تزیابش - انکے آبا و اجداد کا اصلی وطن خراسان تھا۔ احقر میر حسن دہلی کے موثر شاگردوں میں تھے۔ ابتدا سے عمر میں اپنے والدین کے ہمراہ کر بلا سے معلی و نجف اشرف وغیرہ کی زیارتوں سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ ۱۸۷۳ء میں کہ نواب آصف الدولہ کا زمانہ تھا بائیس برس کی عمر تھی اور لکھنؤ میں رہتے تھے۔ جو ان جلیل الطبع و عظیم الذراعت تھے جذبہم رسیدہ شعر لکھے جاتے ہیں جسے طبیعت کی جودت کا حال ظاہر ہے +	
۵	
بزم میں اسکی جو شب چاند کا نہ کو چلا	اٹھ کے مجلس سے وہیں وہ بت مغرور چلا
ہو دے نصیب جلد کیں وصل یا کا	احوال بے طح ہے دل بقبر ار کا
آنسو کی جگہ چشم میں نہت جگہ آیا	دل کا مجھے احوال بڑا کچھ نظر آیا
بندہ ہوں ترا اے اثر آہ جب گرسوز	صدقے سے ترے نالہ مرا کام کر آیا
مرے حق میں یہ بستر ہے مجھے آرام ہو دیکا	دلے تو قتل کرنے سے مرے بدنام ہو دیکا
احقر وہ بد معاملہ ہے بن لکھے پڑے	تو نے جودل دیا اُسے ناداں غلط کیا
اکبھی دید ابھی دکھائیے گا	یا یونیس در بدر پھیرائیے گا
(احقر) منشی محمد ملوک - عبدالحلیم سائل اور منشی فیض الدین پوری کے دوستوں میں	

احسن

احقر

احقر

تھے۔ تذکرہ شوق کی تیاری سے قبل انتقال کر چکے تھے۔ یہ دو شعر اُن کے نتائج افکار سے ہیں۔

مست چھیرہ باغبان جو کوئی آگئی ہوا	ہم آپ ہی سے جائیں گے جوں خانہ جٹ
دقت رواروی ہے اُٹھے قافلے کے لوگ	ساتی چلے پیالہ جہانیک کہ بس چلے

(احقر) منشی سید غلام نبی دہلوی - غزلی فارسی کے زبردست عالم اور ضروریات فن سے بخوبی ماہر تھے۔ فارسی شعر گوئی کی طرف توجہ زیادہ مائل تھی۔ اجاب کے اصرار سے کبھی کبھی اردو میں بھی کہنے کا اتفاق ہو جاتا تھا۔ شاعری میں حیات تھے انکے بیٹے سیال نبی لائق تخلص کرتے تھے۔ انتخاب کلام موجود ہے ملاحظہ ہو۔

نقاش نے قاتل کی جو تصویر کو کھینچا	ابر کی جگہ پر دھڑکھڑکھٹیر کو کھینچا
جس دقت فاتحہ کو اُٹھے دلربا کے ہاتھ	ماتم سے نسل ہوئے سرے اہل عزاکے ہاتھ
زور بازار جنوں ہے پوچھتے ہو حال کیا	کو دیا شہری غزالوں نے بیابانی مجھے

(احقر) عالی جناب علی القاب راجہ سری پرشاد بہادر شہید دار افواج سرکار نظام حیدر آباد دکن - مشہور رٹو سائے دکن میں تھے۔ راجہ گرو دھاری پرشاد و معدن بہ راجہ منشی بہادر کا بیٹہ سکینہ محبوب نواز دنت بہادر بانی مرحوم کے حقیقی برادر زادے اور لالہ خوب چند کے خلف اور خود بھی راجہ کے خطاب سے مفتخر تھے۔ منشی کھنولال نائب لکھنوی کے شاگرد تھے۔ بعد وفات اپنے عم نامدار کے اُنکے علاقے کے مہتمم اور اپنے چچا زاد بھائی کے سرپرست مقرر ہوئے۔ چند سال کا عرصہ ہوا کہ ۲۵ سال کی عمر میں بمقام مدراس انتقال فرمایا۔

اُنکا کلام بطور یادگار درج مذکور ہوتا ہے۔

انہیں نے ٹوٹ لیا دل مرا دکھا کے جھلک	ادھر سے روز چوٹا نکھیں چڑائے جاتے ہیں
ہم تو مری جان دیں اور تم کو غیب و دکو پیار	بندہ پروریہ ہمارے خوبی نقدیر ہے
کہیں لائے نہ خونِ بگینہ رنگ	ہو تو پونچھ ڈالو آئیں سے

<p>آپ تھرتے ہو سر کاٹو گے کیا شمشیر سے اے دل اُمید وصال اور اُس بے تکدیر سے</p>	<p>کر چکے تم قتل ہو گیا اسکا یقیں خونِ عاشق کرنے سے جب کو نہ در آئے ذرا</p>
<p>(احقر) منشی احمد جان دہلوی تلمیذ مولانا عبدالرحمن راسخ دہلوی طبیعت شوخ باطنی ہے اپنے اُمّتاد کی روش پر چلتے ہیں۔ یہ کلام کا انتخاب ہے ۵</p>	<p>احقر</p>
<p>مُنہ نہ پھر جائے تمہارے خنجرِ نولاد کا</p>	<p>سنگدل تر ہو تو میں بھی تنہا ہوں کچھنا</p>
<p>آن میں خوش میں خفا میں آن میں پردے اُٹھے ہوئے ہیں محل کے دامِ دلوائیے مرے دل کے کسے نکلوے اُڑائے میں دل کے</p>	<p>کہتے ہیں یہ بھی ہماری آن ہے میری آنکھوں سے دیکھ لے مجنوں نہ سہی ہوسہ گایاں ہی سی + کسی نظروں سے چاک ہے ہینہ</p>
<p>(احقر) سید محمد حسن باشندہ شمس آباد صوبہ اودھ۔ شاگرد حضرت دلغ دہلوی مرحوم بسبیل روزگار ریاست کوٹ میں آج کل مقیم ہیں ۵</p>	<p>احقر</p>
<p>کہ ہوتا ہے پھرتیہ خنجر کسی کا وہ منہ پھیرتا مائے ہنسکر کسی کا نہ پس جائے دل او سنگر کسی کا ہم سے پھر جائے چنبر یا رافوس قم باذنی کا اثر تیر نظر رکھتے ہیں</p>	<p>سلامت رہے گا نہ اب سر کسی کا اشاروں سے وہ مانگتا میرا بوسہ ذرا دیکھ کر ناز سے ہو خراماں غمیرتہ نظر کا لطف اٹھائیں نگہ لطف کے مردوں کو جلایا تم نے</p>
<p>دل مشتاق دیتا ہوں میں تھوڑی سی میں + سنا ہے شیخ کعبہ چھوڑے گنہگار نے آتے ہیں ہلا بوجہ تو ہم اک چیز مٹھی میں چھپاتے ہیں تمہارے ہاتھ میں دل ہے کہ کیا بتاتے ہیں</p>	<p>ہٹاؤ وصل میں رخسارِ انور سے دوپٹہ کو چلو چکر اُٹھیں ہم لائیں ہاتھوں ہاتھ لے رندو کما اُس سے یہ مینے اپنے دل کو ہاتھ میں لیکر جواب اس بات کا فوراً دیا اُس شوخ نے ہنسکر</p>
<p>(احقر) نواب غوث محی الدین بہادر رئیس حیدر آباد دکن۔ مولانا حبیب الرحمن بیدل سے</p>	<p>احقر</p>

مشورہ سخن کرتے ہیں ابھی نوشہری کا عالم ہے ۵

نکل پیاری ہے مگر پیاری اٹھارے پیارے	تیرے جوین ترے انداز میں سارے پیارے
جان جانے کو ہے اجاؤ خدا را اب بھی	دل میں ارمان رہے جاتے ہیں سارے پیارے
قتل غیروں کو کیا ہائے ہمارے ہوتے	مر گئے ہم فقط اس شرم کے ارے پیارے

احقر

(احقر) مولوی حافظ شاہ رحمت اللہ مظفر پور بہار کے باشندے اور مدرسہ جامع العلوم کے بانی اور مہتمم ہیں۔ بچپن سے شاعری کا شوق رہا۔ چند غزلیں جناب تیر بنارس کی کونکائیں پھر حضرت داغ دہلوی سے رجوع لائے۔ مگر چند ہی غزلوں کی اصلاح ہوئے پانی تھی کہ اُنکا انتقال ہو گیا۔ اب کسی سے مشورہ نہیں کرتے طبیعت میں خوشی ہے خیال معاملہ کوئی کی طرف دوڑتا ہے زبان بھی اچھی ہے بچوں شاعری کی طرف طبیعت کا رجحان ہے۔ اب تقریباً ۳۶ برس کی عمر ہے کلام بلا غلطی

کتے میں کیا رو رہے ہو دل کیا	ہم جو تم سے مل گئے سب مل گیا
اب لڑی بس اب لڑی اُن سے نظر	اب گیا بس اہم سے اب دل گیا
آپ اور مجھ پر کرم شان خدا	آپ اور پوچھیں غریبوں کا مزاج
اے بنو اس چارون کے خُشن پر	یہ مزاج - اتنا مزاج - ایسا مزاج
بھلا ہو چوڑی شوق تیرے صدق میں	ہمیں نہ اپنی خبر ہے نہ اب کسی کی خبر
زندگی میری محبت ہے تری	تجھ پر مڑتا ہوں تو جلتا ہوں میں
تیرے ملنے سے خدا ملتا ہے	سو کی اک بات یہ کہتا ہوں میں
یہاں وہ نہیں یاد ہاں وہ نہیں	حرم بست کدہ میں کہاں وہ نہیں
باغ میں غم آنکھیاں کھل گئیں وہ	عندلیبوں کی مراد میں مل گئیں
تم شب وعدہ نہ آئے جاؤ بھی	حسرتیں مٹی میں ساری مل گئیں
جب شب غم میں تڑپ کر اہ کی	آسمان کا بچہ زمینیں مل گئیں
فرقت ہو کر میں موت آگئی	نامرادوں کی مراد میں مل گئیں

تیرے مجھ پر کرم شان خدا
آپ اور پوچھیں غریبوں کا مزاج
یہ مزاج - اتنا مزاج - ایسا مزاج
ہمیں نہ اپنی خبر ہے نہ اب کسی کی خبر
تجھ پر مڑتا ہوں تو جلتا ہوں میں
سو کی اک بات یہ کہتا ہوں میں
حرم بست کدہ میں کہاں وہ نہیں
عندلیبوں کی مراد میں مل گئیں
حسرتیں مٹی میں ساری مل گئیں
آسمان کا بچہ زمینیں مل گئیں
نامرادوں کی مراد میں مل گئیں

دقت آخر بھی نہ کچھ ٹھکی ہماری آرزو رہ گئے نند دیکھ کر جب شرم میں اُن کے کما	دل کی دل ہی میری ہی جانی جو ساری آرزو ہم یوں شرمندہ بھی ہے کیا شمار میری آرزو
قیاس سے کسی کس کا کتنا میری تربت پر کیا ہوش کوہِ جور و جفا جس نے وہ کافر ہو	چلو اُٹھو بلو کیوں مجھے حق ناحق غم تم ہو کیسے جھوٹ بیچ سکتے پر کیوں مجھے غم تم ہو
وہ سر ہے ہے جس میں سودا ترا محبت میں آحق کو بھمائیں خاک وہ کہتے ہیں منے پڑے ہیں نزاروں جفا کو وفا کہنے والے ہیں ہیں اِس گھڑی تم جاؤ کوئی بات ہے ایک وہ لاکھ چاہنے والے چتوں سے کہ رہی ہے کسی خود سال کی	وہ دل ہے تری حمیں ہو یاد کچھ بکھٹا بھی ہو خفا نہ برباد کچھ بڑے اک تمہیں ہو وفا کرنے والے تمہیں ہو وفا پر جفت کرنے والے رہ نہ برستا ہے اندھیری راستے جان آفت میں پڑ گئی اُن کی اجھا خباب آنے دو پھر دیکھنا مجھے
ساتھ میرے روکے لگتے ہو بڑائی تم میری	کچھ مردت بھی کراؤ اک تبس آنکھوں میں ہے
نہ بڑے وقت کسی پر یار ب	مجھ پر یقین میری ہنستی ہے
<p>(احقر) مرزا امیر الملوک عزت مرزا بلاتی گوگانی دہلوی خلف مرزا الہی بخش آپ کے سلسلہ نسب جماندہ شاہ بادشاہ تک پہنچتا ہے سرکار انگلشیہ سے پانچ روپیہ ماہوار اور سرکار نظام سے سو روپیہ ماہوار منصب پاتے ہیں خاندانی وجاہت اور ذاتی لیاقت کے باعث آپ کو سرکار سے کبھی نشینی کا اعزاز حاصل ہے۔ پابند صوم و صلوات بہت ہیں۔ فکر سخن کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ اکثر فارسی غزلوں پر مصرعے لگاتے ہیں کبھی کبھی غزل گوئی کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے اگر طبیعت پر زردیں تو اچھا کہنے لگیں۔ تلذذ کسی سے نہیں ہے۔ خلق و لمسا بزرگ ہیں محاسن سوز و سماع میں اکثر شامل ہوتے ہیں۔ اب ۵۶ برس کے قریب عمر اور دہلی میں رہائش ہے انتخاب کلام ملاحظہ ہو</p>	

احقر

<p>اپنے پہ آپ ہونگے کچھ قبلا سے ہم ہر آن دستاں ہے ہر اک بات دلریا سمجھو عزیز ہکو اگر من بے عزیز نایوس زلیست سے ہے تمہاری سچ بھی سمجھے تھے اُسکے کوچے کو احقر دلائے عجب</p>	<p>اب مدعی بنے ہومرے مدعا سے تم گو یا داتھیں سے ہے اور ہوا سے تم یوہیں بنے رو گئے ہمداری دعا سے تم بیمار ہو کے آئے ہو دار شفا سے تم لے آئے اٹل اور مرض اس دوا سے تم</p>
<p>میں نے کہا کہ دیکھ لو اک بار اور پھر نہی نگہ سے کہہ دیا جھکو کہ جاؤ</p>	<p>آئے ہیں تافاق سے ہم پھر ادھر کہاں بس وہ بھی ایک بات تھی انہوں نے کہاں</p>
<p>یہی اگر ضعف کی حالت تھی کی رہی ہی میں نہیں کھینچا لگا کر تیرے کچھ بتانا ہے تجھ پر بہا جانکے عالم ایک جوش گز سے میرے نہیں کر دو جاہ وصل میں تاج محل جائے</p>	<p>ٹھنکے کی بھی اب حالت نہیں میرے اراں میں نہیں ہے دل جو پہلو میں تو ہو گا تیرے پیکان میں سما جانا نہ رہی کام تھا اس چشم گراں میں جہیں کب تک تمہاری رونک ہوں میں ٹٹاں میں</p>
<p>نہ تو تیرے بت آئینہ دل کو میرے یہ اراں ہے اک دن کھول بھی یاد رہ قدم راہ الفت میں رکھتا ہے شکل</p>	<p>کہ پھر جوڑنا اسکا آساں نہیں ہے میرے دل میں اب کوئی اراں نہیں ہے خضر یہ رہ آسہ ہواں نہیں ہے</p>
<p>(احقر) ان کا نام تحقیق نہیں ہوا غالباً یہی نام اور یہی مخلص ہے۔ گجرات کے رہنے والے تھے۔ مرزا علی بابا بہم اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت احمد دلی دکنی کے ہم عہد اور ہم وطن تھے۔ زبان سنسکرت اور برج بھاشا سے بخوبی واقف تھے۔ کبھی کبھی ہنس زبانی کی زبان کے موافق انہیں ہی جی نگر من کہا کرتے تھے۔ اُنکے تین شعر مٹرا لیت فلن صامب نے اپنے تذکرے میں لکھے ہیں جنہیں مرث ر دین ہندی ہے ایک شعر وہاں سے اور دو تذکرہ شوق سے منتخب ہو کر درج کئے جاتے ہیں۔</p>	<p>احقر</p>

گر بیضہ ز اسٹھے کے در زیر سیرت، نند
ہوئے دیدار کے طالبِ نو دی سے خود کو نکالے
رہے ناد خیالوں میں رہے شوریدہ حالوں میں

انرا مسل خود تابد بروں آخر گھیللا ہو کپڑے
پنائی راہ دانش میں خرد شاں خیر نکالے
ہوئے صاحب کمالاں میں کہہ رہے کمال ہر نکالے

(احمد) مولوی احمد خاں شاہ جہاں پوری عالم متبحر اور خوش فکر بزرگ تھے۔ مدتوں نواب حافظ رحمت شاہ مغفور کی رفاقت میں رہے۔ فارسی دیوان مرتب ہو گیا تھا مگر وہ مسودہ تباہ ہو گیا۔ رینے میں بھی لکھ رہے تھے۔ تذکرہ شوق میں انکا ذکر نظر سے گزرا۔ یہ کلام کا خلاصہ ہے۔

کیوں نمودے دل مرانچہ زلف
مار ڈالے چاہئے والوں کو وہ + +
مصحفِ خوبی کا کرتی ہے بیاں
کیا پریشانی میں ڈالا دل کو آج +
دشتِ مجنوں کا لکھے احمد ہے شوق

عاشقوں کی قید ہے زنجیرِ زلف
و بھی ہم نے کچھ عجب تاثیرِ زلف
حسن معنی کی کھسے تغیرِ زلف
میں بنانوں کس نے کی تقریرِ زلف
دل پر میرے ہے مگر تاخیرِ زلف

(احمد) احمد خاں ولد بہادر خاں۔ ساکن ام پور قوم سے کمال زنی تھے۔ روہ واقع کوہستان تبار کے بڑے علما خاندان صاحبِ نوبت و نشان اور پشتو زبان کے صاحبِ دیوان تھے۔ فن تاریخ میں بھی مہارت تھی کبھی کبھی اردو شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت امیر بنیالی کا قول ہے کہ قدرت اللہ شوق اور میر غلام علی عشرت کے شاگردوں میں تھے۔ مگر شوق کے تذکرہ میں ان کا حال نظر سے نہیں گزرا۔ ۸ شعبان ۱۲۶۱ ہجری کو حینِ عالم شباب میں انتقال کیا۔ پندرہوشترائیں کے طبع جہاد ہیں۔

مر گئے تو بھی نہ کیا مجھے جانی تو نے
خط کتابت تو بڑی بات ہے پیارے اب تک

جاں فشانی کی مری قدر بخانی تو نے
مجھ کو بھیج جانیں پیغامِ زبانی تو نے

(احمد) منشی مصمم الدین خلیفۃ انعام الدخاں یقین شاعر قدیم۔ شاگرد مرزا مظہر سپاسی پیشہ
۱۵ ہو سے پر کا مفہم آخر ہو کر رہے ہنسنا چاہئے ۱۱

احمد

احمد

احمد

اور دلی کے باشندے تھے۔ شاہ عالم ثانی کے زمانے تک موجود تھے یہ انیس کے اشعار ہیں

تن کو جلائے یا کر تو آنسو بوائے شمع	بنی نہیں یہاں تجھے بن کر کٹائے شمع
زاق گلرخاں میں کما کے داغ آہستہ آہستہ	کیا سینے کو اپنے نے باغ آہستہ آہستہ

احمد

(احمد) مرزا احمد شاہ گورکانی دہلوی - مرزا حبیب شاہ ماہر کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ اور غالباً قرن سہم میں انہیں سے مستفید تھے۔ مرثیہ اور دوست نوازی میں مذکور تھے۔ اشعار ذیل انکی طبع زاد ہیں۔

ہماتے بیل بیل کا جب لہو سیا	تو کیوں نہ سامنے گل کے ہوسر خرچہ سیا
کہو کہو کہو کہو اُس سے بناہ کی صورت	کہ بھڑان ہیں ہم اور تند خو صیا
بچائے جان کہ ہر عند لیب زارائے گل	پھر میں تلاش میں جب اُسکی چارو صیا

احمد

(احمد) مرزا احمد بیگ یہ مرزا فضل بیگ دہلوی کے چچا زاد بھائی تھے علم تخرید و عملیات میں اچھے عامل مانے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ہوز دنی طبع کی اعانت سے فکر سخن بھی کرتے تھے بہادر شاہ ثانی کے دوران حکومت میں نشو و نما پایا تھا اشعار ذیل انکی یادگار ہیں۔

اپنی اپنی گور سے بد دیکھتے ہیں سر اٹھا	اُس خرام ناز سے کیا فتنہ محشر اٹھا
باؤں پھیلاتا ہے ہر محفل میں کیا بے دھڑک	طفل رنگ اسے اہل الفت بطرح ابر اٹھا
کسکی خرگاں کا اہی ہے مرے دلیں خیال	کہ کھٹکتا ہے مرے سینہ میں اک خار نیا
ہوئے جو خاک اُس کو چپے میں تو یہ آبر دانی	لگے سو بار قدموں سے لگے سو بار دامن سے
دنگ نام نزع میں بھی ہیں انتظار تھا	آتا ہے یا نہیں وہ سنگار دیکھئے

احمد

(احمد) احمد بیگ قزلباش - دہلی کے رہنے والے اور بہادر گری کے فن سے خوب بہرہ تھے۔ حضرت بہادر شاہ کے زمان طبعی میں سالہ خاص کے افسر اور گشتی بخار کی ترتیب کے وقت جوان و جیمہ دوخو نہر تھے۔ یہ تین شعرا لکے ہیں۔

غضب ہے اہم میں جب تو نے تیغ نکلیں کڑی	نہ اُٹھ سکا ترے بھل نے یہ نہیں کڑی
---------------------------------------	------------------------------------

ہم غائب گئے خدا کا گھر بنے اور ٹوٹ جائے	دل نہیں وہ شے کہ جو کافر بنے ٹوٹ جائے
❦	
(احمد) سید احمد علی عرف میاں جان رام پوری ولد محمد شاہ ۱۲۹۰ھ ہجری میں ریاست رام پور میں ملازم تھے بعد کا حال معلوم نہیں۔ اُس وقت انکی ۱۲ برس کی عمر تھی۔ امیر مینائی کے شاگرد ہیں۔ اُنکے تین شعر درج تذکرہ کئے جاتے ہیں ۵	
سرخ رو تجھے تو اے شہر فساد را دمام خاک بسر کر جو بتاں میں را	اپنی مژگن کو کہو میں نے دیا باندہ دیا وہ خاکسار ازل ہوں کہ نقش پاک طبع
دیکھوں کیا کرتے ہیں یہ دل یہ جگر دل کی شب	روزِ فرقت میں جو یہ حال ہے بے تابلی کا
(احمد) حافظ میر احمد علی نام مسٹر ایف ٹی لن صاحب کی تحریر کے مطابق ۱۲۹۰ھ میں ان کی ۲۵ برس کی عمر تھی۔ طبیعت موزوں بالی تھی مگر فکر سخن کا کم اتفاق ہوا تھا سلسلہ انہیں میر عزت اللہ شاعر کا شاگرد بناتے ہیں غونہ کلام یہ ہے ۵	
پھر نے سے دل جلا یا کیوں وہ خفا ہم سے ہے خدا یا کیوں اس قدر دل سے ہے بھلا یا کیوں دل مرا چھیں یا کچھ نہ بن آئی مجھ کو	آ کے ناحق ہیں ستا یا کیوں ایسی تعمیر کیا ہوئی ہم سے کیا غضب ہے کہ تو نے احمد کو آدھ کچھ پہلے ہی دیا سنے دکھا کر انھیں
(احمد) سید عیسیٰ الدین احمد ولد سید معین الدین احمد۔ رام پور میں رہتے تھے۔ انکا نسب سلسلہ حضرت شیخ محمود الداعی ثانی تک پہنچتا ہے ۱۲۹۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۰ھ میں راحت سے مشورہ رہا۔ ۱۲۰ھ - ربیع الاول ۱۲۹۰ھ ہجری میں ۳۴ برس زندہ رہ کر لڑائی ملک بنگالہ ہوئے امیر مینائی نے اپنے تذکرہ میں انکے مصنف اور دو سکندر نامے کے چند شعر منتخب کئے ہیں دہی باں بھی درج کئے جاتے ہیں ۵	
صفت آرا ہوا شاد و گروں میر	ہوا جب کہ تابندہ مہر منیر

جہاں وہ جو تھے نیز محراب جنگ لے دونوں لشکر ہم اے طرح کسی سمت تھے گز آتش فشاں کوئی نیم جاں تھا کوئی خستہ تن پڑی لاشیں پر لاش تھی اس قدر	چلے دشمنوں کی طرف بے درنگ کہ سادوں سے بھادوں لے طبع کیسے پارسینوں کے نوک زباں میسر کر سیکو نہ آیا کفن + گر گشتوں کے کُشتے ہوئے سر بہر
--	---

(احمد) منشی سید احمد حسین خلیفہ سید ابن حسین شاگردِ جہاد حسین نکتہٴ سیدۃ العزت بقیہ
بیتہ عظیم آباد موجود تھے۔ اشعار ذیل اُن کی طبیعت کا نمونہ ہیں ۵

آکھیں تو ملا کر کوا انصاف یہی ہے رہتی ہے دلیا یہ سحر و شام ہر اری باہر یہ قدم جادو الفت سے ہوں گے سرِ قتل بھی ہم کو زیرِ خنجر غش پغش آئے	ہم تنہا سر میں اور تم اغیار کو چاہو سب ہم سے بگڑ جائیں مگر تم نہ خفا ہو سر کاٹ کے رکھ دے ابھی احمد جو ضار ہو نیکھی مرنے دم بھی ہمیں صورتِ باقیات کی
---	--

(احمد) منشی سید ابو احمد - ولد سید ابو محمد متوطن امر دہ ضلع مراد آباد ضلع کلکتہ میں پیدا ہوئے
پر سبب ملازمت ریاست بھوپال میں اقامت کریں ہیں۔ اور خان محمد خاں شہر سے تعلق ہے۔ یہ
ان کا کلام منتخب ہے ۵

ہزاروں غنچے کھلے ہوئے ہیں تمام گلشن بہک رہا ہے ڈھلا ہے ساؤں میں غلغلہ است کرشمہ یاد ہے قیامت حراج میں ہے ابھی لڑکچہ طبع جو روحنا پہ نائل یہ دم ہے اب کوئی دم کا جہاں نہ آتا کر سچ دوا	شجر شجر پر چین میں میل چوہے گل میں چک رہا ہے بہار پر ہے گل جوانی بلا کا جو بن ٹپک رہا ہے عوض میں مہم کے رحل بہک لڑکچہ کر رہا ہے لگاؤ نے رخِ گل پر مہم کتہہ لکھتے سک رہا ہے
--	---

(احمد) منشی علی الدین احمد اُلہاچی - ضلع ورنگل علاقہ نظام حیدر آباد دکن میں تحصیلدار ہیں۔ ان کے
دادا حاجی محمد ابراہیم سرکار نظام میں بعد افضل الدولہ بہادر مرہٹہ شاہ کے خاندان تھے اور زمانہ
حال میں پنشن یاب تھے انہوں نے ۱۹۰۷ء میں انتقال کیا۔ جناب احمد امیر میثاق کے شاگرد

تھے۔ انتخاب کلام ہدیہ ناظرین ہے ۵

کھلا میں ٹھوکریں در در کیا رسوا زمانہ میں ہمد ہم بھی اپنے دشمن جانے نفس پرے حال دل مضطرب سماؤں نہ سماؤں پڑی دخت رزقی جو قاضی کے گھر میں	ارادہ کیا خدا جانے ابھی ہے امرا س دل کا آنکھ اُس کی کیا پھری کہ نہ تبدیل کیا ڈرتا ہوں وہ سنتے ہی ہنوبائیں خفا اور یہ رندوں سے کیوں پار سائل رہی ہے
--	---

(احمد) منشی احمد علی۔ باشندہ کسٹنڈہ میٹر وکن۔ یہ کلام کا نمونہ ہے ۵

احمد

پلے پالی عشا ہوا پھر خون اب نوں ہی نہیں تیرے میکش حشر میں اٹھے میر کن نماز سے کیا بیاض صبح ہمدوش سواد شام ہے کیا پایا منبجے نے ساغر صبا لے شوق	جائے اشک اغوائی اک غبار آنکھوں میں ہے سرگراں ہے پاؤں میں نفوس غدا آنکھوں میں ہے انقلاب گردش لیل و نہار آنکھوں میں ہے مدت گزریں گراں تک غماز آنکھوں میں ہے
---	--

(احمد) مولوی شیخ محمد احمد رضا بھادر رئیس و تعلقہ دار ملیج آباد ضلع لکھنؤ۔ رسالہ فریقہ متواضعات گویا
شاگرد خواجہ وزیر کے نمبرہ اور جانشین ہیں۔ حکام وقت کی طرف سے آنریری اسٹنٹ کٹرنری
کے عہدے پر ممتاز ہیں۔ گاہ گاہ فکر سخن بھی کرتے ہیں ۵

احمد

مجھے بھی وحشت دل سونے بچہ بچا دے شف پذیر نہ ہوں گا کبھی شبیبوں سے مرے سیح کو دکھیا جو میری بالیں پر	کہ راہ نکلتا ہے حقیریں برہنہ پاسیری مرے سیح ترے پاس ہے دو امیری تو اُسے پاؤں وہیں پھر گئی مضا میری
---	--

(احمد) منشی شیخ احمد علی صاحب احمد رئیس آنریری جسٹریٹ بھادر کلام کا نمونہ حاضر ہے ۵

احمد

اب بڑا کر دوستی کم کیا کریں اے اسید کا مایابی دے جواب تم چھڑک دو دل کے زخموں پر ہلک	وہ کر بن ترکب وفا ہم کیا کریں کتنی ہے کوشش می ہم کیا کریں لے کے جڑا حوں سے مر ہم کیا کریں
---	---

(احمد) مرزا احمد اسد خان۔ خلف الرشید نواب عبدالغفار مطلب مرحوم رئیس اجیرانکے

احمد

داد افشٹی حاجی محمد خاں عرصہ دراز تک راجپوتانہ رزیڈنسی کے میٹنشی سب سے آخر میں گورنمنٹ کی منظوری سے جودہ پور کی ریاست کے دارالامام ہوئے اسی ملازمت میں بمقام پشکر کرسی ظالم کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ نہایت سخی شخص گزرے ہیں انکا اصل وطن کابل تھا۔

سر جاں لانس صاحب بہادر کے ہمراہ اگر سرکاری ملازم ہوئے تھے۔ انکے والدہ جد حضرت تاج مروجہ کے سربراہ اور وہ تلامذہ میں تھے۔ انہوں نے بھی جناب داغ مروجہ کو اپنا کلام دکھایا تھا مگر اوائل مشق ہی میں تین سال ہوئے نوجوان اشغال فرمایا کلام حاضر ہے ۵

انگی جنوں یہ کہتی ہے دل سے	جان اب تو بچے کی شکل سے
زہر الفت کی ہے عجب تاثیر	اس میں تمہی بھی ہے مزاجی ہے
اے لب یار تیرے پاس آخر	در دمنہ دل کی کچھ دوا بھی ہے

(احمد) منشی سید احمد پلوئی مولف فرہنگ آصفیہ کا تخلص۔ آپ حافظ مولوی سید عبدالرحمن کے خلف اکبر باپ کی طرف سے حسنی اور ماں کی جانب سے حسینی سید ہیں +

منشی صاحب ۸۔ جنوری ۱۳۳۷ء کو چہ بلاتی بگم دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں ہوش سنبھالا۔ منشی صاحب نے سرکاری مدارس اور نائیل اسکول دہلی میں تعلیم پائی۔ لیکن سب سے زیادہ وقت اور عمر کا بڑا حصہ فرہنگ آصفیہ کی تدوین میں صرف ہوا جس میں بیس پچیس برس تک برابر ہنک رہے۔ فرہنگ آصفیہ کی تالیف پر گورنمنٹ نظام سے ساڑھے پانچ ہزار کا انعام اور پچاس روپیہ ماہوار کا وظیفہ عطا ہوا اور چار سو جلدوں کی خریداری بھی کی گئی اور اب تک اس کتاب کی ایک نہ ایک جگہ سے دستگیری ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تعلیم مستورات کے متعلق ان کی تصنیف سے ہیں مثلاً انسانی فادی النساء۔ قصہ راحت زنانی۔ اخلاق النساء۔ بچوں کا دھڑکھٹاؤ۔ طبعی تعلیم۔ لڑکیوں کا قاعدہ بطور جدید مع طریقہ تعلیم۔ علم اللسان وغیرہ جو شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۳۳۷ء میں جب پہلے عورتوں کی خاص زبیاں میں اخبار النساء انہیں کی کوشش سے جاری ہوا جو کئی برس تک دھوم دھام سے جاری رہ کر بند ہو گیا۔ کئی الفوائد اور واقعات درانیہ

کی تالیف کے صلہ میں آپ کو نونٹ سے انعام بھی پانچکے ہیں۔ منشی جٹا کو تصنیف و تالیف کا ہر زمانہ سے شوق تھا۔ موزوں طبع کے باعث کبھی کبھی شعر بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ زمانہ طفولیت میں حافظ قطب الدین شہر کو اپنی چند غزلیں دکھائیں انکے بعد کبھی مولوی سید محمد زکریا صاحب زکی سے کبھی خواجہ جالی سے مشورہ لیا۔ مولوی صاحب مشہور ڈاکٹر فیلچ کے ترتیب انگیزی اور لغات میں عرصہ دراز تک مددگار رہے اور اس سلسلہ کے کئی برس دانا پور میں قیام رہا۔ ٹیکل ڈکشنری کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی اور دہلی اور ریشم کے مدرسوں میں مدرس کر رہے۔ اب پنشن یاب ہیں مگر فی الحال ٹکٹ بک کمیشن میں نظر ثانی کتب کے کام پر مامور اور ریورہ سورویہ لہا تنخواہ پاتے ہیں۔ راقم مذکرہ کے عنایت فرما ہیں اور وقتاً فوقتاً ضروری مشورہ سے امداد بھی کرتے رہے ہیں

کچھ کلام عنایت کیا اسکا انتخاب ملاحظہ ہو

ایسی ہم سے ہوئی خطا کیا رب	جسکے باعث یہ کچھ عذاب ملا
مے کے بدلے ملا جو خون دل	تو ملا کر جسگر کباب ملا
رگ رگ میں دوڑ جاتا ہے جلوہ خدائی کا	اُس بہت کے سامنے ہے ہزار بیانی کا
گر تھے اپنی بہت کو نہایا نہ جانے کا	مچلا ہوا یہ دل بھی سب بخلا نہ جانے کا
ہے قیہ لعل سے چُشنا کون یہاں پر	کعبہ ہے کسی کا تو ہے بہت خادہ کسی کا
تیری صورت کو دیکھتے ہیں ہم	حق کی قدرت کو دیکھتے ہیں ہم
لاکھ کلفت کو دیکھتے ہیں ہم	دُکھِ الفت کو دیکھتے ہیں ہم
تیری کمال سے رکنا ہے یہ بل	دل کی شامت کو دیکھتے ہیں ہم
تم بھی دعا غلط پھسل پڑو جس پر	ایسی صورت کو دیکھتے ہیں ہم
اب بھی تربت پہ زگس لگتی ہے	اپنی حسرت کو دیکھتے ہیں ہم
جان لب پر ہمیشہ رہتی ہے	اس سکونت کو دیکھتے ہیں ہم
زاہد تجھے قسم ہے خندا کی ادھر تو آ	کیا نور سا جھلکتا ہے ہنسی کے جام میں

<p>وقتِ دن موجود ہوتا ہے ہاتھوں کو باپا رہو گے دل میں آنکھوں سے نہان ہو غنیّت جاں لو محبت کو اسکی</p>	<p>نابھ خدا کے چھپے پڑا ہاتھ دہو کے تو بھلا بچکر رہو جاتے کہاں ہو خدا جانے یہ سپہ بچ کہاں ہو</p>
<p>جب آئے لطف تجکو محبت کا ناصحا اپنی غشی تو جاتے جب ہی جب یہ بات ہو آج بیکڑ ہے ہمارے دل میں کچائی ہوئی تا بکے دوں جبر دل کو کب تک چپکا رہوں</p>	<p>تو بھی کبھی جلے کبھی بجھ کر کباب ہو عارض کا تیرے گل ہو عین کا گلاب ہو جام مے بھی بن رہے اور نہ کھٹا بھائی ہوئی یا دبی آوے کس تم کو قسم کھائی ہوئی</p>
<p>جی بھی اٹھو کر بار آتا ہے</p>	<p>دم یہ خاصا دیا سیما نے</p>
<p>نفرتِ شراب کے ہے نہ غیبتِ کباب کے جب دُور تم ہونے مری چشمِ پُر آب کے نزد کو مہکویہ لکھ کر کہاں سنو تو سہی + کسی کا جرم کیلک خفا کیہ کا قصور چلو بس حضرت عیسیٰ تم پنا کام کر دو نہ چونکا خوابِ عدم سے تو کہتے ہیں بہوم راٹے بیٹھے ہو دھونی جو اُنکے در پر تم +</p>	<p>کو سوں ہیں دور ہم غم نہ ہو تو آب کے لاکھوں برس گزر گئے اپنے حساب کے وصال میں ہے ستم یہ ادا سنو تو سہی ہمیں ہمیشہ ملے کیوں سنو تو سہی مرضِ عشق کو ہو گی شف سنو تو سہی یہ کس کے پاؤں کی آئی صدا سنو تو سہی ہوا ہے کیا تمہیں سید بھلا سنو تو سہی</p>
<p>(احمد) منشی احمد حسین خاں بی اسے تاریخ ولادت ۲۱- جولائی ۱۸۵۷ء ہے۔ انکے دادا یعقوب خاں فوج میں صوبہ دار تھے ذراست کے یوسف زئی چٹان ہیں انکے والد بزرگوار خان بیٹا ڈاکٹر محمد حسین خاں سابق پروفیسر ٹیکل کالج رئیس و آنریری ممبر ٹیٹ شہر لاہور ہیں۔ احمد حسین خاں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پائی اور ۱۸۹۶ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی ۱۸۹۷ء میں شہر گونی کا شوق پورا نہ کرنا ارشد دہلوی کو کام دکھایا ان دنوں میں انجمنِ پنجاب کا مشاعرہ بہت زور شور سے ہوتا تھا مولانا آزاد اور مولوی فیض الحسن جیسے بزرگوار شریک ہو کرتے تھے احمد حسین خاں</p>	<p>احمد</p>

سبھی اپنی غزلیں پڑھا کرتے تھے ۱۹۶۶ء میں رنگ زمانہ دیکھ کر غزل گوئی کو ترک کیا اور نچرل طرز کو پسند کیا دو مجموعے خیابان اخلاق و گلستان اخلاق اس طرز میں چھپ چکے ہیں ۱۹۹۶ء میں امریکی سوسائٹی پنجاب کی بنیاد رکھی جس کا پہلا جلسہ بیدارت آئینہ میل سٹردن کو پال ایم اے راے بہادر بیرسٹریٹ لاوالد ماجد راقم تذکرہ کے بڑی آب و تاب سے ہوا خاں صاحب مشہور ٹیبلٹ ہیں سو سے زیادہ ناول اور سو انچ عمریاں لکھ چکے ہیں جو پنجاب کے عوام میں شوق کی نگاہ سے دیکھے اور پڑھے جاتے ہیں ۱۹۷۶ء میں گورنمنٹ نے عمدہ تصانیف کے صلیب انعام دیا ۱۹۷۶ء میں سٹریٹل صاحب بہادر ڈاکٹر محمد تعلیم نے عمدہ اسٹرا سسٹمی کے لئے گورنمنٹ سے انکی سفارش کی ۱۹۷۶ء میں آپ ممبر ایٹھواک سوسائٹی بنگال منتب ہوئے ۱۹۷۶ء میں اسٹرا سسٹمی کا امتحان پاس کیا ۱۹۷۶ء میں سرسہری ٹیڈولین وڈ کی تحریک پر آپ فیو سوسائٹی آف آئرس لندن منتب کئے گئے پنجاب کے شعرا میں آپ کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے اور واقعی عاشقانہ و طرز جدید و نو میں حق خوش گوئی ادا کرتے ہیں۔ انکا ایک وصف خاص تعریف کے قابل ہے وہ یہ کہ از حد جفا کش و مطالعہ پسند ہیں۔ اور ہر وقت کسی نہ کسی مشغلہ علمی میں منہمک رہتے ہیں فی الحال جہلم میں ڈویژنل کورٹ کے جج ٹوٹا ہیں ۵

ہم بھی پھرنے میں تھیل پہلے سراپنا
خود بدولت ہی انوں ہمیں بد لکراپنا
آنکھ کے پردے میں فوٹو لے لیا ستاد کا
یہ جنوں میرے لئے اوتا رہے ستاد کا
پنچہ نازک یقیناً ہے نفس ستاد کا
مشہ میں میں شبیہ صنم درغل گیا
ہائے چھلا مری قسمت کی طرح بھوٹ گیا
کہ آنکھیں بند کیں اور بھوٹ ترے کو جہیں جانے

تم ہو دباز تو دم دینا ہے جو ہر اپنا
کون کہتا ہے کہ قتل میں قیامت آئی
جندب دل نے نام زندہ کر دیا ہزار کا
خوب نوپے ہمارے ہوش و خرد کے بال پر
طاثر رنگ خفا میں تاب اُٹنے کی نہیں
خراں لئے کوئی کوئی فردِ عمل گیا
دشتِ وحشت میں اسے کانٹوں نے ناحق چھڑا
نہیں رہا ہر کی کچھ پروا نہیں صدقے تصور کے

اے شمعِ تجھ میں شانِ رخِ دلربا کی ہے انے شنگارِ وشتِ محبت نگاہ یار یہ سچ ہے دولتِ انہوں سے بختی ہیں تاباں مشعل ہے بجل کے مین تو کعبے میں ہے چلن میں سزاوارِ رسمِ تہانج گیا تقدیر سے ضبط کا یارا نہ تھا سیرت نے رکھ لی آبرو ناکجا پر وہ میں رہتا اتحادِ حسن و عشق دشمنِ شوقِ شہادتِ بقراری ہے مری	پروانوں تم میں آگِ دل مبتلا کی ہے برعجبی نہیں سبیل یہ آبِ بقا کی ہے تم کو جفا کی خو مجھے عادتِ وفا کی ہے لو ہے ہمارے بار کی گھر گھر لگی ہوئی جو سزاو کبھی وہ کم نکلی مری تقصیر سے کب گرا کرتے ہیں آنسو دیدہ تصویر سے میری حیرانی نمایاں ہے تری تصویر سے اس وفا پر تم کشیدہ ہونا اپنے تیر سے
---	--

(احمد) حاجی سید احمد صاحب مدراسی برادر سید علی بہار صاحب قادری - فنی جلیل حسن کو
اپنا کلام دکھاتے ہیں ۵

دامِ سبزا - دانہ شبنم - باغبانِ حیا ہے جاننا ہوں حادثاتِ دہر کو ناپا مدار الم افزا ہے دنیا میں و فویرِ دوستِ دنیا مٹی میں مل گئے تو اٹھے جگہ گردِ باد نوشِ طرب کے ساتھ ہی بیشِ تعب بھی ہے اب جو آئے گی اجلِ خاک ملے گا اُس کو لازمِ اندیشہِ عقبی ہے ہمیں دنیا میں	باغ میں بلبلِ بستا پناشِ مین دیکھ کر رنجِ غم کا جھکومتِ ادی کی خوشی ہوتی نہیں کھینچنے میں صدف کے گوہرِ نایابِ چھلے ہیں حالتِ دہی ہے سٹ کے بھی اپنے غمِ زور کی لاقی ہیں دنِ بخار کے راتیں سرور کی جاچکی جانِ بیاں موت کے ڈرت پہلے چاہیے زانوئے رقتِ سنسکر پہلے
---	---

(احمدی) خواجہ احمد علی مرحوم دہلوی - آخر عمر میں لکھنوجا رہے تھے اور جرأت کے شاکرِ دوس میں
تمنا کرتے - قدرتِ اللہ شوق کے تذکرہ میں انکا کلامِ نظر سے گزرا اسیں چند شعرِ انتخاب ہو کر درج
کئے جاتے ہیں - کلام سے سوز و غمِ فکرِ ادب و خوش اسلوبی طرزِ بیان آنکا رہا ہے ۵

مکھومِ عشق ہو کے میں آرام سے گیا	سو نہا مجھے وہ کام کہ سب کام سے گیا
----------------------------------	-------------------------------------

<p>ساتی تری نگاہ نے ایسا چمکا دیا حیراں کھڑے ہیں بشتِ بدیوار سیکڑوں اپنے عاشق کے پاس جانے کی مجھ کو جو وہ بُرا کہے تو کہے + تری چشم نے پہلے میرا ڈالا</p>	<p>نغمہ دو جہاں کا بس ترے اکہلام سے گیا کھڑا دکھا کے کوئی لبِ بام سے گیا روز فرصت نہ تو گا ہے جا پر دلا اس کو تو سراسر ہے جا پھر اُس زلفت کا فتنے بس مار ڈالا</p>
<p>آپکے کوچے میں ہم گزریں گے دن میں لاکھوں اگر چہ دل میں باتیں یاد کر لیا میں آتا ہوں مجھے گلشن میں آنا دیکھ کر وہ غنچہ لب بولا اُسے پروا نہیں کچھ سرگرا لاکھوں کے کہ جہنم جو اُس در سے جلوں ہوں احمدی ہوتی ہے بہشت جاتے ہی بزم میں اُس نے یہ دکھائیں آنکھیں دیکھے دیکھے سے بریرِ دُور کے کیا کیا طوفان</p>	<p>کچھ اجارہ یاں نہیں رستہ ہے یہ بازار کا پر اُس کے دیکھتے ہی شکلِ سب کچھ بھول جاتا ہوں ذرا آنے دواس کو چکیوں میں کیا اُڑاتا ہوں جو پوچھو تو کہے ہے وہ کہیں تیغ اُڑاتا ہوں بسانہ ضعف کا کہ ہر قدم پر پیٹھ جاتا ہوں جب تنک بیٹھے ہم اور پڑ اٹھائیں آنکھیں نہ پہ بھی دیکھنے سے باز نہ آئیں آنکھیں</p>
<p>بس گیا گلفزار آنکھوں میں</p>	<p>کیا ہے بھولی بسا راتکھوں میں</p>
<p>ان معنی باتوں کو پیار سے کب کوئی نام نہ سمجھے مت جھوٹی جھوٹی باتوں سے بہلا کو لے راہ اپنی جو وہ یہاں آ کے زراہِ کرم ذرا پھر جائے ہے اُس سے گرمی صحبت نہ کھینچ تو دم نہ گھر اپنے آئے وہاں سے خدا کا اگر</p>	<p>جو دم میں ہو گئیں نظروں میں کچھ ہم سمجھے کچھ نہ سمجھے تو لادے گا اس کو ہدم ہم خوب یہ تیرا دم سمجھے تو مجھ مریض کی آئی ہوئی قضا پھر جائے مجھے یہ ڈر ہے مبادا کہیں ہوا پھر جائے گلی میں اُس بتِ قاتل کی کوئی کیا پھر جائے</p>
<p>(احمدی) انکا شیخ احمد نام اور زمانہ متصل غازی پور بولتھا قاضی تمس الدین ہرادی کے قلاب داروں میں تھے۔ شوق کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ میرزا رفیع السودا سے اصلاح لیتے تھے۔ ۹۶ھ ہجری میں بعد فضل علی خاں نواب غازی پور زمانہ میں بخشی گری کے عہدے پر ممتاز تھے</p>	

طبیعت موزوں پالی تھی شعر خوب کہتے تھے۔ تذکرہ شوق سے کلام منتخب ہوا ۵

کیا خودی سے مرے دل کو تو نے خالی عشق اس باغ سے اب جاتے ہیں بادیدہ ترہم کتنا ہے بگولا پس سر تر بستہ مجنوں محفل میں تری جمع تھے عشاق کے طلق مردم ترے جلال چہ جب چشمہ واکریں	تفضلات ترا اے جناب عالی عشق شبہ کی طرح پھر نہیں آنے کے نظر ہم تو مر گیا صحرایں رہے خاک بسیر ہم لہرائی او ہر زلف اُدھر ہو گئے برہم آنکھیں اٹھا کے پیچہ مڑ گاں دس کریں
مرا ہوش و طاقت ہی لے چلے عالم کی تیری چشم نے حالت تباہ کی جیراں کرے گل آئندہ رویوں کی دوستی	اجی تم چلے کیا کہ جی لے چلے دور فلک سے کم نہیں گردش نگاہ کی صورت کوئی نظر نہیں آتی بناہ کی

احمدی

(احمدی) تخلص ہے کسی خوش کلام سخنور کا۔ ایک غزل ایک قدیمی بیاض میں (جو حضرت پیر سلطان کے کتب خانے میں تھی) نظر سے گزری اسکا انتخاب درج تذکرہ کیا جاتا ہے شعر مرے صفائی زبان اور شوخی مضمون ہوتا ہے ۵

کیا ترے حسن کی تصویر ہے احمدی ایک طرف تیرے دماں ایک طرف تیغ نگاہ زلف کو دیکھ کے کہ بگو نگار قمار بودل دل دیا جہان دیا دولت ایمان دیا احمدی زور پری رو بہ جو دیا نہ ہوا	سورہ نور کی تفسیر ہے احمدی کیا مرے قتل کی تدبیر ہے احمدی کس قیامت کی یہ زنجیر ہے احمدی پھر دیکھو ہم سے یہ تقریر ہے احمدی حسن جیسا ہے جہاں گیر ہے احمدی
--	--

(احمدی) عالیجناب نواب غلام احمد خاں صاحب احمدی مرحوم مہر کو نسل آف کنینی بیات گواہیار آپ کنج پورہ کرناں کے مشہور خاندانی ذہنی کے رکن اور سرکار انگریزی میں عہدہ نے جلیلہ امتداد رکھنا جنم کا زمانہ صغیر سن ہمارا جہ سید صیدہ والی حال میں کونسل ریاست کے ممبر مقرر ہوئے تھے صاحب خصال پسندیدہ اور بزرگ نامور اور نیک طینت بزرگ تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے سر سلطان احمد خاں مسٹر آفتاب احمد خاں مشہور ہیں

اخلاقی مضامین اور تصوف کی طرف زیادہ میلان خاطر تھا عشقِ شہادت کہ کتنے تھے بیکار متغلبہ کا پیش قدمی

تو آقا ہم ہیں چاکر تو ہے مولا ہم ترے بندے
برائے ہوں یا بھلا تیرا ہوں تیرے درپے حاضر ہوں
جو خود مٹ جائے وہ کیا ہو کیسے درد کا ہم
تیری ہی دھن میں نا توں ہر مہن گرم نلکے ہے
سہارے پر تیری اماد کے ہم سب تو انا ہیں
ارم کتنے ہیں جس کو ظفرِ شکاک اس کی قدرت
نہاں ہے وہ مگر افعالِ قدرت میں عیاں کے
کی بیش شکست و پست سب کے جھنڈے ہیں
نشان کیا کیا دکھائے تو نے یا ربے نشان ہو کر
ترا جوشِ کرم رنست اگر دے اہل پستی کو
تمنا ہے سدا بخود ذکر ذات باری ہوں
جنہیں طفلی میں صرف بازی چوگان و گویا
زباں کو میری گویا کر الہی اپنی رحمت میں
جہاں بھولوں بتا جس جا بھک جاؤں ہدایت کے
بھروسہ پر تیری اماد کے بیڑا اٹھایا ہے
ترے در پر حسین احمدی سرگرم سجدہ ہے
دلوں کو پاک کر دیا بخیالات پریشاں سے
اُس کے آستانہ پر ہمیں لازم ہے سر رکھیں
الہی تشذیب ہم ہیں ہمارا خضر ہو کر
گدایانِ درد و ملت کی یہ اونچی نگاہیں ہیں
اندماں زخمِ ناکامان بیکس کے لئے
منعموں سے کتنے ہو حاضر پے خدمت میں ہم

کرم شہید تیرا ہوں ہمت میں کا سگدائی کا
نہ کچھ رندی سے مطلب ہے نہ دعویٰ پارسائی کا
کہے محتاج کیونکر حوصلہ حاجت روائی کا
ترسی ہی یاد میں ہے مسجدِ حق میں غلِ افانوں کا
گر نہ سانس لینا ہو گراں ہم نا تو انوں کا
درخشاں مہراک شعلہ ہے اُس کے طاقِ ایوان کا
جہاں دکھو رواں سکہ ہے شاہنشاہِ پناں کا
بناتا ہے مٹاتا ہے یہی ہے کامِ نیرزاں کا
عیاں کیا کچھ کیا ہے تو نے اسے خلقِ نہاں کو
مہ و غور پر نر میں سایہ فگن جو آسمان ہو کر
میرا ہر سو سے تن سرگرم رحمت ہو زباں ہو کر
وہی محمودِ آرائی نظر آئے جواں ہو کر
کردوں مردہ دلوں کو زندہ دل معجزیاں ہو کر
جو ہو غرضش تو بھگو تمام میرا مہراں ہو کر
فلک کے بوجھ اٹھائے پڑتا ہوں تا توں ہو کر
تمنا ہے یہیں مٹ جائے خاکِ گستاں ہو کر
بت چھانی ہے تاریکیِ قلوبِ اہل دنیا
کھلا ہے اُس کا بابِ رحم ہر اونی و اعلیٰ پر
کرم سے تو ہی پہنچا دے ہیں رحمت کے پیرا
لگائیں بھوکریں گر پیش پا ہو ٹھاٹھ شانہ
مرہم کا نور ہمدردی کا بچھا اچھا ہے
بیکسوں سے بھی کبھی پوچھا کر دیا چاہئے

ہے زمین و آسمان کا فرق تول و فضل میں | احمدی جوئند سے کہتے ہو وہ کرنا چاہئے

(اختر) میرا گھر علی سہرندی ولد عبداللہ ابن حضرت الیثاں پیرزادہ نواب قمر الدین خاں وزیر اعظم - دہلی چھوڑ کر آصف الدولہ کے وقت میں لکھنؤ چلا بسے تھے - جب مرزا جانی کے مصاحبوں میں داخل ہوئے تو مصحفی بھی وہیں تھے - جوان قابل ہر مند و طلیف الطبع تھے کچھ دنوں مصحفی سے مشورہ مسخن رہا اور آخر کو بلند بخش جوت کے شاگردوں میں مشہور ہوئے مصحفی نے اپنے تذکرے میں انکے کلام فصیح اور طرز دل پسند کی تعریف کی ہے - بعض غزلیات میں ایچم تخلص بھی کیا ہے حضرت شیخہ نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہیں صنعت آتش بازی میں بھی مہل تھا اور اکثر اس مثل کو بھی بنا ہے جاتے تھے سہ سہاء میں بیس برس کے تھے تذکرہ شوق اور دیگر قدیم تذکروں سے کلام انتخاب کر کے حاضر کیا جاتا ہے ۵

تاشکی ہے جاہر نگاں پر جو کشت جگر نکلا | خواب راحت میں دلا اُس کو نہ تو ہاتھ لگا

اور کیا خاک کوئی ہو بچہ ستم گر عاشق | المدا لہد سے تری جلوہ گری کا عالم

کیا کہوں کل تری زنتار کی اٹھکیل دیکھ | بہر دین آپ میں آنا نہیں ہوم اُس بن

لے کے دل جان سے مارا مجھے آخر اُن نے | بزم میں کسی مات جاگے تھے

عجب یہ نخل ہے جمیں لشکر گل شر نکلا | چونک اُٹھے گا ابھی وہ جو کھو ہاتھ لگا +

روتے پھرتے ہیں ترے اگلی ہی گھر گھر عاشق | نہ لکے گرد کو بھی جس کے بری کا عالم

کچھ عجب حال سے غما کبک دری کا عالم | مجھے مت بوجھ مری عجب بری کا عالم

کیا کہوں اُسکی میں بیداگری کا عالم | ہے جواب تک خدار اٹھو نہیں

کوئی جناد سے یہ اُس شوخ نے دفاتے کشیں | یارب وہ لے مجھے تالوگ کہیں مجھ کو

اختر میں اُسے جا بیاں تک کہ وہ میرا بھی | سدا آواز کبھی ہم تو سننے کو ترستے ہیں

کہ آستانیں دکھ دیتے آتش کے تینیں | ساحر اسے کہتے ہیں عامل اسے کہتے ہیں

قائل ہے کہ اس سچ ہے نائل اسے کہتے ہیں | خوشحال اٹکے جو آپکے ہمایہ بستے ہیں

کراںجہم کے ناحق قتل پر اب آپ کسے ہیں
تو بھی سب دلیں گماں کچھ اور بہرے گئے
سامنے اُسکے گلے تک ہم چو خنجرے گئے
کون تھا وہ جسکو تم شب گھر کے اندر لے گئے
تم جو پاس اپنے اُسے ہر وقت بلوانے لگے

تمہاری چین ابرو ہی کا مارا ہے وہ لے پیار
صاف دل سے بھی جو اُسکو اپنے گھر لیکے
ہوئے گھبرا کر ہمیں پیٹے جو یہ حرکت کرے
کر رہے ہیں لوگ باہر کے جو چرچا سنا جی
کچھ سننا یہ شاید آنجہم کا بچہ ہے اس دنوں

اختر

(اختر) ملک الشعر قاضی مولوی محمد صادق خاں صاحب ولد قاضی محمد لعل بھگلی بنگالہ کے
قاضی زادوں میں تھے مگر وطن چھوڑ کر لکھنؤ آ رہے تھے۔ مرزا قاتل کے شاگرد رشید اور تحصیلداری
کے عہدے پر مامور تھے۔ جامع الکمالات شخص اور لکھنؤ کے مشاہیر شعراء وقت میں شمار کئے
جاتے تھے۔ ایک تذکرہ موسوم بہ آفتاب عالم تاب جس میں پانچ ہزار فارسی شعرا کا حال اور
کلام فراہم کیا تھا ترتیب فرمایا اسی تذکرہ کی بدولت بھوپال سے متعدد تذکرے شائع ہوئے وہ تذکرہ
اب غفقا کا حکم رکھتا ہے۔ طبیعت کی شوخی۔ کلام کی بلندی۔ اور حسن تشبیہ آپ ہی کا حصہ ہے۔
غازی الدین حیدر والی لکھنؤ نے ملک الشعر کا خطاب دیا تھا۔ چونکہ ان کی عمر کا بہت بڑا حصہ لکھنؤ
میں گزرا اس وجہ سے شعرا سے لکھنؤ انہیں کمال نغز اپنا ہم صنف و ہم وطن بیان کرتے ہیں اور
درحقیقت وہ اپنی قیام گاہ کے واسطے مایہ افتخار و نازش تھے۔ انہیں اکثر فنون میں خصوصاً
شعبہ بازی میں کمال حاصل تھا۔ بحر علی کے علاوہ فن سخن و دو قافیہ شعر میں اپنا نظیر رکھتے تھے
بندش مضمون۔ نازک خیال۔ قادر الکلامی۔ اور خوش گوئی میں لاجواب تھے۔ مصحفی۔ انشا
اور جہات کے مشاعروں میں شریک ہوئے۔ آتش۔ تاج۔ وزیر اور صبا کے زمانہ تک زندہ
ہے۔ صبح صادق۔ نور الانشا۔ محمد حیدر تہ۔ دیوان فارسی۔ دیوان رختہ۔ اور تذکرہ آفتاب لائے
ان کی یادگار ہیں۔ بعد از مرگ لکھنؤ میں وفات پائی۔ ان کا کلام غفقا کا حکم رکھتا ہے بہر حال
جس قدر مختلفہ تذکروں میں نظر سے گزرا اسی کا انتخاب و مرج تذکرہ کیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ
ان کی طبع آزمائی میں حصار مطلع کی زیر حفاظت نہ آئے پائیں۔ اس سے کم باب بلکہ نایاب

ہیں مگر چند غزلوں خصوصاً اس غزل نے جسے ہم منتخب کلام کے شروع میں نقل کر تے ہیں غزل
شہرت سے بقاءے دوام کی سند حاصل کر لی ہے۔ ذواب غازی الدین حیدر کی نظر غنائت نے
فکریہ معاش سے فراغ اہمال کر کے نمائندین کے درجے تک پہنچا دیا تھا مگر دسح مولویانہ مری
طالب علموں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اگرچہ مرزا قلیش کی شاگردی کی وجہ سے حضرت غاب سے کسیتہ
کچھ ہوئے رہے مگر ان دونوں کے جھگڑوں میں انصاف کو حق اُستولی پر بالا رکھا اور حضرت
غاب کی بلند پروازی و زور و طبع کے قابل رہے۔

قطع

جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہوا نقاب کا
دکھلا کے باغ سبز غدا و ثواب کا
معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا
پر کیا کریں کہ ہے ابھی عالم شباب کا
کیجیے جو آپ مجھ کو نہ مور و عتاب کا
اور رہو یقین آپ کے اس جنتاب کا
اور وہاں نعل نو کوئی باعث حجاب کا
دے ذائقہ زبان کو دہن کے عتاب کا
یہ ریش جس پہ جلوہ ہے رنگ خضاب کا
گر پی بنائے جلد یہ پیاہ شراب کا
گر کچھ بھی خوف کیجئے روز حساب کا
قابل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا
کہ دھونڈے لاکھ کوئی برن ظاہر ہوشاں اپنا
کہ دوش ہوئے نعل برنجی نمودے تن گراں اپنا

جب پردہ رخ سے دور کرے وہ نقاب کا
کل بن گئے شیخ مجتہد عصر سابقا
کہنے لگا زراہ تختہ مجھے چلنے نہ
جہنے کیا کہ یہ تو ہیں ہم خوب جانتے
گستاخی ہو معاف تو ایک عرض میں کروں
نقوس ہمارے آگے ہو جب آپ کا درت
مے ہووے کُنج باغ ہو ساقی ہوا ہوش
گردن میں ہاتھ ڈال کے وہ شمع جلے حیا
کھینچے ہنسی سے اپنا ملا کردہ منہ سے منہ
منت سے یوں کہے کہ ہمارا لمو پٹے
اُس وقت ہم سلام کریں قبلہ آپ کو
اور اتھماں بغیر تو یہ آپ کا غلام
اگر ہے نام کی خواہش تو عنقا کی طرح رہے
شکسار اس قدر رہے جہاں میں بارہستی ہے

سوزِ دل دیواں کا اپنے باعثِ تعظیم تھا
 دلِ محب کو ہوائے بیکس و حیرا رہ کر گیا
 نختِ دل پیہم جو آتے ہیں چلے آنکھوں کے ساتھ
 و حیان ہے اسکی طرف اپنی نگاہِ ناز کا
 خمیسا زہ کشِ نولبِ جاناں شہِ لب کا
 بن تیرے مراب کبھی گویا نہیں ہوتا
 مرکزِ فراق یا ر میں دلِ نامِ کر گیا
 نظر میں جلوہ گرامِ رض ہے کس خوشیہ تاباں کا
 اے سے تو سرخِ زور ہے اس بزم میں ملام
 لطفِ بید سے تیرے سببِ شمعِ جاں ہو گئے
 نیندِ جیسا کہ ہرگز نہیں آتی ہے مگر
 مستی و ہوش کسی نے کہیں کیا کچھ
 حجابِ آبِ جو میں عکسِ گل ہے یا مجھے ساقی
 نکلیا دل کو ترے ناوکِ مژگاں سے عزم
 جگر آتشِ دل آتشِ دیدہ تر شعلہ آتش
 ہماری خاک کو پونچھنے بڑے کے در تک
 کبھی گھوڑے سے ادھر اُسے نکلے رونا غلط
 جس گل کو آبِ چشم سے پالا ہوا اسکے اب
 کوچہ میں پر پرز ادوں کے جاتا ہے تو اختر
 جامِ صبا کے تکلف سے مجھے رکھے صفا
 سبزہ بیکانہ بھول میں گرجہ طرفِ باغ میں

صغیر رنگیں خیالی باغِ ابراہیم تھا
 اپنی تلاش میں مجھے آوارہ کر گیا
 انک کا ہر تار اک تسبیحِ مرجاں ہو گیا
 شور ہے صیدِ حرم تک جس شکارِ انداز کا
 محتاجِ کب ہے آبِ بقا آفتاب کا
 بے موسم گلِ غنچہ کبھی دامنیں ہوتا
 ناکام گو جہاں سے گیا کام کر گیا
 کہ ہے تا شعلہ ہر ہر ہو اپنی مژگاں کا
 تو نے اٹھایا یا ر سے پردہِ حجاب کا
 ابرِ رحمت ہائے میرے حق میں طوفاں ہو گیا
 مردِ چشمِ ترے رکھتے ہیں بیماریِ خواب
 ہاں تری آنکھوں میں ہم پاتے ہیں شہابیِ خواب
 بلوری جام میں دی ہے شرابِ ارغوانی بھر
 آگے ہمت کے مرے کچھ نہیں مہاں سے ہزار
 ہوا ہوں سوزِ الفت سے سرِ شعلہ آتش
 اجل کے بعد ہے اتنی ہیں صبا سے غرض
 جذبہِ دل ہے دروغِ ادا تر آہِ غلط
 آنکھوں میں ہم کھٹکے لگے مثلِ خاریف
 اس راہ میں ہم سنتے ہیں اکثر خطرِ دل
 میں ازل سے کہیں چشمِ تانِ سادہ ہوں
 لیکن اے بادِ صبا تیرا ہی میں آواز ہے

<p>تارفتہ رفتہ ہم ترے ججراں سے غوگریں ور نہ جی دے بیٹھنا کچھ عشق میں ٹھک نہیں لوگ یاں مرگ سے امیتہ نثار کھتے ہیں عقل لاس لئے کچھ پینہ لگا رکھتے ہیں قیس و فرما دے افسانہ اٹھار کھتے ہیں یہ تنگی اور غم بخش سخاوت اسکو کہتے ہیں یہ چلنا کیا ہے آشوب قیامت اسکو کہتے ہیں</p>	<p>مٹا تو ایک بار نہ موقوف ہم سے کرید ڈرے بیگانے نہ میرے بعد اُسکے یارہوں کنو عشق میں بیکار ہے عجب زنج جان دی ہم نے ہوئی تب غم ججراں سے بخت لوگ جب سنتے ہیں قصے ترے دیوانوں کے دیا بوسہ دہن کا اُس نے بہت اسکو کہتے ہیں خرام ناز سے آسودگان خواب اٹھ بیٹھے</p>
<p>ترے تیر کے یاں نشانے بہت ہیں ترے جو ہر ہکو اٹھانے بہت ہیں کہا اس نے ایسے دیوانے بہت ہیں ہے یہ آتش یادگار کاروان ہفتہ</p>	<p>جگر سینہ دل ٹھکانے بہت ہیں پس از قتل باقی ہے نشہ پرونا کسی نے کہا تم پر مڑتا ہے اختر عمر جو گوری سو گوری فکر باقی کیجئے</p>
<p>بچھ کر ہم بھی کوئی دم نفل شبنم رہ گئے کچھ جو اڑتی سی مٹی ہے کہ بار آئی ہے شب کو بھینپی ہے جیواں ہے تنہا ہے چشم جادو بھی تری کیا صاحبِ تنہا ہے اُسکے بندے ہو کے عالم میں خدا کیجئے دو دُفنس ہفتہ سینے میں فغاں ہے ہے شراب و دشمنی سے پُر یا لہر دوستی کہ پتی یاں بلندی ہے بلندی یا پتی ہے ہماری سہی باطل دیکھ کر نقدیر ہنستی ہے اُہی کیا کروں میں سخت کا آب و آتش ہے</p>	<p>سیر کیا یاں خاک ہے گل کی پریشانی کو دیکھ کیا تاعف سے ترپتے ہیں اسیرانِ جہن روز عاشق کو ترے باد یہ بیاں ہے ہاتھ سے دل لگیئے جی سے قرار آنکھوں کا خواب کیوں نہ سوچا حیف یہ غمزداد و درخون کو ہوں نالہ کفش اُن سنی آنکھوں کا جو اختر دور اب دُہ ہے کہ اختر جاوے جس بزم میں عجب دُہب کی تعمیر خراب آباد ہستی ہے محصول چاہ کی تدبیر جو ہم لوگ کرتے ہیں جگر ہے نعل سوز آنکھ بھی رو نہ ہی بخش ہے</p>

فلق ہے درویش کا بش ہے غم ہے ناتوانی ہے ادھر قاصد گیا ہے اور اُدھر جاتا ہے جی اپنا جلد آبیاری کے کزیرے دیکھنے کے واسطے بن تیرے گلشن گلشن میں ہیں لے رنگ گل	فراق یار ہے یا یہ بلائے آسمانی ہے + جواب نامہ تک کس کو امید زندگانی ہے انک حسرت اور دل اندو گہیں آنکھوں میں ہے شکل خنجر برگ برگ یاسین آنکھوں میں ہے
--	--

(اختر) صاحبِ عالم مرزا وجیہ الدین گورگانی - مرزا سیدمان شکوہ خلف شاہ عالم ثانی کے پوتے اور مرزا بلاتی جدر کے بھتیجے تھے۔ غدر سے پیشتر قلعہ معلیٰ دہلی میں اسکے دیوان خانہ میں اکثر محفل مشاعرہ منعقد ہو کرتی تھی۔ اُس زمانہ میں انکی عمر مشکل ۸ و ۹ برس کی تھی مگر تیری طبع اور رسانی ذہن کا یہ عالم تھا کہ اکثر شریک مشاعرہ ہوتے یہ اُسی زمانے کا کلام ہے۔

یہ عمر اور عشق کا آزار دیکھتا واں اُسے بُلایا ہے کہ تورات کو آنا	اور دل پہ پھر یہ صدمہ شبِ انتظار کا یاں دن کو نکلتا ابھی میر نہیں ہوتا
---	---

(اختر) سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جہا سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ بہادر جنت آرا مگاہ خاتم خاندانِ سلطین اودھ۔ جنت مکان حضرت امجد علی شاہ چھابیں بادشاہ اودھ کے خلف اکبر نواب ملکہ کشور رتج آرا بیگ صاحب کے بطن سے تھے۔ ۲۶- صفر ۱۲۳۲ھ مطابق فروری ۱۸۴۷ء میں اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے۔ ”مبارک مبارک ہوشا ہنہ تاج“ تاریخ جنوس ہوئی۔ رفیقان قدیم ذوالفقار الدولہ قطب الدولہ رضی الدولہ۔ مصاحب الدولہ سنیس الدولہ وغیرہ کو خطاب و مناصب سے ممتاز فرمایا۔ چند ماہ کے بعد نواب امین الدولہ وزیر جنت مکان کو برطرف کر کے اُنکی بجائے نواب دارالالدولہ علی نقی خاں رشتہ دار نسبتی بادشاہ عمو نے ملکہ حمزہ و عظمیٰ نواب خاص محل صاحب کو د۔ اگست ۱۸۴۷ء کو خلعت ۴۹ پارچہ اور خطاب امیر الامراء المہام منظم الملک سہراب جنگ سے منتر فرما کر وزیر کیا اور مہاراجہ بالکرشن کو خلعت دیوانی عنایت کیا۔ بادشاہ نے نواب کو اپنا خیر خواہ و عزیز سمجھ کر مستم علیہ بنایا اور سیاہ و سفید کا مالک کر دیا تخت نشین ہوتے ہی تعمیر قیصر باغ مقرر ہوئی نئی طرز

درویش کا بلغ بنوایا۔ اُسے عمارات و ایوان و دلکشا۔ بارہ دری نہرویل سنگ مرمر۔ و تصاویر سنگی سے مزین کیا و در و در و پیہ اس عمارت پر صرف ہوا ہر ایک برسات میں وہاں سیلے ہونے لگے۔ ہر سیلے میں بادشاہ اور زندگیاں باگاہ اُس سید کی مناسبت سے خاص خاص ایک ہی رنگ کے لباس زیب بدن فرماتے تھے۔ اور تمام جلوس بھی اُسی رنگ کا ہوتا تھا۔ تخت نشینی کے وقت میں ہر ایک کی عمر تھی۔ عین عالم شباب تھا شروع میں چند روز انعام امور خسروی کا شوق رہا۔ فوج۔ عدالت و رعایا پروری کا ذوق رہا مگر ندیاں کو تہ اندیش و مقربان و خواہ نے رفتہ رفتہ عیش و عشرت کی طرف لا ڈھایا بیشیز ترقص و سرود کی طرف توجہ رہی۔ نماز صبح کے بعد سناٹا تکشلی لایا لام و فکر شعر میں اوقات حال صرف فرماتے۔ شام کو اکثر سوار ہو کر نصف شب تک سیر و گلگشت کیا کرتے تھے۔ عموماً الزامی کے باعث اکثر مزاج جاوہ اعتدال سے منحرف رہا۔ لکھنوی غزالہ و ماہ پیک کی تصنیف سے جلسہ ہر س کی بنیاد پڑی۔ صد ہا طوائف حسین و جمیل و خوش گواہیں ہر س میں ملازم ہوئیں۔ ہر ایک کو لباس فاخرہ و زیور مرصع عطا ہوا۔ پردے و دیگر سامان بھی اسی شاہانہ پیمانہ پر تیار و مرتب ہوا ہزاروں بندگان خدا اسی بیانیے سے برسرِ روزگار ہوئے۔ نئے نئے فسانے تیار ہوئے الغرض جلوس و شوق اسطیج بے غل و غش پورے کئے۔ ہم شعبان ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۷ء نواب علی نقی خاں دستور منظر کی زیری صاحبزادی نواب رونق آرا بیگم سے سلطان عالم کا عقد نکاح شاہنہ و صوم و حمام سے عل میں آیا۔ ملکہ اودہ آخر محل انکا خطاب ہوا۔ اور بھی باعث ازدیاد قرب اعتبار ہوا۔ چند روز بعد جرمہ ممت خسروا کے حضور ملکہ کا خطاب عنایت ہوا۔

۱۷۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو کیا ان قدر۔ مرزا حامد علی بہادر ولی عہد کی شادی نواب سرفراز الدولہ کی صاحبزادی سے جو بادشاہ کی حقیقی ہمیشہ زادی تھیں یہ قبل شاہنہ محل میں آئی۔ سلطان عالم کی جو دو نکاحائیاں کا عقد کرنے کیلئے ایک علیحدہ دفتر کار ہے مختصر یہ کہ محلات معلیٰ و اقربائے شاہی و مصاحبین کو زیور۔ جواہر الملک و معانیات مالیت کئی کروڑ روپیہ عطا کیا۔ انیس الدولہ کو بایا بیخ خاص تھا الملک کمالی قیم شاہجہاں آباد کی قیمت کسٹیم پچاس لاکھ سے کم نہ تھی اُسے بخش دی۔ اسطیج حکیم شفا مال الدولہ

کو جنپور کی جاگیر جبرکام حاصل کثیر تعانیت کی الغرض بہ نفس نفیس ہیشہ رعایا پروری۔ داکو ستری
 مٹو نہ خاطر اقد سس رہی مگر وزیر اور دیگر مقررین بارگاہ شاہی کی ناقابلیت اور غفلت سے ملک
 میں بد نظمی پھیل گئی اور باوجودیکہ حکام انگلیہ شیعہ نے بار بار ہمایش کی کوئی اثر مرتب نہوا۔ انجام کار
 سرکار انگلیہ شیعہ نے ملک کی بد نظمی۔ محاصل کی کمی۔ اسراف کی زیادتی اور حلقہ داران کی
 سرکشی دیکھ کر ۳۱۔ جنوری ۱۸۵۶ء کو انتزع سلطنت کا فتویٰ سنایا۔ اور ۷۔ فروری ۱۸۵۶ء میں ملک اور
 پر جبکی آمدنی دو کروڑ سالانہ سے کم نہ تھی قابض و متصرف ہو کر صرف پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ سلطان عالم
 کے اخراجات کے لئے مقرر کیا اس نازک حالت میں بھی سلطان عالم نے صبر و استقامت اقد سے
 نہ چھوڑا اور ہر حالت میں رضا جوئے دولت برطانیہ رہے اور خود احکام و فرامین جاری فرما کر تمام
 ممالک محدود کا دخل اہل ان سرکار کے تفویض فرمادیا۔ بصلاح و صوابید اعزاز و اقرایہ تجویز ٹھہری
 کہ بہ نفس نفیس دلائی انگلستان لشرف لے جا کر جناب علیہ ملکہ معظمہ کے حضور میں ہوا ہید
 و اقرایہ عجات تہذیب کو پیش کر کے استرداد سلطنت کی درخواست کریں۔ چنانچہ ۵۔ رجب ۱۲۷۶ء مطابق
 ۳۔ مارچ ۱۸۵۶ء عید و شہینہ پہر و ات گئے اپنے چھو بھانواں صاحب الدولہ بہادر کو گھنوی میں اپنا
 مختار مقرر فرما کر راہی کا پور ہوئے اُسوقت جو حالت اقربا و متوسلین شاہی کی ہوئی اُسکے تصور سے
 کلیجہ بڑھ کو آتا ہے۔ جناب عالیہ ملکہ کشور۔ نواب خاص محل صاحبہ معشوق محل۔ جنرل مرزا سکندر جتہ
 برادر حقیقی۔ مرزا ولی عہد و جنرل فریدوں قدر اور نواب منور الدولہ بہادر وزیر زمان امجد علی شاہ۔
 ہمراہ رکاب رہے۔ انکے علاوہ کم و بیش قین سوتو ستلاں بارگاہ نے بھی رفقت کر کے حق تک ادا
 کیا۔ سامان سفورت کرنے کے بعد بادشاہ ۷۔ اپریل کو کانپور سے روانہ ہو کر ۱۶۔ اپریل کو بندہ سس
 ہو بونچے ان ابام میں گرمی کی بڑی شدت تھی۔ چنانچہ سفر میں ازمد تکالیف شائد اٹھائیں۔ البتہ نارس
 میں ہر طرح کا آرام ملا۔ مہاراجہ ایشوری پرشاد و زارین سنگھ نے مراسم ملنی اس شان و شوکت اور فائدہ
 سے ادا کئے کہ خود سلطان عالم باوجود کلام روحانی انکے حسن خدمات سے خوش و سپاس گزار ہوئے
 دس معز و نواں قیام کر کے راہی لکھنہ ہوئے اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء میں مہاراجہ بردوان کی کوٹھی

میں جو مولوی سچ الدین خاں سفیر شاہی نے پہلے سے بکراہے تجویز رکھی تھی رونق افروز ہوئے۔
ادھر چیف کشتہ نے جہازہ جملہ کارخانجات سلطانی اور ملازمین شاہی یا - فوج پیادہ در سالہ ملاکر مجموع
۸۷ ہزار ملازم ہر فرقہ و پیشہ بموجب فرد دفتر شاہی برآمد ہوئے۔ سب کو حکم بطرفی سنا دیا۔ سات ہزار
چوپایہ - دوسو ہتھی - دو چار گھوڑے - ۱۰۷ اخیر دولاکھ کبوتر اور بیشمار سیب سب سکر شاہی میں بھجوا
پایا۔ جنگا کو ٹھنی دلا رام میں دو ماہ تک نیلام ہوتا رہا۔ اس طرح اور اسباب کیاب کا ڈریوں پر نیلام ہوا کروڑوں
روپیہ کا سامان جو سو برس سے اوپر زمان و زارت و شاہی میں میا ہوا تھا چشم ندون میں برباد
ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے سب کارخانہ شاہی درہم برہم ہو گیا۔

بہت عدا قبیل میں زرت
مگر جب زوال آگیا گھر کٹ

بعد درود کلکتہ سلطان عالم نے کچھ پیشا ہرہ صوبت سفر اور کچھ مصلحت وقت سے اپنا ارادہ رد انگلی
ولایت فسخ فرمایا اور یہ تحریر کی کہ بجا کے خود مادہ مقدمہ جناب عالیہ ملک کشور صاحبہ کو مختار بنو کل بنا کر
واسے دستہ امور شاہی روانہ کیا جائے۔ چنانچہ جناب عالیہ مع فرزند دکنی جنرل مرزا اسکندر خست
و مرزا حامد علی خاں و لعل بہادر ۱۸۰۸ - جون ۱۸۰۸ء کو بوقت شب سوار ہو کر راہی منزل مقصود ہوئیں
اس قافلہ شاہی غریب الدیار میں ۱۱۰ زن و مرد تھے۔ بادشاہ نے تحائف گراں بہا دیا ب
بڑا سے نذر حضرت ملک معطر اور دوسرے کا زاد راہ دے کر رخصت کیا۔ انہیں پریشانیوں میں
ایک برس مشکل سے گزارا تھا خبر آئی کہ میرٹھ اور دہلی میں فوج برگشتہ ہو گئی۔ اور فوج باغی نے
لکھنؤ میں مرزا برجیس قدر کو مستحکومت پر مجبور کیا۔ ایسی تشویش ناک حالت میں گورنر جنرل نے
بطحا مصلحت وقت حکم دیا کہ سلطان عالم فورٹ ولیم میں قیام فرمائیں چنانچہ صاحب سکر عظمیٰ پیغام
لیکر حاضر حضور شاہی ہوئے اور اسی وقت اپنے ہمراہ فورٹ ولیم لے گئے۔ نواب مجاہد الدولہ بھیجا
مرزا فتح الدولہ برق - مصلح السلطان نواب عنایت الدولہ وغیرہ۔ ہر کاب رہے چنانچہ وہیں ۲۸ -
مصرغہ ۱۲۷۲ کو فتح الدولہ برق نے بحالت تپ انتقال کیا۔ بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اُسٹاد
بلکہ جاں نثار تھے ابھی رمانی نہیں ہوئی تھی کہ جناب عالیہ ملک کشور والدہ کے انتقال کی خبر پیرس سے

آئی - چند ہی روز بعد برادر عزیز جنرل سکندر خٹمٹ کی خیر حلت ملی - ان صدمات پہم سے از حد رنج و ملال ہوا - آخر کار خدا کر کے بعد فرو ہنگام کل ۲۶ ماہ کی گریاں جھیل کر حکم رہائی ملا - چنانچہ ۹ جولائی روز شنبہ ۱۸۵۹ء حضرت سلطان عالم مع رفقا نے خاص قلعے سے داخل میا برج ہوئے - اُس دن جملہ محلات معلیٰ میں شکرانہ سلامتی ادا ہوا - ۲۹ ستمبر ۱۸۵۹ء کو کونرا ولی عہد بہادر بھی سفر ولایت سے واپس آ گئے - کم و بیش دو کروڑ روپیہ کی زیر باری اس سفر میں ہوئی اور نتیجہ جو کچھ نکلا ظاہر ہے +

اگرچہ شاہ اودھ کی ظاہری حالت اور انزعاع سلطنت کو دیکھ کر عبرت پسندوں کا خیال تھا کہ اب وہ طراق و شایانہ عیش و نشاط اس میا برج میں کہاں مگر نہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے اور حقیقت حال سے آگاہ اشخاص بخوبی جانتے ہیں کہ اس فلاکت اور گہری گزری حالت میں بھی اس بادشاہ نے تا دمِ مرگ اپنی کسی علوت اور کسی شایانہ عیش پرستی و غفل میں فرق نہ آنے دیا - اور اس شعر کا مصداق بنا رہا ہے

تند بادِ قہر نے کشتی کو توڑا بریاں	زمرہ سب پر دہی ہے ہر جہ بادِ اباد کا
------------------------------------	--------------------------------------

اس غریب الوطنی میں بھی میں ہزار قدیم متوسلین حضرت کے ہر کاب رہے اور سب کے ساتھ حتیٰ الوسع وہی سلوک وہی برتاؤ قائم رکھا جو زمانہ سلطنت میں برتا جاتا تھا - جس نے میا برج کی اس زمانے میں میر کی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اس مٹی ہوئی حالت میں بھی اُسے باغِ ام بنا کر راجہ اندر کا اکھاڑا کر رکھا تھا - اس جملات ایوان و لکشا کی وہی شان - سامان و اسباب آرایش کی وہی افراط جو ہر شخص کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے غرض وہ کون ہی شوکتِ شان تھی جو دماں نمایاں نہ تھی - ہر قسم کے جانوریں کا دلی شوق تھا - چنانچہ آپ کا چڑیا خانہ ایسا نادر اور بے مثل تھا کہ اکثر یورپ کے سیاح اُسے دیکھنے آتے تھے اور آپ کے مذاق اور تلاش کو سراہتے تھے اس مقام پر یہ کہنا بیجا نہیں کہ دنیا کا وہ کون شوق تھا جو سلطان عالم کو نموا اور خدا کے نفل و کرم سے سبھی شوق پورے ہوتے تھے - ہر ایک شوق سے بڑھ کر فن موسیقی کے ریا تھے - اور

غالباً اسی دھن نے امور سلطنت کی طرف سے غافل کر دیا تھا۔ خود اس فن میں ایسا دخل رکھتے تھے کہ جواب نہ تھا خیر اب اس قصہ کو ہمیں چھوڑ کر ہم انکی نفس شاعری کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ انکے متعدد دیوان - مثنویاں - صنیعہ مرتبے - سلام اور مختلف اور بے شمار نظمیں لکھی ہر شخص یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ سلطانی عالم ہر وقت اور ہر لحظہ اسی فکر میں رہتے ہو گئے۔ ہر رنگ اور ہر طرز میں لکھا ہے مگر اسانڈہ لکھنؤ کی خشک کلامی کے زبردست اثر پر حاوی ہونے کے چنانچہ کلام میں سوز و گداز کم ہے۔ اور زیادہ تر رعایت لفظی ہی کی نگہ رہے۔ غزل - قصیدہ - مثنوی - سلام قطعہ الغرض کوئی صفت شاعری انکی فکر سے نہیں چھوٹی بلکہ اپنی حیرت انگیز گوئی کی بدولت جو کچھ لکھا ہی بھر کر لکھا مگر افسوس ہے کہ جلد تصانیف میں صرف مثنویوں نے قبلیت کا درجہ حاصل کیا۔ وزیر السلطانی نواب امیر علی خاں صاحب نے وزیر نامے میں آپ کی تصانیف کی نہایت لکھی ہے جبکہ خلاصہ یہ ہے ۶ دیوان - شیوع فیض - قمر مضمون - سخن اشرف - گلہ مست عاشقان - اختر ملک - نظم نامور - متعدد مثنویاں - حزن اختر - بنی - ناچو - دولہن درغن بوسیقی - تصانیف فارسی وارد - مباحثہ بین النفس والعقل - انصاح اختر - عشق نامہ - رسالہ ایمان در بیان مصائب المیہیت - وفقر پریشان - مقتل معجز - دستور ہادی در سیاست مدن - صوت المبارک - ہیبت حیدری - تصانیف المبارک - جوہر عروض - ارشاد و خاقانی و عروض - اور خدا جانے کیا کچھ لکھا ہے۔ جلد تصانیف کی تعداد چالیس جلدوں سے کم نہیں ہے۔ انکے زمانے میں کیا بلکہ ان سے پہلے ہی لکھنؤ کے شعر ا رعایت لفظی اور استعارہ بندی کا ایسا رواج دے گئے تھے کہ وہاں والے اب تک اس طرز پر مٹے ہوئے ہیں۔ غزلوں میں حضرت اختر کی روش بھی وہی تھی۔ پس ہم نہایت آزادی سے اس رعایت لفظی کی پابندیوں کو مدنظر رکھ کر ان کی غزلوں پر رائے دیتے ہیں کہ انکے کلام میں اکثر جگہ موزونی طبع اور فراہمی الفاظ کے سوا کوئی خاص زبان یا بیان کا لطف نہیں پایا جاتا۔ مثنویوں میں البتہ اکثر جگہ روزمرہ اور بیان کی صفائی کا خیال رکھا ہے۔ انکی اکثر تصانیف سلطانی طبع کی چھپی ہوئی ہیں جو اب کیا ب ہیں۔ راقم تذکرہ نے بہت کوشش - تلاش کے بعد انکی تصانیف کا کافی سراہ

بہم پہنچایا۔ دیوانوں اور مثنویوں کے علاوہ ان کے مکتوبات وغیرہ دیکھ کر ایک عجیب اور قابل قدر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہ اختر ہی ایک ایسے بے درمک اور سچے شاعر تھے جنہوں نے اپنے نام خفیہ سازوں ولی حمیدوں اور خانگی باتوں کو اس طرح صاف صاف افغان میں نہ صرف اپنی خاص مجلس اور چند محرم زادہ لوگوں میں بیان کیا بلکہ ان خیالات کو زیرِ طبع بینکار ملک کے سامنے بھی پیش کر دیا۔ انکی یہ اخلاقی جرأت واقعی اس خاص روش میں تمام شعرا کے ماضی و حال سے بڑھ گئی ہے ایامِ ولی عہدی سے نکلتے کے جانے کے وقت تک منشی مظفر علی آخیر اور فتح اللہ دہلوی آپ کے ہم صحبت و ہم مشورہ رہے۔ شعرا کی بڑی قدر دانتے تھے چنانچہ خواجہ اسد تقی - زکی - درخشاں - جنول - میر علی جاں شفیق - بنجود - ہنر - عطار - ہلال - وغیرہ صد ہا شعرا آپ کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔ افسوس ہے کہ کچھ اولادِ امجاد میں سے مرزا ولیم - جنرل فریدون - قدر - مرزا خوش نعت وغیرہ لائق اور قابلِ شاعر اور آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے اخیر زمانہ میں صاحبِ عالم مرزا جاں قدر بلو خاں غلام ارشد جنرل مرزا سکندر شہت کو اکثر سعادتِ ملازمت نصیب ہوتی تھی ان سے مہر و محبت بھی ایسی تھی کہ عینہ فرزند نہ بڑاؤ ان سے ہوتا تھا جس سے خود ان کے اور لوگوں کے گھلوں میں بڑی بڑی امیدیں پیدا ہوتی تھیں۔ انجام کار یہ سہریں ہند کا آخری خود مختار بادشاہ ۲۱ - ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق سوم محرم ۱۲۷۵ء کو ایک خفیف علالت کے بعد سلطان خانہ مبارک میں راجی عالم بقا چڑھا اور تیسرے روز اپنے تیار کردہ امام بارگاہِ بسطین آیا دین میں بیویوں میں ہوا۔ راقم تذکرہ دارِ میاں برج و مدفن سلطان عالم کی زیارت سے مشرف ہوا ہے ۔

شاہزادگان والا نژاد میں پرنس افسر الملوک مرزا اگر حسین بہادر جو بلحاظِ عمر اپنے بھائیوں سے بہت چھوٹے مگر بلحاظِ علم و فضل و لیاقت ذاتی ہر طرح افضل و فائق ہیں۔ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ راقم تذکرہ کو آپ کی خدمت میں عرصہ سے خفتِ نیاز حاصل ہے۔ انرلس نوازش فرماتے ہیں ۔

اب ناظرین کی دلچسپی کے لئے مطبوعہ دیوانوں کا انتخاب پیش کش کیا جاتا ہے ۔

انتخاب از دیوان سوم معروف بقمر مضمون

اس عشق نے رسوا کیا آہ دل ناشاد نے	میں کیا بتاؤں کیا کیا اور آسمان پہ لایا
آتش جبرائیل کا دنیا میں فسانہ ہو گیا آگے فردوس بریں تھا اب سے مالک کا گھر اے پریزاد و تمہاری آگ نے پھونکا یہ گھر جب سے بنگلے میں بننے کی افادت کھینا دیکھا کئے جنازہ رونے کا تھا اجازہ ہاتھوں سے دل نکل کر بانسوں اُپھل پڑا ہے تم پوچھ لینا ہر جا ب جانتی ہے دینا	موجی کھولا جل کے کالاجیلنا نہ ہو گیا رشکِ قعر ہشت میں سلطانہ نہ ہو گیا قاف سے تافان نہ سدا و زنا نہ ہو گیا نادک سوزاں کا ہو بنگلہ نشا نہ ہو گیا اتنا مگر نہ پوچھا عشق تھا ہے میرا ڈھونڈیں فلک پہ قدسی کچھ ہو گیا ہے میرا مظلوم و مضطر اختر بے پرتہ ہے میرا
فاختہ ہوں میں گل سی صورت کا چال سے انکی خضر بیا ہے شفق سنج چرخ کے اوپر	سہر و آزاد ہوں محبت کا قدحی مضمون ہے قیامت کا خون ہے جامہ شہادت کا
کمر و حوا کا دہن عتدہ غزال نکمیں رہی چہرا براعے میر جہاں زہد مخا نے میں گرائے یہ تشویش شب دروز ہے بگا لے میں سلطنت چھوڑ دی درویشوں کی صحبت کیلئے جسکی جو بات ہے تاکر رہی اُسکے ساتھ	شکر ہیرا بدن خوش جو ہیں دریا نال میں گرے ساغر کند ہے شیشہ منہ سے پانی بے دریا لکھنؤ پھیر بھی دکھا بیگنا مقدر میرا صنعت عشق میں ہے کوئی بھی ہوسر اپنا ایک بیونہ بھی اس جامے میں جو ٹرانہ کیا

۱۱ لکھنؤ میں جس محل میں شاہ اودھ مقیم تھے اُسکا نام ہے ۱۱

۱۲ اُس شاہی محل کا نام ہے جس میں خود بادشاہ پُرس نفس نہیں رہتے تھے ۱۲

<p>وفا گبر و نصرا میں کہاں آئے کوئی کٹم کہوں نہیں چاہئے قصہ فرودوس زارہ میرے دم سے ہوئی دنیا میں بنائے غربت ماکے مال و زن و فرزند و ریاست سے چھٹا مرضِ حبسِ وطن کی ہوئی کچھ تدبیر زلزلہ تہمت سے بچنے میں آن کے کلکتے میں لوگ کہتے تھے سفرِ خوب ہے لاکھ بہات شہر کس کا۔ بے وطن کس کا مرنا م یہ ہے یہ تہنہ خجے زلیت میں اسے بارِ خدا ظلم ظالم سے زلفِ کس کوئی بے گھر ہوئے ہاں وطن و کھجیوں تو شاداں ہو دلی زارہ و حسرتِ خدا سے بڑ بڑ ہے کہیں حبِ وطن یوں تو شادان جہاں پہرے پڑا وقت مگر</p>	<p>اگر میں جھوٹ کتا ہوں تو بلے یاں مجھے لکھنا مجھے ہے فقط کوائے جاناں سے طلب ہے وطن خوابِ بنی منزل و جائے غربت مجھے مظلوم بھی کہتے ہیں ورائے غربت خضرِ عشق بتائے گا دوا لے غربت مہنے زنداں کو بھی دیکھا ہے سوائے غربت رخ سے بڑھ کر کہیں بہائی فضا لے غربت بندہ در گہر اسد گدا لے غربت پھر مجھے لکھنؤ دنیا میں کھائے غربت کسی مظلوم کو یارب نہ ستائے غربت یہ بھی ممکن ہے کہ روتے کو ہنسائے غربت تنگی گور سے بڑھ ہے فضا لے غربت ختم ہے اختر بیکس پر بخائے غربت</p>
<p>انقیبِ راجہ بھی گدھی بنی بنائے گا غور دے پرستی خوئے بدرج</p>	<p>شہِ کرم نے سرخشت گر سنوارا تاج یہاں کے لئے ہیں چار دوزخ</p>
<p>کس کی بجائے تیر کا مائل ہے و کینا</p>	<p>دل سینے میں جو ہے پئے نوکِ سناں اوداں</p>
<p>۱۵ ہنگامِ غدر، ۵۱۵ میں سرکارِ گروہی نے بغیر مزید امتیاء سلطانِ اکبر کو فوراً ولیم کلکتہ میں ۱۶۶۹ء تک نظر بند رکھا تھا، ایک طرح اشارہ ہے ۱۲</p>	
<p>۱۵ بوقتِ انصرافِ سلطنتِ رفاہ و فلاح کے مشورہ سے اپیل کرنے کیلئے ولایتِ جہانے کا ارادہ تھا چنانچہ کلکتہ سے آئے نئے کو طبیعتِ سناں ہو گئی۔ اور علیحدہ خود اپنی مادہ کلکتہ اور جہانے کے درمیان میں جہانے اور رفاہ علی اپنے ولید کو لکھا بجھو یا۔ اور خود کلکتہ میں معاہدات کے منظر رہے۔ لیکن پھر لکھنؤ جہانے کی اجازت نہ ملی ۱۲</p>	

<p>روشن ہے مہر سا گھر بھر کا قلعہ اب تو دار نہ گیسوئے عہدِ حلد ہیں یہاں</p>	<p>اقتدر ہوں میں فرزندِ مے کو کلبِ جہیز کیوں سسل کیا چھوڑو مجھے آئی ہے بیاہ</p>
<p>سمندر میں بھی نگر کھا کے موجیں بہت نہیں سکتیں خزانے میں وہ مہر جس میں جو بٹ نہیں سکتیں وہ راتیں جھپکی میں اے خدا جو ٹ نہیں سکتیں مجھے دو چار دل اس طرح کے لا دو جو بے غم ہوں مری آنکھوں کی تپتی کٹھن وہ پاس اہر دم ہوں لاکھ گردش آسمان کو ہونز میں ہوتا نہیں اب مسخر بھی کوئی زہرہ جو جس پہا نہیں</p>	<p>اڑیں جہوپہ جب جا کر تو نظریں بہت نہیں سکتیں سخت کیا کروں گا دغا خائے جسمِ عریاں سے توقع صبح ہونے کی کسے ہوتی ہے وقت میں وہ مشوقِ حقیقی ہے جو بے غم ہے زمانے میں یہی منظور ہے دم بھرنوں وہ دور آنکھوں سے قید ہونے سے کہیں بونے ریات جائیگی نقشِ حُب تک کھو گیا جب ریاستِ گئی</p>
<p>حسد کی خدا کی کو ہم دیکھتے ہیں نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں عدل کر عدل بہر داد ہے تو</p>	<p>دکھاتے ہیں جو یہ صنم دیکھتے ہیں زن و خویش و فرزند و دولت سے بچوٹے اے شرِ حسنِ عشق نے لوٹا</p>
<p>جو چاہوں میں وہ مجھے بے سوال دیڈالو سلامت دو در گردوں تک یہ شیشہ اور مینا نہ تصاویر خیالی سے بھرا ہے میرا بچا نہ</p>	<p>یہی تکلفِ بخشش ہے بے غرض پہنچال لبالب کروے اے ساتی ہے خالی میل پکانے مجھے مشرک نہ سمجھو میں موحّد ہوں زمانے میں</p>
<p>۱۷ مرزا حامی ولید کا قلعہ ہے۔ بھال شہاب گلے میں سحر آفت انیہا کیا ۱۸ ۱۹ سلطان عالم کے خلع چار میں مرزا بھیر میں قدر کا قلعہ ہے۔</p>	
<p>آشوبِ اندر میں ان کی والدہ حضرت محل نے انہیں ست حکومت پر بٹھا دیا تھا۔ اُس زمانے میں انکی عمر تھیں سال کی تھی بہ فتح کھنڈ واپسی والدہ کے ہمراہ پٹنال چلے گئے اور ایک عرصہ دراز تک وہیں رہے۔ ہمدان پر سر جگ بہادر نے تو ان کو اپنے انرا بات خاصہ کے نام سے مقرر کر دیا تھا۔ بعد وفات سلطان عالم وراثت پوری کے دعویدار ہو کر نکلتے آئے تھے ان کی ان پیام اصل لکھا گیا ۱۲</p>	

ضمیمہ میں بھی لپٹی ہے بلائے شامی ہے بدوں سے چین نہیں متابعہ مردن بھی چساند کو داغ لگایا رخ جانان تو نے	بچھوئے گی کبھی آخر قلم سے مشق طغیان کفن چڑا چکے سنگِ مزار لوٹیں گے دامن دل کو کیا چاک گر بیاں تو نے
مرے داغ دل کا لگے داغ ہسکو	رخ ماہ پر ہو نشانی ہساری
ریاست یاد کرتا ہے زور و سلطان عالم کی مصیبت گر پڑی راحت سے تم تب بیل کر دینا فوجِ شمس آن چڑھی آتی ہے اے شاہِ ادا درگاہ حق تعالیٰ کا کیا بندوبست ہے کیونکر ٹھکانوں اپنے دلِ ناصبور کو سوتا ہوں کب نہ نعمہ کا میں بادشاہ ہوں	یہاں مثل گدایاں جام لیکر چہو آجائے خوشی سے دور کرنا جلد اُس کو غم جو آجائے عشق نے لوٹ لیا ہمس کو دہائی تیری درکار رہے وکیل نہ حاجت سفر کی اُٹھتی جوانی اُن کی ہے اُٹھتی اُن کا اے بھریوں ادب سے شہر تنگ ہے
نکر ظلم اتنا تو اے شاہِ خوبی اُڑکھائی کھچاوٹ رکھا دھیاں ہے	محبت نے لونا دہائی ہے تیری طبیعت بتا کس پڑائی ہے تیری
زہرہ سیل شمس خور بدر بہا تو کون ہے روک نہ اس خیال میں بول نہ ایسے حال میں راگ خیال کا تا ہے نقص خوشی دکھاتا ہے بجلاؤں کا سب سے شکر کے اُن کی جفاؤں پر	ہوشِ رُبا ستم گر ماہِ نقا تو کون ہے ٹوکتا ہے وصال میں مجھ کو بھلا تو کون ہے دور سے کیوں بھجاتا ہے پاس تو اُن کو کون ہے رضا سے یار پر راضی ہوں میں حاضر مہر ہے
طلعتِ سخن صاف جب دیکھے دیکھ کر نشہ چشم میگوں کا	آئینے پر غبار آجائے بے پئے سے خمار آجائے
ردِ سوال کیا حذر جو سہ بھی دیکھتے حضور آخر پند آگیا مصرعِ ہلال کا	عاشقوں کا تو کام ہے آپ کا کہیں نام ہے ذو لہ کے دم کے ساتھ یہ ساری برا ہے

۱۵ ہلالِ طلوع ہے منشی امیر علی گھنوی کا جو بریل اور وسطِ رشک کے شاگرد اور حضرت سلطان عالم کے بڑے برج کھٹنے میں مصاب تھے۔ حضرت جلالِ گھنوی انہیں کے شاگرد ہیں ۱۲

<p>کلکتے کے آنسو میں رواں بھاگا کرتی میں میں قدر رواں تمہارا ہوں تم میرے قدر رواں اب نشانِ عشق کلکتے میں گائرا جاہئے تری یاد کا دل میں وہ جوش ہے دیس اپنا چھٹ گیا پردیس میں رہتے ہیں ہم</p>	<p>غربت کو تاسف ہے مری بولہنی سے پردہ انیس ہے شامِ سرو تم کو جہاں کی حسنِ شہر رکھنوں ہر دم اوجاڑا جاہئے عسیم دین و دنیا فراخوش ہے تجکوارے قول مقصود خیالی جاہئے</p>
<p>خواہش وصلِ خارودنی ہے</p>	<p>طیشِ قلبِ زارودنی ہے</p>
<p>نہ سادہ والو کرو بمانہ میں پوچھتا ہوں یہ دوستانہ کہاں جاتے ہو صاحبِ سوز اہلِ بات بھی کہ ہے بقا جس کو ہے وہ راہِ صدم ہے اسے ساو سن</p>	<p>کہہ کر کو ہے قافلہ روانہ بناؤ آئے ہو سب کہاں سے کسے ٹھنڈا کر دو گے تم جلا کر ہم کو اے جانی بناتا ہے کہاں پر قصر یہ تو دار ہے فانی</p>
<p>لگا ٹھوکر نہ پانے ناز سے تو ظاہر میں ضعیفی ہے تو ہو پرینس ہوں کلکتے نے نابود کیا خوابِ خوشی کو</p>	<p>کبھی تاجِ سر ہندوستان تھے جاگی نہ تاحشہ جوانی مڑے ل کی پل بھر مجھے اس شہر میں غفلت نہیں آتی</p>
<h2 style="text-align: center;">انتخابِ دیوانِ گلستہ عاشقان</h2>	
<p>کیوں پھر کتاب ہے تن میں طائرِ روح دلِ تنک چھین لیا جل میں اسے خانہِ خواب چھبلا ہے عبثِ داغِ سیاہِ نازِ غم سے الفت ہے بری کی اُسے دیوانہ ہے اُسکا بے عاشقِ دلِ نخواستہ معشوقِ نونوگا ہم نازوں میں جو بے باک کھڑے رہتے ہیں گوئے کے خطا گئی ہے صبا یار کی طرہ</p>	<p>مژدہ آزادی کا قریب آیا خارِ فرقت کے سوا اب نہیں گھر میں تنکا آہستہ جو تمارا مہتاباں تھا تو یہ تھا دلِ مشقِ تصور سے بری خانہ ہے اُسکا وہ شمع ہے جس جادو میں پروانہ ہے اُسکا سانے یہ بتِ سفاک کھڑے رہتے ہیں نامے کے پرزے لیے پھرے گی جواب میں</p>

جنت ہے کوئے یا ضعیفوں کی جا نہیں اے طبیبو مرض عشق کی کرتے ہو دوا نکالوں کس طرح دل سے ترے مرگائے تیرے کو تہنا جو چاہے زنا ہل میرے بغیر تو	گوشخ اپنی ریش کو رنگے خضاب میں خون سینے میں مرا غم سے جگر ہو کنو مٹا سکتا نہیں انسان ہاتھوں کی لکیروں کو اک آوازشیں سے جلادوں بہشت کو
رنگ زہر وغیرت پر جیس ہے	میں سلیمان ہوں تو وہ بلیقہ ہے
منتخب از کلیات سلاما موسوم بہ ایمان ۱۲۸۸ھ	
رباعی	
بائے بسم اللہ بھی بہبودی ہمیں رہے میسرے مال و مثال ملک خوش نما ہے روز	سین ہے اُس کا سفینہ بحر غم سے پار ہے ہے الف وحدت پر دال اب اپنا امیر ہے
رباعی	
مطبوع طبع ہے کلام اختر یہ ملک منس مال نہیں جو چین جائے	پریوں میں ہے فاق تک بھی نام اختر اس مال کا حافظ ہے امام اختر
رباعی	
میں لکھنؤ میں جیسی عزاکر تاتھا ویسا ہی مرا حال ہے کلکتہ میں	اور گریہ اندوہ دیکھا کرتا تھا پر یاد نہیں کہ عیش کیا کرتا تھا
رباعی	
میں مست خبر اہل جہاں تو خالق مینے تو کئے جو مجھ پہ پھینتے تھے گناہ	بخشش تجھ ہی سے ہے لذت تیرے حق تو کرو ہی ہے خدا جو ترے لائق
انتخاب کلیات موسوم بہ نظم نامور و قمر سوم دیوان مبارک ۱۲۸۸ مطابق ۱۸۷۰	
سرایکشاں نے منتخب ہوگا تجھے حاصل	کبھی باندہ گیا ہے ہاتھ بھی دزد خانی کا

<p>لے دل نصیحت کی ناصح کی ہے سچ مری زبان سے پوچھو مزا محبت کا</p>	<p>بھولے جو تجھے اُسکو بھی تو یاد نہ کرنا یہ خوب جانتی ہے ذائقہ محبت کا</p>	
<p>مجھے کیا پوچھتے ہو جاؤں نہ جاؤں اختر نہ تو میں شیشہ و ساغر صراحی چوڑنو فقیر می غفر شاہ ہے یہ قول احمک ہے ایدل زہے گازہ ہے گاہِ غریبست میں</p>	<p>نہ کہے گا کوئی معنوں اری لیدا اٹھ جا الہی خیر پر وہ مست بے حجاب آیا بڑا ہے تخت سلطان سے کہیں یا یہ توکل کا آختر ناز کو اب اپنا وطن یاد آیا</p>	
<p>مجھ کو دغ و غفلت پسند نصیحت اگر نہ وہ دولت صورت اُسے دیکھی زندہ نہ بسر کرتا ہوں دنیا لے دنی میں جس نے نہیں دیکھا وہ دیکھ لے اختر</p>	<p>کبھی اُسکو بھی مجھ یا تو بوتا دنیا میں ہے محتاج غنی اُسکے کرم کا پابند رہا میں نہ کبھی دیر و حشر مہم کا اپنا علم عشق رخِ مہر پر چمکا</p>	
<p>کیا ہوا اگر عشق میں تیرے لٹا ملک اودہ زندہ مشرب کا گزر ہوتا ہے چھب جائیں ب شہر گوئی میں مزا ایسا ہے اختر عجیب کوچہ ہے اپنے جی کا کباؤں نکلتا غنچ کا نیرا بھی دکھائی نہ دیا اے اختر کس بیل کے دلو جلا یا کونسی بیل کھی ہوئی</p>	<p>اک گدا ادنیٰ سا ابراہیم ادہم ہو گیا دین پوشیدہ کریں گبر و مسلمان اپنا موتے مرنے نہ کبھی شوق غل جانے کا پتہ نہیں اسکی دل لگی کا یہ دل بھی شوق جو کسی کا کنج قاروں کا بھی ہرگز نہ کبھی مال کھلا اتنی دیر رہے گلشن میں بول گیا کیا کام کیا</p>	
<p>میں بندہ بنا اور سے ہونہ الفت اک مرض جانا رہا تو دور سے پید ہوا گاؤں دُہریہ کوئی کوئی ٹپتہ بت زخم جراح تو نے بھرے ہیں افیم معانی میں عمل ہو گیا میرا</p>	<p>قیمت ہے پتلے چکا لیجئے گا + قلب کے بننے کا جھکو عارضہ پیدا ہوا خواب میں بھی یہی خیال رہا مرے داغ کا کوئی مراحم نہ نکلا دنیا میں بھروسہ تھا کسے تیج نہیں کا</p>	

<p>دیکھ ڈالے ایک نظارے میں دوزخساریار عجب کیا ناپا دیدار ہی عبادت ہو پسند حق وہو میں سے آہ دل کی محل سیل نظر آئی اندھیر ہو گا بوبٹے گاہے نوز سار شہر</p>	<p>ختم مینے دفعۃً قرآن چڑھیں کیسا تو چڑھ مثل کلام اسد رک پادامہ سے دل کا بنایا چاک دل جنوں نے پردہ اسکی محل کا آختر اگر تو اپنے وطن سے محل گیا</p>
<p>مژہ و بار و انداز دنگہ دیکھوں گا فوج اندوہ مرے ساتھ ہے اور کینہ جو اسکا چشم دل سے طلب کیا ہو گیا ترک محبت سے معشوق ہو چکی</p>	<p>ناوکے تیر دیر دشمنہ و خنجر لوں گا آج میں کو چہ دلدرا کو چکر لوں گا بیشک خدا اسی کا مددگار ہو گیا آختر بھی اب تو عشق سے بیزار ہو گیا</p>
<p>کا فرمان شہر بنگالہ سے ہم پہلو ہوں پر میرے شہر ترکی لذت اسکو خود بھانسنے کی اُس سے جو الگ ہوں تو سہی دوست ہیں لغت دل صد چاک کی ذوق میں غذا ہے سُن رکھو اسے دل کا لگانا نہیں چھپا اسے قاتل جاں روک ذرا تیغ نگہ کو پہ چھانے میں پائے محبت سے بیباں کیا کیا تخت غربت سے کہیں بہتر ہے کارِ نفع کا کیوں بسا دہریں دل اسکا ٹھکانا کیا تھا</p>	<p>شکر حق ہے میرے دل میں نوریاں رہ گیا قد و ادا ہو گا جو کوئی مرتبہ داں رہ گیا اُس سے جو ملا میں تو زمانہ نہیں ملتا محزون کو محبہ غم کوئی کھانا نہیں ملتا دنیا یہ بڑی ہے یہ زمانہ نہیں بچتا آہیں ہیں بڑی دل کا دکھانا نہیں چھپا پار تلوں سے ہوئے غارِ مضیلاں کیا کیا بھیک مانگیں گے اگر اپنا وطن بھانسنے کا بے بسی میں مجھے اس دل کا لگانا کیا تھا</p>
<p>جس نے تجھے پسید کیا برائے کنکر بھی نہیں بے نفس گئی یا خندہ نہیں مکتی آختر گناہگار ہے حاضر ہے بزم میں</p>	<p>اُس نے مجھے پسید کیا تاج فلک گر جسا کیا بے رونے لگا مٹا ہے پل ان کب نوکِ خرم سے سینے پہ چھ لگائیں آپ</p>

کفن سیاح کو دیں خار بیاباں صلت
 و ہونہ انظر آمانیں تربت کا نشان آج
 آخر ترے مزے سے ہیں دیوار و درلینہ
 ٹھوکر نہ مار قبر پر اسے خوشخوار عیش
 آخر ہے مجینوں سے لبریز عیش
 کہ نہیں سکتا ہے ہر ایک سے انسان غرض
 سر سے ہیں اگر وار تو موتی کی لڑی تیغ و
 شمشیر سے کہتے ہیں وہ ہے یہ ہمارا عاشق
 اب تو بچے دل پہ بھی شوخی رنگ وصال
 کھولنا کر کوٹھے پر جھپٹے وقت اپنے پال
 آخر خوش لہجہ واہ ہے یہ زبانِ میثال

میں تو تیرا ہوں تابعِ نواں

تمہارا مصعبت و خار ضامن ہو تو میں آؤں

میرے داغِ فرقت سے زردا رہم ہیں

صدف میں حفظ و عافیت کے رکھ تو اس مرے در کو
 سہا کو بد کو ناہید کو مہر و خشاں کو
 علم کو طبل کو تاج و نگین کو جشن و سماں کو
 سک رہا ہے بڑی دیر سے چو پانی
 مریضِ عشق کو کلکتے کا لگا پانی ۵۵
 عروسِ شہر کی آنکھوں کا وصل گیا پانی

دشت گلزار بچا چاہتے ہیں عرض کو
 کل قیصر و خاقان و شاہنشاہ جہاں تھے
 ہر سو صدائے عیش و طرب فتنہ ہوئی
 ہم بھی شہرکِ جلسہ ابناء دے دہر تھے
 چلتا ہے تو بھی کوئے پری میں برائے دیہ
 دل جلا جس سے اسی سے بے یار و الفت
 پلکیں ہیں جو نیزے تو پیر سینہ کاں مجھوں
 پوچھتا ہے جو کوئی مجھ کو کہ ہمراہ ہے کون
 چشمِ تنہا تری دید سے ہے نرِ بیاں
 سایہ پری کا نوجن کا نوئے گزر
 بولتا ہے بادشاہِ اُردوئے بازارِ خاص

تو نے مجھے کیوں چھوڑا میری جاں

یلا ہے شبِ فرقت کے دن ہو تو میں آؤں

کما کر نہ مغاس تو نگردوں کو

نڈیا یا طولِ عمر خضر نے شہزادہ بابر کو
 لگا داغِ رخساروں کی ضوئے ماہ تاباں کو
 مری آہِ فقیرانہ نے دنا سے اُٹھایا ہے
 زبانِ پھیر و ساقی لبوں پہ عاشق کے
 نہ چشمِ تر رہی ویسی نہ مشکلی لب ہے
 جو ہے پر ہن ہے جو مرد ہے وہ نکال ہے

۵۵ بجالِ باہمِ مرت و مرنی چتے ہیں ۵۵

<p>بہار عشق دیکھے سے اچھا ہے لے مسیح پردہ شش آگ میں کرتا ہے بند رکھو بے وفا تو نے ہماری پاسداری چھوڑ دی نارواغناں سے قائم ہے جہاں لے جا رہا حُسن کے آگے تو بے خبر کے دل کی تم گئی بوسہ رخ سے جو خرمائی ہوئی آتی ہے</p>	<p>درکار ہے طیب نہ حاجت دو کی ہے کیا بچا یا ہے مرے دل کو ستم گاروں سے کیا خطا دیکھی کیا یک ہم سے یاری چھوڑ دی حشر بر با ہونے کا گراہ و زاری چھوڑ دی دیکھ کر سیاب صورت بیعت لاری چھوڑ دی نگہت زلف بھی بل کھائی ہوئی آتی ہے</p>
انتخاب دیوان چہارم	
<p>پڑا ہے باؤں میں اب سلسلہ محبت کا عارض صاف تر از شک فردیکہ لیا</p>	<p>بڑا ہمارا ہوا ہو بھلا محبت کا جان سی آگئی جب ایک نظر دیکھ لیا</p>
<p>بڑے سے موصوف عارض کا اشارہ ہے</p>	<p>جس کا جی چاہے پڑے تو فتنہ بڑا ہے</p>
<p>دل جان خدا تھا جو پیچھے نہ گیا عشق میں تو ملک دم</p>	<p>بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرں ہم مرینا بھل گئی غم نہوا</p>
<p>ہمارے سامنے جب سوخ مدقا آیا مرہم کوئی لگائے جو دو چار دماغ ہوں تو عشق میں پڑ کر یہ عالم نہ نکلا مجھے دل لیکے بے وفائی کی ایک ماتا نہ کما تھے مگر آخر نے</p>	<p>گلے لگا لیں یہی دل میں بار آیا آخر کا تن تو سر سے پانک جلا ہوا جو سمجھو تو مجھوں سے میں کم نہ نکلا میرے دلدار نے مجھے مارا لاکھ رسوا ہوا پر تم سے کتنا نہ کیا</p>
<p>ہوش میں لے آؤ را انکو نگاہ ست سے چھوڑ جائیں گے زمانے میں کہہ رکتے ہیں ہم نام روشن ماہ کامل سے اگر چاہو بسوا اس دوستی میں ہو گئے اسے مہرباں کام نہ تو غم کھاؤ نہ چپ بیٹھو نہ روؤ نہ کڑھو</p>	<p>جام رخ سے ہو چکے سب طالب دیدار یہ کہانی یہ فسانہ اور یہ فتنہ یادگار منمو دنیار سے کھو دو دل سائل کا داغ جب تک تم آؤ آؤ ہوئے ہم یہاں تمام اختر اس جو سے فساد کروں یا نہ کروں</p>

<p>سے غم پئے رنگاں کیسے کیسے ملیں غیر ہم پاس سے دور ہوں ہمیں جہانیں بڑا اعتبار اُسکا ہے وحشتِ نالِ بوسلیماں کی طرح بچو اُسے یاد میں اپنے یار جانی کے</p>	<p>مرے کھو گئے کارواں کیسے کیسے اجی اپنی اپنی یہ تقدیر ہے وہ جیسا چاہے کرے اختیار اُسکا ہے لکھنؤ میرا جی رشکِ برستاں چو جائے سب نے مرے کے زندگانی کی</p>
<p>اختر (صاحبِ عالم مرزا احمد اختر خلیفہ صاحبِ عالم مرزا دارالاجت میں شاہ بہادر ولی عبدالول بہادر شاہ ثانی چشتیہ صوفیہ خاندان میں بیعت ہے اور پیر چاچڑاں کے معتقد ہیں۔ قصیدہ گزلیں طبابت کرتے ہیں۔ قدر کے بعد پچیس تیس برس تک خوفِ ماروگیر سے گنگامی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ سرکار سے معمولی وظیفے کے بھی خواستگاری نہ کی۔ بعد ازاں چند احبابِ خیر نگاہ کی کوشش اور ان کی مصنفہ مولد کتبِ طب و تصوف کی مفارش سے صاحبِ کتب بہادر ولی نے رقم کھا کر دس روپیہ ماہوار کی پنشن مقرر کر دی۔ جس کے باعث کسی قدر گزارِ وقت کی صورت ہو گئی ہے۔ زمانہ گنگامی میں آپ شمالِ ہند کے اقطاع و جہانِ بیات کر چکے ہیں۔ کچھ دنوں بھوپال میں بھی رہے ہیں۔ آپ کی ذاتِ مستجمع الصفات شرافت۔ اخلاق۔ ہمدردیِ مخلوق کا مجموعہ ہے طبیعت فقر کی جانب زیادہ مائل اور اسبابِ آسائش سے متنفر ہے۔ شاہزادگی کے انکار سے گھر گئے ہیں۔ تصوف کی بعض قدیم تار و پود و کتاب میں آپ نے بہت چنگا کر چھپوائی ہیں سوانحِ دہلی وغیرہ کے گہری رسالے آپ کی تالیف سے شائع ہو چکے ہیں۔</p>	<p>عمر ساٹھ برس سے گزر چکی ہے۔ مولعت تذکرہ کو دہلی میں حصولِ نیاز کا اتفاق ہوا۔ جہاں آپ اکثر تشریف لاتے رہتے ہیں۔ شہر گوئی کا شوق پہلے کے برابر نہیں رہا۔ اب اگر کچھ کہتے بھی ہیں تو وہ اکثر رنگینِ دین کی تعریف میں ہوتا ہے۔ دیوان کبھی ترتیب نہیں دیا۔ ایسوج سے ہم آچکے سابقہ کلام سے کچھ انتخاب درج کرتے ہیں۔</p>
<p>پایا اُس وقت بس نشانِ سہنے</p>	<p>جبکہ اپنے کو بے نشان دیکھا</p>

۱۔ قافہ نشانی کی تباہی کی جانب اشارہ ہے جو براے استر واد سلطنت و ولایت لکھا گیا تھا۔ وہیں کوشش ہے سو دینِ مالہ اور بھائی کا کم ہے

بسا جاتا ہے نظروں میں گھبا جاتا ہے آنکھوں میں ہر اک ہے دستان باپنا کسے تمہیں کسے کہیں ہمیں ہیں اسے فلک جنگا سلامی ایک عالم تھا یہی ہم میں کہ شکل غار افتادہ ہیں صمدیں ہمارا ایک دل اختر کسے غمشیں کسے سونچیں تم ذرا چشم فوں گرے اشارہ کر دو کر کے اک آہ وہیں رہ گئے احمد اختر کوئی پوچھے سکندر سے کہاں وہ قصرِ عالی ہے

نظر لگ جائے گی دیکھو سب بھلا اپنے جوں کو تھمارے اُبھرے جوں کو تھماری بائیں جوں کو ہمیں ہر کفش برداری تھی جنگی خنجر ہمیں کو یہی ہم میں کہ مثل گل تھی زینت جسے گلشن کو کسی کی چشم فستاں کو کسی کی بائیں جوں کو ابھی ہو جاتی ہے بیمار کی حالت اچھی چلتی پھرتی جو نظر آگئی صورت اچھی بتا ترتیب میں اب حاضر کوئی ڈالی موانی ہے

(اختر) خواجہ عبدالغفار خلعت خواجہ عبدالغفور - جہانگیر نگر ڈھاکہ کے مشہور کشمیری نوابوں کے خاندان اور حافظ اکرام احمد ضیغ کے شاگردوں میں سے تھے فارسی میں بخیر اور اردو میں کٹر فکر سخن فرماتے تھے - مذکورہ سخن شعر کی ترتیب کے وقت تک زندہ تھے - کلام حاضر ہے ۵

حیرت ہے اُسکے آنے پر کیا پیشکش کروں پھولا چو خوشی سے ہر اک گل ہے لے نیم شمع روشن نہ یہ خاٹہ عاشق میں ہوئی

سینے میں دل رہا ہے نہ جہاں اپنے تین ہیں کس نوبہار حسن کی آمد چمن میں ہے جسلوہ گردہ نہوا کب نہ احزان میں کہی

(اختر) شیخ محمد رفیع صاحب اختر دہوی رئیس لاہور - شیخ رحیم بخش صاحب مرحوم سوداگر - رئیس وائزیری محشریت لاہور کے خلعت اکبر تھے - جنہیں قدرت نے بڑی فیاضی کے ساتھ حسن ظاہری و معنوی سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا اور تسخیرِ قلوب کا خاص مادہ دیا تھا - فقہاء میں اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد اُن کی کثیر الماک و جائداد کے وارث ہوئے - ازل سے رنگینی - نکتہ رسی - حسن پرستی - اور عالی حوصلگی کا مادہ آپکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا - تواضع - مروت - اور اخلاق کا سب سے بڑا حصہ ملا تھا - چنانچہ خود مختار ہونے ہی اوصاف بالائیاں ہونے لگے بلکہ اسبابِ مرد و انبساط کی قدردانی کے متعلق آپ نے بڑی شہرت حاصل کی - آپ کی تعلیم اگرچہ

گھر پر کلام مجید و چند کتب فارسی اور اسکول میں ابتدائی انگریزی سے زیادہ نوبت تھی۔ مگر قدرتِ جودِ بے یمن
 و تیز فہمِ ذہن کی مدد سے چند سال میں ہی اتنی لیاقت بڑھائی کہ تحریر و تقریر میں کسی سے بندہ نموتے تھے
 کفارِ صائب و راستے سلیم سے ہر معاملے میں ایسے باریک پہلو دکھاتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے
 کئی برس تک لاہور میں میونسپل کمنشنر بھی رہے اور اپنی نیک طبعی اور خوش خلقی سے عوام و خواص
 میں ہر دلعزیز رہے۔ ذوقِ شعر بھی بچپن سے تھا جس میں مشاغلِ تعیش سے اور ترقی ہو گئی۔ اشعار
 میں مشورہ لینے کی ضرورت بہت کم پڑتی تھی۔ غزلوں میں شوخی و جسملِ خوب نمودار ہے جس آیت
 ہوا میں آپ زندگی بسر کرتے تھے وہ شعر کی نشوونما کے لئے بہت مفید تھی اس لئے آپ کی
 تھوڑی سی غزلیں بھی جگہ نشور و مقبول ہو گئیں۔ افسوس ہے کہ تیرہ چودہ سال تک دائرِ پیش و شاطہ دیکر
 ۱۹۰۲ء کو اس خلقِ مجسم نے ۳۲ برس کے سن میں رختِ سفر جانِ بے ملکِ عدم باندھا
 خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں آپ کے کلام کا انتخاب ہیہ ناظرین ہے

گھر گھر کے آنا دیکھ تو ابر بہا رکا
 کیا اعتبارِ زند کے قول و فکر ارکا
 رنگ لائے گا جوانی میں رطوبتِ اُن کا
 برق نے چھونک دیا ہائے نشیم اُن کا
 اور پتہ کی جو کٹے نہ پہ وہ دشمن اُن کا
 پس دیوارِ کھڑے سنتے ہیں شہون اُن کا
 حشر میں حتام کے میا خستہ دامن اُن کا
 ذرا جلوہ تو دیکھ چوں کے اُس کے روتے ناں کا
 آتا ہے بھریہ اتمہ کیس جب پھل گیا
 چرچے ہوا کٹنے میں جدھر سے نکل گیا
 کیسی یہ پیچھے پڑ گئی خلقت کو کیا ہوا

لپٹائے شہنشاہ کیونکہ نڈول بادہ خوار کا
 آخر شہر اب چھوڑ دی ہو کو قیس نہیں
 دشمن جاں ہے ابھرتا چو ایون اُن کا
 دامِ صیاد سے چھوٹے ہیں جو فصل گل میں
 ہاں میں اُس کے ملا دی تو وہ سب اچھا
 اپنے دیوانوں کی فریاد سے خوش ہوتے ہیں
 داڑھ شہر کے کہہ دں گا کہ فاقل ہے ہی
 تم اپنے وعظ کا اسے بند گویا چھوٹنا دفتر
 دل ہی تو ہے بس آنکھ لڑی اور نکل گیا
 مجنوں سے بڑھ کے شہر ہے اپنا جہان میں
 عاشق ہو کوئی عشق کیسا ہو انکو کیا

<p>جی اُس دن کہاں تھی مجھ پر جب غم جو چلا یا تھا مُنہ تو دیکھو ذرا آئینہ نہ منگا کر اپنا بیچ ہے کچھ سیکھتا ہے آدمی کھوکھرا اپنا دُم نکل جائے نفس میں نہ بچو کہ کر اپنا کرے انصاف اگر داور محشر اپنا اب دکھائے نہ خدا ہم کو سر کی صورت جکڑا گیا ہوں زلفتِ معنبر کے بیچ میں بیڈِ صَب پھنسا ہے جنتِ دو کوثر کے بیچ میں باقی بس اُرک گناہوں کا دفترِ نفل میں ہے مُخ پوڈالے ہوئے اختر خودہ آہل آئے کیسی نوک مڑا ہی تک ہمارے دیس منگ گیا نہیں تم آئے اگر کہیں سے تو کیوں یہ انگلیسک گیا وَدِ گام میں سے ملے ملا چکے وہ جمال اپنا دکھا چکے وہ جو گل تھے بنجھو سے ہم نفل وہ بہار اپنی دکھا چکے تھی ہونہر چلی تجھے طلبِ مگر خوب آج اُڑا چکے</p>	<p>خدا کے سامنے جاتے ہوئے اب غم آتی ہے چنیلیاں کھتا ہے بگڑا ہوا جو بن کیا کیسا اُن کو دل دے کے نہیں فکر زیاں جتنی ہے پیارے صیا دہیں اب تو ہمیں دکھا دے حور و غلام کے عوض تم کو چرا کر دے ان کا پہلو شبِ مناسب چمکتا سا غم بیڈِ صَب پھنسا یا جاں کو دلبر کے بیچ میں آتا ہے رحمِ مجھ کو جوانی پر شیش کی دنیا میں جو ملا تھا وہ سب کچھ وہیں رہا بول اُمٹا دل کہ چراغِ تہ و تاں ہے یہی کہاں ہے بار بے چشمِ میگوں نظر ماری بٹک گیا یہ فقر ہے چلتے ہوئے ہر کس پیدہ پوچھو ذرا میں سے وہ غریب خانہ میں چلے ہیں گھر میں اپنے بلا چلے نہ صبا تو اتنی اکر کے چل دہرا کیا ہے بلغمِ کل نہ کر آخر اتنا قلق تو اب تجھے چین آئے گا اور کب</p>
<p>محبت کی اب تو خیر ہو گئی خدا جانے کس کی نظر ہو گئی میرے اندر تری دُحائی ہے اب وہ اپنی نہیں پرانی ہے</p>	<p>محبت کیا کرتے تھے نظر اب مینوں سے آتے نہیں اُگ الفت نے پھر لگائی ہے حسنِ طبیعت پہ تازہ تھا اختر ✓</p>

(اختر) عالی جناب سوانی راجہ پرن پرتاب سنگھ خلیف الرشید و بعد ہر زائیس صلاحہ راجہ راجو سنگھ
بادر کے سی ایس آئی دالی اجمی گروہ - نواب شمشیر بہادر اختر کے شاگرد رشید ہیں ہندی کا علم

اختر

اچھا ہے - ۲۵-۲۶ برس کی عمر شباب کا عالم تازہ تازہ ذوق ہے - عشق سے اسید ہے کہ اچھا
کئے لگیں گے ۵

دل لئے حاضر تیار عاشق دلگیر ہے بن کے پتلی مری آنکھوں میں سہائے کوئی وعدہ وصل سے انکار یہ چپکے چپکے آنکھیں روتی ہیں کیل صفت ابر بہار	کیسے حیراندا زہو کیسا تمہارا بستر ہے درد کی طرح مرے دل میں در آئے کوئی آنکھ سے میری غذا آنکھ ملائے کوئی بھلیاں نفیس کے کسی پر نہ گرائے کوئی
--	--

(انتر) منشی لطیف احمد انتر مینائی - خلف چہارم حضرت امیر دینی لکھنوی - مشہور جہی میں پیدا
ہوئے - رام پور میں اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی - وجہ اور خوب صورت
نوجواں ہیں - اس وقت اپنے والد نامدار کی شہرت کو اپنے تخلص کی طرح آسمان سخن پر خوب
چمکا رہے ہیں ایسا بت کر کہ ہوا ہے کہ اساتذہ گرامی قدر کی اولاد میں کوئی آبائی رتبہ کو پہنچا ہو مگر
انتر کی چمک دمک امیر مرحوم کے عقیدت مندوں کو بہت کچھ اسید دلا رہی ہے - گو اپنے والد ماجد
کے فیض صحبت سے آپ بعض تلامیذ با اختصاص کی برابر مستفید نہیں ہونے پائے لیکن کلام
کی شوخی و جب سنگی اربابِ مذاق کے دلوں پر قبضہ کرنے لگی ہے آپ نے علمی استعداد اچھی پیدا
کی ہے - اوائل عمر شہر کوئی کاشوق رہا ہے - منشی صاحب مغفور کی ہمت انوائی سے بچپن ہی سے
مشاعروں میں غریبیں ڈاکرتے تھے مگر آپ کی پوری پوری توجہ اس فن لطیف پر ۱۹۰۹ء سے متوجہ
ہوئی جب اپنے اہتمام سے سالہا میں لکھیں از سر نو جاری کیا - اس وقت سے اب تک آپ کی شوق
زور شور سے جاری ہے - آپ سن ۱۹۰۹ء میں منشی صاحب مرحوم کے ہمراہ حیدر آباد دکن تشریف
لے گئے جناب موصوف کے انتقال کے بعد سے مع جناب جلیل علی جناب میں السلطنت
سرما راجہ کشن پرشاد بہادر شاہ مدارالہام ریاست حیدر آباد دکن کی دستگیری سے اب تک وہیں
قیام پذیر ہیں الحاصل حیدر آباد کے اکثر مقامی شاعروں میں شریک ہوتے ہیں - اور وہیں کے اہل فن
استفادہ حاصل کر چکے علاوہ آپ کی قدر بھی کرتے ہیں - مدارالہام صاحب کے ظاہری وسیلہ کے

سوا بھی تک ریاست کوئی مضبوط اور متعل سلسلہ نہیں ہو گا غزلوں میں آپ کی معاملہ بندی دلوں پر قبضہ کرتی ہے۔ حقیقت یہ نگینی و مضمون آفرینی لوگوں کو کم نصیب ہوتی ہوتی ہے حضرت امیر کے انحال کے بعد سے جو کچھ کہتے ہیں اُس میں نفی جلیل حسن صاحب قلیل سے کوشی صاحب کے نشان میں مشورہ کرتے ہیں اختتام کلام ملا خطبہ

بچہ کے بار سے ملنا عجیب ملنا تھا	کہ آنکھیں روتی تھیں دل میں کوئی حال تھا
کچھ میرا قتل نہ نفس نہ تھنایا کو	تلوار لی تھی ہاتھ میں اک وار کو دیا
ایسی نہیں ادا کوئی جس میں جفا ہو	دشمن جو اپنا آپ ہو کھو بتائے دوست

نقاب ابرم نہ پر اس ماد اسے ڈال دیتا ہے	کسی معشوق کا ہوتا ہے دھوکا ماہ کامل پر
وہ کہتے ہیں کہ اپنا مال چوری جانیں سکتا	ہمارا نام کا طغرا ہے کنہہ ایک اک دل پر
وہ بن ٹھن کر جاتے ہیں شبِ متاب میں اختر	نظر اپنی کبھی اُس کبھی ہے ماہ کامل پر
جب ابروؤں نے فنا گلشن میں آتی ہے بار	مر گئے چاکِ نفس سے مٹوئے گلشن دیکھ کر
ہائے کیا دن تھے وہ جب بیدار تھے اپنے نصیب	روز اٹھتے تھے کسی کار وے روشن دیکھ کر
رنگِ بدلاؤ سے نے دیکھا دیکھی ایک کی	ہو گئی ترجیحی نظر بھی بانگی جوتن دیکھ کر
میں بھی ہوں اُس شعلہ رخ سے کیستی ہے نقاب	اگ بٹر کا ہے سراغِ زبرد امن دیکھ کر
اشارہ کر کے پھر آنکھیں چڑانا ہائے کیا کہنے	یہ سمجھے ہم گلے پر رک گیا خنجر رواں ہو کر
یہ کیا ایسی ہنسنے جسکو حسینوں سے چھپائیں	جسے لینا ہوں دل بوجائے لیکن مبراں ہو کر
اٹھائیں وہ نقاب رخ انہیں ہے کیا بڑی ایسی	وہ کیوں سارے جہاں کی جان لیں جانِ جاں ہو کر
نگاہیں تیرا برو ان کے خیر ہوتے جاتے ہیں	ابھی خیر کرنا وہ سنگم ہوتے جاتے ہیں
سحر ہوتے ہی کیا مزہ صبا گلشن میں لائی ہے	کہ غنچے بھول کر جامے سے باہر ہوتے جاتے ہیں

گھر چھوڑے ہوئے مدت گزری	اب تو صورت بھی نہیں یاد نہیں
ہم قسم میں ہیں جن سے اچھے	خوف گلچیں غم میتا نہیں
وہ سامنے ہوں اور نہ دیکھوں اور ہر کو میں	نکلے ٹپ کے جاں جو رو کوں جگمگائیں

<p>اب کیا کہوں لذت دردِ جگر میں جھٹکوں ذرا جو دامنِ مرگانِ ترک میں مشکل ہے یکہ پیروں ادھر سے فکر میں ہاں حکم ہو تو دیکھ لوں اپنی فکر کو میں ادھر ہی دکھائے تو دیکھوں کس کو میں تم آفتاب ہو دنیا کے درجوں میں وہ ہاتھ دھریں دل پہ لگے آگ جگر میں جس شب وہ رہیں ہمارے گھر میں کیا چیسہ نہیں خدا کے گھر میں</p>	<p>تو کس سے عشق جو ہوتا تو جانتے لعل و گہر کا فرش بچھا دوں زمین پر اب نہ چھپائیں آپ کی آنکھیں چائیں دیکھوں ترے جمال کو سہری کیا بھل وقت کی شب ہڈی میں نار و تاتل حسین ہیں شمس و قمر آسمانِ دہلیں میں تسکین ہو کیا خاک جہاں رنگ ہو ایسا زاہد ہے ہمیں وہی شب قدر اس مانگ جو مانگنا ہو آخر</p>
<p>کہ اب تو توت پر داز مرغِ جہاں میں نہیں گلوں کو ہوش نہیں جانِ بغاں میں نہیں سوا تمہارے یہ بات اور کی زبان میں نہیں کہ گل تو گل کوئی کا شا بھی تشباہ میں نہیں</p>	<p>ہاں اضعف ہی باعث ہے زندگانی کا یہ کہنے باغ میں رکھا قدم خدا جانے وہ خاک اڑانے لگے جس کو کہہ دو دوانہ زماں روتا ہے بے بس کی کم نصیبی پر</p>
<p>خرم اپنی ہے اب خدا کے ہاتھ تمہاری زلفت کا سودا گراں ہے وہیں کا ہو رہا اب جو جہاں ہے یہ کیا سرِ غم ہو رہا ہے دل ترا ہو گیا ہے تو دل کی بہ ایک دل ایک آرزو دل کی امداد کو ادھیچہ نہیں ہے وہ برقِ حال ہو گیا ہے</p>	<p>دل لگا تو پہلے نبوں سے ہم سبکہ دشی ہو گی دیکھ کر بھی نقاب اُسنے اُٹ ہی ہے سواہ آؤ زلفِ سیہ بنانے والے جا بگی دل سے اب کہاں یاس اور کیا ہے جو نذر یار کر دے اُس بت کے سوا ہمارے دل میں غصے سے یہ حال ہو گیا ہے</p>

<p>کیا مفت کا مال ہو گیا ہے چڑھ کے کوٹھے پر وہ اُتر بھی گئے سب ترے ہیں مرائیں کوئی کہتے ہیں باؤں میں کوئی اس سے اچھی نہیں دو کوئی اب نالہ و آہ کچھ نہیں ہے</p>	<p>ناتدر کے ہاتھ میں دل آکر جس نذاب لکھو دیکھنے نکلا غم سلاست یہ غم ہو کیوں مجھ کو چاہتے ہیں کہ جہان دیدوں میں موت ہی ہے علاج عاشق کا کیا محسوس کیا دکھا کے دیدار</p>	
<p>تاثر سے نظر زری منہ سے دھماکی ہے پھولوں میں ساری لگ لگائی تھپاکی ہے اس کالی کو ٹھہری میں جگہ ہر بلا کی ہے</p>	<p>جو ہنگامہ ہے ہنگامے نافل کریم سے کھلتے تہ ایسے گل جو یہ کرتے نہ گریاں نفتے زمانہ بھر کے ہیں چشم سیاہ میں</p>	
<p>جو ہوا واقف ہمارے راز سے سٹ گئی تصویر میرت و گئی ہو کے گل جب شمع تربت را گئی</p>	<p>اُسکے شہ میں پھر زباں گویا نہ تھی ہائے دنیا تھی کہ اک تصویر تھی دیدنی تھی وہ اُداسی کی بسا</p>	
<p>جنگلی لیتے ہو تو تسکین ذرا ہوتی ہے دیر کس واسطے آہ رسا ہوتی ہے ہم سہری ایسوں سے نفیس کفن ہا ہوتی ہے ہونے و دھڑکنے اگر خلق خدا ہوتی ہے قفس تن سے جہاں روح رہا ہوتی ہے جان حقیقی ہے نہ گردن ہی جدا ہوتی ہے تج ہوتی ہے کہ فاقہ کی ادا ہوتی ہے آبداری کہیں موتی سے جدا ہوتی ہے کیا مرے کی بات ہے ایک ایک کا ہزار ہے</p>	<p>شدت درد دل و درد جگر کیا میں کہوں میں فنا ہو چکا دم ٹوٹ چکا عرش کو لے جو مئے ایسے کہیں جھکا نشان تک نہ تم خدا کے لئے چھوڑنا ادا میں اپنی پھر نہیں دیکھتے پھر کہ صفت گنت گل سنت جان کا بڑا خیر فاعل کا بھلا کس سے پوچھوں کہ جو کر جاتی ہے عاشق کو عطا غیر ممکن ہے مئے جو ہر ذاتی آستہر عاشق و معشوق دو نو بہرہ و ادراش عشق ہیں</p>	

دل پہنچ کر نہ کر کاٹھا و ناز سے
الامان اس تر سے آواز سے

<p>کچے کے پونچے معر جوت دل زلیخا کا چنسا یہ کیا بتاؤں کہ دنیا میں کیا کیا مینے کوئی بری اندا ہے کوئی مجہال ہے تم آفتاب حسن ہو تم برقی حسن ہو کشتوں کے ساتھ بھی وہی چال آپ کی</p>	<p>وہ کشش ہے حسن کی عیش کا اعجاز ہے نہ پوچھا ہے مے پر دو روگا رہنے کے یہ حال ہے کہ دل کا بچا اعمال ہے تم سے نظر ملائے کیلکی مجال ہے ترست ادھر بنی کہ اُدھر باہمال ہے</p>
<p>عشاق کو جب لوٹتے دیکھتو وہ بولے</p>	<p>یہ جلوہ گہ ناز ہے میخانہ نہیں ہے</p>
<p>ہیں جو کے جواں سے ذکر گھٹے قیامت کا ہائے کیا تاثیر رکھتی ہے سینوں کی دا تمیں بنائے کا کیا کوئی حضرت ناصح فلک زووں کو وہ جب دیکھتے ہیں کتے ہیں</p>	<p>وہ چل کر دو قدم بولے قیامت ایسی ہوتی ہے لطف کا کیا ذکر دیتی ہے مزا میل دبی خدا کے فضل سے تم ہو بنے بنائے ہوئے فلک کا نام ہے میرے ہیں بنائے ہوئے</p>
<p>پھر گئے اے یوں لٹ کر سفر سے ہو انا دو کو نکلے اک زمانہ پئے تو بہ ملا تھا شیخ سے میں جس کا سر ہے دار پر سردار ہے جو نگہ ہے تیر ہے تلوار ہے میکہ ہے پرانے پروں چھوٹا نوک مڑگاں دلیں کھ لینے کی تھی</p>	<p>نہ نکلے تھے تھک کر ہم یہ گھر سے کھٹک ایک نہیں نکلی جگر سے وہ خود پیٹے لگا کرے اثر سے عشق کی سرکار کیا سرکار ہے کوئی دل میں کوئی دل کے پار ہے یہ گھٹا کیا ہے کوئی میخوار ہے کیا قیامت ہے کہ دل کے پار ہے</p>
<p>سنا تو ہے مرا حصہ کہ میں ہوں مجرماقت وہ کہتے ہیں کہ اے اختر جو ہے آشنا تو ہے زندگی بھر حسن والوں کا خیال آیا کیا اسے مڑگاں کی چلین ڈال کر نگہوں میں رکھنا</p>	<p>مرے ہوئے ہوئے عالم قیوں پر جفا کیوں ہے تو ہم بید رہیں پھر دل تراد ردا شیا کیوں ہے مرے گھر میں رات دن پروں کی صفائی ہوئی خدا رکھے حیا ان کی بڑی نازوں کی پال ہے</p>

(اختر) منشی سید محمد اختر - ولد سید محمد میر المخلص مضطر قصبہ گنجدیوہ کے رئیس ہیں - ۱۲۹-۱۳۰ برآ

کی عمر ہے نواب فصیح الملک داغ کے شاگردوں میں ہیں ترتیب تذکرہ کے وقت جس قدر حالات معلوم ہو انہیں کی قلم سے خدمت لکھے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے نوازہ طالب علمی میں بقاء شرف نظم سے زیادہ لگاؤ تھا اپنی فکر کے سبق کا ایک آدمہ مصرع یا پورا شعر موزوں کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح ہوتے ہوئے اپنے ایک فہمہ چھ بیسٹ فخر کی غزل کہیں اور رسوا تخلص قرار دیا میں نے یہ غزل ۱۹۹۱ء میں کہی تھی اس وقت میری عمر کا چودھواں یا پندرہواں سال تھا بعض دوستوں کے کہنے سننے سے غزل مذکور نواب فصیح الملک بشارت داغ دہلوی کی خدمت میں پیش اصلہ حیدر آباد دکن بھیج دی جو فقی مسکحہ جناب مغفور نے غزل درست فرمادی اور تخلص بھی بجا لائے رسوا کے آخریہ تجویز لایا۔ چنانچہ اسی دن سے شوق جڑ گیا اور امتحان لکھنا حاصل ہوا۔ ۱۹۹۱ء میں چند مغزلوں کا مجھ پر قلم دل افروز ہم سے طبع کر لیا۔ میرے اجداد محمد و احمد علی شاہ مرحوم فرما کر دے اور مکے دربار میں تازیت باغ از دستار ہے اگرچہ بلقان عمر ان کی شاعری کا ابتدائی زمانہ ہے مگر اپنی جو دت طبع سے خاصا کئے لگے ہیں اشعار کی بندش حبت خیال متہرا۔ زبان صاف ہوتی ہے جیسا کہ کلام سے خود ظاہر ہے۔

چنگلی سے کلجہ کبھی ملتے نہیں دیکھا پھر مانگ لودل مجھے اس طرح چل کر میں تو قاتل ہوں اس صفائی کا ہر وقت چھیر چھیر کے ابل یہ کیا کیا کیسی شرارتیں ہیں کیسی ہیں شوخیال زاہد شراب ناپ سے اسد چہ ہفتاب	اتنا سا بھی ارمان نکلتے نہیں دیکھا ہمنے نہیں دیکھا چلتے نہیں دیکھا دل لیا تم نے اک حلائی کا اُس شعلہ رو کو اور بھی شعلہ بنا دیا لیتے ہیں چکلیاں وہ دل ہیرو میں کبخت پی تو دیکھ یہ کچھ بد مزہ نہیں
سننے سننے ذکر دشمن دل ہمارا پاک گیا تجسے جو کچھتے ہیں تو ان پہ فدا ہوتا ہے وصل کی شب کبھی وعدہ جو وفا ہوتا ہے	چھوڑ گئے اس ذکر کو اب اور کچھ ارشاد ہو ہوش میں آدل بیتاب یہ کیا ہوتا ہے شہم کتنی ہے کہ شرماؤ یہ کیا ہوتا ہے
دل چڑیا میرا ایسے چور نے نہ پہلی سی عادت نہ پہلی ہی خصلت	داد ہے جھکی نہ کچھ فریاد ہے کہاں اُو گئی آدمیت تمہاری
صبر کرو عطا نداداں ابھی جلدی کیا ہے +	کبھی بھی جائیں گے اٹھیں گے جو خانے سے

<p>یہ مانا اب بھی کچھ بچہ سہاں ہو اپسے جینے سے تو مر جانا بہلا</p>	<p>مگر پہلی عنایت وہ نہیں ہے زندگانی اک مصیبت ہو گئی</p>
<p>(اختر) سیلہ راعلیٰ بگڑی۔ آپ حمد بگڑی کے شاگرد ہیں۔ ضلع سیتا پور کی عدالت میں نفل نویسی کرتے ہیں ۳۰-۳۶ برس کی عمر ہے۔ طبیعت ہنوز بانی ہے شعر خاصا کہتے ہیں کلام ذیل ملاحظہ ہو</p>	
<p>سمجھو نہ یہ تم ہم پر گماں ہونیں سکتا رکھا ہے قدم کوچہ الفت میں بھٹوٹن خبردار آہ و زاری اسے دل ناشاد کی کیسی نہیں باز آتے اپنے تھکے دل کے اپنے آخر تسلیں نازا سپہ سہ سہ سہ سہ سہ سہ سہ اگر مجرم نہیں تو پھر خدا کے آگے بخشیں</p>	<p>یہ خون ہے عاشق کا نہاں ہونیں سکتا امد نگہبان ہے اس جان حزیں کا خدا سے اُس بت بے مہر کی زیادہ کیسی حرم میں بیٹھ کر کیوں جی بنوں کی یاد یہ کیسی ہماری اسے حسیں چشم گہرا کیسی ہے یہ گمراہ بت تجھے قاتل دم لٹا کیسی ہے</p>
<p>دیکھتے ہی آئینہ سکتا ہوا</p>	<p>دیر تک حیرت سے وہ دیکھا گئے</p>
<p>(اختر) منشی محمد نذیر علی۔ حیدرآباد دکن میں کسی محلہ میں ملازم ہیں یہ اُنکے کلام کا خلاصہ ہے</p>	
<p>دور غیروں پر تو ہونی ہے عنایت کی نظر ہو رہا ہے دل جبین میں سماں اب تک</p>	<p>میں ترے جو دوستم کبھی سزاوار نہ تھا آنے والا نہیں آیا کوئی ہماں اب تک</p>
<p>ہوں شب بھر بے یار کی باتیں</p>	<p>زہر ہیں غمگسار کی باتیں</p>
<p>چشم اغیار میں کچھ بھی ہو حقیقت لیکن سب حسینان جہاں بزم میں ہیں آبی یوں</p>	<p>بند اتم ہو میری آنکھوں کے تارے چارے ماہ کے گرد ہوں جہر حصارے چارے</p>
<p>(اختر) منشی رمضان علی۔ باسٹنڈہ سہارن پور۔ ایک زندہ دل۔ عاشق مزاج شوخ طبع خوشنوا ہیں۔ ابتدا سے عمر سے شعر و سخن کے دلدادہ ہیں ادامل عمر میں مقامی شعرا سے استفادہ کرتے رہے جب کلام پر کسی قدر رنگ چڑھا تو اسچھ اُست و کی تلاش ہوئی۔ اور حضرت تھکیر دہلوی کے دامن کمال</p>	

انتر

انتر

انتر

سے وابستہ ہوئے۔ حضرت مدوح نے بھی اپنی فطری شغف سے اصلاح میں سعی ملین فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب انکے اشعار دل فریب دلپسند اخلاق و رکاکت سے پاک ہوتے ہیں بہت دنوں سے اجمیر شریف میں مقیم اور نواب شمس الدین خاں صاحب عاشق رئیس اجمیر کی مصاحب سے ممتاز ہیں۔ وہاں کے مشاعروں میں شوق سے شامل ہوتے اور داد و خوش گوئی لیتے ہیں۔ آپ کی غزلیں سلاست زبان و بلندی خیال کا اچھا نمونہ ہوتی ہیں۔ ان کی عمر اس وقت تیس تینتیس برس کے قریب ہے۔ وجہ خوش رجوان ہیں۔ گو صاحب دیوان ہیں مگر ابھی تک ان کا دیوان شائع نہیں ہوا چند ہم رسیدہ غزلوں کا انتخاب درج کیا جاتا ہے۔

بیٹھے ہو کس کے سوگ میں پوچھا تو یہ کہا جا دو نہ کوئی کر دے خدا کے لئے کہیں	ہیں آج مرنے والے غریب لوطن کچھ بھول نکل کر وہ گھر سے مری جاں پہن کے بھول
جو بن تو بسختیا نہیں نازک بدنی میں بے وجہ کوئی صبر بھی لیتا ہے کسی کا بچکی کوئی آتی ہے نہ آتا ہے کوئی خط یوں کہنے جلاتے ہیں مجھے جام شہ وصل	کیا نوک کی لیتے ہو مری دشمنی میں کچھ تو تمہیں ملنا ہے مری دشمنی میں یا ران وطن بھول گئے بے وطن ہیں کبھی بڑا لطف ہے تو دشمنی میں
یہ تمہیں یوں فانی کہنے پہ کیوں اتنا بڑا مانا تا شہ ہے مجھے آواز دے کر خود وہ کہتے ہیں محشر میں بیا اور ہو اک فتنہ محشر	چلو یوں ہی سہی میں بے وفا ہوں یا وفا تم ہو میاں میں اور کو سمجھا تھا ہیں مرد خدا تم ہو گرا آئے قیامت تری رفتار کے آگے
تمہیں وفا ہوئی ہے نہوگی وفا کبھی بھولے ہو تو تم اپنی جفاؤں پہ دکھینا ایسا تو کیا کہ یاد نہوگی کی بات کچھ دل پہ اختیار ہو کچھ تم پہ اختیار	سچ ہے بُروں سے کام نہ ملے خدا کبھی یا د آئے گی تمہیں بھی ہماری وفا کبھی اقرار کچھ کیا تھا کسی بات کا کبھی کرنی پڑے نہ عین کی بھر التجا کبھی
مجھے رنگ اپنی قسمت پر ہے دشمن سے شکایت کیا	عنایت مجھ پر کیا کم نہی محبت مجھے کب کم نہی

ابھی وہ بھی کیا دن تھے نہ تھے ہم عشق سے وہاں
دل نہیں نکلا ترا سو سو طرح تدبیر کی
یہ دل درد آستانک تھا طبیعت مبتلا کم تھی
ہے ترے دل میں گرہ فلک امر ہی تقدیر کی
منتیں کرنی پڑیں ہم کو جسے پیر کی پڑ

اختر

(اختر) منشی محمود اختر صاحب صدیقی معروف بہ اختر بیکانی رئیس میرٹھ خافت الرشید مولوی
عبد الکرم صاحب آج ڈپٹی کلکٹر و ممبر مجلس شوری ریاست بھوپال۔ آپ کا خاندانی سلسلہ شاہ عبدالرحیم شاہ
دہلوی تک پہنچتا ہے۔ اس وقت نوجوان شعرا سے میرٹھ میں درجہ امتیاز رکھتے ہیں۔ مذاق سخن غالبی
ہے اگرچہ مشق سخن کو عمر صدئیں ہو اگر کلام میں پختگی اور سنجیدگی ایسی ہے کہ اچھے مشاق معلوم ہوتے
ہیں۔ فارسی میں فاضل التحصیل اور عربی بقدر ضرورت جانتے ہیں۔ انگریزی میں اعلیٰ کے تک تعلیم
پائی ہے فی الحال مراد آباد کے پولیس ٹریننگ اسکول میں تعلیم پاتے ہیں آپ کے اشعار میں جو
دل نشینی و غماظ فربہ کی شان نکلتی ہے وہ استعداد اعلیٰ پر مبنی ہونے کے بجائے زیادہ رنگینی طبع
پر دل ہے آپ نے اوائل مشق میں حضرت غالب کے شاگرد رشید محمد ذکریا خاں دکنی سے
فیض اٹھایا۔ اُنکے انتقال کے بعد سے حضرت ناز سیدانی بدایونی سے مشورہ ہے غزل گوئی
کے علاوہ آپ کو ڈراما نویس میں بھی کامل مہارت ہے چنانچہ آپ کا ایک نامک موسوم چلمسی راز
مقبول ملائق ہے اشعار خود شام ہیں۔ اُن میں آم جی آمد ہے آورد کا نام نہیں سلاست زبان
مضامین بیان نشست الفاظ قابل تعریف ہے۔ ناول کرشمہ عشق آپ ہی کی تصنیف ہے
کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو

جینے کا لطف انکی عنایت کے ساتھ تھا	وہ جب خطا ہوئے مراد بھی خفا ہوا
دست و حشمت دل کو ہے بیاباں تھوڑا	کاشش لمبا لے رہیں اور بھی میدان تھوڑا
کس طرح عالم کثرت سے عیاں ہو وحدت	اس کی وسعت ہے بہت اور میدان تھوڑا
المدد اسے تیرو خمی دن ہو رات	یار نے وعدہ کیا ہے شام کا
پر شمع ساقی نے کیا مست باست	نشہ ہے اختر مجھے اس جام کا

<p>نہیں تو ساری حسدانی پر اعتبار نہ</p>	<p>بہانِ شوخ سے کیوں بگڑاں پچھو اختر</p>
<p>اسے غم جاوید اک میں ہی تری قسمت میں ہوں ہستی کی شد و خوں پر کسے اعتبار ہو برنگ بونے گل مجبور خاطر پریشاں ہے</p>	<p>لے لالہ عشق اک تو ہی مرخص میں ہے آنکھیں کھلیں تو دوست پری پکے اڑ گیا زمانہ تنگ ہم پر راجِ کل ہے منتِ اختر</p>
<p>بنے راہِ جاناں میں تربت ہماری حفاظت سے رکھنا امانت ہماری تو کہنے لگے بے یہ عادت ہماری مریضِ محبت سنبھلنے لگے کیا خراں وہ سرو قامت ہے</p>	<p>قدم رکھے رکھے وہ حسرت ہماری مجھے داغِ دل دے کے بولا وہ ظالم سببِ ظلم بجا کا پوچھا جو اُن سے میسائی دکھ سارہا ہے کوئی شورِ ہنگامہ قیامت ہے</p>
<p>(اختر) مولوی منظور احمد اختر مختار بدایوں - انکے والد شفیق امیر احمد بدایوں کے ایک قدیم اور اچھے خاندان کے رکن تھے۔ انکے خاندان میں اکثر لوگ وکالت پیشہ میں چنانچہ انکے دو بھائی مولوی عزیز احمد و مولوی وزیر احمد مختار ہیں۔ اہل مشق میں اپنے بھائی مولوی وزیر احمد کو چونہ غزلیں دکھائیں پھر انہیں کی وساطت سے حافظ عبدالرحمن راسخ دہلوی سے استفادہ شروع کیا۔ اب ۲۹ برس کی عمر ہے۔ یہ کلام کا خلاصہ ہے ۵</p>	
<p>گئی وحشت ہوئے ہم آدمی دیوانہ بن چھوٹا نال ہی کیا تھا جھلوا چھا ہوا جانا رہا کیا جانتے کیا آئے سنے سکھا یا مرے دل کو</p>	<p>بھدا لہر دل سے عشق زلفت پر شکن چھوٹا اُن کی نسل میں دل بے مدد جاتا رہا دور و زیم برسوں کی رفقت مری چھوڑ دی</p>
<p>بیچتے ہیں غمِ فدا کا کھا کے میں خوش سی میں ہوں محکومِ اخیال تو ہے آج آئے اُن کے دروہے</p>	<p>دانہ پانی تو ہو گیا بند انہیں جو مجھے محبت نہ ملے تو ہے مٹ جائیں گے سب خودی کے دعوے</p>
<p>قتل ہو کر قتل پھر ہونے کی حسرت ل میں ہے</p>	<p>کیا کہوں کچھ ایسی لذتِ خنجرِ فانی میں ہے</p>

اختر

(اختر) مفتی محمد عبدالغفور صاحب خلفت حکیم محمد عبدالکریم مرحوم - بزرگوں کا وطن لٹا ہے
مگر آپ کی ولادت حیدر آباد دکن میں ہوئی اور وہیں مستقلاً بود و باش ہے اپنے عم مولوی قاضی
محمد علی سے اکتساب علم کیا اور بڑے بھائی مفتی عبدالرحیم منظر سے نکات شاعری حاصل کئے
۲۰ برس سے شعر کہتے ہیں - پہلے مضطر غلط تھا بارہ سال ہوئے مولوی سید کاظم حسین شریف
سے نقد اختیار کیا - اسوقت سے اختر غلط فرماتے ہیں - فی الحال مارا المہام مکرار نظام کے
ہوم سکریٹری کے محکمہ میں مترجم انگریزی کے مددگار ہیں - دیوان اردو مرتب ہو گیا ہے اپنے استاد
کی طرز کو خاصہ بنا رہے ہیں - زبان کی نسبت مضمون کی طرف زیادہ توجہ ہے - ہنگام ترتیب تذکرہ
کلام موصول ہوا اسکا انتخاب درج ذیل ہے

مکان دل میں جلوہ ہے ترے رخسار گیسو کا	یہ کعبہ ہے مسلمان کا یہ تہخانہ ہے ہندو کا
شرف ہوش پر اس مجبوری کیوں نہ لے اختر	بلا ہے غمش میں سر نہ کیوں گئے سر نہ دے زانو کا
کھیل ہے اس کی لب پرانی کا	دعوے کرتے ہیں بت خدائی کا
اے معاذ اللہ دست عشق کیا بیباک تھا	دامن پاک مہکناں بھی جس سے چاک تھا
دھو دیا رو کے سمنے ہجر میں دل کا غبار	پہ گیا ہر اہ سیل اشک جو خاشاک تھا
کسی کی تیغ ہو میسر اگلو ہو	دل مضطر کی پوری آرزو ہو
زنی شمشیر ابرو کا ہے گھائل	یہ دل مزگاں کے یونین سے فوٹو
خبر اپنی ہی جب ہو نہیں ہے	تو پھر کیا خاک - دل کی جستجو ہو
اپنے سہل کی تڑپ دیکھ کے قاتل نے کہا	رقص اچھا ہے یہ دوچار ہر ہونے دو
گر ہمیشہ کے لئے انے میں انکو عذر ہے	وہ رہیں مہاں الہی رات بھرتا تو ہو
کچھ نویسنہ پہ رکھو دھند اے رنگ سیج	ٹھیر جائے یہ مراد و دب کرنا تو ہو
دیکھ کر وہ غیرت خورشید خاور آہنہ	تاب عکس رخ سے ہو مہر بنو آہنہ
تیرے دمے صاف سے بہر ہو کو نکرا نہ	نور کا پیر کر ہے تیرا اور تھپسرا نہ

<p>شوق آرائش ہے اُس رنگِ پری کو استدر جو قسمت بعد مدت راہ برآئی تو کب آئی مریضِ عشق کی چھی خبر مل ہے میحانے مئے گل رنگِ پنیے کا مزا ہے ایسے موہ میں شب وصال میں وہ بخود ہی کا عالم تھا طیش کا گردِ مضطرب کی ہم ظاہر اثر کرتے</p>	<p>دور نظروں سے نہیں ہوتا ہے دم بھر آئندہ اردِ ہر وہ آنے لٹے کو ادھر میری قضا آئی ہو کیا فائدہ حاصل پس مردن دو آئی چلو رند و چمن میں جھوم کر کالی گٹھ آئی یہ کیا بتائیں کہ بوسے کس کس کے لئے ستمِ سیاب پر کرتے جفا ہم برق پر کرتے</p>
<p>(اختر) نواب مولوی عبدالقادر خاں متوطن مدراس - مدراس میں بغراغ والی سر کرتے ہیں۔ مشقِ سخن کی بھی ابتدا ہے۔ حضور نظام کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے ہیں۔ اب کلامِ ملاحظہ ہو</p>	
<p>اسے کیسی ادا کو سونا بچھے ہنسنے لو بھیجی تو اب کرنے لگے پس نہاری دل میں جو بہت تھی وہ صرف محبت ہو چکی کیسے ہو تم دمِ آخر یہ سواں اچھا ہے پائے نازک سے تولتا ہے مرے دلو کو کوئی مرغِ دل ہوتے ہیں لاکھوں کے اسیر کیو</p>	<p>ہم مر چلے تو دیکھتے جاتی ہے کہم لہج ہنس ہنس کے لڑتا ہے مجھے مٹلے تا تو اس تیرے کسی کا ناز اٹھا سکتے نہیں جائیے جائیے بیمار کا حال اچھا ہے ہائے مجھے اسی ناشاد کا حال اچھا ہے میرے صیاد کے کندھے پر یہ جال اچھا ہے</p>
<p>(اختر) منشی موسیٰ حسین صاحب باشندہ جلال آباد - علاقہ ریواں میں ملازم اور فنِ سخن کیا حضرت جلال لکھنوی کے ماننے والوں میں ہیں کلامِ ملاحظہ ہو</p>	
<p>خدا ملتا نہیں یادِ بہت اپنا بونہیں سکتا مغیجوں کے کہنے سے پلی جاؤ مکہ یا غفور کی ادھر دل نے کشش کھینچا اور جلا دینے کھول کر زینتِ سلسِ بامِ برآتے ہو کیوں جہاں بار کو دیکھیں گے خواب میں کی خاک</p>	<p>جو انسان کرنے پر آئے تو بھر کیا ہو نہیں سکتا لینا لینا شیخِ جی بس ایک ساغر رہ گیا ٹوٹ کر آخر مرے سینے میں خنجر رہ گیا دل اگر لینا ہے لے لو جال بھیلاتے ہو کیوں ہمیں تو نیند بھی شب بھر ذرا نیند آتی</p>

<p>بات جب ہے کہ انہیں راہِ بلائے کوئی باز آنے ایسے پیار سے ہم آہی چاہے</p>	<p>کر لیا پر یوں کو تسخیر تو کیا کام کیا بوسہ لیا دقن کا تو بولے بگڑ کے وہ</p>
<p>(اختر) منشی عبدالغفار خاں بی اسے باشندہ آباد۔ آپ کے آبا و اجداد ضلع رہنک کے رہنے والے اور اکثر سپاہی چنبہ رہے آپ آباد میں لعلیہ پیدا ہوئے بدوشور سے تحصیل علم کا شوق رہا۔ ۲۰ برس کی عمر میں علیگڑھ کالج سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ انگریزی کا شوق آپ کو شروع سے رہا اور حلاکتہ کے والدانغ رہے چھپکا انگریزی پڑھنی شروع کی مدلی سے بی اے تک برابر انعام و وظائف ہائے پہلے کلام میں قاضی غیاث الدین صاحب خورشید سے مشورہ فرماتے ہیں۔ نثر میں مضامین بھی خوب لکھتے ہیں طبیعت میں ذہانت اور تیزی خداداد ہے۔ فی الحال سکندر آباد میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے سکریٹری ہیں۔</p>	<p>زندگی جس نہ بھرا نغمہ دل زار کبھی ہائے رونا وہ کیسا مجھے یہ کہہ کر میرے تاپوں نے کہاں ہادی بہت اختر بسا اس جوش پر اور جاہر مگر معروف و نام میں اثر ہے خود غائی کا ترے خونِ نیر میں جب اُن کا ذکر آیا خودی میں چونک چنکا تھا یقین تھا کہ اس منکر پر وعدے کے ایفا کا دل تنگ اور خیال بارے نہ لگتی قسمت پہنا صورت زبیا پہ جب کا کھیل ہے اختر</p>
<p>حیلہ موت تھا دل کا مرنے نامور نہ تھا مرنے والے کبھی میں دل سے ترے دور نہ تھا دو قدم بڑھ نہ گئے عرشِ بریں دور نہ تھا یہاں ہیں اور تہِ بریں جنوں ہے اداساں میں ذکیو کو رنگ گل بنکر نمایاں ہو گلستاں میں کیسا نامِ بجلی کی طرح دوڑا رگ جاں میں مگر اک لطف تو حاصل ہوا اسکی نہیں ان میں پھنسا یا شوق بے پایاں کس چنک کو زنداں میں وہی دل لے کے کج آپاں نے میں جہنم میں</p>	<p>یوں تو سماعِ دل کسی دامنوں گراں نہیں خند کچھ نہیں ہے مجھے وہ عادت کو کیا کر لیا اسکے ہمراہ کی جیسے جو دوا کرتے ہیں</p>
<p>سودا ہو جب کہ تم بھی کوٹھنہ سے مل نہیں کچھ غیر پر بھی خیر سے دہمہ زبان نہیں یہ کچھ اچھا نہیں کرتے ہیں بڑا کرتے ہیں</p>	<p>یوں تو سماعِ دل کسی دامنوں گراں نہیں خند کچھ نہیں ہے مجھے وہ عادت کو کیا کر لیا اسکے ہمراہ کی جیسے جو دوا کرتے ہیں</p>

<p>ایسی خبریں تو وہ ہر روز سنا کرتے ہیں پس یہ خوب ہے کہ اُدھر ہرادر ہر نو طو رہ سینا سے پھر میں موسیٰ عمر اُنٹے میرے قاصد بنے جاسوسِ رقیباں اُنٹے بن گئے تم تو مکر دشمنِ اہاں اُنٹے چارہ گر کرتے ہیں کیوں درد کے درماں اُنٹے ہیں وہی ہائے مری جان کے خواہاں اُنٹے ہماری سخت جانی قوت آہ و فغاں تاک ہے جو میری آہ ہے تاثیر میں تاثیر ہو جاتی یٹا ایجاد کیجیے اب طریقِ امتحان کوئی</p>	<p>لاکھوں مرتے ہیں مری موت کا کیا غم ان کو مادت نہیں وفا کی مگر ہے عدد کے ساتھ شوقِ جلوہ جو نقابِ رُخ جاناں اُنٹے الٹی تدبیر ہوئی ہو گئے سماں اُنٹے منہ پر قدرتِ حق جان کے جاہقا تمہیں کرتے ہیں بار کے پیکان کو کیوں دل سے جدا سناں مولا کی جنمیں دیکھ کے میں جیتا ہوں گھٹا سینے میں غم جسدِ بگر ہو جائیگا کھوٹے خدا جانے کما تک بات بڑھتی کہ کیا بنتی ہمارے قتل پر بھی تو سود کو نہ تک آتا ہے</p>
--	--

(اختر) منشی سید ذاکر حسین - موزوں طبعِ مخمور ہیں اور شاید حضرت آغا شاعرِ دہلوی سے سلسلہ
تلمذ رکھتے ہیں - طبیعتِ شوقِ زبانِ پاکیزہ - اور بندشِ نہایت چمت ہے - امید ہے کہ کثرت
مشق سے اور بھی ترقی کریں گے - جو کلامِ نغمہ سے گزرا یہ اُسکا خلاصہ ہے ۵

<p>ہویش گلکاریاں کیا کیا کتابِ شانِ نیداں پر آخر پہل گیا دل مضطربِ مالاں سے کال گھٹا نیشِ جھوم کر آئیں شمال سے آج آستانِ پیرِ معال پر سوال سے ساقی کی چشمِ مے کے ساغر کی چپال سے نہیں تو موت ہی بھگدومے پرور دگارتے مرے ساقی پھر اب کس بات کی ہے دیر دارا اُنٹے چمن میں حبیبِ سچ انکھیلیاں کرنی بہار اُنٹے</p>	<p>جلی بادِ ساری بھر گیا پانی گلستاں پر کب تک لگائے کو کوئی شوقِ وصال سے یوسفِ نو نصیب مجھے چشمِ مست کا بارش ہے کہ رہی ہے کہ عرت نہ جاگیں دینا مجھے سبھانائیں ہوش میں نہیں مری امید برائے مرے دل کو قرار اُنٹے کھٹا اٹھی - وہ میخانہ کھٹلا - وہ بادہ خوار اُنٹے مری محفل میں وہ یوں جھومتے منازہ دار اُنٹے</p>
--	--

ابھی سے ہو گیا انکار۔ اچھی بادہ نوشی ہے مقدر کا لکھا۔ ہم تو رہے گنج اسیری میں وہی احباب جو ہلکے بٹھانے تھے سڑکوں پر انہیں عادت ہوئی ہے خیر سے ٹھکر کے چنے ک	ذرا سی اور پل کو کچھ تو آنکھوں میں خاراٹے ہمیں کیا اب گلستان میں خزاں آئے ہمارے نہج سے کہ مرقد میں ہیں کب نہ گزرتا آئے مرا آجائے رستے میں جو دشمن کا در آئے
--	--

(اختر) منشی علی اختر شاہ چمن پوری - نواب مرزا خاں داغ مرچوم کے شاگرد ہیں مختلف کلمہ سول
بیس ان کا کلام چھپتا رہتا ہے۔ چند شعرا درج ذیل ہیں ۵

جاری ہوئے ہیں انک کے پیر ہا ہیں جو بن چک رہا ہے تمارے شباب کا صیاد نے بھی تاک کے مارا کیے تیر نہیں سے ہماں بن گئی جہاں پر	موتی پر دریا ہوں میں شہا سے تاریں ڈوب جاؤا ہے حسن کا عالم ہماریں بیل کی گھس کے پاس جو دیکھا ہماریں تھساری تو بیس اک ادا ہو گئی
--	---

(اخگر) دیوان نیک چند دہلوی شاہزادہ مرزا فرخ نجات باد مرچوم ابن صاحب عالم مرزا جانا شاہ
گوگانی ولیم شاہ عالم ثانی میتم بناس کی سرکار میں دیوان تھے تیر کا کلام درج ہے ۵

کون کتاب ہے کہ ہنسنے کچھ پرستی چھوڑ دی دو ہماں دینے میں متا تھا ہمیں دیا ریا ر	رات دن بیتے ہیں کچھ پرستی چھوڑ دی ایسی شئے تاباں بھی ہے ہنسکتی چھوڑ دی
---	---

(اخگر) فتح باب خاں ہم ہے۔ مظفر خاں التخلص بہ گرم کے بیٹے میتم رام پور ہیں۔ نواب
اسد خاں غالب دہلوی مرچوم کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ تذکرہ یادگار انتخاب کی ترتیب کے
زمانے میں ۳۴ برس کی عمر تھی۔ کلام ملاحظہ ہو ۵

قانونہ تھا جو دل پہ تو اختر بنا ہے دل ناکام کو پھر اُن نگاہوں کی متنا ہے قاتل تھا تو تو گرچہ نہ تھا بندہ کشتنی جاؤ کوئے غیر میں اسے نالہ ہائے نارسا	جانا ہی اُسکے پاس نہیں کیا خود تھا جگر میں دُوب جانا پھر وہ یاد آتا ہے نہ تیر کا ظالم کیا نہ پاس کچھ اپنے بھی نام کا اپنے ہی سر پر تھے تم محشر اٹھانے کے نئے
--	---

انگر

(اخگر) صاحبزادہ بادشاہ یا جلال رام پوری - نواب علی محمد خاں خلد گاہاں مالی رام پور کی اولاد میں ہیں۔ امیر بنائی مذکورہ انتخاب یادگار میں ان کا حال اس طرح لکھتے ہیں۔ ابھی شوق کی ابتدا ہے چند روز ہوئے کہ شعر کہنا شروع کیا ہے پہلے آغا علی نقی مخلص بغنی ابن آغا غمین لکھنوی سے اصلاح لیتے تھے اب کبھی کبھی اس سے بچواں (امیر بنائی) کو کلام دکھا لیتے ہیں۔ یہ دوسرے ان کے ہیں۔

بچے خواب جھکومتی جزمین کو بے جا ناں پہلو سے وہ اُٹھتے ہیں اور صبح شب وصل	نہ میں شورش سے بھی ہوشیار ہوتا
نظمیہ م کو اُٹھتا ہے اور درد جگر کا	

انگر

(اخگر) انسر اللہ صاحب حکیم اصغر حسین صاحب فرخ آبادی ولد منشی غلام غوث دیل ملازم و طبیب حضوری دارالاقبال بھوپال۔ آپ کی ولادت ۱۲۔ محرم ۱۲۳۵ ہجری میں ہوئی۔ فارسی اور عربی کی تفصیل عالمانہ تھی اور علم طب میں یدِ طولی لکھتے تھے۔ فارسی شعراء موزونی عبد اللہ خاں صاحب ملوی کو دکھاتے تھے۔ اور حق یہ ہے کہ چھانکتے تھے اردو کی طرٹ زیادہ توجہ نہ تھی آپ کا فارسی کلام مذکورہ شمع انجمن میں موجود ہے۔ آپ اپنے وقت کے اطباء مشاہیر سے تھے۔ آپ کی حفاقت و تشفیص کی دُور دور شہرت تھی۔ ریاست بھوپال میں زمانہ نواب شاہجہاں بیگ صاحبہ مدتوں محکمہ اسیل کے انسر رہے۔ اور تین سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پاتے رہے۔ سٹیشن میں عہدہ الاخبار نامی ایک پرچہ بھی دیاں سے جاری کیا تھا جس میں ایک حصہ بنی مضامین کے لئے وقت تھا۔ مضمون نگاری میں چھاپا دخل تھا۔ مدرسہ طبیہ دہلی کے اکثر متعلمین چھوڑ کر تے تھے۔ آٹھ نو برس ہوئے انتقال فرمایا۔ انسر ایک شعر و منیاب جہاں تر کا درج کیا گیا ہے

نہ چڑا اُس نے کبھی شل خطِ بشتانی	نامہ مشون کو تیر پر نقد جاتا
----------------------------------	------------------------------

انگر

(اخگر) منشی امیر حسین صاحب باشندہ مراد آباد۔ ملازم گورنمنٹ پریس شملہ۔ فقیر علی خاں تنہا کے شاگرد ہیں۔ طبیعت موزوں پائی ہے۔ شعر بُرا نہیں کہتے۔ اکثر شعر و سخن کا شغف اور صحبت رہتی ہے۔ کبھی کبھی شملہ پر شاعر بھی لکھا کرتے ہیں۔ آجکل نچل شاعری کی طرٹ نال میں غرق رہا ہے۔

ہوگی بہم رسیدہ کا مختصر حاضر ہے ۵

اگر تم آبِ غنچہ تک بلا دو گے تو بی لکوں گا ساری حق کا مینے تڑپ کو لے لیا بوسہ مری جاں زلفت کو طعنے پہ لٹکانے سے کیا مطلب عطا ہوتے ہیں غفلت عشق کی سرکار سے آنکھوں تقصیق ہوتی ہے خود زندگی اس خوش نصیبوں پر	کہ دے گا لطف پیا پیار سان انھوں سے نہ کیا تیس بھی جاہے منہ جو م بوس کی ہست کا کتاب اس کی کافر سے پڑھوانے سے یہ مطلب جو اُنکے چاہئے واسے ہیں وہ مکلفائے جہان میں پس مردن تر سے کو بے میں جو دنائے جانے ہیں
--	---

انگر

(اخگر) نواب شہزادہ ہزار جنرل فوج و رئیس اعظم ریاست اچھے گزہ واقع بنیل کشتہ اتلا سے عشق سخن میں مولوی حسین علی شورش کھنوی کو چند غزلیں دکھائیں لگی دفات کے بعد کہنی برس تک میرزا رحیم بیگ لکھنوی درجائے شاہجہانوی سے مصلح لیتے ہے۔ اب جو کچھ کہتے ہیں ہمیں حضرت جلال لکھنوی شورش لیتے ہیں۔ علم ہی سے غولی اب نہیں۔ اور اپنے آبائی فن پیار کی یعنی شہساری۔ بانگ۔ پناہ کیسی وغیرہ میں دستگاہ کال کہتے ہیں۔ نو و گرائی کا بھی بہت شوق ہے۔ صاحبِ فسانہ فکرا و درویش شعلہ عشق ہیں۔ راقیہ کر کے مفرز جاب میں ہیں۔ شہزاد آپ کی عمر تقریباً ۱۵ سال ہے شہزاد بہت اچھا کہتے ہیں۔ اکثر انہی گلدستوں میں غزلیں چھتی ہیں کہ کام مرتبہ تمام حاضر ہے	
---	--

بے سوز جگر جو ششِ فغاں ہونیں سکتا ہم را خونِ چو گرگی خلش میں کر دے	جب تک نہ جلے آگ دھواں ہونیں سکتا یہ ہر قدم پہ ہے کانٹوں سے قول جھواں کا
ردک لیتا دل کا آنا بار پر	کس کی طاقت کس کا یہ مقدر رہا

شمعِ مفضل تو اگر ہے میں ہوں پروا نہ ترا	بزم کی رونق ہے مجھے مجھے شانِ اہل درد
کبھی جاتے تھے ہم لے آسمان تک یہ شورِ قلقل مینا ہوساتی کیا ہے ضبطِ سوز دل کو بربا لگی ہے دل جگر میں آگِ انگر	نہیں آتے ہیں اب دلے زبان تک سناں دے نہ زاہد کی اذان تک نہیں اس آگ سے اُٹھا دھواں تک بُجھائیں گے اسے آنسو کماں تک

اترا بیٹے نہ آپ زیادہ ہیں کبے بچوں کچھ اس انداز سے ابرو کو دھم دیتے ہیں	کیا ہو گئے دل کے داغوں سے بڑھ کر چہرے بچوں سینکڑوں اپنا لگا کات کے دم دیتے ہیں
--	---

رازا فشا نموجس وقت یہ آتا ہے خیال	آنکھوں تک آکے پلٹ جاتے ہیں آنسو دل میں
شیخ صاحب بی کے یوں جگے باہر ہوں آپ	کچھ خیالِ حرمت کے قبلہ عالم رہے
مزا ہو جائے سینہ میں اٹکر	بودن میں آجائیں ہیں سے
بتوں نے کس سے وفا کی ہے لے لڑناں	نہ اس طرح تو محبت ارے بڑا مان کی
زلفیں کچھراتے ہو کیوں جانہ سے رخِ چنب و جل	کیں گھبراؤ نہ ترات کے بڑھ جانے سے
(اگر) عبدالمجید خاں نام ہے حضرت داغ کے شاگردوں میں میں نے زیادہ حال معلوم نہیں۔ شاید نواب رام پور کے خاندان سے ہیں۔ کلام ہدیہ ناظرین ہے ۵	
خون کرنا بھی تو ان کا ہے سدا سرا حاصل	خون بہا جاتے گرنوں بہا دیتے ہیں
لڑ گئی آنکھ تو منہ پھیر کے زمانے لگے	صلح کھل وہ ہیں جو لڑتوں کو بچا دیتے ہیں
شرم آنکھوں میں ہے اور آنکھ کا پردہ ہے نقاب	وہ میاں بھی جہاں میں چھپا دیتے ہیں
میرے مطلب کی بھی ہو جائے کوئی بات غور	آپ تو رات کو نقصوں میں اڑا دیتے ہیں
اشک نرا آنکھ سے ہم اپنے بیا کر اٹکر	آگ بھڑکی ہوئی سینہ میں بچا دیتے ہیں
نہیں اچھایا چھپے ڈر کر چلنا	کوئی دیوانہ سرنو جائے
(اگر) محمد شہاب الدین اگر دہلی ۱۵۸۸ء میں حیات اور دہلی کے شاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ بعد کا حال معلوم نہیں ۵	
میں ہوا منس ہوا امت و نہاد ہوا	دشتِ الفت میں جو آیا دہی برباد ہوا
غیر کے واسطے تو موم ہے اور بانی ہے	اور سرے واسطے تھہر ہوا نولا دہوا
صد شکر بعد مرگ تو لی آپ نے خبر	لاشتہ چلا دہر سے اور آئے اُدھر سے آپ
اگر تمہارے نقشہ کا کٹینچا محال ہے	کچھ لاغری میں کم نہیں انکی کمر سے آپ
(اگر) مولوی سید حسد بے پوری ولد حافظ عبدالعزیز مہجوم اصلی وطن فرخ آباد ہے مگر یہ خود بوجہ ملازمت ایک عرصہ سے بے پوری میں سکونت گزین اور محکمہ صدر سائرات میں ملازم ہیں۔ انکے	

اگر

اگر

اگر

والد بھی ریاست کے کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے انکی پیدائش ۱۷۷۷ء میں بمقام جج پورہوئی اور میں تعلیم پائی۔ شروع میں چند غزلیں مولوی اشتیاق حسین صاحب مطلق شاگرد امیر پٹائی کو دکھائیں انکے انتقال کے بعد سے حضرت سید محمد رضا آگاہ دہلوی سے اصلاح لیتے ہیں۔ جو کلام اُنکے استاد نے بھیجا اُسکا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

<p>ہستی عدم فنا نے ہیں گر غور کیجئے برق نگاہ یار نے بھونکا دل و جگر مرے اندر کیا کتا ہے تیری کبریائی کا انداز کے قرباں تصدق ہوں ادا پر خالی نہیں ہیں ہاتھ کر زنجیر در پلائیں</p>	<p>مردوم عین عین میں عین وجود تھا اک لگتی تھی کہ جیسے شر تھا زود تھا بتوں کو بھی جہاں میں آج دعویٰ ہے خدائی کا پھر کس دوسری ناز سے چل دوڑے ہٹ دل تھا سے پہر ہے ہیں ترے در کے آس پاس</p>
<p>دل بھی اگر یہی ہے زباں بھی اگر یہی ہوگی جگر میں درد دل ہیں درد میں درد کا سودا دیکھتے دل کو ہیں اور کہتے ہیں درکار نہیں قاتل نے ہاتھ روک کے ارماں کانٹوں کیا ہائے کتا وہ کہ کیا کہ خدا را خاموش بھونک ڈالا آتش الفت نے جسکا جان و تن</p>	<p>کیونکر کر سکتے تھو تھو خدا سے ہم مرض کیا ایک ہونا ہے محبت کرنا لے میں یہ بھی اک حسن طلب ہے کہ طلبگار نہیں کیسا کیا نہ رہ گئی دل ایسا در میں دیکھ بد نام نہ کر دے تری فریاد مجھے اُسکی مشیت خاک سے غر مند ہے اکیر بھی</p>
<p>(اخگر) منشی محمد عبدالقادر خانگر باشندہ کیامٹی اپنے چچا حضرت سید سے مشورہ کرتے ہیں ایک انجمن شاعرہ بھی قائم کر رکھی ہے۔ تجارت کا شغل ہے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔</p>	
<p>شب وصل وہ روٹھ جانا کیسا مری داد خواہی پر روز قیامت جلاتا ہے آلتی چری میرے دائر سر بزم غمی بچا ہوں سے انگر</p>	<p>لگا کر گھٹے وہ منہ ناکیسا ذات سے گردن جھکاتا کیسا نگہ پھیر کر مسکاتا کیسا غیساں ہو گیا دل جُرانا کیسا</p>

<p>اگر اسرارِ حق تو مجھ نہ تو اس پر</p>	<p>اگر اسرارِ حق تو مجھ نہ تو اس پر</p>
<p>(اخگر) قاضی شمس الفضا انگریزی آئے۔ قاضی پور کے باشندے ہیں ہر شہر سے نفاست مضمون اور نازک خیالی شکی ہے۔ کیوں نہ تو آخر تعلیم یافتہ بدل دو ملے رکھتے ہیں۔ موجودہ رسائل میں اکثر بے کلام شائع ہوتا رہتا ہے ۵</p>	<p>(اخگر) قاضی شمس الفضا انگریزی آئے۔ قاضی پور کے باشندے ہیں ہر شہر سے نفاست مضمون اور نازک خیالی شکی ہے۔ کیوں نہ تو آخر تعلیم یافتہ بدل دو ملے رکھتے ہیں۔ موجودہ رسائل میں اکثر بے کلام شائع ہوتا رہتا ہے ۵</p>
<p>عجب صبح میں تیرے جوش کو کھیا کل بابا میں دہاں زخمِ داہیں فطرت سے ابھی متاقل مرے ہوش و خرد کو بسنگِ تسلیم تقوئے کو راحت کی میں تدبیر میں کیا عقل ہے دیوانی دل ہے بے جگر باقی حسرت ہے ارباب بدنام عجب گروں ایامِ حبشہ زوا ہم دادِ محشر سے گر گئے تو کیا کہتے کچھ سوچ سمجھ کر ہم صحرائے پلٹ آئے اپنا جسے ہم سمجھے تھے غیر سے وہ بتر</p>	<p>عجب صبح میں تیرے جوش کو کھیا کل بابا میں دہاں زخمِ داہیں فطرت سے ابھی متاقل مرے ہوش و خرد کو بسنگِ تسلیم تقوئے کو راحت کی میں تدبیر میں کیا عقل ہے دیوانی دل ہے بے جگر باقی حسرت ہے ارباب بدنام عجب گروں ایامِ حبشہ زوا ہم دادِ محشر سے گر گئے تو کیا کہتے کچھ سوچ سمجھ کر ہم صحرائے پلٹ آئے اپنا جسے ہم سمجھے تھے غیر سے وہ بتر</p>
<p>ناتوانی سہی ناتوانی ہے عشق پر در داک کسان ہے زندگی مرگ ناگمانی ہے ایک غم ہے کہ جادوانی ہے</p>	<p>بار آئیں گے کو زنگانی ہے دل ہے اک داستانِ عبرتِ خیر عشقِ خویاں خلاصہ صدمہ عمر عیش دنیا حباب ہے اخگر</p>
<p>(اخلاص) منشی حافظ عبدالشکور۔ مدرسہ صدیقیہ جھوپال۔ شاگرد امیر بنی مرحوم۔ گلشنِ سخن نامی ایک رسالہ لکھا جنم سے نکلتا تھا۔ اسکے والد شیخ عبدالرحمن نواب قدس سرہ کے زمانے میں بھڑوچ سے جھوپال آکر طائری ہوئے یہ خود فنِ تاریخ میں منشی ذوالفقار خان شاعری میں امیر بنی سے سنیض ہوئے۔ یہ ان کے کلام کا انتخاب حاضر ہے ۵</p>	

اے چارہ گر بتا دوے دوامیر سے دروکی	انجمن بن کے پوچھ نہ ہر ایک کا پورا
ساقی ہو جام چلتے ہوں ابر بار ہو سچ بیچ بناؤ نکوستانی ہے کس کی یاد ہزاروں بے گنہ ہو جائینگے قتل	تب دُور میکشونکے دلوں کا غبار ہو اخلاص کے واسطے تم مقیر ابر ہو نہ نکلیں بن سنور کر آپ گھر سے
حضرت موسیٰ اسی پر دید کے طالب تھے آپ کسی کی چال نے غش میں اک بل چل چنی ہے پھر ہے ہر گرد کعبہ کے رہے ہیں دیریں بول	آتش شوق ایک ہی نظارے میں بانی ہوئی قیامت قیامت پر قیامت آینوالی ہے کسی کی جستجو میں سننے دنیا جھانچنی ہے
(اخلاص) اس شیخ نور الحسن خلیفہ شیخ کریم حسین علیہ السلام جبری میں پیدا ہوئے ریاست بھوپال میں ملازم میں کام دینے ذیل ہے ۵	
برغ عالم میں نہیں اسکا بہتہ اخلاص ہائے میں ہے جس میں ہے ادھر بہت بھی اچھی ہے	ہوں ازل سے شیفہ جس گل کی میں تصویر کا ہوں کیونکر میں بندہ ایسے خوش رواں خوشو کا
اخلاص چند روزہ میں دینا کے پیش رو تھی	کسبے قیام کر دشن لین ہمار کو
(اخلاق) سید اخلاق حسین دہلوی - یہ ایک شریف اور معزز خاندان کے رکن ہیں۔ عربی میں مہول فارسی میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں۔ عرصہ دراز سے عیال معاش کلکتے میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اور وہیں مشق سخن کو نچتہ کیا ہے۔ ابتدائی چند غزلیں حضرت مجموع دہلوی کو دکھائی تھیں مگر زیادہ تر نادر شاہ خاں شوخی رام پوری متیر کلکتہ سے مشورہ رہا۔ انکے انشعار پر لطافت اور بہت ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے اثر سے کہیں کہیں وقت پسندی کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ عرصہ طویل سال کے قریب کلام ملاحظہ ہو ۵	
نخل آئے گا پہلو وصل کا بھی	کہیں ہاں تو کرے ظالم نہیں سے
خطائیں اُسکی غشبو یا سزا دو پوچھتے کیا ہو	ہمیں کیا کام ہے دل کا بکا ہے آپ ہر دل کے
ہنگام نزع بند زبان سوال ہے	بیچین دل میں آرزوئے عرض حال ہے

اخلاص

اخلاق

کاٹی شبِ جدائی گروٹ بدل بدل کے
دنیا میں ہیں دنیا سے الگ میکہ والے
کچھ داغ کلبے میں ہیں کچھ پاؤں میں جبالے
وہ پھانس نہیں ہے یہ کوئی جھکونکا لے
تھوڑی ہی پلا دے مجھے تھوڑی سی بجالے
دل جب سے پڑا ہے کسی بیدر کے بالے
دل کو کوئی روکے کہ طبیعت کو سنبھالے
بہم دل ہی کو رو تے تھے پڑے جان کالے
واعظ تو کئے دیتا ہے دوزخ کے حوالے
اُس کو بھی کیا میرے مقدر کے حوالے
کیا ایک ہو دنیا میں نہیں چاہنے والے

تھی اضطرابِ دل سے شمشیرِ چینِ بستر
ان لوگوں کے مشرب ہیں زمانے سے زلے
وہ یادِ وطن کی ہے یہ غربت کی نشانی
ہے جا کے ہمراہ غلشس غارِ خرہ کے
کیوں شام سے ہے فکرِ صبحی مرے ساقی
سننے سے زیادہ مرے رونے میں ۱۶ ہے
جینو وہیں ترے جلوۂ دیدار سے دونوں
آغاز سے بدر ہوا انجامِ محبت
رندوں کو ہے یاربِ مری رحمت کا پھر پو
شانے سے کوئی بیچ جو اُس زلف کا نکلا
کتے ہیں وہ اخلاقِ گدہ رنگ کا سنکر

اخلاق

(اخلاق) منشی سید نذیر احمد جلیلی ناظم کرم میں نائب داروغہ میں۔ فنِ سخن میں حضرت
جلال لکھنوی سے استفادہ کرتے ہیں۔ ابھی نو مشق میں مشق کرنے پر اچھا کہنے لگیں گے۔

سامری بھی حسد بھولا اُن کی جوتون دیکھ کر
پڑے ہیں آج تو خوب آپ دم چرائے ہوئے
رہن میخانے میں دستارِ بقر کھی ہے
روشن مینائے رخ سے بختی ہے طور کی
میسری سون ہوئی تقدیر جگائی ہوتی
دل دو بسر میں کسی روز گرائی ہوتی

ہوش کیا میرے ہی کھونے چشمِ انصاف سا
ہمارے لاش کو ٹھکرا کے ہاڑ سے بوئے
کل تو مسجد سے چلے آتے تھے آج اے افق
پائی ہے تم نے وہ نفاشکلِ حور کی
ایک چوکر کبھی تربست چلگانی ہوتی
دل لگانے کا ذرا لطف اٹھانے ہم بھی

اخلاق

(اخلاق) منشی ہاشم علیاں باشندہ بنارس۔ اپنے بھائی منشی غلام حسین خاں آفاق کی طرح
منشی جلیل حسین صاحبِ جلیل سے متاثر ہے۔ کلامِ ملاحظہ ہو۔

تسکین خوب آپ یہ فرمائے جاتے ہیں چہرہ ہائے اُنکی باتوں میں ہم آئے جاتے ہیں شہر آتی تھی جسے اپنی نظر سے پہلے اسے تو ڈرتے نہیں ہو تو مری زیادہ سے آپ کس دن باز آئے ملو فریاد سے ہم نے نقد دیر ہی ایسی جو نہ پائی ہوتی تم پہلے ہوتے تو کوئی نہ بُرائی ہوتی	تڑپا دیا کچھ اور مرے دل پہ رکھ کے ہاتھ باتیں بنا اُچکا ہے جو ہم سے ہزار بار اب رہ آنکھوں میں زمانے کی بچہ لڑتا ہے تیرے آواز اسی کا نام ہے مجھے رہو شکوہ بیدار دیتا ہے ظالم جو اب جس کو دل دیتے وہ کیوں جان کا لگا ہوا غریب تھا ہوتا ہوا مجھ سے زمانہ ہوتا
--	---

(اسی) ان کا نام تحقیق نہیں ہوا۔ قصہ بگرام خلع ہر دون کے رہنے والے اوشیخ قلندر شمس جرات کے بھرتے تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں فارسی کا زیادہ رواج تھا اس سبب سے اکثر زبان فارسی میں اور کثر غریب میں فکر فرماتے تھے۔ ایک قطعہ اور اُس غم سے کا ایک بند دینہ ناظرین کیا جاتا ہے جو انہوں نے یہ شعر عسکری بگرامی کی فارسی غزل پر فرمایا تھا :

قطعہ

سیر کر کے سنو تا کہیں بزم نام ذرا آج تھا میرے تئیں چوک تلک کا دم ذرا	گل جو ہیں دیکھ کے ہانا میں یہیں ہے کہا مسکرا کر کے یہ زمانے لگے شرم سے آپ
الندہ سے ترا گھر ۱۱۱ الندر سے یہ خیال وندہ ہر کس کو زدید ارت بے ہوش غمی گردو	صدتے تری قامت کے کیا خوبنا ہے قد ہو کیوں نہ ز خود رفت دل دیکھ تری آمد

داغ کہ ز چشم او زائل شدہ بینائی

(ادب) سید حیدر مرزا لکھنوی۔ خلف اکبر و شاگرد سید حسین مرزا عشق۔ بڑے نامور اُستاد کے بیٹے اور خود بھی صاحب کمال سخن بنج تھے۔ تعلیم اچھی پائی تھی۔ اور لڑکپن سے اہل کمال کی صحبت اٹھائی تھی۔ جو وہ پندرہ برس کے سن میں فکر سخن کرنے لگے۔ رنگینی خیال و رسائی ذہن بزرگوں سے ورثے میں آئی تھی اس سبب سے جو کچھ کا خوب کیا۔ تھوڑی ہی مشق میں اچھا نام

پیدا کر لیا۔ ارباب زمانہ کے میلان اور اپنی خاندانی رسم کے موافق مرثیہ گوئی پر توجہ کی اور معقول رسم نگاہ بہرہ بخشی۔ لیکن اس دہوی میں اپنے والد گرامی قدر کے درجے کو نہ پہنچ سکے۔ مرثیہ پڑھنے کا انداز بھی نرا تھا۔ جس میں آپ کا خاندان ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔ لوگ آپ کی سادہ مزاجی کی بہت سی نقلیں بیان کرتے ہیں۔ بہر حال غزلوں میں مضمون کی ہندی کے ساتھ زبان کی شستگی کو خوب بنا گود دیوان شائع نہیں ہوا اگر اکثر غزلیں لکھوں کی زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں جن کا انتخاب دیدہ و بالا باب کیا جاتا ہے آپ کی تاریخ وفات ۲۸ محرم ۱۳۱۲ء ہے۔

سیر یوتی تدو بلا جو زمانہ ہوتا	آپ نے سرمے ناؤ کو اٹھانے ندیا
جبہ سائی کا دیا حکم نہ اپنے در پر	میرے تقدیر کے لکھے کو مٹانے ندیا
عجب محض ہے یہ دنیا جہاں ہر ایک بیدل ہے	مگر طرہ یہ ہے پھر دیکھئے ہر ایک مائل ہے
وہاں اغیا خوش ہیں ششکے میرے قتل کا چرچا	میاں جھکولال رحمت بانڈے قاتل ہے
کل باہمی کو بہیم کس لئے تہ چہنگ دیتے ہو	مگر سمجھے ہوئے ہو عاشق ناشاد کا دل ہے
گمنی شام جوانی ٹو چکے اب صبح ہیری ہے	ادب اٹھو بہت کم رفتے اور دور منزل ہے
آتی نہیں اب موت بھی یہ طرفہ بلا ہے	مشتاق شہادت سے وہ قاتل چو قفا ہے

(ادب) نواب فیاض الملک بہادر۔ بہتم مزخاۃ نظام حیدر آباد وکن۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ موزوں طبع شاعر ہیں۔ انکے کلام میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ چند دستاویز شدہ اشعار درج ذیل ہیں۔

ایک تو زار گلگوں دو سکر گلگوں کا دور	اس مئے دو آتش سے نشہ بالا ہو گیا
آتی ہے نغمہ گلشن جاناں کی نصیب اور	اس باغ میں شاید کوئی گل نازہ کھلا اور
مسی کی دھڑی اُس غنیمت پاں کا لکھا	دل خون کئے دیتا ہے بھر رنگ حنا اور
بوسہ کی طلب پر تو قیامت ہوئی برپا	کیا غضب آتا جو کوئی ہوتی خطا اور

(ادب) شیخ الاسلام ادب خالص حافظ پڑھا۔ مستوطن نصیب پھانہ۔ قدرت السحر فوق۔ اپنے تذکرہ

ادب

ادب

میں انکے علم و فضل اور مہارت انشاء و سنگاہ نظم و شعر کی بڑی تعریف لکھتے ہیں۔ انھیں مرد قابل و نہرو خوش مذاق اور بڑے خوش فکر تھے۔ رفیع سخن میں اپنے والد سے فیض پایا تھا فضل و کمال کے علاوہ تیر اندازی۔ بانگ۔ پتہ وغیرہ میں بھی اچھی مشق حاصل تھی۔ زبان اگرچہ قدیم ہے اور اکثر الفاظ اُس میں سے متروک ہو گئے ہیں مگر معاملہ ہندی اور صفائی بیان قابلِ داد ہے۔

نکلی نہ کسی بات میں ہاں تیرے دہن کے
آتے ہیں غم و درد او بکھرے دلیں
نازاں ہے جس ہرزہ دانی پہ تو اپنے
مکمل نہیں کہ دست جنوں ترک خو کریں
برہم کریں طلسم یہ اسلام و کفر کا
خالی ہیں دشت و کوہ دیوانوں سے ادھکا
کون ہے وہ کہ تمہیں جس سے مارا جی نہیں
جشم کو یار کی مستی میں یہ ہتھیاری ہے
غنجہ ساں سوہیں زباں منہ میں ولے ہر وال
جو کہ جا سو کہا تو نے جو چاہو سو کہو
تغذیب ہی رہے بحر عمر پر غیرت سے صدف
منزلِ خوبی باطن تو پرے ہے ادھم
ایلا کیا مناسب ہے کیلکے گھریاں جاؤ
بہم پہنچانہ دنیا میں کوئی فریاد رس اپنا
کسے ہے تاب و طاقت رخس جیٹھا نکلی
حلاوت اُس جہاں کی لگو گردکار ہے ادھم
عارض کو اپنے دستِ نگہ سے بھی تو بچسا

ہے یاد یہ کافر مجھے اک لفظ نہیں کا
ڈرتے ہیں مکاں ہے کیسی عمدہ کیوں کا
دنگ ہو چو سننے نالہ تو دلوانے حزیں کا
اس جیب ہی سے گزرے کمانکے نوکریں
زاہد جو شوق دل سے ہم اک بار ہو کریں
چل اب فراغِ دل سے وہاں باؤ ہو کریں
ہاں مگر ہم ہیں کہ کچھ فکر ہمارا ہی نہیں
بھولے بھٹکے بھی اوہراں کو اشارہ ہی نہیں
کھونالاب کا کسی ڈمب سے گوارا ہی نہیں
دم کبھی پہننے ترے سامنے مارا ہی نہیں
سوئے نیناس کبھی منہ پہننے بسا را ہی نہیں
ظاہر اپنے کو تو ناداں تیں سنوا رہی نہیں
یہ جاں حاضر ہے لوہرا پھر چاہو جاں جاؤ
بھلا اک عرش کی بھی سسکے آہ فغاں جاؤ
ادوا ناز اپنا نہ کرواے دستاں جاؤ
تو دنیا سے بے تلقی تو چپشہم غوفغاں جاؤ
بے آب دم میں ہو کر انگشت کے تلے

ادیب

(ادیب) نقشبندی تفسیر حسین نام اور حضرت آسیر مرحوم کے شاگردوں میں ہیں۔ کلام میں خوشی

سے مذاق اچھا ہے۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہوا۔

بادِ عمر چھلکنے لگا پیمانوں میں ۛ	دم زکا آگھوں میں رندوں کا جوش اُترا
غم غلط ہوتا ہے کس لطف سے بیخانونوں میں	قیس مذہب ہے نہ پابندی کا نہ نماز
جب کہا سیئے کہ لے لو کمار ہنر دے	نہ زیاد دل تو کیا خدا سے تقاضا اُس نے
ہاتھ بھیلانے سے کب رہتی ہے عزت باقی	بعثِ ذلت و خواری سے دلا دلت سوال
ابھی کچھ کچھ ہے نشانِ سرتربت باقی	س کو بھی کیجئے پادال چلے آپ کہاں

ادیب

(ادیب) مولوی رستم عیاض فرخ آبادی ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ انکے بزرگوں نے نہایت جگہ

تاریخ ولادت نکالی چھوٹی سی عمر میں اپنی خدا داد ذہانت سے فارسی زبان میں خاصی رنگ و بوم پائی۔
پچھلے عہد کی غرض سے لکھنؤ جا کر مولوی کرم خاں سے عربی پڑھی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد شعر و سخن کا شوق
ہوا۔ اساتذہ لکھنؤ کے مقلد اور بزرگوں کا شاگرد ہیں۔ رعایت لفظی کا بیشتر ہندو سے نہیں جانے دیتے
طبیعت تشبیہ پسند واقع ہوئی ہے۔ اس وقت اپنے شہر فرخ آباد میں ایک قابل اور کلمہ مشق شاعر
تصور رکھتے جاتے ہیں۔ اور اکثر مقامی شعرا اُن سے فیض اُٹھاتے ہیں۔ کاسرے کا ہے فارسی
میں بھی فکر سخن کرتے ہیں۔ ۱۳۰۹ھ میں اپنا دیوان بھی شائع کر چکے ہیں۔ اب انکے کلام کا انتخاب

ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

سب کو بھولو گے اگر دھیاں اور ہر کا ہوگا	زاہد و مجاہد یہ سب نہ مصلے ہوگا
بولے جھنجلا کے وہ جھوٹے کا کعبہ ہوگا	جب کہا بجز میں نہ مصلیٰ دل شیدا ہوگا
زیست کا لطف اُنہیں ہے جس میں مرنا ہوگا	زندگانی کے مڑے خضر بھلا کیا جانیں
داعظو یہ کہیں تہاں میں آیا ہوگا	دل میں ہے یاد تیاں نام خدا ہے لب پر
زبانِ شمع سے کچھ سوزِ دل سب اُنہوں	نام ہو گئی جل کر کھڑی کھڑی سیریں
بلبل کو پُر کتر کے نفس سے رہا کیا	صیا دے کرم میں بھی شامل ستم کیا

چار آنکھیں جس سے ہو گئیں محمود ہو گیا	ساتی کی چشم ستم میں عالم ہے نور کا
دیکھ کر جب سے اُسے آیا ہے	اک تماشہ ہے تماشائی کا
حرفِ رخصت کا تو سنتے ہی ہوا دل بیتاب	چین جانے سے تمہارے مجھے کیونکر ہو گا
کیوں باطن کو نظر کیا پڑے جسدِ اُن کا	دیکھتا ہے اُنہیں ہر شے میں فنا سا اُن کا
کیا کموں دنیا میں اگر کیا کیا	کھیں قدرت کے ترے دکھایا کیا
ہم کو بھی اُس نے بنایا خاک سے	جس نے تم کو نور کا پستل کیا
آئینے کو بے دیکھ کر حیرت	دی ہے خالق نے تم کو صورت کیا
دل کسی طرح بھی نہیں بھرتا	تیرے غم کھانے میں ہے لذت کیا
جج کبر ہے دل کا خوش کرنا	کعبہ جانے لے ہے ضرورت کیا
اُس بیت کا فز نے لیکر دل کیا پا مال حیف	خوب ہی کی خانہ کعبہ کی حرمت دیکھتا
ہم پریزا دو تھے عاشقِ حوروں پر تھے میل پ	شیخ صاحب ہو کو کون تے ہیں نصیحت دیکھنا
رحم کرتے تو ہزاروں ہی دعاؤں میں	ہم غریبوں کے ستانے سے بھلا کیا پایا
کیا ہو ہمار جوئے گلگون سے سنج ہو	ریش سفید ز اہرب زب زندہ دار آج
اُس کے سر عشق کا سہرا ہے جو سر کو چھوڑے	سُن رہے ہیں یہ صدا تیشہ فراد سے ہم
کب شب تڑپ تڑپ کے سحر بننے کی نہیں	کس روز رات آنکھوں میں اپنے کئی نہیں
زاہد ہے مردہ دل سے جاں بخش بی نہیں	کچھ لطفِ زیلت کیفیتِ زندگی نہیں
بارب ترے سوا کوئی گلزارِ دہر میں	پرسانِ حال بلبل بے بال و پر نہیں
سیر ہوتے نہیں ہیں بھیجی ہم	غم زمانے کا لگا لکھاتے ہیں
نہیں معلوم کلب پیک اجل آجائے	چاہے موت کا ہر دم ہے کھٹکا دل میں
اُس سنگمر کے ستم کرنے سے دن شاہ نہیں	لے ادیب اُس کو ذرا لذت پیدا نہیں
اُس کا لے دل جو تصور ہے تو سب کچھ ہے ہم	وہا اگر یاد نہیں تجھ کو تو کچھ یاد نہیں

ہم نے تو کیسے دکر مر میں بھی نہ پایا	جو لطف ملا ہم کو تو ترسے جو رجواغیاں
اُن کو کہتا ہے ہر اک زندہ مہربان دیدہ ہیں	پہلے مر جانے سے جو لوگ کمر جانتے ہیں
مجنون کا دم کا جو دہن خشک تر کیوں	مل جائے آنکھیں بیدار کیوں
عجب کیا ہے جو کر دے کاہ وہ کوہ مصیبت کو وہ آئے بھی تو وقتِ نزعِ مگر میری عبادت کو یہ وہ شے ہے کلامِ الہیہ آیا ہے ذکر اسکا کیا تیغِ دشمن درخ سے مجھ مت کوڑا ہو رہائی میں کیا قیدِ نفس سے بھی ستم بڑہ کر بند آب و دانہ قید میں صیاد نے کیا بولیں جو مجھ سے آپ تو جی جاؤں میں ابھی نہیں اس کے برابر نعمتوں میں کوئی نعمت ہے میں کیا کہوں کہاں تری تیر نظر گر گئی دل نعمتوں سے سارے زمانہ کے بھر گیا غیب سے گھر بیٹھے پوچھا ہے لائقِ ماکورن	جو اپنے حکم سے رائی بنا دیتا ہے برت کو ملاکب شربت دیدارِ بیا میری محبت کو بجلا کیا آپ جانیں شیخ صاحب کی حرکت جب ہاتھ میں جامِ شہ گلوں کی ہر پو کیا بچر کاٹ کر صیاد نے آزاد بیل کو کیا دشمنی ہے بیل بے بال و پر کے ساتھ ہے زندگی مری لبِ بجز نما کے ہاتھ کوئی دل سے بے پوچھے جو غم کھانے میں لڑتے سینے کو توڑ کر مرے دل میں اُتر گئی غم کھانے میں ماسے کچھ ایسا سزا مجھے آسیا آسا نہیں بچتا جو دانے کے لئے
پیشِ قاتل ہے تسلیمِ غم	جان لے یا بخش دے غمنا ہے
نقابِ روئے روشن وہ اُٹھا دیتے ہیں جو ہے کیا حال پوچھتے ہو زمانہ کا اسے ادیب تھا پہلے اجتنابِ گلاب یہ شوق ہے وہ بظہرِ پارسے دل چل کے کر تو اھیسا ئی	جلا شمع کا مغل میں جب منظور ہوتا ہے الفتِ عزیز میں ہے نہ مہر آشنایں ہے زاہد جو کھولتا ہے تور و زہ شراب سے یہی تدبیر ہے نقدِ پر کا لکھنا شانے کی
(ادیب) مولوی سیدنا الحق مرحوم ادیب دہلوی ابن مولوی محمد احسان الحق مفتی خلیفہ الصدق مفتی محمد اکرم الدین خاں مبارک صدر امیں (سبج) دہلی - شاہ عبدالحق محدث کی اولاد اہل اسلام کے	

ایک نامی گرامی خاندان کے چشم چراغ تھے دوسو برس سے زیادہ گزشتے شیخ الاجل شاہ عبدالحق نے علم و عمل رشد و ارشاد کے شوق میں وطن قدیم بھارا کوخیر باد کہہ کر دہلی میں طرح آقا ست والی - اور علم حدیث کی اشاعت سے اپنے مذہب اور قوم کو مستفید کیا۔ شاہ صاحب کا مزار سرزمین مرزوی معروف قطب صاحب میں کنار حوض نحسی واقع ہے +

مشہور ہے کہ عموماً اس خاندان کے بچے جاہل نہیں ہوتے چنانچہ مرث علیہ الرحمۃ کے ڈھائی سو برس بعد سیف الحق رحمۃ اللہ علیہ میں مقام دہلی ملا مفتی صاحب پیدا ہوئے۔ خاندانی تربیت تو تھی ہی مگر باعث حدیث اور متجرب یہ امر ہے کہ کتب اور سہ کار سی مدرسہ میں صرف معمولی علمی فارسی اور برائے نام انگریزی تعلیم پانے کے جسکی معراج منزل کے وجہ سے کم نفسی ادیب کی اچھوتی اور ہونا طبیعت نے وہ قابلیت و استعداد فراہم کر لی کہ اچھے اچھوں کی ٹکڑی جھیلنے لگے اور بڑھکین ہی میں قابل امتثال بیاعت حاصل کر لی۔ شعر و سخن کا شوق بچپن سے رفیق تھا۔ خود بھی تشکیل و ضمنا تھے اور حسن پرستی کا داد ازل سے اگلے خمیر میں ودیعت ہوا تھا۔ شروع میں مرزا یوسف علیخان عزیز شاگرد مرزا غالب سے تلمذ اختیار کیا اور کئی برس تک انکی روش پرکتے رہے۔ ایک دفعہ کسی شاعر سے میں غزل پڑھی جسکا مطلع یہ ہے

لیجاؤ میرے سینے سے ہاؤ نکال کے	پردل نخل نہ آئے کیس دیکھ بھال کے
--------------------------------	----------------------------------

نسب ہے کہ مرزا غالب بھی موجود تھے۔ پاس بلا کر بیا کر یا اور فرمایا کہ میاں سیفونہ چارے پاس آیا کہ آج سے ہمتیں بتائیں گے مرزا غالب کی توجہ سے اور جی رنگ پیدا ہو گیا۔ جب روزگار کی ضرورت پڑی تو کچھ دن عدالت منصفی میں نائب ناظر رہے لیکن انشا پر دوانی کی خدا داد قابلیت نے سرکھائی ملازمت کی قیود کا پابند رہنا گوارا نہ کیا۔ اسلئے اخباری دنیا میں قدم رکھا۔ میوگرت نہی ایک چہرہ نکالا جو کچھ دنوں بڑی دھوم سے چلا اس میں اکثر اعلیٰ درجہ کے شاعرانہ مضامین اور غزلیات شائع کرتے رہے۔ پھر جب یہ پرچہ بند ہو گیا تو مختلف اخباروں کو اپنے مضامین نغمہ و شعر سے معقول ادا دیتے رہے۔ اسی اثنا میں انجمن قصور کے سکریٹری ہو کر وہاں چلے گئے اور انجمن مذکور کا رسالہ بڑی کامیابی

سے چلا تے رہے۔ جب وہاں سے جی ادچاٹ ہوا تو لاہور آکر کچھ دن شیخہ تعلیم میں ملازم رہے پھر کچھ عرصہ کوہ نور کے اوڈیٹر رہے۔ اکثر اخبارات میں علمی مباحثوں میں حصہ لیکر اُس زمانہ کے فانی فاضلوں۔ شعرا اور لیکڑوں سے اُلجھ پڑے۔ نازک مزاجی حد سے بڑی ہوئی تھی۔ رفیق ہند کے بعض مضامین سے ناراض ہو کر اُنکے جواب میں شفیق ہند نامی پوجہ لاہور سے جاری کیا جس کے ساتھ نسیم صبح۔ شام وصال کے نام سے دو ٹیمے بھی نکلتے تھے۔ ان پرچوں کا ایک ایک فقرہ شوخی سے بھرا ہوا اور مذاق میں ڈوبا ہوا تھا۔ الغرض پنجاب میں آپ نے اچھی شہرت حاصل کر لی اور نامور لیڈر آپ کی قابلیت کا لوہا ماں گئے آپ کی طبیعت میں غضب کا استحضار تھا وقت پر جو جتنی تھی اور خوب مستوحی تھی۔ غائب کے تلمذ نے آپ کے کلام میں ایک عجیب شان پیدا کر دی وہ یہ کہ مومن اور غالب کے رنگ کلام کو سبکدہت پسندی سے ایک ایسا دلچسپ اور پسندیدہ رنگ اختیار کیا جس میں فصاحت و بلاغت شوکت لفظی مناسب شعری اور نازک خیالی سب اپنی اپنی جگہ جدا جدا نشان دکھائی تھیں۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں کا کلام نہایت آبدار و طبع پدید ہے مگر انکی فطرتی استغنا سے بہت سادہ و سلیس ہو گیا۔ اور جو کچھ بیچ رہا وہ بھی نایاب ہے اور جھپٹنے کی توقع نہیں بڑی مشکل سے تھوڑا سا کلام ہمارے ہاتھ لگا ہے شکر کا بھی کافی ذخیرہ آپ سے یادگار ہے۔ تاریخ گوئی میں اپنا نظیری نہ رکھتے تھے۔ بات بات میں اود تاریخ نکالتے تھے اکثر تاریخی فقرے بولتے تھے۔ ہزاروں قطعات۔ بیسیوں عرضیاں۔ اور خطوط تاریخی جگہ ہر دل آویز فقرہ سے سن و سال نکلتا تھا لکھنؤ الیس چنانچہ حضور نظام خداداد ملکہ کے ولی عہد کی پیش پران کے تاریخی نام اور قصیدے قلعے اس کثرت اور عمدگی سے لکھے کہ درجہ مچ گئی۔ عجیب ترین قصیدہ انکی جیت تاریخ گوئی کا یہ ہے کہ ۱۳۰۲ میں انکے بھائی مولوی محمد انوار الحق میرٹھی رحمتان نے اپنی بیٹی کی شادی کی وقت و دواع سلمان جیڑ کی فرست لکھنے کی خدمت انکے سپرد ہوئی چنانچہ فرست جو بڑی لمبی تھی مع عثمان قصیدہ نام جنس نام کمال تاریخی ہے ہر شے کے ساتھ ایسے موزوں اور مناسب الفاظ ملائے ہیں کہ ہر تلمیذ تاریخ موجود ہے۔ ضعیف ایسانی کے ساتھ ساتھ

صحت لفظی کا ہیشہ خیال رکھتے تھے طبیعت میں تحقیقات کا مرض اُسے اپنی مادری نکسالی
 اُردو میں اختراعوں کا شوق جسکی مناسبت اور دلفیری زبان اور نرم سے نکلتے ہی قبولیت عامہ کا مرتبہ
 حاصل کر لیتی تھی۔ مختلف جلسوں اور قومی کانفرنسوں میں وقتاً فوقتاً لکچر بھی دیا کرتے تھے بجلی و
 سے بھجوتی سی عمر میں اپنی لیاقت اور ذکاوت سے ہندوستان میں اچھا نام پیدا کر لیا تھا۔ آخر اسی
 شہرت کی بدولت سرکار اصفیہ حیدر آباد دکن میں بشاہرہ چارو پچاس روپیہ گورنمنٹ رپورٹر کے
 معزز عمدہ پرستار ہوئے۔ دکن میں، وہ ہی برس کی ملازمت میں ایسا سوخ پیدا کر لیا کہ صدائے
 کے رنک و حسد کا باعث تھا۔ حضرت داغ مرحوم جب پہلی مرتبہ دکن تشریف لے گئے تو آپ
 ہی کے مکان پر عرصہ تک فردکش رہے۔ پھر جب دہلی واپس چلے آئے تو دوبارہ آپ ہی
 کی تحریک سے عازم دکن ہوئے تھے۔ اور اُنکے تقرر میں بھی بہت کچھ آپ کی مساعی جملہ کا دخل تھا۔
 نوک جھوک کی عادت ایسی تھی کہ کسی سے چوکتے نہ تھے۔ آئیر۔ اسٹنڈ دہلی۔ مرزا داغ۔ راسخ
 مولانا شوکت۔ آحسن سے دیر پا چٹھیں ہوتی بہتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی عبدالرحمن
 راسخ ساکن نبت نے غالب کی طرز میں غزل لکھی جسکے مقطع میں غالب مرحوم رُپنہ آگئے۔
 کہیں چھپ چھپکے پتے ہیں شاہ جعفرؒ
 ترے اشعار بھی غالب کی فکر ہوتے جاتے ہیں

پھر کیا تھا ادیب نے میاں ملنگ بڑی فروش سے اُسی زمین میں غزل پڑھوائی جس کا ایک
 شعر یہ ہے

عجب جگر تھم کا مضمون ہے کہ میں پس اپنے عویں یا
 نبت والے بھی اب غالب کی فکر ہونے جاتے ہیں

مغفرت یہ کہ ادیب مرحوم خوب رو۔ خوش وضع۔ رنگیں طبع۔ نازک خیال خوش تقریر۔ خوش تحریر آدمی تھے۔
 خوشنویسی میں بھی اچھا ملکہ تھا۔ مزاج میں لاپرواہی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ کے دیوانے
 معیشت میں اکثر جرم و مد کا عالم رہتا تھا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو دق کا مرض تھیں انکا انتقال
 ہوا زیادتی فکر سخن کی بدولت ہوا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ شراب کی زیادتی اس مرض مسلک کا باعث
 ہوئی۔ آخر کار یہ معلوم ایٹائی کا نزدیک ادیب و ماہر جو فن عروض میں بھی یدِ ملو لے رکھتا تھا ۵۴ برس

کی عمر میں جوان ۱۹۹ء میں بمقام ہل فوت ہو گیا اور قطب صاحب میں اپنے مورث اعلیٰ کے مزار کے قریب میں دفن ہوا۔ دم ٹھکے ٹھکے بھی ہوش و حواس درست تھے نویں محرم کو انتقال سے چند گھنٹے پیشتر جس وقت تعزیر گشت کُنں ترازو پر مٹاں میں آپ کے مکان کے متصل پہنچے تو اُمّی تاش کی آواز سے چونک کر آپ نے ایک عزیز کو اپنے پاس بلایا اور یہ رباعی لکھوا کر دیا کہ اسے تعزیے سے لٹکاؤ۔ وہ رباعی جسے اس طلحی شکرستان سخن کی آخری نعمت سخی کہنا ناموزوں نہیں ہے +

بیار ہوں ناتواں پوس زار ہوں میں رباعی	وقف غم در درویش و آزار ہوں میں
اے سبط رسول را کب دوش نبی	کچھ عقدہ کشائی کیجئے نہ چاہوں میں

آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولوی انعام الحق بی اسے ہونہار اور لائقِ فوجاں ہیں اور فی الحال فاریس میں کانسل برطانیہ کے دفتر میں ایک معزز عہدے پر تانتا ہیں۔ انتخاب کا کلام حاضر کیا جاتا ہے۔

یوں ہوا حال ستم سے ترے سودائی کا ساتھ واں بھی نہ تری یاد ستم نے چھوڑا شام وعدہ ہی سے توفیقِ وفا عمر نے کی سوئے آئینہ ہے منکور تری ایک نظر جادہ لٹنے کی تنہا ہے اگر لب لائے چشم آئینہ سے بچنا کہ نہ مجھے بچو موت آتی نہیں مجھ تک کہ جفا سے چھوٹوں شکوہ ظلمِ ادیب اُن سے نکرو کوئی خود فراموش متا بوں ولی پیدا ہے اُس کو اس درجہ ہے اندازِ جفا پر نادش یاں شکایت ہی تو ہے اپنے ہی ل کی ظالم	آپ ہی غون ہے گویا تجھے رسوائی کا قبر سمجھتے تھے ہم اک نادیتہائی کا مُنہ دکھایا نہ خدا نے شبِ تنہائی کا اور ہی دیکھنا دعویٰ تری یکتائی کا ور نہ اک شغل سی باو یہ چمائی کا آج کل شوق تو ہے سکو خود آرائی کا کاشس ہوتا مفضل تیری سیحائی کا مکجوشہ مندہ کریں گی مری دانائی کا رنگ درویشی محسوس ہوتا ہستیاری کا جنت درناز نہیں محب کو وفا داری کا تجھے کچھ شکوہ نہیں ہے تری غمخواری کا
---	---

شوق ہے آپ اُسے اپنی گرفتاری کا
 کیوں غیب نام ہے سخن آشکار کا
 احوال تا کھلے مرے صبر و قرار کا
 کنا اُسے خطا ہے تفاعل شکار کا
 دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا
 ہنگامہ دیکھے بیٹھے ہیں رفتاریار کا
 دل بھی ملاپس تو ترے اختیار کا
 دل ہی کہیں ہو کاش میرے اختیار کا
 کیا پوچھتے ہو حال شبِ تہجدوار کا
 لپکا بڑا پڑا ہے تجھے انخطار کا
 غیب بھی جو مکش حسرتِ بیدار کا

باز آتا نہیں الفت سے کسی طرح ادیب
 تقدیر کا لکھامری صورت سے ہے عیاں
 اسے کاش وہ بھی ہو کوئی دم غیر سے جدا
 کب فکرِ ظلم تازہ سے آسودہ دھوا
 موت اگنی مجھے شہمِ فراق ہی
 یاں رستخیز کیا ہو سبب اضطراب کا
 ہو جان پر جو ایک مصیبت توڑیے
 راہِ وفا پر گر نہیں آتے ہیں وہ نہ انہیں
 تاصبح ہر نفس را خولانِ مرگہ میں
 کر چشمِ دل کی خیر خدا سے طلب ادیب
 لذت چور نے دی رنگے مجھ کو تسکین

میرا دم اُس کو خنجرِ خو غوار ہو گیا
 جب آنکھ بند ہو گئی بودا ہو گیا
 مجھ سا ہی نامہ بر کو بھی تزا دی ہو گیا
 اپنے لئے میں خود مرزا یا ہو گیا
 میں رہا سپاہِ زندانِ خواہ ہو گیا
 سو سن تہا را الا رخا ہو گیا
 کیا شمعِ زیست کر کے دھمکس غار ہو گیا
 دقت - ہلکا ہے میرے قاتل کا

کیسا کٹ ہے غیرِ موجود ہار ہو گیا
 منوں کیا نہ ضعف نے اُنکا ہزار شک
 ایسے آتے پتے نئے صورت کے یار کی
 ہے اک کریدنی سی اُسی کی لگی ہوئی
 جاں نے بھی بالوں کے کمال کے ساتھ ہی
 بوسوں کی نیل سے جیساں رنگین غری
 رکھے مدد نے بھول مرتبہ آدیب
 جس کو مارا وہ اکت نہیں کرتا

حرام دیا س لے کے چلے میں بیاں سے ہم
 آگاہ کیوں کریں تمہیں باز نہاں سے ہم

اُسے تھے جب تولا تھے تھے کیا ساتھوں سے ہم
 چشمِ بدنگی ہے غیر سے مہ نظر ہمیں

دل میں ہے عزم ترک وفا تھے جفا صلہ
 کب تک عتاب ایک کرم کی نگاہ بھی ہو
 خالی خیال یار سے دل ایک دم نہیں
 سب کچھ ادیب عشق نے ہی سے بھلا دیا
 کیوں نہیں جبر میں جب سوت کو سنتے ہیں حال
 حسرت دیدہ ترخوں کے سے گھونٹ پئے
 خود پسندی نے مجھے اور انہیں ایک کیا
 موج دریا کی حقیقت بھی ٹھکانے ادیب
 بحر موج میں قطرے کا تاشہ دکھو
 دولت اشک نظر آتا ہے قسزم مجھ کو
 نگہ ناز سے جب دیکھتے ہو تم مجھ کو
 خوگر جو رہوں الطاف و محبت معلوم
 دل میں خاموشی کو ایک شخص تعلق جانا
 بے مری طرح سے الطاف کی اُس بھی نظر
 دل میں برداشت نہیں رنگِ عدد کی بات
 دیکھیے کیونکہ کھلے عتدہ ملا بخل ہو
 اکبر درکھ لے خدا حضرت عیسیٰ کی کہیں
 کام بگڑے نظر آتے ہیں جی تک کہ خدا
 کس کس غم و الم کا نہ میں میرزا ہوا
 عمر ابد سے کم نہیں عبودن ہے جبر کا
 غیر تک پوچھتے ہیں ہو گئی حالت کیسی

کچھ آج اپنے حال پہ ہیں مریاں سے ہم
 تنگ آگئے ہیں اب ستم آسماں سے ہم
 رہتے ہیں اپنے گھر میں بھی اک میاں سے ہم
 جانا کہاں ہے اور تھے آئے کہاں سے ہم
 کتنا اے حضرت جیسے نہ کہیں تم مجھ کو
 اک ستم تھا وہ ترا ضبط جسم مجھ کو
 کیوں مری طرح سے آتے ہو نظر تم مجھ کو
 جوش گریہ نے دکھا باجو تلام مجھ کو
 ناحہ اچھوڑ چلا ہے سزا قدر تم مجھ کو
 جستجو خاک کی ہے برتر تم مجھ کو
 ستم نازہ کا بیڑا ہے تو ہم مجھ کو
 میں نہیں غیر کہ ہو لطف تر تم مجھ کو
 نہ بن آئی کوئی جب حذرِ ترک تم مجھ کو
 حال پر غیر کے آتا ہے ترک تم مجھ کو
 آپ کا لطف گوارا نہ ترک تم مجھ کو
 ذوقِ خاموشی امنیں شوقِ تکلم مجھ کو
 آج لاشہ پکیں گے وہ مرے تم مجھ کو
 گوشِ دل دے اُسے بارے تکلم مجھ کو
 نمرات کو جو غیر کے گھمڑ میاں رہے
 اب ہم اصل سے منفصل جاواں رہے
 ڈال دی آپ نے ہم پر مصیبت کیسی

<p>روزر رہتی ہے یہ پامالی تربت کیسی کہہ دیا اُس نے کہ اب یہ بھی دیکھو گے کبھی ایک تو ذکرِ عدو اُس پر بگڑا کہ سنو غیر سے چار گھر مری کو بھی جلا ہو تو کوں منہ چھپا لیتا ہے عصیاں سے کفن میں اپنا آج: دو ٹوک کئے لیتے ہیں اُن سے ناپا یہ تو احسان ہے کچھ زور نہیں مسلم نہیں مجھ سے صوفی منش اور شائقی حرام جان جائیں گے یہ سب آپ مرے بعد ادیب قیامت بھی شتانِ ٹھیری ہوئی ہے مبارک ہو ملتے ہو گردِ دشمنوں سے یہ عشقِ عدو ہے تو وہ بن کے پست نزاکت لبِ زکر کہ رہی ہے اگر آبِ خنجر نے بھی خشک ٹالا بشتیاں ہوں پست اعلیں کہ کے ناحق رہا گئی ہی بست پرستی کا عالم</p>	<p>خاک میں مل گئے جب ہم تو کہد ورت کیسی جب کہا نے کہ نہ دیکھے کی الفت کیسی ٹوٹتی ہے یہ قیامت یہ قیامت کیسی کہ گزرتی ہے کسی کی شبِ فتنہ کیسی مر کے بھی ہوتی ہے انسان کو ندامت کیسی بن گئی اپنے ہی دم پر تو مروت کیسی بوسہ دینا نہیں منظور تو حجت کیسی مے میں کیا جانے ہے لذت کیسی علم کیا چیز ہے ہوتی ہے لیاقت کیسی وہ کب دیکھئے خو غزالی کریں گے تمہاری یہی نیک نامی کریں گے زلیخا کی قائم مقامی کریں گے کسی سے نہ ہم ہم کلامی کریں گے تجھے لے کے کیا شہ کلامی کریں گے وہ کہتے ہیں کیا ہم کلامی کریں گے تخلص ادیب اپنا لای کریں گے</p>
<p>گویا مرا قصور تھا ایسا جنہل ہوا اب کیا عوض میں سچو کے لوگ لے کی جان</p>	<p>جب شکوہ جفا پہ وہ بولی خطا ہوئی بندہ نوا کہ تو بچکا میں خطا ہوئی</p>
<p>جھگڑے شبِ وصل وہ باہر گر پڑے خطوے کے بیلاؤں کو ابھی نہ نامہ برد لہجہ میرے سینے سے ٹوک نکال کے</p>	<p>لیٹے رہے الگ وہ ادھر ہم ادھر پڑے ایسا نو کہ تیرے بلا تیرے سر پڑے برعل - بھل نہ آئے تھے کہیں دیکھ حال کے</p>

انتخاب از مثنوی سیاح رحمت

آندہوں سے جدا تھا بتلا حال
سردی کا کھینچتے تھے جہانہ
صبر دھتوں سے دل کے جانے لگے
آگے ہوشش بادہ خواروں میں
سارے جنگل میں ہو گیا منگل
حوض شمس کا اور حوض موج پر باد

تھے طابخوں سے کو کے چہرے لال
نصف نہ گرمی کا کوئی اندازہ
دل کے دل بادلوں کے آنے لگے
پڑ گئی جان کا شستکاروں میں
مگر کے آنے ہی دلوں کے دل بادل
سب کے جہی سے اتر گئے دریا

(ادیب) منشی محمد کرم احمد خاں ولد محمد یار ساکن قصبہ تارہ ضلع الہ آباد۔ انکے والد عرصہ تک محکمہ پولیس اودھ میں سب انسپکٹر رہے۔ ادیب خود نوجوان ہیں طبیعت موزوں پانی پیے شرف خاصہ کہہ لیتے ہیں۔ اور اسمیں منشی محمد نوح توح شاگرد حضرت داغ دہلوی سے اصلاح لیتے ہیں۔ جس بتیں برس کی عمر ہے

ادیب

مارا اسے جس کی بے رحم نے تاکا
کس کل کوئی دیکھے تو ذرا زلف رسا کا
کبخت ذرا ڈر تو کہ گھر ہے چاند کا
مٹانیں بے حوت جب آپس میں آہ کا

تیر نگہ ناز ہے کیا تیر قضا کا
لڑتی ہے ہوا جی سے غضب یہ خدا کا
مسجد میں نکر ہو جوتاں بیچہ کے زاہد
تاخیر سے ملے گی فلک بیر یہ کس طرح

(ارشاد) شیخ اشاد نبی ہم سے اور ابوالمنان کثرت۔ قوم کے شیخ نورانی شہزادہ ٹھکے قدیم باشندے ہیں مگر چونکہ انکے والد بزرگوار خان مبادرتی ملام نبی پنجاب میں اسٹرا اسٹنٹ اور پوڈیشل اسٹنٹ کشنری کے جہدوں پر متاثر رہنے کے بعد بمصوبل پنشن ریاست بھادلو میں فائز فسر کے عہدہ پر فائز ہوئے تھے اسوجہ سے آپ نے بھی ہمیں ملازمت اختیار کی۔ چنانچہ اب کئی برس سے آپ ریاست کی جانب سے چٹا لد میں وکیل ہیں۔ آپ کے

بڑے بھائی فتنی اعجاز نبی صاحب گورداسپور میں ڈسٹرکٹ جج بھی رہے تھے۔ شیخ صاحب ایک زہد دل - ظریف الطبع - متقی پسند فوجی ہیں۔ فن شعر میں مجدد الوقت مولانا شوکت سے اداوت رکھتے ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے مولانا مدوح نے دیوان غالب کی شرح لکھی ہے۔ آپ کی تصنیف سے دو ناول حامد دل بہار - اور عمل عباسی شائع ہو چکے ہیں۔ گو آپ کا کلام چرانے مذاق کا ہے مگر اس میں اخلاقی مضامین کی بھی جھلک پائی جاتی ہے۔ ہنگام ترتیب مذکورہ جو کلام آپ نے ارسال فرمایا اسکا انتخاب ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج کیا جاتا ہے ۵

کون سنتا ہے چمن میں داستانِ حندلیب یہ بھوڑے باغ کتنا ہی ستائے باغبان جودل میں پہلے وہی ہے زباں پر دیکھو بے وہی ہے اسیرِ غمِ عالم حامد کے لئے ہے دوزخ اسکا سبب دل صاف ہو حامد کا؟ ہے مشکل ارشاد کرگیا کس طرح قاصد وہاں حالتِ بیاں بجا نہ دُرا س سے کہ عمر میں کرینگے وہی ہم بچہ پر جہاں میں جعفر اسباب تھے خیرِ عاشق کے خدا کی یاد بھولے مسجد و کعبہ سے منہ پھیرا ہوا ارشاد ہم سے چرخِ کج رفتار اب سید آتی ہے ہر گھڑ پھول سے نگہتِ تیری بتلاتا پتہ تیرا ہے پتا پتا	گل اڑا دیتا ہے کانوں سے نمنانِ حندلیب قید ہے ہر فرخچہ دگل میں روانِ حندلیب رہتے ہیں یا رلوگ سدا اکبر و فن سے دور دایرِ محن میں کون ہے سرخ و محن سے دور جلتی ہے جہاں آتشِ نبض کو کینہ کب صاف دھوئیں میں ہے رہا آئینہ نہ رکھتا ہے قودل میرا نہ رکھتا ہے زباں بجا ترے شکوہ میں ظلم کام کب کیگی ناں بجا وہ بکرِ فتنہ دو دہاں تری رفتار میں آئے توں سے دل لگا کر شہِ زندہ میں آئے مری قسمت کے بل بگیوے دلدلیں آئے سوسن کی زباں پر ہے مدحتِ تیری غنجے کے بھی دل میں ہے محبتِ تیری
---	---

کیا فائدہ اگر ریش بڑائی تو نے تبیخِ دھولے سے بھلا کا حاصل	پشانی پہ محراب بنائی تو نے جب کچھ بھی نہک دل کی صفائے تو نے
--	--

جو کلام فتنی نے ارسال فرمایا اسکا انتخاب ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج کیا جاتا ہے ۵

(ارشاد) محمد قاسم علی نام ہے۔ ممالک چین السلطنت سرکشن پر شاہ بہادر پشکار و سارا ماسام سرکار آصفیہ التخص بہ شاہ کی شاگردی سے نامور ہیں۔ زیادہ محل معلوم نہیں۔ انکا کلام حاضر ہے۔

غم نہیں کجوجان پہ میرے دین تک پیش جب تک رہی مجاہد دی	حسرت یا موتی ساتھ اگر بار نہ تھا بھید کھلا نہیں خدائی کا
---	---

قلزم عشق کے مدت سے رہے ہم چراک غیر سب بزم نشہ حسن میں ہو چکے لیکن	یہ وہ دریا ہے کہ پید اکسین ساحل نہوا ہائے ارشاد ہی اک داخل محفل نہوا
--	---

پہلو میں دل نہیں تو دین میں بائیں رینے میں آکھو ہے پیرن ہنس کھٹے	یعنی لائین عشق میں ہر محفل نہیں اک بو سے کے عقوق مرزا لائیں
---	--

پلی رہے ہیں ہم لو کے گھوٹ اور لائیں طالب رمل کو زمانا ہے وہ شک قمر	ساتھ ہیں غیروں کے دور جام ٹھٹھے بیٹھے ہاتھ آتے ہیں کماں عرض کے تلکے چار
---	--

(ارشاد) جو دہری سید ارشاد حسین تعلقہ دلازولی ادوہ۔ حضرت آسیر لکھنوی کے چھوٹے صاحبزادے سید افضل علی خاں افضل سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ تازہ تازہ خوق ہے۔ یہ انکا کلام ہے۔

ایسا دلور مرزا کوئی نہانہ میں کماں دھیان نامہ تجھے لازم ہے صہ کا ہوم	ساتھ جلتا ہے جلیغ مریدن کیسا محو ہے یا دھرم میں یہ برہمن کیسا
---	--

(ارشاد) صاحب عالم مرزا عبدالغنی گورگانی دہلوی خلف مرزا علی بہادر ابن شاہزادہ دلاور شاہ خلف الرشید حضرت امیر شاہ بادشاہ۔ جب کاسلہ یہ ہے کہ آپ نواب کاشغہ سلطان بیگم صاحبہ کے حقیقی نواسے تھے جو حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ کی سب سے بڑی شاہزادی تھیں۔ اور ایسوج سے منورہ تازہ بیٹیوں میں تھیں۔ آپ کی پیدائش قلعہ علی دہلی میں ہوئی مگر ایسی چچ سات برس سے زیادہ عمر نہونے پائی تھی کہ بلوہ غدر نے خاندان شاہی کو اکٹھا باقی محل سے نکال کر براگندہ و شمشیر کر دیا چنانچہ مرزا ارشاد ایام طفولیت میں کبھی برس تک قلعہ صاحب میں رہے اور

ارشاد

ارشاد

وہیں درس کیا میں ختم کیں۔ جب معاش کی فکر ہوئی تو شستر تعمیر پنجاب میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام رہا۔ مگر زیادہ حصہ ملازمت فیروزپور میں جہاں آپ فارسی کے ہیڈ مونسٹی تھے بسر ہوا۔ شاعری کی ابتدا بچپن ہی سے ہو گئی تھی۔ مرزا قادر بخش صاحب صابر مرحوم آپ کے رشتہ میں بامول ہوتے تھے انہیں علاوہ زبردست استعداد عربی و فارسی علم عروض پر ایسا عبور تھا کہ اس فن میں مستند سمجھے جاتے تھے اور فن شعر میں تو استاد مسلم الثبوت تھے صابر مرحوم کے بڑے صاحبزادے مرزا عمر سلطان معروف بہ مرزا قیصر خٹ فروغ بنارس میں شاہی ہو جانے کے باعث وہاں جا رہے تھے اگرچہ مرزا صابر بھی وہاں آتے جاتے رہتے تھے مگر ان کا زیادہ تر دہلی میں قیام رہتا تھا۔ مرزا کے انہیں خاص انس تھا انکی ذکاوت تیزی اور رسائی فکر کو دیکھ کر جان گئے کہ خدا نے اسے غیہ معمولی دماغ دیا ہے۔ اور قابِ تربیت مادہ پاکرا کئی تربیت اور اصلاح میں بدل کر نشان و سامعی ہوئے۔ چنانچہ علم عروض نہایت توجہ سے پڑایا اور شعر کہنے کا شوق دلایا۔ پھر کیا تھا ابتدا سے فکر ہی میں ایسے شعر نکلتے گئے کہ استاد ہچک گئے۔ اسی بونہادی و حیثیتِ اری سے روز بروز عظمت استاد بڑھتی چلی گئی۔ اس زمانہ میں ہی یہ حال تھا کہ ایک ایک غزل سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو شعر ہی کہتے تھے اور ہر تالیف کو جس میں طبع باندہ بنے تھے اور ہر شعر میں کوئی نہ کوئی نزاکت یا لطافت یعنی کاپلو ضرور ہوتا تھا۔ بعض اوقات استاد متوجہ ہو کر کہتے "خدا نظر بد سے محفوظ رکھے۔ یہ استاد کا نام روشن کرے گا" ابتدائی غزل کا ایک شعر بطور تمثیل ذیل طبع لکھا جاتا ہے

کیا ہے قید تو لکنا قفس کو گلشن میں	لے پھرے گا مجھے تو کہاں کہاں صیاد
------------------------------------	-----------------------------------

یہ طالب علمی کے زمانے کی کیفیت ہے۔ مدرس میں جس سبق کو اور بڑے گھنٹوں ملتے بیچند منٹ کی توجہ میں اسے حاصل کر لیتے اور ہمیشہ جماعت میں اعلیٰ رہتے۔ افسوس کہ انگریزی زبان کی طرف کبھی توجہ مبذول نہ کی ورنہ اسے حاصل کر لینا آگے ذہن رسا کے آگے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اسی اثنا میں مرزا صابر بنارس تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر صرف چند ہی روز اصلاح کا سلسلہ جاری رکھ کر مرزا صابر نے لکھنؤ بجا کر اب تم بچائے خود استاد ہو تیس اصلاح کی کوئی احتیاج

نہیں۔ مرزا صاحب مرحوم ہمیشہ ان پر ناز فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ساری عمر کی لکائی و دشاگوئی پہلی
 اوّل یہ اور دوسرے مرزا فروغ صاحبزادہ کلال۔ مرزا صاحب کی تشریف بری کے بعد نگیل فارسی کے
 لئے چند سبق مولوی احسان الرحمن خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ معروف بنجیلے آکا سے لئے پھر
 انہیں کی تحریک سے امرؤ مرزا انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مینا بازار خرید کر پڑھنے بیٹھے۔ کتاب
 مشکل تھی جیسا ہی جانتا تھا نہ پڑھ سکے تو انور مرحوم نے فرمایا کہ میں تمہارا کلام سن کر یہ جانتا تھا کہ
 تمہاری استعداد بھی ہے۔ لہذا یہ کتب طبیعت کو سنت ناگوار گزرا اور یکے کر اُتار دیکل سے پڑھوں گا
 گھر چلے آئے۔ رات کو خوب غور سے مطالعہ کیا دوسرے دن پھر اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے
 جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو انور مرحوم تعجب ہو کر کہنے لگے کہ مرزا صاحب کل آپ کیا سیرا سنا
 لیتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ واقعی بات یہ ہے کہ اب میں مطالعہ کر کے آیا ہوں اور کل
 اسی وقت بازار سے کتاب خرید کر حاضر ہو گیا تھا۔ الغرض نگیل فارسی کے بعد پہلا قصیدہ عربی کے قصیدہ
 پر لکھا (دہان علم زبان علم) اور خواجہ حالی کے ہمراہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب خیر نشان
 کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے شکر و ستائش داد دی جیسا کہ پہلی میں رہے سیف الحق
 اویس۔ مرزا محبین علی خاں شاداق خلیفہ غالب مرحوم۔ مرزا انور۔ مرزا فروغ۔ مرزا دلغ کے
 ساتھ مشاعرہ میں غزلیں پڑھتے رہے اور رخصت کر کے کسی سے دب کر نہیں رہے۔ دماغ ایسا
 صحیح اور طبیعت ایسی میزوں پائی تھی کہ جس علمی بات کی طرف توجہ کرتے انہیں تھوڑی بہت دوسری
 بہرہ پہنچا لیتے۔ ایک خصوصیت یہ تھی کہ جیسا اچھا کہتے تھے ویسا ہی پڑھتے بھی خوب تھے۔ خاص کر
 مرثیہ اور سلام پڑھنے میں تو کمال حاصل تھا اہل مجلس کو جو حیرت کر دیتے تھے۔ الفاظ کے ذریعے
 سے آنکھوں کے سامنے سماں باندھ دیتے تھے۔ فن موسیقی سے بھی باخبر تھے جلد ناچا بایں
 کبھی کبھی اپنا کلام گا کبھی سنا یا کرتے تھے۔ تاج گوئی میں بھی بہت بڑا ملکہ حاصل تھا۔ جملہ صناعت
 سخن پر قادر ہونے کے باوصف ایک کمال اور رضا کہ طبیعت ہر وقت حاضر رہتی تھی۔ کوئی خاص
 وقت نکرے سخن کے لئے معین یا ضروری نہ تھا۔ جس وقت چاہتے اور جس مضمون پر لکھنا ہوتا قلم برداشتہ

تھوڑی سی دیر میں بہت کچھ لکھ ڈالنے حاضرین کو تعجب ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا گویا حافظے لکھ رہے ہیں۔ اکثر جلسوں کے لئے طویل نظمیں ریل میں سفر کرتے کرتے لکھ ڈالتے تھے۔ اسید جہ سے نظر ثانی سے ہمیشہ حصہ کلام محروم رہا۔ مرثیہ گوئی کی طرف آخر زمانہ عمر میں زیادہ توجہ مبذول ہوئی تھی چنانچہ چند مرثیہ بڑی دھوم دھام کے لکھے۔ کیا عجب کہ اگر چند برس اور زندہ رہتے تو اس فن میں بھی قابلِ نظیر قابلیت پیدا کر لیتے۔ ایک اور قابلِ حیرت بات یہ ہے کہ جہ طرح طرزِ قدیم مذاقِ ایشیائی کے ماہر تھے اُسی طرح موجودہ زمانہ کی نچل شاعری میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ اکثر اس طرز میں بھی گہرا افشانی و ناکارائے پُرانی بندشوں۔ اور نفیس استعاروں اور تشبیہوں سے ایسا مرصع کرتے تھے کہ خاص و عام محبوب جاتے تھے سخن سنجی کے ساتھ ساتھ غضب کی ہنس لکھ طراوت اور لطیفہ گوئی کی گویا تصویر تھے۔ دوستوں میں ہمیشہ خوش رہتے اور انیس خوش رکھتے۔ مزاج میں زندہ دلی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اکثر بھاؤ پور۔ مالیر کوٹہ۔ رامپور وغیرہ جاتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ سن ۱۹ء میں حیدر آباد دکن بھی چند دن کے لئے تھے۔ سرکار بھاؤ پور سے بصلہ مرح گستری دو سو روپیہ سالانہ وظیفہ بھی آپ کو ملا کرتا تھا۔ انجمن اسلامیہ پور کے سالانہ جلسوں میں پندرہ سال تک برابر شریک ہو کر سامعین کو اپنے حلاوتِ کلام سے محفوظ کرتے رہے آپ کی نظمیں کیا رنگینی طرزِ تحریر کیا سوز و گداز اور کیا مناسبتِ محل کے اعتبار سے بے نظیر ہوتی تھیں۔ الغرض کیا باعتبارِ فضل و کمال اور کیا ہمیشہ شاعری مرزا صاحب کا پایہ شاہدِ شعرا۔ وقت میں اعلیٰ تھا اور آپ اُن معدودے چند نامی گرامی شعرا میں شمار ہونے لگے جو اصنافِ سخن کے اس وقت کامل جاننے والے مانے جاتے ہیں۔ جن بزرگوں کی کوشش سے پنجاب میں اردو نے قبولیت عام کا درجہ حاصل کیا انکے زمرہ میں آپ وچھ اختصار رکھتے ہیں۔ خدا داد و ذہانت و زکاوت کی بدولت آپ کی شکرارت بھی کی طرح نظم سے کرا ہوا نہیں ہے۔ صاحبِ تالیف و تصنیف تھے۔ مدتِ العمر میں بہت کچھ لکھا مگر مزاج کی بے پروائی اور خلقی استغائب پر غالب رہا اور کبھی کلام کے تدوین کی نوبت نہ آئی۔ چنانچہ آپ کے خاندان کی طرح کلام بھی پریشان ہے۔

فرنگ آئینہ کے آخر میں ہوتا متعدد روفاہی تقریظیں اور ناغین لکھیں ہیں اُن سے آپ کی بہدانی اور فدا کا لفظی ظاہر ہے۔ مرزا صاحب میں ایک قابل ذکر تعریف یہ تھی کہ آپ کی ذات تعصب قومی و مذہبی سے بالکل معاف تھی۔ اہل ہندو میں کثرت آپ کے احباب تھے آپ کی روشن خیالی اور نیک طبعی کا سب سے بڑا ثبوت آپ کی دو نظیں ہیں جو آپ نے گرد تیج ہار صاحب کی ولاد پر جو مظاہر ہوئے ان کی سرگزشت کے طور پر ارقام فزائی تھیں۔ تصانیف میں سے شمشاد نامہ یعنی سوانح عمری ملکہ و کٹورہ عشرہ کاملہ۔

تھیں ارشد۔ نا ایتیم۔ موقع مکت۔ جوہر تیج۔ تحفہ وغیرہ چھپ چکی ہیں ان کے علاوہ نشات ارشد موقع بہتر دیوان از دو اور مجموعہ نظم و نثر کے مسودے یونہی بڑے ہیں۔ خدا ان کی ولاد کو اپنے مرحوم باپ کی تصانیف مرتب کرنے کی توفیق عطا کرے۔ مرزا صاحب راقم تذکرہ کے ملاقاتوں میں تھے اور اُن احباب میں تھے جو سچے دل سے شاعر ملی کی قدر کرتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تذکرہ کے حالات سن سن کر خوش ہوا کرتے تھے اور راقم کی محنت اور تلاش کی ہمدردیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب سال بھر سے زیادہ سے طویل رہنے لگے تھے چنانچہ خصت لیکر دہلی گئے۔ پنشن لینے میں ابھی ایک برس کا وقت تھا ڈاکٹر صاحب سے عرض کر کے دہلی کی تبدیلی کرائی کہ اب وطن میں رہ کر علاج میں سہولیت ہو مگر تھوڑے ہی روز بعد پھر فیروز پور چلا آئے آخر اپنے بڑے بیٹے مرزا بلند اختر رشید کے پاس جو ملتان میں ریل کے دفتر میں نقشہ نویس میں چلے گئے اور وہیں ۵۸ برس کی عمر میں ۲۱۔ فورری ۱۹۷۱ء کو اچانک اس دار فانی سے ملک جلاوادی کو سدہ اور وہیں جو نذرین ہوئے۔ انتقال سے چند منٹ پیشتر یہ شعر کہا ۵

از کشاکش صنع غمگسلسد روان از تن +	این کہ من نے میر جم زنا توانی است
-----------------------------------	-----------------------------------

گویا اس وقت کی اپنی حالت کی تصویر کھینچ دی ہے۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے مرزا ظہور الدین آج کل شکر کراٹھ میں منصف ہیں۔ آخر میں ہم نہایت بشوق و خلوص سے صاحب عالم مرزا ابجا ہال الدین ہار شاہی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو مرزا ارشد کے رشتہ میں ماسوں میں مگر مسبق اور ہم مشق ہونے کی وجہ سے اُن سے ارتباط و دوستانہ رکھتے تھے۔ مرزا کے حالات اور کلام مبارک کرنے میں ہم سراسر اُن کے منوں میں عکس و آئینہ ہیں یہ زار ارشد ہونے جنت گئے، آپ کی کہی ہوئی تاریخ وفات ہے۔ آپ کی وفات سے

شعر و سخن کی دنیا کو صدنہ عظیم ہو چکا۔ میرزا آدخ کے مرنے کے بعد غالباً شعرا نے دہلی میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ آپ کے تلامذہ تو بکثرت تھے مگر ہم چند ہی ناموں پر اکتفا کرتے ہیں (۱) نواب سراج الدین احمد خاں بہادر سائل (۲) نواب ممتاز الدین خاں سائل - (۳) فاضل احمد حسین خاں احمد (۴) محمد قبال صفا اقبال نے بھی آپ کو اپنا ابتدائی کلام دکھایا ہے (۵) اسل (۶) بزمی گوگانی اب ہم میرزا مرحوم کی ہم شدہ غزلیات کا انتخاب درج کر کے ناظرین کو ان کے حیدار کلام کی لذت سے بہرہ ور کرتے ہیں۔

پوچھا ہے آسمان پہ دھواں دل کی آہ کا نمیدانگی اُترے مرے اوسان کی طرح شمرہ بُرا سہی گراے شیخ غور کر کچھ وہ کہنے کہنے ہے کچھ ہم کہنے کہنے مر کر یہ غم ہوا کہ وہ غیروں کے ہو گئے دن کو سمجھ کے رات وہ آئے ہمارے گھر کیا شکل ان تو بولی بنائی ہے واہ واہ کثرت نے جرم کی مجھے محشر میں دی بچا غصہ چڑا تو کا پتے میں آپ اقدر اس جانے غصہ کوئی دیوانہ چاہئے تم سے ہوئی نہ حضرت صبار کی بیوی	رُتبہ بڑے گا اختر بخت سیما کا افسانہ گرسنومے حالِ تباہ کا کتنا لطیف طبع تھا سو جد گناہ کا اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا ✓ سمجھے تھے ہم تو قبر کو گوشہ پناہ کا ✓ منون ہوں میں اپنے بھی رزیراہ کا سوجان سے تارہوں دستِ الد کا کراٹھ سکے تو پیش ہو دفرنگاہ کا ✓ کیا ہو گا خون چڑھے گا جو مجھ بگناہ کا رستہ ہی کچھ جدابِ محبت کی راہ کا آرشد ہے شغلِ افسانہ ساز آہ کا
---	--

اضطرابِ بخود ہی شب کے گھر پہنچا مے پر ستودہ کھینا میرا دل نازک نو عالمِ اسفل پہ لایا عشق کو نرسنج کو کستہ رختے سوزِ جبراکِ مضامین گرم گرم دل لگی کا ہوا برا ایک کیا اٹھائیں دلیں	میں چسلا رہبر کو لے کر تجھ کو رہبر پہنچا آج نہاد تو ہرنے کو جب تو پہر پہنچا عالمِ بالا پہ مجھ کو ایک ساغریچہ گر پڑا خود جل کے جب نامہ کبوتر پہنچا غیر کے گھر ساتھ مجھ کو وہ ستار گریچہ
--	--

<p>یا کی جانب مرا خط جب کہو تر لچکلا سخت حیرانی ہے پانی کیونکہ تہر ہو گیا اپنا آئینہ صفائی سے مکہ رہو گیا ہم تو حیراں ہیں اُنہیں حلوہ کیہ نہ ہو گیا آکے گردن پر مری گندائے کا خنجر ہو گیا لوگ کہتے ہیں خزانہ پر وہ دلبر ہو گیا کیا کہہ جانے میں تو میرا تقدیر ہو گیا</p>	<p>میری گناہی کی تاثیروں سے غمناک گیا ضبط غم سے بند انگشت دیدہ تر ہو گیا ترک الفت کئے دل بیتاب و مضطرب ہو گیا دل کے آنے کی خبر دالہ مسکے بھی نہ تھی سخت جانی نے دکھائی خوب لذت ذبح کی جھکوا کیا کہہ کہہ کے کوسوں نزع میں اے بخودی کیا سوز جانے میں تو دشمن کی قسمت بن گیا</p>
<p>اک وصل کا سلطنت و مہا نہیں تھا خورشید کو بچہ میں لے لہا نہیں تھا بلے پر دروہ سے سانے وہ پردہ نہیں تھا ہر ایک کتا ہوں ابھی تو وہ نہیں تھا السر ہے گلبان یوسف کے پیر نہیں تھا</p>	<p>میں مجھ کو نشانے رخ زہرہ جیسے تھا پیمانہ سے ہاتھ میں ساتی کے نہیں تھا ہر چند پس پردہ تھا پناہ بخش رخ سے دیوانہ ہوا دیکھ کے میں خواب میں آکھو بیتابی زلف چاہیے پڑی ہے بید ہب</p>
<p>رنگِ دشمن کیا نہ اُٹھانا ز بھی اُس یار کا پھیر لینا دے کے دل سودا نہیں بازار کا کبے پہنچے تھا ارادہ خفا نہ خفا کا بے ستر غریب نیا سالہ ترے دربار کا مصلح میں بھی اُس نے برتا قاعدہ فکر کا تا بہ فرقت مرانقہ ہے موسیقار کا لوہنا مشکل ہوا ہے آنسوؤں کے تار کا ہے اُنہیں منظور لینا موتیوں کے ہار کا رہنا ممکن ہی نہیں زنجیر میں جھنکار کا</p>	<p>ضعف کا یہ حال ہے اب مجھ نحیف و زار کا ناصحا کیا دل لگی ہے ترک الفت بعد جو ر مے کے پینے کی خوشی میں ایسے پہلے سے پرت درد اُٹھتے ہیں دلوں میں درد دل میں بیٹھتے وصل میں بھی باتا بائی سات بھر ہوتی رہی غیر شرم کر خاک ہے معشوق شرم کر آگ ہے ضعف سے نہ ناز نہ رونے کے برابر ہو گیا گر نہ پیہم ما بھی عرض کر دو ہمدرد کب ہوں پابندِ نعلن جو میں وارفتہ مزاج</p>

<p>سامنے غیروں کے لیے پردہ بنانا دیکھنا ہاتھ مست کرنے دوش سد پر رکھ دیا مُن سے اتنا ہی فقط کندویہ ہے میری کمر دشت و حشت میں مجھے مجنوں نے دیکھا تو کہا انقلاب گلشنِ مستی سے ہے ارشدِ نفیس سیکڑے کو جھوڑ کعبے کون جائے و نظر تم بنے سنورے ہوا دیں سخت برس تکی فرج میں تو کہدوں صاف اسکے حسن کی کیا شایستگی دل اس پر ہی لقا سے چھپا یا بجائے کا کم کم ملاپ اُسکا مرے حق میں خوب ہے صاحبِ ہمارے جان ہی صدمت سے لے لیا</p>	<p>نہایت پرستار سے لیا ہو یا نہایت بے بسی سے لیا ہو یا نہایت بے بسی سے لیا ہو یا نہایت</p>	<p>نرخ ہلکا کر نہ دینا حسن کے بازار کا نشہ بھی ہیشا رہے کتنا مرے سے خوار کا تم نہ بن جاؤ نمونہ میرے جسمِ زار کا کس طرح آئے مزاج اچھا تو ہے سرکار کا خار میں عالم ہو گل کا گل میں عالم خار کا وہ بھی اک فرضِ ضروری ہے ادا ہو جائیگا خوف ہے آئینہ صورت آشنایا ہو جائیگا پر خندا و اندوہ عالم تو خفا ہو جائیگا دل کے لئے دل اس کا گڑھ دیا جائے گا گر شوقِ برہ گیا تو گھٹایا جائے گا بندہ کچھ ان ہٹوں سے نہایا جائے گا</p>
<p>بوسہ بڑی اور جنِ زخمِ جگر کی بتوں کا ستم رہنما ہو گیا غیر ہجر اور اُس پر رشکِ قیوم اجمی شیخِ حجازی زار سے ہے میکشی</p>		<p>یہ کسکو خبر تھی کہ ترابِ نکمیں بھل کہ عریض اپنا سوئے خند ہو گیا مرض میں مرض دوسرا ہو گیا جو غلغلہ ہوا بابا بسا ہو گیا</p>
<p>ہم بھی بستانِ جہاں میں طائرِ تصویر میں آسمان پر ہے مزاج اُسکا کبھی مل جائے گا غیر کی باتوں پر چنتا ہے وہ اب تو راتِ ن اک نگاہِ گرم میں یوں اوڑھ گیا رنگِ شباب</p>		<p>طاقتِ پروازِ زائل اور اراوہ دور کا داخلِ حکمت ہے مرزا عاشقِ مجبور کا چہرہ کب زمیں پر پاؤں پڑنا ہے مرے مغرور کا تیری شمعِ حسن میں کچھ سیل تھا کاغذ کا</p>
<p>چکر اگے تیری گردنِ رفتارِ زار سے ظالم کو ظلم میں بھی جوا اندازہ کرنا تھا</p>		<p>جو فتنہ تھا کہ بٹھ گیا نقشِ بابا خنجر بھی اسنے ہاتھ میں رکھا ملا ہوا</p>

<p>سایہ سے اپنے جاتا ہوں کو سوں بچا ہوا تصویر کو بھی یار کے پایا کنچا ہوا اجراں میں دم کا بھی تو ٹکنا کٹھن ہوا بھلا کسی نے بھی دیکھے جاب و تر آب ڈبو نہ مصحفِ رخ کی کتاب و تر آب</p>	<p>جاتا ہوں کوٹے یا میں پر فرطِ شک سے نظارہ کا بھی لطف نہیں صلیح اک طعن وابستہ دم سے تھی جو مری مدعا وصل دو پتہ آب رواں کا پڑا ہے سینے پر غیرِ قریب میں اتنا نہ رو تو اے کافر</p>
<p>منا ہی نہیں میری دعاؤں کا اثر آج ہوا ہے پھر تھے سر سے جو مہر ہاں صیاد</p>	<p>جا پہنچا ہے بھولے سے کمیں غیر کے گھر آج فریب دے کے مجھے دام میں پھنسا جگا</p>
<p>تو دینا کوئی پارسا دیکھ کر</p>	<p>جو مے پر دلانا ہمارا سیار</p>
<p>ہزاروں شمعیں پروانہ بنی ہیں میرے مدفن پر سمجھ کر دل لگی وہ مستعد ہے قتل دشمن پر پس مردن وہ آیا فاتحہ کو میرے مدفن پر ہزاروں سینے بیدل ہو گئے میا خستہ پن پر تو وقت فاتحہ سے ہنگام کا ہاتھ دامن پر شبِ جہراں نہیں ہے پاس تاصح میرے سونٹ پر چڑا ہے خون کس کس بگیناہ کا اُسکی گردن پر ادب سے ہاتھ چڑھتا نہیں قاتل کے مہنٹ پر لگان دوستی ہے سادگی سے ہجو دشمن پر کہ کچھ رُک رُک کے چلتی ہے تری تلوار گردن پر نئی صورت سے چمکا خاطر شیخِ دہر برن پر یقین دوستی ہونے لگا ہے مجھ کو دشمن پر پھر اور کوئی گھر نہیں اس گھر سے نکل کر</p>	<p>الہی جان دی ہے مینے کسکے روئے رخش پر یہ دل ہل ہوا اسکا میری طرزِ لطیفین پر زبے تقدیر جذبِ دل نے کی تاثیر دشمن پر ہزاروں جسمِ بجاں ہو گئے ہیں تیرے جون پر اُگلا ہے پنجہ مرچاں جو اپنی خاکِ مدفن پر لب زخمِ جگر کی جا سے تیرے مُنہ کو سی دیتا تعجب کیا تجسیدہ ہوا اگر تلوار قاتل کی قیامت ہے قیامت میں نہ مجھ کو مہرہ جانیں وہ بے انصاف اور اپی وفا کی دادِ اقامت نہیں کھلتا نہیں کھلتا کہ مجھ سے کیا رکاوٹ ہے عجب اس جلوہ یکسا میں زیرِ نگِ تماشا ہے میں ہوں مڑھوں منتِ صلح کل جب سے اے ارشد اے عشقِ بجانا دلِ مضطر سے نکل کر</p>

دلی نعل نے آواز یہ پتھر سے نکل کر
کیا آہ اتر دے دل مضطر سے نکل کر
مے کش ہوں وہ گرد ویر میں بھولے مجھ جاتی
اُڑتی ہے شراب آپکی محفل میں خوش ہوں
حالم کو نگاہوں کی طسوج دیکھ سراسر
صورت سایہ رہے ہم دردِ دلدار کے پاس
دیکھنا شوقِ اسیری کہ عجب حسرت سے
الہامِ دردِ ریشک کی یغیبانی
ہاں اتر جذبِ محبت کہ چلے شوق میں ہم
ایک دم ہے وہ تری تیغ کے کام آئے گا
دل کھچا جاتا ہے اُس ریشک زلیخا کی طرف
قتلِ عشاق کو اک تیغ ادا کافی ہے
ایک اک سانس میں اڑتے ہیں خزارے لاکھ
گر ٹی حسن سے ہر آئینہ مگر بے ہو جائے
الہامِ دردِ نفرت ہے یہ بیزار می ہے
کیوں لئے پھرتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ کی ٹیلا
اک مصیبت ہے کہ موجود ہے بیاری میں
آج ارشد کو عجب حال سے دیکھا منہ

ہوتی ہے سدا قد ریزہ گھر سے نکل کر
چنگاریاں بجھ جاتی ہیں پتھر سے نکل کر
آہرتی ہے منہ میں مرے سانغے نکل کر
خود آئے گئے منہ میں مرے سانغے نکل کر
جا ایک قدم بھی نہ کہیں گھر سے نکل کر
کبھی دروازہ کے آگے کبھی دیوار کے پاس
آپ سے جاتا ہوں صیادِ جفا کار کے پاس
ہے مگر کانِ گھر چشمِ گھر بار کے پاس
حالِ دل اپنا سنا نے بت عیار کے پاس
اور کیا رکھتا ہے اس عاشقِ بیار کے پاس
وہ یہ جنسِ جلی آپ خریدار کے پاس
نہیں تلوار ہوا اُس بتِ خونخوار کے پاس
خوف سے کب اُبل آئی ترے بیار کے پاس
آئینہ آئے اگر آئینہ رخسار کے پاس
بٹھنے بھی نہیں دیتا ہیں دیوار کے پاس
آج آئینے کہیں اپنے وہ بیار کے پاس
کوں آتا ہے ترے عاشقِ بیار کے پاس
رور ہاتھا وہ کسی شخص کی دیوار کے پاس

عربی میں بھی خوب مرے کام آئے داغ
خوشیدِ شرکِ دہیں آگئیں جھگٹئیں
گر تم جفا سے خوش ہو تو جھایا نہیں

ہے بیرون کی جاے بدن پر تباہ داغ
سینہ کے ایک بار جو سینہ دکھائے داغ
ہے دل بلاے زخمِ طعن بلائے داغ

<p>دوں نقد جہاں بجایا ہے اگر بس پنا داغ دل میں ہوئے ہیں یا تو مرے جانے جانے داغ ارشد جہاں میں میلی ہوئی ہے عسک داغ گھر کر گیا یہ مہر دل لبتاب میں پ صورت بڑی یہ اور خدا کی کتاب میں جھکڑا پڑا ہوا ہے مدد آفتاب میں شرمندہ ہوں ہوال سے بڑھ کر جواب میں وہ آئیں گے نہ جانینگے ہمارے خواب میں وہ بے حجاب ہوں بھی میں سو حجاب میں کھڑے سے بیٹھے میری چشم پر آب میں آنسو ہوں میرے غیر کی چشم پر آب میں ارشد ڈبو کے کھا گئے روزہ شرب میں رگ گل سے بلب کے پیر باندہ میں تماشہ ہے عفا کا پر باندہ میں جو ہو دروس میں تو مرنا دیتے ہیں تو پہلے ہمارا جسگر باندہ میں</p>	<p>بے درد و داغ لطف نہیں کچھ فراق میں روشن ہوئے ہیں غائدہ میں چراغ آیا ہے داغ روئے جمال سخن پائے شرم کے چھپ گیا رخ روشن نقاب میں خطا آ کے وگنی تاب ہوئی رخ کی تاب میں رکھو تم اپنا چہرہ روشن نقاب میں ہم دل کو مانگتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کیا واں ناز کی غضب کی بیان ضعف تہ کا حسن انکا آب سوز نگہ اپنی ناواں اسدے سوز بھر کر آنسو بھی سوکھ کر ظالم ہزار روئے پر انکو خبر نہو بارش عکس ماہ صیام اور نہ خودی جو شاعر کمر جوٹ پر باندہ تھے ہیں ✓ مرے قتل پر وہ کر باندہ تھے ہیں لگے جوٹ دل پر تو کیا ہو مہاوا دکھاتے ہیں دشمن کو مشن نشانہ</p>
<p>ہیشہ سیمہ خاکِ شفا ہے دستِ مژگاں میں مگر میں معنی لفظ وفا ہوں ذہنِ جہاں میں مرے دل کی نزاکت گئی ہے تیرے جہاں میں سما جاؤں گا بنکر خواب میں چشمِ گمبیاں میں چلو حضرت لبث رہنا کسی رہرو کے اماں میں</p>	<p>غبارِ آلودہ آنسو ہیں ہماری چشم گریاں میں تصویر میں بھی جانے سے مرے ظالم کو نفرت ہے ذرا سی بات میں یہ ٹوٹ کر سو ٹکڑے ہوتا ہے یہی گرتی رہتی ہے تو اپنے کام آؤں گا + ہوئے ہو سو کہ کر کا ناغم الفت میں ارشد</p>

<p>ہوکیاں اپنے عمل پر ہے نظر کچھ بھی نہیں زاہد اساری خدائی کا نمونہ ہے ہمیں یہ اسے شوخ یہ دیکھنے جو تری آگئیں نکھیں دیکھا دم کشتن رخ قاتل کا نظارہ ہاں تم میری الفت سے مگر جاؤ مگر جاؤ کیوں باغ میں نگیں کے تہم گئے ارشد عشق و وحشت کی جو تیز ہو تجھ کو مجھوں بانی اُردو میں نئے رنگ سے عزت ارشد</p>	<p>کوٹھ سر پر ہے گرز اوجھ کچھ بھی نہیں آپ کہتے ہیں کہ بنیاد بشر کچھ بھی نہیں کیل کے دکھانے کا مزا پاگئیں آنکھیں کیا آج میرے وقت پر کام آگئیں آنکھیں کیا ہوگا اگر شرم سے شرانگین آنکھیں معلوم نہیں کس کی پسند آگئیں آنکھیں گھر میں جو بات نکلتی ہے یا باں میں نہیں لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کوئی ایراں میں نہیں</p>
<p>دستا لگا یا تو نے قیامت کے نام کو کرتا پڑے گا ہو کا سجدہ امام کو ستے ہیں شیخ جاتے ہیں دارالسلام کو جب فلک پر نظر آتے ہیں انجم بھگو ✓ شمع کی لونہ لگی ہو کہیں پروانے کو پہلی منزل وہ ہمیں آتے ہیں پونچا بھگو گنگنا چاہئے پانی مرے نہلانے کو ✓ جھٹ پئی گئے وہ معنی لفظ حرام کو</p>	<p>انانہ محشر غیر نے تیرے خرام کو وہ بن بنور کے میرے جنازے پاتے ہیں رند و چلو سلام تو کر آؤ آخری یاد آ جاتا ہے اجاب کا جلد ارشد جانور اور برہے عشق میں چل جانے کو سفر ملک عدم میں ہے بڑا اپنا مقام مہر اور قہر نے ماسا ہے کیسے ارشد زاہد کی آنکھ دختہ رز پر چوڑ گئی</p>
<p>پھر یہ دیکھو نکاتیں کیا ضد ہے سر کے ساتھ یہ دوسری خوبی ہے کہ برگڑے تو سنو جانے داں تک تو نظر آؤ جھانک کہ نظر جائے رو کو نہ طبیعت کو جھڑ جائے اُدھر جائے وہ میرے لئے ہے جو تم سے گزر جائے</p>	<p>آج جمی میں ہے کہ میں ملا کے سر ہو جاؤں گا غصہ میں جو ہولال تو رنگ اسکا کھر جائے ہٹ ہٹ کے اندھیرا نکرو آنکھو نکے آگے ہے مہر غضب دو نوں میں اک لطف تمہارے رنجش میں بھی ہے مرتبہ دانی وہی اُن کی</p>

<p>پہ جیتے جی تنوئی یا رنگ رسائی ہائے جیسے کسی کو کوئی سنا نہ پتے کی ہے درد اٹھنے نہیں پاتا کہ دوا آتی ہے</p>	<p>رسائی مر کے خدا تک تو ہو گئی ارشد وہ رحم کے بھی نام سے پڑتے ہیں اسطرح آگے پڑ جاتی ہے رحمت پگاہ سے پہلے</p>
<p>ہوا بر ہے بنا اپنے مکان کی چلے آؤ کوئی مرے اں نہیں ہے مجھے اپنا ملتا بھی آساں نہیں ہے</p>	<p>✓ قیام جسم خاکی ہے نفس پر نہ میں آپ میں ہوں نہ پہلوں میں ہے یہ بخود ہوا ہوں جس میں تیرے</p>
<p>وہ میرا آرام جاں شاید کسی محفل میں ہے رہنا تھم جا کہ اب تو کوچہ قاتل میں ہے کھل گیا سب اُپ جو جو بید میرے دل میں ہے پرستم ہے کہ ظالم تو ہمارے دل میں ہے داد منی امین کا نقشہ یار کی محفل میں ہے واں یافتہ نئی آفت ہر اک منزل میں ہے کون ست ناز بیٹھا پردہ محل میں ہے عقل بھی اک راہ گم کردہ مری منزل میں ہے اپنی حالت سے الگ ہے جو تری محفل میں ہے اک قدم جھک کر کناد داخل اک منزل میں ہے اب بھی سمجھو کیا دھڑا اس سنی بچا صل میں ہے کسی حالت میں ہو عاجز نیاز دی اسکی ملتیت ہے ادھر تیزی ہے جتنی اُس طرف اتنی بجاقت ہے جو سبزہ سرگندہ ہے تو کب اسکو اذیت ہے کبھی گتے پر افسوس کبھی بڑ پر مصیبت ہے</p>	<p>آج کیا ہے دمدم کیوں درد میرے دل میں ہے ہر قدم پر خود بخود شوق شہادت دل میں ہے صاف باطن ہو کے میری جان کس شکل میں ہے ڈال کر دشمن کے دل میں بنالیں ہم دوست ہر کوئی موسے صفت محبوباں یا رب ہے خضر میں جھک جاتا ہوں نشان کوئے دوست پاؤں نافرمان کا بھی ستانہ ہے پرتا راہ میں میں مقام بنو دی میں کالے کوں سے دور ہوں شمع سوزاں غیر شاداں میں ہر اس تو فحل مانع معرہ نور دی ناتوانی ہو گئی آؤ میخانے چلو ارشد عبادت ہو چکی خدا نے نیک دل پیدا کیا ہے جسکے سینہ میں قطعہ نہیں ہے کاہتی ریشم کو کوئی تیغ بزنہ ہوا جھک کر کی جلیبی ہے زمانہ نہیں تو چلنے دو تناور جو شجر ہیں آگے آئے گی اکڑاؤں کی</p>

غریب آزار پر اسد اور بندوں کی لعنت سے	نتیجہ تم کو ہے ارشد بنادیں ہم سنگمرکا
✓ واند کہ دن کو مجھے مارے نظر آئے	چن کر وہ جواشاں رُخ تابندہ پر آئے
گر وہ نہ ہسی مرگ بعد کی خبر آئے	اتنا تو مری آدمیس یارب اثر آئے
✓ حیرت کہ اگر شب میں وہ کس کس گھڑائے	عشقان گن بیٹھے ہیں سب میاں میں آئے
✓ جہر نہ کہیں عکس کے بدلے آئے	نازک ہے نہ بچاؤں کا تصویریں لٹکی
اسد رے نزاکت کہ وہ بچے آئے	کھینچا جو سیر بام تصور میں وہ نقشہ
ہستے ہوئے کیوں اس صحرے نامبر آئے	کیا فیصلہ قتل مرا اُن سے کرائے
مدہوش فلک پر سے فرشتے آئے	بے پردہ مری گور پہ آیا جو وہ ہوش
کٹ کٹے مری آنکھوں میں سخت جگر آئے	نظارہ کا لپکا نگار غم بھی کھساکر
✓ کس طرح سے غور شد زمیں پر آئے	مکمل ہی نہیں وصل میاں عجز و اوج
دشمن کو لئے ساتھ مری لاش پر آئے	ظالم کی عنایت میں بھی ہے رنگ جفا کا
تم سخن ہو کے غیر کے دل میں نہاں ہے	انداز غوخیوں کے وہ تمہیں کیاں ہے
مکمل نہیں کس جگہ شب غم میں جاں ہے	کس کس بلائے چرخ کاغذ ہے مری طرف
غم پہاں رہے کہ الم پہاں رہے	دلیں ہمارے کوئی ہوتی طرف سے ہو
✓ معشوق وہ طے جو ہمیشہ جواں ہے	خو ہے مجھے بنا مکی ارشد و عالیہ ہے
✓ دن بھل آیا شبِ دہجور سے	زلزلت سحر کی عارض پُر نور سے
اپنے دل میں میں چھپا کر حور سے	خسار میں تصویر کسی لے چلا
✓ یہ صد آئی وہ دن گور سے	کچھ تنہائی میں راحت ہے بڑی
کیونکہ نکلے گی دلِ رنجور سے	آرزو سے وصل نازک ہے بہت
ہو گئی صاحب سلامت دور سے	اُن کی میری مشرق کے میدان میں
رنگ اُڑا دے روئے شمع طور سے	حسن کی آشفنگی ہے وہ ستم

<p> کہہ سُنو گے کیا کسی مجھ سے توبہ اور وہ بھی مئے انگور سے بے پیئے کہتے ہیں بے بندے آشام مجھے کہ سحر تک نہ ملا در دے آرام مجھے اُمید کے لئے شکست و اب تو ذرا تھام مجھے غیر چڑکھ کے دئے جانیں وہ ختام مجھے ڈر ہے مئے جانیں اُن کو کوئی الزام مجھے ہاں چال کے حقیقت کیا تمام مجھے یہی کتا ہے کہ جاں دیکھے انعام مجھے دی بھڑکنے کی بھی ہمت نہ تہ دام مجھے کیا بھڑکتا ہوا چھوڑا ہے تہ دام مجھے کیسے بے درد سے ہے آگے پڑا کام مجھے </p>	<p> ہوش میں رہے ذرا میرا ہوش کیا کہا استغفر اللہ ز اہود کر دیا کس مگو مست نے بدنام مجھے کسا کھڑا نظر آیا ہے سرشام مجھے لیچلا اسکی گلی میں دلِ ناکام مجھے کسی صورت لبِ خیر کی تو لذت چھوٹ اُنچ کیا ختم میں دعوے ہو کھینچ خیاں دیکھ کر انگو قیامت میں ہوا میں بیخوش نام برنا سر تو لایا ہے مگر سندی ہے پھیری صبا و سحر نے جھری گردن پر دل کو ابجھا کے کیا قطعِ تنق تو نے ہائے اسکا چشبِ دل میں کبکرا اٹھنا ✓ </p>
<p> بے نہ جانے پانی پانی ہو کے فخر سرد کیئے دیکھئے پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے دے نہ دیجئے گا کہیں دشمن کو ساغر دیکھئے سپہ جگر و سمیت دامنِ محشر دیکھئے پھر تڑپ کر ہم دکھائیں اپنے جوہر دیکھئے میرے مدد سے کو لگا کر ایک ٹھوکر دیکھئے بے خبر سوتا ہے فتنہ بچاؤں میں تلوار کی گود بھولوں سے بھری ہے زخمِ دامنِ وار کی جس خطا سے ہنست توبہ کی وہی ہوبار کی </p>	<p> آتشِ وقت بھری ہے مجھ میں کیجئے گا قتل الفتِ دشمن کہ ہے اندازہ میرا حالِ دل رشک سے بھر لیٹکے رو کر ہم اپنا جامِ عمر پیش و اور فخرِ دل کھونا اچھا نہیں آپ کا خنجر ہمارے قتل میں جو ہر دکھائے فتنہ زائے نہ اپنی چال کو بے امتحاں آئی غمزدہ نے تیغِ ابروئے خمار کی ہر جگہ جھج جھج کے نوکیں و گشیں ہونہار کی تو نے ہر حالت میں رحمت اسے مرنے غفلت کی </p>

<p>دل لگا دوں چیر کر سینے سے یہ کتا پھر تنگ بوسہ کی لذت تو کیا دشنام بھی ہیں دشمن بعد دم دن یوں کرو مخوار کی مٹی عزیز جا رہی ہے کیوں قیامت مجھے رستہ کا ٹکر تیرا غمی دیکھنا سایہ پرے کو ہٹ گیا میرا حال زنا کیا دیکھے وہ چشم سر دگیاں ایک دوسا غمیں گرنے پر تے ہیں کشم کشم کے بل ڈالا کیا حکمت کا پردہ اسکی چشم شوخ نے واعظ بے شرم مغل میں نہ لینا اسکا نام کہے میں بھی دیکھ لو ارشد کو تھانہ میں بھی</p>	<p>تا کتنی ہیں تجھ کو ہنگامیں روز بن دیوار کی ہے مے سے دل کی وہی جو ہے دہان یار کی میکش و محبتی بنا لو خانہ خسار کی چال اڑائی اس نے کسی شوخی نثار کی دھوپ میں لی آڑ بنے جب کسی دیوار کی لی نہیں جاتی خبر بیمار سے بیمار کی سجدہ گر ہے یا زمیں ہے خانہ خمار کی پ نبض جیسے کو نہیں ملتی ہے مجھ بیمار کی دُختِ زبردہ نشین ہے سناؤ خمار کی پ پوچھتے ہو کیا حقیقت اُس خدائی خوار کی</p>
--	---

ایڈریس در تہنیت عطاے اعزاز ممبری کنسل آنریبل
 رے بہادر لالہ مدن گوپال ایم آے بیٹریٹ لائیس دہلی لاہور
 و آنریبل نواب فتح علی خان قزلباش

<p>ہو مبارک تجھ کو لے لاہور یہ عذوقار تیری معدن سے جو نکلے بعض ہونی آبادار</p>	<p>ہو نوید لے شہر دہلی اے مے اُترے دیا بن کئے ہیں وہ خیالے سلطان کے شاہوا</p>
<p>ان کی جھل مل یوں اشادے کر ہی ہے دورے اوج پایا ہم نے شاہ قیصر کے نورے</p>	
<p>بل بے لے برٹش حکومت تیرے نام عام</p>	<p>قدرداں ہے تو شرفیوں کی شرافت کی مدام</p>

پایہ برتر تجھ سے علم و فضل کا ہے لاکلام	قابلِ رحمت سرائی ہے تمہارا ایک کام
عزیز پہیلی ہیں تجھ سے ملک ہندوستان میں	وے ترقی خالق ذی شان تیری شان میں
تیرے عہدِ عدالت نے جو رعایا سے کیا	وہ کسی عہدِ حکومت سے نہ ہرگز ہو سکا
ہم نے یہ ہی قاعدہ ہر اک حکومت کا سنا	ہر کسی والی نے چاہا اپنے اپنوں کا بھلا
پاک ہے برکش حکومت تو ہی اس الزام سے	ایک میں برتاؤ تیرے خاص سے اور عام سے
خیر خواہوں پر ہمیشہ تو رہی ہے مہرباں	اہل علم و فضل کی ہر دم ہوئی ہے قدرداں
قامیت کے مطابق دینی ہے تو خوشاں	فرقِ قوم و مذہب و ملت نہیں ہے تیسے ہاں
تو تو خوش ہوتی رعیت کے ہے اچھے کام سے	جیسی تو اسد سے ہے دلی ہی ہے رام سے
تیری نظروں میں برابر ہیں کلیسا ہو کہ دیر	ایک سی ہے تیرے کئے مسجد اور مندر کی سیر
کوئی ہندو ہو مسلمان ہو نہیں ہے تیرا غیر	تیری منشا کے مخالف ہے جو ہو قوموں میں بیر
تو دہ سورج ہے کہ ہر گھر میں اُجالا کر دیا	دوست دشمن کا برابر بول بالا کر دیا
گو کہیں مُنہ سے مسلمان ہم سے ہیں ہندو الگ	کیا بڑا اکڑے پھر میں ہندو اگر ہر سوا لگ
ہو نہیں سکتے ہیں جہ سے کبھی ابرو الگ	ہوا لگ تو بھی نہیں ہے بھول سے خوش ہوا لگ
آئینہ میں دو ہیں لیکن عکس صورت ایک ہیں	جو بظاہر مختلف ہیں فی الحقیقت ایک ہیں
ہے انہیں دونوں سے عزت ملک ہندوستان کی	ہیں بہاریں اور فضا میں ہے ہی اس بستان کی
ہم تو اسے ارشد کہہ دیتے ہیں تہا یوں کی	اختلافِ مان میں ہے اسے کسی نادان کی

✓	جولی دامن کے ہیں ساتھی یہ تو دونو ایک ہیں بندہ ہوں ان میں تو پھر یہ دونو قہیں نیک ہیں	
آج سے کیا مدتوں سے ربط ہے انہیں کمال بند کی اقوام کا تب تک رہیگا ایک حال		ہے خوشی اور رنج میں دونو کا ہر دم اشتغال جب تک اس بندو ستان کچھ ساتھ ہے جہ و جلال
	میل اسکا دائمی ہے اور لڑائی چارون کیا ہوا اگر ہے خطا بھائی سے بھائی چارون	
دیکھ لے وہ آنکھ سے یہ ہے دلیل آشکار اک طرف سے مدد گویاں صاحبِ مئی تبار		میرے دعوے کا نہیں ہے اگر کسی کو اعتبار اک طرف فتح علی خاں صاحبِ علی تبار
	آزیتیل یہ بھی ہیں اور آئریسل وہ بھی ہیں ملک کی یہ روح ہیں تو قوم کا دل وہ بھی ہیں	
دونو کو کُل ملک نے مل کر مبارک باد دی ہم بھی آئے نظم پڑھنے دیکھنے کو پارٹی		یہ ہوئے کونسل کے ممبر تو ہونی سب کو خوشی خوب سے جیسے ہوئے باہم ہوئی اک دل لگی
	یا خدا انجام اس ساری خوشی کا نیک ہو آج جیسے ایک ہیں یہ دل بھی اُنکا ایک ہو	
اے مے را سے بہادر اے مے عالی خطاب ہو مبارک آپ دونو کو یہ عزت جیسا ب		اے مے ثواب صاحبِ مے والا جناب آپ جن اعظم مراتب پر ہوئے ہیں کیا باب
	آپ کیا ممبر ہوئے پنجاب ممبر ہو گیا غل مبارک باد کا ہر ایک کے گھر ہو گیا	
خیر خواہی نے ہمارے دل کے اندر گھر کیا آپ پر کیسا حقیقت میں کرم ہم پر کیا		آپ کو سرکار نے کونسل کا جو ممبر کیا آپ کو برتر کیا گو یا ہمیں برتر کیا
	اور بھی ہم میں سے اک بنی ہوئی عزت پائے گی	

	خیر خواہی کے شجر پھل لائینگے پھر لائیں گے	
آپ کی خدمت میں کچھ کرتا ہے ارشد التجا کیجئے گا مہربری کے بعد اس کا حق ادا	اگر اجازت دیجئے تو نئے سب لائوں بر ملا ملک پر اور قوم پر رکھنا اعنایت و اثما	
	آنر بیل ہو کے آنر کیجئے گا اور کی + مختصری عرض ہے یہ پر ہے حاجت خود کی	
ملک کے حق میں جو خدمت آپ کی ایسی مفید منصوب ہے آپ ہی پر کل رعایا کی امید	فرط شادی سے رہے ہر اک گھر میں روضہ عید آپ ہوں ملی خدائی آپ ہوں قومی شہید	
	قوم کی خدمت جو کرتا ہو وہ سب سہ دار قوم قوم کے سردار سے بنتے ہیں سارے کار قوم	
شکر ہے تیرا حمد و نود زمین و آسمان لائی غرت کو دیتے ہیں ہمیشہ عروش	خطہ پنجاب کے ہیں لاث صاحب مہرباں جو ہر قابل جو ہو ہر دم ہیں اُسکے قدر داں	
	بنگٹ مینوں کو نہ دیں کیوں ننگ صفا مہربری قدر جو ہر شاہ داند یا بد اند جو مہربری	
یا الہی تار ہے دنیا میں ربط موج آب تار میں دو ہو کے اک صورت میں نوافق آب	تا الگ ہوا اور گھل جانے دریا میں جباب تا بجا ہیں مختلف ہو ہو کے بجا میں شباب	
	ملک ہندوستان کی ہر قوم میں ملت رہے گو بظاہر ہوں جدا پر اصل میں ملت ہے	
بانیان پارٹی کے دل سدا مسرور ہوں آئیں خوشیاں رات دن اور سچ غم بجے رہوں	باہمی الفت سے سینے ہر گھڑی ماسور ہوں اتحاد و ربط پر یہ سب کے سب مجبور ہوں	
	جو یہاں حاضر ہیں دل لائیں ہر اک کا شاد ہو ہر کسی کو میری جانب سے مبارک باد ہو	

اشد

(ارشاد) منشی غلام حسین لاہوری آپ منشی ناظم حسین خان ناظم کے شاگرد ہیں ۵

حشر تک ہوتا چھٹکارا فلک کے جو سے
دل سے جو ملتے ہیں باہم دو بھی ہوں ایک لیا
شکوہ جو رہتا حشر میں کرتے تو یہی
شکر ہو نہ زمین کوئے قاتل ہو گیا
دل کے حرف وال جیسے لام سے دل ہو گیا
حال دل اپنا مگر قابل افسار نہ تھا

قاتل ہماری ہوس پہ اگر نہ رویو
بچیں ہوگی روح ہماری مزار میں

نہیں ہے تیسے لکچر یہ ہے خطامیری
سکھ رہی ہیں جن میں تینوں فامیری

ارم

(ارم) مرزا منشی حسین عرف چچو صاحب لکھنوی شاگرد تاشاد بگرامی - کلام سے نسبت
درود آشنا معلوم ہوتی ہے - مذاق سلیم رکھتے ہیں - زبان بھی پاکیزہ ہے - انتخاب کلام ملاحظہ ہو

ہو بچے جو تھک کے سایہ دیوار چاک
کیا آئیں بہر فاتحہ میری لکھ بے دوست
تعمیل موت باعث الزام ہو گئی
یادشس بخیر اب نہیں تھانے دل
تم بھی کر دستم گراؤ تے جو اٹھ سکیں
تم مجھ سے فیصلہ ہیں کرلو تو خوب ہو
سرمایہ بقا ہے ارم لطف نغما
یوں بیٹھے ناتواں کہ نہ اٹھا غبار تک
دشمن مٹا چکے ہیں نشان مرزا تک
کتے ہیں وہ کیا نہ میرا اشتہار تک
آیا تھا ساتھ ساتھ میرے کوئے باز تک
ہم بھی کریں گے جبر مگر اختیار تک
آپس کی بات جائے نہ ہر دور گارتک
زندہ ہوں و عروبت غفلت شمار تک

عجیب یاس سے بلبل قفس میں کتنی ہے
پھر اے لئے جائے گردن پس کون جینک
واں عندلیب قید کے رنج و محن میں ہے
جاتے ہیں دن ہمارے آنکھوں پہ خزاں
کہ ہلکوا کیا ہے چمن میں ہمارے جو کہ ہنو
بلا سے آپ کے خضر میں و حار ہو کہ ہنو
یاں غم سے سینہ چاک ہر اک گل چمن میں ہے
اک حشر بلبلوں کی فغاں سے چمن میں ہے

ارمان

(ارمان) شاہ علی ارمان - بقول نسل جعفر طہرمت کے ملائی بھائی اہل جرات کے
شاگرد تھے - او بقول جناب شینہ طہرمت کے بیٹے تھے - تذکرہ قدت المدح و شوق میں کچھ کلام

نظر سے گزرا۔ زبان اگرچہ پرانی ہے مگر مضامین کی مہذبیت کے اعتبار سے کلام دلکش اور پُر لطیف ہے۔ افسوس ہے کہ انکے حالات زندگی معلوم نہیں ہوئے۔ مختلف تذکروں سے ان کے اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

کون کتنا ہے ابھی تھے نگہ جاؤ تم دل لیکے کیوں نہ ظاہر اسکی رکھائیاں پہل کر وصل میں نہ آوے وہ راہِ بغض ہے قاصد نے جھوٹ سچ تو کچھ کچھ کما یہ ڈر ہے پاپوس بسا کا ہووے کیونکر کہیں میسر کیوں آج کل نہ بیکل میں ہوں کہ جھگو یا رو چرچا ہوا ہے مگر گمراہ دیکھیے کہ کیا ہو تا میرا بلیں اُسے آقا قیامت شاق ہے دلا تو بسے تر غم پر چو یوں کر اسے ہے	پر کوئی بات تسلی کی تو کر جب و تم نظا ہر بے بیو خا سے پھر بے وفا یاں ہوں جس نے کہ ہلکے برسوں را میں کھائیاں بولیا ایسا نہ کہ دل سے باتیں نہائیاں ہوں نقش قدم پر جسکے نت جہ سائیاں پہل کل آئے جب نظر دے آئیں گھائیاں ہوں دو دن نہ چھپ سکی تو چاہت ترا بڑا ہو یہ دل بیمار جس کا نزع میں مشاق ہے بتا تو چاہے ہے وہ بھی جسے تو چاہے ہے
--	--

(ارمان) راجہ جنوہی متر۔ کلکتہ کے ایک مشہور ایہ خاندان کے رکن اور یاد جو دیکھو اور اور فارسی ان کی مادری زبان تھی مگر اس پر بھی دو نوزبانوں کے قابل انشا پرداز اور بالخصوص شعور سخن کے دلدادہ تھے۔ شعرائے ریختہ کا ایک مختصر تذکرہ جسکا نام سخنہ دلکش ہے ان سے یادگار ہے۔ حافظ اکرام احمد صاحب ضنیغ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے ان کے صاحبزادے کا کثر راجہ راجندر لال متر ہندوستان کے مشہور ترین محقق آثار قدیمہ اور بڑے زبردست فاضل و ادیب تھے ہندوستان میں آرکیالوجی (فن تحقیق آثار قدیمہ) کا اثنا بڑا محقق گذشتہ صدی میں ایسا کوئی نہیں گذرا۔ تبرکاً چند شعور ج کئے جاتے ہیں۔

کام اپنا نہ کبھی تجھ سے میری جنساں نکلا رات بھر نائے کیا کرتا ہوں گریہ دن کو	تن سے جاں نکلی مگر دل کا تہ اڑاں نکلا بو چھپنے کیا میں حقیقت میرے اوقات کی آپ
---	--

ارمان

(ارمان) منشی عبدالعزیز خان ارمان - اسکے والد میر میر میں تحصیلدار ہیں آپ کو حضرت شجاع علی
سے تلمذ حاصل ہے یہ کلام ہے

وہ آئے سانسے آنکھوں میں میری نور آما چہ نہ اچھا نہیں آنکھوں میں تری بارو کا جب شوق خیزوں ہو تو مزاحم سے سوا ہو مر جائے جو ہمیں راجعت تو شفا ہو	وہ بیٹھے پاس تو دل کو میرے سرور کرنا اس سے ہنر تھا مرے حلق پہ خنجر بھرنے وہ ظلم ہو ہمیں جو کسی پر نہوا ہو جب حد سے سوا درد ہو خود درد واد ہو
---	---

ارمان

(ارمان) منشی سید باقر حسین ارمان باشندہ شکار پور ضلع بلند شہر ریاست چیتاری میں معلمی
کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کے شوق کو بھی نہا ہے جاتے ہیں

لطفِ لقا رہ ہیں کیا دم بسل ہوتا اے تیغ تو بھی رُک کے دکھاتی ہی نہیں قتل نے میرے زندہ جساد یہ کر دیا کیا رہ و ان ملک عدم کا مٹے سنا	کس کچھ اور اگر خنجر قاتل ہوتا چلتا ترا بھی یار کے غم سے کم نہیں آبِ بقا سے آبِ دم تیغ کم نہیں بانگِ جرس نہیں ہے نشانِ قدم نہیں
---	---

ارمان

(ارمان) مولوی سید محمد حسن ارمان شاگرد محفوط سید آبادی - زمانہ خیال کے شاعر ہیں - یہ
اسکے کلام کا انتخاب ہے

ہم کو رکھ اُسی کے کوچے میں مرقد کو خور و سوت وہ باہل کو تپہا وہ کر کے قتل بہت پوچھتے ہیں	ہے یہ احساں شکستہ پانی کا بند نہا بھی مجھ پر ستم ہائے کم نہیں کہو اب دل کی جو کچھ آرزو ہو
ہیں قیامت تری آنکھوں کے اشارے پیارے تو صلہ ظلم و ستم کا کوئی باقی ہے ابھی	چھریاں چلی ہیں کلچو پہ پیارے پیارے کیون مٹانا ہے تو دفن کو ہمارے پیارے

ارمان

(ارمان) پندت مانج نراین ارمان دہلوی - بزرگوں کا وطن کشمیر حنت نظیر تھا مگر اسکے دادا
پندت آفتاب رائے تھیں نقل وطن کر کے دہلی آئے ۱۸۶۷ء میں ولادت ہوئی ۱۸۹۵ء

تک مدارس میں تعلیم پاتے رہے اور اسی عرصہ میں ۱۹۵۴ء میں حضرت داغ سے تلمذ اختیار کیا۔ ۱۹۶۱ء میں سہارنپور جا کر اخبار نظریات اور رسالہ تصویر سخن کی ایڈیٹری کی بھر، ۹۷ سے ۱۹۷۳ء تک پٹیا لہ میں قیام رہا اور وہاں پٹیا لہ اخبار کی ایڈیٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں لاہور آنے کا اتفاق ہوا یہاں اخبار پنجاب سماچار اور راجپوت گزٹ کچھ عرصہ تک انکے زیر انتظام رہے۔ اب ہسکارہی کے ایڈیٹر ہیں۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ ۹۷ کتب و رسائل تصنیف و تالیف کر چکے ہیں جن میں اکثر ناول و تاریخی رسالے ہیں۔ دیوان بھی تقریباً تیار ہے۔ ۱۹۷۳ء تک برابر استاد کو کلام دکھاتے رہے اور سن مذکور میں استاد نے اصلاحی غزل کے ہمراہ یہ ریمارک لکھ کر خاص عزت بخشی ”بجائے میرے پاس بھیجنے کے اپنے کلام پر تم خود ہی نظر ثانی کر لیا کرو۔ میرے خیال میں اب تمہیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے“، ۱۹۷۵ء میں حضور نظام کے جشنِ جوبلی کے موقع پر حیدر آباد بھی گئے تھے۔ جہاں ڈیڑھ ماہ قیام رہا ٹیکسٹ بک کمیٹی لاہور اور تاریخی سوسائٹی علیگندہ کے متعلق بھی کچھ خدمات کی ہیں۔ اور اب آجکل زیادہ تر پبلیکل و تاریخی مضامین کی طرف توجہ مبذول دیتی ہے گاہے گاہے فارسی میں بھی فکر سخن کرتے ہیں ہنگامِ نظر ثانی تذکرہ چند غزلیں موصول ہوئیں انکا انتخاب درج ذیل ہے۔

تجس شب غم ملق مرا تر نہیں ہوتا کب سید سی سی تر بھی نظر لگتی نہیں ہوتی اُٹھتے ہوئے جو بن کی محبت نہیں جاتی انکار رہا حشر کے وعدے پر بھی تم کو کیا لکھوں ماجرا نے غم اُس فتنہ گر کو میں خود ہی پہنچ گیا ہوں دہاں جس بحرِ العجا حیر نگاہِ یار کے دونوں شہید ہیں دل میں ہزاروں آرزوؤں کے گئے ہیں ڈھیر	یہ کام بھی آبِ دمِ خنجر نہیں ہوتا کب حیر میرے واسطے خنجر نہیں ہوتا سینے سے مے و دریا تیر نہیں ہوتا ملنے کا کوئی رد و دم نہیں ہوتا دل میں ہے خطیں جبر کے پگھلے کربوں طرزِ ریاں بتاتا ہوا نامہ بر کو میں اب دل کی لوں خبر کہ سمعنا لوں کربوں حسرت یہ کہہ رہی ہے کہ نکلوں کہہ کربوں
--	---

نوکِ مرنہ پگرتا ہے ہر قطرہ سرشک دل کی تسیوں میں شبِ غم ہے ایک تہ کل بھی نہ تجھے ہو گا وفا وعدہ وصال	کاش تھے میں آج قل رہا ہوں گر کوہیں اک ہاتھ سے سنبھال رہا ہوں جگر کوہیں لو آج ہی سنا تا ہوں کل کی خبر کوہیں
شوخی مضمون کا حصہ آغ سے جھگو ملا	شاعری مضطر سے سہیرا میں پائی ہوئی

(ارمان) میر سر فراد حسین خاں نائب تحصیلدار - زمانہ محال کے شعرا میں ہیں ۵

کنجِ مرقہ ہی سہی آئے تو آرام مجھے مست ہوں نشہ الفت میں گر اپنا ہوں بیوفا کتنے پر میرے وہ بگڑ کھو بولے کا ز عشق ہوں ارمان پر کیا زبیب	چین لینے دے کہیں گردشِ بام مجھے بیخودی دوز دار رک مجھے تھام مجھے اچھا اب کرنے لگے آپ بھی بٹام مجھے لوگ بوں سمجھا کریں داخل سلام مجھے
---	---

(ازل) حکیم میرزا آغا حسن خلیف میرزا عباس با شہنہ لکھنؤ - نواب مرزا شوق صاحب بہادر شوق کے ولاد اور میر وزیر علی صبا کے شاگرد تھے۔ جر کا ایک دو غزلیں غوجہ آتش کنظر سے بھی گزراں تھیں۔ نتائج افکار میں حتی الامکان استاد کا اتبل ع کرتے تھے۔ ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ درسیہ کتب پڑھ کر شاعری اور طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ طالب علمی اور شباب کا عالم لکھنؤ میں گزارا پھر ۵۰ برس کی عمر میں بہ تلاش روزگار عظیم آباد چلے گئے۔ اور مستقلاً وہیں سکونت اختیار کی مگر ۱۳۱۳ھ میں بیمار ہو کر لکھنؤ چلے آئے اور وہیں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ خوش رو۔ وضعار۔ ہر چیز پر وسیع المشرب طرزِ قدیم لکھنؤ کے ولادہ۔ منکر المزاج اور حد درجہ خلیق تھے۔ اصلی امامیہ مذہب تھے مگر کسی وجہ سے قیام بار کے زمانہ میں تبدیل مذہب کر کے سنی ہو گئے تھے مگر مرض الموت میں مذہبِ امامیہ کا اعلان کر کے انتقال کیا۔ آپ کا دیوان ضیائے تمناعت پر کاڈا آتش بہار میں شائع ہو گیا ہے اور ایک شنوئی بھی سحر عشق نام انکے نواسے محمدی حسن آحسن کے اہتمام سے لکھنؤ میں چھپی تھی۔ کلام کا بہترین حصہ اپنی لاپرواہی اور شاگردوں کی بدبینی سے تلف ہو گیا۔ اسوجہ سے مطلوبہ کلام کچھ اعلیٰ پایہ کا نہیں۔ معمولی کلام نے اُس میں جگہ پائی۔ غزلیں فروخت کیا کرتے تھے

اشعار میں شوکت لفظی کے بجائے مبالغہ آمیز زبان کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ جس سے انکی سلیقہ المذاقی کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً اسلحہ میں انتقال کیا۔ شاگرد کو کثرت سے تھے مگر سب سے زیادہ مولانا شاہ نذیر الرحمن حفیظ نے نام پایا۔

میں تو جاؤں کو چہ دلدار میں آنکھوں کے بل
دل دیا ہے اپنے اکسیت کو سنتے ہی زل
آئندہ لے کے ذرا چاند سی صورت دیکھو
پہلے تھے جنکی دامن و دامن سینکڑوں
کیا موت آئے گل مرے بیاہر جس کی
پوچھا ہے کس کی ذات سے ادھوٹا لال رخ
تربت پہ ہماری جو کبھی آتے ہیں مشوق
سچ پوچھتے تو حنن کچھ ایسا نہیں ہوتا
فاصلہ کی ضرورت ہے نہ پیغام کی حاجت
اک تم ہو کہ دودن بھی محبت نہیں بنتی
اب کیا کہوں کو سوا سے ڈرتا ہوں میں اس سے
بعد از فنا یہی ہے ہماری صدا کے دل
اسد سے جلن کسی پہلو نہیں تدار
بارغ جہاں کا رنگ بہت بے ثبات ہے
اے موت جلا کر جھٹکا کہیں مجھے
کاسے کو کچھ کسی کو بڑا کیئے اے ازل

آئی

طالب جام ساقیا میں ہم
نزع کے وقت دیکھنے آئے
پر چھپ کر کہہ پاس میں ہم
جانیے آپ سے خفا میں ہم

کون کا زقیقہ ترا ہے بلالہ بیت کسین خدائیں ہم	قیس میں ہم میں فرق اتنا ہے آج گلشن میں کدے ہیں آزل پیر ہوں میں نہ دستگیر ہوں میں حال گلشن نہ چھ لے بھل یوں نور تہی تھی دریا پر بھیس مرہ قبرے آتی صدا سے لیک یہ ہمیں ہیں کہ نہیں کچھ کہتے	پیشوا وہ تھا نہ تھا ہیں ہم تیرے شاگرد اے صبا ہیں ہم خانہ بردوشش اک فیتروں میں ایک مدت ہوئی اسیر ہوں میں آج سنتے ہیں کہ رستہ ہی نہیں تم نے تربت پہ پکارا ہی نہیں دل کسی اور کا توڑد تو سہی
--	--	---

مطلب نہ عور سے نہ غرض کچھ پری سے ہے خود آؤ یا بلاؤ ہمیں اپنی بزم میں	الفت خدا گواہ ہے اُدیت تجھی سے ہے مطلب تو دو گھڑی کی میری دل لگی سے ہے
---	---

(ازل) مولوی حکیم شیخ حسن مہدی خلف آباد عظیم آبادی - حال نسکین گزین کا پیر و حضرت جلال
کے شاگرد اور خوشگوشااعر ہیں ۵

اسیر کھین کیا دلی نما شستا سے ہم کیا آہ بے اثر سے پشیمانیاں ہوئیں پامال کر گیا ہے کوئی دل کو راہ میں امید بھٹ اور حسینوں سے قہر ہے قاتل نہ سر جھکنا خدا کے لئے کہیں سرد آنسو اپنی دل کی لگی کیا بھاسکیں مشرق میں آنکھیں ملتے ہی کچھ اور ہو گئے	کیا آرزو وفا کی کریں بے وفا سے ہم کیا کیا فخل ہوئے ہیں خب غم دما سے ہم آنکھوں کو مل رہے ہیں کسی نقش پا سے ہم کیوں طالب کرم ہیں ان اہل جفا سے ہم شرمندہ ہوں گے حشر میں تیری خطا سے ہم اب جل بھیں گے آپ ہی سوز و فاسے ہم بس کر چکے جفاؤ کا شکوہ خدا سے ہم
--	---

(ازل) منشی نعمت علی خان ولد منشی محمد عمر بخش - قصبہ گنا پور نواح جالندہر کے رہنے والے اور
آجکل ریلوے ٹکنیکل سکول لاہور میں مدرس ہیں - علم ریاضی میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں -
شاہزادہ سکول دہلی میں بھی مدرس رہ چکے ہیں ۵

<p>یہ بلا غم کہ اراں مل گئے سب خاک ہیں مرغِ دل طاقِ حرم میں صید کیسے ہو گیا لا با جوئے شیر بس اتنی ہی تھی اسکی بساط کیا کہنتہ ضم نے جلوہ لگا کے آنکھوں میں اپنے ہر</p>	<p>تخم بویا دل میں کیوں سینے تمہاری یاد کا ہے غلط واں زور چل سکتا نہیں صیاد کا الف شیریں میں کہیں دیکھئے فراد کا بروزِ محشر جنابِ موسیٰ ہم آپ سے انتقام لینگے</p>
<p>(اندر) فنی سید علی احمد شاہ باشندہ بریلی - جنابِ تہریر بریلوی سے تلمذ ہے اور مولانا حسن رضا خاں صاحبِ حسن شاگردِ رشید حضرت داغ مرحوم سے بھی مشورہ کیا ہے ۵</p>	
<p>اپنا بیگانہ سمجھ کر دوست دشمن دیکھ کر کوئی بھی غیر کو اپنا سمجھتا ہے زمانہ میں</p>	<p>دار تو کرنا گراے چشم پر فن دیکھ کر مگر اک آپ ہی ایسے زمانے سے نزل نہیں</p>
<p>دیکھو ذرا آئینہ اٹھا کر شعلے اٹھے دلے دل میں بھر کے</p>	<p>کیا ہو گئی شکل رات بھر میں ہے آگ ہی لگ سارے گھر میں</p>
<p>شوق سے گڑے کرہ دل نہیں انکار کر ہائے کن آنکھوں سے دیکھوں میں کیسی رخصت</p>	<p>دیکھ لو اس کو ذرا میری نظر سے پہلے کاش ہو جائے سفر میرا سحر سے پہلے</p>
<p>(اسحاق) اسحاق علی خاں لکھنوی ولد فدا علی خاں شاگردِ ذواب عاشور علی خاں مبار - نواب سالار جنگ کی اولاد میں صاحبِ دیوان بیان کئے جاتے ہیں - تذکرہ سخن شعرائی تریب کے وقت زندہ تھے - اشعار ذیل انکی فکر کا نتیجہ ہیں ۵</p>	
<p>باریک ہیں کو آسے گی کیوں کر نظر کر آبِ رواں کے پیکے نے طوفانِ عماریا مشتاقِ قتل سمجھے اُسے چاند عید کا نہ کوئی گل ہے نہ بیل نہ باغبانِ نصبا</p>	<p>تازہ نگہ ہے ادبِ نازک کمر کر اے بجز حسن انکی یکا موسیٰ چکر تیغِ ہلال سی جو ہونی جلودہ گر کر خزاں کے ہاتھ برباد ہو چمن کی با</p>
<p>(اسحاق) فنی محمد اسحاق - خلفِ فنی بنی بخش ممتاز مغر پور - موضعِ میٹھ علی نواحِ درہمیل کے باشندے ہیں مگر اکثر اپنے امول مولوی سراج الدین ممتاز کے پاس کلکتہ میں</p>	

اندر

اسحاق

اسحاق

رہتے ہیں۔ ایک رسالہ موسوم بہ ہدیۃ اسحاق شائع کر چکے ہیں۔ طبیعت سخن گوئی کی طرف مائل ہے مگر غیر زبان ہونے کے باعث کامیاب نہیں ہوتے۔ بہ نظر انتخاب کلام دیکھا تو بیشکل یہ چند اشعار ہاتھ آئے۔

یہاں اپنا جلوہ نہ دکھلائیے گا نہ جب کام آئے مری زندگی میں جسلا تا ترا کام جیسا مری خو	تو محشر میں کیسے کہاں جائیے گا تو کیا بعد مرنے کے کام آئے گا ہوں پروا نہ میں بھی جو تو شمع سو ہے
نہ بھائی میں رہی الفت نہ یاروں میں ہیلت	جواں لکھتے توند سے ہے ہی جب پیار ہے
خدا بخشے اسے الفت حق مجھ سے	وہ کہتے ہیں مری تربت ہے آ کے

(اسد) میرا نامی مرحوم دہلوی رفیق نواب افضل علیاں برادر نواب نجیب الدولہ وزیر - مرزا رفیع السودا کے شاگرد تھے۔ بڑی ہی سلطنت کے بعد دہلی سے لکھنؤ اور مدینہ آباد چلے گئے تھے وہاں سے واپسی پر اتنا سفر لکھنؤ میں پچاس برس کی عمر میں بقام مرزے باگمر تو چوروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ مرزہ ظریف - شیرین زبان اور خوش فکر تھے۔ دیوان اور شنوی ان کی یادگار ہے۔

کھانے کو غم ہے پینے کو خوش رکھنے کو داغ جوں توں اسد کو لائے تھے اگلی گلی سے ہم	سب عشق کا وہ ہیکو سدا انجام دے گیا حسانہ خراب راہ میں اگر چسپل گیا
لکھ تو نے ہی گرم کی بنیل رات	ہم سدا ہوئے تھے درہ کل رات
اثر ہو سنگ میں کیا کہ کو نکران کو رام کریں بزم بستان ہو جام ہو خلوت ہو پیر تو بس جس سے کہ دل لا تھا جب آیا وہ سامنے زلفیں ہی دیکھ کر کے خبل رات چو گئی	توں کے دل ہو تو یارب یہاں کام کریں کافر ہوں گرداں بھی خدا کا میں مذکر دوں بہنے نہ پائے ہونٹ کہ سومات ہو گئی کھڑا جو کھل گیا تو سحر مات ہو گئی
اسد اس جفا پر توں سے وفا کی	مرے شیر شاہ حسن رحمت خدا کی

پروانے پڑے جلتے ہیں، روتی بہ کھڑی شمع
ماننے ہے کوئی وہ بستہ گراہ کسوں کی

یارب : شب وصل جو کوتاہ کسی کی
گو آپ سفارش کرے اللہ کسوں کی

(اسد) نواب سلیمان خاں اسد لکھنؤی - نبیرہ نواب محبت خاں مغفور - نواب علی بخش اللہ
مرحوم دہلی رولہ کیلکٹنگ اولاد اور نواب احمد حسن خاں جوش مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کا
زناٹا طالب علمی و شباب لکھنؤ میں گذرا۔ مشہور اساتذہ لکھنؤ کے ہم صحبت و ہم مشق رہے ہیں۔
چنانچہ خواجہ آتش - زندہ بجا - وغیرہم کے شاعروں میں شریک رہے۔ ابتدائیں چند غزلیں
نواب عاشور علیخان کو دکھائیں انکے انتقال کے بعد نبیرہ اولہ منشی مظفر علی حسیر کے شاگرد
ہوئے۔ ۱۳۵۷ء میں جب صاحبزادہ محمد خاں شریف جنگ بدین سے لکھنؤ آئے تو وجہ قربان داری آپ کی
کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ بعد ازاں انکے امرار سے ٹونگ تشریف لے گئے اور ایک ماہ قیام کر کے
چلے آئے۔ دوران قیام میں نواب صاحب نے بہت چاہا کہ آپ کے لئے کوئی سلسلہ
وہیں بوجائے مگر اس وقت آپ نے وطن کو خیر باد کہنا مناسب نہ سمجھا۔ ۱۳۵۸ء میں صاحبزادہ
محمد عبید اللہ خاں صاحب فیض جنگ نائب ریاست لکھنؤ تشریف لائے اور بقا کی دیکھ کر ٹونگ طلب
فرمایا۔ خود بھی زمرہ تلامذہ میں داخل ہوئے اور بھی اکثر صاحبزادے شاگرد ہوئے۔ چند سال بعد
ولیفہ مسدود ہو گیا مگر بعد تعلقات آمد و رفت قائم رہی۔ حتیٰ کہ ۱۳۷۱ء میں نواب صاحب خوشگوار
ہوئے اور آپ کو شیر سخن مقرر فرمایا۔ اب عرصہ سے وہیں بود و باش ہے۔ خانمانی و جاہلست اور
فانی و یاقوت نے آپ کو ٹونگ میں ہر دل عزیز بنا رکھا ہے۔ طبیعت تعصب اور غلو سے پاک اور
آپ کی ذات جملہ صفات حسنہ سے متصف ہے۔ متر پر س کے قریب عمر ہے۔ آپ کا کلام لطیف
اور مستحسن خیر و نواسہ شگفتہ الفاظ سے آگلی قابلیت و استعداد ظاہر ہے۔ آپ ایک درینہ مشق اور
اور پُر گوشت شاعر ہیں۔ ٹونگ کی مجالس شاعری کی رونق اب آپ کے دم سے ہے۔ دوران اول مرثیہ
بہ انتخاب اسد لکھنؤ میں منشی نزل کشور نے شائع کیا تھا پھر سردار دیوان ہوسوم بہ علی غفر شہید
۱۳۹۶ء میں شائع ہوا اب آپ فیشن پاتے ہیں۔ آپ کے شاگرد کثرت میں ہیں منشی حسن علی بہ

اسد

غشی حبیب اللہ ضبط۔ عبدالرحیم خاں صاحب شرف وغیرہ صاحبے دیوان ہیں۔ اسدیوان کا
انتخاب ملاحظہ ہو۔

<p>اچھا ہوا شباب کا عالم گزر گیا کیا کیا نہ دلتیں ہوئیں اس عشق میں نصیب ہر طرف اک شور مچاؤ ہوئے مستانہ را مکن نہیں شفا مرض عشق سے اسد کینے سے کبھی بولنے شرافت نہیں کئی کچھ بھی نہ تھے سب کچھ ہو چکر کچھ بھی نکلے جھکو دفعہ بے شمشیر اجل نے نہ دیا ہم کو سہجائے ہیں یہ ہم کیسا دوئی سمجھے ہوئے ہیں اہل نفاق دل گیر و سون میں تیری جگہ ہے حجاب دوئی کو ہر دل سے اٹھادیں یہی ہیں عشق کی راتیں کئی مار کے دن سر پہ خاطر ہے تیرے اٹھائیں آپ سچ بھی گم کہیں تو وہ سب جھوٹ اسے اسد سچ ہے پیش کا زب جھوٹ</p>	<p>اک جہن چڑا ہوا تھا کہ سکھ اتر گیا عزت گئی دستا گیا مال دزر گیا خوب ہی ایکے برس زعفرانہ میخانہ را جائے گا جان لے کے یہاں اڑکھنا نہ شاخ نقل حنظل میں ہو پیدا لطف حنظل آغاز وہ ہے اور بیا ختام ہمارا وہ گھر ہی دل مرے قافلہ کیلئے نہ دیا دل ہی بس میں نہیں کریں ہم کیا ورنہ ہیں یار سے جدا ہم کیسا صنم ہے کیا خفا ہے کیا تو بھر ہم ہیں اور سامنا ہے کیا تمام عمر کا حاصل ہے یہ زمان شباب دیکھتے کیا ہیں دہنے بائیں آپ اور ہے جھوٹ بھی تم سارا سچ جھوٹ بھی جاننا ہے سچ سچ</p>
---	--

ہوئے دل سے جو عاشق زار تر سے یہ سمجھ لے انہیں کہے تو بھیر
جو رخصت محبت و عشق ہوئے نہیں انکو دوا و شفا سے غرض

<p>عبریں ہو غلام و شمشاد قامت سیم تن رشتہ جہاں کو یہ چھو سکے وہ جلائے اپنا تن</p>	<p>سوزیں بھی رکھتی ہے اک ساز مسخو قلم شمع شمع کا پروانہ عاشق عاشق پروانہ شمع</p>
---	--

<p>بڑا ہو کجعت عاشقی کا غم میں فصل ہا میں ہوں لب شیریں کے بوسے کیا کوئی نہ کہنے لائے میں کمر کا آپ کی اب تک کیسے پستہ ہی نہیں لباسِ نئی ہوا ہے میرا اسے بدق سے اُتار نہیں ہیں زاہد اسد اگر ایسے خدا کو جو یوں پکارتے ہیں وہ شرم سے اب میں سر ہٹا کر اپنے تاجِ نو بہار نہیں یاں فرق کچھ نہیں ہے گدا اور شاہ میں کہو جو کچھ بتواتے تھارے دیں وہاں میں زندہ بہ تنگ جی سے ہیں مگر مذاب میں خیالاتِ جہاں خواب پریشاں ہوتے جاتے ہیں انیس دل دیکھ عاشق آپ اپنی جان کھوتے ہیں</p>	<p>یہ غنچہ دل پہا شکستہ زنجیل جوانی کا خاک چھٹکا تباں پر حضرتِ دل چاشنی مرگ آئے گی دہن کا بھید تو باتوں سے کھل گیا لیکن مدد کی جانب ہمارے عاشق جہاں سے آتے ہیں نیاں پہن لاتے ہیں ادب کے بڑے کامیوں نے ڈرنے عدو کے غم کو مل لیا ہے لے جو ہم سے دوزخ سے بھاڑا دو دنوں کا سر جھکا ہے تری بارگاہ میں + دل اپنا تم کو دے کہ منت بھی ہم بن گئے بندے اُنکے خرام سے تہ و بالا ہے اک جہاں نمودِ سحرِ پیری ہے گئی راتیں جوانی کی یہ معشوقان بے پروا جہاں میں کسے جوتے ہیں</p>
<p>ایسے ہی جاں نثار ہوتے ہیں اور وہ ہم ہمارے دن لٹے جاتے ہیں</p>	<p>خیر مرگ میری سسکے کہا ملتی نہیں نفس سے رانی ہزار جعت</p>
<p>بجھی کو جسے کرتے ہیں غم زاہد غمزدوں میں دل یہ کہتا ہے میں اور اس سے بھی انداز ہو لو خدا باڑے کے لئے شوقِ شادیت کے اسکو جزاے خیر دے اسد تیج نازِ قاتل کو گلے پر پھرتے ہو آپ تم تلوار کو دیکھو + حشر ہو جائے باگر وہ کہیں تم مجھ کو تو ہی اب اٹھ کے دردِ دل کسی صوفیٰ غم کو ذوقِ شوقِ نگہ دیدہ بھل ہے وہی</p>	<p>بر بکعبہ قاتل میں تری کیتانی کے وہ بھی قیمتِ نیم نگاہی بھی گراں ہے جو نہیں سسکا چھوڑ کر جاتا ہے وہ محمدِ نبیل کو کیا اک داہی میں اسنے دو کڑے مرے دلو نہ الفت سے اسد اس بار دے غدار کو دیکھو کچھ سمجھ کر مری میت پہ کڑے ہیں خاموش وہ آئے ہیں بی تعظیم درماٹھنے نہیں دیتا نظیر یاس سوئے خنجر قاتل ہے وہی</p>

اب تو نہیں کوئی بات شد کی	تم اچھے ہو ہم پر سے چلو خیر
ہمار آئی ہے خوش میں میکش شراب خم سے ٹپک رہی ہے خگو نے پھولے ہیں گل کھلے ہیں عین میں بل جھپک رہی ہے خیال ابرو رہا جو اکشر تو چلتے خنجر رہے جگر پر یہ کسکی مرگاں کا ہے تصور کہ بھانس دل میں گھٹک رہی ہے	
دہی مسم دہی بندہ دہی خدا بھی ہے یہ منیں میں عبث یاں کوئی غفا بھی ہے جواب اسکا فقط تیغ کی زبان پر ہے مدتوں دیر میں جا جا کے جمیں ساٹی کی تو رہد معتب کو مقرر بنائیں گے چاہے خصم میں کوئی دہیں بکھرے چارست ہیں بادل سیاہ چھائے ہوئے ہزاروں مرتبہ جا جا کے ہم لگو پکار آئے کو بچیں پو قاتل کے نہ پھر کھنچ پیا آئے ہم تھا جانے سلطان رہے یا زہر ہے یہ زمانہ ارے نادان رہے یا زہر ہے اسیں چاہے میرا ایمان رہے یا زہر ہے ہوئے ہم ذبح اے ناہنری اسد اگر سے	ملا ہوا وہی سب سے دہی جدا بھی ہے زراہ طنز وہ بولے مرے منانے پر سوال پوسٹہ ابرو پر وہ یہ کہتے ہیں برسوں بعد کئے کیسے میں تمہاری خاطر بگڑے گا جا کے بزم خرابات میں اگر ہو گئے ہیں یہ ہم سانس کے دم دعا گوس پڑ آب چشمے میں شگل ہیں ہلہٹے ہوئے نہ تربت سے جواب اصلا دیا یا رن رفتہ نے کرے اٹنی چھری سے ذبح جبقتل میں بگجو عرب اک بت کا فر کی محبت میں کٹی لطف ہستی کا دلا عسیر جوانی میں مٹھا باتھا مٹھا ڈنگانہ الفت سے تو بگی بخدا شب و صلت اناں ہلک چھری پھیری ہے گردن پر
ہوش کھو دینا ہے یہ ہیشا رکے کہ دم میں دم مرے جب تک ابدانوں کی	بادۂ دولت کا ہے کیا نشہ تیز گلے ملی یہ محبت سے تیغ قاتل کی
نام کا کل کا زری دام بلا رکھ رہے	شاعروں نے عجب اندھیر مچا رکھا ہے

میاں کعبہ خود ہوتی ہے جب تو قبر پھر کی
صنم خانے کو تم دیکھو اگر کشانِ حقیقت کے
جنون نے آنکھوں میں پھر پھر کے نیلیوں کی طرح
یہ کون کہتا ہے تفسے بھیا لہما کے لئے
خدا ہی جانے یہ بھید کیا ہے کیسکو صلا فرمیں
ہزار افسوس جذبِ الفت کہ تجھ میں کیسکی نر نہیں ہے
کہو کہ کرے کیا وہاں پانسان عقل پر کس طرح حیراں
چلی جو تیغ نگاہ قاتل کر گئی وہ اک کو سبیل
نہ ششہ کو یوں پریش سے موڑ دندی ہوئی اس کی نوٹ
یہ قدر دانی غلیل کی ہے شیشہ خنجر و خن بنایا
خسین سمجھ کے بتوں کو گلو کہ لیے سجدے
رشا جہاں ہو اس شور شراب بھی بر پا
نہ سینے روز جزا جان بوجھ کر کس خنجان

پرستش کیوں ہوئی پھر باعثِ تکفیر پھر کی
تو وہاں بھی زاد و نشانِ خدا کا کاغذ ہے
ہمارے ہوشِ ناشے جو کھا دکھا کے لئے
جلا جلا کے جگر دل جو کھا دکھا کے لئے
دہن کا اثبات باک ہے گزشتہ کر نہیں ہے
توڑ پ رہا ہوں میں جب کی خاطر سے ذرا بھی خن نہیں ہے
توں ایسا ہے طبعِ مریاں کہ شام کو ان سحر نہیں ہے
جو بچ گیا اسکے وار سے دل تو جان لینا جگ نہیں ہے
مریضِ الفت کا حال بھی تو کچھ ایسا نوعِ درگ نہیں ہے
اسد سراپا ہوں عیب مجھ میں کوئی بھی علم نہ نہیں ہے
مرے خیال میں صنعت مگر خدا کی رہی
چلت پھرت دہی اُس چشمِ سنہ زاک رہی
خسہ تو آپ کو صاحبِ زراذرا کی رہی

(اسد) عالیجناب نواب اسد یار اللہ ولد بہادر حیدر آبادی - حیدر آباد کے موزوں طبع رؤسائیں

ہیں زیادہ حال معلوم نہیں ۵

اے دل و فاشعار ہے وہ تو یہ جان رکھ	نادان چار باتوں میں اُس کی ہل گیا
کسی صوفی کے جو آنکلی خبر سن لی ہے	وہ کہ کرنا پوچھن میں ہوا آتا ہے
مثلِ نصیر کے چھا جاتی ہے حیرت بے ایم	جبکہ محفل میں ملا آئینہ روا آتا ہے

(اسد) فشی سید شیر علی با شنفہ پٹنہ موزوں طبع آدمی ہیں حضرت شہرت کے تکرے

فیضیاب ہیں ششہ میں حیات تھے - زیادہ حال معلوم نہیں ۵

پھونک کر کس نے کیا طور کو سہرا لیا	اگل آپ آئے تھے کیا معرفتِ موسیٰ لیکر
------------------------------------	--------------------------------------

لبہاں بخش کا اس بیت کہ ہر کچھا اعجاز آج سے کچھ نہیں عشقِ اذلی ہے مجھ کو ہے کسی کی نگہ مست کا آنکھوں میں سرور	رو گئے اپنا سامعہ حضرت عیسیٰ نے کر ساتھ ہم کے ریاں آئے ہیں ہوا لے کر ساتھ کیا میں کروں ساغرِ مہبلے کر
--	---

(اسرار) مرزا سپر شکوہ گورگانی دہلوی ولد مرزا ملہا پ شکوہ ماہین مرزا ملیان شکوہ خلعت
شاہ عالم ثانی مقیم لکھنؤ آپ صاحب کمال اور عالم آدمیوں کے بڑے قدوائں تھے۔ مرزا
قادر بخش صاحب قمار کے خسر اور شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ دریا سے جہن کے کنارے شاہ
بڑے صاحب کے ٹپکے میں آسودہ ہیں۔ سن ۱۲۸۵ ہجری میں انتقال فرمایا۔ تمام عمر اہل کمال کی
صحبت میں بسر کی۔ ان کا کلام پریش پیش نظر ہے۔

وہ جب ہنستے ہیں میں کتابوں باب بھر موحی خیالِ رنج جانہ ہوا ہے	یہ کیل دیکھتے گرتی کہاں ہے پھر شبِ بیدار دل اپنا پریشان ہوا ہے
--	---

(اسرار) بابو تاد مرزا صاحب شاگرد جلال لکھنوی۔ ان کے والد نواب مرزا گلہ پوریس
ضلع شامس میں اب الپتہ ہیں۔ ہم سیدہ کلا حاضر ہے۔

بڑا ہوا اس محبت کا کہ راحت بھی مصیبت کا بڑا یا غم سے بھی راجب نے لگے ہے	ستانا ہے مے دل کو کوئی آرام جاں ہو کر جفا کرنے لگے وہ اور ہم پر ہوس جاں ہو کر
نہ چینگ انکو گلے سے اُٹا کر لگو اگر دیکھ لیتے وہ حالت ہمار سی	ارے یہ بھول میں برس ہزار کھنڈ اثر ان پر کرتی محبت ہمار سی

(اسرار) فشی فاعلی لکھنوی شاگرد فشی وزیر علی وزیر لکھنوی۔ اکثر بیہوش میں رہتے ہیں
کلام حاضر ہے۔

وہ تو آنے نہیں شبِ وعدہ خوشی سے شہنشاہِ بیتِ سیا آئے	منتظر ہوں قضا کے آنے کا شرابِ محب سے کر کے گردِ خوا آئے
گئے تھے کھوئے ہوئے دلوں کو ٹھٹھکے لیکن گنوا کے کچھ مہمانوں میں آئے	

یہیں سے جاؤں گا میں بزمِ وعظ میں سیدھا

پلا شرابِ دوساقتی نہ جس میں ہو آئے

(اسلم) حافظ محمد اسلم صاحب باشندہ ہے راج پور ضلع اعظم گڑھ۔ حکیم مشوق علی صاحب جوہر کے تلامذہ میں ذی لیاقت و خوش فکر ہیں عرصہ دراز تک استادِ کافین صحت اٹھایا ہے آپ کی استعدادِ عربی و فارسی میں بہت معقول ہے رنگ و زنا اور مذاق عام کے خیال سے غزل گوئی مجبوراً اخلاقی نقطوں کی طرف مائل ہیں۔ جو اخبار میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند روز سے مہاجرین کے دفتر میں عربی سے اردو ترجمہ کرنے پر مامور ہیں۔ غزلوں کے اشعار چیت اور مزے دار ہیں۔ اخلاقی نقیض بھی میثاد و موثر ہوتی ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے

گردشِ قسمت سے ہے اٹا اثرِ تدبیر کا

دو بھی اب تلمانیں جو سپہری تقدیر کا

وہ آئیں یا تھا آئے شبِ غم
اں دیکھو شبِ وصل بھی انکھیں نہلاؤ
کیا لذتِ بیدار ہے کہ وہ نہیں ہماریں
تنِ تن کے کتا ہے تراغیر بیدار
شبِ وقت کی ظلمت اک بلا ہے

کوئی غمخوار ہو جانِ حزن کا
لگ جائے نہ دھتکائیں دامنِ حیا میں
الہ کرے اور ترقی ہو جفا میں
آجائے نہانا ہو جسے آبِ بیا میں
نہیں آتی قضا بھی جبکہ دُور سے

(اسلم) فنی سلاست اللہ کا پوری۔ اخبار ملک و ملت حیدر آباد دکن کے نمبر سے تھے جو

اب بند ہے۔ فی الحال پٹیکار صاحب دارالسلام حیدر آباد کی سرکاری ملازم ہیں۔ ۳۲-۳۳ برس کی عمر ہے۔ ہندوؤں طبع شاعر ہیں۔ جناب قلیل انگریزی جانشین ایرینائی سے مشورہ و مخیر کرتے ہیں۔ پہلے نویت سے لفظی اثرِ نثر نگاہ سے اصلاح لیتے تھے۔ کلام درج ذیل ہے

کیا اُس نے پاؤں تربت کو آکر
کھڑے ہیں جو مشتاقِ دیدار آکر
زماں تو لوں میں کہ ہے وقتِ آفر
بس اب طاقِ ابرو میں چھو کر کیجئے

کتنے ہاکے بوسے دے جسے شکر
دکھا دو انہیں جہلوں چلن اُٹھ کر
گلے سے دھنجرہ کو قاتل جدا کر
الگ ایک عالم سے کعبہ بنا کر

اسلم

اسلم

<p>نکلا وہ بے نقاب تو عالم وہ کیا کہوں سنتے ہی عمر گزری ہے زار و ضلّو گاہ کاٹ کر سب پوچھتے ہیں ناز سے یونہیں اُنکو دیکھ اُراتے ہوئے سچ بتا کوئی قاتل وہ ادا ہوتی ہے ڈالا ہے پردہ شوق نے بسل کے سننے</p>	<p>گردن بھی نوکا تھا زین بھی تھی نور کا تو نے دکھائی بھی دیکھی شکل چوکی دل میں باقی کوئی حسرت اور ہے وہ ڈرتے ہیں خجڑاٹھاتے ہوئے جب سوجان سے قربان نکلا ہوتی ہے قاتل کو پوچھتا ہے وہ قاتل کے سننے</p>
<p>(اسیر) فتنی ہدایت علی خلیفہ سید ابر علی - بزرگوں کا وطن قصبہ زیر پور من مضافات لکھنؤ تھا مگر سبب روزگار اکثر یہ تھیں رہے - حضرت مصطفیٰ اور نواب حسین علی خان اثر سے اپنے کلام میں مشورہ لیا کرتے تھے - فاسی میں اسیری اور اردو میں اسیر تخلص تھا یہ اشکا کلام ہے ۵</p>	
<p>ہر مین موسیٰ اُڑاتے ہیں شراب بھڑپاؤں گو ہر مقصود نغمہ آیا نہ پایا آشتنا</p>	<p>جا بیکل آتش میں اب ہمارے ماتھ پاؤں بحر العنت میں دلا لاکھوں ہی مار بھر پاؤں</p>
<p>(اسیر) تلبزار نام - قوم کے نعرانی - شاہ نصیر دہلوی کے نامی شاگردوں میں تھے شمر و جہا زانسی کے بیٹے ظفر باب خاں صاحب کے رفقا میں تھے - نہایت پر زور - تو مند - اور فہم و شجاع آدمی تھے شعر بھی اچھا کہتے تھے ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>شمع فانوس میں در پردہ جلی ہے دیکھو ہم اُس آئندہ روکے جہر میں یوں زبست کہہ تیں</p>	<p>شعلہ آہ نکالے ہے جگر سے باہر کہہ سکتے کی سی حال سے نہ جیتے ہیں نہ مرنے میں</p>
<p>(اسیر) سید نمل نبی برادر زرد و شاگرد سید ال نبی لاغر باشندہ شاہ جہاں آباد - بہادر شاہ کے زمانے میں نشو و نما پایا تھا - انکے والد مولوی غلام علی آتھر تھے کلام سے طبیعت میں شوخی نگویں رسائی پائی جاتی ہے ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>نہ ملے گا جو کوئی ڈھونڈے گا ہچکیاں بے وقت آتی ہیں اسیر</p>	<p>بے وفاتم سا با وفا ہم سا وقتِ مردن میں کسے یاد آگیا</p>

ارادہ رکھتے ہیں شاید وہ آپ آنے کا	جواب نہ دینے سے یہ ہوا ثابت
رنگ لائی ترے ہاتھوں کی خامیر سے بعد	خون ان ہاتھوں سے کتنوں کا ہوا میرے بعد
یونہی گدڑی تو گدڑ جائیں گے ہم آیا میری تقدیر کا لکھا میرے آگے ایسا ہوا وہ جواب دیدے کہتے تھے اسیر وہ آخر بگڑ گئے	روز کے وعدوں میں مرجائیں گے ہم خط غیر کا اس شمع کو آیا میرے آگے قاصدِ رتا ہے مانگتے خط بت نہیں کسی سے یہ ہر دم کی چھیر چھاڑ
<p>(اسیر) میر گلزار علی - خلف ولی محمد نظیر اکبر آبادی - خلیفہ کے لقب سے لقب تھے - تاج کعبہ اگرے کے مدرسہ میں مدت تک درس رہے - اگرچہ اپنے والد کی ہی ہمہ گیر اور پسندیدہ عام طبیعت نہیں پائی تھی مگر ان کے خلف کمانے کے ضرورت تھی تھے - صاحب دیوان ہیں شہداء میں پیدا ہوئے ۷۰ برس کی عمر پائی - دیوان کے سوا ایک شغوی ہوا عشق بھی انکی یادگار ہے - اہل کلام نیز</p>	
اُسکو بھی سکھا دے تو بہانہ کوئی ایسا شمع کو رو تے نہ چروانے کو جلتے دیکھا بیتاب میں مرغان گرفتارِ قفس میں کرمان زمیں بھی انہو سے سیر لحد میں خاطرِ دوسہ پرواز کا دیوانہ ہوں خوشبو کے لئے آگ پہ رکھتے ہیں اگر کو کوئی بھلا لکھ ٹھہرائے لیکن غل کیا ٹھہرے بر دل میں مومن ہے کوئے صنم کی بندہ ہو	مکتب سے اٹھے فیس بھی ملی ترے ہمدرد بزم میں سوز و گداز اپنے سے فرصت ملی گلشن میں جو ہے آید یا ہم ہساری ہم لے گئے وہ ہڈیوں کے ڈھیر لحد میں خطِ کبوتر کو دئے لاکھ طح کے ہیں خیال بے دل کے جلسہ سوزِ بگڑ میں نہیں ہوتا جہاں روحِ رواں کے کوچ کی دہنا سے طیرانی یقیناً تو تھا ہر سہ حرم کی بندہ ہی ہوئی
غم زمانہ ترا موشش ہو تو اچھا ہے انکو تلخی شکر آید مرغان نے دی ہے بے منت پانہ منزل مقصود کو پہنچے	خدا کو یاد کرو اور جامِ بھر کے لاساقی کر دے ہونے میں بھی خیرین ہونے کے خزا ہو تو سے جدا منزل مقصود کو پہنچے

لاکھوں میں زخم پر لب برز زخم ہے خوش استے دہن پر بے غمی ہو تو سیر ہے

(اسیر) تدبیر الدولہ بدر الملک منشی سید مظفر علیاں بہادر جنگ قصبہ ایٹھی نواح کے رہنے والے تھے والد کا نام سید مد علی تھا جو محمد صالح مکر وڑی کی اولاد میں تھے۔ بارہ برس کی عمر میں اپنی تحصیل شیخ زادگان لکھنؤ میں شادی ہوئی۔ عربی اور جگہ علوم و فنون کی کتابیں ملائے فزگی محل سے پڑھیں۔ شعر گوئی میں شیخ غلام بہائی مصطفیٰ کے شاگرد ہوئے۔ مگر شیخ صاحب دو تین برس بعد ہی فوت ہو گئے۔ منشی صاحب مدوح نے اپنی ذہانت اور طبع رسائی سے وہ کہاں پیدا کیا کلا جوا ہوئے اور فخر اُستاد کلائے۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے زمانے میں سرکار شاہی میں توسل ہوئے حضرت امجد علی شاہ کے وقت میں کچھ ہی سلطانی کے شہنشاہ دار اور دار و عہد زمانہ اور دھر ہے پھر ۹۰ برس سلطان عالم و جد علی شاہ کی مصاحبت میں گزارے۔ بادشاہ کا بے کا بے اپنے کلام میں بھی آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ خطابات ملکہ آپ ہی نے عطا فرمائے تھے۔ سلطان عالم جب استراخ سلطنت کے بعد کلکتہ تشریف لے گئے تو اپنے نفاقت منظور نفرائی۔ چنانچہ بادشاہ تخت آزد و خاطر ہوئے جس ناراضی کا جا بجا اپنی تصانیف میں اظہار کیا ہے۔ بعد غدر نواب یوسف علیخان ناظم دوائی راہپور نے قہر دانی فرما کر راہپور طلب کر لیا اور اپنے کلام میں شور بھی نہ مانتے ہے۔ پھر مدۃ العرا سی ریاست کے دغا گور ہے۔ انکی تصانیف میں سے چار اُردو کے دیوان اور ایک فارسی کا دیوان اور فتویٰ درۃ التاج اور رسالہ عروض حبیب چکی میں۔ منشی آ میر بینائی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ اُردو کے چھ دیوان تھے۔ مرثیے اور قصائد بھی بہت سے لکھے ہیں۔ بڑے چوکور گورکن عشق شاعر تھے۔ اپنے زمانہ کی روش کے موافق رعایت لفظی کے اسیر اور اہل لکھنؤ میں اپنے آپ ہی ظہر تھے۔ انکے جلد اصناف سخن پر قادر ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ قابل حیرت پر گوئی کے ساتھ ساتھ چھلکتے تھے۔ طبیعت کا زور ضخیم دیوانوں میں نہیں سنا جس سے ظاہر ہے کہ شبانہ روز اسی مشغلہ میں گزارتے ہو گئے۔ اسیر موصوف شاعری کے علاوہ دیگر علوم متعارف میں بھی کمال رکھتے تھے چنانچہ عروض میں کاغذ عصر خیال کئے جاتے تھے

ایک اور امر قابل ذکر یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دہلی اور لکھنؤ کے مباحثات فوقیت زبان سے محترز رہے اور اکثر موقعوں پر شعرا سے دہلی کے دلفریب اور پرتاثر کلام کی داد دے کر آپ نے اپنی سلیقہ لفظی سے بعضی اور بدندان نظری کا ثبوت دیا۔ لکھنؤ میں آپ کے بیسیوں شاگرد تھے جن میں سے حضرت امیر مینائی مرحوم - فشی احمد علی شوق - جرار - فضل رسول خاں واسطی - اسد اور آپ کے دونوں صاحبزادے جناب حکیم اور افضل درجہ امتیاز رکھتے ہیں۔ شعرا سے لکھنؤ میں وزیر - رند - قبا کے بعد آپ کا دم بہت غنیمت تھا۔ آخر کار ۸۴ برس کی عمر میں بمقام راجپور ۱۲۹۹ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دونوں صاحبزادے عاید بن لکھنؤ میں شمار ہوتے ہیں اور شاعر ہیں ہمارے مذاق کے کلام کا انتخاب پیش کش ہے۔

انتخاب دیوان اول موسوم گلستان سخن

ساقی ہی مڑا ہے دو دن کی زندگی کا
روتے ہیں کیوں اجنا موقع ہے یہ خوشی کا
بکیسی کا وقت ہے چھایا ہے عالم یاس کا
ناخدا خود ہے خدا کشتی سلو فانی کا
مثل نقش با جہاں بیجا دہیں کا ہو گیا
خدا سے سلسلہ ہے مجھ لگا لے بے توسل کا
بونے گل کی موج ہے زنجیر لے عنذیب
باغبان پھیلوں سے چھلے آشیان عنذیب
آشکارا رند بیٹے ہیں تو یہ پنہاں شراب
یہ شہیرہ ہے منکر تنویر آفتاب
مشکل کے وقت ایک ہے پورہ لگا دوست
دشمن یہ لاکھ بار ہوئے لاکھ بار دوست

شیشہ رسوے بغل میں جام شراب لب پر
ہم دام غم سے چھوٹے مدت کے بعد کر
چھوٹے ہیں اتر جا جاتے ہیں ہم ٹوٹے دم
غم ہے اس بحر میں کیا بے سرو سامانی کا
ضعف سے چوندیں ہر جازم کا ہو گیا
امیروں کی سفارش ہو مبارک اہل دنیا کو
باغیاں اڑ کر کہاں گلشن سے جانے عنذیب
ہو عیاں کچھ بھی جو تائبہ فغان عنذیب
زاہد ان خشک کے تقویٰ کا میں قائل نہیں
ججو شراب پیشہ زاہد ہے ساقیا
کنے کو یوں جہاں میں ہزاروں ہیں یاد دوست
کس سے کہوں تلوں بنائے روزگار

نشیمن طائرین روح کا ہے تیغ جانان پر
ازل سے عشق ہے دلوں ترے روئے کبابی
خضر ہر آبِ حواں سے سکندر ہے نصیب
اسکو منظورِ نظر ہے اور کچھ ہوتا ہے کچھ نہ
دل مجروح کو کیا دیکھنے آئے ہو بے پردہ
آئے وہ بال کھولے ہوئے ہر فاختہ
کرتا ہے منجھو تو دعا عطرِ شراب سے
کاٹ کر بے جرم سر میرِ است بچائے گا
در بارِ جہنم میں مزاروں کو بے خبر
بے مانگے رزق دیتا ہے ہر روز وہ کریم
دورِ چشم یاد نے یہ ست عالم کو کیا
دل میں اپنے ہے جگہ اس بت کا فرکِ اسیر
خند سے جتنا ہے بیان کا فردِ نیدا میں رزق
جلتے ہیں غم سے جان و دل دینہ دگر
زنجیرِ تعلق مرے پاؤں سے تو نکلے
آیا ہے جھکا ہوا تہ یہ مضمون چراغ سے
وے جزوں ہو جو جنوں کو دیں مبارک باد ہم
اپنی بربادی سے کرتے ہیں جہاں کو شاد ہم
مربِ شیرِ قضا سے کوئی پہنچنے کا نہیں
تنگ ہیں قیدِ مہکاں سے اب یہ تلکِ خیال

جمعہ اگر نہیں تو دو شنبہ کو آئیے

ہزاروں بلبلیں منجی میں دیوارِ گلستاں پر
اگر باد نہ کہد میں رکھ کر ہاتھ قرآن پر
کامیابی دہر میں موقوف ہے تفتِ حیدر پر
ہنستی ہے تقدیر کیا کیا صاحبِ تدبیر پر
چھپاؤ چہرہ دیکھو چاندنی پڑتی ہے بسمل پر
نازلِ نئی بلا ہوئی اہلِ تسبیح پر
دینا ہے آپ جاں شربِ جلوہ پر
رحم آتا ہے مجھے نادانیِ حبِ لاد پر
مردوں کو جاگے کرتے ہیں زندہ سلام پر
کب تک تلاشِ بواہر ہوتا کجا ہوس
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ناہنجی دوکانِ مفروض
نالہ دل ہے کہ تا قوسِ صنم خانہ عشق
زادِ اہلِ قوس نہیں سبہ و زنا میں فرق
چاروں طرف ہے آگ بجھاؤں کہاں تنگ
ہے فاصلہ دو گام کا رستی سے عدم تک
روشن نئی کا نام رہے جو جلائے دل
قید ہو کر بے بلاؤں سے ہونے آدو ہم
باغِ حلال میں ہیں مثلِ گشتِ برباد ہم
فائدہ کیا کیوں بنا میں قلمِ نولاد ہم
چا دیو ارغما صبر کو کریں برباد ہم

شبہ عبت ہے آپ کو سب ان خدا کہیں

اسی کا دیر میں جلوہ اسی کا نور کعبہ میں
 ساتی اسی سے رکتے ہیں شمشیر غم کے وار
 خون نافع کا ہمارے داغ مٹنے کا نہیں
 کعبہ ہے ایک بست سکدہ زاپہ گل گلی +
 انڈیشہ مجھ کو سنتی ایام سے نہیں +
 بیان کرتی ہے مستی میں رازِ یادہ پرست
 ٹھہرے آگے ترے یہ حوصلہ جو نہیں
 فارغ جہاں میں رنج سے اہل فلم نہیں
 غربت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
 ہو رہ کر کیا تاہو دنیا میں تجھ کو رنج
 امیروں سے فقیروں میں زیادہ سوزِ الفت ہے
 ہو گیا دہشت سے ایسا بسلوں کا خون خشک
 معجزِ لب سے جلایا تھے مردہ غیب کا
 ہوا اگر قاتل بھی سر پر تک حق گوئی نہ کر
 سر کی ابتدا و انتہا شے عمر ماتم میں
 زردار تم سا کوئی نہیں کائنات میں
 حور ہر ایک خود کو بکوپہ رنگ و بو
 خاک ہے سب جو دم نہیں شاگرد اسے کم نہیں
 اٹھ گئی ساری کچھری ہو چکا سب کا حساب
 اسے طبعِ موت نے کھو یا ہر اک آزاد کو
 مدتوں کھاتی ہیں سہنے مسجدوں میں ٹھکریں

نزاعیں اس قدر ہیں کس لئے بگڑ سلاطین میں
 جامِ شراب سے کوئی بڑ بڑکے سپر نہیں
 تیغ میں ہو گا اگر قاتل کے داماں میں نہیں
 بت لاکھ رنگ میں ہیں خدا ایک رنگ میں
 رزاق رزق دیتا ہے کڑے کو ننگ میں
 شراب شمع میں ہوا سٹے حلال نہیں
 حور کیا اُسکے فوٹے کا بھی مقدور نہیں
 ہرگز بغیر زخم زبان قلم نہیں
 کچھ احتیاج بارشیں ابر کر ہم نہیں
 رہزن بھی لٹتے ہیں تو تنہا کوراہ میں
 دوشالے میں کماں وہ جھد رگڑی ہو کھیل میں
 ایک بھی دھتاہو کا تیغ قاتل میں نہیں
 کیا ہماری لاشیں قابل ایک ٹھوکر کے نہیں
 موت تیری جز خدا قبضے میں خبر کے نہیں
 محترم میں ہوئے پیدا تھا آئی محرم میں
 دینا داغ بکودنے جس زکات میں
 بلغ جہاں ہے لکھنؤ جو ہے یہاں کہیں نہیں
 طبل نہیں علم نہیں تاج نہیں گہن نہیں
 ڈھونڈنے ہی رہ گئے عشق میں ہم جلا کو
 کم نہیں دارالشفاء سے گور مجھ ببار کو
 ڈھونڈ کر آخر نکالا خدا یہ مختار کو

رہتا ہے معشوق سے عاشق کو پیغامِ اجل
 زمانہ رنج دیتا ہے بقدرِ حالِ انس کو
 نہ اٹھا اُس رُخ روشن سے پردہ ہو چکا محشر
 اب کیا کبھی ہوئی نہیں معشوق سے وفا
 ایک کیا ایسے جو سو عالمِ خدا پیدا کرے
 صبر کی لذت اگر طبعِ گدا پیدا کرے
 نبضِ بیمارِ جو اے رشکِ مہربا کبھی
 ساقیا کم ظفرِ تیری پسند آتی نہیں
 وہ کون ہیں جو دوست سے کرتے ہیں دشمنی
 خالی ہمارے سامنے لایا ہے ظفرِ بے
 بوسے کے مانگنے سے نفاستِ درنو
 فانی کی تیغِ تیرے عجب کامِ گرگئی
 جاں بخشی زمانہ ترے لب کا کام ہے
 دلِ مائلِ زیارتِ بیتِ السلام ہے
 سجدہ کو کس کا قصدِ پُقتلِ عام ہے
 کس کام کی غارتِ جو جس میں تیرسی یاد
 کا عندِ تمام - کلکِ تمام اور ہم تمام
 ترا بد تجھے ہے وقتِ عبادتِ جہاں کی فکر
 تا قبولِ خلق تھا ایسا بنا کافرِ جو میں
 گلوں کی سیرِ کرگلشن میں ہم گئے تھے آہ
 کھینچ لایا ہے نفسِ تمکھ میں دانا پانی

جب پڑتا ہے جلاوتِ تباہی ہے سلسلہِ خار کو
 گدا کو فکرِ ناسِ اندیشہ عالم ہے سلطان کو
 وہی شوقِ تماشا رہ گیا اہل تماشا کو
 غیرِ نیکی کیا سلوک کیا کو کین کے ساتھ
 غیرِ ممکن ہے کہ تجسا و دسرا پیدا کرے
 خشکِ روئی نانِ نیست کا مڑا پیدا کرے
 آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دینا دیکھی
 ایک ساغرِ کیا کرے پی کر جو دریا نوش ہے
 تھجو کو تو دشمنوں سے محبتِ پسند ہے
 ساقی کی طبعِ کتنی طرافتِ پسند ہے
 ایک بات ہے کہ کُنہ سے ہمارے نکل گئی
 بنکر دو ہمارے گلے سے اتر گئی
 یہ نائبِ مسیح علیہ السلام ہے
 اے ساکنانِ دیرِ ہمارا سلام ہے
 پیچھے صفوں سے خوف کے اے امام
 سجدہ جو تیرے در کے سوا ہے حرام ہے
 پر داستانِ شوق ابھی ناتمام ہے
 ایسی مساکین کو تو ہمارا سلام ہے
 جتنے ہندو تھے مریٰ ضد سے سلاں ہو گئے
 پٹ پٹ گئے کانٹے ہمارے دانا
 دیکھئے دانا ملکِ بند کرے یا پانی

<p>عبرت کا ہے مقام زمانے کا انقلاب چشم مردم سے یہاں چھپ کے جو کرتے ہیں گناہ خاصیت یہاں ہے عاشق میں تمارے بجائے ترک عبادت کرے جو صاحب زر پھنسا یا منت دل نے کر کے الفت یوں فائز لا لے کے بچوں اگتے برفِ نسل بہا میں اہل رب کا ظاہر و باطن کہاں ہے ایک تھک چکے ہیں پاؤں اُنکا آستانہ دور ہے یہ ہنر مند نشیں اہل ہنر و درخشاں نہ دوزخ کو سمجھتے ہیں نہ جنت کو ہم سے وہ غلط</p>	<p>تکلیف فیر کر رہے لکھنؤ بادشاہ کی جانتے کیا نہیں آتا کہ خدا ناظر ہے کشتہ نہو جب تک اسے آرام کہاں ہے پڑ ہے نماز وہ کیا نشہ شراب میں ہے معاذ اللہ کچھ تو آدمی اچھا بُرا سمجھ ہر سال زندہ ہو گا جو اسکا شہید ہے دل میں صنم بفل میں کلام مجید ہے دن ہے کم منزل کو رہی ہے اور جانا ہے عقلِ آساں سے خدا کا کارخانہ دور ہے فراق یار و دوزخ ہے وصال یا جزبہ</p>
---	---

انتخاب دیوان دوم معروف بہ ریاض مصنف

<p>کیا خوب بزموت آئے جو سب مجھے پہلے بے مشقت نہیں ہوتی کوئی راحت حاصل چاہئے اور بھی اُو ترک کرم تھوڑا سا لا غری نے مجھے ہستی سے کیا ہے مہم دم</p>	<p>نازک ہے یوں دل و رخ عازاں نہ اُٹھنے کا عسرتِ دریا ہو اغوا تھیں تو گوہر پایا تیرے زخمی میں ہے باقی ابھی دم تھوڑا سا اے اجل و موندنی پھرتی ہے کسے ہوشیلا</p>
<p>حشر میں دوستوں سے دوستی داغ دل چاہا چھپانے سے عیاں و زب دل چاک چاک ابرو سے خوار نے کیا دست رنگیں سے خون بہا میرا دل جلا کر رخ محبوب کا جلوہ دکھیا</p>	<p>مرگ انبوہ جشنِ عام ہوا شمع خاموش ہوئی جہنم دھواں اور ہوا کہے کو کو بلا تری تلوار نے کیا یہی کافی ہے خون بہا میرا جہنم گھر بچو نہ کہ کیا خوب نماشا دکھیا</p>

<p>جو مال کے طالب ہیں کوئی ان کے یہ کہے عمر بھر تیرے گھر رہے صیاد میخانہ جہاں میں تھا بادۂ نشاط غریب خانے میں آئے تو سرفراز کیا</p>	<p>آخت ہوئی قاروں کیلئے زر کی محبت اب کہاں جائیں چمڑا ہو کر پہچنائے تو یہ تیرے گنہگار تو کر خوش نصیب قدم آپ کے سر پر</p>
<p>چھوڑی ہو گئے نفس میں ترے نالہ بلبل کیا قیامت ہیں تری اوبت جتنا آنکھیں بری گناہ سے کیونکر جہاں میں ہو انسان خدا کا سجدہ جو رکھا ہے سنگ پر جاتر معطل کو اس نے آ کے مرقع بنا دیا جب تک ہیں کوشش ہوش فسانہ سنیں نہ بدگماں عاشق مضطر سے اگر ہو پس مرگ</p>	<p>چھاؤنی چاروں اس باغ میں بچائے بلبل دو نو عالم سے گیا جس سے ہو نہیں چاڑھیں یہاں تو آ کے فرشتے گناہ کرتے ہیں یہ اہل شمع توں سے بھی راہ کرتے ہیں بیکار جسم رہ گئے مجبائیں نکل گئیں + جب تک رہے زبان نرمی گفت لکڑیں لاکے بھاری ساحل پر کوئی پتھر کہ دو</p>
<p>بنا یا پری تم کو دیوانہ ہم کو زیت کتے ہیں جسے ہے غلط قسے ہم ہوں یہ غیر ممکن ہے دکھو پڑے ہوئے ہمارے آئے دوبار سچا کو دیکھو دو اہو کوئی</p>	<p>وہ طالع ہمارے یہ قسمت ہماری موت کتے ہیں جسے آرام ہے جسے ہو جاؤ تم خدا نہ کرے نئے انسانہ کہا حال تمہارا کیا ہے اشاروں میں مجھ کو شفا ہو گئی</p>
<p>انتخاب از دیوان سوم و چہام</p>	
<p>گر می کا شکر چاہیے اے انتیاق دید خاکساری سے نہیں بہ چہائیں نمی دئے خدا نے عوض ایک ایک کون</p>	<p>سوئے میں اسے سننے سے ڈوٹا کر دیا مل گئی جس کو یہ دولت کیسا کر ہو گیا کریم بانٹ کے ز صاحب خزانہ ہوا</p>

غش نہ ہوئی کو سر پر طور سنبھلنے دیا	تابِ نفاذِ معشوق کہاں عاشق کو
ہوش جاتے رہے جسدن سے ہوش بھا دم آیا یا نہ آیا کیا بھروسہ زندگانی کا	بیشی خوب تھی کچھ فکر زمانے کی نہ تھی جو عاشق ہے اُٹھا دل سے تعلق و ہر فانی کا
زائد کا عامہ سر باز اُرتا رہا واں حنہ ابھی خدا نظر آیا دل بھسرایا جو زخم بھسرایا جب خدا چاہے گلاب ہو جائیگا	مستی میں ترنگ لگتی جیت کو تیر بت کدہ کی میں سیر کر آیا ہوں وہ بسمل کہ ہوں میں عاشق درد مطلبِ دل بے طلب ہو جائیگا
مر جھائے ہوئے بچلوں کا جب ہمارا تارا دراز عجزِ حسامِ قاتل جو آسرا ہے تو اُسکے دم کا آئی خزاں تو اور شگفتہ چمن ہوا سوچ رکھا ہے سوالِ روزِ محنت و کجاوہ حیلہ ہے کہ دیکھی نہیں جاتی بخششِ دل ایسا نوادہ اپنا وہ سینہ سے اٹھالیں بیگنہ مل گئے چپ چپ کے گنگاروں میں حسن بے پردہ ہے پر تابِ تماشا کس کو مک الموت کہوں کس کو میا کس کو رہ گئی باقی زبانِ پردہ استارِ لکھنؤ تہا جو مے پیو تو ہمارا ہویو پوچھنا ہے لئے جاتے ہو کہاں تم مجھ کو کیا جان دم نزع کشاکش میں پڑی ہے جتنی کہ چھوٹی ہے وہ اتنی ہی بڑی ہے	مارا مرے سر صبحِ شب وصل گزار نجات دینا کے مخصوصے سحرِ نیر کوئی دینے والا پیسری میں تیر رنگِ ریاض سخن ہوا جاتے ہی کدہوں گا میں مجرم ہوں تو برکیم اُٹھنا انہیں منظور رہے پہلو سے ہمارے کم ہو نہ ذرا بھر خدا اے پیشِ دل وہو محشر میں ہوئی جب تیری مریش کی نظر آتا ہے ترا چہرہ زیب اکس کو زیت ہے مرگِ محبت میں مجھ مرگِ عزت اب کہاں وہ لکھنؤ وہ سا کہاں لکھنؤ ساغر ہمارے ہاتھ لبِ آب جو پیو کوئے قاتل کو جو چلتا ہوں تو سایہ ڈر کر پہلو میں وہ بیٹے ہے اجل سر پہ مٹری ہے کچھ حالِ شب وصلِ شبِ جبر نہ پوچھو

اس لئے دامن سے میرے اشک پونچھ دیا جسکو کتنا ہے جہاں آگے خدا کا نام ہے بانی ابھی ہے ترکِ تنہا کی آرزو	تا تمنا میں اسی لذت کی یہ رویا کرے اے صنم وہ تیرے وعدہ کی وفا کا نام ہے کیوں کر کہوں کہ کوئی تمنا نہیں مجھے
اے تیغِ جفا کی نکرنا	سو گند بجھے مرے لبوں کی
سارے علاج آگے اجل نے مجھلا دئے کچھ تو الفت کی ترے کوچہ سے بھڑکتی ہے آگیا ضعف ہی کچھ کام کہ تربت میں اسیر	حکمت وہ کیا ہوئی کوئی پوچھے حکم سے گردِ غم کر میرے دامن سے لپٹ جاتی ہے ہو گئی ختم قیامت مرے اُٹھتے اُٹھتے

(اسیر) مولوی علی احمد خاں - گو انکا اصل وطن بریلی ہے مگر بایلوں میں رہتے ہیں۔ اور حضرت
عناق کے شاگردوں میں ہیں۔ کلام حاضر ہے ۵

دیکھ کر خنجرِ جفا کا خود سرجر نیاز ادائیں نہ کیوں چشم کی ہوں پسند	رحم اس پر بھی نہ آیاتِ تلِ خود تبار کو اُٹھاتے ہیں سب نازِ مبارک کے
یہ دو دن کا ہے رنگِ بوبائیاں	نہ تو پھول پھولوں پہ گلزار کے

(اسیر) فشی محمد مسیح السدا سیر باشندہ ریٹھ شاگرد مولانا احمد حسین شوکت دور موجودہ کے
شعبہ میں ہیں ۵

کیا تیرے گم نے نصیب جہاں کو تری طرزِ جفا تھی اس میں ورنہ مزا آتا ہے دردِ دل کو سنکر بھسنے دامِ بلا میں تم اسیر آہ	کماں کش ہاتھ سے کھدے کماں کی اُٹھتا کوں جو آسمان کو وہ کہتے ہیں کھجورِ داستان کو نہ جھوڑیں گے وہ گیسو مرغِ جہاں کو
--	---

(اسیر) فشی سید سجاد میر نام جو مولانا رشید فخر الشرا مولانا سید ظہیر الدین حسین صاحب
ظہیر مدظلہ العالی - ایسے باکمال باپ کے فرزند ارجمند ہونے کے علاوہ خود ہر طرح ذی بابت
اور صاحبِ ہنر تھے۔ علوم متعارفہ میں چھی استعداد و ہم پونجائی تھی۔ شعر گوئی کی طرف کم توجہ تھی

لیکن جب اجاب کے اصرار سے کبھی خیال آجاتا تو باقی ذہن اور تیز فکری فکر سے ایسا ایسے دلنشین مضامین نکالتے اور اس طرح فی البدیہہ اشعار کہتے کہ لوگ انہیں انکے عزم نامدار سید امراؤ مرزا انور مرحوم کی زندہ مثال سمجھتے تھے۔ الغرض بڑے مبلع اور ہونہار نوجوان تھے آپ ریاست جے پور میں تھانہ دار تھے۔ بوجہ تبدیلی مقام کھنڈیلہ میں متعین ہوئے وہاں جو بچتے جی چند دشمنوں کی شرارت سے ایسا قضیہ نامرضیہ پیش آیا جس نے آپ کو ہم سال کے سن میں شربت شہادت پلا کر عزیز اقارب خصوصاً انکے ضعیف العمر باپ حضرت تلپہ کو صدمہ عظیم پہنچایا۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ یہ سائنس ہو کر ۱۸۹۹ء میں واقع ہوا۔ کچھ کام آپ کے والد بزرگوار نے ارسال فرمایا وہ بطور یادگار درج تذکرہ کیا جاتا ہے چند متفرق غزلیں اور ایک سنوئی آپ کی یادگار ہے ۵

گرنہ باتوں میں عدد کے آئیے	آپ اویسوں بزم سے اٹھوایے
کیا کبھی منت کش ساقی نہ تھے	وعظ میں یہ تو ذرا فدا کیے
گر نہیں ہے آہ عاشق میں اثر	بیقراری کا سبب بتلایے
بے تکلف بے چلچلا جذبہ شوق	سختی منزل سے کیوں گھبرائیے
جان لیجئے یہ عنایت کیجئے	قتل کیجئے یہ کرم نہ روائے
سن بھی ہیں لہر ترانی طور کی	جس لوہ حیرت خزاں کھلائیے
ہے خاموشی سے دہشیں عیاں	آپ ہی دل میں ذرا شرم پائیے
قتل کیجئے زندگی یاں موت سے	کچھ سبجائی بھی تو دکھلائیے
کہہ رہے ہیں منع رب غیب پر	اپنے دل کو ہی ذرا سمجھائیے
اپنی باتوں سے ہوا بال غیب پر	اس دل نادان کو کیا سمجھائیے

(اشتیاق) شاہ ولی اللہ محدث دہلی۔ اصل وطن مرہٹہ اور مجدد ملت ثانی کی نسل سے تھے۔ دہلی کے قریب فیروز شاہ کے کوٹلے میں سکونت پذیر اور توکل پختہ بزرگ بنے

اشتیاق

یہ وہ عالمِ فاضل بزرگ تھے جنہوں نے اپنی تبحر اور قابلیت کا سکہ تمام علماء کے دلوں پر
 بٹھا دیا تھا چنانچہ ان کے تفصیلی حالات اکثر کتابوں میں مندرج ہیں۔ شاہ صاحب کی ولادت
 آخر زمانہ اورنگ زیب علی گڑھ میں واقع ہوئی شاہ آبرو اور خاں آرزو کا زمانہ دیکھا۔ ۱۶۷۷ء
 بعد مالکیہ ترقی انتقال فرمایا۔ بیرونِ ترکاں دروازہ دہلی ہندوؤں میں دفن ہوئے اب تک ہر
 سال آپ کا عرس ہوتا ہے۔ مولوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹-۱۱۵۹) صاحب
 تحفہ اشعار ہے اسی نام آور باب کے بیٹے تھے۔ کبھی کبھی تفننی غیت میں شعر بھی فرماتے تھے۔
 چنانچہ چند شعر تبرکاً درج کئے جاتے ہیں ۵

خیال دل کو ہے اُس گل سے آشنائی کا کہیں وہ کثرتِ عشاق سے گھنڈ میں آ جہاں میں دل نہ لگانے کا لیوے پھر کوئی نام نہیں خیال میں لاتے وہ سلطنتِ جم کی جفاٹے یار سے مت اشتیاق بھی کہ نہ لڑکوں کے چھروں کی لگے کیونکر اُس کے چٹ جتاں جو جبر کی باتیں ہیں سنا تے ہیں مجبور کر سب کو ہیں اور سے جو لاگ لگی	نہیں جیا کو ہے دعوئے جہاں رسائی کا ڈروں ہوں میں کہ نہ دعویٰ کوے خدا کی بیاں کروں میں اگر تیر سی بے وفا کی غرور رہے جنہیں در کی ترے گدا کی کا خیال کیجو کہیں اور جبہ سانی کا ہر ایک گرد باد ہے محبوب کو دھول کوٹ کچھ ان کا دوست نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں نہیں مندی یہ تری نلوں سے ہو گا لگی
---	---

(اشرف) حافظ غلام اشرف نام ہے۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ علم و سستی میں
 کامل مہارت اور فنِ شعر میں عمدہ قابلیت رکھتے تھے۔ جنتِ اورین بجانے میں دستگاہ نام اور
 خیال - دھڑ بگانے میں قدرتِ مالا کلام حاصل تھی۔ نواب محمد رفیع خاں ابن شاہ نظام الدین
 عزت شاہی جو ظاہر میں دیندار اور باطن میں فقیہ تھے ہمیشہ ان کی صحبت کو غنیمت جانتے تھے۔
 فنِ شعر میں قدرتِ اسد خان قاسم کے شاگرد تھے مرثیہ گوئی کا بھی شوق تھا۔ ۱۲۱۷ء ہجری تک
 زندہ تھے کلام حاضر ہے ۵

<p>روز ہر آن میں تجھے دیکھا اُسکی صورت کا بیاں ہو نہ سکا تو ذات و صفت کو ہم دیکھتے ہیں آگے لب نہ میر ہے جلوہ گری درجی مجھ کو تو دعا ہے فقط تیری ذات سے بولایاں کوں رو رہا ہے سونے میں مرے غفل پڑا ہے یہ گھر ہے نہ کارواں سرا ہے</p>	<p>شب نئی شاں میں تجھے دیکھا تو نے تفسیر پڑھی حافظ پر حقیقت میں تجھ کو جو ہم دیکھتے ہیں ایک قبل نے تو روشنی عالم کو دمی مطلب پہلا رکاں سے نہ کچھ کاٹنا ہے اُس نمن کے وہ رات میری زاری قطعہ جو شام سے لے کے آج اب تک جلدی اب اسے اٹھا دیاں سے</p>
<p>پرکشش انہیں ہے زندگی ستار کی آؤ جانے دو لڑائی جو بسکی داں نے ہو آشنائی ہو چکی سب کی بنی پر اپنی شاں کی نہ رہی کیا کہ رہا ہے چلے ہی چلے بنا بنی رات دن رہتے ہیں اُن لوگوں سے دلاں بھر اُسکے دروازے چرب یوں میں دہان بھر ایک ہی سیر میں جسے کئی زندان بھر</p>	<p>نویشاں دوستوں و عزیزاں و ہمنشیں میں نے کل اُس جنگ جو سے یہ کہا صاف میرے منہ پر کہ بٹھیا کہ اب اک روز محض اُس کی جس چچا میں یہ کیا سننے ہی اُسکے کئے لگا لگیں رہے بے ادب آہ کب جاویں جو ہم اُس کو اکیلا بائیں کیوں نہ ہم گھر کو پھریں حسرت داراں بھر ہم اسیروں کی خبر ہووے بھلا کیونکہ اُسے</p>
<p>(اشرف) شیخ اشرف علی نام۔ خلف شیخ مظہر علی ساکن مصطفیٰ آباد عت کسمندی جو صاف لکھنؤ سے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جناب اشرف کی عمر کا زیادہ حصہ ملکہ ساری عمر لکھنؤ میں گزری اگرچہ ان کا دائرہ علم زیادہ وسیع نہ تھا مگر ضروریات شعری کے لئے کافی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے۔ کال ۴۰ برس تک انکو نشی و نشور کے مطبع سے تعلق رہا۔ نہایت خلیق اور با وضع آدمی تھے کیا لباس و کیلا طریق رہائش جملہ امور میں جیسا جوانی میں رنگ تھا ویسا ہی عہد</p>	

پیری بلکہ مرتے دم تک قائم رہا۔ جس سے جس قسم کی ملاقات تھی اُس سے ہمیشہ ہی رہتا رہا۔ جس کام کے لئے جو وقت مقرر کر رکھا تھا اُسیں کبھی فرق نہ آیا۔ اشرف نے تمام عشاء دی انیس کی اور نہایت نیک نامی اور اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ نواب صفیر علی خاں صاحب انیم دیوی کے قدیم اور رشید شاگردوں میں تھے۔ تاج - آتش - خلیل - وزیر - صبا - زند - کی محفلوں میں شریک رہے مگر اپنے طرز کلام میں اساتذہ دہلی باخصوص اپنے استاد کا متبع کرتے رہے اور باوجود کوشش ہومعنی و تعلقات و زمزمہ طرز لکھنؤ کے اثر کو غالب نہ آنے دیا۔ اچھے اچھے مضامین پاک اولطفیف زبان میں بڑے سلیقے سے ادا کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کا کلام گوسا ایک ہی رتبہ کا نہیں لیکن اکثر شاہیر کے کلام سے لگا کھاتا ہے۔ اپنے استاد مرحوم سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ فدا کی کا رتبہ حاصل تھا۔ منشی امیر امیر صاحب تسلیم کے گہرے دوستوں میں تھے۔ ساڑھ برس تک ہم شوق و محبت سے الغرض اساتذہ قدیم کی ایک قابل قدر یادگار تھے۔ غزل کے علاوہ تانچہ گوئی میں بھی بڑا ملکہ حاصل تھا چنانچہ مطبعہ نذکشاوریادگیر تکتب مطبوعہ لکھنؤ میں عموماً بکی تانچہ ہوتی تھی۔ ان کے دو اردو دیوان مکمل موجود ہیں۔ ۸۵ برس کی عمر پر ۱۹۱۷ء میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔

چینا غم فراق نے دشوار کر دیا جو شیر کرم سے بڑھ گئی امید مغفرت اشرف مرے کلام کی لکھنؤں نے آج	پر ہونے حضور کے ہمب ار کر دیا رحمت نے تیری محبت کو گنہ کار کر دیا دامن سخن کا دامن گزار کر دیا۔
فنون بے اثر سے خاک ہو سکیں بیل کی اسے فلک شیوہ نہ بدے اُس ستر ایکاد کا ایک جا ممکن نہیں نازک مزاجی سے قرار نخش عاشق شامیانے کی نہیں مناج ہے آسمان سے شکوہ و استغی بے کار ہے بہانے ہی ظاہر کی کرامت دست وخت نے	قفص پر دم کیا صیاد نے فقرہ گلستاں کا ہے ہمارے دل میں جیت تک حوصلہ فراہ کا میں ہوں پروردہ کنس زکمت بر باد کا میری میت پہ ہے سایہ دامن سر باد کا بڑھ گیا اُس سے نطق خاطر زرد کا تیر کی طرح گھر گھر نہا مگر ریساں کا

<p>سردگوشتاں رقیب کی تائید کر گئیں ہاتھ اسکے ٹوٹیں توڑے ہر سینے ظریف کتے ہی میرا حال انہیں رحم آگیا اوبے و فناء حال شب انتظار پوچھ شریع کا کٹا تو بڑھی اور روشنی اشرف کرو جلائے وطن اختیار اب</p>	<p>سہلو کچھ اور آج تری گفت گو میں تھا سہاویہیری زیت کا نونہ سہوین تھا حرفِ فسون کوئی سخنِ آرزو میں تھا مشتاقِ ویا نکہ تھی دلِ تجویز تھا پنہاں فروغِ ذلیت جھٹے سدِ درخشا جب تک کہ سلطنت تھی مزل کھنٹو میں تھا</p>
<p>کیوں نہ تو اشرف ہوا خواہ نسیمِ دہوی ہوں گوارا نہ ستم چکو و نہ سدا کریں مجھ تک آجائیں جو دعویٰ سچائی ہے عمر گزری ہے قفس میں ہیں کیا آنی ہزار</p>	<p>ایک ہی شاعر نظر آتا ہے سو داکے بعد ہم فدا دوست ہیں کیوں شکوہ پیدا کریں کہہ دے کوئی کہ عسلِ دلِ نشا در کریں کیوں روائی کے لئے منتِ صیاد کریں</p>
<p>جواب تک بھی نہیں یا پیراں نہیں ادب سے شکوہ قاتلِ زباں پہ لاند کے رہے لحاظ کہ میں بھی زبان کھتا ہوں نہ نکلی حسرتِ دل - طولِ عرض طلب ہے کچھ ایسی آپ کو بھائی ہے لذتِ انکار لسانِ آسیا گردش ہے بخت کو ہر دم</p>	<p>یہ خاشی ہے لگو انہیں زبان نہیں لبوں پہ زعفرانِ شکرِ الاماں نہ میں کہہ بنائیے جو آئے مہر میں نہیں تمام رات رہا دامنِ بیاں نہیں نہیں کی جا کبھی آنا نہیں ہے ہاں نہیں پہنچنے دے گا ندانہ بھی ہاں نہیں</p>
<p>بعدِ مرن بھی نہ تائید سے بے بختی گئی دل کنہا جاتا ہے از خود کیہ لطفِ ماہتاب دامنِ شب کو جب سلا یا میں بے آواز تیشیں وقتِ فکرِ شعر کہ اشرفِ ذرا اسکا خیال</p>	<p>تیرگی ہے کس قیامت کی سوا گوہر میں ہے کوئی خلوتِ نشیں شاید حجابِ فو میں اگیا جو شخص حرارتِ صبح کے کا فوہ میں آنے جانے فرقِ مسر ز مومن مغفور میں</p>
<p>اتنا سنائیے نہ محبتِ عذاب ہو</p>	<p>گر کس کسی سے آپ مجھ پر عتاب ہو</p>

کس کام کے ہو مہر محبت اگر نہیں	ہانا سپر حسن کے تم آفتاب ہو
کیا مر لیغ۔ نوح الفیت کا کوئی جاؤ نہیں	اسے یہ عادم ہے کیوں پر ہیز مجھ بگور سے
مرے سر کی قسم کھانے ہو لوگوں کو حسد ہوگا	مرے کا رنگ سے دشمن قسم سے نہ مکتا ہے
کیا جاسے ہے عاشق ناشاد کیلئے	پیدا ہوا ہے نالہ و فریاد کے لئے
عالم میں ہر جگہ ہیں مرے دم سے چھچھے	ہوں غنایب گلشن ایچہ کے لئے
برگشتہ محبت وہ ہوں نہ پاؤں و ملا	گر آئیں خضر بھی مری امداد کے لئے
قاتل اٹھائیں خوب دم قتل لذتیں	ہو سے گونے خنجر فواد کے لئے
مضمون کیا۔ زمیں نئی۔ طرز بھی نیا	اشرف یہ ہے نسیم سے استاد کیلئے
(اشرف) عالیجناب نواب منفردار جنگ تلیند نواب مرزا خاں داغ۔ حیدر آباد کے عامل ہیں	
ہیں۔ موزوں طبع کے افتضا سے کبھی کبھی نعر سخن کی طیف بھی توجہ فرماتے ہیں یہ کلام کا خلاصہ ہے	
کہتے تھے ہم شکوہ پیدا کرنا	لے لے دل مضطرب ہو مجھے خفاؤ
سو بتلیں پیر بھی تو کتاہل ہی میں	ساقی ترے قرباں ہوں تھری ہی بلاؤ
کیا الٹی مجھ سے بت کا فرکی الہی	سمجھائے اُسے کوئی تو ہوتا ہے خفاؤ
خونگی پائے حنائی یہ کہے دیتی ہے	روندہ کر لاسٹ مقبول کو تو آتا ہے
(اشک) حاجی مولوی اادی علی اشک لکھنوی۔ خلف شیخ حسین علی بنوری شاگرد رشید	
فتح الدولہ لبرق لکھنوی۔ فارسی کے کبھی شاعر تھے آپ اپنے استاد کے ہمراہ ملکیت بھی گئے تھے	
عذر کے بعد مطبع محمدی میں بطور صحیح کام کرتے رہے۔ صنعت تاریخ کوئی بین جیھی مہارت تھی۔	
عربی کا خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ نئی نو کشور کے مطبع میں انکے ہاتھ کا قرآن مجید چھپا تھا	
جو نہایت خوشخط اور صحیح مانا جاتا ہے۔ اکثر فارسی درسیہ کتابوں پر جو اس مطبع میں چھپیں۔ حاشیہ	
شیخ بھی آپ ہی لکھا کرتے تھے۔ آپ کا اردو دیوان شائع ہو چکا ہے اس میں سے نقل فرمایا	
ہمد سوں گشتہ ہوں میں تیج بگاہ یار کا	غسل میت کے لئے پانی لے لوں گا

پاؤں نے وہاں صحران کی اوڑائیں چھایاں
جیب و دامن نام کو باقی نہیں دستِ جنوں
ہجر کے صدر سے کل جان نکل ہی جاتی
اشک آنکھوں میں کبھی آہ کبھی ہے لب پر
جنبش لب سے ترے کشتہ نے جب جان پائی
ذبح کیقت پنھوڑے کس لبھل مجھ کو
جو ملیتے دہن زخم سے ششیرِ دو دم

(اشک) - مولوی محمود رضا بن مولوی احمد رضا رئیس بدایوں ۱۳۵۷ھ سے عدالت بدایوں میں وکالت کرتے ہیں۔ تیز مزاج اور ذہین آدمی ہیں۔ حضرت مذاق بدایونی مرحوم سے مشورہ سخن لیتے تھے۔ کلام حاضر ہے۔

لب سو فار کو کچھ مے زبان تیغ کو کچھ سے	تسا ہے یہ بینکس نقاضا ہے یہ گردن کا
جنوں سر پر پڑا احسان ہے عریانی تن کا	نہ کا بیش ہے گریباں کی نہ کچھ کشاکش دہاں کا
دو جو یکساں ہوئے مزا نہوا	لطف کیا جب مست بلہ نہوا
جائن من قرہ جو کیلجے میں	دل کا ہوتا ہے کیا ہوا نہوا
ہنے اللہ کے کئے سے تو چھوڑی نہ شراب	معتب ہوش کی لے تیری حقیقت کیا ہے

(اشک) - قطب الدین خلف سید عظیم الدین عرف میاں سیتا۔ ان کا خاندانی سلسلہ حضرت سید عبدالغفار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مناسبت ہے۔ جذبات سے انکے بزرگ تہذیبِ حلیہ ضلع ایڈ میں سکونت پذیر ہیں۔ مگر جناب اشک کے والد ماجد نے دہلی کی بدوہ باش اختیار کر لی تھی چنانچہ میر اشک میں پیدا ہوئے اور میں تعلیم و تربیت پائی۔ ابتدا سے عمر میں لکھنؤ جا کر اپنے ماسوں میر عباس سے ادب و عشق سخن میں اصلاح لی۔ پھر دہلی آکر خاندانی ہندوؤں کے ارشادِ قائمہ اور تہذیبِ سید احمد قاسمی کے بھائی امراؤ مرزا آتور مرحوم سے فیض سخن پایا۔ ان کی وفات

کے بعد حضرت داغ کے تلامذہ میں داخل ہو کر درجہ اختصاص حاصل کیا۔ سالہا سال مغرور حضرت انکے ساتھ رہے۔ چنانچہ ۱۹۹۰ء ہجری میں جب حضرت داغ مرحوم گلگتے گئے تو یہ بھی ہر کاب نہ اسکا اشارہ غنوی فریاد داغ میں جناب داغ نے کیا ہے۔

اشک ریزاں بحالت غمگین

میرے ہمراہ یہ قطب الدین

حیدر آباد دکن میں بھی کچھ دنوں اُستاد کی خدمت میں رہے۔ اپنے استاد کے فیض صحبت کے اثر سے ان کی شعر گوئی کا یہ عالم تھا کہ طبیعت ہر وقت حاضر ہوتی اور کسی نے فراموشی کی ادھر غزل تیار۔ اب بوجہ تقاضا سن و تردوات زمانہ شعور من کا شغل بیت ہی کم رہ گیا ہے اسوقت ان کی عمر ۶۰ سال کے قریب ہے۔ نہایت پسندیدہ اطوار مرخان و مرجع حاضر جواب لطیفہ سنج، مباح اور زندہ دل بزرگ ہیں۔ اشعار میں مضمون کی شوخی۔ زبان کی صفائی قابلِ داد ہے۔ حضرت داغ کے فیض صحبت نے آپکے کلام میں اپنا رنگ خوب چڑا دیا ہے۔ اُستاد بھی آپ کی طبیعت اور کلام کی تعریف کرتے تھے۔ ان کا شعر اکثر بجا کرتے اور تعریف کیا کرتے تھے۔

یہی آنے والے ہی جانے والے

تمہیں اور میں کون بکاتے والے

حقیقت میں یہ مطلع کیا لمحاظ زبان کیا بحیثیت بندش کیا بحیال مضمون نہایت لطیف اور پاکیزہ ہے۔ اگرچہ اس کہنہ مشق شاعر کے کلام کا سراپہ دیوان سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر انکی دادرست زبان اور بے پردہ طبیعت نے کبھی انکے شائع کرنے کا موقع نہ آنے دیا ورنہ اردو نظم کے ذخیرے میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہوتا۔ آپ کو حضرت داغ کے تلامذہ میں درجہ امتیاز حاصل ہے انتخاب کلام یہ ہے

ملاحظہ ہو۔

ہو کچھ تو کا شکے مجھے بدلا سوال کا

شاید زمانہ وصل میں اُنے کمال کا

کیا پوچھتے ہو حال تم اس شخص حال کا

دشنام ہی بلا ہے غرض ہر کسے لے

فرقت سے یہ گنا کہ ہوا غیرت ہواں

گمہ گریہ گاہ نالہ گمہ اضطراب دل

<p>دل نے ہیں وصال دی یہ کیا ستم ہوا جینا مجھے محال اُسے مرنے کا قسم ہوا اور میرا بس حسرت کی نظر سے بچتا کوئی آنا لفظ نہ نہیں آتا ہے</p>	<p>کچھ میرے دل میں دردِ محبت جو کم ہوا روزِ فراق مجھ میں عدو میں یہ فرق ہے ہائے وہ مڑ کرنا نکا دیکھنا وقتِ دُعا موت آئی اجل کو بھی غیبِ ہجر</p>
<p>دو دو غبارِ زوں کے قبضے میں ہے جو بن گیا لکھ دیا خط میں اُنہیں وقت پہ چوہا دیا حشر کو دوں گا ترے اسد اکبر کا جواب کا پتا ہے آہ سوزاں کے اثر سے آفتاب کچھ جیا ہو تو نہ نکلے اپنے گھر سے آفتاب ہو ناہاں رختہ دیوار و در سے آفتاب دورِ بیچ بیچ کر چلتا اُس رہگذر سے آفتاب یا الہی یہ نکل آیا کہاں سے آفتاب شمع سے گل کیا جھڑے گویا کہ برے آفتاب کیا عجب ہے آسمان سے آج برے آفتاب ہو گئی ہے داغ کے فیضِ نظر سے آفتاب دل ہے پسند دل کی نہیں آرزو پسند تو رہوں صین سے خاکِ دریاں ہو کر ابھی سوہا نہیں دل کا خریداروں کی باتیں ہیں</p>	<p>کچھ جوان ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن اُن کا خونِ رنجش نہ کچھ اندیشہ بے داؤ آیا اُسے موزنِ وصل کی شبِ میر تقی میر چپ ہوا سرو ہوتا ہے ہماری چشم تر سے آفتاب سجست تانیا ہے مرے داغِ جگر سے آفتاب کیا چھپے لڑھپے کے بیٹھے بھی کہیں وہ مہر و شش تفتہ گاہِ سوزِ الفت کو چھ جلاں میں ہیں جس نے دیکھا شب کو وہ چہرہ یکا یک یہ کہا فیض تھا اُس رو سے روشن کا کہ شکوہِ مہ میں اتھ میں ساغر لئے بیجا ہے وہ خورشیدِ رو گو قصیدے کی زمین خلی شک پریری غزل کتے ہیں مجھے صبر یہ چہ تو رسول ہیں خاکِ ساری جو تھکانے سے لگاؤ سے مجھ کو ادا کتنی ہے میں لوں ناز کتنی ہے کہ میں لے لوں</p>
<p>ہیں یہ اُس بے نیاز کی باتیں اکہی اور ابھی جیتا رہوں میں مجھے تم جانتے ہو ایک ہوں ہیں</p>	<p>وہ کہیں مجھ سے ناز کی باتیں لے وہ اس خوشی کو کیا کہوں میں سو اب یہ کہہ ملنا دوسرے سے</p>

<p>اگر ہو حکم تو آگے بڑھوں میں تجھے ظاہر ہے جو کچھوں ہوہوں میں</p>	<p>غضب سے اختصار عرض طلب الہی غیبر پر افشاں نواز</p>
<p>مسافر کو ملے آرام جس منزل میں رہنے دو خدا کے واسطے کچھ بازوئے قاتل میں رہنے دو جگہ کچھ شکر کو بھی سینہ مبسل میں رہنے دو یہ طوفان دونوں آنکھوں میں بدایا میں رہنے دو اسے ابھار ہوا اس سہی بے حاصل میں رہنے دو فقط بعض عداوت غیر کی اس دلیں رہنے دو کچھ آسانی کی بھی صورت مرئی میں رہنے دو مریجاں زرق کچھ تو ناقص و کامل میں رہنے دو جو خوں آلودہ حسرت ہو وہ میرے دلیں رہنے دو مجھے تم آتش ناؤد امن ساحل میں رہنے دو ہماری نفس دم بھر کو چڑھ قاتل میں رہنے دو قیامت تک اُسے تم شکایتِ دل میں رہنے دو وہ جاتے ہیں پھر یہ کسی صورت نہیں جاتی کم بہمت میری جھجھکی کی عادت نہیں جاتی زادہ ابھی کچھ ہاتھ سے جنت نہیں جاتی میں لاکھ محالوں شبِ فرقت نہیں جاتی +</p>	<p>جگر میں تیر کو غم کو میرے دلیں رہنے دو تھکے کئے ڈالتے ہو سخت جانوں کیوں مرنے بھرے جاتے ہو ناصی شوقِ داموں تم بڑبختی بنائے جاؤں ضبطِ فغاں و آہ روزِ غم ملے گا وہ تو قسمتِ گم ہے دل لگی دل کی نکا جو حسرتِ امید واراں بٹھنے ہوں دل میں جو آدھا کند ہو خنجر تو آدھا سینہ بڑاں ہو عدو کو اور مجھ کو عشق میں تم ایک گنتے ہو جو خوں آلودہ پیکان ہے نکالو برے سینے سے محیطِ عشق کے دیکھے سے میری جان جاتی ہے ہوا کھالیں کوئی دم ادب بھی دینا میں جنت کی دم عرضِ تنہا اُن کا کتنا مئے ہنس نہیں کر ساتھ اُن کے نکل کر مری حسرت نہیں جاتی بیناب نکلائے خلشِ خارِ محبت گھبراتے ہو کیوں بادہ کشی سے کہ جواں ہو بانوس ہے وہ میرے سپہ خانہ سے ایسی</p>
<p>بات کا انشطام ہوتا ہے</p>	<p>اُس کی محفل کی دیکھنا تندرہب</p>
<p>کچھ کہ نہ وفا جان کے دشمن سے کسی نے آواز بھی دیا ہے کہیں مرقن سے کسی نے</p>	<p>دل کو نہ لگایا بت پر فن سے کسی نے سینہ میں دل مردہ کو میں خاکِ بکاروں</p>

بر باد مری خاک کبھی یون تو نہ تھی +
 نہ بوسہ دینا آتا ہے نہ دل بلانا آتا ہے
 طرفدارِ رقیبوں سے مرے ہر ایک کی ہے
 ازل سے ہوتی آئی ہے اب تک ہوتی جاگی
 چرخِ شہرِ قاتل پر جو عکس ابرو سے قاتل کا
 جو صورت بننے لگی ہے بتائیں کیا تمہیں پتہ
 لگا رکھا تھا کیا بننے اسی دن کے لئے کجگو
 ہمارے خونِ دل میں ڈوب کر ابھرا تو کیا ابھرا
 وہاں تک لے گیا مجھ کو نہ اُن کو تو یہاں لایا
 کھلی نگو جنابِ اشکِ آصف جاہ کی شاہی

جھٹکا ہے مگر راہ میں دامن سے کسی نے
 تجھے اے کاؤز سا فقط ترسنا آتا ہے
 یہ جھوٹی جنتیں بے فائدہ ٹکرا کر کیسی ہے
 یہ حسن و عشق کی ٹکرا بھی ٹکرا کر کیسی ہے
 وہ خود حیراں ہوا تلوار میں تلوار کیسی ہے
 بتائیں کیسا تجلی مریخِ دلدار کیسی ہے
 و غایہ وقت پر اسے بختِ ناہنجار کیسی ہے
 نئی شوخی یہ تھے ناوکِ دلدار کیسی ہے
 بتا اے آسمان یہ گردشِ بیکار کیسی ہے
 ہوا معلومِ عالیجاہ یہ سرکار کیسی ہے

(اشک) منشی ضیاء الدین زبیر مولوی کریم الدین مولہٹ کریم اللغات وغیرہ باشندہ بانی پتہ
 ۱۹۷۹ء میں ۲۲-۲۳ برس کی عمر میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ بی۔ اے تک گورنمنٹ کالج
 لاہور میں تعلیم پائی تھی۔ طبیعت کی سوزنی سے ایامِ طالب علمی ہی میں فکرِ سخن بھی کیا کرتے تھے۔
 یہ اُنکے اشعار ہیں۔

غیر کا سکے دل پہ بیٹھ گیا	اُٹھ گیا میرا اعتبار افسوس
ہم ہیں زندان میں اور گلشن میں	آ گیا موسمِ بہار افسوس
ہمالیٰ چمنِ شیشیہ کلی جو گل کی چنگ رہی ہے	زمینِ بہستان گونگی خوشبو کے جانفزا سے محکمِ ہجرت ہے
چھپا کے زلفوں میں اپنا چہرہ دیدار مجھے ہنس کے بولا	گھٹنا یہ چھپائی ہے کالی کالی اور ہمیں کلی بک جی آ

(اشک) مولوی سید علی عرف سید صاحب لکھنوی۔ مولوی سید اصطفیٰ اختر شہ لکھنوی
 مرحوم ہلک گلدستہ انتخاب کے شاعر ہیں۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں موزوں طبع شاعر
 ہیں۔ کلام یہ ہے۔

چین سے ماں رقیب رہتا ہے	آہ کچھ اپنی یا اثر نہوئی
سب نے پانی مراد خاطر خواہ	اک دعا میری یا اثر نہوئی
بولے وہ مسکرا کے وصل کی رات	آفت جاں ہوئی مس نہوئی
خاکساری تو کی بہت اُس نے	آبرو اشک کی مگر نہوئی

(اشک) ابوالخیر شیخ ضیاء الدین احمد خلیفہ حاجی محمد بران الدین احمد بانشہ بلند شہر - آپ ۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ سولہ برس کی عمر سے شاعری کا شوق ہوا۔ حضرت دین محمد سے استفادہ کیا۔ اب انجمن اہل فطرت مضامین کی طر زریہ توجہ ہے دیوان مرتب ہو گیا ہے ۵

آنکھیں اگر تو نہیں دیا میں کچھ نہوتا	قرباں جائیں اُسکے جسے بنائیں آنکھیں
دنیا کی لالچیں بچ جائیں دم کے دم میں	روشن رہیں ہمیشہ ایسی لگائیں آنکھیں
شیشے کی بھی بنائیں تپسہ کی بھی بنائیں	انسان سے بنائی لیکن نہ آئیں آنکھیں
بگڑی کو کیا بنا کمال کیا حد اچھا	جب روشنی نہ آئی تو کیا بنائیں آنکھیں
وہ بھی تو آدمی ہیں جو ہیں ہمیں نہیں میں	تخمیر کر لیا دل جس سے ملائیں آنکھیں
قدرت کی صنعتوں کو دیکھو خدا کے بندو	اک چھوڑا اُس نے دودھ منہ پہ لگائیں آنکھیں
اے اشک کیا سب سے کیا بید ہے بتا دے	جس وقت دل بھرا یا فوراً بھرا آئیں آنکھیں

(اشک) مولوی محمد صادق اشک شاگرد حضرت امیر مثنائی - دور موجودہ کے شاعر ہیں۔ یہ ان کا کلام ہے ۵

اُن سے جب بیدار کاش کو کیا	بولے جا۔ جو کچھ کیا۔ اچھا کیا
کیون خفا ہوتے ہو میں کتا تو ہوں	تم نے جو وعدہ کیا پورا کیا
کھینچ کر نقشہ ترانہ شش ہر	خود بھی حیرت سے تجھے دیکھا کیا
مار ڈالیں گی ہمیں جتنی بھریں	قتل پر دوونے ہی ایسا کیا

(اشک) مرزا غلام محی الدین عرف مرزا من غلظ مرزا غلام حیدر نواسہ حضرت شاہ عالم -

میر نظام الدین تہنوں اور مفتی صدر الدین خاں آزرہ کے شاگرد تھے۔ پسندیدہ اطوار اور خوش مذاق بزرگ تھے۔ ۱۰۰۰ ہجری میں چالیس سال کی عمر تھی۔ غالباً غد میں انتقال کیا آپ کے کلام میں ایک خاص لطیف ہوتا تھا علاحدہ ہو

کب دل سے چھٹے عشق تری زلفِ دوتا کیا پاس کسی کا ہے کہ مرنا ہوں ولیکن قسمت کو تو دیکھو کہ چہرہ نامہ بر اُسد آئے تو نہ دشمن کے خطر سے مرے مگر میں سجدے میں گرے دیکھ کے تصویر بت اشقی قبر میں بھی سوزِ غم تیرا لگا کر کے گئے صبر تھا طاقت تھی دل تھا کیا ہمارے پاس تھا حشر کو کیجے گا کیا گواہ دمِ سبل بیاں گور قبیوں سے جیسا ہے پر ہمارا دعا	داجم ازلی وہ یہ گرفتار سدا کا شکوہ نہیں کرتا شبِ جہاں کی جفا کا جس وقت مرے سر پہ تھا قضا ہے قضا کا اور مفت میں بدنام کیا نام جنا کا معلوم ہوا آپ کا خرقہ تھا ربا کا داغِ ہر سینہ کا سینے میں چھپا کر لے گئے ہوش باقی تھا سوکھ وہ بھی تم آکر لے گئے واسن اپنی سرے خوں سے تم بچا کر لے گئے وہ نگاہوں کا نگاہوں میں چرا کر لے گئے
---	--

(اشہری) آپ کا سید احمد علی نام اور مولانا اشہری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد میر احمد علی صاحب ایسٹ انڈیا کمپنی کی عہداری میں اکثر اسسٹنٹ کنسٹرنجے آپ کا نسب سلسلہ امام جعفر صادق تک پہنچتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جانا گبر کے وقت میں خطہ ترمز واقع ایران سے وارد ہندوستان ہوئے۔ آپ ۱۰۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم پرانے طریقہ پر پائی ہے۔ فی زمانہ مولانا صاحب علوم شرقی کے زبردست ماہر مانے جاتے ہیں۔ مضمون آفرینی اور نکتہ نبی کا ماڈہ شروع سے آپ کی طبیعت میں تھا چنانچہ آغاز شباب ہی میں اسکا طور بصورت نظم و شعر مختلف مضامین کی صورت میں ہوتا تھا رسالہ زمانہ اور تیرہویں صدی اگرہ اخبار میں سید احمد خاں بادر سے اکثر مناظرے ہوئے اور انہیں خوب خوب زور طبع دکھایا۔ آپ کی نظم اکثر نضاح - اخلاق - ادبی معلومات پہنچی ہوتی

اشہری

ہے۔ اور اس میں غوغی و رنگینی کی نسبت سادگی اور بے تکلفی زیادہ پائی جاتی ہے۔ مانتقاد نہیں
 آپ نے بہت کم کسی ہیں آپ کا طرز انشاء پر ازسی نہایت مرغوب و میسر ہے۔ آپ کے مضامین نہایت
 قدر و قیمت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں مسئلہ ۲۹ میں آپ نے دیر الملک نامی اخبار بھوپال سے
 جاری کیا تھا۔ نواب سکندر بیگم کے عہد میں آپ اس ریاست کے متوسل ہوئے۔ اور نواب
 شاہ جہاں بیگم کے زمانہ میں آپ کے مہاجر میں برابر ترقی ہوتی رہی عہدہ نائب مرافعہ و فیضی کی
 وغیرہ پر مامور رہے القرض ۲۲ سال وہاں نہایت اطمینان سے بسر کئے۔ مسئلہ ۳۰ میں بزار
 وزارت سرسماں جاہ آپ حیدر آباد تشریف لے گئے۔ قلعہ کے صلہ میں پانچ سو روپیہ انعام پایا۔
 پھر دوسری مرتبہ نواب وقار اللہ مر کے زمانہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعدہ ملازمت ۵۰ عنایت
 ہوئے مگر چند ہی روز بعد اس وزارت کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ مذاق قدیم و جدید و نو قسم کی نظم لکھنے پر
 قادر ہیں۔ آپ کی تصانیف میں کتب ذیل قابل ذکر ہیں۔ حدیقہ شایمانی۔ گلستہ سلطانی۔
 ترائے معرفت۔ انیشای شاعری۔ گلستہ اردو۔ دبیر خسروی۔ لغات الخواتین۔ مہر تاجپوشی۔
 حیات نور جہاں۔ تاریخ اردو۔ آپ کی طباعی اور ذہانت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ باوجود ضعف
 طبیعت ہر وقت حاضر رہتی ہے۔ مسئلہ ۳۱ میں آپ لاہور میں دفتر میں اخبار میں کام کرتے ہیں
 پھر وطن تشریف لے گئے۔ اکثر مشہور اخباروں اور رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے
 رہتے ہیں۔ راقم تذکرہ کے ملاقاتی ہیں۔ ہم عاشقانہ مضامین کے وہ چند اشعار بھی جو قدیم کلام سے
 مولانا نے حرمت کئے ہیں پیش کرتے ہیں۔ بھوپال کے متعلق ایک مہم سدا لکھا تھا اُس کے
 بھی چند بند زیب تذکرہ کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ہمارے شائقین و اعطاف اور عاشقانہ دونوں قسم کے
 کلام کی لذت سے بغیاب نہ ہوں۔

منتخب از مسکس در توصیف بھوپال

بنت کی وہ کوئیں سلطانہ چھپر کھٹ

وہ قصر معلیٰ وہ اسکی سجاوٹ

وہ بیچیں پیش وہ گھر یوں کی گھٹ گھٹ
وہ لندن کے باجے وہ کوئیں شہری
وہ تالاب پر ماہرو یوں کا جھگھٹ
وہ ہندو مسلمانوں کا غول غٹ پٹ
وہ بالوں کی لہریں وہ انگلی اٹائیں
وہ سو جوں میں بالوں کا اُنکے بکھرتا
وہ جہد سسل میں کسنگمی کا کرنا
نخل کردہ پانی سے صورت دکھاتا
واحد سے میں جمع کا طلب گار ہوا
اک نور تھا اُسیں جب بے فی جمع صفت
اب اُنکے بدلے باقی رہتا جاں بھلا
ستا بھر کے لیتے ہوا گلاں ہمارا
تھا صنعتوں کا شایق پہلے جہاں ہمارا
مٹا کہیں کہیں ہے پھیلنا نشان ہمارا
فصل ہمارا دیکھے رنگہ خزاں ہمارا
دنیا کا ہے خلاصہ ہندوستان ہمارا
ریگ رواں ہے ہو کر آئیں اس ہمارا
جی جانے پھر جہاں میں بیچیں ہمارا
مرنے سے بھی ہے تہاں مٹنا ہمارا
اکیر اب بنائے کتہ جہاں ہمارا

وہ بیچیں پیش وہ گھر یوں کی گھٹ گھٹ
وہ لندن کے باجے وہ کوئیں شہری
وہ تالاب پر ماہرو یوں کا جھگھٹ
وہ ہندو مسلمانوں کا غول غٹ پٹ
وہ بالوں کی لہریں وہ انگلی اٹائیں
وہ سو جوں میں بالوں کا اُنکے بکھرتا
وہ جہد سسل میں کسنگمی کا کرنا
نخل کردہ پانی سے صورت دکھاتا
واحد سے میں جمع کا طلب گار ہوا
اک نور تھا اُسیں جب بے فی جمع صفت
یشیمتہ موت زینم مشہور تھا سیاں کا
کتاب سے یہاں کی سونا تھا بکھوتا
کشمیر کے دوشائے دنیا میں فرومچے
چھر کی صنعتوں میں یہ ملک تھا نمونہ
ہے زعفران ہمارے پھولوں سے دیکھا گیا
کیا چیز ہے جہاں کی پہاڑیں جو ہیں
دریا ہماں ہیں بستیہم خشک لبیں شہ
گر صنعتیں سیاں کی پھر زندہ ہوں تو کہو
کشتہ ہوئے تو کیا ہے پھر تم جلاؤ کہو
اے آتشہری جہاں میں ہم ناک ہو چکے ہیں

<p>سنا فدا کو رکھ آئے سب کو بغریاں میں کنبہ امتع کو نین آگہ کے تل پر پ کیس رقبوں سے سوز ملک کیس حسینو سے سنا نہ ہوں میں ظاہر نہ نہیں ظہر شیخ ہوں بن ثاب میں ہوں ہر اک کل غلام ہوں نہیں تبا ہے سب کی راحت کا ملک جفا کریں تو کریں پد وفا وہ کرتے ہیں + زبانی حال کچھ کس نہ میرا نامہ بر پہلے وہی میں ہوں وہی تم ہو وہی رتیں وہی تین</p>	<p>چلو پڑہ آئیں آجہ فدا تمہ بیکس کے مدفن پر مگر اسی کی نہ صورت از سکی دل پر ذرا سے چھوڑے سے بولتا ہوں میں اپنا دوزخ میں وہ دیکھیں مصل میں جب لٹ کر تو ہمارا انکی جانب میں کباب کا ساڑا ہے مجھ میں سرور جامہ شراب میں جنا سے کوئی مرے ہم وفا سے مرتے ہیں مری جانب سے انکی پوچھ لینا تو خبر پہلے مگر پاتا نہیں جو تھی عنایت کی نظر پہلے</p>
<p>صد اک طرے سے ہم آگے ہر گدا کے چلے نہ خود چلے نہ بلایا یا برنگ انگ رعل تپ دروں میں رہے رہ نور و نسل اس نہ کچھ گناہ کیا اور نہ زہد کا دعویٰ ہماری اہتی ہے دسارا زوہ حدت کی + حرم میں دیر کو بھولے نہ اشہری دم بھر</p>	<p>نشان بن کے ہے آگے بادشاہ کے چلے یہ روشنی ہی جد اہتی جسے دکھا کے چلے چلے جو دھوپ میں تو سایہ میں خدا کے چلے نہ جھک کے بوجھ سے پیچھے نہ سر اٹھا کے چلے کوئی سلائے کو آیا تھا ہم جگا کے چلے بتوں کو چھوڑتے ہم سامنے خدا کے چلے (نفس زاری وہی)</p>
<p>زلف آنکھوں پر نیں لاتی کی بل کھائی ہوئی جب کما مینے قسم تم بچہ تو کھاؤ تو کسا اشہری کتنے ختمے ہم بھی کچھ گراب کیا کریں</p>	<p>ہے گھنا مستوں کے سر پر ہر طرف جھانی ہوئی میں نہ جھوٹی کھاؤ لگا اپنی قسم کھائی ہوئی وہ طبیعت ہی نہیں جو غمی کہی آئی ہوئی</p>
<p>کلید گنج حکمت را ز عرفان الہی ہے ہر اک ذرہ کو اس کے رتبہ خورشید جاہی ہے</p>	<p>گدا کو اس کے کوچے کے نوید بادشاہی ہے جہاں میں اسکو شایاں منصب عالم پناہی ہے</p>
<p>رہے منشور شاہی قل ہوا لہ احد اس کا</p>	

چلے توحید کا سکہ ازل سے تا ابد اُس کا	
فلک تیرے ملک تیرے بستر تیرے جہاں تیرا سریر عرش تیرا فرش تیرا لامکان تیرا	زمانے سے سناپنے زمین تیری زماں تیرا سکے تمام سالے صانع کون و مکاں تیرا
ابد سے تا ازل تو ہے ازل سے تا ابد تو ہے خدا یا سا سب عالم میں اعلیٰ تو ہے صد تو ہے	
رباعی لاشے کو وہ شے سے بڑکے دکھاتا ہے جس ہند سے سے ملوں وہ بڑھ جاتا ہے	اسد کا فتنل ہے جو لکھو اتا ہے گو نقطہ ہوں آشہری مگر وقت رقم
پانی کو بانی میں بتایا ہے یہ مجھ نہ دنیا کو دکھایا ہے	ہے آگ کو بانی میں بتایا ہے پانی میں ہوا ہوا میں پانی دیکھو
<p>(اصغر) صاحبزادہ اصغر علی خاں ولد محمد عبدالرحمن خاں ظریف رئیس راجپور صاحبزادہ نیکو لکھ حکیم مومن خاں دہلوی کے شاگرد رشید۔ عاشقانہ مضامین کے دلدادہ تھے غدر سے پیشتر کئی برس تک دہلی میں مقیم رہے، ۱۹۴۷ء ہجری میں اڑیس برس کی عمر پر مقام میٹھا انتقال فرمایا انکے جنازہ کو دہلی لیجا کر ہجڑا بیوں نے درگاہ خواجہ باقی باللہ میں دفن کیا آپ کا منتخب کلام درج ذیل ہے ۵</p>	
دشمن امیدوار ہے اُن کے عتاب کا اصغر وفا کا عہد ہی تا پائدا تھا تو یہ ہے گرفتِ بول کا دوازہ باز ہو بے دردِ مرن یہ مصیبت ہوگی سچ ہے کب دکھایا کیوں اُسے مر جاتے ہوئے کیا کہوں میرے دل میں کیا کیا ہے	شکرِ جفا نے کام کیا لطف کا کلام اس ناز کی پر اس سے تو ہرگز نہ موتا وہ وہ دعائیں رشامیں کی ہیں کہ لے خط وہ کہیں گے کہ ستم اُٹھ نہ سکا کیوں نہ گھبرا کر اُنھے بالیں سے میرے وقتِ تنوع درد و غم کے سوا بھی لے اصغر
<p>(اصغر) ظفر الدین و معتمد الملک رنج اللہ علی اصغر خاں بھارتی صدر جنٹلمین سولوی علی اکبر</p>	

اصغر

اصغر

شاگرد خواجہ آتش لکھنوی و داماد ظہیر الدولہ نواب غلام سبجے خاں وزیر محمد علی شاہ بادشاہ لکھنوی۔ صاحب سخن الشعر کا بیان ہے کہ نواب موصوفی الصدر بہادر شاہ کے وزیر تھے۔ جس کی صداقت حافظ عبد الرحمن خاں احسان کے ایک قلم سے ہوتی ہے۔ عرصہ تک گلگتہ اور لکھنوی میں مقیم رہے۔ اردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں شرا بجا کہتے تھے۔ سن ۱۸۶۷ء میں انتقال کیا۔ مولوی عبدالغفور خاں آسٹاخ اسکے دوست نے مد شبہ ذیقعدہ ہے ہے بتاریخ انتقال کہی جس سے سن ۱۲۸۵ھ نکلتے ہیں۔ یہ اُن کا کلام ہے۔

<p>چتا نہ کوچہ گیسویں ہے نہ بسلوں وہ زندہ ہوں مجھے دستِ سب سے جیت ہے خدا کو ان نصیحت سے باز آنا صحیح ہوئے ہیں غلوں کے پیادے جو آتشاں میرے نہیں دیر و حرم سے کام ہم الفت کے بندے ہیں جنوں انگیزہ فیصل بہارِ عاشقی آتی یہ کس پردہ نشین نے جھانک کر شکل اپنی دکھائی نہ کھینچا اچھڑ کر چشم نے قتلِ غریباں سے دہانِ چشم نے کسے کیا خاموش و نابینا بکا ہے مضطربِ جگر و قندِ نزع لے صفر</p>	<p>تم ہی بناؤ مجھے پھر کہاں ہے دل میرا مریدِ حضرتِ پیرِ مغان ہے دل میرا ابھی تو نامِ حسدِ انوجاں ہے دل میرا اُن ہی شفیقوں میں اک مہرباں ہے دل میرا وہی کعبہ ہے اپنا آرزو دل کی جہاں نکلے دل سودا زہد بھر رنگ لایا دوائے روائی جنی ہے روزِ نیا دیوارِ جو چشمِ ہمنشانی ہزاروں بار کھیلنے کو پردے میں حیا آئی نہ خنجر میں ہے گویائی نہ زنگیں ہیں بنیادی کیا ہے یادِ احکام نے بلانے کو قضا آئی</p>
--	--

(اصغر) میرا صغر علی اصغر لکھنوی۔ مقیم گلگتہ شاگرد گلشن الدولہ مبارک صاحب و جلیل شاہ اصغر
مروج۔ شعر کوئی کابست شوق تھا۔ مٹیابرج گلگتہ کے مشاعروں میں اکثر شریک ہو کرتے تھے۔
کلام حاضر ہے۔

<p>سنائی جسے مع چشمِ گلگون شرمِ آتی ہے کہ خالِ اچھڑ کیا جاؤں ہوا</p>	<p>کھڑا جھوٹا کیا سرِ شادِ تیرا تحفہ داغِ محبت دل چھوٹا ہے پلا</p>
--	--

برسوں اسے سینے سے لگائے ہوئے رکھا بزم میں مجمع حسیں کا سپہ یوں قاتل کے پاس بے یار گرہیوں تو میں اپنا لبو پوٹا ہم بھی تو دیکھیہ لیں کہ پری ہو کہ جو رہو	کھینچا نہ کلیجے سے زاتیر کسی وقت جس طرح تاروں کا جھڑٹ ہو وہ کامل کے پاس ساتی اٹھا کے پھینک دے جام شراب کو نہا اپنے منہ سے آلت دو نقاب کو
---	---

اصغر

(اصغر) حافظ شیخ محمد اصغر علی اصغر۔ ان کے والد کنڈاودہ تحصیل قیصر گنج کے تعلقہ داہ
ہیں۔ یہ آپکا کلام ہے ۵

راگوں سے حور تیرے خیر کے سنگدل ہوں تو کیا عجب اُسکا سنگ مر مر ہو تبسہ کا توہید ناز سے جب چلے ہو چار قدم	گھونٹ ہیں مجھ کو آب کوثر کے بُت بنے ہیں تمام تجھ کے جاں دی ہے توں پر مر کے فتنے بر پا ہوئے ہیں محشر کے
--	---

اصغر

(اصغر) مفتی اصغر علی خاں عرف تسکین شاہ گیسو دراز۔ ابن محمد اسماعیل خاں مرحوم غافلو
کی قوم وندال سے ہیں۔ انکے پردادا اخوان آزاد نور خاں۔ نواب فیض اسحاق مرحوم کے
زمانے میں ملک سوات سے ریاست رام پور رُہیل کھنڈ میں آئے تھے۔ فن سخن میں امیر
میتانی سے تلمذ ہے۔ شاعری کے ساتھ ساتھ تصوف کا شوق رہا تو حضرت شاہ خلیل الرحمن چشتی
ہانسوی کے مرید ہو کر ان سے سند خلافت حاصل کی اور تسکین شاہ کا لقب پایا۔ اس لقب کے
لحاظ سے کبھی کبھی اپنے کلام میں بھگے اصغر تسکین بھی لکھتے ہیں۔ رام پور ٹنک ویرہ میں
میں بہت لوگ آپ سے فیض یاب اور بیت ہیں۔ جب سے اپنے مرشد سے غزوہ خلافت
حاصل کیا باہر مرشد تارک الدینا ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ مجلس حال و قال اور سماع کے بہت
شاہین ہیں۔ اُردو۔ فارسی و دونوں زبانوں میں فکر سخن فرماتے ہیں۔ تہ کا چند اشعار ہدیہ ناظرین
کئے جاتے ہیں ۵

کیوں پشیمان ہو بلا سے خوش میرا ہو گیا	تم ہنسو بلو لاجی جو کچھ غصا ہونا ہو گیا
---------------------------------------	---

<p>آخر آیا بل کر میں بات جھوٹا ہو گیا اٹھ گئے آنکھوں سے پردے وہ تماشا دیکھا بار بار مر گئے تم ہم نے جنت ازاد دیکھا میسری نگاہ میں تو کوئی تاز نہیں نہیں کوئی کہا کرے مجھے ہرگز بیعتیں نہیں تصویر ہے اک پیش نظر دیکھ رہے ہیں اور ناز کہہ رہا ہے کہ کچھ بھی بسر نہ ہو جس لوہ اپنا جو سر بزم دکھائے کوئی آتے ہیں تو وہ منہ کو چھپائے مرے آگے ذکر اسکا بدی سے بھی نہ آئے مرے آگے</p>	<p>میں نہ کہتا تھا کہ باز آست جاں کے قتل سے بے نقاب ایک نظر بھی جو وہ چرا دیکھا جب کہا مرتے ہیں بوسے یہ نئی بات نہیں صورت کو تیری دیکھ کے کتا ہے آئینہ مرنے کو میرے سن کے کہا بدگمان نے آئینہ زانو سے نظر کیوں وہ اٹھائیں شیریلی آنکھ کتنی ہے عاشق پر رحم ہو منزل ہو سے کے ہوں بٹ کچھ سے کچھ پیش اسد سے حیا عالم رویا میں بھی شب کو نفرت ہے یہ مجھے کہ وہ کہتے ہیں مدد سے</p>
<p>سوگ میں بیٹھے نہ دو دن کے لئے خاک میں ہم مل گئے جن کے لئے ساقیا لا جام سے ان کے لئے کہ شیشیوں کوئی پری آگئی ہو جان پیاری نہیں ہے جاناں سے جان آتی ہے ذکر جاناں سے بات کرنے ہی دی نہ جاناں سے جو گیا پھر نہ وہ پھر اوں سے</p>	<p>ہائے ہنسنے جان دی جھکے لئے ہائے وہ روز میں ہماری خاک کو لے سے ہیں شمع بھی انکڑا یاں کسی زلف کا دل میں آیا خیال کیوں نہ تر باں ہو نہیں ان جاں سے ہاں کہے جایہ حال اسے قاصد حسن کے رہنے تو اے ستم کیا ہی دلچسپ ہے عدم آباد</p>
<p>سخت جانی کی بدولت کیا بیشمار ہوئی بات اپنے منہ سے نکلی اور بیگانی ہوئی ایک پیاری شکل پردہ و نو کو جس دن ہوئی</p>	<p>چھینک کر خنجر مرے سینے سے قاتل اٹھ گیا رازِ الفت دل سے بھی نکھر پیشانی ہوئی ان کو سکتا اس عرفت آئینہ ششدر اس عرفت</p>

جان ہی دیدی توں پر تو نے اصغر کیا کیا	سوچ تو مر دوسرا یہ کیسی نادانی ہوئی
(اصغر) فشی اصغر حسین اصغر بقیہ گوئدہ - نوجوان نونش خاں ہیں - رسالہ میں کچھ کلام نظر سے گزرا چند اشعار منتخب ہو کر ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ۵	
ابر اٹھا ہے نرٹھ ہے گھٹا چھائی ہے آپکے چاہنے والے تو مرے جاتے ہیں باغ سے نہر ہے حوریں میں مئے کوثر ہے عبد توڑے دل عشاق بھی توڑے اُسے	ہجوتے کرتا ہے زاہد کوئی سودا ہی ہے اُسے پھر آپ کو دعوائے سیما ہی ہے واعظومان گئے کیا سخن آرائی ہے اس نزکت پہ بھی اس درجہ توانائی ہے
(اصغر) کنور سید محمد اصغر علی خان - پنڈا اول ضلع بلند شہر کے مشہور و نامور خاندان کے ایک رکن اور ایک سوزوں طبع نوجوان سخنور ہیں - یہ آپکا کلام ہے ۵	
جو تکین ہی میں سو خضر بپا کرتے ہیں کوئی بجزو نظر آتا ہے تو کوئی بدست آپ اور قتل کریں غیبر کو ممکن ہی نہیں چھوڑے مظلم و ستم دیکھنے میں مڑا ہوں آپ کیا کہتے ہیں دل مجھ پہ نصیحت کیجئے	دیکھنا یہ ہے جواں ہو کے وہ کیا کرتے ہیں جس طرف وہ نگہ ہوش رُبا کرتے ہیں کر بواے میں کہیں سُننے سے کہا کرتے ہیں جان بلب پر کہیں بیدا کیا کرتے ہیں دل تو کیا چیز ہے ہم جاں فدا کرتے ہیں
(اصغر) فشی محمد فیاض احمد فاروقی - اسٹندہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر - حضرت امیر مینائی کے شاگرد ہیں - انکے والد بھی شاعر ہیں اور اسحاق تخلص کرتے ہیں - کلام سے جو درج ذیل ہے آپکی خوش فکری ظاہر ہے ۵	
قیامت میں دھرا کیا ہے قیامت کس کو کہتے ہیں وہ پارسا ہیں مرے یکدمے میں لے زاہد وہ مست ہیں کہ جو سجد میں آئے بہر غار وہ کہتے ہیں کہ چلا آئے بزم میں اصغر	ترے کوچے میں کیا ایسا تماشہ ہو نہیں سکتا نکا دل بتے ہیں اُس کو جو بے وضو آئے تو لے کے ہانچوں میں ہم ساغر و سبوا لے مگر نہ ساتھ کوئی لے کے آرزو آئے

سکیم لڑکس نے جانی مری	لے گئی سنبل پریشانی مری
میری حیرانی سے خود حیراں ہوو	کھینچتا تصویر کیا انی مری
مجھے وہ صبح شب وصل جدا ہوتا ہے	وقت سے پہلے ہی آج حشر پیا ہوتا ہے
ابھی کسں ہیں وہ کیا جانیں یہ باتیں اصغر	کیا خبر ان کو کہ کیا عسود وفا ہوتا ہے
<p>(ا طمر) سید اصغر علی نامہ ۲۶-۲۸ برس کے نوجواں ہیں۔ کانپور میں رہتے ہیں۔</p> <p>انعام مرحوم ملقب بہ مفتی کانپوری کے شاگرد ہیں۔ شعر و سخن سے بے حد انس ہے۔ اور دوسرے شہروں کے مشاعروں میں شریک ہوتے رہتے ہیں۔ کثرتِ شوق سے اپنے شہر میں ابھی سے کافی شہرت حاصل کر لی ہے۔ شعر بھی خاصا کہتے ہیں۔ استعدادِ علمی بھی ہے الفاظ کا تلاش اچھی ہے۔ بہر حال اگر مشقِ سخن اسی طرح جاری رہے تو اچھا کہنے لگیں گے۔ انتخاب اشعار ملاحظہ ہو ۵</p>	
کی ایک نگاہ اس جو مژگانِ یار پر	سو برجیاں لگیں دل امید و ارب پر
تیری ہوا سے شوق میں بھر بھی آدگی	پسہ اکرے ہزار اگر سو ہزار پر
کھڑا چنودا دیر میں اسے سازش کشمیش	مرا سر جب کہ کھیا اس پر ی نے پائے دوان
دکھاؤں داغ دل تو گالیاں میں کیوں وہ جگو	جری انعام پایا کرتے ہیں کارِ نمایاں پر
ملکے میں کہیں اعلیٰ فلک پر گو نہیں رہتے	پری سے بڑھ کے ہیں رکھتے نہیں ہر چاند انسان
آزاد ہوں نہ حلقہ زلف و دتا سے ہم	محموظ اس حصا میں میں ہر بلا سے ہم
ہیں کلزلانِ زبان و لب و لبا سے ہم	مُنہ لگی پار ہے ہیں ملو دیں خدا سے ہم
ہر بات پر خدا سے کہو کتے تھے تو	روزِ جزا ہے اب کہو کہیں خدا سے ہم
جھگڑا چکا دیا طلبِ بار بار کا	ساتی نے میرے زہر ملا کر شراب میں
لے ضم دل میں بھی لازم ہے برائی نہ ہے	تجو خالق نے عطا کی ہے جو صورت اچھی
<p>(ا طمر) منشی غلام مصطفیٰ خاں خلف منشی اعتبار خاں۔ جلا گڑوں ضلع خاندیس کے رہنے والے</p>	

ا طمر

ا طمر

سولہ سال ولادت تک۔ اداسی شباب ہی میں فارسی کی درسیہ کتب ختم کر کے شاعری کی طرف توجہ کی کئی برس تک بطور خود کنتے رہے اور نعتیہ کلام رسالوں میں بھی شائع کراتے رہے۔ اب ۱۹۹۷ء سے مرزا سید محمد باقر صاحب حمید برادر حضرت عشق مرحوم سے اصلاح لیتے ہیں۔ کثرت مشق کا یہ عالم ہے کہ چند ہی سال میں خاصہ ذخیرہ کلام فراہم کر لیا ہے مگر ابھی کلام میں کجلی نہیں آئی ہے سلام بھی اکثر کنتے ہیں۔ جو کلام ارسال کیا اسکا یہ لب لباب ہے۔

اک پیالہ بادہ گلشن کام بچنس کے مرغ دل نکل سکتا نہیں کھڑے ہیں طالب دیدار اگر دل بیتاب عاشق کو وہ آکر دے ہاتھ مٹاؤں بت کا نرکا سہل ہے	ساقیا دے دے خدا کے ہنک حلقہ گیسو ہے حلقہ دام کا خدا را دیکھ لو پردہ اٹھا کر سہل دے گئے باقی بنا کر تقدیر ہی میں جب نہ پھر کیا کرے کوئی
جو سیر بلوغ کو وہ رشک آفتاب چلے شراب پیئے کو میخانے کی طرف ساقی قاتل نہیں ہے تجھے زنا بھی ہمیں گدہ شب چھل وہ ایسے روٹھے کہ لبس	نسیم صبح وہیں تمام کر کا ب چلے بچا کے اکھڑا منے کی شیخ و شاب چلے باعث ہماری قتل کا تیری ادا ہوئی کئی رات ساری مناتے ہوئے

(الم) سید عشق حسین۔ منصبہ پورے ضلع میرٹھ کے رہنے والے ہیں۔ عربی فارسی میں خاصی استعداد رکھتے ہیں شوکا مذاق سن طفولیت ہی سے تھا۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں طبع موزوں کی مدد سے شعر کہنے لگے۔ شوخ طبع و جوان تیز۔ کئی سال تک جناب ناظر سے غور لیتے رہے بعد میں جب خیال کی بلند پروازی برہی تو حضرت جلال کو اپنی استادی کے لئے انتخاب کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کی مشق میں اچھی دستگاہ بہر ہو پچائی۔ آپ کے اشعار میں معاملہ ہندی کا طعن خوب ہے۔ اور آپ کی لمک کر پڑھنے کی طرز اس تاثیر کو دہ بالا کر دیتی ہے۔ کچھ دنوں قبلہ معلیٰ آپ کو میرٹھ میں رہنے اور وہاں کی مجالس شاعری میں حصہ لینے کا اتفاق ہوا ہے

اب و دو تین سال سے بریلی میں سکونت پذیر ہیں انتخاب کلام یہ ہے ۵	
سب کچھ مجھے منظور ہے اے حضرت اظہر	ہاں ترک مگر عشق تباں ہو نہیں سکتا
لگی ہے لگا سبکی اب تو ہر دم ہچکیاں آکے مرغاٹے عدو آج وعدہ ہے کس سے ملنے کا یہ ترک ترک کے چننا دم فوج کیسا	خیمہ سال تمہو ہے ادھیں ہوں یاد کیوں بار بار کرتے ہو کس لئے پسنگار کرتے ہو یہ اسے تیغ جلا دیا ہو رہا ہے
اسے شیخ سیکدہ سے سواری بڑھائے زاہد شراب پی بھی لے آیا ہے گھر کے ابر نام لکھ لکھ کے مٹانے سے میرا کیا حاصل	جھگڑنے کا لٹے نہ حرام دھال کے دریا میں جو شش زن کرم ذوالجلال کے میرے تقدیر کے لکھے کو مٹائے کوئی
(اظہر) سید اعظم صدرائیس وجاگیر دار ریاست حیدر آباد کن مولانا بیل سے ملندہ ہے ۵	
محبت میں ہوا برباد آخر	مرا کتنا کچھ تو نے سنا دل
آج کرم مجھ پہ ہے کل ہے کرم غمیر پر تو بہ میری دیکھیے نہنتی ہے کس وقت تک بڑے وقت کا کوئی کب آشا ہے قتل کرنے کو مرے تلوار کی حاجت نہیں	روزینا انقلاب دیکھیے کب تک رہے ترک شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے زمانہ ادھر ہے جدھر کی ہوا ہے تیغ سے کچھ کم نہیں ہے جواد قاتل میں ہے
(اظہری) مرزا محمد ظہیر الدین علی بخش اظہری گورگانی عرت مرزا کلان - مدراس اور کلکتہ میں بھی کچھ دنوں رہے تھے پھر دہلی واپس آ گئے ۱۲۱۵ء میں حیات تھے نوال سلطنت شاہ عالم ثانی سے اپنے وقت تک کے حالات واقعات اظہری نامی سوانح عمری میں درج کئے تھے صاحب دیوان ریختہ گزر رہے ہیں واقعات اظہری اور دیوان اظہری کے قلمی نسخے ستر البت مرحوم مورخ ہندوستان و سکندر اعظم ہند کے کتب خانہ میں تھے یا اب ولایت کے شاہی بیوی میں موجود ہیں یہ انکا کلام ہے ۵	

رہط بار و گر کیا پیدا	گئے دن ہیں کہ بار نے مجھ سے
انظفری کچھ اثر کیا پیدا	شکر اللہ آہ نے میری
آر سی اس میں لا جواب ہوئی	تیرے حسن و صفا کو جو دکھیا

(اظہر) مولوی کریم علی اظہر ولد شیخ امانت علی باشندہ شیخ پور نواح فرخ آباد مقیم لکھنؤ شہر
رشتہ بدشاہ نصیر دہلوی مرحوم - تاج گول میں بے نظیر تھے مزاحمت نجات کی تسنیت و لاوت
میں جو نصیذہ فارسی لکھا تھا اس میں عجیب عجیب صنعتیں لکھی تھیں مینی ہر مصرع سے متعدد تاخیریں
نکلنے لگیں۔ اُردو کا کلام حاضر ہے۔

کہ اور رنگ سے لوں گا میں خوں بادل کا	دکھا کے دستِ خانی نہ خوں بادل کا
کسی روش سے جو غنچہ کعبی کھلادل کا	بہار تجکو دکھائیں گے ہم بھی لے گلر و
عجب روش کا ہے یہ باغ دل کشادل کا	بہشت پہنچے ہے کب زارہ اسکی سوت کو
اپنا یہ از تہمین سیماں ہے داغ دل	تاخیرِ حاضرانہ کئے ہے جس داغ دل
دلچسپ ہے یہ باغِ ارم سے بھی باغ دل	اے حور آ کے دیکھ گل داغ کی بسا
تو تجھ کو ورد ہو جانے پر لٹے تو دل کی	تیری بلا سے مرے یا جیسے کوئی بیدار

(اظہر) مولوی میر اظہر علی مودودی - سسوان ضلع مراد آباد کے قدیم باشندے اور اب ایک
عرصہ سے ریاست بڑودہ میں سکونت پذیر ہیں۔ فرن سخن میں حضرت امیر پٹانی سے فیض پایا ہے
اسکے والد میر غفر علی صاحب ڈوچی کلکتہ میں۔ اب انکی عمر ۳۶ برس کی ہے یہ کلام ہے۔

رہتی ہیں بھلی گردنیں تلوار کے آگے	عشق میں غم ابروئے غم دار کے آگے
ہجو مٹے ناب اظہر بخوار کے آگے	پلی کر تو نہیں آئے ہو کچھ خیر ہے دغا

(اعجاز) شیخ مفتی محمد عبدالعزیز معروف بجا عجاز رقم بن محمد صالح ساکن سسوان ضلع بدایوں
ان کا تاریخی نام آغا میر ہے جس سے سلسلہ نکلتے ہیں۔ ایام طفولیت میں اپنے والدین کے
ہمراہ لکھنؤ آئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ فرن سخن کی تحصیل اول مولوی الہی بخش نازشاد

اظہر

اظہر

اعجاز

پھر اس لکھنوی سے کی اخیر میں آمیر مینائی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اب کہتے کہ شقائق ہو گئی ہے خط نستعلیق میں منشی کا لکھا پر شاد توجہ سے اصلاح دی ہے۔ ۱۵۰۰ء میں ریاست بھوپال میں تعلق پیدا کیا۔ فارسی میں مولانا عباس رفعت کے شاگرد ہیں۔ ۱۲ برس بھوپال میں ملازمت کر کے گویا ریلے آئے ۲۱ سال وہاں رہے اب چند سال سے پھر بمقام بھوپال نواب حسین محمد خان کی سرکار میں ملازم ہیں۔ تاج عمدہ اور بہت جلد کہتے ہیں خوشنویسی میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے یہ کلام کا نمونہ ہے ۵

ہزاروں حرف بدرنگی کچھ لعل بخشاں پر جفائیں ہو رہی ہیں بی طرح جان بڑیاں پر ہنسی تلوار کو آتی ہے میرے زخم خداں پر نہ آئے پر نہ آئے دل کسی انسان کا کہ رنگ خون میل آجکے گل کے دامن لگا لائی کہاں سے یار کی غمخیز بڑیاں پر کہ شکوہ دوست کا کرتا ہوں میں بجا کے خون اڑ آیا ہے یہ پس اڑتی ہوئی زلفوں کی لنگن بنوں کے عشق کا رکھتے تھے ہم چکا لڑکپن مرے زخموں کے تانے چاہیں خزانے نورنگ	کچھ ایسا رنگ پاں اچھلا لب جان بخش طنائ لگا ہیں بر سر کاوش ادائیں در پہ ایدا رواں ہے چشم گور سے لبو پر یہ تماشا ہے بلائی وبال آئے غضب آئے جہاں نے لبو بھیکا نہیں پڑتا شیبہ ان محبت کا ہوئے قتل میں بر بونکی صورت اڑتی بھرتی کیا ہے جیودھی نے رنگ و بے سے جینر ایسا کہاں تھا اس بلا کا سہم قاتل کالی ناگوں میں نفس بازی کا لپکا عمر بھر بانی راول کو جگر مروج ہے تیغ نگا و ناز جاناں کا
--	--

(اعجاز) منشی الہی بخش اعجاز لکھنوی زمانہ حال کے شعرا میں ہیں مگر اس سے زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کو حضرت تیسرے بڑے صاحبزادے جناب حکیم مرحوم سے تلمذ تھا۔ انتخاب کلام درج ذیل ہے ۵

حسن و الفت کا ازل سے ہے ہم سوز و گداز بنوں کے عشق میں فرصت مجھے ملی نہ ملی	شمع دیروانہ کو اک ساتھ ہے چلتے کھیا میں کعبے مجیدوں ایمان ارنماں کیطی
---	--

<p>اسید تجھے ہے لے شہرِ مصیبتِ مجھکو ہو محویت یہ عشق بہت خوش ہال میں اپنا ہی یہ جگر ہے کہ دل تھکودے دیا لمو کا میرے اغنا اور بھر روز قیامت ہو</p>	<p>بناوے رحمت پروردگار کے قابل باقی نہ ایتنا نہ موجبِ مواصل میں پھر اُس پہ ضبط یہ کہ ستم کا لگھ نہیں جو تو کرے تری تلوار انگشتِ شہادت ہو</p>
<p>گر یہ ہو س ہے وعدے کو ایسا کرے کوئی دل میں سما گئی ہے ہمارے ادا محسن خون گشتہ دل کا راز چھپایا بہت مگر یہ چشم حق نگر کیا جانے کس جلوہ کی ہے خواہاں لے جنوں آئینہ پا کو بچا لے کہ کبھی + جو فنا فی عشق ہے کس اسے اسکو مرگِ بے</p>	<p>کہ دم بھر تنہا کے رو ہا بھر بھر ہو عمرِ خسرو کی پہلے تیار کرے کوئی کچھ غم نہیں کہ آنکھ سے پردہ کرے کوئی آنسو ٹپک پڑیں تو اسے کیا کرے کوئی میں تجا نہیں ہوں لیکن خدا جانے کہاں کی پریاں کا توں کی بچھگی اسی چاہنے سے زندگی پر کیوں خوشی ہو موت کا کیوں غم ہے</p>
<p>(اعجاز) منشی عبدالحی خٹک منشی محمد وارث دہلوی کلکٹر جیل پور ملک متوسط کے شیروں میں ہیں کلام سے شوخ طبع اور ذہین معلوم ہوتے ہیں۔ معاملہ گوئی کی طرف توجہ ہے۔ زبان اور تلاش بھی اچھی ہے۔ گلدستوں میں اکثر کلام شائع کرتے رہتے ہیں یہ ابکا طبع زاد کلام ہے</p>	<p>کچھ لطف آ سے زینت کا حاصل نہیں ہوتا اشارہ ہے یہ چشم سر گئیں کا</p>
<p>جو تیرا داکا ترے بسمل نہیں ہوتا کرو عجب از دل اپنا تصدق</p>	<p>بورے کے دینے میں جو ہے انکار آپ کو جانے ہوئے قیام کے گھر وہ یہ کہ گئے واعظونک کو مبارک ہو تمہاری جنت</p>
<p>(اعجاز) منشی عبدالقادر اعجاز چشتی صابری باشندہ بہار و پنج شاگرد حسان اللہ نواب رضوان صیفاں مراد آبادی۔ نعتیہ کلام کی طرف زیادہ رغبت ہے۔ غزلوں کے چند اشعار</p>	<p>دل بھی ہمارے پاس بھرے نازیں نہیں بیٹھے رہو تم اپنا مقدر لے لے ہوئے بڑھ کے فردوس ہے کو چہ دلدار مجھے</p>

اعجاز

اعجاز

منتخب ہو کر درج کئے جاتے ہیں۔

رنگ گل کا دہن ہے غنچہ کا زولِ ابرِ رحمت حشر تک ہو کشتہ ناز کو کھو کر وہ لگائیں کنگر لبِ جاں بخش کا اعجاز کا عجز کھلاؤ	آنکھ زکس کی قد صنوبر کا الہی مرقدِ پیرِ مغان پر مارنا ہے جسے اُسکو وہ چلائیں کنگر جلا دو اُسکو تم کہہ کر جو تم رشک میسا ہو
بہندِ ناصح طغیر زاہد سے اجی ہوتا ہے کیا داغِ دل داغِ جگر میں جو چمک ہوتی ہے	اجھی صورت پر تو لا کھوں میں طبعیت آگئی مہ و غور شہیدیں کب لایسی جملک ہوتی ہے

اعجاز

(اعجاز) مرزا اعجاز حسین صاحب بی کے دہلوی - خلف الرشید مرزا سرفراز حسین صاحب
آپ کے بزرگوں کا وطن دہلی ہے مگر آپ کے والد ماجد نے غدر میں وطن کو خیر باد کہا اور پسرانِ
ملازمت پنجاب کے مختلف اضلاع میں سکونت گزریں رہے۔ دہلی کے نامور استاد کے
روشناس اور بعض معرکہ الارامشاعروں میں شریک رہ چکے ہیں۔ مرزا صاحب کو مذاقِ سخن
بطور ورثہ ان سے ملا ہے۔ آپ نے ۲۱ برس کی عمر میں ۱۸۹۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے
بی۔ آے کی ڈگری حاصل کی۔ شروع ۱۸۹۹ء تک چیف کورٹ پنجاب میں مترجم ہے۔
سونٹن صاحب کی تاریخِ عالم اور لیڈ صاحب کی سائیکلو پیڈیا کا اردو میں ترجمہ کیا جس پر پنجاب
یونیورسٹی سے انعام پایا۔ شروع ۱۸۹۹ء سے اب تک اہلہ میں وکالت کرتے ہیں۔
ادائل مشقِ سخن میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے جب کچھ مشقِ برہمی تو
تقریباً ساڑھے بیس برس دہلوی سے فخر مند حاصل کیا میر صاحب ممدوح آپ پر صدوج
عنایت فرماتے تھے۔ راقم تذکرہ کے حجاب میں ہیں۔ طرزِ قدیم و جدید دونوں طبع آزمائی
کرتے ہیں۔ اور کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ آپ کا کلام مخزن میں اکثر شائع ہوتا رہا ہے
انشاء پر دہلی میں بھی آپ کو جہی مہارت حاصل ہے۔ کلام کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے
اے زلیخا سوچ تو لینا تھا کچھ انجام کار

پھاڑ نا تھا حضرتِ دیوت کا دامن دھکیلا

لکھنؤ اور لکھنؤ والوں کی ساری خوبیاں
ہو سخن کو تازہ جنت اپنی خوبی پر بجا
عشق نے حسن کا پھیلا یا یہ حال اچھا
تازہ انداز واد اُحسن کے سب چلے ہیں
راحت یاس تو طبعی ہی اگر وصل نہیں
در دینہاں انہیں کس طرح دکھاوے بجا
اپنا دکھڑا ہر جگہ ہر جانہ رونا چسپا ہے
شش جہت میں سیکڑوں جلو کٹر ہے ہر نظر
جیسے وہ آجیگے سب ظاہر ہے پرے انتظار
جلو دیدار لطیف ہم کلامی ذوق وصل
پھر چلے اُس بزم میں لے حضرت دل خیر
کچھ ہنس ٹھٹھہ نہیں آجما یہ تو مشت ہے
انساں کے قول و فعل میں اس وجہ اختلا
متاع کو شش بے دعا کیا خبر تجھ کو
یہ اپنی اپنی مستکھ تعرض کیا نصیحت کیا
تن خاک نہ کیوں برباد ہو جاں کے بھٹنے سے
مرے دل سے کوئی پوچھے کوئی میرا جو کچھ

آگئیں باد میں جا علیحساں دیکھ کر
وہ سخن فہم و سخن سنج و سخن دل دیکھ کر
دل چنسا لینے میں ظالم کو کمال اچھا
اُس کی ہر آن بھلی جبکہ جمال اچھا ہے
عشق کو کٹے بُرا کیوں جو مال اچھا ہے
مُنہ سے کتنے یہی بنتی ہے کہ حال اچھا ہے
حال دل کٹنے کو لے ناداں سلیقہ چاہئے
ہاں در آئیتہ دل ہر طعنے اچھا ہے
کچھ نہ کچھ تو اپنے جینے کا سارا چاہئے
اس دل بے مضطالم کو بھی کیا کیا چاہئے
شرح رجز لٹا دم کیا دوبار چاہئے
اس کو دل کو ہے کا پتھر کا کلیجہ چاہئے
منبرِ نواہ ناگ رہا ہے خلیب سے
نری حد نظر سے بواہوس وود زیاں تک ہے
کیسی دوڑ سبیکہ مری کو ہے تان کا سہا
سرا کی ساری آبادی قیام کا رہاں تک ہے
خلش اس کم ٹھہری کی کمانکے کمانکے

(اعزاز) ٹھاکر ایشور بخش سنگھ صاحب تعلقہ دار سیمپہری ضلع ستیا پور لودھ محلہ
خوب باندہ تھے ہیں۔ زبان صاف ستھری اور بندش اچھی ہے غالباً حضرت ویم سے مشورہ
سخن کرتے ہیں۔ سن شریف چالیس برس کے قریب ہے۔ کلام ہم رسیدہ کا انتخاب
ملاحظہ ہو

۱۶۱

۱۔ مشتعل و کرمی شاعر علی خان صاحب میرٹھ لاٹ لکھنؤ رئیس امروہہ سابقہ مذکور کے دل میں تازہ و بدو کمال کتنے سچ سخن گوئی

<p>وہ مزار و تپہ قیامت کا تختہ انوار کہ یہی میری لگی کا ہے بکھاناوار یا الہی رہے آباد بلا نے والا دل کے پردے میں مزار چھپاؤ والا وہ تری جان کو ہے داغ لگانا والا</p>	<p>تازے گور غریباں پہ ہے آئینوار دیکھ کر خنجر پر آب تر اول بلا چمکے کسائی یہ دعا دیتی ہے تنہا دیکھتی مجھے بولے کہ ملائک ہیں تو نے دیکھ نہیں ہے جہنم مری جان کا شکل</p>
<p>اندھے سے جوش حسن ہمارے شباب کا آنکھتے ہیں جو وہ گور غریباں کی طرف دیکھتے ہیں یاس سے خامیہ لیاں کی طرف ایسا کبھی نہ پاؤ گے لاؤ حسنار دل اس پر خدا ہر جاں تو اس پر نثار دل رکتے ہیں ہم بھی زنا پر چہرہ کا دل فتیہ کرب طمع ال و جاہ کرنے میں یہ مطلب ہے کہ اب باہر دل سے کوئی حشر ہو</p>	<p>ٹوٹے چمک چمک کے تمہاری قبا کے بند جانے گل تیوری چڑھا جانے ہیں تربت پروری ضعف ہے زنجیر پاؤشت میں چھپا پاؤں کے تھامے نیکووں میں ایک مرا جاں نثار دل کستا ہوں اُنکے عارض دیکھو کو دیکھ کر ذکر جمال جو نیکو ہم سے بار بار بڑی ہے لذت دوست فقر کی لذت ہماری زخم دل کو ہی رہی ہیں آپ نہیں نگر</p>
<p>تیرے پاس رہو سو کے رخ نظر ہو تو پھر اے جاں کیوں درد جگر ہو</p>	<p>تمنا ہے کہ وقت ذبح قابل جو تم سینے پہ رکھ دو پیار سے ہاتھ</p>
<p>پڑی ہے گرد کیسی جھانڈا لاپنے دامن سے تو رہا ہے لپٹ کر کوئی چروں میرے رخ سے جو بل کو غش آیا گل ہوا دیتے ہیں دامن ذی ہوش انکے دور میں ہوش ہو گئے پہنچے جو میکے میں تو مینوش ہو گئے چشم خیال سے بھی تو بڑا کرے کوئی</p>	<p>کے دے آئے منی آ رہے ہو کسے ذوق کچھ ایسی یکسی چھائی تھی لیکر بھل جبت آیا جہن میں یہ اثر ہے جوش الفت کا ساراں چشمان مست بار وہ کیفی بلا کے ہیں مسجد میں جا کے بگئے اعزاز بار سا اچھا نہ میرے سامنے آیا کرے کوئی +</p>

<p>عشاق کو نہ جلوہ دکھائے مگر ہو جب کوئی ادا سے تیر لگا کر چلا گیا ملو کسی کے دیدہ و دل خون سے نہیں راہ دل گیسوئے جاناں میں جا کے کسی گل کے ہیں یہ داغِ محبت</p>	<p>محشر کے دن بھی وعدہ فدا کرے کوئی بوٹا کرے کہ خاک پتہ ٹپا کرے کوئی لبریزے سے ساغ و مینا کرے کوئی پھنسا خود ہس کو آفت میں پھنسا کے نہ کیوں رکھوں انہیں دل سے لگا کے</p>
<p>بوسہ دے کر غیر کو مجھ سے کہا دل کی قیمت ایک بوسہ ہلکراں</p>	<p>آپ کیئے آپ کو کیا جاہئے اور کیا اس سے بھی سستا جاہئے</p>
<p>(اعظم) اعظم خاں نام - وہلی کے رہنے والے اور حضرت شاہ نصیر کے شاگردوں میں تھے کچھ دنوں مشق کر کے طبیعت اس فن سے اچٹ گئی اور کب علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ عرصہ ہوا انتقال کیا ۵</p>	
<p>اسی مضمون سے معلوم اُسکی سرور میں ہے سو زل از بس طیبوں کے ناناں رکھتے ہیں کیا یکس دہم کم ہے جو شبنم فولاو سے</p>	<p>جو اسنے مجھ کو نامہ کا تذکیر لکھا شمع آسا بنض زیر استخوان رکھتے ہیں ہے اسیری میں لڑائی صید کو صباو سے</p>
<p>(اعظم) شیخ اعظم حسین اعظم - آتش و تابخ کے ہمعصر تھے زیادہ حال معلوم نہیں ۵</p>	
<p>جب کما مینے کہ مرتا ہوں میں + ہنس کے بولے کنشامت آجائے</p>	<p>کہنے کب وصل کی ٹھہرائے گا کیا کسا پھر ذرا فرمائیے گا</p>
<p>(اعظم) منشی مرزا اعظم علی اعظم ابن محمد رضا مرحوم باشندہ آلہ باد خواجہ آتش سے تلمذ تھا عدالت آگرہ میں عرصہ تک ملازم رہے پھر نیشن یا ب ہو کر آلہ آباد اپنے قدیم وطن میں خانہ نشین ہو گئے۔ مشاق و نکال شاعر تھے طبیعت مضمون خیر و جدت پسند تھی۔ صاحب دیوان گذر ہیں ۱۲۸۷ھ میں نکاد ویزان آگرہ کے مطبع میں چھپا تھا۔ سنہ ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوئے تھے عرصہ ہوا انتقال کیا۔ انتخاب کلام درج تذکرہ کیا جاتا ہے ۵</p>	

اعظم

اعظم

اعظم

<p>زندگی بھر نہ ہم دیدہ گریاں طمس ز حشم کاری لگا تو چوم لب کوئی کر سکا دل نہ اپنا ہو تھما مقدر میں یہ کہ قاتل کا خنجر کا نہ بسمل ہوں نہ شمشیر جفا کا ساتی نے دیا جام سے جنبہ ہری کا ہر ظلم سیدہ ہے ترے جور سے رنجی</p>	<p>کشتی عمر بولی تو یہ طوفان خیرا قبضہ خنجر کا ہاتھ قاتل کا مرا ساتھ برگِ حنائے دیا ہم بگڑتے تو باکپین بنتا انداز کا مقتول ہوں کشت ہوں ادا کا اب ہوش ہے شیشہ کا نہ شیشہ کی پرکا لٹکوا نہیں کرنا کوئی بید اگر سری کا</p>
<p>خیالِ جاناں میں جان دینا خیالِ حرم میں جینا تمہاری صورت کے دیکھنے سے ہماری ہوتی جو زندگان بغیر اُس کے جو نظر اُکرا سے زلالِ حیات دیتے نہیں بچ کر ہلاک کر لیا کہہ رہے ہیں مدام تم سے گدا کی مرگ و حیات و نوبری ہیں دنیا کے دھندلے برق کیوں بجلی سبب کیا سیل کی بنیاد کا ہوا ہوس وہ ہیں جن میں ہے جو صلہ فریاد کا</p>	<p>انہیں سے رغبت انہیں سے الفت نہیں میں مٹا نہیں میں جینا ہمارا کھلا ہوا ہے گویا تمہاری لوحِ جبین میں جینا کبھی گوارا نہ تیس نہ کرتا فراق محلِ نشیں میں جینا ہماری پوچھو تو ہے تمہاری اداں میں رہا نہیں میں جینا نہ فکرِ طبلِ دُلم میں رہا نہ شوقِ تاج و گیس میں جینا گھر بنا بھی تو نہیں مجھ خانہاں برباد کا ہم تو سنکھ کو بھی نہیں لاتے تری بیداد کا</p>
<p>لباکی کو کھولنے دو ذرا کیسو سے دلاؤ آنکھوں کی آرزو پہ ذرا کیجئے نگاہ</p>	<p>جنہوں کے بند بند میں زنجیر دیکھنا یہ چاہتی ہیں آپ کی تصویر دیکھنا</p>
<p>کس طرح ماسپنے یگانوں کو یکجانہ سمجھوں اُس کو بھی کیا آپ کی رفتار نے پال کس قدر تاثیر تھی میری زبانِ مجسم میں</p>	<p>کام اپنے کے نہ اُدے تو وہ کیسا اپنا ٹھوکر سے بھی ہنگامہ عشرہ نہیں اُٹھتا یاں دعا کی فان و درِ عرش معلّا کھل گیا</p>
<p>جس نے تقدیر سے دیکھا رنجِ زیبا تیرا فناغِ اہمال کیا بے سرو سامانی نے</p>	<p>زندگی بھر وہ رہا محو تماشائے تیرا ہالِ دنیا نہ رہا چور کا کھٹکا نہ رہا</p>

<p>سر جان باز ہستیل پودھرا آئے نظر دگر نہ واں کوئی پردہ انہیں حجاب نہیں بر ملا قیس کو دعویٰ ہے کہ لیسلی ہم میں دور نہ کہنے کو سدا پالب کو یا ہم ہیں یہ طلسمی ہے جہاں اسیں تماشہم ہیں تاشاے چرخ گمن دیکھتے ہیں دھرتے ہیں کہ صرباؤں کہ صردیکہ رہے ہیں حلاوت نعمت دنیا کی ملتی شیر مادر میں طفل پیدا ہوا تو پیدا شیر مادر ملے ہو سکر بار غم ایام تو ملجانے دو ناوک غم نہ خوش ریز بھی ملجانے دو آرزوے دل بیتاب نکل جانے دو اک روز ادھر جائیں گے اک روز ادھر کو جو آپ کی نظروں سے جاتے ہیں جگر کو</p>	<p>آپ کے خنبہ مرثکاں کا اشارہ گرو ہیں گو اُن کی طرت دیکھنے کی نانبیں کوئی محل میں نہیں ہے پس پردہ ہم ہیں اس لئے چپ ہیں کہ کوئی نہیں سننے والا سوا نگ لاتے ہیں نئے رنگ بدلتے ہیں نئے خوشی دیکھتے ہیں محن دیکھتے ہیں اُن کی ہمیں اکھیلیوں کی چال نے مارا لو کہیں میں تھا کچھ امتسیا زذائقہ ورنہ وادرے رزاقی رزاق و شان پکوش عیش و راحت کا بھی اسباب مہیا ہوگا روک یوے گا اُسے روکنے والا دلیر خیر جانے کو جو کہنے ہو تو جاؤ لیکن کعبہ کو نہ چھوڑیں گے نہ ہم دیر کے در کو کیا اُن کا بھروسہ اُنہیں جاننا نہ کہے</p>
<p>دل میں جگر میں نہیں ہر میں جاگتی دل دیکھے مری جان یہ آزار کیا ہے</p>	<p>سُن لے بیو کہ نفع نیک کام کر گئی سرنج کے اعظم نے خیرا ہے ہم غم نشین</p>
<p>آرزو خانہ کعبہ میں مسلمان کو تے میں زمیں پر جوں تو گردوں پر صدا ہوتی ہے دل ہمارا کشتہ تیغ نگاہ ناز ہے ہر طرح سے کر سکتے ہو تہذیب ہاری جانا تو پھول زگس بجا رکے لئے</p>	<p>تو وہ بت ہے کہ نری جود نانی کے لئے خوب آہ دل بیتاب رہا ہوتی ہے لو کہے دیتے ہیں سینہ میں جو غنی ساندہ ہے چاہو تو بدل سکتے ہو نقد دیر ہاری طوبہ ہزار کشتہ دیدار کے لئے</p>

طاقت پرواز پر کے ساتھ ہے	حوصلہ دنیا کا زر کے ساتھ ہے
وہ پاک کماٹی ہے جو اس راہ میں اٹھے یاں نقد جاں ہے ہاتھ میں انعام کے لئے وہ کیونکر آشنا ٹھہرے جو طلب آشنا ٹھہرے	ابھی ہے وہ دولت جو زمی راہ میں اٹھے واں جھڑکیاں میں قاصدہ ناکام کے لئے غرض مندوں کی الفت کا عبث ٹکوجھرو سے
<p>(اعظم) مولوی عبد الصمد عرف محبوب جان - برادر خرد مولوی وجیہا لدغاں بہادر مخلص ہو دل غ و خلع مولوی محمد وجیہہ مدرس اول مدرسہ کلکتہ - کلکتہ کے رہنے والے اور حضرت نسخ صاحب تذکرہ سخن شہرا کے شاگرد تھے۔ ۱۸۶۷ء میں زندہ وسلا مت موجود تھے - یہ ان کا کلام ہے ۵</p>	
جس نے دیکھا تجھ کو وہ مجھ تاں شا ہو گیا ایک عالم اُس جہاں آرا کا شہید ہو گیا دل سے ہرگز ہو صفائی میں نہ جڑھ کر آئینہ صورتِ سیاب ہو بیتاب و مضطرب آئینہ گھل گئی غلی فدا ہے آئینہ پر آئینہ	بانی ارض و فلک تک تجھ پر شہید ہو گیا شکوہ کس کس کی عداوت کا میں اعظم کر رہا لاکھ صورت سے بنائیں آئینہ گر آئینہ روئے آتش رنگ کی دیکھے جھلک گر آئینہ ہے دل نالاں کو میر عشق رو صاف
<p>(افروز) مولوی عبدالرزاق عظیم آبادی - آپ کو غالب خان بہادر مولانا علی محمد صاحب شاو کے تلمذ حاصل ہے - چند اشعار بطور نمونہ کلام حاضر ہیں ۵</p>	
کیا کریں خاک جو پونگی ہوس چھ کریں دیدہ دل کا کہیں اور ہی عالم نہ کریں دیکھ کر موت کے آنہ رچھلک جاتے ہیں ست کیا دیکھ کے ہشیار یکا جاتے ہیں کہاں ہیں کہہ میں جفا کرنے والے نرہی کچھ جگہ حیا کے لئے	سرمد دیدہ مقصود نہیں کے مگر عالم افروز جہاں جلوے ہیں اسکے افروز لوحِ ترے ہے کہ عبرت کا اک آئینہ ہے چشمِ میگوں ہے تری ہوش بالی صافی نکالیں تمنا کریں ظلم آئیں شوخی چشمِ یار کیا کہنا

افسر

(افسر) نواب احمد یار خاں خلف الرشید نواب محمد یار خاں امیر جنگاؤں کی مدد میں آگے آئے گا۔ روساے رام پور میں لکھنؤ میں صاحب اقتدار بالخصوص شہر کے بڑے مرلہ و قدر دان گزرتے ہیں۔ شعر و سخن کا ابتدا سے سن نیز ہی سے عشق تھا۔ قائم چاند پوری سے مشورہ سخن فرماتے تھے۔ نہایت باذل۔ بامروت۔ سیر چشم۔ خلیق۔ اور اپنے ہنرمندوں میں ذاتی شجاعت۔ دلیری اور کمالات سپہگرمی کے سبب ممتاز تھے۔ قائم چاند پوری کے بعد حافظ شیرازی صاحب طالب سے بھی اصلاح لی۔ پچانوے برس کی عمر پر ۱۲۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

<p>برقع جرات مند سے ترے دور ہو گیا جو گل چمن ہو ہے اک آں میں ہو شیشے سے دل کی کونسی ناک سے کاؤ تجھ قدرت پہ پاں کی بھول نہ افسر کہ پیش آیا مسن لیو آنسو دینے فلک سے گز کیا مستی کی اُس نگاہ کی کچھ کیفیت نہ ہو اُڑوید مثل حباب اس جہاں کا</p>	<p>نخل سے ماہ چرخ پہ بے نور ہو گیا وہ چیز کیا ہے جس پہ تو مغرور ہو گیا اک ٹھیس سے نگاہ کی جو چور ہو گیا کیا کیا جہاں میں خلق کو مقدر ہو گیا جسم کہ وقت گریہ میں خون جگر کیا گردش نے جلی ایک جہاں بے خبر کیا کہ یہ زندگی کوئی دم پہ نہ نیست</p>
<p>ساٹنے ہو جو ناس ابرو کے افسر نہ بنا دیکھا ہے جسے حُسن کا ترے شکوہ و شاں کس کو ہے یہ شکار کی رغبت کہ اک جہاں لے شیخ رونیکو نگر جہلوں میں کہ مدعی افسر کی گشت گو کا سلیقہ میں کیا کہوں مجھ پہ نامہ سراں ہوئے جو تم قاصد انوری بتا کون سا پیغام کہوں</p>	<p>اک اشارے میں وہ دو کرتا ہے نوا کی طرح حیران ہی منت رہا ہے وہ تصویر کی طرح ترپے ہے خاک و غوں میں غم کی طرح مُنہ میں تری زبان لے گلگیر کی طرح سب جہاں کچھ اُس کی ہے تقریر کی طرح ہے یہ کس مہربان کی خاطر ہوں میں گستاخ سر نہ پہ کیا نام کہوں</p>

سیاہ کی طرح سے بے تاب اک جہاں ہے | تنہا اک میں ہی ہوں بے قرار تجہاں

(افسر) شیخ غلام اشرف افسر - انکے والد شیخ غلام رسول شاہی کاٹھ خانہ کے چودھری تھے۔ یہ خود اکثر مرثیہ و سلام کہا کرتے تھے اور اُس میں اشرف تخلص کرتے تھے۔ غزلیات میں افسر تخلص اور حضرت مصطفیٰ سے تلمذ تھا۔ کلام سے موزونی فلزاً ہر ہے ۵

جب دیکھے ہے یہ داغ سیاہی جہیں پر | معلوم نہیں کیا ہے تر خاک تماشا
چہرہ پر ماہ کنے کیا کز خیال تو | گویا شفق میں نیچے نور شید غرق ہے
تک نرکت دیکھو پسینے ہے جب گراہ توغ | آتا ہے اُسے رنگ ترے روئے حسن پر
زکس کی جو ہمتی ہے ٹھکی آگہ زمیں پر | آئینہ لے کے دیکھ ٹھاک اپنا بال تو
جس وقت ہاتھ مندی سے کرتا ہے ال تو | شاخ گل سا آخر چلے ہے گلوں کے بار سے

(افسر) صاحب عالم مرزا محمد عثمان افسر گورکانی مرحوم عت مرزا نوٹ سے خلف الرشید صاحب عالم عالیان میرزا خضر سلطان بہادر خضر - فرزند ارجمند حضرت ابو ظفر بہادر شاہ ثانی - مرزا قادر بخش صاحب تصابر مرحوم سے تلمذ تھا کوشش تبلیغ سے چند غزلیں بہم پہنچیں اُن میں سے چند اشعار منتخب ہو کر درج تذکرہ ہوتے ہیں بعد از غدر اپنی بھوپھی صاحبہ زوجہ مرزا الہی بخش کی نعل حمایت میں اوقات بسر کرتے رہے نہایت منکر مزاج آزادہ و مستثنیٰ - غیور اور منسا رہنس کما آدمی تھے۔ تقریباً سنہ ۱۳۱۵ء میں بمبئی چل سال بمقام دہلی انتقال فرمایا ۵

جانے دیا ہمیں نہ دواں دل کے خوف نے | عزیز اُن سے کریں جان زار ہونکا
ہماری اُن کی بھی ہوں یہیں بیسے جانی | گدہ بجا ہے یہ اُن کا گزر ہی جاتی رات
توں کے عشق سے پرہیز جیتے ہی مجھے | دریاں نہ تھا قیب نہ تھا پاساں نہ تھا
طلب کی دیر تھی بجز انتظار ہونکا | عہد کا شیدہ مگر اختیار ہونکا
مجھ سے چار پہر انتظار ہونکا | یہی کہوں گا کہ پروردگار ہونکا

عدو کی بات نہ جتنے وی شکستے دل پر	حسنا رجاہ کریں عسما ہوں نسکا
جب سازہ پہ وہ بے وفا ہو گیا	مرے حق میں مرا بھلا ہو گیا
کیون سر پہ خون لیتے ہو اُس بیگناہ کا	دیکھو یہ بوجھ تم سے اٹھایا بچائے گا
ہو گا عدو کو بھی جی دن ایک دن نصیب	یوں دل میں شاد ہو ستم زدوا سے ہم
تنگ ہے گردنا جفا کیجے	کچھ تو پاس اپنے نام کا کیجے
اب جفا کا بھی اُن کو مفر ہے	پھر کس امید پر وفا کیجے
مکیں کو اُنس ستے ہیں مکاں سے	تمیں تو ربط دل سے اور نہ جاں
تری الفت میں یہ حاصل ہوا ہے	عداوت ہو گئی سارے جہاں سے
اہل وفا کی اتنی تو تیر چاہیے	یعنی ہماری لعش کی نشہ چاہیے
یوں سے ہوا اپنی ضد کے تو لو میں گر گیا	اب نکو مجھ سے ملنے کی تدبیر چاہیے
میں بدگماں حد سے سوا آپ کی یہ ڈھنگ	کینے رہی ہے کون سی صورت بناہ کی
لو جان و دل پہ بن گئی کیوں اتجو خوش ہوئے	برسوں سے افسر آپ کو حسرت محی چاہی کی
مرا دل شمع ساں جلتا ہے ہر شب	خدا جانے لگی ہے لو مکاں کی
رہائی ہو گئی بدتر قفس سے	گئی جو چھوٹ عادت تاشیاں کی
(افسر) نواب غلام ربانی صاحب افسر ۱۸۵۵ء تک کلکتہ میں باعز از فابروبر کرتے تھے آپ کو غالباً سلطان پٹنہ کے خاندان سے قرابت تھی۔ کلام سے پایا جاتا ہے کہ مذاق سخن اچھا تھا۔ بطور نمونہ چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔	
اے لگاؤ واپس قریاں تری تاثیر کے	لوٹتے قاتل کو دیکھا خاک پر پہل کے پاس
اسد سیرے جرم و گناہ کی تر قریاں	بھاگے فرشتے جہنم کے فرد حساب کو
تم کیا پھرے کہ سارا جہاں ہم سے بھر گیا	کہنے خدا کا قہر تھارے عتاب کو
اُس مسخ نظر بھی نہ کی میری حسرت کو	کہتے ہیں دور کرنا ہے نشہ حجاب کو

افسر

(افسر) راجہ پدما سندھ صاحب بہادر افسر فرمانروا سے راجہ بنیلی وکرمک پود ضلع پورنہ بھاگل پور جون ۳۱ء میں بعمر ۲۰ سال اپنے والد مرحوم ہمارا راجہ لیلاندر سنگھ کی وفات کے بعد سندھ ریاست پر رونق افروز ہوئے اُنہوں نے بنگلہ انگریزی ہرجا رزبانوں میں معقول دستگاہ رکھتے ہیں بڑے وجیہ تشکیل ہوئی رئیس ہیں۔ آپ کے پردادا راجہ دولار سنگھ نے جنگ بینال میں برٹش گورنمنٹ کی فوج اور رسد سے اعانت کی جس کے صلہ میں راجہ بہادر کا خطاب پایا جواب خاندان میں موروثی ہے۔ باوجود شغل کشمیر کا ہے گا ہے تفسن ضلع کے لئے شکر گوئی مکیر پٹ بھی توجہ فرماتے ہیں۔ بہادر اور بنگال کے درمیان میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل ہے کلام ملائم ہو

لب لب سینہ بسینہ ہو لب لب رات
خط نہ لکھنے کا گلہ اس پر ہے اُس لئے شوخ
شمع جل کر ہونی بردار کی صورت بردار
مفت کیوں کرتے ہو تم زلف کی گت پر دم
تیغ اجل نے کات دئے دست و پا پھر جس

دل میں حسرت نہ ہے آج اگر تم چاہو
بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجنا جواب
چاہنے والے کی ہوتی نہیں چاہت بردار
قدرداں ہم ہیں ہمیں آ کے سنگھاؤ صاحب
جو آرزو میں دل میں تھیں سب خاک ہو گئیں

(افسر) منشی اعظم علی افسر پادشاہ سندھ عرصہ دراز سے بھوپال میں سکونت پذیر اور
دہاں کی حالتوں میں وکالت کرتے ہیں

پھل پا چکا ہے عشق میں منصور دار کا
لب برہوڑ کو

جو بن اُبھرا بھر کے جتنا ہے یار کا
افسر ہے شرط عشق کہ یہ شغلہ ہے
شوخی میں ہے آفت توفیق ہے جیساں
سرکاتے ہیں دوزخ یہ فام جو رخ
بیار محبت کو طے کشتہ بہت دیدا
کتے ہیں وہ خون دل عشا تو کا

مرے رونے پر وہ کہتے ہیں نہیں کر	یہ سادون کی گھٹا کچھ دن تو برے
(افسر) منشی سید احمد افسر حیدر آبادی سن ۱۲۸۵ھ میں ۲۴ برس کی عمر تھی اور ذیاب میر علی حسن خان ششدر کو کلام دکھانے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ یہ آپ کے کلام کا خلاصہ ہے۔	
ہے شوق کی افزائش الفت میں فنا ہونا	جاں سیکھتی ہے دل سے قربان ادا ہونا
مخمس میں نقاب رخ زیبائے الٹنا	تم دیکھنے دو حلق کو دیدار خدا کا
اپنی سلامتی کا دو گانہ ادا کرے	خطوے کے نامہ بر بنو سائل جواب کا
(افسر) منشی میر عشق حسین عرف عبدالصمد صاحب کا گوری کے رہنے والے اور اکاؤ کے مدرسہ میں مولوی ہیں یہ آپ کا کلام ہے۔	

افسر

افسر

خون ماسق کا ذرا مٹوں میں ملکر دیکھئے	آپ ہی کہئے گا پھر رنگ حنا کچھ بھی نہیں
جس کو عاشق وہ جان لیتے ہیں	بس اسی کی وہ جان لیتے ہیں
کم ہیں کیا اُن کی ابرو و رخسار	کیوں وہ تیرا دکان لیتے ہیں
دبیری اب کہاں رہی افسر	جب کہ دل بھی جان لیتے ہیں
سوالِ وصل پر ہر دم نہیں ہے	صدائی کبھی تو نہ سے اس کی
کر دوں تیرے رخسار کا نشانہ	تیس حاجت ہے کیا یہ دکان کا
خیر ہے خیر ہے اے حضرت افسر یہ کیا	ساٹنے غیر و نکمے دہر کی شکایت کیسی

افسر

(افسر) حکیم حاجی حافظ محمد حسین مؤدوی تھیں بڑا دودھ خلیف سید احمد حسن نقا۔ ڈاکٹر حسین یاس حرم صاحبہ طہ بہسواران ہے مگر اب عرصہ سے بڑا دودھ میں بہ سلسلہ طبابت	
تغاب کر کے درج کئے جاتے ہیں۔	

ما تو قابو ہی میں کبھت نہیں دل اپنا

بھی صد نہ سو یا رہا
کچھ دل میں کہ درت اُسے دھو لئے ہیں

کس زبان سے ہو یاں صبح شریف صبح کا حال
 ہے نئی طرز بننا کتے ہیں مجھے ہر دم
 اے ماہر و جھلکے ہیں حاضر نقاب میں
 خند ہر اک بات میں اچھی نہیں ہوتی دیکھو
 اُٹھتا ہے درد اس لئے تعلیم کے لئے
 دل لے گیا باتوں میں اڑا کر کوئی افسر
 جگر پہ ہاتھ دھرے پھرتے آپ بھی ناصح

جب کہا تاز سے اُس شوخ نے لوجا نے
 منتظر ہو گا ہمارا کوئی لوجا تے ہیں
 کہتا ہے حسن میں زہوں کا حجاب میں
 اپنے عاشق کا کمان لب کرتے ہیں
 آدکسی کی ہے دل خانہ خراب میں
 ہے دھیاں کہاں آپ کدھو کدھ رہے ہیں
 جو آپ کو کسی دلسر کی آرزو ہوتی

(افسر) منشی بشیر الدین چشتی اور نگ آبادی - ولد مولوی رحیم الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ
 میں بقیام اورنگ آباد پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت پا کر شریف مال گزاری میں ملازم ہوئے
 اور ۲۰ برس تک مختلف خدمات پر مامور رہے۔ فی الحال محکمہ صوبہ داری اورنگ آباد میں
 صندھ دار مال ہیں۔ طبیعت میں شوخی اور زبان میں نیکیا پن ہے۔ ابتدا سے شباب سے
 شعر گوئی کا شوق ہے۔ اوائل عمر میں بالکل عاشقانہ رنگ تھا اب زیادہ تر غیتہ اشعار
 کہتے ہیں۔ جب پہلی دفعہ حضرت داغ دہلوی حیدر آباد شریف لے گئے تو اُسی زمانے
 میں آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پہلے مطلع سخن کے نام سے ایک اہواری رسالہ
 بھی نکالا تھا جو بعد میں بند ہو گیا۔ ان کا ایک مختصر دیوان اور ایک مرثیہ چھپ گیا ہے
 ترتیب تذکرہ کے وقت نظر سے گذرا۔ آپ فن سخن کے علاوہ طب میں بھی مداخلت
 رکھتے ہیں۔ یہ فن شریف حکیم عبدالباسط صاحب اورنگ آبادی سے حاصل کیا تھا۔ کلام
 زیب تذکرہ ہے۔

الہی محمد میں مقبول اتنا ہو سخن میرا
 تری بندہ نوازی نے کیا ہے انا مستغنی
 الہی درو الفت کی نکایت لکھتے ہیں شاعر

کہ چوئے تیری قدرت بھی مجھ سے دہن میرا
 کہوں کیوں کر عرب میرا عجم میرا دکن میرا
 میں کہتا ہوں نہ چھوئے دل سے درد مجھ کو

<p>خاک ہو کر سر نہ جاتے ہیں ہم مناس ہے کہ طرزِ عمل انگلی بدلی شب ہجر کو ہنسنے گھٹنے نہ دیکھا دیا ایک بوسہ جو تم نے ہو گیا</p>	<p>جب تو آنکھوں میں جگہ پاتے ہیں ہم غرض گالیوں کے وعادے ہے ہیں جوڑتے ہیں حد سے دھٹکتے ہیں بڑا دل ہے اُنکا جو دل سے ہیں</p>	
<p>دل کی طیش سے لکھوں اُنہیں دل کا حال کیا اُسے طلب ہے نہی دل کی دل لگی کے لئے بیچ ہے حشر میں جو رہیں ملیں گی لئے زاہر</p>	<p>کر دوں نہ میں نکال کے دل نامہ بر کیستہ کہاں سے روزِ نیا دل بنے کیسے لئے حسین بیاں بھی تو ہو کوئی دل لگی کیلئے</p>	
<p>سنو درد دل تم زبانی ہماری بہت دل کو سمجھا یا الفت میں ہے وہ آخر اُڑائے گئے دل کو افسر</p>	<p>مزا دے گی تمکو کسائی ہماری مگر ایک اسنے نہ مانی ہماری نہ کام آئی کچھ با سبانی ہماری</p>	
<p>اگر نادک کہا اُن کی نظر کو کیا ہوا بیجا تجھ صاحب سانی ہو مجھ صاحب کوئی بیخوار</p>	<p>وہی کہیں بے بلا پھر یہ جگر کے پاریسی ہے چاہئے دو دو نوٹ پر جام اٹھتے بیٹھتے</p>	
<p>(افسر) مولوی سید عزیز الدین حیدر صاحب خلف مولوی امین الدین حیدر رحمہ اللہ آج کا سال ولادت ہے۔ آپ الہ آباد کے قدیم رئیس اور مشہور استاد مولوی وحید کے لائق تلامذہ میں سے ہیں۔ خان جادو مولانا اکبر حسین صاحب اکبر کے برادر خواجہ تاش اور قدیم ہر مشق ہیں۔ فارسی عربی کی استعداد عالمانہ ہے۔ کئی سال ہوئے حضرت داغ کے دوران قیام دکن میں آپ حیدر آباد بھی نشریت لے گئے تھے۔ آپ کا کلام ایک خاص طرز کا ہوتا ہے اور اسیں آپ اپنی جہت طبع سے عجیب عجیب اختراعیں فرماتے ہیں۔ عرصہ سے آپ صنعت بصارت میں مبتلا ہیں مگر شوق علم پر ابر جاری ہے۔ مشکل زمینوں میں اپنی ذکاوت طبع سے اچھے اچھے مضامین نظم فرما کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیتے ہیں۔ معمولی زمینوں میں کم طبع آدھانی کرتے ہیں۔ اب آپ کی عمر ساٹھ برس کے قریب ہے۔ کلام کا انتخاب</p>		

چند سال بعد نواب موصوف الصدر نے لارڈ وٹلی گورنر جنرل سے انکی سفارش کی چنانچہ حسب الارشاد گورنر جنرل کلکتے گئے اور ڈاکٹر گلکرسٹ کے ماتحت فورٹ ولیم کے مدرس میں اُردو کتابوں کی تصنیف اور تالیف کا سرشتہ آپکے سپرد ہوا۔ ۲۰۰ روپیہ ماہوار مشاہرہ مقرر ہوا۔ کلکتے جاتے ہوئے آپ مرشد آباد میں مزار علی لطیف صاحبہ نہ کر کے پاس بھی بھیجے تھے۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کے اہل سے گلستان کا ترجمہ اردو میں کیا آرائش محفل اور مثنوی بنے نظیر موصوم بہ سحر ایسیان کا اُردو ترجمہ بھی آپ کی تالیف ہے۔ الغرض کلکتہ میں جمعی عزت پائی طبعیت ذہل دل مروت و انکساریں خود کامل تھے۔ طب میں بھی دستگاہ تام رکھتے تھے۔ شش ماہ میں اس خان سے عالم جاوداں کو سدا رہے۔ یہ آپکے کلام کلاب بابا ہے۔

تو سچ بنا کہ تجھے اتنی کیوں ہے بے چینی سے ہے پاؤں سے اپنے وہ الہ روہرم ہے یاں نہ تبا تو نزاکت گلوں کے گہر سے قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوس بخش یوہم کہ نہیں تو کا ہے بنے بھول کر	مگر پیام کسی بے قرار کا پنپنا یہ مرتبہ تو دل و انداز کا پنپنا لچنے لگنے ہے اس کا عذار کا پنپنا حاصل کیا ہے جو خرد ہمار کا پنپنا درد دل تیری بلا جو وہ ترا ہم نام تھا
---	--

نزع میں زرد تھامی افسوس اے اُٹھتے ہی جاں یہ آن بنی شب جو دم توڑنے میں ازل جبار لگا	چینی رنگ نے اُسے مارا دیکھئے آگے آگے کیسا ہوگا سہ بلانے میں عیسیٰ پس دیوار لگا
--	--

رات محفل میں ہر اک مہ پار گرم لالت تھا پاؤں یہ گاڑے کہ جوں نقش قدم بچ نہ اُٹھے انٹک گرم اپنے سے یہ دیدہ تر جلتے ہیں ہو ماکو نہ گزرا سس کی گلی میں داں تو بزم میں اس کے نہ مہنتے ہیں نہ اسک سکتے ہیں	صبح وہ خورشید روٹکا تو مطلع صاف تھا خاک میں لگئے بیٹھے جو ترے در پر ہم دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جتنے ہیں طاؤں سردہ کے اڑتے ہوئے پر جتنے ہیں چپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا نہتے ہیں
---	---

وہ چڑ کر لے گئے دل یا میں گم ہو گیا
 نفی و اثبات کہ تو فکر کیا اسکے ہے کام
 جو مرتے ہیں تم پر وہی جیتے ہیں ہمیشہ
 ناکام نہاں اپنی ہے مانگے ہے سخی سے
 میں آپ کی کس بات کو سچ جانوں کسے جوش
 جیسے کہ تم آئینہ میں ہوا در نہیں ہو
 مختار بھی محبوب بھی کاموں میں بشر ہے
 جو دم کہ گزرتا ہے غنیمت ہے وہ افسر

کیا تباؤں اخیال ایسا بھی ہے ویسا بھی ہے
 افسر نہ کی نال ایسا بھی ہے ویسا بھی ہے
 یہ طرہ ہے عاشق کی قصا ہے بھی نہیں بھی
 مقبول ہوا ایسی یہ دعا ہے بھی نہیں بھی
 الفت کو جو بوجھا تو کما ہے بھی نہیں بھی
 ویسے ہی ہر اک شے میں خدا ہے بھی نہیں بھی
 اس سے یہ سزاوار جزا ہے بھی نہیں بھی
 کیا ٹھیک ہے دوران بقا ہے بھی نہیں بھی

(افسر) منشی سید عزا دار حسین - نگینہ ضلع بجنور کے شریف زادے ہیں - نواب مایہ علی شاہ
 مغفور آپ کے مورث اعلیٰ تھے - ۲۱ د ۲۲ برس کی عمر ہے - بتدی ہیں مگر کلام مزیدار ہے -
 زبان بھی پاکیزہ ہے اور خیال بھی استعرا - آپ کو نواب مرزا خاں داغ مہم سے شرف
 تلمذ حاصل تھا - اگر کہتے رہے نو یقین ہے ضرور ترقی کریں گے - کلام دستیاب شدہ کا اختصار
 حاضر ہے ملاحظہ ہو -

سیحان فکر کبوں کرتے ہیں ایسا ہونیں سکتا چڑایا ہے ہمارے دل کو ایسے چور نے آکر	مريض غم کسی صورت سے اچھا ہونیں سکتا خدا کے سامنے بھی جس پر دعویٰ ہونیں سکتا
وہ رسم محبت سے تاواخت قطع وہ ایسا بھی دل میں دیاں بھی کبھی جانب غیر سے بدگمانی کبھی کو چہ یار میں مٹھیں جانا تڑپنا بہت دل کا یلوس ہو کر تڑپتے تڑپتے جدائی میں آخر	وہ پہلے پہل دل لگانا کیسا وہ ہر وقت آنسو بہانا کیسا کبھی رشتا کے داغ کھانا کیسا کبھی اُس کی محفل میں جانا کیسا جدائی کے صدمے اٹھانا کیسا غرض حسان اپنی گونا گونا کیسا

مريضِ عشق کا جو تے تمہارا حال ایسا ہو
جفا کے بار کا شکوہ عین ہے ہوا دل دہا
سچ تو یہ ہے کہ خطا دار ہمارا دل ہے
وہ یہ کہتے ہیں کہ کیوں بس میں نہیں آ پکا دل
ہمارے واسطے ہی کیا تری اک اک بڑائی تہ
یہ گر کراخاک پر کیا اٹھ سکے لے وہ گریاں
خیالِ حور دل میں اور تو لب پہ لے ناہر
قفس میں مینے بال و پر بچہ ڈلے ہیں
ہواٹے یا س شمع آرزو کو کیا بجھائے گی
ترس آیا ہے گرم پر کبھی بنے رحمِ فاضل کو
نہیں کیا لہن ترانی طور پر ہم جا کے لے ہوئی
جلا ہے آج تو اس بزم میں کیا سوچ کر افسر
مایوس جیسے ہم ہیں محبت میں یا نہ
کچھ رہ گئی ہے مشقِ جفا کیا ستم شمار
قبلے سے اٹھ کے چھائی ہے یہ خانے پر گستا
افسر تو چار دن بھی رہے گا نہ بے پیچے

اسے اچھا نہیں کرتے ہوں کیسے سچا ہو
خط کیا اُس کی گر تقدیر میں تیری لکھا ہو
ویجئے اس کو سزا دل نہ آئی قابل ہے
ہاں یہ کہتے کہ زنا سے زنا لادل ہے
ہمیں سے یونانی ہے نہ سچ کج ارانی ہے
کہ تو نے آبرو آنسو کی ہی میں ملائی ہے
ارجی بس دیکھ لی جیسی تمہاری پارسائی ہے
نہ لچھ پرواز کا اریاں نہ اب شوقِ ریاں ہے
کہ سینے با خدا ترے کرم سے لو لگائی ہے
لگی دل کی ہمارے آبِ پیکار نے بجھائی ہے
یہاں بیشِ نظر ہر دم پہلے جو نہائی ہے
نہیں ہم بھی تو آخر کیا ترے دلیں سہائی ہے
ٹوٹے تاس یوں کسی امید دار کی
کیوں ہے تلاش میرے نشانِ مزار کی
رحمت ہے یہ یکشوں پر یہ پروردگار کی
تو بہ کا اعتبار ہے کیا بادہ خوار کی

(افسر) فتنی احمد حسین خاں راہپوری تمیذ فتنی امیر الدقیسم لکھنوی۔ زمانہ حال کے افسر

شعر میں ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے۔

اب یہ عالم ہے کہ اک بونہ بھی آنسو کی نہیں
بہرخی تیری خلشِ غیر کی گردوں کے تم
عشقِ ناگزیر ناموس کے ہاتھوں سے نیم

ہنسنے جن آنکھوں سے بہتے ہوئے دیا دیکھا
ہو تقدیر نے جو کچھ کہ دکھایا دیکھا
افسر خستہ کو بازار میں رسوا دیکھا

شیشہ نعل سے برسرِ بازار گر پڑا	زادہ کا آج گھس گیا تقویٰ جہاں پر
(افسرہ) فاضل فضل حسین خاں خلیفہ فاضلی علی جان مرحوم رئیس دہلی - زبان کے اعتبار سے روزِ مہیج - بول چال درست ہے - انکا کلام ہر چند تلاش کیا مگر کوئی غزل دستیاب نہ ہوئی - فنّانِ دہلی میں جو ایک سدا سدا شہر آشوب چھپا تھا اسی کا انتخاب درج کیا جاتا ہے -	
انتخابِ سدا سدا تباہی دہلی	
ہر طرف سے ہے برستی بکسی ہے ہجوم دردِ غم اور بے بسی	راتِ دن کا ہو گیا رونا ہنسی موت کو سمجھا ہوں اب مطلب ہی
اے کہ از وضع تو چرخِ انگارہ	در دہی سراں مارا چارہ
ہائے کیا دہلی یہ آفت آگئی سہ پہ عالم کے مصیبت آگئی	جہن سے بیٹھے تھنات آگئی فوج کیا آلِ قیامت آگئی
وقتِ تنگ آمدِ زحمِ بارِ سیم داغِ سبز پہ کھائے بیٹھے ہیں تھا جو سہ لایا لائے بیٹھے ہیں	لطف کن بر در و سداں سیم فکر میں سہ بھکا لے بیٹھے ہیں ہاتھ دینا سے اٹھا لے بیٹھے ہیں
برجم کن بریکیاں اے دادرس پھر گیا پھر آسمان پر جفا بے گناہ اور باگناہ پکڑ گیا	آہ از دل برب آمد نفیس مغزوں نے کر لے فتنے پیا جس کی جو قسمت میں لکھا تھا ہوا
نیت شکوہ از سپر کہنے جو غیرتِ باغِ جناں یہ شہر تھا انتقامِ میش و عشرت ہو چکا لطف کن براہل دہلی اے خدا	آنچسہ در تقدیر بود آمد برو یک بیک بر باد جو ایسا ہوا اب یہ ہے ہر شخص کی ہر دم و ما تا کہ باشد آب و آتش مابینا

افسرہ

افسوس

(افسوس) میر شیر علی ابن میر مظفر خاں دار و خد توپ خانہ عالیجاہ نواب میر تقی میر کا نظم و صوبہ بنگالہ۔ انکا نبی سلسلہ امام جعفر صادق تک پہنچتا ہے میر مظفر خاں کا اصلی وطن تارنول صوبہ آگرہ تھا مگر چونکہ وہ خود اور اُس کے بھائی سید غلام علی خاں نواب عمدۃ الملک امیر خاں مرحوم کی رفاقت میں اوقات بسر کرتے رہے اس لئے دہلی میں توطن اختیار کر لیا تھا چنانچہ میر شیر علی دہلی ہی میں پیدا ہوئے۔ سید غلام علی خاں صاحب اقتدار تھے چنانچہ عارضی طور پر عمدۃ الملک کی وفات کے بعد الہ آباد کے صوبہ بھی رہے۔ بھائی کی وفات کے بعد میر مظفر خاں ترک ملازمت کر کے ۱۲ برس خانہ نشین رہے انجام کار نواب خاں عالم نواب بقاء اللہ خاں نے انہیں بلا کر نواب پنجاب الدولہ کی سرکار میں تعین ہو روپیہ کا ملازم کر دیا۔ اُس زمانہ میں میر شیر علی کی اہلیہ جس کی عمر تھی اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ پہنچے۔ وہاں کی صحبتوں نے بچنے ہی میں شعر کا شوق پیدا کر دیا۔ میر حید علی تھیراں دہلوی کو اپنا کلام دکھانے لگے علی ایہم خاں اپنے تذکرہ میں انہیں یحسین کا شاگرد بتاتے ہیں اور بعض تذکرہ نویسوں کا قول ہے کہ جناب تیسرے و تیسرے سے بھی اصلاح لی تھی۔ الغرض شاہیر اہل سخن تھے۔ عربی اور علم کلام کی تحصیل علامہ تھی و

ان والد لکھنؤ پہنچے کے بعد کئی برس بعد حسب الطلب نواب میر محمد جعفر خاں شہزادہ جاکر توپ خانے کی دار و خدگی کے منصب جلیلہ پر سرفراز ہوئے چنانچہ حسب شجاع الدولہ اور میر تقی میر کا رات لکھنؤ کے مقابل صفت آرا ہوئے تو یہ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ میر جعفر کی وفات کے بعد ملازمت ترک کر کے دکن چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ میر افسوس خود ابتدا میں نواسی سالار جنگ اور اُن کے لڑکے مرزا نوازش علی خاں کے پاس گیا اور برس تک رہا پھر مرزا جو ان نجات و لیہد نے جو ان ایام میں لکھنؤ میں رونق افروز تھے کلام سخیلا راہ قدردانی طلب فرما کر اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ جب صاحب عالم کچھ عرصہ بعد دہلی جانے لگے تو بہرہ و نہ جاسکے۔ اور نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خاں نائب آصف اللہ علیہ کے پاس چلے آئے

چند سال بعد نواب موصوف الصدر نے لارڈ وٹلی گورنر جنرل سے انکی سفارش کی چنانچہ
 حسب الارشاد گورنر جنرل کلکتہ گئے اور ڈاکٹر گلکرسٹ کے ماتحت فورٹ ولیم کے مدرس میں
 اُردو کتابوں کی تصنیف اور تالیف کا سرشتہ آپکے سپرد ہوا۔ ۲۰۰ روپیہ ماہوار شاہرہ مقرر
 ہوا۔ کلکتہ جاتے ہوئے آپ مرشد آباد میں مرزا علی لطف صاحب تذکرہ کے پاس بھی ٹھہرے
 تھے۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کے ایہ سے گلستان کا ترجمہ اردو میں کیا آرائش محفل اور تنویری بے نظیر
 موسوم بہ سحر البیان کا اُردو ترجمہ بھی آپ کی تالیف ہے۔ الغرض کلکتہ میں اچھی عزت پائی
 خلیق ذلیل دل مروت و ہمسایہ میں فرد کامل تھے۔ طب میں بھی دستگاہ تام رکھتے تھے۔
 ششادہ میں اس فانی سے عالم جاوداں کو سدا رہے۔ یہ آپکے کلام کلاب بابا ہے۔

تو سچ بنا کہ تجھے اتنی کیوں ہے بلے پھینی مے بے پاؤں سے اپنے وہ لالہ روہرم ہے یاں تبا تو نزاکت گلوں کے گہر سے قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوس بخشید ہم کو تمہیں تو کا ہے بنے بھول کر	مگر پیام کسی بے قرار کا پُنجپا یہ مریضہ تو دلِ داغدار کا پُنجپا لچنے لگتے ہے اُس کا غدار کا پُنجپا حصول کیا ہے جو مژدہ ہمار کا پُنجپا دردِ دلِ تیری بلا جو وہ ترا ہمسام تھا
--	---

نزع میں زرد تھا رخِ افسوس اُسکے اُٹھتے ہی جاں پہ آن بنی شبِ جو دم توڑنے میں ادا دلِ بیارنگا	چینی رنگ نے اُسے مارا دیکھئے آگے آگے کیسا ہوگا سر بلانے میں عیسیٰ میں دیوارنگا
---	--

رات محفل میں ہر اک مہ پاؤں گرم لالت تھا پاؤں یہ گاڑے کہ جوں نقش قدم بھرنے اُٹھے انہک گرم پاؤں سے یہ دیدہ تر جلتے ہیں ہو مراد کیونکہ گزرا اُس کی گلی میں داں تو بزم میں اسکے نہ بٹھنے میں نہ اُسکے سکتے ہیں	صبح وہ خورشیدِ رُخسارِ مطلع صاف تھا خاک میں لگئے بیٹھے جو ترے در پر ہم دیکھ لومردمِ ابلی کے بھی گھر جلتے ہیں طائرِ سدرہ کے اڑتے تھوئے پر جلتے ہیں چپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منہ تکتے ہیں
--	--

دیکھ سکے گا برائے تاب ہے اتنی طر کو
 شعلہ طور بجھ گیا دیکھ کے اُسکے نور کو
 منہ نہ لائے زہاد بھوے سے ذکر جو کو
 یہ تیری عقل جل بجھے آگ لکے شعور کو
 دہی احباب جو یاں آئے تھے بھانے کو
 آؤ لگ جاؤ گلے کیوں ہیں ترساتے ہو
 اس شب کو بہت روئیں گے اور یاد کریں گے
 زہاد بنا تو ہم سے کٹوں میں شاخ کیا ہے
 پیام کیا میں تجھے دوں نہیں جو اس مجھے
 ہکو مو وصل ہیں جو ہنس کے وہ اک بات کر
 جیتا پھر آ کے مجھے مرانا مہر ملے
 مدت میں تم نے بھی تو غیروں کے گھر ملے
 اس خاک پاکے آگے تو صندل بھی گڑھے
 صید کو اپنے نوکر پنجہ اپنے ہاتھ سے
 گر لگائے وہ سنگ تیرا اپنے ہاتھ سے
 کیوں نہیں رکھتا ہے تو تصویر اپنے ہاتھ سے

نور و زہاد زہاد ہے یہ کوئی غماز ہے

اُس بت بے حجاب کا دیوں بھی اٹھا نقاب
 سچ میں یہ خود غماز جاں بحق ہیں یہ سن ترناں
 تا زہد ہر منہ اگر دیکھے جو اک نظر تو بھر
 تو نے افسوس کیا کیا - دشمن جاں کو دل نا
 دیکھتے ہی اُسے حاضر ہوئے مرجانے کو
 اپنی چھپ خفی ہیں دہرے دکھاتے ہو
 ہنسنے میں شب وصل میں ہم اب تو پر اک دوں
 دیوار گدگدناں کا سیاہ گر بڑا ہے
 صلاح جانے جو کچھ کہیں اُس سے لے چھ
 منہ تو دکھلائے ذرا گوئے ملاقات کرے
 خط کا جواب ایک طرف یہ نہیں ایسے
 کچھ بات تھے کہ نہیں سکتے ہزار جمع
 سوچے بے کیا لگائے اگر سر میں درد ہے
 رکھ تو اُسکے حلق پر شیر اپنے ہاتھ سے
 سینہ و دل کو ابھی رکھ دوں نشانے کے ٹوٹ
 شکل اس کی ہے سچ بنا افسوس تو

کما میرا مطلق نہیں ملتا ہے

تجھ کو نہ خوش آ یا یہ پر مجھ کو تو بھانا ہے
 کوئی بھڑکی کوئی کالی اگر اسکی زبانی ہے
 ارے نادان یہ تو عین اسکی تہ زبانی ہے
 پر آدمیست بھی دمی ذری سہی +

کوئی دل سے مرے پوچھے جیسا ہوا ہے ناصح
 عجب ہے سوچ تجھ کو نہ مہربان شوق سے تجھ کو
 او او ناؤ کی رسموں سے تو دفع نہیں مطلق
 صورت تجھے حق نے دی پر ہی ہی

نہیں جائینگے اس مجلس سے ہم بے لٹکے لے جاؤ

قدم اب کب اٹھاتے ہیں کہ ہم نے پاؤں پھیلانے

(افسوس) منشی سید محمد علی ولد مولوی سید نواز احمد مرحوم انکے والد نصیر آباد ضلع راسہ بریلی کے متوطن تھے مگر ریاست ٹونک سے تعلق پیدا کر لینے کے سبب لایاب وزیر الدہ والی ٹونک کے عہد میں وہیں آن رہے حضرت افسوس وہیں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ ۳۴ برس کی عمر سے شاعری کا شوق دانسیگر ہوا۔ صاحبزادہ احمد معبد خاں عاشق شاکر درشد حضرت نصیر دہلوی سے مشورہ سخن لینے لگے۔ اوائل ملازمت میں کچھ دنوں نواب معزول ٹونک کے پاس ریاست میں رہتے وہاں سے ٹونک اگرچہ ملازم ریاست ہوئے اور بھانجا مستغنی ہو کر منشی امتیاز علی صاحب مرحوم کے زمانہ وزارت میں باسید ملازمت جھوپال پہنچے مگر ناکامیاب رہے آج کل ریاست جاوہر میں وکیل ہیں۔ ۴۰ برس کی عمر ہے۔ ترتیب تذکرہ کے وقت جقتہر لکھام ہاتھ لگے انتخاباً بادیشہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ان کی خوش گفتاری اور موزوں طبعی کلام سے ظاہر ہے۔

یہی ہے چارہ گرد حق دوستی کہ مجھے
ہے شام ہی سے جزا حال صبح تک کیا ہو
جو بعد مرگ بھی قائم رہے تو لطف ہے
الہی کس گھڑی آیا ہے دل کہ میں نہیں

کوئی دنیا میں دوستدار نہیں
سیکڑوں تختہ ہوئے بیخود
اس قدر بڑا گئی ہے مایوسی
کس کے جلوے نے کر دیا ہوش

مجھے اپنا بھی اعتبار نہیں
اور ابھی موسم بار نہیں
کہ اسل کا بھی انتظا نہیں
کوئی مغل میں ہوش با نہیں

گو کہ تقدیر سے افزوں ہی الم دیتے ہیں
ہر گمانی کی بدولت کبھی اپنے دل کو
لیکن اب بھی وہ مرے شوق سے کم نہیں
تم نہیں دیتے وہ تکلیف جو ہم دیتے ہیں

<p>غیر بھیغیر ہیں غیروں سے توقع کیا ہے وہ اور وعدہ وصل کا ہرگز یقین نہیں کچھ میکدہ کی راہ میں پایا ہے شخ نے شکوے عبث قریب کے ہیں میرے روبرو</p>	<p>انکے فغروں میں مری جان نہانا دیکھو قاصد نے اپنے جی سے بنا کر کسی نہ تو یہ ہماری ٹوٹ کے دیکھو گری نہو انساں لے کسی سے تو خود سوچ کر لے</p>
<p>بات بنتی نہیں بنائے سے</p>	<p>ہائے افسوس کیا کرے کوئی</p>
<p>عدو کے گھر سے کافر نے مجھے پیغام بھیجا ہے تجھے میں وصل کی شب کس طرح سینے سے لگاؤ بڑا ہو مرگ کا میت چوہہ دور و کتے ہیں</p>	<p>دکھاتے کیوں نہیں تاثیر اپنے جذبہ دل کی کہ تو نعلی ہوئی حسرت کا فریغ کے دل کی کماں جانا ہے تو دل میں لئے سب قیروں کی</p>
<p>(افسوں) آغا جید افسوں - گمنوی - تدبیر الدولہ منشی مظفر علی خاں اسیر مغفور کے شکار گرو میں نامور اور صاحب دیوالیہ صاحب ہیں۔ آپ شاہی میں نواب دہرا آبادیگ صاحب کی سہکار میں مختار تھے۔ اور مشاعرے بڑے دھوم دھام سے کیا کرتے تھے۔ کلام میں بھلی ہے مشاق ہونے میں شبہ نہیں زبان بھی پاک و صاف ہے۔ بندش چست۔ خیالات درست شوخی طبع بھی کہیں کہیں اپنی جھلک دکھاتی ہے۔ تلاش بھی بری نہیں شعر کا مذاق اچھا تھا۔ اپنی زندہ دل اور خوش خلقی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے کلام کا نونہ حاضر ہے۔</p>	<p>کھینچنا کس نے بتایا کہ باکو کا ۴ ایک ہے دونوں کی منزل پیر ہے کچھ راہ کا صیا و میرے ساتھ رہا میں جہاں گیا پانی ذرا نہ خنجر قاتل میں کم ہوا مثل معشوق سنا ہے مجھے دل میرا دام بلا میں بخت نے ہم کو چھینا دیا خلق خالق نے کئے نور کے انساں کیا کیا</p>

اے جو گھر یہ خدا کا ہے کہاں آتے ہو
 کیوں مٹاتے ہو کہ چہرہ بن گئے گاتے
 طاعت گزار کو ن ترا مبتلا نہ تھا
 تقدیر کی کمی تھی کہ ہاتھ اُسکا نہ لگ گیا
 تمنی غم فراق کی کس مُنہ سے ہو یاں
 پھر کیا سبب جو زندہ جاوید میں شہید
 قیاس کو جلوہ لیلے کا مزا مل جاتا
 کیا فیض سوز عشق ہے مرقہ لکھن ہوا
 افسوں یہ سب کے فیض جنابِ امیر کا
 بی کر لود و کھائے گا کیا کیا مڑے ہیں
 ہنسیں کے وہ کہتے ہیں سودا بچھو افسوں ہو گیا
 کیا کیا نمونے سرور خدیا بہ محبت
 شبِ فرقت میں بیخی دردِ جگر کی صورت
 تھی مقدر میں نہ اے صیدِ قلن لذتِ غم
 فاصد آیا مرے کھریوں خطِ جاناں لیکر
 سارا عالم جو شہادت کا ہو شاہد اے ترک
 وہ میکشیں مدِ پوش میں ہم بزمِ جہاں میں
 ہے جادہ شمشیرِ اجل کو چڑا الفت
 زلفت لہراتی ہے کیسی ترے رخسار و چہر
 جان کا کچھ غم نہیں اسدم بھی ہے اسکا خیال
 پورا ایسے ہو گئے دردِ جگر سے ہم

کعبہ دل ہوا کوئی کلیسا تھیں
 قصہ دل کیا کوئی لڑکوں کا گھر و بٹھرا
 کب سجدہ گاہِ خلق ترا نقشِ پا نہ تھا
 نہ رگ سے ورنہ خجہ قابلِ جدانہ تھا
 کب چاشنیِ مرگ کا لب پر مزا نہ تھا
 پانی جو اُن کی تیغ کا آبِ بقا نہ تھا
 پردہ محمل کا ہوا سے جو ذرا ہل جاتا
 پردہ انہیں کو نصیبِ پردوں کا کفن ہوا
 مطبوع اہل فن جو ہمارا سخن ہوا
 ہونا چلا ہے تیز دہ خنجر ذرا ذرا
 جس حسیں کو تو نے دکھا اُسپہ منتوں ہو گیا
 ہے آج تک گرمی بازارِ محبت
 تھی نہ امید کہ دیکھوں گا سحر کی صورت
 پھر گیتِ سہ کا رخ تیری نظر کی صورت
 جیسے جبریل ہیں آئے تھے قرآن لیکر
 پھر وہ باطل ہومرے خون کا محضہ کو نکر
 مسجد کو چلے خانہِ منار سمجھ کر
 رکھو جو تدم کو تو خبردار سمجھ کر
 اربعی بوٹ ہے جو بن ہے وہ گلزارِ وق
 پھرتی ہے پیشِ نظر تصویرِ جانی وقتِ نزع
 کتنے پناے حال بھی کچھ نامہ برسے ہم

<p>زخمی تو ہیں مگر نہیں تن پر نشان زخم پر تو گلن جو ہے سرخ ساقی شہد اب میں غیر تو رشک سے کیا کیا نہ ہمیں کہتے تھے اے طبیعو مجھے امید غم کیا ہو کر</p>	<p>بسل ہوئے ہیں یار کی تیغ نظر سے ہم آتا ہے آفتاب نظر آفتاب میں بے سبب آپ بھی دینے لگے الزام میں میرے نسخے میں کہیں شہرت دیدار نہیں</p>
<p>دل ہمارا ہے شکل آئینہ شعور منکر مال و زربا چند ہے اس درد کا لاعلاج علاج بہت جبر جہان میں مانگی دوا</p>	<p>اپنے دشمن سے بھی غبار نہیں زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ہم اپنے مرض کی دوا کیا کریں نہ آئی ہماری نصیب کیا کریں</p>
<p>کہتے ہیں آکے وہ مری بالیں پر وقت بزم بند آگھیں ہیں اب کہاں ہدم جان لینے مری ملک آئے راہ ملک عدم کی بند نہیں</p>	<p>یہ تو بتائیے کہ ارادے کدھر کے ہیں + چھٹ گئے جسے عمر بھر کے ساتھ آپ لینے خبر نہیں آتے جانے میں تم اگر نہیں آتے</p>
<p>برنگ آئینہ بزم و دلی میں رنگ وحدت فراق میں عجب انساں کا حال ہوتا ہے منک جھڑکتے ہیں مرہم کی جاوہر نہیں ہنکر تمہاری تیغ کا پانی ہے مثل آب حیات لے جانی اگر اس کو جہاں اس کی گلی تک جی چاہے جتنا ظلم کریں یہ بتاں ہند</p>	<p>بصارت ہو تو اندر اور باہر ایک صورت اسی الم ہیں تو جینا و بال ہوتا ہے یہ زخم دل کا مرے اندام ہوتا ہے کہاں نصیب یہ آبِ زلال ہوتا ہے یوں خاک ہمساری کبھی براہِ نبوتی منصف مراد اے جہاں آفریں تو</p>
<p>(افسوں) فتنی اکبر علیخاں شاہجہاں پور کے رہنے والے ہیں گریہ سبب ملازمت بھوپال میں اقامت اختیار کر لی ہے۔ نواب فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کی شاگردی کا دم بھرتے ہیں منتخب کلام ملاحظہ ہو</p>	<p>افسوں</p>

<p>اب ہے یہ حال زار ہشت زندہ دار کا مہاں کوئی دم کا ہے موسم بہار کا مشکل گزارنا ہے شبِ انتظار کا</p>	<p>حوروں کے انتظام میں آتی نہیں ہنند اے عندلیب نا بکجا خوش میناں اے دل فلک کا سرچہ اٹھانا تو سہل ہے</p>
<p>(افضل) شاہ غلام اعظم خلف الرشید شاہ ابو المعالی سجادہ نشین دایرہ الہ آباد شیخ امام بخش تاج محل لکھنؤی کے متاثر شاگردوں میں تھے۔ دو دیوان اور ایک غنوی ان سے یادگار ہے۔ انتخاب کلام درج ذیل ہے ۵</p>	<p>(افضل) شاہ غلام اعظم خلف الرشید شاہ ابو المعالی سجادہ نشین دایرہ الہ آباد شیخ امام بخش تاج محل لکھنؤی کے متاثر شاگردوں میں تھے۔ دو دیوان اور ایک غنوی ان سے یادگار ہے۔ انتخاب کلام درج ذیل ہے ۵</p>
<p>ہو جلتے ترے دلیں گر کچھ بھی جائے دل کیا تھی خرامِ ناز میں نہاں سزا سے دل ساتھ اشکوں کے نہیں نخت بگڑا کھو نہیں آپ کی دل میں جگہ آپکا گھر نکھوں میں آنے مجھے آئی ہو جو اسد کی سیکی کیا تجھ کو بڑا ہے بت گراہ کی سیکی دشمنِ عشق مجازی میں حقیقت والے</p>	<p>بے گھر ہے ایک عمر سے مل جائے گھر سے سے خوش ادا وہ چال چلا تو کہ پس گیا یہ شرارے ہیں کہ آتے ہیں نظر اگھو نہیں پوچھتے کیا ہو جہاں چاہے رہے صاحب جینے نہیں رہتی ہے ذرا جاہ کی سیکی جی بٹے جگر ٹکڑے ہو بھٹ جائے کھیر ظاہری حسن پرستی کو سمجھنے میں عبت</p>
<p>(افضل) منشی حسن یار خاں بہادر مخاطب بہ اسد اللہ خلعت باقر علیاں باشندہ لکھنؤ شاگردِ خواجہ انیس شاہ اودہ کے ہمراہ گلستا بھی گئے تھے بخشی گری کے عہدہ پر ممتاز تھے اشعار ذیل سے نتیجہ فکر ظاہر ہے ۵</p>	<p>(افضل) منشی حسن یار خاں بہادر مخاطب بہ اسد اللہ خلعت باقر علیاں باشندہ لکھنؤ شاگردِ خواجہ انیس شاہ اودہ کے ہمراہ گلستا بھی گئے تھے بخشی گری کے عہدہ پر ممتاز تھے اشعار ذیل سے نتیجہ فکر ظاہر ہے ۵</p>
<p>فسانہ ہے پرستان میں می زنجیر کے غل کا دیکھو جسے وہ مست اپنے ہی حال میں غش آگیا جہاں جو دیکھ لال میں انصاف ہو تو نقص فاروں دلیل ہے عسنا ز گویا اپنی طرف سے وکیل ہے</p>	<p>وہ دیوانہ ہوں جس پر شک فرماؤ کلو آتا ہے یہ یاں کی فکر میں ہے وہ داں کے خیال میں موسیٰ کی طرح تابِ نظارہ نو کے آخر یہ حبِ مال و مالِ بخیل ہے کرتا ہے آگے یا کے اکشر ہمارا ذکر</p>

ک

افضل

افضل

کیونکر خدا کرے نہ حسینوں سے دوستی خود عاشقِ جمال ہے خود بھی جمیل ہے

افضل

افضل (میر افضل علیخان عت سید صاحبِ خلف قاسم علیخان قاسم گھمنوی فن سخن میں اپنے والد کے شاگرد تھے۔ تذکرہ سخن شعرا کی ترتیب کے وقت جات تھے۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ کلام حاضر ہے ۵)

سب وصفِ روئے یار نہ لو نام ماہ کا
اسوقت اپنے بام پر آیا وہ رشک ماہ
اتنے خط بھیجے ہیں لکھ لکھ کر کہ ہیں بیکہتِ نعل
مانی نہ یک بات نہ پھیرے وہ دو گھڑی
بہم وہ زندہ باد کش ہیں ساقیا تو دیکھ لے
کیا ذکر اس مقام پر اُس روسیہ کا
افضل جب آفتابِ لب بام ہو گیا
نامہ بر کے پاؤں مجھ نہ جگر کی انگلیاں
مست کی لاکھ پہننے خوش آمد ہزار لاکھ
مے پیکتی ہے ہمارے زخم کے انگور سے

میری تصدیق بے زبانی کی
دل سے شکوہ زبان تک آکر
کر لے قاتلِ زبانِ خنجر سے
بن گیا شکر آپ کے ڈر سے

کل سے بیکل ہوں بھلا خاک مجھے کلائے
کیا مزا ہو جو وہ دربان سے اپنے کدیں
شوخی غضب اُس شوخ کی خلقت میں بھری ہے
کل کا وعدہ تھا نہ آج آئے نہ وہ کل آئے
کوئی یاں آنے پناے مگر افضل آئے
بجلی ہے شرارہ ہے جھلا وہ ہے پری ہے

افضل

افضل (منشی افضل حسین افضل خلف حاجی محمد انور۔ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے اور بیل ہندوستان حضرت داغ دہلوی کے تلمذ سے فیضیاب ہیں۔ عمر تقریباً ۳۶ و ۳۷ سال ہے چند غزلیات ارسال کی تھیں انکا انتخاب ضبط تحریر کیا ۵)

دل ہی دل میں نہیں سنا تھا
غیر کے ہاں جو نہ کو جانا تھا
تیر کے ساتھ کیوں گیا ہے دل
میں تو جب جاتا تھے اپنا
کبھی آنکھوں میں بھی تو آنا تھا
اپنا نقش قدم مٹانا تھا
حسرتوں کو نکل کے جانا تھا
آج اگر کبھی نہ جانا تھا

<p>داغ الفت ترے کیا کئے کر کیا دیتے ہیں شوق لیا بیگناہ اس کو چہ میں سے حضرت نعل سچ تو یہ ہے کہ خدا حضرت زاہد سے بچانے آتش فدا و طہ الفت سے نکالیں مجھ کو کشتہ تیغ ادا اس بہتہ فاک کا ہوں آفریں کہ کے ہر اک وار پر مشتاق فنا</p>	<p>درو میں دھوکہ میں مصیبت میں مژدہ تیریں آپ کے ساتھ ہم اک راہ نادستے ہیں اک نہ اک روز غمی گپ یہ نسا دیتے ہیں ڈوبتے کو تو سبھی پار لگا دیتے ہیں زخم ہنس ہنس کے مر جھک جو دلا دیتے ہیں و سبدم جو وصلہ قائل کا بڑا دیتے ہیں</p>
<p>دل عاشق کی خاطر اسے سینو نظر آیا سوا تیرے نکوئی</p>	<p>یہ دزدیدہ نظر اسے کہ گھیریں جہاں کو خوب جا چاہتا ہے نظر میں</p>
<p>سب کی نظروں میں ہے وہ عیاں کچھ نہاں نہیں کیا فرض ہے کہ مان لیں زنا دکھا ہم کسا وہ اور عمدہ وصل کا اسے نامہ بر مجھے</p>	<p>سچ پوچھتے تو یار کا جسلوہ کہاں نہیں آیت نہیں حدیث نہیں کچھ تو ان نہیں باور نہیں یقین نہیں یہ گساں نہیں</p>
<p>(افضل) فتنی مگر افضل ناں با شندہ میرٹھ - انکا مطبوعہ دیوان نظر سے گزرا انکا انتخاب درج ذیل ہے - دیوان سے یہ کہیں نظر نہیں ہوتا کہ فن سخن میں کس سے اصلاح لی ہے کلام عیوب سے پاک اور صاف تھرا ہے - بڑا گوارشاق معلوم ہوتے ہیں ۵</p>	
<p>مونس پونس ہوا تھا بطن ماہی میں تو ہی گہ سوز تھا دلیں کبھی تھا دردِ جسکرات صاف ظاہر ہے حسین کا تو باطن ہے غائب پیس برچیں نبوت قاتل لبان تیغ یہ قطع یہ بڑید یہ سٹوخی یہ شان تیغ ہکو تو اپنے خون کا عرض مل گیا ہیں شب بزم کیوں تپاں ہے کٹے پہلو نہا ہے</p>	<p>حاشی پوصت میان کا رواں تو ہی تو تھا کی یاد میں اک شوخ کے مرمر کے خمرات شعبہ انکی محبت ہے تو دھوکا اخص کیا کیا کھلائیں گے ابھی گلِ سبلان تیغ یہ گھاٹ یہ تراشش یہ پہلو یہ ان تیغ معمور آبلوں سے ہے قاتل زبان تیغ بتا تو اسے دل بتا بلبن باتوں کی حاصل</p>

دل دے کے ملکوجان کا دشمن بنائے کون چرن ہے پڑزیکہ قاتل سے پہنچ ہے شیریں تری شیریں دہنی پرہوئی شیدا ابرو نے تری سیکڑوں بجرم کے قتل	میٹھے بٹھائے منک کے سدرے اٹھائے کون دھوکے میں تیری ہشتم فونگر کے آنے کون لیلی تری دیوانی بنی تجھ کے بن میں ٹھوکر سے تری مردوں کے جان لگئی تن میں
مرے دین کو ٹھکرا کر وہ بولے اپنا یہ حال کہ اندر بہر دم ہے غم	ہست سوئے اٹھو خواب گراں ہے انگلی یہ ضد ہے کہ جو چاہیں وہ چاہیں ہم
یوں جو بن سخن کے آج میٹھے ہو ہاتھ دھوتی ہے شمع چشمہ شیریں	فکر میں کس کے ہوتا ہے کس کے نون حیرم کی لیکن اعلیٰ لالی گئی دل میں اک پھانس تھی وہ بھی اعلیٰ گئی
وہ بولے بندہ حق ہو تو سب الہی کیوں نہ رکی کچھ دل میں کچھ سینے میں کچھ آنکھوں میں	خدا جب نظر ہے پھرتوں سے وہ اٹھ کھڑے بڑی مشکل سے دم لے لیکھ جان توں نکل
<p>(افضل) افضل الدہ لا نظر الملک سید افضل علیہاں بہادر عرف چھوٹے جیتا آنری مجتہد ریاض رئیس لکھنؤ کلین سپر ترمیر الدہ لا نشی اسیر لکھنوی - انگریزی - عربی - فارسی - ہندیوں نہ بانوں میں معنوں و متکاہ رکھتے ہیں - ہی اردو سوانحی ماوری زبان ہے فن شعریں اپنے والد نامدار کے شاگرد ہیں - ۲۰ سال کے قریب عمر ہے خوش مزاج - خلیق - بانق - پڑگو سخن سنج ہیں - خیال میں بلند پروازی ہے اپنی اطراف میں فن سخن کے اچھے ہر سمجھے جاتے ہیں - خطابات مذکورہ خود سال میں حضرت سلطان عالم و اجد علیہ شاہ نے آپ کو مرحمت کئے تھے - لکھنؤ کے مؤقر اور بار سون عمائدیں میں آپ کا شمار ہے نہ اصفی نامہ سالہ بھی آپ نے نکالا تھا جواب بند ہو گیا - آپ کا دیوان تیار ہے - کلام ہم رسیدہ کا انتخاب ملاحظہ ہو</p>	
اسے انتظار یا رہے تیری مدد کا وقت	آنکھوں سے بوجھ اٹھ نہیں سکتا ہے خواب کا

<p>بیدار کو ہیں پروہی عالم ہے خواب کا دوست کا دوست جو احب تو وہ دشمن کیسا</p>	<p>آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں ہم اپنے دشمن کو بھی دشمن نہیں کہہ سکتے ہم</p>
<p>دل نے مارا حبیب کے دل کر</p>	<p>دوست کے دوست کو کیا دشمن</p>
<p>بارالفت کا کو ان پر نڈا لے بل کتنی ہے بلا کو ن پڑے جا کے بلا میں انسا تو وفا میں ہو وہ جتنے ہیں جفا میں رحمت اُس بھول کی ہے جو تیرے بار میں زندگی وہ ہے جو ہو جائے بسر بار میں بدل سامنی ہوں بسم اللہ جو تیری مشیت ہو بشر ہو نیک سیرت بھی اگر وہ خوبصورت ہو ادھر ہو ضعف سدا راہ اُدھر مانع تراکت ہو</p>	<p>گل ہیں نازک نہ کیس باغ میں بھجا جائیں گھر میں سبب امن ہے اب کثرت آفات یوں دل سے میں کتا ہوں رہ جھڑپاں باغبان کہتے ہیں گلہیں سے یہ گلزار نہیں حضرت خضر بنے رہے جو تمہا کیا لطف خوشی ہو یا ہو غم دنیا میں کلفت ہو کہ راحت ہو مناسب ہے کہ رنگ نکلا ہو باطن میں وحدت ہو ہمارے اُنکے آپس میں اگر ٹٹنے کا دن ٹھیرے</p>
<p>تو مستحق دعا اُلتا اثر ہو کہ میں نہ چوں وہاں پہلے نظرتے اُسے پردہ دوئی کا اگر نظرتے</p>	<p>تمہاری گر عنایت کی نظر ہو یہ شوق دید میں دل چاہتا ہے وگھائی دے رنج وحدت کا جلوہ</p>
<p>پہلے مریض جگر کو اچھا کرے کوئی کیونکر مریض جگر کو اچھا کرے کوئی مڑے تو جب ہے کہ اُٹھتا رہو برد آئے ہے ایک دم ترا کس کس کے دلیں تو آئے نہ جیسے جا کے پھر انساں کی آبرو آئے یہ گلہ نہ تمہاری محفل رنگیں کے قابل ہے چو پایا ہی نہیں جب چو کیوں پھر آپکا دل ہے</p>	<p>پہچھے سچ ہونے کا دعویٰ کرے کوئی کل باسکار رنگ اور تھا آج اُسکا ہنگامہ بھرا ہے دل میں بت اس کے زعم کیا نہی امید دار ہزاروں ہیں لاکھ خواہش مند شباب کا بھی وہی رنگ تھا کس سے افضل دل پر داغ میرا رنگ و بو عشق رکھتا ہے یہاں ہے جسے دل میرا وہ کوئی اور ہی ہو گا</p>

<p>راہ سید ہی ہے بہت کعبہ کی بتخانہ سے منہ چھپائے ہوئے جانے میں وہ بچانہ کہیں کچھ اپنے دل کی انہیں کچھ بگے گل چلا جاتا ہے اک اک سے نئی گرمی ہے بھل کی گلہ گلہ زبے بس نہ کیوں اُتر جانے تو بہ فراہی در قاضی پر ہے مائی ہوئی</p>	<p>جج کو چلتا ہے تو بس یوں ہی گل نہا دیکھ لے حضرت زاہد کا قند س کوئی یہ کہہ کر جسے اُسے ٹکڑے برخواست بھل کی وہ خود حیراں ہو کر مانتوں سے اپنے کہتے ہیں وہ آبِ تیغ کو آبِ بقا سمجھتے تھے اتھ سے منوں کے میخانہ میں پہنچتی شکست</p>
<p>قعرے میں کچھ پیش دریا چاہئے اُن ننساؤں کو دکھایا چاہئے شرم اسے رشک مساجد چاہئے دین کا حفظ طاعت دینا چاہئے</p>	<p>مہر کا وزہ میں جہلا چاہئے رہنچے بر لانے کی کوشش وہ کہیں تیرے پیاروں کا مژدوں میں شمار پہلی کے لئے زاہد ہو معروف ناز</p>

(افضل) مرزا افضل حسین بیگ مدوگا جینہ دار نظامت عدالتہائے گلبرگ حیدر آباد دکن
زمانہ حال کے نوشتہ شاعر ہیں۔ یہ آپکا کلام ہے ۵

<p>ہنس کے تربت پوری وہ جو گل نشان ہوتا اُٹھتا ہے قدم جانب میخانہ کیسیکا</p>	<p>بسمِ دون بھی مری روح کو نرت ہوتی ہے غم سونے مسجد و بت خاک کیسیکا</p>
<p>کچھ ٹھکانا ہے اس ڈھانی کا کشید ہے جو رخ جنگ جوبو</p>	<p>لے کے دل آپ کو جاتے ہیں پھر پھر پھر ہے ہمسے جو زانہ</p>

(افضل) منشی عبدالرحمن باشندہ حیدر آباد دکن مولانا حبیب الرحمن تبدیل سہانپوری
کے تلمذ سے بہرہ ور اور نوشتہ شاعر ہیں۔ یہ آپکا کلام ہے ۵

<p>عمد میں تیرے کوئی کافور نیا در تھا لگا کر آنکھ مجھ سے لے لیا دل</p>	<p>دیر ویرانہ تیرے وقت میں کہہ تھا جابا لگہ تیری عجب جاو و بھری ہے</p>
<p>ترنہ فیض کیا کی تھی بہلا دل</p>	<p>پھنسا یا کس لئے مجھ کو بلا میں</p>

افغان

(افغان) محترم خاں افغان - قومیت کی رعایت سے تخلص افغان رکھا تھا۔ طبقہ موم کے شعراء میں گزرے ہیں۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ یہ تین شعراء کے طبع اور ہیں۔

یار میرے کی یہ رفتار داد اور جی ہے	عشوہ وغیرہ و گفت راد اور جی ہے
بندگی بندوں کی رہتی نہیں ہرگز منکول	ان بتوں کا جو میں دیکھا تو خدا اور جی ہے
اسے میان ظلم سے تیرے لئے گافغان	یہ غلام ایسا نہیں اسیں دنا اور جی ہے

افغان

(افغان) منشی دوکار کا پرشاد صاحب لکھنوی۔ آپ فنی پورن چند کا یہ تہہ مالک طبع تھالی لکھنوی کے صاحبزادے اور منشی رام سہاے تنہا کے بھائی ہیں۔ اردو نوخیز کی ادبی زبان ہے لیکن فارسی میں بھی آپ دستگاہ کامل رکھتے ہیں بچپن سے شہر گویا کا شوق ہے۔ منشی شکر دال فہت سے اصلاح لیتے تھے سنسکرت اور انگریزی سے بھی فہم ہیں چنانچہ راجستان ٹاڈ۔ مانن وغیرہ سنسکرت اور انگریزی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا لطافت اور عمدگی سے کیا ہے۔ بڑے ذکی - فہم۔ اور خوش فکر شاعر ہیں طبیعت موزوں اور فکر عالی پائی ہے۔ آج کل اخلاقی اور نیچل مضامین پڑھ چکے ہو گئے ہیں نیچل طرز میں بھی مشرقی بالکلیں کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ شان و حریم بھلا کے جلسوں میں اکثر نظمیں پڑھتے ہیں۔ فی زمانہ طرز جدید کے کہنے والوں میں آپ کو درجہ امتیاز حاصل ہے۔

مضامین نگاری میں آپ کو معقول دسترس ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک لکھنؤ سے نظم اجاڑ آپ کے زیرِ نگرانی شائع ہوتا رہا۔ سن ۱۹۰۷ء میں لاہور آکر پنجاب سماچار کی لاڈ پیری کی کرسی کو عزت دی۔ اب کچھ عرصہ سے سماجیات اور رمان نظم کر رہے ہیں جنہیں پڑ کر بعض بعض شاعر پر کلام کی صفائی و روانی اساتذہ لکھنؤ کا رنگ یاد دلانی ہے۔ اوائل سے آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق رہا ہے۔ افضل التواریخ - سر و شمع سخن نظم - اور متعدد رسائل نظم و نثر آپ کی تصنیف شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی عمر اب ۶۰ برس کے قریب ہے۔

کلام مانتے کا ہے جو سے درجہ دل نہیں	کبھی ہونے نہ دے ہر کام غضب ہونہ نہیں
-------------------------------------	--------------------------------------

سجدہ حق کرے دے پورے قرآن میں	قشقہ عجز کو چہرے کی بنائے تڑپیں
خطا قسمت میں جو تحریر ہے مانے اُسکو	کرے وہ کام جو سوینا ہو خدا نے اُسکو
کام سینے کا ہے ہنگام مصیبت ہو پیر	کرے ماتم جو ملے رنج اجبا کی خبر
بیتے قانون پے شمع فن و علم ہنر	دے کل اوصاف صفائی کو جگہ نسل جگر
عقل و حکمت کے لئے سینہ ستیا بن جائے	جسکو نور خدا کے لئے سینا بن جائے
جو بشر کرتا ہے ستیا کا لقب و دریاں	دستِ رحمت سے یانے سیا چاکِ دہاں
جانی جی کا جہاں نام زباں پر آیا	جان کی خیر ہوئی مقصدِ دل بڑا
پاپ ان ناموں کے رت لینے سے کٹ جائے	پاٹھ سے پاٹ پیم رنج کا کھٹ جاتا ہے
ثاٹ افلاکِ خلاکت کا اٹ جاتا ہے	آکے جبر راج سر حائل سے پٹ جاتا ہے
نام ان ناموں سے رہتا نہیں بدبختی کا	نام مٹ جاتا ہے لغزش و غم سختی کا
جنگ کا اٹھا کھٹ پاکی ضیا سے رونواس	ہوا سیکٹھ اودھ ویش اجو دھیا کیلاس
طرف تھے کھیل کھیل اور عجیب اس بلاس	دیوتا رہتے تھے حاضر پے خدمت چنپ راس
خلق کی نگہ کے پرے تھے بچھونے اُنکے	چاند سورج تھے لڑکپن میں کھلونے اُنکے
رنگ بگڑا ہوا رنگہر نے جو دیکھا بھالا	آتشِ قدر کے گل کرنے کو پانی ڈالا
آنے والی جو بلا سر پہتی اس کو ٹالا	یوں پر سر رام سے بولے کہ جناب والا
اب دھنا ٹٹ چکا غوغا خطا ہو گئے	سردیم ہے خم حکم سنرا ہو گئے
دل پاس فخر تہذیب نے جادو والا	حلم نے چشمِ حقیقت کا مٹا یا جالا
بوسے یوں دیکے دھنک توں قریح سے اٹلی	یہ جو چڑھ جائے تو ہوں قائل ذات والا

رام نے چڑھ چھا نہیں دسکن لیا	بشن کاروپ پر سرام نے پہچان لیا
خود کھ شیر کے اشارے سے سر رام اٹھے بہر تعظیم ہمارا جغت نام اٹھے	کر کے مرشد کو لب عجز سے پر نام اٹھے دست محلات دعاؤں کو لب بام اٹھے
رام کے زور سے شہزادوں کا جی چھوٹ گیا	دست ناز کے اٹھاتے ہی حنا کٹ گیا
آکھ نیچی ہوئی راجوں کی سری بکھرے آئیں بے بے کی صدا میں لب نہت اخترے	راکشس سم گئے کانپ اٹھے بھاگے نہ سے دُند بھی بچنے لگی چھول فلک سے برے
جاگتی جی کی عباس خوبی اقبال ہوئی	رام کے زیب گلو اتھ کی جہل ہوئی

انکار

(افکار) صاحبزادہ اصغر علی خان افکار ولد صاحبزادہ احمد یار خاں افسر راجپوری خلیف نواب احمد یار خاں صاحب امیر خاندانی شاعر تھے۔ مذاق سخن درتہ میں پایا تھا۔ طبیعت مضمون آفریں اور عاشقانہ مذاق تھا۔ بقول امیر میثائی آپ کا بیان تھا کہ اپنے اخوند زادے غفلت خواجہ آتش - ذوق - اور علی بخش تیمار - ان چاروں سے فیض سخن پایا ہے۔ ترتیب تذکرہ ذوق انتخاب یادگار (۱۸۸۸ء) کے وقت ۵۸ سال کی عمر تھی۔ انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

ذکر محشر ہو چکا دغظ ذرا اب دل سنبھل دے دیا طاق سے آئینہ اٹھ کر اُنکو	میں بیاں کرتا ہوں اپنے فتنہ گر کی چال کا حال مجھے دل حیراں کا دکھایا نہ کیسا
اس پر مرتے ہیں وہ آئیں قبر پر میری تربت کی زیارت کے لئے جاتا ہے	یہ بھی ہو جائے گا ہونا کچھ نہیں جو یہ سُنتا ہے کہ وہ فاختے کو آئیں گے
تم تو محشر میں نو گے کمد و آہ کا گریہ کا بیتابی کا کچھ عالم پوچھ	ورنہ اک اور قیامت ہوگی ڈر ہے یہ ناصح چرے تجھ کو نہ بھجانا مجھے
قد ہی خود قیامت تھا زلف کیوں بڑھائی ہے	اور ساتھ محشر کے ایک بلا لگائی ہے

اقبال

(اقبال) نواب اقبال یا جنگ بہادر کشنر محکمہ انعام و تالیف کو عید حضرت لغا خاندانہ ملکہ - معراو پاکیزہ صورت بزرگ تھے۔ کبھی کبھی اردو شعر گوئی کی طرف بھی تفتنا مال ہو جاتے تھے۔

اور اُس میں حضرت داغ دہلوی سے مشورہ فرماتے تھے - دربار تاجپوشی سنہ ۱۳۱۵ء میں دہلی میں حضور نظام کے ہم کاب آئے تھے اُسی سال کے آخر میں انتقال فرمایا - کلام حاضر ہے ۵

لاکھوں کے اک اشا سے میں بچیز دل چڑھ	کیا سمجھ تو نے اے نگہ یار کردیا
گھر مرے آیا نہ وہ مہر و خشاں اب تک	نہوا خستہ طالع مرا تا باں اب تک
دیکھ کر اُس لب پہنچو رہی سرخی کی بہار	خون ہوتا ہے دل نعلِ بدخشاں اب تک
کابیاں دیتے ہیں وہ جگہ جگہ گریا کے ساتھ	اِس مروت کے بھی دنیا میں ہیں انساں اب تک
ساتھ سوئے وہ مگر پہلو میں رکھا آئینہ	مرے حق میں ہو گیا سد سکندر آئینہ
بوسہ جب اقبال نے مانگا تو اک انداز سے	ہنس کے فرمانے لگے ہو گا مکہ آئینہ
کسی کی چشمِ فغاں زلف چہاں میں مرے دلو	پھنسا کر خنودہ لگا ہے دیکھتے ہنسا کر کسی ہے
دکھا کر تازیانہ زلف چہاں کا وہ کہتے ہیں	تجھے معلوم ہے اقبال اسکی باک میں ہے

(اقبال) شیخ محمد اقبال آہم سے سابق پر و فیسر گورنمنٹ کالج لاہور - آپ کی ولادت سنہ ۱۳۱۵ء میں ہوئی وطن مالوہ سیالکوٹ ہے - لاہور کالج میں تعلیم پا کر آہم سے کی ڈگری حاصل کی ابتدا سے حسن تہذیب سے آپ کی طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی - فنِ سخن کا نہایت شستہ و صحیح مذاق سخن آفرین نے آپ کی طبیعت میں ودیعت کیا ہے - یہ خدا داد صفت آج کل کے شعرا میں کم پائی جاتی ہے - لاہور کے ایک مشاعرہ میں جو آپ نے پہلے پہل غزل پڑھی اُس کا ایک شعر سنکر مرزا ایشد گوہر گانی کو جو اتفاق سے شریکِ زمِ مشاعرہ تھے نہایت حیرت ہوئی اور بے اختیار انکی زبان سے نکلا کہ ہیں اقبال ایسی عمر میں اور ایسا شاعر اور وہ شعر یہ ہے

موتی سمجھ کے شان کر رہی نے چن لئے

قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

یہ پہلا موقع تھا کہ لاہور کے با مذاق لوگوں کو اس نوجوان اور ہونا شاعر سے شناسائی ہوئی و زبانیام طالب علمی میں انکی طباعی اور ذکاوت کا شہد صرف ان کے ہم جماعت طلبا اور دوستوں تک محدود نہ تھا - ۱۹۱۹ء میں دوستوں کے اصرار سے انہیں حمایتِ اسلام کے

سالانہ جلسہ میں آپ نے انڈیئم کے عنوان سے ایک قبل قدم نہایت عمدہ مضمون پیش کیا۔ نظم و گلزار و خوشنویسی
وجہ سے کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی کہ بار بار پڑھنے کی فرمائش ہوئی اور یہ قلم خانے
کے لئے چندے کی باتش ہونے لگی۔ اس نظم نے اُس شہرت کی بنیاد رکھ دی جو اب
اطراف ہند میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کی حالت میں انگریزی دانی اور علوم مغرب کی تحصیل کا شوق
زبان اردو کی طرف متوجہ ہونے میں سیراہ نہیں ہوا۔ اور کیوں ہوتا جس حالت میں کہ آپ
فارسی اور عربی میں بھی قابلِ تعریف قابلیت رکھتے ہیں۔ اور اُم لالہ سنسکرت سے
بھی نا آشنا نہیں ہیں۔ ابتدا میں آپ نے چند غزلیں مرزا ارشد گوگانی کو دکھائیں
اور پھر طویل ہندوستان نواب فصیح الملک مرزا داغ سے بذریعہ خط و کتابت تلمذ اختیار کیا
اُس دن سے آج تک کچھ کلام روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ جب سے نئے رنگ میں لکھنا
شروع کیا اصلاح لینے کی پابندی جاتی رہی۔ کہتے کہتے خود اچھا کہنے لگے اور اپنے طرز
خاص میں قابلِ امتیاز قابلیت حاصل کر لی۔ چونکہ غور و فکر کرنے والی خدا را طبیعت پائی ہے
وہ خود ہی مصلح ہو جاتی ہے۔ نواب فصیح الملک انکی قدر کرتے اور افوق العادت۔ بیانت
ذہانت۔ مبلغ اور رسا طبیعت کی داد دیا کرتے تھے۔ اگرچہ شیخ صاحب کا کلام ابھی خاص خاص
باتوں میں کہنِ مشق اساتذہ کے درجہ پر نہیں پہنچا ہے مگر جو خاص بات اُس میں ہے وہ سوا
نامور استادوں کے اور لوگوں کو کم نصیب ہوتی ہے۔ آپ کے کلام میں بھرتی کے شعر کہ پائے
جاتے ہیں۔ کوئی شعر درد۔ وحدت اور اخلاق کی چاشنی سے خالی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے
کہ دور دور سے داد آتی ہے چنانچہ مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ جب آزاد اور حال کی کرسیاں
خالی ہونگی تو لوگ آپ کو ڈھونڈیں گے۔ آپ کو محقق و تنقید میں خاص ملکہ حاصل ہے اور قابل
ذکر بات یہ ہے کہ تعلیمِ ختم کرنے کے بعد بھی تعلیمی مشغل سے روز افزوں وابستگی ہے۔ چنانچہ
فی الحال تکمیلِ علوم اقتصاد و قانون کے لئے ولایت میں مقیم ہیں۔ آپ کو تلمذ اگرچہ حضرت داغ
سے رہا ہے مگر مثلِ پسند طبیعت کے اقتضا سے اکثر مرزا غالب کی پیروی کرتے ہیں۔

اکثر اُنکے کلام کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے کلام میں ایک کمی ضرور ہے وہ یہ کہ کہیں کہیں خلافت محاورہ و روزمرہ اہل زبان الفاظ نظم کرتے ہیں امید ہے کہ کثرتِ شوق سے یہ نقص بھی جاتا رہے گا۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مذاقِ سلیم کے ساتھ ساتھ آپ کی مرثیت میں انصاف پسندی بھی ایسی ہے کہ آپ اپنے دیگر معصروں کی برکسِ حاجی نکتہ بینی سے کبھی کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر اتفاق سے کبھی کوئی صحیح اعتراض کرتا ہے تو اُسے بخوشی تسلیم کر لیتے ہیں اور ہٹ دھرمی کو معلق و خل نہیں دیتے۔ ناظرین کی تفریح کے لئے آپ کے کلام کا تھوڑا سا انتخاب درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ۵

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلیں ہیں اسکی یہ گلستاں ہمارا
عزبت میں ہوں اگر ہم ہوتا ہے دل وطن میں	سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پریت وہ سب سے اونچا ہمایہ آسمان کا	وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیتی ہیں اسکی ہزاروں ندیاں	گلشن ہے جگمگے دم سے رشک جنماں ہمارا
لے آئے آبِ رود و گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو	اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں کھانا آپس میں بیرکھٹا	ہندی ہیں ہم دامن ہے ہندوستان ہمارا
یونان و مصر و روم سب مٹ گئے جہاں سے	اب تک مگر ہے باقی نام و نشان ہمارا
چھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری	صدیوں رہا ہے دشمن دورِ جہاں ہمارا
اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں	معلوم کیا کسی کو درویناں ہمارا
کبھی جو آوارہ جنوں تھے وہ بیتوتہیں تھیں آپس کے	برہنہ پائی وہی رنگی مگر نیا خارزار ہو گا
کیا مارتہ کرہ جو ساتی نے باوہ غار و کی انجن میں	تو پیرِ سینہ شے کئے کئے لگا لگا نہ بھٹکے خواہ ہو گا
دیا بزرگ کے رہنے والو خدا کی بستی توکان میں ہے	کھڑا ہے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کہ میار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کر گئی	جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا
جو ایک تھا ایک نگاہ تو نے ہزار کر کے نہیں نکلیا	بھی اگر کیفیتِ تیری تو بھر کسے اعتبار ہو گا

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں نہیں بھیجے تھے ہر گاہ
میں ظلمتِ شب میں لیے ٹکڑے ٹکڑے دہانہ کاواکن
عاشق دیدارِ محشر کا تنہا ہوا
میری بیانی بھی شاید مانعِ دیدار تھی
ہائے میری بے نصیبی وائے ناکامی میری
میں تو اُس عاشق کی ذوقِ جستجو میں مٹا
دیکھ ناداں امتیازِ شمع پروانہ نہ کر
کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہوتا
ریاضِ سحر کے درے درے سے ہر محبت کا جلا پیل
تمام مضمون مرے چرانے کلامِ مرہِ خطا سپا
قوم کو یا جسم ہے افراد میں اعضائے قوم
محفلِ نظم حکومتِ جہرہ زیبائے قوم
جہنم کی دھواں دھماکے آسمانوں میں زمینوں میں
تندر درِ دل کی ہو تو کدِ خدمتِ مفتی و نکی
کسی ایک شر سے بھونکا اپنے خرمین کی
بھلا بھولا رہے یارِ چین میری امیدوں کا
نہ دیکھا اسے دیوِ خونبار و لگو کم لگا ہی سے
نہ پوچھو مجھے لذتِ خانماں بر باد رہنے کی
بلا کشتانِ محبت کی یاد گار ہوں میں
فنا ہوئے پچھی گو یا دفا شخا ہوں میں
نسیمِ صبح نہ چھیڑے مجھے کہ امن سے

شاعر

میں اُسکا بندہ بنو لگا جسکو خدا کے بندہ سے پیار ہوگا
شرفِ فشاں ہوگی آہ میری نفسِ ماضی کا بار ہوگا
وہ سمجھتے ہیں کہ جرمِ ناشکیبائی بچوا
بند جب آنکھیں ہوئیں تیرا تاشائی ہووا
پانوں جب لوٹے تو خوفِ دشتِ پیانی ہووا
ما عرفنا کہہ کے جزیرہ امتحانی ہووا
حسنِ بکرِ عشق اپنا آپ سودا فی ہووا
الہی تیرا جہان کیا ہے نگار خانہ ہے آرزو کا
حقیقتِ گل کو تو جو دیکھے تو بھی بیان ہے رنگِ بکا
سہر کوئی دیکھتا ہے مجھ پر تن عجب ہے میرے عیب بکا
منازلِ صنعت کے رہ چکا ہیں دستِ بکا قوم
شاعر رنگیں ہوا ہے دیدہ بنیائے قوم
وہ ٹھیکے میرے ظلمتِ خانہ دل کے کلینو نہیں
نہیں ملتا یہ گوہرِ بادشاہوں کے خزینوں میں
کہ غورِ شید قیامت بھی ہو ترے خوشبو نہیں
جلو کا خون دید کی یہ بوٹے مینے پالے ہیں
ترے آنسو اسی آج سے ہوئے گلشنِ کلاہیں
نشین سہیل کڑوں مینے بنا کر بھونک ڈالے ہیں
رٹا ہوا خطِ لوحِ سیرِ طرار ہوں میں
جو مت گیا تو حسینوں کا اعتبار ہوں میں
کیسے ہاتھ کا جھاڑا ہوا غبار ہوں میں

نئے میں مست بھٹتا ہے مجھ کو کیوں دعا عظ
 تڑپ کے شان کریبی نے لے لیا پوسہ
 رہی نہ زہر میں اقبال وہ پُرانی بات
 جاں دے کر تمہیں جینے کی دعا دیتے ہیں
 ایسی ذلت ہے مرے واسطے عزت کا سوا
 علم کے دریا سے مکھن غوطہ زن گوہر بدست
 تم نے تا کا دل کو لیکن افسہ شوق غیر عشق
 مبتلائے درد کوئی عضو چھوڑتی ہے آنکھ
 جناب آسا سر موجِ لقس باندھا ہے منہ کو
 وہی اک شعلہ ہے تربت بھی ہے اور شمع تربت بھی
 چمن زار محبت میں غمخوشی موت کا بیل
 وہ جیستہ نام ہے جسکا جہاں میں آزادی
 خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا
 کتا ہے خضر و شست جنوین مجھے کہ چل
 اسے جناب بحر ہے پرواز و امان موج ہے
 محل گئی چشمِ ناشا اپنی جسد مے کے کلیم
 موت یہ میری نہیں میری اجل کی موت ہے
 یوں تو اسے صیاد آزادی میں لاکھوں ہیں
 بٹھا کے سرش پہ رکھا ہے تو فراسے دعا عظ
 مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساتھی
 ملام گوشتش پہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا

وہ اپنا وعظ کہے جائے ہوشیاہوں میں
 کہا جو سر کو گھجکا کر گناہ گار ہوں میں
 کیسے کہہ میں جینے سے شرمسار ہوں میں
 پھر بھی کہتے ہو کہ عاشق ہمیں کیا دیتے ہیں
 خود وہ اٹھ کر مجھے منہ سے اٹھا دیتے ہیں
 واسے محرومی صدفِ حین لبِ ساحل ہوں میں
 دل سے کتا ہے بگر تو دل نہیں ہوں میں
 کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ
 ذرا دیکھ لے شرب ذوق فنا جگہ کہا نکا ہے
 مزام نے کا کچھ پروانہ آتش بیاں نکا ہے
 بیاں کی زندگی باندنی بر غم غناں نکا ہے
 سنی ضرور ہے دیکھی کہیں نہیں سینے
 یہ چیز وہ ہے کہ دیکھی کہیں نہیں سینے
 آتا ہوں میں بھی پاؤں سے کانٹے کمال کے
 کچھ پتہ ملتا ہے تجھے اپنی ہستی کا مجھے
 طور ہر ذرے کے دامن میں نظر آیا مجھے
 کیوں ڈروں اس سے کم کر پھر نہیں مجھے
 دام کے نیچے پھرنے کا تماشا اور ہے
 خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے امتزاک ہے
 جو ہوشیاری دوستی میں امتزاک ہے
 جو ہوشکتہ تو پیدا ہوا ہے راز کر کے

جو ہوشکتہ تو پیدا ہوا ہے راز کر کے

جو بے عمل بھی رحمت وہ بے نیاز کرے
یہ عشق وہ ہے کمرہ کو پایا کرے
یہ چیز وہ ہے کہ تھر کو بھی گداز کرے
یاں قید کفر و دیں نہیں حکو وہ بے نیاز دے
وینا ادا پر کفر خدا عجبے ہما ئے ناز دے
قیمت میں اسکی خرقہ دے تیج دے ناز دے
چشم نگارہ میں نہ تو سر نہ ایثار دے
دینا جو چھوڑ دی ہے تو غصی بھی چھوڑ دے
اوجھبہ جزا کی منت بھی چھوڑ دے
بجلیاں بیتاب ہوں جنکو جلانے کیلئے
میں اٹھالیتا ہوں اپنے آشیانے کیلئے
آہی نکلی گئی کوئی بھل جلانے کے لئے
آہ یکلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

کوئی یہ پوچھے کہ واعظا کا کیا بگڑتا ہے
نہیں ہے فرق محبت میں اور غلامی میں
سخن میں سوز الہی کہاں سے آتا ہے
اس عشق خانہ سوز کا شاں کرم پر ہے مدار
غافل تجھے خبر نہیں لذت فراغ میں ہے کیا
بکٹا نہیں جہاں میں ارزاں منع کا فری +
تارے میں وہ فر میں وہ پہلی میں وہ خبر میں وہ
واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
لاؤں وہ نکلے کہیں سے آشیانے کیلئے
دیکھ لیتا ہوں جہاں تنکا کوئی چھبٹا ہوا
جمع کفر میں تو پہلے دانہ دانہ چٹکے کو
اس چین میں مرغ دلگئے نازاوی کا گیت

(اکبر) شاہ اکبر عت مرزا بھو شعرا سے قدیم میں سے تھے۔ شیخ غلام الدین حاتم کی شاگردی کا
فخر حاصل تھا۔ مصحفی کا بیان ہے کہ اکبر محمد شاہ بادشاہ کے نقیوں میں تھے۔ خوش مسیح
رنگیلے اور طرار لطیف گو آدمی تھے۔ جب مصحفی نے شاہ جہاں آباد میں مشاعرہ منقول کیا تو ہل
یہ بھی اُس میں خریک ہوئے۔ مصحفی انکے کلام کو ناپسند کرتے اور یہ الزام دہرتے ہیں کہ
اساتذہ مشہور کے اشعار اپنے نام سے مجر دہنے میں انہیں کچھ تامل نہ تھا اُس زمانے کے
عام مذاق کے موافق متوسط درجہ کا کلام ہے جسکا انتخاب درج ذیل ہے۔

کس کی نگہ کے تیر کا پیکان نہ گیا
جو پاٹ ہے جانے کا سونہر ہے چین کا

دل میں جو آج درد ہے اکبر کے دوشاں
ہے بر میں میرے یار کے کیا جامہ بھین کا

یہ کافر خوب روحیں وقت تن کر اڑتے ہیں گئے پر صبح اک ایک کے یہ پاؤں پڑتے ہیں صنم سے اپنے ہم بھی آج اک بوسہ پڑتے ہیں پیارے بجائے دل میں یاں سیکڑوں پھوٹے ہیں	ہمارے دل میں بھونڈے کی کیا گڑبڑ ہے یہ جتنے خوب و سرکش ہیں انکو خوب دیکھا ہے خدا چاہے سو ہو وے اب ہمارے حق میں آکر سینے میں لکھا ہے تو اس کو ملے
--	--

(اکبر دہلوی) مکرم الدولہ سید اکبر علی شاہ بہادر مستقیم جنگ برادر حقیقی نواب تاج محل بگم صاحب محل خاص حضرت شاہ عالم ثانی دہلوی داری مرزا جو اس نسبت جہاندار شاہ ولیعہد نیک سیر خوش رو اور رنگین طبع امیر تھے۔ علم و وسعت میں اچھا دخل تھا۔ تمام عمر عیش و عشرت سے بسر کی۔ شہر اے ریختہ کا ایک نہایت عمدہ تذکرہ جس میں چالیس تذکروں سے مدد لی تھی مرتب کیا تھا ایک اردو مفتوی نلدمن - اور ایک دیوان فارسی ایک بابو گار سے - ریختہ گوئی کی طرہ بھی متوہ ہو جانے لگے۔ مگر دیوان اب نہیں ملتا۔ تین شعر لے دیے لکھے جاتے ہیں

عین عالم شباب سنۃ میں وفات پائی ۵

کب میں کتا ہوں تجھے آکے میٹھائی کر کچھ اپنی زندگی نظر آتی نہیں نہ ا طوفان سے کم نہیں ہے اکبر کا دیوہ تر	ایک دم تو کھو آ اس دل بھار کے پاس ہوں نیم جاں میں اُس بیت عیار کے لئے دیکھ اسکو اب بھی یہاں پانی بھرا کر ہے
---	---

(اکبر دہلوی) نواب محمد اکبر خاں برادر خرد نواب مصطفیٰ خاں شہینہ رئیس مہاراجا
دہلی حکیم مومن خاں کے شاگرد تھے۔ فکر سخن بہت کم کرتے تھے مگر جو کچھ کہتے تھے اچھا
ہوتا تھا۔ سنہ ۱۱۷۵ میں بھرہ سال راولپنڈی میں انتقال کیا۔ یہ آپ کے کلام کا خلاصہ ہے ۵

سوچے حضرت ناصح کوئی تدبیر وصال دیکھ اچھی نہیں نکال یہ ہوادارے غیر خانہ غیر میں گر لگے لگا آپ کا جی نہ تھا سارا جہاں بچن عیث تو نے جہاں بچکا	حیث چارہ نگر سے آپ سامانِ ادل کا شمع الفت کو بچا دے نہ جلنا دل کا مکھو بھی اور سے آتا ہے لگا دل کا جہاں کو تو نے کیوں انوکھا لگا تشریف لے چکا
--	--

جلایا پائے باق کونہ دست سارباں چھونکا
یہ خاک ہونے کا احساس پہنچ پر اپنا
کہو علاج کرے جا کے چارہ گراپنا
بارے اُس نے مجھے جانے ندیا اور کہیں
حوریں کو یہ گماں ہے کہ عرش بریں نو
اُس بے وفا کو مجھ سے محبت کہیں نو
شعلہ لبٹ گیا نفس آتش کے ساتھ
ہر زخم پر جو پلتے تھے لب آفریں کے ساتھ
یاں جان ہی نکل گئی اپنی نہیں کے ساتھ
یعنی کہ آسمان کو ڈبو یا زمین کے ساتھ
آئی تھی طلب کے رخصت کیا چلے

اثر میلی کو کیا ہو جب تری زیادہ نے مجھوں
دیانہ رنج ستم سوز دل سے کام لیا
جنوں عشق کا دریاں نہ کسی سے کبھی
قتل کر لاشہ اکبر کو چھپا یا گھر میں
دش ملک پر دیکھ کے نفش شہید مشق
اکبر تباہ دیکھ کے دشمن کو ہنس دیا
العدے سوز سینه کہ داناں جہنم میں
ہم مر گئے اور اُس نے بجا نا کہ مر گئے
واں رسم اختلاط سے انکار و عذرت
طوفان فوج دگر یہ اکبر میں فوج ہے
ہم تو ہمیں رہے جو خفا بہر تو خوش رہو

اکبر

(اکبر) حاجی سید شاہ محمد اکبر ابو العزالی سجادہ نشین خانقاہ دانا پورا وائل سن تیز سے
آپکو فن سخن کی طرف میلان رہا۔ مگر اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے بموجب عشقہ مضامین ترک
کر کے زیادہ تر تصوف - اخلاق اور معرفت کے رنگ سے کلام کو رنگتے رہے۔ سب اچھے
کننے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مولانا وحید الدہ آبادی سے آپکو رشتہ تلمذ حاصل
ہے۔ آپکو فکیم طرز کے علاوہ طرہ جدید میں بھی محنت و دسترس ہے چنانچہ اکثر قومی مجالس میں
ینچرل مضامین پر وقت و فضا ظہیں ٹپری ہیں۔ اگر وہ میں اکثر قیام کا اتفاق رہتا ہے چنانچہ وہیں سے
آپکا دیوان اسے میر میں شائع ہوا تھا حسن شریف اس وقت ۴۰ برس سے متجاوز ہے۔ آپکے کلام
میں سوز گداز کے علاوہ فصاحت اور بلاغت بھی موجود ہے۔ اور اس بات کو دیکھتے کہ آپکی
ماوری زبان اُردو و سنسکرت زبان دانی میں قابل تائیس ہے۔ دیوان مطبوعہ کا انتخاب پیش کش

ناظرین ہے ملاحظہ ہو۔

پڑ گئے نور کے پروں سے جو اٹھانے سے نقاب
 لطف اسکا کوئی مجھ کو مجھے دل سے پوچھے
 کھل گئی آنکھ ہوئی تیج اب اتنی نہیں بند
 مرض عشق کا کرتے نہیں عشاق علاج
 جان بھی تیری ہے دل بھی ترایاں تیرا
 تیرے ترکش میں تو بجا تھا تیرے لقاؤں
 مزاج اک بڑا غمخیز شہزاد چھینکے
 فقیر بنو اہوں آملے سے فضل زرداں کا
 شکل جب اس کی آنکھوں میں تو چھینا کیسا
 کمر دینا سے کہ زردوں سے لگے رہے
 لینے دیتی تیں آرا مری لوگ مراد
 مریے دلیں شیکوں میں نرنج کا پونے والا
 رنگ اترنا جی نہیں شوق کا جب چڑھ جائے
 کان وہ بیٹے کر ہی بات سنی زری سے
 انداز پہنوس نکریں ملنے پر اس کے
 زو لوگ ہیں دنیا کے بھروسا گمراہ پہ
 ٹیکہ انہیں اپر ہے توکل انہیں اس پر
 نحو ایسا تری صورت میں ہے شیدا تیرا
 قسم درداک پرانا نامو منم تجھے غم
 جی کھل جائیں طلسمات ہما نگہ اسرار
 جو اس کے ہیں وہ ہو ہم سے جدا کیا

روئے روشن رہا ہر رنگ میں پناں تیرا
 لذت درد کی ہے جاں ننگ ان سیرا
 زندگی دیکھ لیا خواب پریشان سیرا
 اسے دل نرا ہی در ہے وہاں سیرا
 جو مرے پاس ہے سب کچھ ہے وہاں تیرا
 میرے دلیں ہے تویرا ہے یہ پیکان تیرا
 تو رہنا مرگ جائے ہمارے داغ حیران کا
 اسی پر کھو جی کج ہے جو لاکھ سلطان کا
 دل میں گھر کر کے مری جان ہے پر وہ کیسا
 کسی زبان سے یہ نہوا لے جنازہ اپنا
 دل میں مجھ بوتا ہے رو کے بٹھکے کیسا
 یہ کج ہے چران اسے شہر میں جانا تھا
 مجھے دینا میں اسی رنگ کو بچا کیسا
 آئینہ وہ جسے بڑی شے کو بھی اچھا دیکھا
 وہ وہ ہے جو سوا رہی مگر نہیں ملتا
 ہر وقت پر رخ دیکھے رہتے ہیں ہوا کا
 دولت اُمرا کی ہے خدا ہے نفیرا
 دیکھتا ہے وہ ہر اک شکل میں جلوہ تیرا
 دینے والا تو وہی ایک ہے میرا تیرا
 اسے رخ بار اٹھا دوں جو میں پیدا تیرا
 جو بند سے جدا ہو وہ خدا کیا

جدا ہے غم سے اور وہم سے وہ
 کے توڑھونڈا بھجنا ہے زیادہ
 بدل جائے جو تھوڑے سے بچہ و غم میں وہ بیت کیا
 ہر ماہ مرنے والے کے ہیں چند کام لوگ
 بت بن گئے ہر چل گیا جاوے یہ بتوں کا
 کیا دُرُ با ستاع ہے دنیا میں جنس حسن
 اللہ اللہ یہ نیا ظلم ہے اُس خُسام کا
 بھولوں میں تنگ آگیا دیکھ کے تیرا رنگِ رخ
 لگا دے آگ اسے بیل جین میں
 دم نہ ٹھنکا ہے نہ ہوتی ہے کن صورت سے صحیح
 صد قد اپنے بازوؤں کا اور اک ہلکا سا ہاتھ
 زبا کفر کی کیا تجھ پر حقیقت ہو عیاں
 کفر و اسلام کے جھگڑے سے رہائی پائی
 رنہ میں استنادِ دل اُس سے کم نہیں
 اُو زبا ہر ریائی کہ صحر جارا ہے تو
 موٹے ہیں تو ہیں حسیۃ دیدار ہیں ہیں
 فردوس اگر ہے تو پار سے ہی لئے بت
 لیلے وہ ٹی نہیں رہی اربابِ عشق میں
 مجلسِ تمامِ مسلم تصویر بن گئی +
 جب وہ پردہ رخ روشن سے اٹھا دیتے ہیں
 جاتا ہوں تہی دست سوے ملکِ عدم میں

سمجھ لے جس کو بندہ وہ حسد کیا
 نظرِ آتا نہیں تجھ کو حسد کیا
 کیا ہو شکر جس نمنہ سے کریں اُس شکر گاہ کیا
 ساتھ اُسکا کون دے جو مسافر ہے دور کا
 بت خاند سے اب کعبہ کو جیایا نہیں جلتا
 ہے لوٹ پوٹ جس کو خربدار و کچھ کر
 حکم ہوتا ہے کہ دلیں بھی ہیں یاد نہ کر
 باغ میں آگئی ہسار تیری بھلہ دیکھ کر
 یونہی یہ بے اثر فریاد کب تک
 تو ہی بتلائے شبِ فرت کہ اب میں کیا کروں
 خاک و خون میں کبتا لے سفاک میں ٹپا کروں
 ابھی معلوم تجھے معنی اسلام نہیں
 جب سے دل اک بت کا فرسے لگا بیٹھے ہیں
 وہ چیز ہے یہاں جوسیانِ حرم نہیں
 بتانے کی طرف ہے یہ سمتِ حرم نہیں
 ہیں طور ہیں نور ہیں نار ہیں ہیں +
 دوزخ کے اگر میں تو سزاوار ہیں ہیں
 جنوں نہیں تو ہم ترے محل کے ساتھ ہیں
 تم آئے کیا کہ ہوش میں کوئی رہا نہیں
 کیا کموں کی سامی آنکھوں کو دکھا دیتے ہیں
 ہے کوئی جو کچھ باندھ دے راہِ انِ کفن میں

<p>یوں پتہ یار کا لگاتے ہیں وصل کا رنگ یوں جاتے ہیں شمع و پروانہ ساتھ آتے ہیں جاتا ہے تیرا نہ کہ کچھ خبر نہیں</p>	<p>اپنی ہستی کو ہم مٹاتے ہیں دل سے نقشِ دہائی مٹاتے ہیں حسن کو عشق سے ہے ربطِ قدیم ناوکِ گلشن ہوا و بدلت پر نظر نہیں</p>
<p>کہم جنوں جیتنا پھر تپا ہے میں لیلیٰ کا محل ہوں کچھ گنہ سے ہمارے بھی نکل جائے تو کیا ہو پاؤں ہیں اک بت کا فرسے مسلمان کے ہاتھ کہ دیواریں بت اپنی ہیں زندانِ محبت کی الہی عقیدے سب کو دکھا دے خانِ حُرّت کی کسی نے کیل دی ہے کیا تباہی اہلِ محبت کی محبت نے جگہ رکھی نہیں دل میں عداوت کی اب نکل جانے کا مانا نہیں رستا کوئی حق تو یہ ہے نہیں دنیا میں کسی کا کوئی تو یہ کر لیں گے جو تو یہ کی ضرورت ہوگی اس سفر کا نہ کیا تھا ابھی ساراں کوئی و اعظو قدر ہو کہو نکر تمہیں پیانے کی لکھے والے نے کوئی بات اٹھا رکھی ہے حقیقت میں ہماری مہبتی ہستی خدا کی ہے بتوں کی بندگی کرتے ہیں ہم قدرتِ خدا کی ہے یہ ہاتھ تو کبھی اُٹھے نہیں دھاکے لئے جی چھوٹے گیا قاتلوں کا شوقِ جفا سے</p>	<p>تصورِ لیلیٰ محلِ نشین کا یہ بندہ حاضراً بس کہہ چکے خاموش اب اسے ماہِ لقا ہو عاشقی نے بھی دکھائے ہیں بلا کے نیرنگ نہک جا گئے تڑپ کر اسکا قیدی غیر ممکن ہے بلا میں ڈال رکھا ہے گنہ گاروں کو وہ اعظو نے جفا میں جھینٹے ہیں ظلم ستے ہیں گریب ہیں کریں ہم دشمنی کس سے کوئی دشمن بھی ہوا پنا کو چہ زلفت میں آئے تو بڑے شوقِ سہم جسکو دیکھا وہ ہے اپنی ہی غرض کا بندہ پینے دے میوہ گل میں تو شراب لے دہا ایک بریک آبی گئی سر پہ دو چھتلی گھڑی آنکھیں دیکھیں نہیں تنے کسی مٹانے کی پڑھ سکیں ہم تو ہر اک برگ ہے نامِ بچہ جن فنا ہو کر کسی کی ذات میں حاصلِ بقا کی ہے نہیں ہے اختیاری عاشقی سے بڑھ کے دینی کسی کے ساتھ چھلاؤں کیا ہیں ہمتِ ہول عاشق نہ پھر ادا دمِ مرگ اپنی وفا سے</p>

مٹتی نہیں تپھر کی لکیر اس کو بھنسا لیلی ہے کہاں اور تراوشت کہاں ہے ✓	جوابات نکھجائے زبانِ فقرا سے اے قیس تجھے عشق نہیں ہے خفتاں ہے
وہ مسیحا ہونے کا دعویٰ نہ کرے دوست ہی جب کام دشمن کا کرے شوق اُسکے دیکھنے کا ہے اگر	ہم سے بباروں کو جو اچھا کرے پھر کوئی دشمن کا شکوہ کیا کرے پہلے انسان اپنا نظار کرے
دوئی محال ہے اس وجود کے نزدیک	نوجو کو کتا ہے بندہ دہی خدا بھی ہے
✓ مرد و خوش خو نہیں تو پھر کیا ہے کون کہتا ہے کہنے کے اندر	✓ بھول میں تو نہیں تو پھر کیا ہے عالم تو نہیں تو پھر کیا ہے
صورت آباد ہے یہ اور وہاں ہے کامقام جو بٹا خشت میں تاشہ رہا نام اُس کا شاعر ہے داغ اور ہے استادِ سخن تیرے رحمت کے واسطے بھی تو کچھ نذر جا ہے یہ حسن کی خطا ہے کہ دل تو پر آگیا تیری آنکھیں کہیں ہیں مل کہیں ہے مرا دل دہی دلر با بھی دہی ہے مٹتا ہے یہ عدد والوں سے ہم نے وجود ایک ٹھیر تو پھر کیا ہے دھوکا کسے غیر سمجھا ہے تو غیبر کیا تو وہ شمع بزم ہے عالم ترا پروانہ ہے کسی کشتے میں یہ قوس نہ اکیریں ہے تو ہوتا ہے دل میں اُس کو اس میں تہ لگے گا	شیخ کیا جائے کوئی کہے کو بت خانے سے ہمیں ثابت یہ ہوا قیس کے انسانے سے اکبر و حیدر قبل اہل کمال ہے اے عاصیو گناہ سے بچنا گناہ ہے میرا گناہ ہے نہ تمسا اگناہ ہے تو میرے پاس ہے لیکن نہیں ہے جو ہے مدعی مدعا بھی دہی ہے جو سب سے جدا ہے ملا بھی دہی ہے منہم بھی وہی ہے خدا بھی وہی ہے جو بیگانہ ہے آشنا بھی وہی ہے تو چراغِ کعبہ ہے تو رونقِ بت خانہ ہے خاصیت جو نظیر صاحبِ تاثیر میں ہے کہے میں کیا دھرا ہے خالی مقام تو ہے

اسوقت بھی کسی کے ملنے کی آرزو ہے
اکبر بنے خاکِ در پیرِ معاش سے
یہ لوگ کہہ جاتے ہیں آئے تھے کہاں سے
دم بھر میں پہنچ جائیں گے اُٹھے جہاں سے
یشک تو ناامید ہے اُسکی جناب سے
جسے رنج میں لطف آرام ہے
جو کچھ ہو اسہ ہوا اسکا تذکرہ کیا ہے
جو آئے غم میں اپنے قودہ خدا کیا ہے
مراشتیں ہستی مٹا چاہتا ہے
حجابِ دولی اب اُٹھا چاہتا ہے
بو جھٹے کیا ہو کہ انجامِ محبت کیا ہے

آنکھوں میں دم ہے اپنا مسد کا ہوا ہو
میں خانہ سے ہمیشہ مقصود کو ہو پہنچے
کھلتا نہیں کچھ حالِ طلسماتِ جہاں کا
کچھ دور نہیں ملکِ عدم پیش نظر ہے
زاہد کھلا ہے ہر سورتے اجتناب سے
وہی عشق میں نیک انجام ہے
ہمارے قتل کا یہ ذکر جا بجا کیا ہے
بری ہے فکرِ بشرت صفاتِ ذواتِ اسکی
وجہ و اسکا ثابت ہو چاہتا ہے
وہ بے پردہ مجھ سے ملا چاہتا ہے
آپ تلوار اُٹھائیں میں جھکا دوں گردن

اکبر

(اکبر) نالینجانب محل القاب فضیلت مآب کمالات انتساب خان بہادر بولوی سید
اکبر حبیب صاحب رضوی سابق جج عدالت خفیضہ و رئیس الدہ آباد - ۱۶ جولائی ۱۹۳۲ء کو ایک تاریخی
ولادت ہے آپ کا سلسلہ نسب امام رضا سے ملتا ہے ویسی مکاتب اور سرکاری مدرسوں میں
تعلیم پا کر اپنے ۱۹۳۷ء میں امتحان وکالت درجہ اولیٰ پاس کیا۔ اور نائب تحصیلدار می کے
عهد پر مقرر ہوئے۔ پھر ترقی پا کر ۱۹۴۷ء میں ہائی کورٹ میں سلجوان ہوئے ۱۹۵۲ء اور
میں وکالت درجہ اعلیٰ کی سند حاصل کر کے ۱۹۵۷ء تک وکالت کرتے رہے ۱۹۵۷ء
میں دوبارہ سرکاری ملازمت اختیار کی اور منصفی کے عہدے سے درجہ بدرجہ ترقی کر کے ۱۹۸۸ء
میں سب جج اور ۱۹۹۲ء میں جج عدالت خفیضہ درجہ اول اور سشن جج مقرر ہوئے۔ اور
کئی سال تک ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار شاہرہ پاتے رہے ۱۹۹۷ء میں خان بہادر کا خطاب
پایا۔ آپ الدہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی ہیں عنوانِ شایستگی آپ کو فنِ سخن سے ایک خاص لگاؤ

خواجہ آتش کے شاگرد فنی غلام حسین صاحب وحید آبادی کے شاگرد رشید بلکہ سرایہ ناز اور فخر اُستاد ہیں۔ چونکہ عربی و فارسی زبانوں میں کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی اور اُن کے علم ادب سے بھی بخوبی ماہر ہیں اسوجہ سے جہان تک ممکن ہوا ہے مغربی خیالات کو بطور احسن ایٹانی لباس پہنانے میں ساعی رہتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ بد بظاہر حسن کا لباس بھی ہوتے ہیں۔ اکثر مشاہیر انگلستان کے کلام کا اردو میں بہت ہی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ ایٹانی طرز قدیم میں بھی بہت بلند پایہ ناظم و شاعر ہیں۔ قوت متخیلہ و مزین و نو میں اعلیٰ وجہ کا حصہ فطرتاً آپ کی طبیعت میں دو لیت ہوا ہے چنانچہ تعلیم و تہذیب مغربی کا جو روز افزوں اثر ہمارے ہندوستانی نوجوانوں پر پور ہا ہے اور اُس سے جو نتیجہ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں اُن کے متعلق آپ اکثر نہایت قابل تدریخالات ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔ زبان نہایت صاف اور پاکیزہ اور طرز بیان بالخصوص صدر و دلچسپ و دلکش ہے لغو گوئی اور بے بسیجی آپ کی خوش طبیعت کا ایک ادنیٰ جوہر ہے مگر ساتھ ہی مضمون آفرینی اور ناز کنجالی سے خالی نہیں عاشقانہ رنگ کے شعریں بات پیدا کرنی انکی جدت پسند طبیعت کا ایک خاص مذاق ہے کلام میں صفائی و سادگی اپنے اپنے محل و موقع پر دلاور جھلک دکھاتی ہیں الغرض جس قدر کلام ہے برگزیدہ و پسندیدہ خاص و عام ہے عیوب شاعری سے مبرا و نقائص سے سراسر مبرا ہے۔ ہر رنگ میں ہر بحر میں ہر زمین میں کامل دسترس ہے۔ پولیٹیکل اور نیشنل معاملات میں آپ کی اسے نہایت متین و صائب ہوتی ہے۔ خیالات بھی نہایت سلیسے ہوئے اور اکثر اچھوتے ہیں۔ اپنی طرز خاص میں اسوقت مسلم البعث استاد مانے جاتے ہیں۔ الغرض آپ کی ذات والا صفات کو اطلاق حسہ اور اوصاف حمیدہ کا جامع گننا بیجا نہیں۔ اب نیشنل لیکچر و وطن قریب آباد میں رونق افزہ ہیں۔ راقم مذکورہ پر بڑی مہربانی فرماتے ہیں حضرت کا عطیہ کبریٰ یعنی کلام ذیل نظر افزہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

غنیچہ دل کو نسیم عشق نے دیا کر دیا قطعہ میں ربیض ہوش تھا مستی نے اچھا کر دیا

<p>عشق کو اس انجن میں سندا آ کر کر دیا قیس کو دیوانہ انداز لیلے کر دیا رنگ گل کو دیرہ بلبل کا چستہ کر دیا گردش چشم تماں سے چشمہ پر پا کر دیا اُس نے مجھ کو کیا کیا دل کو مرے کیا کر دیا توصاف کہتے ہیں سید یہ رنگ سے سیلا خود اپنی قوم بجاتی ہے شور و ویلا زیادہ حد سے دیتے پاؤں سبے ہیں بھلا ادھر یہ دُھن ہے کہ ساتی صراحی مئے لا ادھر ہے وحی ولایت کی ٹوک کا تھملا بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لبلا</p>	<p>شاہ زم ازل نے ایک نگاہ ناز سے شور شیریں کا فہرہ بکھاس فرود میں گردن پروانہ میں ڈالی کندہ شوق شمع ذوق نظارہ سے جانوں کو طایا خاک میں جس نے یہ سب کچھ کیا اکبر میں تجھے کیا کیوں قدیم وضع پر قائم رہوں اگر اکبر جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں جو اعتدال کی کیٹے تو وہ ادھر نہ ادھر ادھر یہ ضد ہے کہ لٹہ بھی چھو نہیں سکتے ادھر ہے دفتر تہذیب و مصلحت ناپاک غرض دو گونہ غذا بست جان مجنوں را</p>
<p>لیکا جو سایہ پردہ دیوانہ ہوا محروم ادھر را دھر سے بیگانہ ہوا</p>	<p>رسوا وہ ہوا جست چمانہ ہوا انکھنڈ سے اپنا دل جو لایا نہ دست</p>
<p>وہ زمانے میں گئے مہماں رخصت ہو گیا جانور اک رہ گیا انسان رخصت ہو گیا</p>	<p>نفس کے نایاب ہوئے ایمان رخصت ہو گیا مے انہوں نے پی باب اُنکے پاس کیوں کھل گئے</p>
<p>اجاب سے صاف اپنا سینا رکھنا لیکن ہے شدید عیب کینا رکھنا</p>	<p>ادبچانیت کا اپنی زینا رکھنا غصہ آنا تو خیر بدل ہے اکبر</p>
<p>حضور نے کیا تو اس کا بھیا ہے منتظر کو تیار کرنا تو شے کے بولا کہ سہل ہو گا دل شکستہ میں را کرنا اگر انیس کو جو دیکھتے ہیں جو جانتے ہیں نگاہ کرنا یہ روق اور یہ چل سہل ہو تو کیا بُرا ہے گناہ کرنا</p>	<p>دفاعے وعدہ سے چشم پوشی ہویشہ شام دیکھا کرنا کہا جو مینے نہ توڑ دلوں تجھے مناجہ دلتواری جہاں صورت کا ذرہ ذرہ جمال معنی کا آئینہ ہے کہے کوئی شیخ سے یہ جا کر کہ دیکھئے اُس کے ہر سید</p>

وہ دو برج آ رہا ہے اگر کہ اہل تقویٰ ہرگز انصاف
جناب شیخ سے جا کر ذرا اللہ کس دینا
بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلوں سے خلوت میں
دل مرا جس سے بہتا کوئی ایسا نہ ملا
گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر خوش
بزم یاراں سے پھر تیرا دیواری منوس
راہ کیا راہ دکھاتے ہیں ہمارے مرشد
وہ ادا کی کہ قنبر الگنی خود داری کی
ہمارا آئی ہے اک آئینہ معنی نشان ہو کر
ہونے کے خسر و افیم دل شیریں نہاں ہو کر
کیا اچھا جنوں نے وار پر تصور کو کھینچا
میں پچھتا یا تلاش پیر کی دیگر صلاح انکو
مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ خچی رکھ نظر اپنی
زبانیں دیکھتے ہی آفت تقریر کو چپ ہیں
فضائے منزل ہستی سے کیا نفرت ہو دل کو
یہ ارشاد آ پکا بالکل بجا ہے حضرت داغ
پھری قسمت ہوا کی آپکی زندوں کے صدمے میں
خیال عزت جنوں نہ چھوٹے دامن جنوں
لگا ہیں کانوں پر پڑ ہی جاتی میں زمانے کی
نہیں جتنا کسی کا نقش اس دیناے فانی میں
جناب اپنی خودی سے بس ہی کتا ہنگرا

بزرگ بھی طفل دل کو اپنے سکھارے ہیں گناہ کرنا
کہ مگر اسی تھی مجھ سے رند کو گمراہ کدینا
بہت آساں ہے یاروں میں عداوت اللہ کدینا
بیت کے بندے سے اللہ کا بندہ نہ ملا
طالب رزق نہ ہیں شہیدانہ ملا
ایک نہ بھی آئے آئادہ سواد نہ ملا
کر دیا کعبہ کو گم اور کلیسا نہ ملا
رہ نظر کی کہ اثر کر گئی جاو کی طرح
چمن میں پڑے گل پہیلی پہ تیری شاں ہو کر
بنا نگیری کرے گی یہ ادا نور ہاں ہو کر
کہ خود منصور ہو مشکل تھا جیتنا راز اس ہو کر
ہوئے وہ اور بھی غلظت میری ماں ہو کر
کوئی اُن سے نہیں کتا نہ کلو پوں میں ہو کر
لگا ہیں داستانیں کہ رہی ہیں یہاں ہو کر
مجھے زیر زمین جانا ہے زیر آسماں ہو کر
گم میں کیا کہوں کچھ بن نہیں پڑتی جہاں ہو کر
پریشان ہو کے اُٹھتی تھی جلی غم نشان ہو کر
نہیں ہے جوش اس کو خود تو اثر جاو ہمیاں ہو کر
کہیں چھپتا ہے اکبر بچوں پہل میں نہاں ہو کر
جناب آسا نہ ملنا اچھا جو کہ زندگانی میں
تاشا تھا ہوانے اک کر ویدی تھی بانی میں

سب ہو چکے ہیں اُس بُت کا فزاد کے ساتھ
 بیہوش ہو جھوٹ سچ کی ٹھٹھی سمٹ ہند میں
 جھوٹے سہی پر آپ تو ہم پر ہیں حکمراں
 اپنی ہستی جو حجابِ سرخ جاناں نہ رہے
 چشمِ زرگس سے کوئی حال چہن کا پوچھے
 شوق کیا نظر سخن کا مجھے ہوا سے اکبر
 یہ دردِ دل بھی نہ تھا سوزشِ جگر بھی تھی
 فلک نے کیوں شبِ فرقت مجھے ہلاک کیا
 جو آپ ہوتے ہیں منکر تو خیر میں جھوٹا
 نگاہِ تھرے دیکھا یہ ہی غنیمت ہے
 زخمی کیا سینے کو نظر ہے کہ غضب ہے
 گزری ہے شبِ وصل کہ آئی ہے بری موت
 وہ کہتے ہیں مے پینے کو تُو بلی نہیں سکتا
 سینے سے لگا کر مجھے وہ آج یہ بولے
 عشوہ بھی ہے شوخی بھی تبسم بھی بس ابھی
 سالک کے دمِ تنج ہے قطع رہ تو حید
 سچ بات کا انکار میں کیونکر کروں اُسے بت
 کچھ قدر نہ کی عسجدِ جوانی کی صد انوس
 سنتے ہیں کہ اکبر نے کیا عشقِ تباں ترک
 کہوں کس سے قصہ دردِ غم کوئی ہنسنے ہے نہ یار

باجی

رہ جائیں گے بول ہی بس اب خدا کے ساتھ
 سچ کہتے ہیں جو جھوٹ کیسے ہم تو رویاہ
 جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بانٹا
 واں ہم میں ہم کہ جہاں پر کوئی اراد نہ رہے
 دیکھتے دیکھتے کیا کیا گلِ خداں نہ رہے
 وہ زمانہ نہ رہا اور وہ سخنِ داں نہ رہے
 ان آنٹوں کی تو الفت میں کچھ خبر بھی نہ تھی
 جمالِ یار نہیں تھا تو کیا عجب بھی نہ تھی
 مرا جگر بھی نہ تھا آپ کی نظر بھی نہ تھی
 مجھے تو آپ سے امید اس قدر بھی نہ تھی
 خوں ہو کے بھی قائم ہے جگر ہے کہ غضب ہے
 ہوتے ہیں وہ رخصت یہ سحر ہے کہ غضب ہے
 اسے شیخ یہ اعدا کا رہے کہ غضب ہے
 اکبر تیری آہوں کا اثر ہے کہ غضب ہے
 ظالم میں اوداک بات ہے اس کے سوا بھی
 دو ہو گیا اک آن میں چو کا جو ذرا بھی
 بیشک مجھے آتی ہے کبھی باخدا بھی
 ہم رہ گئے غفلت میں یہ آیا بھی گیا بھی
 اس بات سے تو خوش نہ ہوا ہو گا خدا بھی
 جو انیس ہے تیری یاد ہے چو غنیمت ہے دل نہ رہے

۱۵ اشاد رہے لارڈ کرزن کی مشہور سچ جلد کا نوکشین لکھتے ہیں تیری کی طرف سے ہندوستان پر باطل جھوٹ بولے کا قاتل لکھا

مجھے پہلے اسکی خبر نہ تھی ترا دوہی دن لکایہ پیارا کہ ہیں کیا چین ہے جو رنگ پہیں کیا خوش پیارا کہ تجھے وہ بھی چاہے خلک کے کہ تو جسکا عاشق زارا کہ	تو ہزار کرتا لکھا دھڑیں میں کبھی شام تازہ ب میں یہ نوید اوروں کو جانتا ہوا میرا دم میں لے صبا مجھے رحمتا ہے دیکھ کر ترا حال اکبر خوشہ گر
جاں ہاریں گے جی نہ ہاریں گے یہ بھی اند کو پکاریں گے	بحث میں ہو لوی نہ ہاریں گے مستلا گئے بلا تو ہوں عسافل
پتھر بھی سبق یک لے زیت کا تو یہ ہے پتھر نے کہا علم کی آفت ہے تو یہ ہے زلفوں میں الجھاتی ہر آفت ہے تو یہ ہے دیکھو نہ ہم عیب محبت ہے تو یہ ہے سچ کہتے ہیں ہم قوم کی خدمت کا تو یہ ہے حکمت ہے تو یہ ہے عزت کا تو یہ ہے	معنی کو بھلا دیتی ہے صورت کا تو یہ ہے کمرے میں جو ہنستی ہوئی آئی بس عشا بیچیدہ مسائل کے لئے جاتے ہیں انگلٹ آپس میں موافق رہو طاف ہے تو یہ ہے تم اپنے طریقوں سے بنو عہدہ مثالیں اکبر کی غزل حسن کے یہ فرماتے ہیں حباب
کالج میں آ کے کانو کوشن کو دیکھئے اب کانندی ترقی بخش کو دیکھئے اک حد ادب ہر ایک سرکاری ہے پہلے تھا تو میں اب ہاں میں ہے	باغوں میں تو ہزار درختوں کی پکلی لیمو نے کانندی تو بیت دیکھے اپنے کھینچے حکمت جو مری گشتا میں ہے پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا
گنوں نے رنگ بدلا لگنے باؤں کی ت بدلی	جہاں نے سادہ بلا سادے نغموں کی گت بدلی
نگلوں میں گلوں کی سی بو نہ رہی - نہ عزت زوں میں عظمت کی خود رہی نہ جیموں میں رنگ و فادہ رہا - کہیں اور کی کیا وہ ہیں نہ رہے نہ وہ آن رہی نہ انگ رہی - نہ وہ زہدی و زہ کی جنگ رہی سوئے قبلہ لگا ہوں کے رخ نہ ہے - دروید پر نقش ہیں نہ رہے	
قلوبے طلاس کے شمع ہیں زبان قرآن جو چل رہی ہے	جو پیشوا غمزد ہوں زہد مشرب تو کیا مجھے رنگ غلام نہ

<p>خدا کی ممت میں ہاں کی حدیں بھی نہیں ہیں کیا دیا اور بھی دور فلک میں ابھی آنے والے ہو اے دنیا بدل رہی ہے سرور روح پہ بھل نہیں نظر کو حیرت بدن کو کہتے دل کو تو نہ روح شاداں یہ دربار ہے خالق و جہاں کا نہ سمجھو کہ عامر نہیں حق تمہارے سدھاریں شیخ کیسے کو ہم انگلیں ان کی نہیں گے بتان منبری سے ہیں تعارف کی تمنا میں</p>	<p>بلاتین میں اور آ رہی ہر کی کی گھر میں کھل رہی ہے ناز آتا نہ کر میں مہ کو منانے والے علوم کے باغ کو کھلے ہیں وہ جو راہِ ازل نہیں سمجھتے فروغِ زورِ عمل ہے غلو حسنِ عمل نہیں ہے ادب اپنا سکے بٹھائے ہوئے ہے یہ عالم خود آنکھیں جھکائے ہوئے ہے وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے میں دیکھوں گا اُنھیں درودِ مایان دیکھیں گے</p>
<p>(اکبر) خواجہ اکبر حسین صاحب اکبر - خواجہ خواجگان چشت خواجہ حسین الدین ابھری کی اولاد امجاد اور خواجہ ڈپٹی امام الدین صاحب آخر کے برادر ہیں - آپ کو فریقین میں بھی غالباً انیس سے استفادہ ہے - چالیس برس کے قریب عمر ہے طبیعت میں خوشی اور کلام میں بلند پروازی ہے - زبان بھی صاف تھری ہے - انتخاب کلام ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>خدا سے جو انگلیاں گھبرا رہی ہے مجھی کو تو آتی ہیں تیسری دایں فقط آپ ہی مجھ سے برہم نہیں ہیں</p>	<p>وہ کہتے ہیں "میں ہیں بیکار ہو رہا ہے مجھی پر تو عالم خدا ہو رہا ہے مرادم بھی مجھ سے غما ہو رہا ہے</p>
<p>دل اڑائے لئے جاتا ہے پر پر کوئی + بزم میں غیر کے پہلو سے وہ بچ کر بیٹھے + مرضِ دل کا بجز اسکے نہیں کوئی علاج جلوہ حسن سے سمور ہوا ہے عالم دل تو دل تیری طرف میں بھی کھنچا جاتا ہوں حسرت اسے ذوقِ طبعیدن کہ ہے جیاد و شمار</p>	<p>چل گیا چشمِ منوں سا کا جساد کوئی یہ بھی اک چال ہے اس میں بھی ہے پہلو کوئی گلِ عارض کی سنگھارے مجھے خوشبو کوئی نہ سماں ہے کوئی نہ ہے ہند کوئی مجھ پہ چلتا نہیں اب میرا بھی نابو کوئی فوج کرتا ہے و باکر تر زانو کوئی + +</p>

نہو آئیں سر سے دل میں ترانہ و کوئی ورنہ طاقت سے کیسی جو کہ تو کوئی منجائیے خدا کے لئے ان جانیے بادل کے سب نکال کے ایمان جانیے اس آپ کی سمجھ کے بھی قرآن جانیے ناحق کو ہو گئے آپ پریشان جانیے کیا خوب بول چال ہے قربان جانیے اس آپ کی صفائی کے قرآن جانیے	رہ گئی اُس قدر انداز کی چکی میں خفصا گالیاں کھاتے ہیں اکبر تو کچھ ہے اسباب آزاد ہو کے آپ نہ اسے جان جانیے یا پھینک دیجئے چہرے پہلو سے دل کو آپ تقصیر تھی کیسی کسی پر خفا ہوئے میں سخت جاں ہوں کٹ نہ سکے گامرا گلا تو کہتے کہتے گالیاں دینے لگے حضور دشمن سے صاف ہے مکر رہے سام
---	---

(اکبر) منشی محمد اکبر نام ہے۔ منشی فیروز خاں فیروز با شندہ رام پور تلمیذ حضرت شیخ رحمہ کے
شاگرد رشید ہیں۔ موزوں طبع بھی ہیں اور مذاق بھی اچھا معلوم ہوتا ہے اپنے استاد کے رنگ
پر چلتے ہیں۔ ۳۳ و ۳۴ برس کی عمر ہے منتخب کلام درج ذیل ہے ۵

فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر سو بار ہم تو مکمل چکے اپنی جان پر وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ جڑا لیتے ہیں پھر کیا شکایت اپنی رسائی اگر نہ اس طسج دل میں آؤ کہ دل کو خبر نہ آئیں نہ بار بار نہ دیکھو نظر نہ	لازم ہے دم بلبل شہید کی جان پر اب موت ہی نہ آئے تو پھر اسکا کیا علاج دوستی کے جو کیا کرتے ہیں دعویٰ احباب جب قاصد خیال کا داں تک گزرنو یوں آنکھ میں رہو کہ نہ پستیلیوں کو بار ہر دم تر قیاں ہیں تمہارے جمال کو
--	---

(اکبر) منشی محمد اکبر خان با شندہ کا بیٹا۔ شاگرد سالم لکھنوی۔ دور موجودہ کے شعرا میں
ان کا شمار ہے نتیجہ فکر ملاحظہ ہو ۵

بیداد کا انداز نہ ملا ہو نہ ہو کس طرح قیامت پہ قیامت نہ پہا ہو	دُھن ہے انہیں ایجاد کوئی طرز جفا ہو یہ بوٹا سا قد اور یہ رفتار ستم خیز
---	---

وہ بھی نہ اُسی کا نسب بد خو کی ادا ہو بہا رت پہ جس کی کیا خاک دوا ہو ہو توں پہ تو دم کس کے ہو اور کس کی دوا ہو ہو شکر بہر حال وفا ہو کہ جفت ہو	جس حشر کو ہم روز جزا سمجھتے ہیں جب آکے نہیں نہ بھی وہ ہاتھوں سے اپنے دشمن کو عطا ہوئے لب ہو میرے ہوتے شکوہ ستم بار کا منہ سے نہوا کبر
---	--

اکبری

(اکبری) دیوان پنڈت امر ناتھ صاحب مدن اکبری مغفور خلف اکبر امارت وایات ہنگاہ
خیر اندیش دولت عالیہ وایات وادب شرف خاص بدرالملک راجہ دینا ناتھ صاحب راجہ کلاؤ دیوان
صاحب ادامل میں سرکار مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب اور مہاراجہ دیپ سنگھ میں اور بعد ازاں
پنجاب سیکرٹری انگلشیہ میں عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے۔ آپ کے بزرگوں کا وطن دہلی
تھا اگر آپ نے لاہور میں نشوونما پائی تھی۔ انجام کار یکم اگست ۱۸۵۷ء کو برص ہر ضلع بریتانیہ سال
سنگرش ہوئے دیوان صاحب مغفور نہایت باخبر مطالعہ پسند لائق۔ فقیر دوست امیر تھے
سیاحی کا بڑا شوق تھا چنانچہ اکثر بلاد ہندوستان مثل بنارس گیا۔ لکھنؤ۔ دہلی کی سیر کی
تھی علم ہندو حساب میں وحید زمانہ تھے فارسی بیشتر اور ریختہ کتر کتے تھے دیوان فارسی مد
غزلیات اردو پنڈت صاحب کے خلف الرشید دیوان پنڈت رام ناتھ صاحب مرحوم سابق
ڈسٹرکٹ جج نے شائع کروا دیا۔ اُسکا انتخاب حاضر کیا جاتا ہے ۵

یا وحدت میں نسق کا جو پردہ اٹھا انساں کو حق نے نور کا منظر پنادیا خونِ جگر سے جمنے کیا دل کو لالہ زار کون وہ ہے جو تر طالب دیدار نہیں مردانِ خدا خواہش دینا نہیں کرتے کیوں ہکو دکھاتے نہیں قدمِ خانی زاہد نہ کر یواہی عبادت کا کچھ گھمنڈ	صاف ہستی کا ہمیں آپ ہی دعو کا اٹھا اک شبت خاک تھا جسے جوہر بنا دیا دراغ جنوں سے دل کو شجر بنا دیا کون اس چشمِ سیست کا بجا نہیں آزاد رہ و رسم کی پرواہ نہیں کرتے ہم خوں کا کچھ آپ پر دعویٰ نہیں کرتے شیطان کی ایک دم میں خدا سے بگڑ گئی
--	--

اکرام

(اکرام) حکیم اکرام السدخاں ولد حکیم ہدایت السدخاں - علم طب میں اپنے چچا حکیم سعادت السدخاں کے شاگرد تھے۔ وہلی کی جامع مسجد کے قریب آپکا مکان تھا۔ قومیں اور ذوق کے آپ ہم عصر تھے اس سے زیادہ نہ تو حال معلوم ہوا نہ کلام ملا۔ دو شعر دستیاب ہوئے جن میں سے ایک اپنے رنگ میں جواب ہے ۵

میرے بچ دل کو تم ہرگز نہ پوچھو دیکھ لو	جائے آنسو کے رواں خون جگر ہونے لگا
آرزو وصل کی مثالی تھی	کیا ہوا اگر مٹا دیا دل کو

اکرم

(اکرام) مرزا محمد اکرم - نواب عطاء الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ وزیر عالمگیر ثانی کے مصاحب کی بدولت اپنے اقراں و اہل میں ممتاز تھے اور ذہنی و قابل صاحب استعداد زندہ دل - بذکائی اور لطیف گوئی میں فرو تھے۔ چند اشعار تذکرہ قدرت السدخاں میں نظر سے گزرے درج تذکرہ کئے گئے۔ انکے بیٹے مرزا بلاتی بھی فکر سخن کرتے تھے۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں حیات تھے اور شاہجہاں آباد میں سکونت تھی ۵

یہ داغ دل کیو دکھایا بخائے گاہ	اس آبل کو ہاتھ لگا یا بخائے گاہ
دل تڑپے ہے اور وہ سنے راہ کیسی	یا رب نہ کسی دل کو لگے چاہ کسی کی
یوں اشک کے آنا ہے ہر اک سخت جگر سدا	جیسے کدی آتی ہو بنگاہ کیسی ۵

اکرم

(اکرام) محمد اکرم متوطن موضع موٹی - جو ان قابل صاحب طبع سلیم تھے۔ اکثر جنگ نامہ کہا کرتے تھے۔ شاہ عالم ثانی کے زمانہ میں حیات تھے۔ تذکرہ قدرت السدخاں میں اشعار ذکر کیا ہے۔ رینتہ کی طرف توجہ کم تھی۔ چند اشعار نایم افکار سے درج کئے جاتے ہیں ۵

اسید وصل ہی میں کئی عمر یا نصیب	ارمان دل میں رہ گیا بوس و کنار کا
جب کبھی جگے وہ باناز و آتا ہے	دیکھ اُس بت کو مجھے باوجود آتا ہے
قاصدا سچ کہہ بجھے اپنے خدا کی سگند	اُس کی محفل میں کبھی ذکر مرا آتا ہے
کنے لاگاکہ میں زیادہ تو نہیں واقف لیک	غیر دشنام نہ واں نام ترا آتا ہے

اکرم

(اکرم) تخلص ہے کسی خوش فکر! سخیزہ محمد آبادی خلع اعظم گڑھ کا۔ زمانہ حال کے موزوں طبع شعرا میں سے ہیں۔ یہ خلاصہ افکار ہے۔ ۵

مسی پرہ کیا پان کھائے ہوئے ہیں نہیں پاس دل بھی کروں پیش کش کیا مر کر بھی تیرے زیر قدم گھر بنائیں گے کتاب ہے نازا اُنسے ذرا تم جو ان تو ہو منہں کر وہ بولے تجھ کو رلاتے ہیں اسنے دنیا کی کج ادائی سے گھر گیا ہے دل	دھوئیں سے وہ شعلہ اُٹھائے ہوئے ہیں مرے گھر وہ مہمان آئے ہوئے ہیں قبر اپنی تیرے در کے برابر بنائیں گے طرز ستم سکھا کے ستم گر بنائیں گے ہم تیرے اشک چشم سے گوہر بنائیں گے دور فلک سے گھر کہیں باہر بنائیں گے
--	---

اکمل

(اکمل) محمد مرین جان نام اور الہ آباد کے رہنے والے تھے زیادہ حال معلوم نہیں کلام حاضر ہے۔ ۵

زندگی منظور تھی میری تو اتنے نزع میں ✽ ہزاروں چہرتے ہیں دیر و حرم میں آوارہ زندگی کا لطف بکے عشق بتاں ملنا نہیں دیدہ حق میں نہ تھے محتاج وید اور حبیب لائی ہیں اس وادی پر خوف میں چشت کچھ نہیں گل کو خیر بلبل کے حال زار کی اس کا بنا اور گیت نایار کے ہاتھوں رہا	قبر پر اب آکے بچانے سے کب حاصل ہوا ہمیں کچھ ایک ترے عشق میں خراب نہیں دل لئے پھرتے ہیں کوئی دلتاں ملنا نہیں کوئی ایسی جانیں ہے وہ جہاں ملنا نہیں غالب سے قضا بھی نہ جہاں بھول کے جھانکے باغیاں کیسی ہوا بدل ہے اس گلزار کی خانہ دل کو ضرورت کب ہوئی معمار کی
---	--

اکمل

(اکمل) علی محمد اکمل خاں ملازم دربار فیض آباد۔ مولانا شریک میرٹھی سے ارادت رکھتے ہیں یہ آپکا کلام ہے۔ ۵

قدم رکھنا سمجھ کر سوچ کر نفع و مضر اپنا رضا پر نیرے رہنی یا الہی میں رہوں ہر دم	لفظ ایک سود و سودے کا ہے بازار محبت میں تمنا ہو نہ جنت کی نہ کچھ ڈر ہو جہنم سے
--	---

بست اریاں میں دل میں اک نفوذ کیا تو کیا دیکھا
 ریاگر چھوڑ دے زاد تو خود کب ہو دل ترا
 وہ جہی میں خیر آرم جو براے تو م حاضر میں
 قلم سے جان سے دل سے بیاں بچ جان در ہم سے

(اکمل) مولانا قاضی محمد ظہور الدین خان با شندہ کو کلی نواح گجرات پنجاب - مولانا شوکت
 میرٹھی سے اصلاح لیتے ہیں مولوی فاضل کے درجے تک تعلیم پائی ہے - اخبارات میں بھی
 اکثر مضامین شائع کرتے رہتے ہیں - یہ آپ کا کلام ہے ۵

لو دل کی لگی رہتی ہے کیوں شمع جو سے
 ہو ایں خاک بھر بھی آئینہ رو کو کہ ورت ہے
 گاہ بکلی شعلہ زن ہے کہ ہوا برباد کن ہے
 وہ شمع چٹم مست کو گردش بھی دے ذرا
 ہے بوسے کے سوال پہ ہر دم نہیں نہیں
 ہر شے میں جلوہ گر ہے مکان ہو کہ لامکان
 ان سے تو سواد غ کے حاصل نہیں ہوتا
 سنا رما کاری کا مہر اب بھی نہیں چکا
 تختہ بستی ستم ہے آستان غدا لب
 ہو دم کے دم میں دہر کا نقش الٹ پلٹ
 کب تک رہے گی تیری اسے نازیں نہیں
 آنا نفسہ دو بھر بھی کیسے کیسے نہیں

(اکمل) منشی اکمل علی اکمل - کلکتہ کے ایک خوشگرموزوں طبع نوجوان میں طبیعت کا رنگ
 مفصلہ ذیل اشارے آشکار ہے ۵

یہ زبانی نغمہ ساری چھوڑ دے
 اسے جنوں دیوانگی ایسی بھی کیا
 مدتوں میں جسکے ہاتھ آئی ہو وہ
 خون اکمل اپنی گروں پر نہ لے
 ہم کو حالت پر ہمارے چھوڑ دے
 دامن باد بھاری چھوڑ دے
 آستیں کیونکر تھاری چھوڑ دے
 یہ ننگہ امید واری چھوڑ دے

(الحمد) مولوی احمد نام - مولانا نظام الدین مجر کے شاگرد اور مولانا فخر الدین کے مرید با ارادت
 تھے - ایک عرصہ دراز تک انکی خدمت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کئے - زیادہ وقت درس تدریس
 میں صرف ہوتا تھا فارسی کی استعداد عالمانہ تھی - خواب مصطفیٰ خاں شینہ کے احباب میں تھے - کلام ملاحظہ ہو ۵

بسمل مجھے نہ چھوڑ تو اے یا روکھنا	ایسا ستم نہ کبھیو اے یا روکھنا
جاں لب تشنہ جگریاں سے چلا جاتا ہوں	لے خبر طبعی سے ساقی کہ ٹو جاتا ہوں
مست ہم غوشی کو اتامری اسے پل مر شک	اپنی ہی موج میں میں آپ بہا جاتا ہوں

الطاف

(الطاف) منشی محمد لطافت حسین العارف سید عالم میں جاندھر کی بھادوئی میں ملازم تھے اور گاہ گاہ شعر گوئی بھی کیا کرتے تھے مذاق سخن کا نمونہ حاضر ہے۔

کیوں مجھ مجھو آتا ہے ابر بہار روز	ہوتا ہوں اسکی یاد میں میں اشکبار روز
راتوں کی نیند اڑ گئی کیوں مدتوں سے اٹے	رہتا ہے کس کی یاد میں دل بیتار روز
کب تک سے کاجیب دگر بیاں کو چاہو گر	دست جنوں کرے گایو ہیں نازناں روز
الطاف لعل وعدہ کو اُسکے نہ جان بچ	کیا ایسے دیکھنا میں قول و قرار روز

الطاف

(الطاف) منشی محمد لطافت حسین خاں معروف بہ چندا خاں صاحب باشندہ رام پور منشی محمد احسان علی خاں آصاں شاگرد رشید حضرت داغ کے عزیز و افتخار اور شاگرد ہیں اور انہوں نے انہیں متنبی بھی کر لیا ہے۔ ریاست رامپور میں آبکا خاندان بڑا مشریف اور معزز مانا جاتا ہے۔ فکر معاش سے بدرجہ اوسط داغ ابال میں۔ فارسی کی استعداد بھی ہے اور فن موسیقی کا بھی شوق ہے۔ چنانچہ سنارا اچھا بجاتے ہیں۔ ۲۱ و ۲۲ برس کی عمر اور جوان وجہ دغور ہیں۔ اگرچہ ابھی نو شفی کا عالم ہے مگر طبیعت کی روانی اور فکر کی رسائی آئندہ ترقی کی گواہی دیتی ہیں زبان بھی صاف ستھری پائی ہے۔ بروقت ترتیب کچھ کلام ملا اسکا انتخاب درج ذیل ہے۔

تفہ رقد ڈال دیا دست جنوں نے ابسا	کہہ گریاں کاہرے تار سے ہے تار جدا
وہ خلش دست ہوں کھلینا ہوں پھر چھاپا	جب مرے تلوں سے ہوتا ہے کوئی خار جدا
انہے رشت کی عشق بلا لیتے ہیں	وے کے دل جان کو خود روگ لگا لیتے ہیں
ایسی بھی دوستدہیں ہے بنائیں کہیں	گالیاں دینے ہیں مشوق دعا لیتے ہیں
یہ تھا معلوم اتنی مختصر ہو جائے گی	وصل کی شب بات کرنے میں سہم ہو جائے گی

محبور سوا کر کے ہوائی سے بچنا ہے محال اسکولت درد کی کاوش کا ہے اسکو مزا آؤ آنکھوں میں بھجائوں میں جو ہے خوفِ نظر کیوں نظریا زوں کی نظروں سے لڑتے نظر دیکھنا ہر وقت یہ آئینہ کا اچھا نہیں کیا شرف ہو جو خود بیمار ہے چشمِ مسج جاننا الطاف تم قہر خندہ انازل ہوا	تو بھی بد نام اسے نگاہِ فتنہ گر ہو جائیگی زخمِ و ناخن کی بہت اچھی بسر ہو جائیگی سات پردوں میں تمہیں کیسی نظر ہو جائیگی کچھ نظر اس پر بھی ہے صاحبِ نظر ہو جائیگی کیا کرو گے میری سی حالت اگر ہو جائیگی اچھے ہو جائینگے جب اچھی نظر ہو جائیگی مہربانی ان حسینوں کی جس پر ہو جائیگی
--	--

مری جاں خوب دل زلفوں میں پھنسا جوانی میں غضب و عاتیں نہ کیونکر تیرا ہے ہیں کس زینے کے برسین گزریں نفس نہیں آتے چارہ گز زخمِ دل کے رہنے لے ہمارا کام اچھا بھی بُرا ہے ترقی پر ہے ایسا سوزِ الفت ہر کلی باغ میں اک پھول نظر آتی ہے	بلا کو باندھ کر رکھا بلا سے وہ جب ہی فتنہ تھے جب تھے فتنہ سے نہ جگر کے ہوئے نہ سینے کے آپ ہیں چاند کس مینے کے رہو کرنے کے ہیں نہ سینے کے عس و کی بات یہ بھی بجا ہے کہ دل کا در غول سے بڑ گیا ہے گل کھلاتی ہوئی یہ بادِ سحر آتی ہے
---	--

(الفت) منشی نگل سین کا یہ شعر عظیم آبادی شیخ قلندر بخش جرات کے شاگردوں میں نامور ہوئے ہیں اسی زمانہ میں دہلی آئے تھے کلام و سیلاب نہیں ہوا ایک شعر تبرکاً لکھا جاتا ہے اسی ایک شعر سے انکی مضمون خیر طبیعت کی قابلیت اور شوخی کا پتہ چلتا ہے ۵

ہر قدم پر یاں تک آنے میں سو مہا زبیں	کیونکہ گھر جانے لگے نام و حمد و چار کے
--------------------------------------	--

(الفت) منشی آنند رام الفت - باشندہ عظیم آبادی ۱۸۵۷ء میں حیاتِ زباہ حال معلوم نہیں ۵

دل پیش کش ہے نہ رہے یہ جانِ زرا بھی	لکھ میں مگر حضورِ محمدؐ کا
-------------------------------------	----------------------------

<p>بیت مجھے بھی مشرب پر مغاس میں ہے آباد یہ سیکش رہیں ساقی کا بھلا ہو پھر نغمہ کن آج مرے دل کا ہل ہو</p>	<p>ساقی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا پھر قلعہ مینا کی بلند آج صدا ہو قاتل دم شمشیر دم باد صبا ہو</p>
<p>(الفتی) منشی شیو نرین الفت و رہنما رسا کن بھیل پور۔ دور موجودہ کے شعر میں سے ہیں۔ کلام کا انتخاب درج ذیل ہے۔</p>	
<p>جی سے جہ جانیس اُنہیں پروا نہیں خواب میں بھی رہتے ہو تم دور دور</p>	<p>ہے یہ کیا اگر غم نہ بھجانیس اس نہ رکھنا تمہیں زبانیس</p>
<p>بن بن کے تم آئینہ عیث دیکھ رہے ہو ڈرتے ہیں کہ تم کھینچ نہ لو ہاتھ ستر سے</p>	<p>ہم مرتے ہیں جس پر وہ ادا ہو رہی کچھ ہے کیا تم سے کہیں لطف جفا ہو رہی کچھ ہے</p>
<p>(الفتی) راجہ پیرے لال ولد اسے سکھن جی کا لیستہ دہلوی۔ فارسی انشا پردازی میں ممتاز کامل حاصل تھی۔ چنانچہ وہ جاہت خاندانی و ذاتی بخت کے سبب کئی برس حضرت اکبر شاہ ثانی کے رہنمائی رہے۔ پھر ترک وطن و روزگار کر کے عظیم آباد جالسا ہوا تھا۔ شاعر کے بڑے قدر دان تھے۔ انکی ایک منوی میرنگ تقدیر جامع تذکرہ کے پاس موجود ہے۔ پیش میں ایک آپکا خاندان باعزاد آباد موجود ہے آپکا کلام ضائع ہو گیا ہے مگر ایک شعر درج تذکرہ کیا جاتا ہے۔</p>	
<p>خاکساری سے مثال نتشیا پا</p>	<p>جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے</p>
<p>(الم) خواجہ صاحب میر دہلوی خلعت خواجہ میر درد۔ ۱۱۵۰ھ میں بطریق سیر مشہر آباد میں نشر بیت لے گئے تھے اور راجہ ولد رام کی قدردانی سے چندے دیاں قیام بھی کیا پھر کچھ دن عظیم آباد میں رہے عاشق دواج زندہ مشرب شخص تھے مگر بہ لباس فقر زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنے چچا خواجہ میر اثر کے بعد درگاہ آبائی کے سجاد نشین بھی رہے۔ ستر فلین بوالہ صفحی لکھتے ہیں کہ مرشد آباد میں ایک خواص دولت رام سے الفت ہو جانے کے باعث وہاں رہ پڑے تھے۔ ۱۱۵۰ھ عزمیں آپکا عالم شباب تھا کلام بجز یہ کلام کا انتخاب درج ذیل ہے۔</p>	

الفتی

الفتی

الم

<p>میں پھروں کیوں نہ میتل ہوا مثل آئینہ مجموعہ ہوں اب تو اُس بت کو تہنے رام کیا نے دل کو قرار بے قراری کے سبب قطع واخت نہ تھے ہوتو ان بلاؤں سے کبھی</p>	<p>تجہ سے بدقول سے تیار ہوا آہ کس کھڑے سے دوچار ہوا بس خدا تجکو بھی سلام کیا نے چشم کو خواب شکاری کے سبب جو کچھ دیکھا سو تیری باری کے سبب</p>
<p>دھمکاتے ہیں بس آپ فقط جگو اگر کر ہنگام فغاں تھا اخس و بیہ نفس و دم جب نام خدا دور سے وہ جلو نما ہو سندیل کا توجہ اٹھا بیٹھے گائے شیخ آجاتا ہے دکھ درد بھگانے کو الم یاں</p>	<p>بانگے ہو تو مونڈھا چلو مونڈھے سے رگوں تارِ رگ گل نے ہے رکھا ہمو جگر مر جائیں صفوں کی صفیں حیرت بھر کر چھٹا اسنے نہ کچھ پاوے گا زندوں سے بھڑکر کیا اس سے مزاق ہو اٹھاتے بھلا لڑکر</p>
<p>کیا کہیے الم ایک گھڑی حیرتیں</p>	<p>معلوم ہو کہ جیتے جی چین نہیں</p>
<p>الم صاحبزادہ محمد سعید خاں ابن صاحبزادہ امداد الدعاں قباب ادمل میں فروس مکان نواب بیوسف علی خاں ناظم والی رامپور کے شاگرد تھے پھر اُنکے انتقال کے بعد صاحبزادہ عباس علی خاں قباب سے اصلاح لینے لگے۔ خوش فکر و باذوق آدمی تھے۔ نقاشی کا بھی شوق تھا۔ ۳۶ برس کی عمر میں ۱۵ جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ کو انتقال فرمایا۔ کلام موجود ہے ۵</p>	<p>تھے اس کام کو سب کاوسے مشکل پایا بچائے خدا سنا ہے بلا کا روستے روتے صبح کر دی شام سے وہ مبتلا ہے تمہیں پر تمہیں خبر بھی ہے کینست ہم جفا کے بھی اماں میں رہ گئے</p>
<p>عشق بازی کے لئے چاہیے تھر کا جگر ہو اُرُخ اوصہر اُس کی زلف و دوتا کا تھے تیری زلف و رُخ کی یاد میں الم کو کہتے ہوشا یہ کسی پوچھتا ہے کس دن الم نصیب ہوئی تھی وفائے یار</p>	<p>تھے اس کام کو سب کاوسے مشکل پایا بچائے خدا سنا ہے بلا کا روستے روتے صبح کر دی شام سے وہ مبتلا ہے تمہیں پر تمہیں خبر بھی ہے کینست ہم جفا کے بھی اماں میں رہ گئے</p>
<p>(الم) مولوی سید احمد شاہ الم تلمیذ خواجہ ولایت علی سرور لکھنؤی پشاور کے رہنے والے</p>	<p>(الم) مولوی سید احمد شاہ الم تلمیذ خواجہ ولایت علی سرور لکھنؤی پشاور کے رہنے والے</p>

سالہ تک نکلنے میں مقیم تھے۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ یہ ایک کلام ہے ۵

نرسے میں ان بتوں کے میں بھیج بھیج گئے
دن بھر ہے جگو روز قیامت کا سامنا
تو ہی بچانے والا ہے پروردگار دل
شب بھر تارے ہجر میں ہے بیزار دل

جان شیریں مفت کیوں دیتا ہے تو
دیکھتے ہی خون میرا وقتِ ذبح
اتنا سمجھا دے کوئی خدا کو
گر بڑا غش آگیا حبلہ کو

بہترین عشق دستِ خانی ہے لئے آلم
باہیں لگے میں ڈال کے دیتا ہے جام سے
چھوڑینگے اب یہ خاک میں ہو ملا کے ہاتھ
صدقہ میں اپنے اُس صنمِ بادہ خوار کے

(الم) حکیم میر ہمدی حسین رضوی تخلص بہ آلم و علم ڈاکٹر قلم گو لکھنؤ حیدرآباد دکن خلف میر
جعفر علی مرحوم جو رحمت علیاں مرحوم عزیز نواب محترم الدولہ مغفور عرض یگی کے بیٹے تھے۔

انکا سال ولادت ۱۲۸۷ھ ہے آپکے نانا نواب میر محمد حسین خاں عزت منل صاحب
نواب میر عالم صاحب دیوان دکن کے بھتیجے تھے اپنے حیدرآباد میں پرورش اور تربیت

پائی۔ مدیکل کالج واقعہ بلدہ میں کئی سال پڑھ کر سند طبابت حاصل کی۔ چودہ برس کی عمر سے
شاعری کا شوق سے شروع کا کلام مرزا ہمدی حسین خاں جنا بریلوی کو دکھایا انکے افعال

کے بعد ۱۲۸۷ھ میں حضرت دکن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انکے زمانہ حیات تک
مسلک ہو پڑا پنا کلام انہیں دکھاتے رہے۔ فارسی میں آپ کو آقا سید علی شہرزی طوبی سے

نسیض تلمذ حاصل تھا۔ علاوہ دیوان گلبن تابخ۔ رسالہ معاشرت اور رسالہ ہدی آپکی تالیفات
سے ہیں۔ جنہیں سے اول الذکر چھپ گئی ہے۔ اب اکثر ترغیہ گوئی کا اتفاق ہوتا ہے

ہنگام ترتیب کچھ کلام عنایت کیا اسکا انتخاب حاضر ہے ۵

نچھ سے کافر سنگدل کو موم آخر کر دیا
ان بتان سنگدل کی سختیوں کو واسطے
کیوں اثر دیکھا ہمارے نالہ و فریاد کا
سینہ بھر کا کلیجہ چاہیے نولاد کا

الہامد بکس کی موت بھی کیا ہو ہے
لے گئیں جو رہیں جن زہر عاشقِ ناشاکہ

<p>شام وصالِ غیر ادھر ان کو بھیر لائے میں ہی نہیں ہوں بدنِ اسِ نرم میں کبھی وعدہ کیا تھا تنہا آئیں گے ہم کسی دن دیکھا نہیں ہے تلوگو زری ہے ایک مدت چاہا الم نے اُسکو تو اسیں کفر کیا ہے دل ہے مشتاقِ وصالِ انکھیں پریشانیِ جال لے الم جبکہ توکل پہ رہے دار مدار</p>	<p>امید تجھ سے اتنی بھی اسے آسمان نہیں ہر اک سے آپ ایسی کیوں کرتے دل لگی ہیں اُس دن سے میری آنکھیں دروازہ لگی ہیں ویدار کو تمہارے آنکھیں ترس رہی ہیں عشق آدمی سے کرتے دنیا میں آدمی ہیں دیکھئے مشربِ ابنِ دود کو کیا ہوتا ہے اسکا حامی و مددگار خدا ہوتا ہے</p>
<p>اے الم عاشقی بڑی تھے ہے</p>	<p>دیکھ جی کا ضمیر نہو جائے</p>
<p>جب دیکھئے بندہ سوئے آسمان میں ہاتھ یہ قیامت تو مری جان نہ ڈھال ہوتی تو شب وصل ہوئی چار پہر میں رخصت</p>	<p>زادہ تبول بھی ہوئی تیری دعا کبھی دل چڑا کر نہ نظر تو نے چرائی ہوتی ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آئی ہوتی</p>
<p>نہیں پاس کوئی جس تماشا دیں ہوئی انتہا صبرِ مایلِ حرم کی</p>	<p>ادھر دیکھتے ہیں ادھر دیکھتے ہیں عزیزوں کے میزوں پہ دیکھتے ہیں</p>
<p>(الم) سید محمد زکی الم لکھنوی شاگردِ جناب مولانا مرحوم۔ اگرچہ دورِ موجودہ کے شعرا ہیں ہیں مگر زیادہ حالِ معلوم نہ ہو سکا۔ انتخابِ کلام درج ذیل ہے۔</p>	
<p>ہاتھ اٹھ کر کرکڑ کا جو قاتل کا تو بڑے پھول دستِ نازک سے قیس ناز کے ساتھ ہے لیلیٰ سنیاس کرنے لگے نامِ وفا جانار لوٹنے کو دلتِ وصل آئے تھے اس نرم</p>	<p>بڑھ گیا اضطرابِ بسل کا بے پھریِ خوں ہو عسادل کا دیکھ پردہ اٹھا کے محفل کا لے تو بالکل نہیں خوفِ خلابازار نقدِ دل بھی ہاتھ سے کود رہا جابازار</p>
<p>(الم) شیخ شریعت الدین عرت شاہ مول لکھنوی۔ بلادِ شرقیہ میں استاد مانے جاتے تھے</p>	

پہلے مولیٰ تخلص تھا پھر الہام رکھ لیا۔ لکھنؤ کے شیخ زادوں میں تھے۔ اور لباس فقر میں زندگی کے دن ٹیر کرتے تھے۔ زود گو اس درجہ تھے کہ روانی طبع سے دریا کی طرح بہتے تھے فارسی اکثر کہتے تھے چنانچہ دو دیوان بھی مرتب کر لئے تھے۔ لکھنؤ میں انکے معتقد بکثرت تھے بقول مشرفین ۱۳۹۳ء میں شتر پس سے زیادہ عمر تھی۔ منتخب کلام ملاحظہ ہو ۵

تری جدائی نے یاں تک ہمیں ملول کیا دیکھ انہو جسے کچھ سہا ب کا عالم اے ابر شرہ ناصحوں کی ضد سے تو کیا یا قوت کی زنگت پہ کبھی آنکھ بجاوے کل پر تو حسن رخ و لہار کے آگے مانی ترا و السدیہ السام ہو بند	کہ زندگی کے عوض موت کو قبول کیا آدیکھے وہ میرے دل بیتاب کا عالم سب ارض و سما سے نظر آب کا عالم دکھلاؤں اگر چشم کے خون تاب کا عالم پھیکا نظر آیا ہمیں متاب کا عالم کھینچے تو اگر دل کے تپ و تاب کا عالم
ارمی بیکسی تیرے ذریان ہوں	بڑے وقت میں ایک ترہ لگتی
قدرونے کچھ نہ جانی گوڑے یا نیک تھے	ناز بردار و نہیں پر نظام ترے ہم ایک تھے

(الہی) الہی بخش - الہی - سوداگر ریوان شاگرد امیر مینائی - غالباً یہ وہی شخص ہیں جنکا ذکر پہلے اثر تخلص کے ضمن میں آچکا ہے۔ کلام حاضر ہے ۵

بدگماں کیا وہ ستم ايجاد ہے بیلوں کیوں شکوہ صیاو ہے وے چکے بوسہ گئے سے بھی ملو بن سوز کر آتے ہیں وہ حشر میں حسن نگین شیخ حوروں میں کہاں	کی دبا بھی تو کساں فریاد ہے اور کچھ دن قید کی سبعاو ہے ایک نکلی ایک حسرت اور ہے اک قیامت میں قیامت اور ہے ان حسینوں کی فداست اور ہے
--	---

(الیاس) سید مہر علی صاحب زبیرہ نواب جاناگیر یا جنگ بسااور رئیس جیس آبادیلاو دکن - آپ کو میر غوث سید علی نقی کے نواسے جناب عارف سے ملندہ ہے ۵

الہی

الیاس

<p>حسن صورت آفریں ہو جائے تجھ پر آئینہ جائے حیرت ہیں جس دابر و دعارض ترے آپ بگڑے نہ اکدن ہے برابر کی یہ چوٹ</p>	<p>دیکھ لے یوسف لقاصورت اٹھا کر آئینہ زیر خنجر آئینہ بالائے خنجر آئینہ دیکھئے گا سورہ احسان ص پڑھ کر آئینہ</p>
<p>(امامی) سید محمد خورشید بلگرامی خلف سید افتخار علی ذرہ - محرم ۱۳۱۵ء میں پیدا ہوئے تھے اسلئے امی عت رکھا۔ پہلے اپنے والد سے پھر فرخ آباد جا کر مولوی ولی کے مدرس میں تعلیم پائی وہاں سے فنانع تحصیل ہو کر مذاق سخن بھی ساتھ لائے۔ فارسی میں صاحب دیوان و مثنوی تھے اردو میں بھی کئی مثنویاں آپ نے نظر فرمائی تھیں۔ کلام ہدیہ نظریں ہے ۵</p>	<p>گلہ کرنا نہیں کچھ میں تری نامہ زبانی کا آکے وہ داغ دے گئے دل کو بے</p>
<p>ہے احتیاج مجھ کو نہیں قیام بندگی</p>	<p>یادست تیرے عشق کا زنجیر کیا کرے</p>
<p>(امانت) میر امانت علی خلف علی ناگوری۔ جوانی میں کرنل سکندر صاحب کے بیاد میں سوار تھے بعد برخواستگی رسالہ جے پور جا کر ملازم ریاست ہوئے اور وہیں دافنا سے عالم بقا کو سداہار نیتہ فکار ملا خطبہ ہو ۵</p>	<p>دیکھ سناہ جو کو بھی امانت نے آنکھ اٹھا اعد رے رسائی دست جنوں کد اب ہم مرنے ہیں نشکی سے ساتی کب سے</p>
<p>(امانت) سید آغا حسن خلف میر آغا رضوی لکھنوی روضہ مشہد مقدس کے کلید بردار سید علی رضوی کی اولاد سے تھے۔ ان کی ولادت ۱۳۱۵ء ہجری میں ہوئی۔ ۱۰۱ کل مشق سخن میں مرثیہ گوئی کا شوق ہوا۔ میاں دلگیر سے جو اُس زمانے میں لکھنؤ کے مرثیہ گو یوں میں نامور تھے تلمذ حاصل کیا۔ چند روز بعد غزل گوئی کی طرف توجہ فرمائی چونکہ میاں دلگیر نے عذر کر دیا کہ میں اب غزل نہیں کہتا۔ اس وجہ سے انہوں نے بھی اصلاح یعنی ترک کردی</p>	<p>مارا ہو اتھا کس کی خدنگ بگاہ کا داسن کی راہ لی ہے گریباں کچھ کانے ظالم لب جام کو بھڑا دے لبے</p>

امی

امانت

امانت

بیس برس کی عمر میں کسی عارضہ کی وجہ سے امانت کی زبان بند ہو گئی۔ اور مجبوراً بذریعہ تحریر کلام کرنا اختیار کیا۔ اس عالم میں سنہ ہجری تک لگ لگ رہے۔ آخر کار پروردگار کا فضل شامل حال ہوا اور کسی علاج سے یہ مرض کچھ جانا رہا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کربلا جا کر خود بخود زبان کھل گئی تھی سو بارہ گویائی پانے کے بعد بھی تا دمِ مرگ زبان میں لکنت رہی۔ فرخِ سخن میں مے اور چیتاں کا بہت شوق تھا۔ ان کی تصانیف سے دیوانِ فرخاٹن انصاحت -

گلدستہ امانت - اندر سجا - اور اکثر مرثیے شائع ہو چکے ہیں۔ رعایتِ لفظی و صنائعِ بیان کا خیال انتہا کو پہنچا ہوا تھا چنانچہ اس وجہ سے اکثر لوگوں کے نزدیک ان کا کلام عام فہم شاعری سے گرا کر محض شائعِ جگت یا رعایتِ لفظی کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے بہر حال اپنے وقت میں لکھنؤ کے مشاہیر شعرا میں سمجھے جاتے تھے۔ اسیر - خواجہ برق - رنگ - بحر - سحر - گویا کے معاصر تھے دیوانِ تمام کلام میں سے انکی دو تصنیفیں سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہوئیں۔ ایک دوسخت دوسری اندر سجا امانت۔ دوسخت کی شہرت محض رعایتِ لفظی سے (جو حقیقت میں اپنے رنگ کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجے کی ہے) امید سے زیادہ ہوئی۔ اور اندر سجا کو ایک انوکھی اور دل چپ کتاب ہونے کے سبب قبولِ عام کی شہرت ہوئی۔ انکے دو نوحا جزوے لطافت - اور فصاحت - شعراے لکھنؤ میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ اردو کے شعرا میں ڈراما کی اشاعت کا موجد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو ان ہی سے انکی یادگار میں یہ ایجاد بہر کیف وقت کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل ہے۔ ۲۸ - جلوی الاولاد ۱۲۵۷ھ میں بغاوت سے استقامتِ انتقال کیا اور بقیہ لکھنؤ آغا خان کے امام باڑے میں دفن ہو گئے کچھ کلام انتخاب درج ہے

پریوں کی محبت میں ایک حال ہے دونوں کا	فسر زانہ ہوا تو کیا دیوانہ ہوا تو کیا
نیخانہ عالم میں دونوں ہیں دلا یکساں	ہشیار ہوا تو کیا ستانہ ہوا تو کیا
دیدہ تریں مرے پھرتی بینِ بغیض یار کی	دیکھ لو پانی میں لہراتا ہے جوڑا سانپ کا
نرگس کو باغیاں سے محل ہے حجاب کا	چوری کیا چمن سے کٹورہ گلاب کا

لطف اب زلیت کا سنگدوش ایام نہیں
 شراب محفل ساقی میں شمع جی نپے پی
 آنسو رواں ہیں زلف کیخیاں میں
 عروہ کا دنبالہ ہوشاطہ چشم باریں
 عشق کا خیر لگا ہے دل پہ کاری اندوں
 قاتل بچے نہ جان گئے گار زلف کی
 اندھیر ہے کہ آنکھ میں سرمہ کی جانیں
 پردہ اٹھا دوڑ سے محترم میں لوٹو اب
 نفس گل میں رات دن بس ہم ہوں اور بچاؤ
 اسے دل روشن فدا لئے حب لہو جانہ ہو
 موی گلشن گر نگاہ و زکس مستانہ ہو
 صحن گلشن میں جو قصاں ساقی مستانہ ہو
 بزم عالم کے ایسوں میں عجب اندھیر ہے
 خال زیر زلف پر مرغ دل عاشق بے لوث
 بزم عالم میں یہ بربخ ہے امانت کی دعا
 جو کھائیں نعمت دنیا کو ہم دل بے حلاوت ہو
 جلاتے ہو مجھے ایسا رکا دل رکھتے ہو ٹھنڈا
 تصور چاہئے ہر صبح اُسکے مصروف رخ کا
 ننا دھو کر کفن پہنے لہد میں جس سے جوئے
 کھڑے ہونے نہ پاتے تھے امانت ہو کہ محفل میں
 شیریں لبوں کے عشق میں ہے تلخ زندگی

کے نہیں یا نہیں شیشہ نہیں جام نہیں
 کب ایسی جا چسلاں و حرام دیکھتے ہیں
 موتی پرور ہا ہوں ترے بال بال میں
 سہے عصا درکار دوست مرد مہیا ہیں
 زخم کی صورت سے خون آنکھوں سے جاری ندوں
 تنوار کو کبھی ساکھ مار سیاہ میں
 اتنے حسین مہمانے ہیں اپنی نگاہ میں
 رکھو سبیل شربت دیدار راہ میں
 ساقی تھو ش ہوئے پر شیشہ ہو پیمانہ ہو
 اسے چراغ چشم شمع طور کا پروانہ ہو
 شیشہ ہوشاد شبنم کے ہو گل بیمانہ ہو
 کبک سودا لی ہو طو اُس چین دیوانہ ہو
 جان یوں پروانہ دے اور شمع کو پروانہ شو
 صید کی بھر گیا کمی جس نام میں یہ دانہ ہو
 شمع روئے یار سے روشن مرا کاشانہ ہو
 اگر نوک زبان پر چاشنی ترک لذت ہو
 کہیں برق غضب ہو اور کہیں بالابن حست ہو
 سحر کے وقت تہتر ہے جو نساں کی تلاوت ہو
 ترے بیمار الفت کو کہیں جلدی سے صحت ہو
 برا برابر وہ بیٹھے ہیں دبائے اُسکے زانو کو
 الفت کی چاشنی کا امانت مرہ ہے یہ

<p>ہوں ناتواں چلو نہ قیامت کی چال سے لبِ جان بخش کی الفت میں لبِ پر جان آئی مرا ہوں ترے چہر میں اسے یار خبر لے خدا کی یاد کرتے ہیں تجوں سے گرم صحبت سے فی سبیل اللہ بانی ان کو دوا سے آبلو کو چھ قاتل نمک اسے دل سانی کیجئے</p>	<p>ٹھوکر لگاؤ قبہ کو پائے خیال سے مریضِ شوق مرنے سے سہاکی دوا لئی ہے اب جان سے جاتا ہے یہ یار خبر لے یہی مذہب ہی نفوی ہی اپنی عبادت سے کانٹے اب دیکھے نہیں جاتے زبانِ خار کے کاسے سر ہاتھ میں لے کر گدا لئی کیجئے</p>
<p>(امانی) خواجہ امامی شاہماں آبادی خلف خواجہ آثمی شاہ گری میں وطن چھوڑ کر مشہد آباد جا رہے تھے مرنے خواری کو کب معاش کا ذریعہ بن گیا تھا چنانچہ دہرے اللہ میں شدت گر پڑے کسی مجلسِ عزائم میں بیٹھیں ہو کر عالمِ فناء کی راہ لی آپ کے طبعِ ادب و شوقِ کلام ہر نئے شہر میں شہینہ اور لطافت نے انکا تخلص امانی لکھا ہے اور بعض دیگر تذکرہ نویسوں نے امانی لطف کے قول کے بموجب ۷۷ سال وفات ہے یہ آپ کے کلام ہم سیدہ کا انتخاب ہے ۵</p>	
<p>گھبرا ہے مجھے غم نے عجب حال ہے میرا سینے میں جبرِ رُو ہو ترا چھوٹکے لے لے</p>	<p>اسے نالہ دل وقت ہے فریاد سی کا نمک دل سے خبر دار کر کے گھر ہے کسی کا</p>
<p>اُسکے کوچے سستی غبار اٹھا عندلیبو بے آواز صحر جھکیاں لے گلابیاں رزین نہیں جو قدرِ اشک - عالم سے</p>	<p>کون سا داں سے خاکسار اٹھا باغ سے موسمِ بہار اٹھا بزم سے جب وہ میگسار اٹھا موتیوں کا مگر دستار اٹھا</p>
<p>ماہ مکتے مکتے آخر ہی سے آیا رنگِ دل ہو چکا ہے غم سے خوں - ایہ جلدِ بیجا گیس اسے اپنی اس بصارت پر کہ ہر ذرہ میں آہ بحرِ سب لعل سے نہیں بچا بادل پرستے ہیں</p>	<p>آنکھیں تو پتھر اگئیں - بروہ نہ آیا سنگدل خوف ہے یارِ بند بے ادبھی کچھ رنگِ دل جلوہ گر ہے آفتاب - اور تابِ مینائی نہیں شباب آسا قیام! ہم بادہ نوشی کو ترستے ہیں</p>

<p>مسواوی جسایو خوش طالعی و کم نصیبی کو امانی تو ہوا تیغ تنافل ہیستی بسبل ہم ترا نزع فلک جوڑ سے جاتے ہیں اخر ہوسنگ میں کیا۔ کیونکہ ان کو رام کریں دو ایک بار بھی تیری نظر پڑے زاہد زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا</p>	<p>امانی! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ہیں بھلا بتلائیے کس پر کہا اب آپ کتے ہیں یا دآویں گے بت اتنا کہ جانتے ہیں بتوں کے دل ہوئے یارب تو آجین کام کریں صلاح و زہد رہے یہ۔ تو ہم سلام کریں شستر کس سے اتھا آیا ہے یہ شمع شمس کو</p>
<p>مینے پہلو سے گم کیا تجھ کو پتہ اشک آوارگی سے تو نہ ٹھہرا الحد سے منم تیری خود نمایاں چاہ میں کسی دل ڈبو بیٹھے کیوں امانی گیسانہ آخر دل خوش خواب میں ہیں مگر جواب تک</p>	<p>آہ دل۔ کن نے لے لیا تجھ کو مینے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو اس حسن چند روزہ پر اتنا غور رہا آہ! ہم کیسے دل کو رو بیٹھے کف افسوس اب ملو بیٹھے جاگے نہیں خفتگاں عدم کے</p>
<p>آنکھیں نہیں مندتی ہیں عجب ہی تپتے ہیں مدت سے سروکار غم بھر سیتی ہے بارہ منہ کیا چھوڑ دے بے رحم کی چاہ سیر گلشن کو میں جاتا تھا تو صیاد مجھے</p>	<p>یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے کچھ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نا ہے باز نہیں آتا۔ امانی بھی عجب کوئی ہے دیکھ کر دور سے بولا کہ شکار آتا ہے</p>
<p>نامہر کیو زبانی کہ تڑپتے تجھ میں</p>	<p>شمع شب دیکھ مجھے صبح تلک روئی</p>
<p>(امجد) مولوی علی احمد حسین امجد غفلت فضل حسین متوطن بدایوں حضرت مذاق مرحوم کے ممتاز تلامذہ میں ہیں صاحب دیوان فارسی وار دو ہیں۔ کلام حاضر ہے۔</p>	
<p>جسکو ہم سمجھے تھے اپنا وہ ہی دشمن ہو گیا بیگانے ہوئے اپنوں کے ہم آہل کر</p>	<p>رہنمائے راہِ الفت ہائے رہزن ہو گیا چھوڑا نہ ولے آپ نے بیگانہ بن اپنا</p>

اوروں کو کئے پلانے سے چھل ہوا ثواب	اک گھونٹ کیا جمی کو پلانگان ہوتا
حال اجمد کا نہایت ہے بُرا	دیکھ جب آؤ اُسے جیسا ہوگا
(امجد) مولوی سجاد علی خلیف مولوی جاد علی چودھری انصاری باشندہ گنور - دور موجود کے شعرا میں ہیں۔ یہ آپکا کلام ہے ۵	
دہر میں پھولا پھلا ہے گلستاں توحید کا	جا کے سُن ہر مرغ گلشن سے بیاں توحید کا
ہر اک جاگنی ہے کمانی تمہاری غضب جلیلا ہے جب کم سن میں جو اک بوسہ مانگا میں گلاباں میں	حیدوں میں شہر سقا جانِ تمہاری تو ہوگی قیامت جو انی تمہاری یہ کیا کم ہے کچھ مہربانی تمہاری
(امجد) شیخ امجد علی بناری افاضل میں نقشب سرفراز علی قسنت بریلوی کو کلام دکھایا پھر اُن کے اُسٹ و جناب رحمت سے تمنا اختیار کیا اور اب آخر میں حضرت داغ کے معتقد ہو گئے۔ کلام بہر رسیدہ کا انتخاب درج ذیل ہے ۵	
جب میں کستا ہوں وفادہ وعدہ مر جیاں نہوا آئے تو آئے وہ تربت پہ مری بعد فنا دیکھ جاتے کبھی آکر مری میت بلی کو وصل کی اُس بت کے ساعت پہ تاکِ آئینگی غیر کے سر کی قسم بھی کھائیے استہرا پر کسی کا لائے یہ کتنا سرِ محفل قیامت ہے جینھا ہے کرنے زندوں سے تعریفِ حوکی جسک جھلکی سے ہوئے طور پہ مونی ہیوش چال ہی تو نے زمانے سے جلا رکھی ہے ہے کتا ہے کوئی ذکرِ وفا پر میرے	ہئے کس ناز سے مکدیتے ہیں جی ایں نہوا زندگی میں تو یہ پورا مرا اراں نہوا تم سے اتنا بھی کسی رات مری جاں نہوا غور سے تو ہاتھ میرا سے برہن دیکھ کر خالی وعدے سے تو باتیں مری ہوتی نہیں یہ ہم پر جان دیتے ہیں یہ بہر کرنے والے ہیں خچے کے آج شیخ کو سوجھی ہے دھوکے لطف جب تھا کہ نقاب اسنے اٹھا لیا اپنی رفتار قیامت سے ملا رکھی ہے آپ ہی میں تو زمانے کی وفارکھی ہے

امجد

امجد

لیجئے لیجئے پلی لیجئے یہ پانی ہے۔	شیخ صاحب کا بحث آپ کو انگار اس سے
(۱۷۰) نواب نامہ جنگ امداد حسین خان صاحب بہادر خلیف نواب مظفر جنگ نیر نواب احمد خان بنگش فرخ آبادی - مذکرہ شوق میں انکا حال نظر سے گزرا۔ تبرکاز درج تذکرہ کیا گیا ۵	او جانے والے یہ بھی سنے کوئی اور کی طرح
جاتا ہے منہ چھپا ہے جو تا آشنا کی طرح	
(۱۷۱) حاجی امداد علی خان نیر نواب فیض الدعاں والی راسپورا احمد خاں غفاری کے شاگرد تھے پچھتر برس کی عمر پر اس مسئلہ ہجری میں انتقال کیا۔ یہ اُنکے شعر ہیں ۵	
شب خفا میٹھے جھانڈے سے دلبر ہو گیا گلبرگ کیا اپنا بیاساں داغ غمیر کا گل ہو گیا	گلبرگوں سے نہ مل امداد بقول نامہ ۶ داغ حسرت کے سوا خاک نہ حاصل ہو گیا
کرو شب نارسی روی روشن	جب جانیں تجھے کہ مدد ہے
(۱۷۲) مرزا امداد علی لکھنوی قسیم مبارک کلکتہ - مرزا علی جان شوق سے نذر تھا مسئلہ ۵ میں کلکتہ میں زندہ وسلاست موجود تھے مندرجہ ذیل شعرا کے طبع اور ہیں ۵	
افریز نامے دکھا چکے ہیں کہ دل تو کج لکھتے ہیں پھیسمہ دیکھئے آپ دل امداد کا امداد کو مکھو بونے عاشقی آتی ہے اس تحریر سے	زاق میں لطف اُٹھا چکے ہیں کہ ہم نہ لکھتے ہیں سج تو یہ ہے کہ پسند خاطر عالی تنو پڑھتے ہی نامہ مرا کہنے لگا وہ رنگ گل
(۱۷۳) فنی سید امداد علی خلیف سید بہادر علی مرحوم ساکن قصبہ رولپور تحصیل سکون ضلع راسہ بریلی ان کا دیوان ۱۳۱۵ھ کا مطبوعہ نظر سے گزرا۔ نہایت جانکاہی سے بچند شعر اُس میں سے انتخاب کر کے درج مذکرہ کئے جاتے ہیں محض موزوں طبع ہیں کلام میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔	
اب تو قابوس نہیں ہے دل مضطرب اپنا آگ دیتے ہیں لگا گلشن میں ہم پڑھوں اسکو میں کہ نہ گزروں میں تیری خبر کو جلوہ کوں و مسکاں دیتا دکھائی ہم کو	ہو گیا ہے جدا ہائے وہ دلبر اپنا گر مٹی الفتح کو لے یار کی ۶ عنایت نامہ جو لکھا دیا ہے نامہ مجھ کو رازِ مخفی کی اگر ہوتی ساقی ہم کو

سانے بورے کے تختِ سلیمان کیا تھا	کاش طبعی درجائوں کی گہ اہلی مہملو
(ادراو) شیخ اماد علی خیر آبادی برادر شیخ اسید علی - زمانہ حال کے شعرا میں ہیں۔ کلام حاضر ہے	
وہاں سینے پر یہ ابھرے یہاں دلیں یہ ابھرے کیا شگفتہ مثل گل دل بلبل قیدی کا ہوتا ہے شمسِ حسینِ جاناں ہوں کلیمِ اللہ سے کہہ دو تمنا پختی ہے سر کو حسرت خاک اُڑاتی ہے ہو جب سامنا تو بھی نہ لے امدادِ اندین دیکھا	ہمارے داغ ملتے ہیں تمہارے ابھرے جو بخت قفس تک نکست گل جب صبا لاتی ہے گلشن جلانے کو مرے دہن پہ لائیں شمعِ ایمن سے بٹ کر رو رہی ہے یکسوئی عشق کے دہن سے پڑے آنکھوں پر پردے وہ گل آنے جو چلے سے
یہ قدموں سے جینوں کے گلی ہے	نصیب اب تو چک اٹھے خناب کے
(ادراو) مولوی سید عنایت حسین باشندہ عظیم آباد پٹنہ - خان بہادر مولوی سید علی محمد صاحب شاد کے تلامذہ میں نامور ہیں۔ اچھا کہتے ہیں طبیعت میں درد اور کلام میں مزا ہے۔ اشعار بہم رسیدہ کا انتخاب حاضر ہے	
ہزار حرص نے جاکھا ہیوں سے کام لیا تمام غم کوئی درد آستانِ غلا دکھا دیا ہمیں کیا کچھ نہ چشمِ باطن نے یہ دوست چھٹا آج تو کل وہ ہوا سا ہی دہاں گزر کماں اس اپنے جسمِ خاکی کا	جو تھا نصیب میں اُس سے مگر سوا غلا تلاش جسکی تھی دل کو وہ دلر با غلا یہ کس طرح سے کموں اپنا مدعا غلا آتی نہیں کانوں میں سوا اسکے خبردار لباس تن اسی باعث بدل کے جاتے ہیں
اب عدم جانے کی نیاری ہے تیرے دیوانے تجھے ڈوبڑدھتے ہیں چھپے باغ میں کرے بلبل سرمہ کی عشق میں مثل شمع دہم نزع وہ آئے غیروں کے ساتھ	مر چکا فیس مری باری ہے یہ بھی اک طرح کی مٹاری ہے پھر تو قسمت میں گرفتاری ہے اُٹھے بزمِ ہستی سے جلتے ہوئے دیا اور اک داغ چلتے ہوئے

ادراو

ادراو

چلے نالے مانند تیر شباب	خود اپنے ہی شعلوں میں جلتے پڑے
کیوں غنی ہوں نہ ہم فقیری میں	ہیں گدا تیرے آستانے کے

(امراؤ علی) منشی امراؤ علی خاں۔ کوٹل کے باشندے مگر اکثر گڑھ میں رہا کرتے تھے۔ چرب زبان ایسے تھے کہ لڑکوں کو سانس بولنے کی مجال نہ دیتے تھے اور قوت بیان نہ دہن دیتے تھے اور تیزی حافظہ کی بدولت کالموں کے پہلو پہ پہلو بیٹھتے تھے۔ اور کسی سے بند نہ ہوتے تھے۔ صمد الفاظ انگریزی۔ فرانسیسی اور ترکی کے اذہر تھے۔ ستر برس کی عمر میں قتل نہ فرما تھا کیا نزع میں دیکھ تو بولے نصحت یا چرا سے دو بھول کر کسی نے چڑھائے آزاد دیے

(آئین) میرامن دہلوی۔ بڑے نامور اور خاندانی شخص گزرے ہیں۔ جن شعر میں کسی سے اصلاح نہیں لی۔ اپنی طبیعت کی موزونی سے آپ ہی آپ شاعر بن گئے۔ بقول مسٹر نیلن۔ میرامن خود فرمایا کرتے تھے کہ شاعری میرا پیشہ نہیں ہے۔ میں کسی شاعر کا بھائی ہوں میری آرد و نکساں آرد و سہے کیونکہ میں دلی شاہجہاں آباد کا روڑا اور میں کا پرورش یافتہ ہوں۔ میرامن کے آباؤ اجداد جاوید جاوید بادشاہ کے وقت سے مغلیہ بادشاہوں کی خدمت میں باعزز ہے۔ جب مغلیہ سلطنت کو زوال آیا اور سورج سل جاٹ کی حکومت کاؤنگا بجاتا ہو چکی جاگیریں ضبط ہو گئیں۔ احمد شاہ درانی کے عہد میں جب انکا گھر نکال گیا تو اس وقت سے میرامن نے اپنا وطن چھوڑ کر عظیم آباد کی سکونت اختیار کر لی کچھ دنوں بعد بسلسلہ روزگار رکھات گئے چند ہی روز گزرے ہو گئے کہ سلسلہ میں منشی میر بہادر علی صاحب نے ڈاکٹر گلگست صاحب کے مدعو پر پیش کر دیا اس روز سے بے روزگاری کی شکایت رفع ہوئی اور گلگست مسکن ہو گیا چار روز پیش کے قصہ کا آرد و ترجمہ ہو سو مہ بلخ و جارا نہیں کا کیا ہوا ہے اور اس قدر قبول ہوا ہے کہ صدمہ مرتبہ مختلف مبلعون میں محبوب چکا اور ابھی چھپے جاتا ہے۔ اس زمانے کے مذاق کے موافق یہ قصہ نہایت دل چسپ اور بہت مرغوب ہے۔ اس کی آرد و وصات و سلیس

اور عام فہم ہونے کے علاوہ مستند و با محاورہ ہے۔

میر آئین پتے اور پورے شاعر تھے۔ گرافٹوس ہے کہ انکی پوری غزلوں کا چنٹیں لگتا مجبوراً انتخاب کلام میں بطور نمونہ ان کے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں جو انھوں نے باغ و بہار کے آئین میں بطور نمونہ تاج خود درج فرمائے ہیں اس سے بھی ان کی انداز طبیعت کا اندازہ ہو سکتا ہے اگرچہ کہیں کہیں اشعار میں اپنا تخلص لطف بھی ظاہر کیا ہے مگر زیادہ تر آئین ہی منسوب ہے۔

مرتب ہوا جب کہ باغ و بہار لرو سیراب اسکی تہرات دن خزاں کانیں اسیں آسیب کچھ مرے خون دن سے میرا ہے بچے بچوں جا بیٹھے سب بعد مرگ اسے جو پڑ ہے یاد مجھ کو کرے خطا اگر کہیں ہو تو رکھو معاف ہے انسان مرکب ز سہو و خطا میں اسکے سوا جانتا کچھ نہیں تیری یاد میں میں رہوں دم بدم نہ پریش کی غمتی ہو مجھ پر کہیں تو کوئین میں لطف پر لطف رکھ	تھے سن بارہ سو تیرہ در شمار کہ ہے نام و تار بیخ باغ و بہار ہمیشہ تر نواز ہے یہ بہار یہ نسبت جگر کے ہیں سب برگ و بار رہے گا مگر یہ سخن یا دو گار یہی قاریوں سے ہے میرا قرار کہ بچوں میں پوشیدہ رہتا ہے خفا یہ چو گے گا ہر چند ہو ہوشیار یہی ہے دعا میری اسے کرو گار کئے اس طرح میری میں و نہار نہ شائبہ گو رکی اور نہ روز شمار خند آیا بحق رسول کبار
---	--

(اُمّی) مرزا بشیر بیگ کہیں برادر حمید اللہ ولد داروغہ و منصف مرزا کا پوتا فرمایا و شاہد راہ نام دہلی کی علم سے بے بہرہ اور شاہد غیر کے شاگرد تھے۔ ترتیب گلشن بیخار سے پیشتر جوان دہلی میں انتقال کیا۔

جس نے خیر ہم سے ہیں شکو امول لیتے ہیں جی و ہر گنا تھک کہ پہنچے ہیں نہ آجائے نچک	تیری زلفوں کے سودے سے یہ سودا ہل لیتے ہیں ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے ترے تراجان کے ہاتھ
--	---

گر عی سے سے زبیں پر آٹے پڑتے ہیں کیا؟

اے کھٹاں! اسیں منیلاں کی بھی چرتی تجاں ہے

امید (امیر احمد رضا معروف بہ تزلناش خاں) - انکا اصلی وطن جہان تھا۔ یام شباب میں اسفغان آکر مرزا طاہر وحید کے شاگرد ہو کر کسب کمال کیا اور عالمگیر بادشاہ کے اخیر زمانہ میں مرزا ہندوستان ہوئے۔ بہادر شاہ کے زمانہ میں منصب ہزاری پایا مگر اس اعزاز پر شکر منوئے چنانچہ فرماتے ہیں

مثیل بلبل کہے ہوں سدا نالاں

یہ مرا منصب ہزاری ہے

معزالہ بن جہاندار شاہ کے عہد میں دکن میں کسی خدمت پر مامور ہوئے۔ چنانچہ جب امیرالامرا حسین علی خاں نے داؤد خاں ناظم برہانپور پر فتح پائی تو یہ معرض تخفیف میں آئے اور حاضر دربار امیرالامرا ہوئے۔ چونکہ سنیۃ علم مجلس و مرزا جہانی امرا میں ملکہ راسخہ حاصل تھا۔ امیرالامرا چند ہی روز میں ایسے خوش ہوئے کہ صوبہ کرناٹک کا داروغہ کر دیا۔ چنانچہ ارکاٹ جا کر کئی برس وہاں رہے بعد زوال دولت سادات باریہ نواب مبارز خاں ناظم حیدر آباد کی رفعت انتہائی کی۔ چنانچہ علیحدہ میں جب نواب نظام الملک آصفیہ نے مبارز خاں کو میدان جنگ میں شکست دی تو یہ بھی امیر ہوئے۔ چند روز میں ایک غرضی منکوم اور غزل نواب کی تعریف میں لکھ کر بھیجی جس پر ازادہ قدرانی جاگیر قدیم بہستور بھال ہوئی۔ اور قلعہ داری سنی سرک کی جہاں ہرے کی کان بھی مزید شایع عطا ہوئی۔ چنانچہ چند سال نہایت تزک و اعتناء سے بسر کئے۔ انہیں یام میں سعادت حج سے بھی مشرف ہوئے۔ علیحدہ میں جب نواب آصفیہ دہلی طلب ہوئے تو یہ بھی ہر کاب حاضر دربار ہوئے۔ چنانچہ میر غلام آزاد اپنے تذکرہ میں بقیہ مہجوبال ان سے طاقی ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ باوجود ولایت نرائی ہندی راگوں کے گانے اور سمجھنے میں نہایت ذہب کمال حاصل تھا۔ اور لطیفہ گوئی میں پیش تھے۔ جس زمانہ میں نادر شاہ نے دارالخلافہ کو لوٹا آپ وہیں موجود تھے۔ جب بعد مراجعت نادر شاہ آصفیہ واپس دکن جانے لگے تو یہ دہلی کی محبت کے واسطے دیکری چھوڑ کر میں کے ہر رہے

آخر ۱۵۹۹ء میں سکے کی بیماری سے انتقال کیا۔ فارسی میں ۸۰۰۰ بیت کا دیوان ہے
ہندی میں گاہے گاہے بطور تفریح شعر کہتے تھے ۵

تیری آنکھوں کو کبھیہ ڈرتا ہوں	الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں ۶
یارِ بن گھر میں عجب صحبت ہے	درو دیوار سے اب صحبت ہے
دردِ دل اُس سے جو ہننے لگا	ایسی حاصل ہوئی کب صحبت ہے
دستِ اختیار ہے زیرِ سربار	آج امید کو مہرب صحبت ہے

(امید) مرزا علی اعظم علی امید مرحوم خلف مرزا فتح علی خاں ہروی رسالہ ارشابی نواسہ میر
شجاعت علی بہادر رئیس مدراس - علم و فضل و فن سخن کی تحصیل مولوی محمد صادق زہت لکھنؤ
اور مرزا حسن علی خاں بہادر حسن دہلوی سے کی تھی ملا محمد شریف دیرانی کے مرید تھے ۱۲۳۵ھ
میں سیکر کا حیدر آباد میں ملازم ہوئے اور درجہ بدرجہ ترقی کر کے ۱۲۵۳ھ میں عہدہ جلیف
تعلقہ داری صد تعلقہ - فرخندہ بنیاد حیدر آباد پر زمان وزارت معارف چند دلال میں سر فراز ہوئے
فارسی کا ملکہ اچھا تھا اور زیادہ تر اسی زبان میں سخن طرازی کرتے تھے غمہ اکثر کہتے تھے حافظ
کی اکثر غزلیں پرمع لگائے ہیں ۱۲۵۷ھ میں آپ کا محمد بنظیر مومہ مجبور علی امید شائع ہوا تھا
وہ راقم کے پاس موجود ہے۔ انتخاب ملاحظہ ہو ۵

دل میں جس گریں آنکھ میں نہ ہو جلی ہو	ہر چند بھولے وہ بھلا یا بھائے گا
یار اچھا ہے مگر ساتھ ہیں اختیار بہت	گل تو خوشتر گئے ہر گرد خس و خوار بہت
نیرے ہونٹوں میں شفا آنکھوں میں امر ہے بھلا	باہر آہر چند ایٹھے ہیں بیار بہت
فانوسِ دل سے بہتر کیونکر ہو آگینہ	اشرف کے برابر ہرگز نہ ہو کینہ
اگرچہ حسیل ہر اب میاں ہوں	تمہارا ہی دعا گو ہوں جہاں ہوں
نہیں رک خس جلانے کی بھی طاقت	اگرچہ سوزِ دل سے شعلہ سا ہوں
یہی آئینِ دلاری ہے پیارے	جو ناحق مجھ پر تو ایسا خفا ہے ۶

بجز اس کے دیدار کے اور جہاں میں
ماشوق شب فراق نہ روئے تو کیا کرے
کسی شے کی مجھ کو تمنائیں ہے
اشکوں سے اپنے لئے کونہ دھوکے تو کیا کرے

اسید

(امید) امید غلط اور شاہد منشی فرحت علی نام تھا۔ نواب ڈوہی کلب حسین خان بہادر کے ملازمہ میں ممتاز اور نامور ہونے کے علاوہ اپنے استاد سے عید الفتح رکھتے تھے۔ اور اکثر انہیں کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ اُردو میں صاحب دیوان تھے چنانچہ ان کا قلمی دیوان راقم تذکرہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ جتندر کلام نظر سے گزرا، اس سے انکی نازک خیال اور خوش فکری ظاہر ہے۔ زبان بھی صاف ستھری ہے اور بندش بھی درست کبھی کبھی زحمت غلط بھی کیا کرتے تھے زیادہ حال معلوم نہیں۔ اب کلام ملاحظہ ہو ۵

بے فائدہ کرتے ہیں درد میری اہلبسا
بیمار تری چشم کا چھانیں ہوتا

سینہ میرا جو داغ داغ ہوا
دیکھ کر یار باغ باغ ہوا
بازوئے قاتل کو جب تکلیف ہو کیا لطف
آپ بندہ کشتہ تیغ ادا ہو جائیگا

دوش اغیار پڑھو یا بنانہ پس مرگ
شیر و چھوڑا نہ صنم تو نے دلِ ناری کا
زقتِ یلی میں محنوں نے جو کینچی آہِ گرم
خاک سابس جلکے سارا بخت کا بن ہو گیا
سینہ کو داغدار کیا تم نے کیا کیا
لالہ کو شہرِ مسار کیا تم نے کیا کیا
سجدہ کروں بت خانہ میں کیونکر نہ صنم کا
نقشہ رخِ ابرو میں ہے عجب حرم کا
دستِ قاتل میں کل جو خنجر تھا
اک جہاں ہاتھ میں لئے سہرا تھا

ساریاں روک ناقدِ بیلے
فیض سے اب چلا نہیں جاتا
یونہی کہ با وفا ہیں آپ
نہیں معلوم ہے کہ کیا ہیں آپ
یونہی سے آشنا ہیں آپ
آشناؤں سے یونہی ہیں آپ
مٹی کے مولِ خونِ عاشق ہے
ہاتھوں میں ملے کیوں خاں ہیں آپ
سحرِ کھنجر سے اب جدا کیجیے
دردِ سحر کی مرے درد ہیں آپ

اُسکو میں ساتھ لئے جاؤں گا اپنے تر خاک
 وعدہ وصل کیا ہے تو کرا ب اُسکو وفا
 زنجیر زلفت ہاتھ نہ آئی کسی طرح
 بلے دشت داہرے دیوانگی پو
 دیکھتے ہیں جب وہ کھڑا چاند سا
 بسمل مجھے کیا ہے تو اب قتل بھی کرو
 باغیاں بکھو ہے اب طاقت پروانگیاں
 یہ خوف ہے کہ نہ ساتھ اسکے دل بھی آئے گا

نشنگی ہے زیادہ زخمی کو
 تمنے تو فدا محوش کیا ہم کو دیکھن
 یہ آپ ہی تھے کہ یوں مفت لیکھنے ہستے
 پس مردن بھی لی دیوانہ پن کی
 گراں حد سے زیادہ ہے تراجم
 پتہ ایلی کا معنوں نے نہ پایا
 قیدِ بلبل آہ بے سعاد ہے
 بلبلیں شاید کچھ ٹھیں قید سے
 بلبلو فصل بہار آئی ہے کیا
 عہد میں تبر کے یہ ہے اولیٰ شغل

جان شیریں جا بگی شیریں نہ بٹھائی پر
 جلا تارن بجلی سے حضرت موسیٰ
 حسین ہیں باغِ جاں میں کہ درتوں سے بری

تیر سینہ پہ جو مارا ہے کماندار نہ کھینچ
 دل امید کی امید کو اسے یار نہ توڑ
 پاؤں میں سہنے پنہیں ختم بڑیاں تنک
 اپنے سایہ سے بھی رم کرتے ہیں ہم
 سورہۃ الشمس دم کرتے ہیں ہم
 بسمل چلے ہو چھوڑ کے اسیری جاں کمال
 اونچی کیوں کرتا ہے تو باغ کی دیواروں کو
 ہمارے سینے سے قاتل نہ کھینچ پیکاں کو

پانی خمیر کا دو ثواب کرو
 ہم کرتے ہیں لے یا نہیں یا پوش
 ہر اک حسین کو دل ہم دیا نہیں کرتے
 اُڑائیں دھیمیاں سینے کفن کی پو
 مری چھاتی پرسل ہے لاکھن کی
 بست ہر چند چھانی خاک بن کی
 کس قدر بے رمئی صیاد ہے
 باغ میں شورِ مبارک باد ہے
 اندنوں زنداں بست آباد ہے
 دوست پامال اور دشمن نثار ہے

تیشہ فراد سے آتی ہی آواز ہے
 اگر نطفہ رہ کی ہم اُس کے آرزو کرتے
 کہ گھل قبا کی نہیں اپنی شست و شو کرتے

جان سے اپنے گنہگار کو مارا تو نے اپنے بیمار کی صورت نہیں چھانتے ہو حشر کا کل سہر بازار بجا ہوتا ہے منہ پر ڈالے ہوئے آنا ہے نقاب اپنے وہ خویش کیا ہے وصل کا اُس نے امید دار مجھے بند آنکھیں نہیں ہوتیں جو پس مرگ مری کیوں نہوں قافلہ میں قسمت پر کسٹ سکتا نہیں ہمارے خوش بہا کی فکر میں میوہ قاضی ہے تو ناحق تیغ و خنجر پہلو دکھاتا ہے اوقات	ایک بوسہ پر کوئی ایسی مزا دیتا ہے اے صنم یوں کوئی دل لیکے بھلا دیتا ہے آج قیدی ترے گیسو کا رہا ہوتا ہے ہائے یوں وعدہ دیدار وفا ہوتا ہے مذہب حشر کے دن تلکے انتظار بچھے اب تلکے مجھے دیدار کی حسرت باقی لکھ چکا جو کا تب تقدیر اپنے ہاتھ سے کہ ہم قافل سے راضی در قافل ہی ہے ہمارے قتل کو جنبش فقط ابرو کی کافی ہے
---	---

(امید) مولوی سید محمد جعفر امید لکھنوی آپ لکھنؤ کے مشہور خاندان اجتماد کے ایک کرکنجے اور نواب عاشور علی خاں صاحب مرحوم سے فن سخن میں استفادہ کیا کرتے تھے ماشقانہ مضامین کی طرف کم توجہ تھی زیادہ تر حمد و نعت لکھتے تھے۔ اشعار ذیل انکی طبیعت کا نتیجہ ہیں آپ کے زمانہ میں مولوی سید مصطفیٰ علی صاحب خورشید نامور گورے ہیں۔ بارہ پندرہ برس ہوئے انتقال فرمایا ۵

ایک دن رو بھی نصرت ترغی سے ہوئی روح رونے سے غمزدہ بنے نہ ٹھیری دم بھر کیا ہے لن ترانی نے قوی دعویٰ بعیرت کا بڑے تھے جو جی بے سن و رمت سے بھی کچا گئے چلے فلم اُس کو کیا باغبان نے ترازم بھی تو ہے جیسا بے غفار	صاحب خانہ جسے سمجھے تھے مہماں نکلا بندہ برستے ہی میں گھر سے مے مہماں نکلا وہی مینا ہے جو قافل ہوا ہے نفی رُمیت کا نہ ان پر بھی کھلا پردہ تری کٹہ حقیقت کا جس شاخ پر چین میں مہیں آشیانہ مرے گنہ نہیں گشتار کے قابل
شوقِ یہ سہرِ عدم کا کم نہیں	وہ چلے جاتے ہیں جنہیں نہیں

اسید

(امسید) فتنی سید محمد علی امید متوطن ایٹھی نواح لکھنؤ۔ زمانہ حال کے شعرا میں ہیں۔
شوکتِ الفاظ اور رعایتِ لفظی کی طرف زیادہ میلان طبع ہے جس سے آپ کی استعدادِ علمی کا ثبوت
ملتا ہے۔ گنہ مشق اور نازِ کنیاں سخن سنج ہیں۔ آپ کے کلام میں فارسی کی ترکیبیں زیادہ ہوتی
ہیں مگر ایسی کہ غیر بوزوں یا تافانوس معلوم ہوں۔ کلام کا انتخاب بدیہ نافرین کیا جاتا ہے۔

چشمِ حیراں کا گلہ ہے بالِ ب خاموش کا
صدِ مدبر و درودہ ہو جو محنتِ سرا سے ہوش کا
جسمِ باراک روح کا تھا سویاں اک دوش کا
کب تکمتی ہے قیامتِ مہتری پا پوش کا
جہاں لب ہونا تمہارے عاشقِ مدوش کا
دمِ سلامت چاہئے اسید صبا نوش کا
پہلوئے خستہ سے اویزِ گلن تیر نہ بکینچے
میں نہ کہتا تھا کس شوخ کی تصویر نہ کھینچے
وہ کیوں منت کش دستِ جنونِ فتنہ پرور ہو
کہ جلد اگر مر یک نالہ ہائے قلبِ مضطرب ہو
غمِ گل سے تنِ بلبل بھلا اتنا تو لاعنہ ہو
سمجھ ہو جائے وہ مہوش اگر پردے سے باہر ہو
چمن میں دستِ بارواں گل کی کشتِ آبِ ہو
عروسِ آرزو سے دید پردے سے نہ باہر ہو
لباسِ توبہ نذر آتشِ صبا ہے احمد ہو
بیانِ دردِ دل منت کشِ تابِ بیاں کیوں ہو
عیانِ ہر جو چمنِ پیرا وہ انکھوں کےاں کیوں ہو

کیا تصویر اسے عرضِ مطلبِ حیرت پر چوڑی کل
حیرت آباد تجلی میں نہیں اُس دل کا کام
خج قاتل میں ترے قرباں بڑا احساں کیا
پائے نازک کو ذرا دے خصلتِ مشقِ خرام
ہستیِ حسنِ تغافلِ پیشگی کا سہ گواہ
کہ نہو گا شورِ نوشا نوشِ صبا و اعظو
یا دگارِ دلِ وارفتہ ہے یہ رہنے لے
نکھل تصویرِ باب کون ہے حیراں فانی
جسے اسے جیبِ دواں ذوقِ عیانی میر ہو
ارے نور و ٹخنے والے یہ کتنا جانیماست
برنگِ بوئے گل آتہ ناچرے صحیحِ گلستاں میں
ضیہا پر اپنی نازاں آفتابِ صبحِ محشر ہے
پریشاں خاطر صبا کی لائے جو رنگِ پنا
ادھر رُخ سے نقابِ اُلٹی ادھر جہتِ کجِ رُخی
اُٹھا ہے ابرے اسید و اعظو کے جلانے کو
تکلمِ خیر ہے ہمدِ مرا اندازِ خاموشی +
نماشا کے منظر ہے گلِ دانا کا نغمارہ +

حرم اور دیر کیا کم ہیں عس و کی جبریاں کو
 لونی پہلو جفا کا ہونہ ہوا میں بھی ہے منہم
 برا ہونا یہ سدی کا کہ دل آخر لمبو ہو کر
 جھلا دیکھوں تو کیونکر شوق وصل میں شمع جڑو کا
 لگ بیگانہ و ش وہ دیکھئے امید مٹھا ہے
 اتے ہی اُس فتنہ محشر کے بریا ہو گئی
 ذکر سے آج اُس شہ اطہر کے واعظ فائدہ
 حسرتیں کس کی نکالیں کس پر حیاں کر چکے
 ذوق لذت کی طلب کا دیر لب زخم اب ہوا
 وہ سنگم اور یارب چسارہ و رہنما
 بھول جاؤں ماسوا کو ایک تیری یاد میں
 رہیں بادہ مگر رنگ و لہج پارسیاں ہے
 دل میں ہلاک جلوہ الفت فریب گل

لگے جھکویہ داغ اسے بت دہ تیرا تاش کوئی
 یہ آج امید پر آخر تم اتنے مہرباں کیوں ہو
 برنگ اشک حسرت گر چڑچشم تمنا سے
 نکلیا تا ہے میرے وسعت آباد تمنا سے
 مری جاں چشم بد و در آپ کی بزم تاشا سے
 اک قیامت اور بھی اہل قیامت کیلئے
 جو اٹھا کی ہو فردائے قیامت کیلئے
 کیا یہ حال اپنی قیامت کا تم مہرباں کر چکے
 وہ پشیمان ہیں کہ چمنالی مکداں کر چکے
 خود نقش آنا میں آج اپنی قسمت پر مجھے
 اوافضل خود لگا لے اپنی عادت مجھے
 یہاں تک جسد وہ گل پر وہ سوز دین وایاں ہے
 لب غنچہ شکر ریز قسم ہائے پناہ ہے

امید) منشی سید رشید الزماں قادری آپ کے والد منشی سیدنا ظہیرین رودی کے باشندہ
 ہیں مگر آپ خود بچپن سے اپنی نانمال اجود حیا میں اقامت گزیریں ہیں اپنے انٹرنس کے
 وجہ تک تعلیم پائی ہے دس برس سے ہاتھ پاؤں سے معذور ہیں جناب کمال سے نمد تھا
 اب منشی عباس حسین صاحب قصاحت سے استفادہ کرتے ہیں کلام ہم رسیدہ کا انتخاب بچہ ذیل

کبھی کبھ تو کبھی دیر کلیسا دکھیا
 حرم و دیر و کلیسا کی نہیں کچھ تخصیص
 جان سے لینا ہے یہ عشق تیاں کا آزار
 مسکرا کر کوئی بولا طلب بوسہ پر

تج کو ڈھونڈنا نہ کہاں اور نہ کس جادو کی
 جس جگہ دکھیا دیاں تیرا ہی جلوہ دکھیا
 پیش آیا وہی جو پہننے کما تھا - دکھیا
 منہ بھی ہے اُنہ میں اپنے اپنا دکھیا

پلاتے عدد کو ہیں سے دہم دم	مرے مانگنے پر کسا۔ ہو گئی
فقط اک ترے شربت دیدتے	مريضوں کو تیرے شفا ہو گئی
کہاں جاتی ہے دل سے لے یا دیار	اری بے مروت خفا ہو گئی

امیر (۱) نواب محمد یار خاں امیر خلیفہ نواب علی محمد خان برادر نواب عبدالمد خان جب نواب فیض الدخان ان کے بڑے بھائی کو نواب شجاع الدولہ نے راسپور کی ریاست عطا فرمائی تو چھاپس ہزار روپیہ سالانہ ان کے مصارف کے لئے بھی مقرر فرمائے۔ جو ان مرزا منش۔ نازک طبع۔ صاحب مروت و خوش سلیقہ۔ جرأت و سخاوت میں اپنے امثال میں ممتاز عالی چھلکی و فیض سانی میں زیدہ روزگار تھے۔ فن موسیقی میں یکتا سے روزگار سمجھے جاتے تھے۔ نکتہ فہم و نکتہ سنج و قدردان اہل کمال تھے۔ بخوبی ہی مشق میں ریختہ میں بھی اچھا ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ خوش تلاش اور مضمون آفریں تھے۔ مصوری کا بہت شوق تھا فن شعر میں مصحفی اور قائم سے مشورہ فرماتے تھے۔ بہت سے اہل کمال مثل قدوسی لاہوری اور میر محمد نعیم ان کی سرکار میں ملازم رہے لہذا لفظ شاعر میں انتقال کیا کلام ملاحظہ ہو ۵

بیٹھے بٹھائے کو چنے قافل میں لے گیا	یا رب بُرا ہو اس دل خانہ خراب کا
ساتی گزک کی کچھ نہیں حاجت شراب دے	ہم دل جلوں میں آبِ دہ ہے کباب کا
کوئی گزر ترے گویں نہ گزیرا ہو گا	جو گزرا ہو گا توجی سے گزیر گیا ہو گا
نہ جانے شور ہے دریا میں کس تابدہ اختر کا	کہ محرابِ صدف میں محو سجدہ سر ہے گوہر کا
کیا تو نے دیا تھا مجھ کو ساتی	شیشہ میں تو واہ کچھ نہ بکلا
جس سر میں ہے جیوں حباب و جو	واں زیر کلاہ کچھ نہ بکلا
شکست و فتح میاں اتفاق ہو لیکن	مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
یا دکر ناہی مرا آپ کو منظور نہ تھا	گو کہ شبِ تھی پسِ انا بھی تو کچھ دور تھا
شوخیں اپنے لو کہیں کی نہ کچھ پوچھ رہا	کو نہ سدا دل تھا کہ انا تھو نے ترے چور تھا

<p>کیا جانے منتظر ہوں میں کسکے دُوم کا لیجئے نام صبح کو تجھے تو شوم کا ہوتے ہمارے کون ہوشیاق بوم کا جباب آسا ہے جگلز ایک نفس کا چلتا ہے جس ادا سے مرا خوش خرام آج ہونا ہے ہوا کل کو جو ہے تن میں نفس آج ہم سارے موجود ہیں بندے نہیں اُس آج یہ آہ مری کرتی ہے کم بخت اثر جلد جب تخم زہرِ خاک ہو تب ہر شجر بلند</p>	<p>اتکے ہے آج صبح سے در پر مری نگاہ کیا بوسہ جس پشام سے ہے اتنی نال بال سایہ ترا میں چھوڑ کے جاؤں کہاں امیر کہاں کی عمر کس کی زیت یہ سب کیوں سرور کسکی جاں میں دیکھی ہے پھین کس زیت پر ماند جباب اتنی ہوس آج کیا جائے نال ہے مرے قتل پر پیارے کرتا قہے تو مجھ پر سنم ایک یہ ڈر ہے پستی طلب کر آپ کو چاہے ہے گر بلند</p>
<p>مرد مرتے ہیں آن کی خاطر کیا کریں اُس جوان کی خاطر چاہئے کچھ نشان کی خاطر الما ترا غلط ہے اور انشا ترا غلط بولاتیاں سے شیوہ مہر و فنا غلط نہیں عاشق کو تیرے آج ہی کل عجب عقدہ پیش آیا ہے لاصل</p>	<p>ڈر یو اے دل نہ جان کی خاطر جی بھی دے ہے کوئی پر ہنسنے دیا دواغِ دل لے چلے گلی سے تری میں درودِ دل لکھا تھا اُسے پر بکے یوں کسا میںے کہا امید وفا ہے مری صبح ہے فردا کا یہ وعدہ کیا قیامت ترے بند قبا کیوں کر کروں وا</p>
<p>جائیں گے کس طرف کو ہر آئے کہاں سے ہم</p>	<p>کیوں سیل کچھ تجھے بھی خبر ہے کدش آج</p>
<p>پر آپ سے بے خبر گئے ہم جیسی کرتے ہیں بے خبر باتیں</p>	<p>ماہیتِ حسیق خوب سمجھے سب خبر رکھ برائی سی کر باتیں</p>
<p>یہ اگر جھوٹ ہو ہم ماتمہ تسلیم کرتے ہیں آپ تو روزیہ بندے پر کرم کرتے ہیں</p>	<p>آپ کچھ فیروں کو جھپ جھپے رقم کرتے ہیں آج کیوں دیتے ہو ہوتوں میں چاکر گالی</p>

آتا کچھ اپنا عیب ہے کیا بندہ خانہ میں دیکھوں ہوں جب تجھے تو اسی ہی فسانہ میں	کرتے نہیں کبھی جو قدم رنجہ اس طرف جز عشق اور بھی ہے کوئی ذکر لے ایسر
بوچے تو تو لوگ تجھے کیا کہیں دیکھ تو اس امر میں دے کیا کہیں	کر نیکوئے شوخ میسے قتل کے قلم دور بخا پاس بیٹھے ہیں ایسر
مٹ گئے آپ ہی جن وقت تو بھر نام کہاں ہے حل عقد دہر مرے دم قدم کے ساتھ سائے ہو کے ترے شمن فرد کہیں تو یہ دل کی بات ہے دیکھ کسی میل سے کبھی ہر پرتم اپنے ٹک اے چشم ترا آج تو ایسے اک مفلس کے ہاں گھول کر آجاؤ تو کچھ بچنے بچھڑے بھی آتا ہے دل آزاری سے کیا ستم آدمی ستا نہیں لاچاری سے اے مری جان کے دشمن تو کہہ جاتا ہے جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنو جاتا ہے پیارے کسی کا ہاتھ کیسی زباں چلے آئے توحید بک تھے پہ کتنے گرہاں چلے آج اگر جان سے چھوڑے ہے تری باد مجھے	اپنی ہستی پر ہیں سو قوت جھانکنے جھگڑے شل جاب گو کہ ٹبک سرہوں پر آئیر تاب کیا آئندہ کو ہو دے مقابل تبرے جو حالت در دول کی دل پگڑے ہو دول خانہ نوح کے طوفان کی شدت کو عالم بھول جائے جی سو کیا ہے کرے ایثار جو تجھ پر آئیر جی میں جو آدے سو کیجے پھیرے یو چوں ہوں بس میں آیا جو تمہارے اُسے چاہو سو کر دے یرے گھر جانے سے بس اپنا نو گھر جاتا ہے ہائے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب گر وقتِ ذبح نالہ کیا مینے کیسا ہوا کن سرہوں سے چھوڑ کے ہم یہ جہاں چلے بھول کر بھی نہ کبھی عشق کا بون گام بھرانام
خوش رہے ہیں اپنے اک آرام سے	دیکھو مست ایذا ہیں اے شوخ چشمر
بل کہا کے لگا کہنے میاں لیتے ہواں ہے اک باد کے چھو کے مین ہم ہیں نہ نقاش ہے بولایں جو مر جاؤں لگا کہنے بلا سے	پوچھا میں میاں دل تو نہیں زلف میں تری جوں نقش قدم نام کو ہستی ہے ہماری پوچھا میں کبھی ہے بھی مٹنے کا کما خیر

<p>بچ کیو آسے آج ملا کیا نہیں وہ شونخ</p>	<p>کچھ تو نفل آتے ہو ہیں یا زخا سے</p>
<p>باہ و نسا پہ اعتماد ہے کیا آگے اُس بت کے شیخ تو کیا ہے لے وہ مجھ راہ اگر آج آسے</p>	<p>مہر بعد از عروج ڈھلتا ہے گر خدا آدے رام نام کرے تو پیندہ تجھے سلام کرے</p>
<p>نہ سجدے سے خوشی ہوئے عبادت کبھی نہ اہل فنا کو سانس بھی لینا ہے یہاں محال اُس منہ پہ کھلے زلف تو از بہر قدیموس</p>	<p>نئی اک طرح کی مہربان کی بھی خدائی ہے رو بیٹھے زندگی سے جو ملک دم جا ہے شام آدے ادھر سے نوادھر سے سحر آئے</p>
<p>(امیر) حافظ امیر الدین - شرفاے قصبہ دیلوں میں ممتاز اور باوصف کم گوئی نہایت شیریں کلام اور ناز کنیاں سخن سنج تھے - فارسی میں ایک مختصر دیوان آپ سے یادگار ہے بروقت ترتیب نہ کرہ شوق حیات تھے - استاد زمانہ کے باعث بعض الفاظ جو اُس زمانہ میں رائج تھے اب متروک ہو گئے ہیں - کلام ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>پھر چمن کی سیر کو ا سال آتی ہے بہار کیوں نہ آپس میں کریں بحث سخن ہر صبح دم نوع و سان چمن کی گریٹ شاہ سیس باغ میں کسکے دان ورنج کی کل تقریر غنی پہنچتے ہی کر دیا اُس سنگدل کو بد و ماغ دے چکا تھا اپنے در سے بارہا تو تو اٹھا</p>	<p>سوڑتے فتنہ جنوں کے کو جگاتی ہے بہار گلستان کا درس غنچوں کو پڑھاتی ہے بہار کیوں گلوں کے ہاتھ پر مندی چاتی ہے بہار گل پریشاں ہو رہا تھا اور کلی دلی گیتی واہ واہ اے آہ بس تجھ میں ہی تاثیر تھی پرو فاداری ہی اپنی ہکو دامن گیر تھی ۶</p>
<p>خانہ بدوشی ہے عجب گھر امیر پاس میرے ملک وہ آ بیٹھا امیر ہینو دی میں مینے جام شوق کے کر کے رکھی توری نہواٹھ چلا ۶</p>	<p>جس کو نہ دیوار نہ در چاہئے رات اپنے بخت نے کی نادری ایک بوسے کی طلب اُس سے کری رکھ کر میں خنجر کینہ دری</p>

امیر

اب کوئی چھوڑوں ہوں اگر شک ہے عاشقی کرتے ہو یا زور آوری	اُسکے دامن کو کچڑ کر میں کس مسکر کر اگر ناز سے کہنے لگا
چھین لوں مجھوں سے تعلیم بنایاں توہی داغ سینہ کا کروں میں بھی بنایاں توہی	ان دنوں کچھ بن نہیں آتا تک آئندہ بار باغیاں لالہ پراتنا بیٹھتا ہے چول چول
(امیر) مرزا امیر بیگ - دہلوی - ندر سے بیشتر ریاست گویا میں ملازم تھے - زیادہ حال معلوم نہیں - کلام ملاحظہ ہو ۵	
لب وہ روح افزا جسے مہر سے جلا ہوا ہے مار مرنا سہل ہے اور زہر کھانا بات ہے	آنکھ وہ کافر کہ قتل عام جس کی اک ادا کب تک رو کے کہو کوئی کہ نکو نو آہیر
(امیر) امیر الشعر امولوی مفتی قشیش امیر احمد صاحب امیر مینائی خلف اکبر مولوی کرم محمد مخدوم - شاہ نسیر الدین حیدر بادشاہ اردو کے عہد میں ۱۹ شعبان ۱۰۲۷ ہجری - خوشنہ بھام لکھنؤ پیدا ہوئے آپ کا نسب سلسلہ بہت ہی قریب حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب نور احمد قدہ سے مٹتا ہے - جن کا مزار مقدس لکھنؤ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے - یہی وجہ ہے کہ جناب آئیر کے نام نامی کے ساتھ مینائی لکھا جاتا ہے - آپ کو صرف خاندانی فضیلت ہی حاصل نہ تھی بلکہ اپنی ذات سے خود بھی صاحب زہد و تقویٰ - صوفی مشرب - خدا پرست درویش صفت - منکر المزاج آدمی تھے - خاندان چشتیہ صابریہ کے سجادہ نشین حضرت امیر شاہ صاحب سے بیت رکھتے تھے - اور بعد میں فرقہ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے تھے - آپ کا ابتدائی زمانہ تحصیل علم و فنون میں بسر ہوا - آپ کی تعلیم قدیم دارالعلوم فزنگی محل لکھنؤ میں ہوئی تھی - فہم سلیم و ذمات فغری کی امداد سے عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے - اسکے علاوہ طب جفر - نجوم وغیرہ میں بھی معلومات اچھی تھیں اور شاعری کے لئے تو ایسی خدا داد طبیعت پائی تھی کہ آپ کی نازک خیالی ضرب المثل اور آپ کی ہمدانی مسلم ہے - اس فن میں آپ کو تہذیب الدولہ مدبر الملک سید مظفر علی خاں بہادر جنگ ایسر سے تلمذ تھا - مگر انصاف یہ ہے کہ اپنی خدا داد طبیعت	

امیر

امیر

اور قابلیت علمی کی بدولت آگے نکل گئے تھے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ آپ خاندان معصی کے
 اقبال رشتاں تھے پچھنے میں حضرت تاسخ کی بن پر وازی۔ حضرت آتش کی آتش بیانی نے اپنا جلوہ دکھا
 انکی نوخیز طبیعت میں عاشقانہ رنگ پیدا کر دیا اور عالم شباب میں صبا۔ وزیر۔ رند تجلیل کی جادوگر
 نغمہ سراؤں نے فریفتہ بنا کر محض سخن میں لالچھا یا میرا نہیں اور میرزا دیر کی معرکہ آرائیوں اور
 اُس وقت کے نامی شاعروں میں شرکت بھی آپکے حق میں رہبر کمال سے کچھ کم نہ تھی۔ ان
 نامی بزرگوں کی فیض صحبت سے یہاں تک شہرت حاصل کی کہ سلطانہ جہری میں ایک مہلا عالم
 واجد علی شاہ آخر کے دربار دربار میں بار بار بی ہو گئی اور حسب الحکم سلطانی دو کتابیں لٹا دی سلطان
 و ہدایتہ السلطان تصنیف کیں۔ جن کے جلد میں خلعت فاخرہ اور انعام عطا ہوا۔ اُسی وقت
 سے آپ کی عالم گیر شہرت کا زمانہ شروع ہوا جو بے روک ٹوک ترقی کرنا گیا اسی اثنا میں اودھ
 کا اجماع ہوا۔ چند روزہ تین سو۔ بعد ازاں سلطانہ جہری میں آپ کی معجز بیانی کا شہرہ
 سنکر فردوس مکان نواب محمد یوسف علیخان بہادر ناظم نے طلب فرمایا۔ اُس وقت سے
 آپ کی مستقل سکونت بجا لکھنؤ کے رام پور میں منتقل ہو گئی ریاست کی طرف سے عدالت
 دیوانی کے ایک کمرن ہو گئے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب شاعری کا پھلا جھولاسدا بہا چرن مہلنت
 دہلی دکن کی باد اٹ جانے کی وجہ سے سرزمین رامپور پر چو اپنی قدردانی سے گلشن سخن
 بیٹنے کی قابلیت پیدا کر چکی تھی پھر نئے سرے شکوئے کھلانے کے لئے آباد ہوا۔ رفتہ رفتہ
 تمام اہل کمال نواب صاحب کی قدردانی و قدر افزائی کے سبب یہیں آکر جمع ہو گئے۔ جن میں
 سے اکثر آخر وقت تک وہیں رہے۔ نواب فردوس مکان کے انتقال کے بعد سلطانہ
 میں نواب غلام اشیاں کلب علیخان بہادر کا عہد حکومت آیا۔ اردو شاعری کو اور بھی فروغ
 ہوا شاہد ان زبان اردو کی قسمت کھل گئی سخن فہم و رتبہ شناس رئیس نے دھونڈا دھونڈا کر
 تمام ہند کے نامی گرامی شعرا کو بلا کر اپنے واسن دولت کے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ پھر کیا
 تھا معاصی منزل میں بالکمال شعرا کا جھگڑا ہو گیا تفضل کا شاہاب تختہ گوناگوں چھلوں سے

صحن چمن کی طرح کھل گیا ہر نانہ خیال غنور جدا جدا اپنی بہار دکھانے لگا یہ وقت جناب میر
مینائی کے آفتاب اقبال و کمال کے عروج کا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت امیر کو نواب کی ستادی
کا فخر حاصل ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مرزا داغ۔ اسیر۔ حیا۔ تمیز۔ ہجر۔ ترکی۔ قلیق۔ عروج۔
جلال۔ شغل۔ تسلیم۔ رسا۔ وغیرہ کا رامپور میں جھگڑنا ہے کبھی کبھی حضرت غالب بھی پہلے سے
تشریف لا کر اس یادگار بزم کو اپنی صدارت سے اعزاز بخشتے تھے تاہم کئی تصانیف اکثر شرف
ہو گئیں اور بعض مستور میں ازاں جگہ سنا ہے کہ ایک اُردو دیوان موسوم بہ غیرت بہارستان
جو اس زمانے میں مکمل و مرتب ہو گیا تھا ایام ندر کی دست برد کی نذر ہوا وقتاً فوقتاً جو اشعار یاد
آتے گئے وہ دوسرے دوسرے میں درج ہوتے گئے جب کہ کچھ حصہ دیوان منتخب میں مل
شائع ہوا۔ ندر کے بعد دوسرا دیوان موسوم بہ مرآۃ الغیب و وصل پہلا دیوان سمجھا جاتا ہے نعتہ
دیوان اور مولود شریف کے ساتھ چھپا۔ ۱۱۹۱ھ میں دوسرا عاشقانہ دیوان موسوم چمن غافلہ عشق
چھپا اس میں اکثر جگہ جہاں استاد نواب نصیح الملک حضرت داغ کی مقبول زمانہ طرز کا قیام کیا ہے
وہی خیالات۔ وہی مضامین وہی سلاست وہی معاملہ بندی قریب قریب موجود ہے اسی وجہ سے
یہ دیوان زیادہ مقبول ہوا کہ آپ نے اپنا پہلا رنگ بالکل بدل دیا۔ اصناف سخن پر بڑی
قدرت رکھنے کے علاوہ آپ کے کلام میں اور ایک خوبی ہے یعنی اس میں اکثر جگہ ہجری
اور موزونیت اس غصب کی ہے کہ دوسری جگہ کم دیکھنے میں آتی ہے۔ غزل نصیدہ۔ رباعی
مسدس۔ جنس۔ غرض جو کچھ بھی ہے ایک رنگ میں دو باہو اسے معانی کی جدت۔ الفاظ
کی مناسبت۔ خیالات کی بلندی نکات کی چنگی اشارات کی خوشی۔ بیان کی صفائی۔ الغرض وہ
کونسی خوبی ہے جو امیر قلم و سخن کے کلام میں اپنے اپنے محل موقع پر نہیں پائی جاتی بھراؤ
نصوف اور اخلاق کی چاشنی ہونے پر ہما کا اور طعام میں نمک کا کام دیتی ہے۔ حسرت و یاس
اور غربت کے مضامین آپ بالخصوص جیسے خوش اسلوب اور نثر پر ایہ میں لکھتے تھے وہ آپ ہی کا
حصہ تھا۔ حضرت امیر کی قابلیت میں شبہ نہیں اور ساتھ ہی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کی طبیعت میں

انصاف پسندی کو بھی معمول سے زیادہ دخل تھا۔ چنانچہ اپنے استاد اور استاد الا استاد حضرت
 نعمتی کی طرح ہمیشہ بالکمالان دہلی کے طرزِ تکلم و لہجہ و ذریعہ رہے اور کبھی بیجا اور فضول بحثوں میں
 بڑکراپنے و امن کمال کو الودہ نہ کیا۔ ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے
 نہ دو راختر میں آپ لکھنؤ کے شاعروں میں اپنا نظریہ آپ تھے۔ اور اساتذہ زبان اردو کے
 مرہ میں آپ کا نام ہمیشہ ایک خاص وقعت سے یادگار رہے گا۔ کیونکہ دورِ موجودہ میں (سوا
 نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی استادِ حضورِ نغلام) آپ اپنے مہجروں میں ہر طرح متنازع
 اور سرسبز آوردہ رہے۔ آپ کے پرجوش شاگردوں نے ہر چند آپ کو حضرت داغ سے بھڑانا
 چاہا مگر آپ ہمیشہ ایسی کوششوں کو بے سود اور قابلِ احتراز سمجھتے رہے یہ وہی بات ہے
 کہ پیراں نمی پرند و مردیاں سے پرانند۔ اور واقعی بنظرِ انصاف اگر دیکھا جائے تو کیا بجا
 زبان۔ طرزِ بیان اور شوخی مضمون آپ کو حضرت داغ پر فوق دینا انصاف اور حق پسندی کی
 گردن پر کندھ چری بھیرنے سے کم نہیں۔ دیگر امور سے قطع نظر ایک قبولِ عام ہی کے
 اعتبار سے جو بات حضرت داغ کو نصیب ہوئی وہ اردو شاعری کی تاریخ میں عظیم الشان ہے۔
 خود حضرت امیر ہمیشہ اپنے معزز اور بالکمال مہجر کے زورِ طبع کے تحریراً و تقریراً معروف و مداح ہے۔
 علاوہ تصانیف نظم مذکورہ شعرائے رامپور معروف بہ انتخابِ یادگار جو نواب کلب علی خاں
 کی فرمائش سے لکھا گیا تھا عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور
 قابلِ قدر تالیف یعنی فرہنگِ زبانِ اردو معروف بہ امیر اللغات کا سلسلہ اخیر زمانہ نواب
 کلب علی خاں میں شروع کیا جس کا باقاعدہ کام نواب شاق علی خاں کے عہد تک جاری رہا۔ اس
 فرہنگ میں آپ نے اردو زبان کے تمام لغاتِ اُختلافی و غیر اُختلافی و محاورات نہایت محققانہ
 سہول سے لکھنے شروع کئے تھے مگر افسوس کہ یہ تالیف ناتمام رہی اور صرف دو جلدیں جن میں
 مشائخِ مدوہ اور متصوہ کے الفاظ ہیں شائع ہوئی تھیں کہ آپ کا جامِ حیات لبریز ہو گیا۔ اس
 لغت کی مکمل کے خیال سے آپ کو بیاحتِ حذر آباد کن کا شوقِ دامگیر ہوا چنانچہ اپنے

دوست نواب فصیح الملک مرزا دکن کی تحریک اور توسل سے بنارس میں حضور نظام کی تعریف آدمی کے موقع پر آپ کو باریابی کا اعزاز حاصل ہوا اور قصیدہ تہنیت کے پیش کرنے کا بھی موقع ملا۔ پھر اگلے سال ۱۲۱۵ھ میں رامپور کو خیر باد کہہ کر چند روز جموں پال میں قیام فرمایا۔ معتبر ذریعہ سے لگنا گیا ہے کہ وہاں سے روانگی کے وقت آپ سے ایک قابل استعجاب امر سرزد ہوا یعنی آپ نے اپنے مشیروں کے مشورہ سے براہ راست بذریعہ تاج حضور نظام کو اپنی روانگی کے ارادہ سے مطلع کیا۔ بہر حال ۱۰۔ جمادی الاول کو آپ وارد حیدر آباد ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ منشی لطیف احمد اختر اور جناب جمیل اس سفر میں آپ کے ہم کاب تھے۔ نواب فصیح الملک نے نہایت خلوص و محبت سے استقبال کر کے اپنا مہماں کیا۔ مگر انوس اور بھار انوس کے پیفر اس نہ آیا اور وہاں پہنچتے ہی ایسے صیل ہوئے کہ پھر نہ سنبھلے۔ نواب فصیح الملک اور پنڈت رتن ناتھ سرشار وغیرہ جناب شانہ روز آہ کی تیمارداری میں مصروف رہے بلکہ گٹن ہے کہ مہاراجہ سرکشن پرشاد پیشکار روزی بھی کئی مرتبہ مزاج پرسی کے لئے آئے مگر کوئی تدبیر اس نہ آئی اور روز بروز حالت بگڑتی چلی گئی۔ کم و بیش ایک مہینہ کی علالت کے بعد ۱۹۔ جمادی آخر ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو ہزاروں آرزوئیں اور ارمان ساتھ لیکر گڑاسے عالم باقی ہوئے۔ اور وہیں بیرون زمین ہوئے۔

انوس نجبہ کو رحم نہ آیا کچھ اسے اجل	مارا کہاں تیسرے غریب الیہا کو
-------------------------------------	-------------------------------

آپ کے انتقال کی یوں توصیف تاثر نہیں کہی گئیں مگر یہاں خوف طوالت صرف دو ہی غمیں ہی کی جاتی ہیں۔ منشی صاحب شاگردوں کے معاملہ میں نہایت خوش نصیب تھے لکھنؤ اور اطراف مشرق کے اکثر خوش فکر حضرات آپ کے دامن کمال سے وابستہ ہیں۔ شاگردوں کی تعداد اگرچہ حضرت داغ سے بہت کم ہے مگر پھر بھی دو تین سو سے کم نہیں۔ جنہیں سے اچھے کہنے والوں میں حضرات ذیل یعنی (۱) ریاض (۲) جمیل (۳) مضطر (۴) کوثر (۵) نواب (۶) صفدر (۷) پنڈت رتن ناتھ سرشار (۸) حفیظ (۹) آہ (۱۰) جاہ (۱۱) ویم (۱۲) اختر (۱۳) تیسرے

اپنے نامور استاد کی قابل فخر یادگار ہیں۔ منشی صاحب کثیر العیال تھے۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں منشی محمد احمد محمود قمر۔ منشی ممتاز احمد آرزو۔ منشی مسعود احمد ضمیر۔ منشی لطیف احمد مختار۔ حال میں حضرت امیر کے بعض خطوط بھی شائع ہوئے ہیں جنہیں اکثر مقامات پر لطیف زبان کے ساتھ ساتھ طرزِ ادائے بیان نہایت دلکش اور بے ساختہ ہے۔ کاش منشی صاحب کے لائق صاحبزادے اپنے نامور باپ کی غیر مطبوعہ تصانیف کو مرتب کر کے جلد شائع کرادیں تاکہ ہماری زبان ایسے گراں پایہ سخنور کی آخری نعمت سنجیوں سے محروم نہ رہے۔

تاریخ وفات حضرت امیر از تاریخ انکار نواب نصیح الملک مرزا داغ دہلوی ۵

دائے دیلا چل بسا دنیا سے وہ	جو مرزا ہم فن تھا میرا چھم میر
مصطفیٰ آباد سے آیا دکن باد	یہ نہ تھا اُس مسافر کا خیر
کیا کموں کیسا کیا ہوئیں بیاباں	کیا لکھوں تفصیل امراض کثیر
بتلائے حدتِ صفرِ اوتپ	موردِ آزار اس سالِ رحیم
کو بظاہر تھا امیر احمد لقب	و حقیقت باطنِ پابا نقیر
شاہِ مینا سے پہنلی سلسلہ	شاعری میں خاص تلمیذِ اسیر
ہے وہ عاصی داغ کی تاریخ بھی	قصرِ عالی پائے جنت میں اسیر

ماوہ تاریخ از منشی جلیل حسن ۵ امیر کثور معنی امیر میناں بد آب آپ کے کلام نصاحت لیسام کا تھا
ملاحظہ ہو بے چلے دُور با عیاں لکھی جاتی ہیں جو آپ نے بحالتِ بیماری ممدار جب کشن پر شاد وید کیا
کی خدمت میں بھی تھیں ۵

ہے آپ کا اسلاف جو بہرِ درما	رباعی	رنگِ دم عیسیٰ ہے دمِ سحرِ ما
فرماتے ہیں ہر روز عیادتِ میری		دِماں مرے حق میں ہو گیا درِ درما
مشتاق کو ملنے کی تنہا نہ ملی	رباعی	غنچہ ہی رہی اب تک طبیعتِ مکی
امراض نے دم بھر کو نکلنے نہ دیا		گھٹ گھٹ کے ہی بلعینے ملے

انتخابِ زمرۃ الغیب

حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو مری نبض
 ضعفِ دل نے اثر یہ دیکھ لایا
 نوگاہ بند جب تک نقدِ جاں باقی جو قالب میں
 جگر کو دوں کہ دلوں دوں بتا اے نادرِ قاتل
 وہ زخمی ہیں تڑپ کیسی چھڑکتا گر نیک قاتل
 درِ عاشق کے دل سے پوچھ جن شعورِ دیاں کا
 کمین ضبطِ فغاں سے عشق کے آثار چھپتے ہیں
 مگر اڑتی ہوئی پریاں پسنانے کا ارادہ ہے
 جب کہا اُس سے شبِ غم کوئی غمِ زخما
 فریبے بارِ روزِ عشرِ چھپے گاکشتوں کا قتل کہہ کر
 آنے تو دوبار یہ دونوں نہیں رہیں
 میں خاک بھی ہوا تو ہوا اُسکی در کی خاک
 مرغِ عصیان اُڑ کے صیدِ بازِ رحمت ہو گیا
 اب عفو وہ کریں نہ کریں اختیار ہے
 ٹھیریں کبھی کبوں میں نہ دمِ بحر بھی راست
 مرغانِ باغِ تب کو مبارک ہو سیرِ گل
 ہلالِ وید رہیں دنوں تیری تصویر کے خاکے
 قدم ہاں پہونک کر کہتی ہے بل بھی جو آتی ہے
 اُٹھاؤں سختیاں لاکھوں کوسِ بات اُٹھ نہیں سکتی
 نکیریں اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑا لینا

پہلے اُسکو دیکھ آؤ پھر مجھے غم دیکھنا
 در سے بھی اُٹھا نہیں جاتا
 سخی کے گھر کا دروازہ ہے چاک اپنے گریبان کا
 کہ دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرِ آبِ بیکان کا
 دہان زخم سے ہم چوم لیتے نہ مسکداں کا
 تماشا دیکھ پر دوانوں کی آنکھوں سے چرغاں کا
 لبِ خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ پناں کا
 ہوا پر حال بھلایا ہے کیوں نہ لبِ پریشاں کا
 درونے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنگا زخما
 جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر لبو بکارِ گستاخ
 خرت نہ پیر کا ہے نہ جہم مرید کا
 چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامنِ غرور کا
 دنگ شاہیں ترازو سے عدالت ہو گیا
 امیرِ عفو میں میں گنہ گار ہو چکا
 آیا کہاں میں تیرے تو سن سے نکل گیا
 کاشا تھا ایک میں سوچن سے نکل گیا
 یہ صورت ہے لڑکپن کی وہ نقشہ ہے جوانی کا
 ہنسی سمجھا ہے لکچیں چھوٹنا میرے نشین کا
 میں دل کھتا ہوں شہت کا جگر دکھتا ہوں آہن کا
 ابھی تو میں تھکا ماندا چلا آتا ہوں منزل کا

چشمِ نرگس نہ ملی دیدہ آہو نہ ملا
تو وہ ہے ناوکِ فگن تیرا لبک جاتے جو ہاتھ
حلقہ لگیو میں بانیِ فتنہ دل دیکر جگہ
آئینہ سکتے ہیں آجانا ہے جلوہ دیکھ کر
وا دے امین میں تھی برقِ تجلی بے حجاب
روزِ خلقت وہیں ہیں باہر آسکتی نہیں
آدمی کا منہ ہے جو دعویِٰ خدائی کا کرے
ہم کہاں دنیا کہاں کچھ یوں ہی دل میں آگئی
ہٹاؤ آئینہ ہر کو بھی دیکھنے دو گے
ہمارا آئی ہے پھر خیر ہو خداوند
ہوشِ میخو اردوں کا بھی شاید کوئی سیاحت
جب نقابِ الٰہی لٹکا ہوا ایسا ہجوم
فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا
نہ پوچھنا زوینا زائے میرے کہ ہے
بندہ نوازیوں پہ خدائے کریم تھا
کرنا میں دردِ نہ طیبوں سے کیا جوع
دماغِ بحث تھا کس کو دگر نہ لے ناصح
وہ کہتے ہیں شبِ عدو میں کسے پاس آسا
کیم شکر کرو حشر تک نہ ہوش آتا
کمالِ جاب ہے شاوہ کیا نہ عرسِ ایک ن ہارا
شوق سے لکھیں فرشتے میرے عیالِ رات دن

اے حیاتِ تجھ کو انیس آنکھوں میں کیا رہنا تھا
آپ اڑ کر تھام لے پھر پلٹ کر
دے دیا پہلے کرایہ خانہِ تجرِبہ کا
منہ نہ نکا کرتی ہے حیرانی مری تصویر کا
حیرتِ موسیٰ تھی پردہ جلوہ گاہِ طور کا
کہتے ہیں جنت جسے ہے قید خانہ حور کا
بولتے ہیں آپ حضرتِ شام ہے منصور کا
دیکھتے چلنے تماشائے اس تماشائے گاہ کا
کہ خود ہی دیکھو گے حُسنِ اپنی خود نشانی کا
جنوں کے ہاتھ میں دامن ہے پارسی کا
آتشِ ترے جواے ساقی گریزاں ہو گیا
پر گئے پردے وہ رخ آنکھوں سے پناں گیا
جب ملکِ دل کو سنبھالوں میں دلِ دانا نہ تھا
یہ حُسنِ وعشق تو اب ہے اُسے زمانہ ہوا
کرنا نہ میں گنہ تو گناہِ عظیم تھا
جس نے دیا تھا دردِ بڑا وہ حکیم تھا
دہن نہ تھا کہ دہن میں میری جواب نہ تھا
تجھے تو ہوش ہی اے خانانِ خواب نہ تھا
ہوئی یہ خیمہ کہ وہ شوخ بے نقاب تھا
سرِ لہجی ہجوم ہوتا کبھی چینانِ دہجیں کا
ایک رحمتِ اسکی ہے اس سے دفر کا جواب



چھینک دو خط لکھ کے قاصد سے جو تم بزار ہو
وہ کہنچا تخت میں بھی کہنچ جائے تو نبی کسطح
خشتک سیروں تین شاعر کا لہو ہوتا ہے
عمر گر مری ہے مری وادعی غربت میں مگر
دیکھوں اسے واعفا کسے سنتے ہیں اسے نہیں
سندہ ہوں تیری محبت کا میں جادو نگاہاں
گلگشت کر رہا ہے جو وہ گلستاں آج
تربا رہی ہے ہجر میں لذت وصال کی
منظور کا قتل ہے تیغ بھگاہ سے
آزماؤ دل کو صاحب آزمانے کی طرح
ایک بار اسے برق تکلیف اور کر جھکڑا سٹے
مخموں آنکھیں یہ نہیں سانی کی میکشہ
ہجر کی شب یک تو یوں ہی نہیں آتی ہے نیند
حال پر اجدا و آبا کے تفاخر کیا میسر

یہ میری طرف پاؤں مٹھل میں کیسے
آ میرا بل مسجد سے اٹھا رتوئے

ٹھہر گیا ہے ہمارے دلیں ہزار سنت سے دروافت
نہاں تھا آنا کہ ہونے ظاہر عیاں تھا جاننا کہ بے لیں ہاں
قدیم کفر و شر میں کائنات کے عرشہ ہاتھوں کو سر کرجش
خدا ہی باند ہے ہوا کچلا لیس کی دل ہو اگس مٹو کا پانی
اے روح کیا بد نہیں تجری ہے بدن کو چھوڑ

اڑو کے اٹنے گا جو ہے میرے مقد کا جواب
سجھکا دینا تھا قاتل تیرے خنجر کا جواب
تب نظر آتی ہے اک مصرع ترک صورت
اب تلک یاد ہے کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت
وصف تو فرودوں گھر میں بیان کو نے دست
بند کرتا ہے نفس میں مجھے صیا و حبش
بھرتی ہے بلغ باغ نسیم ہر بار آج
کل پی تھی جو شراب ہے اسکا غار آج
پھر پھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج
کر دین تم تو بدلتے ہو زمانے کی طرح
پیونک دے مجھ کو بھی میرے آشیانے کی طرح
بلور کی پیالیوں میں ہے شراب سنج
اور بک بک سے تری ناصح اڑی جاتی ہے نیند
ہیں وہ ناداں جھگو ہے قصہ کہانی پر گھٹا

ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر
ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

مگر یہ ڈر ہے کہ اٹھ جائے لگا لگا کی نکل سے تنگ ہو کر
وہ دلیں آئے اُن گناہ کر گئے تو چہرے کا رنگ ہو کر
کہ ہر گئی ہائے نوجوانی ان فتنوں میں ہیں چنبا کر
کیا ہے لوگوں نے آگ لگا لگا کر بھجھا کر
میلابت ہوا ہے اب اس پیر میں کچھ چھوڑ

<p>ترجی ذرا ہوئی تو ہیں شمشیر کے خواص دیکھو تو بیت رازی بخیر کے خواص کچھ تیرا کے مجھ میں ہیں کچھ تیرے کے خواص جو خوابِ عاشق میں بھی نہ آئے کبھی اٹھا کر لہذا بیاض بیاض اپنی بیاض گردن کتابِ پنی کتابِ بیاض لکھا نصیب کا نہیں آنا اُدھر سے خط آئے کبھی اُدھر سے بنائے اُدھر سے خط</p>	<p>سید ہی نگاہ میں میں تیرے تیرے کے خواص ترکش میں تیریاں میں شمشیر بے قوار کتا ہے شمشیر کے کوئی واہ کوئی آہ نہا رخو اشک کی جیتے وہ چہرے پر وہ کیا دکھائے میں نہیں ہم محسن ایسے کہ علم ہے اور طاق نیال کرنا ہوں میں تو دروازہ اُدھر سے خط اُن کو غورِ حسن ہے ہجو غمِ سرورِ عشق</p>
<p>ہم جو ہوئے تو بی گیا و اعظم</p>	<p>ہجوئے کر رہا تھا منبر پر</p>
<p>فی الحقیقت تھی وہ اک لہریں متا نہ عشق شعلہ حسن بھتا جس روز نہ پروا نہ عشق دم میں آجائیں نہ جوہر کے تہا سے شقائق نیت ہی نہیں ٹھیک تو غیر است حاصل المدکیا کی ہے تیسری بار گاہ میں وگر نہ ربط کی اُس سے ہزار راہیں نہیں دل ہی واقف ہے جس اسان سے ہم دیکھتے ہیں نفع تیرا ترے نقصان سے ہم دیکھتے ہیں ہر دس منہ کو ترے نادان سے ہم دیکھتے ہیں ہر رہزریں راہ تری دکھیتا ہوں میں وہ بیتِ بکر کے بول اٹھا کیا خد ہوں میں چھوٹے سے قد پر میرے بچا نایلا ہوں میں جو کچھ کیسا وہ دل نے کیا بیٹھا ہوں میں</p>	<p>آر ہے بلغِ جاں سے جویں پر آدم ہم تھے اور جبیرہ محبوب کا نفا و امیر جس لہ آجاؤ کہ میں گو رکنا رے مشتاق ظاہر میں دیا بوسہ تو کیا دل ہے مکدر کیا دیر ہے امیر کے عفوِ گناہ میں کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ جھکا کچھ جب کبھی اُس کو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں ہے اگر طالعِ مقصود توٹ جائے دل مرح کرنا ہے جو تو غیر کی دانائی کی + دا کر وہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پاہوں میں مطلب جو اپنے اپنے کسے عاشقوں نے سب کتنی ہے ہر ایک تری زلفِ دراز سے رہا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیسا</p>

زندہ کئے ہیں مینے دل مردہ سیکڑوں
میں جانتا ہوں بلبل جو ہے تیری حقیقت
بجلی چمک رہی ہے فلک پر سحاب میں
اسے برق تو ذرا کبھی تڑپے ٹھہر گئی
ملنے کا وعدہ منہ سے تو اُنکے نکل گیا
مثل نفیس نہ آمد و شد سے ملا فراغ
دینا بھی دین ہے جو ہر لذت بشر سے ترک
مردہ جو اہل دل ہوں تو زندہ اُنہیں سمجھ
واماندہ دور سے یوں منزل کو دیکھتے ہیں
یہی حیرت کا عالم ہے تو نظارہ کہاں مجنوں
کراستہ کوئی ساقی کتیری چشم بیگوں ہے
امیر اسکی بخلی گاہ ہے دنیا جو آنکھیں ہوں
بے حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہیں
جو تہ گنبد تسلیم و رضا بیٹھ رہے
مرگ کے بعد نہائیں گے کبھی ہر انیس یاد
رہتا ہے صبح شام گناہوں کا سامنا
غضب کا اجڑا نشان ہے ابر تینے قاتل بھی
وہ صاف دل ہیں رقابت کا کچھ خیال نہیں
فرش اسعبرق کی کچھ حاجت نہیں ہے بغاں
ہٹاؤ آئینہ امیر دار ہم بھی ہیں
جو لڑکھڑاکے گرے تو قدم پہ ساتی کے

فیض سخن سے عیسیٰ مجرب نہا ہوں میں *
اک مشت استخوان میں دو پگ لگے ہوتے ہیں
اب دست رزکو چین کہاں ہو حجاب میں
یہاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں
بوجھیں جگہ جو مینے کہا ہنس کے خواب میں
جب تک ہی حیات رہی اضطراب میں
کیوں ہو حرام نشہ نہو جس شراب میں
عارف کی آنکھ رہتی ہے بیدار خواب میں
کشتی شکتہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہیں
نخل بھی آئی مغل سے تو پھر لیلیٰ ہے مغل میں
چھکایا ایک پانہ سے تو نے بکو مغل میں
وہی گل ہے گلستاں میں ہی ہے شمع مغل میں
شوق ویدار میں آنکھوں سے جابلے نہیں
غیب سے اُنکے ہوا لکے جواب لے نہیں
جن جبینوں کی تصور دم خواب آتے ہیں
فارغ جوان سے ہوں تو کبھی مہذو خواہ ہوں
رواں ہے خوں کا سیلاب لکھوں سرختر ہیں
جو نکو پیار کرے اُسکو پیار کرتے ہیں
بادہ کش ہیں پڑھیں گے سایہ انگور میں
تمہارے دیکھنے والوں میں یا رہم بھی ہیں
آمیر مست نہیں ہو شیخار ہم بھی ہیں

تکلفتگی کے ہوں سماں ہزار غبت میں
کیا مست نکاہیں مجھے دکھلائیں آنکھیں
آفت کی سفیدی تھی قیامت کی سیاہی
اوروں سے تو بیاک سر پریم لڑا کیس
اس ناز سے دیکھا کہ ہم کٹ گئے عاشق
بچی نظر حیا سے کریں کیا وہ جنگ جو
جب تک کہ دل ہے چاہئے ہکو تری تلاش
کب زاہدوں کو مسئلہ عشق کا ہے نہم
ہے غنچہ ساس بجا رنموشی میں لے امیر
ظاہر میں کو زلفیتہ حسن بتاں کے ہیں
کعبہ کے جب فراق میں ناگی دعا سے چل
دنیا میں بھی سنہرے ہیں عشق میں بھی سنہرے
دل و جگر دونوں جل گئے ہیں رنگاں ہیں جہاں مائی
کساں ہوگی امیر ایسی ادائیں رونماں میں
کر دیکھا یا اسے غم ہکو بعد مرگ تو برسوں
کوئی میرے برا کر کے کا ضبط الفت کو
بت میں بھی دیکھتے ہیں بوجہ اکا جلوہ
بو جھتے ہو کس سے جو چاہو کر دستار ہو
ہے باغ باغ بیل جس طرح تو چمن میں
کیا جانیں جو غموشی تیرے گردنہ خاطر
راتوں کو شش شبہ چمپ چمپ کے باغیاں سے

پیر ایک سی ہے خزاں و بہار غبت میں
دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئیں آنکھیں
نیز نگہ دو عالم مجھے دکھلائیں آنکھیں
عاشق سے ہو میں چار تو شرہ باکئیں آنکھیں
ایک ایک کو ایک ایک سے لڑو کئیں آنکھیں
جو اک نظر میں خون ہزار آرزو کریں
جب تک چلے زبان تری گفتگو کریں
ناخسروں سے راز کی کیا گفتگو کریں
بلبل کی طسج باغ میں کیا ہانے ہو کریں
پر کیا کیں نگاہ میں جو بے کماں کے ہیں
آنی صدای تو مفتاح امتحاں کے ہیں
ہم لوگ رہنے والے الہی کیاں کے ہیں
نساے سرمیں سے تو کیا پس ہوئی جلیاں ملیا
رہے کاغذ میں بھی یاد ہم کو لکھتو برسوں
کھلایا ہے جگر برسوں پلایا ہے لبوں
نہیں آتا زبان تک ل سے حرف آرزو برسوں
واعظو حق کسے جانیں کسے باطل سمجھیں
دل ہمارے ہاتھ میں ہے ہاتھ مارے ہاتھ میں
پھرتے تھے یوہیں خوش خوش یہ بھی کبھی وطن میں
کنے کو سوز بانیں ہیں غنچہ کی دہن میں
ہر پھول سے لپٹ کر روتا ہوں میں چمن میں

بے نشانی تو گزرنے کی گلشن میں نہیں
 حور و غلاماں میں جو ہے حسن لبس میں بھی وہ ہے
 دل جو صد چاک ہے اُس میں ہے خیالِ رخ دوست
 کیا زمانہ ہے نہیں صاف کسی سے کوئی
 وصل بت ہوتا نہیں ہے یا خدا ملت انیس
 اے آئینہ اول تو وہ آتش نامت انیس
 اک مجھی سے رہ گیا سارے زمانے کا حجاب
 دیر میں بھی ہے اُسی کا بغض اے اہلِ حرم
 مفکر کمرنگی معشوق و عاشق تھے جو لوگ
 ہجر کے حرفوں میں بھی ایسا اثر ہے ہجر کا
 خضر کیا جانیں رگ کی لذت
 ہماری بخودی تمید ہے تیری نمائش کی ہر
 ایسا مفسر وہ ہر کفر غیبِ دل کو کہ جاتا ہے
 نزاع کفر و دیں ہے دور و در زلف و عارضِ بیا
 امیر اس باغ میں رہ کر کریمِ دل اُلجھتا ہے
 وہ بت آنے کا تو بت بن چلیں گے واعظ بھی
 بغیر جرم ہوں پاؤں شرم ہم جنسی
 بزمِ کثرت نورِ وحدت سے کبھی غافل نہیں
 نہیں معلوم وہ مہمان ہونے میں ککے
 خلوتِ وصل میں کچھ کام نہیں ساقی کا
 میں تو میں عکس سے وہ آئینہ روکتا ہے

داغ سے ایک بھی زاہد سے دامن میں نہیں
 کم یہ تصویر نگلی رنگد میں روغن میں نہیں
 شاہد پر وہ نشیں کون سی حلین میں نہیں
 دوست کے دلیں وہ ہے جو دل دشمن میں نہیں
 ڈھونڈتے پڑاؤمی آئے تو کیا ملتا نہیں
 اہل کیا جس کو کہیں اُس کا پتہ ملتا نہیں
 کون ہے جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہیں
 برہن کو بت بھی بے اذن خدا ملتا نہیں
 دیکھ لیں کیا رنگ کا وہ کمر بامتا نہیں
 لبے لب وقت تلفظ اک ذرا ملتا نہیں
 اس درے سے وہ آشنا ہی نہیں
 مشاکر نقش ہر اپنا تر نقش جاتے ہیں
 وہ سیلے ہلو قمر باغ کے جب یاد آتے ہیں
 مسلمانوں سے کوئی آج کل ہندو بدلتے ہیں
 نہ نخواست چھوڑتے ہیں گلشنِ کائناتے خود بدلتے ہیں
 حاکموں کے سامنے چلی ہیں تقریر کہیں
 کوئی گناہ کسی سے پوشیدہ رہا نہیں
 چشمِ بینا ہو تو یوسف سیکڑیں باز نہیں
 آج گھر گھر لئے پھرتا ہے تو ہم مجھ کو
 جام سے بھر کے پلاؤں میں نہیں تم مجھ کو
 پیار کی آنکھ سے دیکھا نکرو تم مجھ کو

صاف کہہ دے نہیں دیدار دکھانا ہے اگر
 لے خوشا وحدت خوشا کثرت خوشا نیرنگ عشق
 رنگ وحدت دل میں کثرت سے سما جائے اگر
 گھر مگر تخلصیاں ہیں طلب کا بھی تو ہو
 دل دردناک چاہئے لاکھوں ہیں خبر و
 وہ حسن کیا ہے حسن جو غلط نہیں نو
 ساتی میں نشہ مٹے عریاں سے ست ہوں
 شمع سا کبھی جلتے کبھی روتے گوری
 آج محفل سے تم آئے ہو اٹھانے ہر کو
 سارے عالم میں یہ شہر سے بھٹانے مارا
 وصال پر چوہے وصل امتحان کر دیکھو
 چھپا چھپا کے نظر بازیاں ہوں غیروں سے
 عکس سے بجھو نہ آئینہ میں اتنا دیکھو
 اسے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ
 آیا تھا سوئے مشر میں تفریح کے لئے
 ترک لذت بھی نہیں لذت سے کم ہے
 چلا تو ہوں بچے اظہارِ دردوں دیکھوں
 ود چاٹ دوں کرے زندہ نہ شرب کی
 خلقت کو ہے یہ اس کے نفاہ کا اشتیاق
 جو چاہئے سوما گئے اللہ سے ایسر
 شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ

کعبہ و دیر میں دوڑاتے ہو کیوں تم جگو
 دیکھتا ہوں ہر موقع میں تری تصویر کو
 ایک برگ گل پہ لکھیں چوں باغ کی تصویر کو
 موسیٰ سا کوئی طالب دیدار بھی تو ہو
 عیسیٰ ہیں سیکڑوں کوئی تیار بھی تو ہو
 کس کام کا وہ نام جو نقش گیس نہ ہو
 افلاس میں جو بادہ میسر نہیں نہ ہو
 آگ پانی سے بنایا ہے خدا نے ہر کو
 ہائے وہ دن کہ اُٹھتے تھے بچھانے ہر کو
 واہ کس پردہ میں مارا ہے ادا نے ہر کو
 امیر فوجی سہی چند روز مرد دیکھو
 ہمیں سے آنکھ چڑا نا ذرا ادھر دیکھو
 جانے دو اپنی طرف اسے گل رعنا دیکھو
 دل میں ہزار درد اُٹھے آنکھ تر نہو
 یاں تو شہدِ عجزِ ششِ اعمال ہو گئی
 کچھ مزا اس کا بھی چکھتا چاہئے
 حضورِ یارِ مجال بیاں رہے نہ رہے
 دعا کے منہ پہ نہر لگا دوں کباب کی
 کھڑکی ابھی کھلی نہیں بازار بند ہے
 اس در پہ آبرو نہیں جاتی ہواں سے
 دخترِ ریزِ سلام کرتی ہے

کیوں وہ صیا کسی صید پہ توں ڈالے
سارا پردہ ہے دولی کا جو یہ پردہ اٹھ جائے
یہ کیوں کا یہ کیوں گایہ ابھی کہتے ہو
حشر میں عذر چنایا ہے بت اور کھو
نہ مت ہے نہ کوئی ہوشیار باقی ہے
پیری میں کس مزے کو جوانی کے دیئے
کہا ہونے جو دل کا درد تم اس کو لگے سمجھے
ہے بجا کہنے اگر دولت دنیا کو پری
نصیحت کرنیوالوں کو اگر کچھ بھی سمجھ پوتی
صلح کل میں ہے ابھی شرکت کی تھوڑی سی
ایک قطرہ بھی نہ پینا مگر اے جانِ جہاں
کو چہ یار میں ہوں لاکھ تپش کے کساناں
تو ہی یاں رہنے کو آیا ہے نہ میں اور غافل

خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے
گردن شیخ میں زنتار بہرین ڈالے
سانے اُنکے بھی جب حضرت دل یاد ہے
کہ مبادا تمہیں بھولے تو مجھے یاد ہے
حجاب کس سے اب لے چہ شرم بار پاتی ہے
سو داغ دے گئے ہمیں ڈوون ہمارے
نصہق اس کجھ کے مگر جابجھے تو کیا سمجھے
ہوشیاروں کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے
جو سمجھاتے ہیں مجھ کو وہ مرے دل کو سمجھاتے
اور لے پیر غرا بات نشیں تھوڑی سی
اسی انداز سے کہنے کے نہیں تھوڑی سی
پھر جو نسکین ہے دل کو توہیں تھوڑی سی
جو ہے دنیا میں سافر ہے یہ گھر کس کا ہے

انتخاب صمخہ عشق

ہاتھ رکھ کر مے سینے پہ جگر تھام لیا
ویر کی تختیہ کر اتنی نہ لے شیخ حرم
و غلطی کی مجلس میں بھی آئے تو یوں سنا عشق
نیند کے جھوٹے چلا آتے تھکیں نگاہ ذریع
”ہوش عشق ہو کر جسا بزم معرفت میں
ترے بندوں سے کرتے ہیں بیت کو خدائی کا
خدائے ان تج کو کچھ نہیں ملیت عنایت کی

تم نے اس وقت تو گرتا ہوا گھر تھام لیا
آج کج بزم بن گیا کل تک یہی بختا تھا
مٹکی بونل تھی بھل میں ہاتھ میں پانہ تھا
تیج قاتل کی زبان پر کیوں سا افسانہ تھا
پردہ نہ پہنچ میں ہوش فاعل شور تیرا
تاشت دیکھتا ہوں تیری شان کبریا کی کا
خیر ان کا بنا ہے کچھکے جو ہر بے وفائی کا

<p>یہ کس بیدار نے دستِ بھاریں خواب میں چھ ما گردنِ تنِ بعل سے جدا ہو گئی کب کی کھینچ کر چادر جو چھسرت رُبت پر میری ڈاڑھی خواہشِ وصل تو کیونکر کموں لیکن نا صبح وہ مزادیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے بارب جو نگاہ کی تھی ظالم تو چھسرت کیوں پڑا ایک دل ہدم ہرے پہلو سے کیا جانا رہا لکھ گیا دل لکھ گیا رہتا تو کیا ہوتا نہ سر غنی ساتھ دینا سے کیا لے گیا تاوک ناز سے شکل پہنچا ناول کا قیس کی خاک اُڑانے کو ہوا آندھی تھی</p>	<p>کہ فریادی ہے اب تک نیل اُس نازک کلانی کا گردن سے جدا خجرتِ تل نہیں ہونا سچ بتا کیا تجھ کو اسے دزدِ کفن یاد آ گیا دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی ارباں ہو کا مرے دو نو پہلوؤں میں دلِ بقیہ ارجوتا وہی تیرے کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا سب ترپنے تھلانے کا مزا جانا رہا جانے دواک بیونا جاتا رہا جاتا رہا مگر جو کسی کو دیا لے گیا دردِ اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا پردہ محمل لیا کوہِ اٹھ یا گترسا</p>
<p>تصورِ مزہ کا تری راست بھر اُسن لکھتا ہے حیرتِ نگاہ سے جتنی نگاہ دیکھ جو کچھ سامنے آجائے رستے کچھ دبو</p>	<p>رگ جاں میں شتر بھجیو یا کیا جھنڈ دیکھو ابھرتا ہے بدنِ تصویر کا آنکھ آسنے کی بیدار دہنِ تصویر کا</p>
<p>آئینہ دیکھ کے آٹھ بیس مے میں ایسے تو بھی آئے تو نہ وہ آنکھ اٹھا کر دیکھے</p>	<p>خود وہ نہ جوتے ہیں اپنے تماشا ٹی کا اور ہی رنگ ہے اب تیرے تماشا ٹی کا</p>
<p>سب کی نظروں پہ نہ چڑھئے اتنا صورت تری دکھا کے کو نگاہِ روزِ جشتر بیوفانی کو تیرے لگتا داغ کیوں ملائیں وہ آنکھ اب ہمسے خاک میں بھی ملا چکے ہمسکو</p>	<p>دیکھئے دل سے اُتر جائیے گا آنکھوں کا کچھ گناہ نہ دل کا قصہ تھا وعدہ اچھا ہوا وفا نہوا لے چکے دل نکل گیا مطلب نہ ملے اب تو کب ملیں گے آپ</p>

<p>ہے یہ ہوا سینے میں دم کی طرح نہیں کتاب کا مطلب کتاب ہے باہر دی جان بنے چشمہ آب حیات پر</p>	<p>زندہ محبت ہوں میں ناتواں خدا کو دل ہی میں تو ہوندا اور اہم ہونچ بوسہ ملا جو اُس لیشیریں کا رنگے</p>
<p>کف افسوس ملکہ رہ گئی برق اپنی خرمی نہ دیکھا گرد کو جیتے کبھی دریا کے دامن پر کبھی گردن پر خونخوہ کبھی خنجر ہو گردن پر مکمل ترے سیکہ لیے باہر ہزاروں سیکشیں بلک بلک لو کی دو تلوں بھری تھیں لگا جو اتھار میں تو حاکم کر بے دین میں کفر بھی موزن نہ صنم سے بگڑ نہ خدا سے بگڑ الجھے گانا حق سارا بن جانا ہے کیوں محل کے پاس قاتل خفا خنجر کھچا کوئی نہیں بل کے پاس حسرت ہادی ہے ابھی باقی تمہارے دل کے پاس اب بھی اگر آئے دوزخ میں جائے وعظ اک برسنگہ اور دو برہمن اک اسطون اک اسطون</p>	<p>نئی ہمتوں کو کیا خوف بلائے آسانی ہے کہ دوت کب تک پانی ہے دلیں صاف طینت کے گلا کو انزے لے لے پیکہ پھرایا دل کس لین جب آئی گردش میں خیمہ ساقی کڑا دیہہ شوش سیکہ نیکے جو بنے آنکھوں سے پوچھے آئنا بل پوچھا و آنکھ نہیں کبھی کبھی میں صرخت ہو دو کمر بھری میں گائے حرم سے بھڑ گھبرا نہ قیس ناناں لیل خود آئے گی یہاں کر تو ہی رحاب لے قضا ترے پیکشیں تاجا مینے کہا یکس ہوں میں بولے نہیں تیرے ہودم فردوس سیکہ دے سیکشیں بکرا ہے ہیں ہیں پنج میں وہ جلوہ گر ہیں ہوں دہراور غیر اُدھر</p>
<p>کہ ڈرتی ہے حیات جاوداں تک کہ مر مر کر نہ چھتے ہیں نہاں تک</p>	<p>تری سفاکیاں پہنچیں یہاں تک کڑی ہے اس قدر منزل عدم کی</p>
<p>دیکھ میں گرم ترے یار سے نائے بلبل خوب ہی پھوٹے ترے دل کے بھی چھاپیں ہو بلا ایک تو سر سے اُسے نائے بلبل کھائے نہ چوٹ یاس کی امید وادوں</p>	<p>نہ جلا تجھ سے نفس بنے چمن پھونک دیا ہاتھ گلچیں کے کئے باغ میں گل تلوں نے فکا دھیان صیاد کا گلچیں کا خط خونخوہ خزاں جاتا تو اسکے کوچے میں ہے بار بار دل</p>
<p>کیا کرتے تھے اپنی جس جو ہم</p>	<p>ملاحب وہ کلمات یہ متاں</p>

بے مانگے دے رہے ہو زمانے کو گایاں
 باغِ بمان میں میر کو آنے ساتھ ہے لیکن قسمت بھی
 لچک ہے مناخوں میں جن میں ہے پھولوں میں
 کوئی پوچھے تو مجھے کہ یہ کیا ہے انصاف
 واعظ اب چھپرے کے رندوں سے سنا کرتے ہیں
 کس طرح فریاد کرتے ہیں تباہ و قاعدہ
 جب تڑپتا ہے دل میں ڈرنا ہوں
 اند شمعِ ناج ہی سے ہے بتائے شاہ
 ہم میں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش
 آنکھ اپنی فتنہ دے قیامت پر کیا پڑے
 حقیقتِ عاشقوں کی مرگ کی ہے کوئی پوچھے
 جدا ہے دھبہ رزکانہم ہر محبت میں ساتی
 ہوئے ہم قتل جب جلسہ نظر آیا حسینوں کا
 نگوں کوئی بچھو لے گا یہ محبت رنگ لائیگی
 کلیاں یہ سنخِ مرغِ نینس لالہ زار میں
 شرم آتی ہے کہ یار کو میں بونا کہوں
 مجھ سے تو ایک نے بھی بنا ہی نہ دوستی
 کہا جو سینے کے رخ سے ذرا نقاب اُلٹو
 تو نباس ہے طرفہ میکہ و ہجو دی امیر
 پھر اُس کی شان کری پی کے جو صلہ دیکھے
 اعدا سے ناز دیکھ کے کہتے ہیں آئینہ

تم سنا کہاں جس میں کوئی دوسرا کریم
 ہاتھ ہے کوثرِ شاخ ہے اونچی بائیں گے ایک کوئی غریب
 ہمارا جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں
 وہ مجھے دل سے بھلا دے میں جھلا بھی نہ سکوں
 کچھ مزہ ملنے لگا ہے اُن میں صلواتوں میں
 اے اسیرانِ قفس میں تو گرفتاروں میں ہو
 جس رخ پر جا پڑے زمیں نہ کہیں
 ہے اس کلاہ پوش کی جاں اس کلاہ میں
 مے پیتے ہیں تو سیاہ ابر سیاہ میں
 جھکے یہ فتنے ہیں وہ ہے اپنی نگاہ میں
 بہت جب نیند آئی سو رہے جا کر مزاروں میں
 پری ہے یکسو نہیں جو رہے پرہیزگاروں میں
 بنا یہ خونِ ناحق چلو چلو گلستانِ ابد میں
 امیر اچھا نہیں ہے بیٹھنا ان گلستاں میں
 مندری لگی ہے دستِ عروسِ بہار میں
 اچھا کہا ہے جھکو اُسے کیا بُرا کہوں
 پھر آشنا کسے کسے نا آشنا کہوں
 تو نہیں کے بولے کہ منظورِ قتل عام نہیں
 سب است ہیں کسی کی کسی کو خبر نہیں
 گناہ گار یہ کہہ کے گناہ گاروں میں
 ہم ناز میں نہیں تو کوئی ناز میں نہیں

شیخ حرم سے ملے ہو اسنت انفعال
عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں بھر چھوٹ جاتے ہیں
میں کتا ہوں تمہیں دل لیا میرا تو کہتے ہیں
میں کسی دید کا طالب ہوں کسے حوصلہ کا جواب
انہیں کا مال تھا اچھا کیا دل لے لیا میرا
لا کر خاک میں بھی اٹے شرم انگلی نہیں جاتی
بنجھاں کر کے مجھے سر پہ کھڑے ہیں چپکے
پھیر دو دل جو نہیں دیتے ہو دوسرے یہ کیا
آنکھ اُس آنکھ سے دیکھو نہ مقابل ہو امیر
حکم ہے ضبط محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
یونق اسلحے کا نہ اُلجھا ہوا بوسوں کا حساب
جذب دل اُن سے یہ کتا ہو کہ اب کیوں اُن
الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جھٹسا ہو
آنے جو مری لاشیں یہ وہ طنز سے بولے
یہ زباں چلتی ہے ناصح کہ چھری چلتی ہے
جب پوچھتا ہوں میں کوئی تدبیر وصل کی
پردہ میں تم ہوا سپہ یہ عالم ہے حسن کا
جب پوچھتا ہوں اُن سے دوا درخشن کی
خشن و وفا کا ساتھ تو اسے دل ہوا تنو
کوئی ہے یاد وطن مجھے نہ روٹھ اب من جا
دم بھگتے ہی ہوئی لاش جو دو بھرا ایسی

کہنے ذلیل ہم نگہ برہمن میں ہیں
جواں یہ تار تو تار سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
کہ ہاں ہاں لے لیا اچھا کیا ہم کب کر تے ہیں
یہ کسکی حسرتیں ہیں آپ جہان خون کرتے ہیں
کوئی چھینے نہیں لیتا ہے اُن سے کیوں کرتے ہیں
نگہنجی کئے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں
ہاتھ اٹھاتے بھی نہیں ہاتھ لگاتے بھی نہیں
مال پر لوٹ بھی ہوا دم نکاتے بھی نہیں
اسی کھڑکی سے اُتر آتا ہے جادو دل میں
آکے آنکھوں میں پلٹ جاتے ہیں نسو دل میں
سل ساگر میں بتا دوں تجھے لوگوں ہی نہیں
تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہیں
ہر بات میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو
اب ہم ہیں خفا تم سے کہ تم مجھے خفا ہو
فرج کرنے بھجھا یا ہے کہ سمجھانے کو
کہتے ہیں بت کیا ہے خدا سے دعا کرو
پردہ سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو
کہتے ہیں پہلے ہوش کی اپنے دوا کرو
معتوق نام اُسی کا ہے جس میں دفا نہ ہو
چھوڑ غرت کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو
کیا ہوئی ہے محبت تجھی جو سارے گھر کو

<p>کیا خبر تھی کہ گراں ہوگا ہمارا آنا سخت نواں ہے کہ لہذا جوہ پاؤں کے تلے ہو رہے ہم تو اسے صنم تیرے اس ادا سے کیا شبید اس نے کچھ اس انداز سے وہ ناز بھرے ہاتھ چلے نزع میں جاتے تو ہوا بالیں سے مجھ ببار کے پردے میں آئینہ کے یہ دل ہے امیر کا خدانے دن یہ دکھلایا کہ وہ بت بہماں آیا موا اب خاک ہونے کے نہیں حسرت کی بانی جس نے یہ درو دیا ہے وہ دوا بھی دے گا کتنا تھا فاقل آپ ہی مرتے تھے جاں نثار</p>	<p>ہم تو گھرا جتنا سمجھتے تھے تمہارے گھر کو کچھ بھی سمجھے تو کیلچے سے لگائے دل کو تو ہمارا حشرہ کی شاں نہو خون ہبائل گیا شویہ دوں کو آگئی نیند بترنجہ فاقل مجھ کو اک نظر آنکھوں کا صدقہ چہرہ کو دیکھ لو پہچان لے جو وہ تو کبھی روبرو نہو؟ ملے تو شیخ سے کہہ سکتے دو دن کو حرم بیلو کہ مٹی ہو گیا جی دیکھ کر گد غسہ بیاں کو لا دوا ہے جو عمار درجہ گر ہونے در بدنام ہائے سعادت ہونے ہر لگا کے ہاتھ</p>
<p>آنکھیں کھولیں بھی بند ہی کہیں کیا تگ ہے جلا دمری سختی جاں سے</p>	<p>وہ شکل نہ سانسے سے سر کی ہر دار پر کہتا ہے کہ ظالم کہیں میری</p>
<p>اگرچہ شب وصل کی سن لی مرے گھر میں الدرے ستم بخود می خون کے ہم پر کوٹھے سے نزاکت تو اُترنے نہیں بتی آئے وہ دم باز پس یوں مرے گھر میں ہمسائے ہی کے کوٹھے پر آئے وہ شب ماہ</p>	<p>الدری ضد شام سے پہلے سحر آئے ہم آپ میں آئے تو کہا تم کہ ہر آئے تم آنکھوں سے دل میں مرے کیونکر اُتر آئے جس طبع کہیں چاندنی بچھے بھرتے چاند اوروں کے گھر چاندنی ہی میرے گھڑ آئے</p>
<p>موت سے وہ جبر تک کے کتا ہے</p>	<p>ہر نہ آ پاس میرے بسل کے</p>
<p>کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی کہہ تو اسے گلچیں ایسا رقص نفس کے واسطے</p>	<p>ہائے کیسی اس بھری مغل میں سوائی ہوئی توڑ لوں دو چار کلیاں میں بھی مرجھاں ہوئی</p>

گرد آڑی عاشق کی تربت تو بخدا کر کسا
گھر بیٹھے ہیں ہاتھ لگی منزل مقصود
باقی ہے ایسر اب تو فقط جان کا جانا
خلش دُکِ مزہ کا ٹکڑے دل شکوہ

دائے قسمت جو بک نہتا ہے

کوئے جاناں میں ہو گی ہے جوشمار تیری
دل سے بھی باتیں میں کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
عشق میں جی سے گزرتے ہیں گزنیوالے
عجب عالم ہے اسکا وضع سلوی شکل بھولی ہے
ادائیں کھیتی ہیں رنگ تو اُس نے تولی ہے
وہ کہتے ہیں کہ ہم نگہیں میں سب کو تانا لیتے ہیں
صبا ان سُنہ نبی کلیوں شُب کو کاسی چری کی
گھٹا کی سیر جبرے سے ٹھکر دیکھا سے زاہد
خوشامدائے دل تیا ب اس تصویر کی کب تک
وصل ہو جائے ہیں حشر میں کیا رکھا ہے
محب پوچھ نہ نوشیے میں کیا رکھا ہے
ہم چلے دیر سے کعبے کو تو وہ بت بولا
دم خیر تو ظالم زرا بنگا ملے
بڑا پے نہ ہرن بکرو لے نشہ جوانی کے
خودی سے خودی میں آج خون حق پتی ہے
نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل

واہ سر چڑھنے لگی پاؤں کی ٹھکانی ہوں
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہے پاؤں طلب کے
ہوش و خرد و تاب و توان جا چکے کب کے
کیا مزے کی ہے یہ پھانسل کو چھپا رہے دے

وہ بھی عاشق کی انجناہ سنے

دامن حور کے سالے میں ہے تربت میری
سُن رہا ہوں میں کئے جاؤں شکایت میری
موت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے
گھسی جاتی ہے دل میں کیا ریل نرم ہل ہے
لہو کی چلتی ہیں پیکار یاں قتل میں ہولی ہے
محبت ساری دنیا کی اسی کانٹے میں قفل ہے
کہ تو نے صبح کو ایک پاک کی بچی ٹٹولی ہے
نمانے کو یہ چوٹی حور نے جنت میں کھولی ہے
یہ بولا جاہتی ہے پر نہ بولے گی نہ بولی ہے
آج کی بات کو کیوں کل پٹاٹھا رکھا ہے
پارسائی کا لہو اس میں بھرا رکھا ہے
جا کے لے لیجئے کعبے میں غذا رکھا ہے
کچھ اس غریب مسافر کو زرا دماہ ملے
ترنگیں سنیوں کی ہر چکیں ابقا تو مستی ہے
جسے تو نیستی سمجھا ہے اے غافل وہ ہستی ہے
نرمی بہت کی کو تاہی تری قسمت کی ہستی ہے

<p>بڑھ سہ آہ رسا اب لنگرے پیش کے پینچی بتوں کو دیکھ کے ہم کلڑ تو جسد بڑھتے ہیں انگوٹیں تھی یہ مے پانی کی چسپا بوندیں بحرِ لفت کے کنارے تک نہ پہنچا ایک بھی شیخ بھی یوں ہی جو مے پینے کی عادت ہوگی</p>	<p>بلندی کو بلندی جانا ہمت کی بہتی ہے خدا راضی ہے ہمیں وہ ہماری بت پرتی ہے جسدن سے کچھ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے دست و پا کتنے ہی ہیر اکون نے ارے گئے ایک دن رہن یہ دستا فضیلت ہوگی</p>
<p>رتہ شید عشق کا گر جان جائے چچان پر بے ناز چچان جائے آزم ہوئے نہ حضرت دل چو دل لیل بڑائی مری سن کے غیروں سے بولے ایک سید ہی نگاہ تیر سری</p>	<p>قربان ہونے والے کے قربان جلیے کیا ہے ہمارے ولس بھلا جان جائے ہاں اور دوڑ دوڑ کے مہمان جائے یہ سب چچ گرہائے کیا آدمی ہے لاکھ باکوں کا بائیں ہمتے</p>
<p>جہیں قمر بہ ہلال برو نہر غصہ لال بھی ہے لینے آئی ہے اہل ککو عدم کو جائے کون</p>	<p>بتوں سے ظاہر ہے شانِ خالقِ جمال بھی جو حال تھا اتنی طاقت اب کہاں فرقت کے میاؤں میں ہے</p>
<p>و کا خنجر جو دست نازنیں سے نہ گھبرا نہ خنجر عشق دم لے</p>	<p>چھری تھنجلہ کے لی جہیں جہیں سے مزے کا تو وقت اس میں ایل جی تھا</p>
<p>ترے پیار کا کام اب بڑی مشکل سے چلتا ہے پوچھا کیا ہے کہاں دل بگرا ہے جان گئے خود ترے ہونٹ یہ کہتے ہیں کہ بوسے لو لپٹائیں اٹھلے غش سے تو بولے فریٹے ہے بخشنے نہ بخشنے میں اس کو اختیار نہج سے مانگوں میں تمہی کو کہ سہی کچھ چل جائے چودھویں سال میں ہے ناچندا دختر رز</p>	<p>کہ در دُٹھک بدلو تا ہے تب کروٹ بدلتا ہے جائے نکبت کہاں سب ترے قربان گئے اور معشوقوں کی ہوتی ہے اجازت کہیں مطلب کے وقت کیسے بجا ہوش ہو گئے تو ہے گناہگار کہ جسے جافطہ ہوئی سو سوالوں سے ہیں ایک سوال اچھا ہے چڑھ دے تانہی کو دودل یہ سال اچھا ہے</p>

<p>مانگئے بوسہ تو کہتے ہیں وہ دوسے کو زینام خافقہ ہوں میں جو یہ پھرتی ہے ہلکی ہلکی</p>	<p>کیوں جواب اسکا ہے اچھا کہ سوال چھاپا ہے تو یہ بھی پی کے مگر نکلی سب بھجانے سے</p>
<p>اجل آئی ہے نذر اسکی کس کیا ہیں قتل گہ ناز میں سب زندہ مسابہ وہ کہتے ہیں نکلا اب تو دروازے پہنچل ہے کہیں ایسا نونچل کچھ کچھ ڈاڑھ پہل جانے سستی کا دل ہے ٹھنڈا گرمی روزینا میں نہ کر معشوق کو بے پردہ آنکھیں بند کر جنوں اندھیری رات میں بجلی کو بھی ترس آیا</p>	<p>ہماری جان تو تم میں پڑی ہے شمشیر قضا توڑ کے رکھ دی ہے تھانے قدم کوئی کہاں رکھے جب ہر دیکھو ادھر دل ہے قضا ہٹ جا کہ جنہا یا ہوا اسوقت قاتل ہے کہ سر چڑچڑہا رحمت سائیدہ این تھا ہے کہ لیلی انکھ کی پتلی ہے اکٹھا غوش محل ہے غریب لے کے چل جائی آشاں کیلئے</p>
<p>چھترسم سے چھترک فاش نمک عاشق اب ارجان جی کر کیا کریں</p>	<p>زخم پھر ہم نہ تہیوں کے بھر چلے مرنے کو آئے تھے تم پر مر چلے</p>
<p>کیسکی چاہ بھی دل میں مرے نے نہیں نکلی دل میںوں سے نکلی آہ باجلی کوئی چسکی الہی کس شہید ناز نے سا پتا لگوایا نہ چوک وقت کو پکار کر ہے یہ وہ معشوق یہی ہونہ قسمت الہی کس کی پ شہیدہ انگور کو کرتی ہے آب آفیں جب دو پٹہ سادھا ڈھلا تم نے دھانی ہو گیا جب چمن میں اگیا مستوں کو سادھن کا خیال ہر روش پر ہو چمن میں اک پری ساغ کف ہجر میں سب کے مزا ہے محل میں سب بامزہ</p>	<p>ترے یروں نے مگر پھر کی ناشی لی نہیں نکلی کہ محل سے تڑپ کر لیلی محل نشیں نکلی کہ ننگے پاؤں فردوس میں ہیں تے ہو نہیں نکلی کہ بھی امید نہیں جس سے جا کے آنے کی کہ جو سوچتی ہے بڑی سوچتی ہے آگ پانی میں لگاتی ہے ہوا برسات کی واہ کیا تاثیر رکھتی ہے ہوا برسات کی ساؤنی گانی ہوئی آئی گھا برسات کی ایک دن ہوں دکھیں لے ساقی قضا برسات کی فصل گرمی کی ہو یا جاڑے کی یا برسات کی</p>

ترہی شبہ میں کی حرف اس قدر طاقت عجب رسائی قسمت کے لئے خاتیری	سکت نہ پھر قلم صورت آفریں میں رہی چمن جو چھوٹ گیا دستِ نازنین میں رہی
اذبح کے وقت اسکی گھبراہٹ دل کو اب کب قرار آتا ہے	دیکھ کر مجھ کو پیار آتا ہے سُن لیا ہے کہ بار آتا ہے
تسک آتا ہے پیار پر غصہ	مجھ کو غصے پر پیار آتا ہے
<p>(امیر) صاحبزادہ امیر السخاں دلہ صاحبزادہ حبیب السخاں فرحت رام پوری ابتدا میں شیخ کر امت علی شہیدی اور شیخ علی بخش بہیار سے فیض سخن پایا۔ انیر میں میر احمد علی رسا کو کلام دکھایا۔ کچھ تطبیق پہلے ہی رسا تھی حضرت رسا کی فیضِ صحبت سے اور بھی رسا ہو گئی۔ سن ۱۲۹۰ ہجری میں صرف ۴۵ سال کی عمر پر انتقال کیا یہ تین شعر بطور یادگار درج تذکرہ ہوتے ہیں ۵</p>	
سوزِ غم سے داغِ غم سینے میں بے روشن چرخ نکیمی : ہ مزہ جو یاد آئی دستِ حُسن میں چڑھنے کو آنے فائدہ غیروں کے ساتھ ساتھ	اپنے گھر میں رات دن جلتا ہے بے روشن چرخ تو پھر چہتا پھر آنکھوں سے میں خابِ نیلاں کو شعلہ نکل گیا مرے لوحِ مزار سے
<p>(امیر) نواب حسین علیخان عرف آغا صاحب امیر خٹک نواب امانت علیخان ابن نواب جعفر علیخان ابن نواب سعادت علیخان مغفور صوبہ اوڈہ نواب احمد حسن خاں جوش کے شاگرد اور خوش کلام شاعر تھے ۱۲۵۰ھ میں آپ کا شبابِ نھاہ منتخب کلام حاضر کیا جاتا ہے ۵</p>	
خود روشنی کو جو وہ یوسف ثانی آیا ہمارے نالہ تو عرشِ خدا ہلاتے ہیں نالے کئے وہ ہجر میں پیہم نامِ شب کشتہ سمجھ کے شمعِ نرغ بے مثال کا جاگے ہو میری جاں کہاں جا کے رات کو	راستہ بند ہوا امر کے بازاروں کا بتوں کے دلیں کیا ہے اثر نہیں ہوتا ہل بل گیا ہے عرشِ مغلم نامِ شب پردانوں نے کیا مرا نامِ تمامِ شب آنکھوں میں نیند کا ہے جو کچھ کچھ خمار آج

امیر

دھماکا اور دہی احسن کے بازاروں کا : یہ کچھ آپ یہ عالم ہے خرابیوں کا

جان جاتی ہے مگر کچھ نہیں کہتے ہیں امیر | ان کو اس قابل عالم سے محبت کیا ہے

(امیر) نواب میر حسن علی خاں حیدر آبادی - خوش باش جاگیردار ہیں - چالیس بچاؤں
 برس کے درمیان عمر ہے - آدمی نیک اور خلیق ہیں - شعر و سخن کی طرف بھی طبیعت مائل ہے
 ابتدا سے عمر میں اصلاح سخن کسی درخشاں سے لیتے تھے مگر اخیر میں نواب فصیح الملک مرحوم کو
 کلام دکھانے لگے تھے - داغ مرحوم کے خاص ہم جلس دوستوں میں تھے - اکثر شاعر روز
 انہیں کے مکان پر رہتے تھے - حضرت داغ بھی ان سے بگاگت کا برتاؤ کرتے تھے طبیعت
 کا رنگ کلام مندرجہ سے ظاہر ہے

امیر

آنکھوں میں رہے شوق سے ل ہو جو بانیہ
 دل ہو گیا وارفت مرا ایک نظر میں
 سب را ز جلی سخی اس پہ ہویدا
 اسد سے خم و برج تری زلف و دوتا کا
 اسے ہم صغیر تجھ کو مبارک چین کی میر
 کیونکر جنوں میں دشت نور دی نہ پسند
 جلا آئینہ کی گرد کرد ورت سے نہیں منتی
 زاد سفر کی خیر مناد مسافرو

دنیا میں بھرے گانہ ایسا ساکن کہیں
 جا دو ہے غضب چشم بت شعبہ گر میں
 پھر غور سے دیکھو تو نہیں کچھ بھی لب میں
 بل کھا کے لپٹ جاتی ہے ناگ ہی کر میں
 ہم تو اسیر ہو گئے فصل ہبائیں
 پایا ہے آلوں نے مزانوک خار میں
 صفائی ظاہری کس کام کی ہے دل مصفا
 رہزن کھڑے ہیں گھات میں نزل کے ساتھ

دم ہمارے جسم میں باقی نہیں
 ہو گیا ہے تار بستہ میں شریک
 سسل ہے لہلہا لگا ہونکا مگر

خون کی پیاسی تری تلوار ہے
 اس قدر لاغر ترایا رہے
 دل سے دل ملنا بہت دشوار ہے

ہو گئی اُن کو شکایت شکوہ بیدار کی
 شوق دیدار میں ہے سارا زمانہ بیتاب
 سر کشت میں بھی ہیں اور تیغ کشت قابل ہے

کیا تا شاہ ہے وہاں فریاد ہے فریاد کی
 اب توجہ سے نقاب اپنے اٹھائے کوئی
 میری شکل اگر آساں ہو تو کیا شکل ہے

امین

کون سنتا ہے کہ دعویٰ کچھ ہی مر باطل ہے | اب تو فابو میں ہے جسکے یہاں وہی کا دل ہے

(امین) میر علی نام۔ قوم سے سید اور شاہجہاں آباد دہلی کے رہنے والے تھے۔ غیرت میں ایران کی طرف چلے گئے۔ طبقہ اول کے شعرا میں ان کا شمار ہے۔ اور یہ چند اشعار یادگار ہیں

عجب کیا ہے جو تربت میری اک خزن ہو پکان کا | کہ دل پر ہے جراحت اب تلک اس تیغ کا کا
جلاد یوں نفس اور دام۔ آتش بامآہوں سے | اگر اک دم ہمیں صیاد دیو سے حکم انفاں کا
جب وہ دل لے کے چلے میں نے کہا ڈکے بھر | ہنس کے یوں کہنے لگے جان و جگر باقی

امین

(امین) مرزا محمد اسماعیل بندہ میں خوشی تخلص کرتے تھے طبقہ دوم کے آخر شعرا میں گئے جاتے ہیں آدمی خوش فکرنیک اخلاق اور پاکیزہ راے تھے کلام ملاحظہ ہو

گلشن میں جب اُس گل کا داندہ قبا ہو گا | کیا جانے بلس کی بھر جان پکپا ہو گا
اپنی تو دہی عید ہے جس روز کہ ہدم | ٹکھڑا نظر آجائے لب بام کسی کا
نزاکت پر نک اُس دست نگاریں کے نظر کرنا | کہ گجرے سے گلوں کے اے جس کا مڑ گیا منچا
لپٹا بوجا بک طہ مسبل نے یہ پائی | خدا جانے کہ بوسے زلف تو کس کی لڑائی
کیا غضب تیری آن ہے پیارے | میری تو اُس میں جان ہے پیارے

امین

(امین) میر محمد امین نام ہے۔ مشرقین نے انہیں دکھنی لکھا ہے۔ اور مولف جلوہ خضر نے بنارس مگر ترین قیاس میں ہے کہ انکا اصلی وطن دکن تھا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی حسان اللہ کے شاگرد تھے۔ ان کی تصنیف میں سے ایک ساقی نامہ اور ایک مثنوی یوسف زلیخا زبان فارسی میں مشہور ہے۔ یوسف زلیخا کے قصہ کو دکھنی زبان میں بھی نظم کیا تھا اور ریختہ گوئی کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ اگرچہ انکے اردو کلام میں سے صرف دو شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ ان کا ایک شعر قبول عام کا رتبہ حاصل کر چکا ہے اس لئے ہم نے محض اُس مشہور شعر کی خاطر انکا ذکر اپنے تذکرہ میں مناسب جانا وہ شعر یہ ہے

جی سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ | ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو جیل نکلے

ایمن

کیوں شعلہ رخو مچھو جلاتے ہو کہ سینہ
 (ایمن) خواجہ قاضی محمد امین الدین خان خلیفہ وحید الدین خاں - جو مجیب الدولہ
 کے عہد میں دہلی کے قاضی القضاۃ تھے - امین مرد صلاحیت شمار اور برگزیدہ اطوار تھے
 اور مرزا بھماند ارشاہ کی سرکار میں دوا خانہ کے داروغہ تھے - اپنے زمانہ کے اچھے شعروں
 میں شمار ہوتے تھے - ۱۱۹۳ھ ہجری تک زندہ اور مصحفی کے ہمعصر تھے چنانچہ اکثر ان کے شاعروں
 میں شریک ہو کر تے تھے - چار اشعار بطور یادگار درج تذکرہ میں ۵

سخت کاوش میں ہوں بربک نکلیں
 ایسی نام آوری کا منہ کالا
 ہر کد کیا گر ہزار آتی ہے
 دل وہ غنچہ نہیں جو دا ہوگا
 مل گیا ہو گا خاک میں جوں اشک
 نیم بری آنکھوں سے جو گر ہوگا
 کون آتا ہے یہ کس کے بانوں کی آواز ہے
 ہر صدے پامیں جس کی سوطح کا ناز ہے

ایمن

(ایمن) نواب امین الدولہ معین الملک بہادر عرف مرزا عین الدولہ خلیفہ الرشید وزیر الملک
 نواب شجاع الدولہ صوبہ اودھ - بعض تذکروں میں ان کا خطاب امیر الدولہ ناصر جنگ لکھا ہے
 آپ تو پختہ شاہی کے منتظر نواب آصف الدولہ بہادر والی اودھ کے بھائی اور حضرت
 شاہ عالم ثانی کے دلی رفیق تھے آپ کا اکثر دہلی میں قیام رہتا تھا - بہت خلیق صاحب ہمت
 اور نیک خواہ میر تھے - غلام قادر و سب کے لئے دشاو سے پہلے دہلی میں اپنے مکان پر
 بڑے ترک و شاں سے مشاعریا کرتے اور شعر کے ساتھ ہر طرح سے سلوک ہوتے تھے
 مفصلہ ذیل اشعار سے آپ کی طبیعت کی روانی کا اندازہ ہو سکتا ہے ۵

حاجت نہیں ہے شمع کی میرے فرار پر
 ہر شب ہے سوز آہ سے روشن چرخِ دل
 شاید کہ سیلِ اشک نے اس کو بہا دیا
 سینے میں اب تو خاک پنا یا ساغِ دل
 کل جو ہم نے منہج کے ساتھ سیر و برکی
 لکھڑا یا تھا ہی بالیکن خد نے شریکی
 یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے
 بل بے سوائی تری دل بھی عجب چیز ہے

ایمن

(ایمن) خواجہ امین الدین عظیم آبادی - ملازم سرکار نواب ناظم مرشد آباد کچھ دنوں نواب مظفر جنگ سید محمد رضا خاں کے مصاحب بھی رہے تھے۔ علی ابراہیم خاں صاحب تذکرہ کے یار و ریزہ اور مرشد کے قریب تک زندہ تھے بلاخر قریب میں اُست ومانے جاتے تھے۔ ان کی طبیعت کا رنگ کلام ذیل سے آشکار ہے۔

دنیا میں جو کر نہ کرے عشق بتاں کا نانہ نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے پردہ سے جو وہ شہرہ یا منکلتا گالیاں چو دیں سو دیں۔ بس کیجئے جس کا دل آپ نے لب ہوگا گالیاں غیر سے سُنا تے ہو وہی مقصود دل ہے۔ اور وہی منگو لکھو کیا ایک مجھ کو بھاتی ہے برسات کی ہوا	نزدیک ہمارے ہے یہاں کا نہ ہاں کا مشتاق جو کوئی ہے یہاں نام و نشان کا تب دیکھتے خورشید کا یہ نام نکلتا سُن چکے ہم جب تک مقہ و خسا خاک میں لے۔ ملا دیا ہو گا۔ ہاں میاں! تم سے اور کیا ہوگا سرور سینہ میں اُسکو کیوں۔ یا تو زخموں کا کس کو نہیں خوش آتی ہے برسات کی ہوا
--	---

اگر ارادہ نہیں ہے آنے کا سخت کاوش میں ہوں بنگ گیں	ناگہ استدرہ بانے کا؟ ایسی نام آوری کا منہ کالا
--	---

خورشید تیرا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا	مہ چادر مٹاب میں منہ دھانپ کے نکلا
ہلکو کیا کر بھارتی ہے	دل وہ غنچہ نہیں کدوا ہوگا

بوسہ دیا تھا جی میں جو آوے تو پھر لو یہ نہیں جو ہر نمایاں تیغ تبریار پر دل خیال لطف میں بے خواجہ اکرام ہے دُور سے ترے تاج بھی نکلتا نہیں لب سے اُس شمع رو کے سامنے آتا ہے تو تنگ	اتنے خفا ہو گئے اس خاکسار پر کھد ر لم ہے نام مقبولوں کا اس توار پر رات ہوتی ہے امیں بھاری ہر لک بیا پر ظالم ہے ترے ظلم کی تاخیر ہو ا پر بھاری ہوئے ہیں کیا تجھے اپنے دو چار پر
--	--

۵۔ یہ دو شعر خواجہ امین الدین خان امین کے نام سے بھی تذکروں میں صحت پائے گئے۔

<p>بار کے فرنگوں سے لڑ جانا ہے یوں تیرنگاہ آئی بہار ہو گئے ہر خار راہ سبز کیا کموں یا رسے اپنی سی کئے جانا ہوا جی نکلتا ہے یہ بیاہ میں پتے ہیں جس فائدہ کیا ہے بہلاہم جو کریں فکرِ معاش</p>	<p>جس طسج تروار کوئی آگے تر وار پر لیکن ہوئے نہ آہ یہ بختِ سیاہ سبز گایاں کھاتا ہوں غصہ کو پیٹے جانا ہوں مرنے مرتے بھی ترانہ نام لئے جانا ہوں غم کو کھاتے ہیں امیں خون جگر بیتے ہیں</p>
<p>سرورِ اخلاقیوں مت سہری دل تو کیا ہے آہیں جو آدے بار</p>	<p>ہم بھی اک نونہال رہتے ہیں جان آگے نکال رکھتے ہیں</p>
<p>مجھے بچپن رکھتا ہے دل انگاہیوں میں</p>	<p>وہ سوئے کس طرح جگے رہے بیمار پہلو میں</p>
<p>مجھے تو کبھی عسرِ عمر نہ ہو ہم آنے کو مان نہیں غیر کے امیں کی غذا آ رہی ہے یہی</p>	<p>ملاقات تیسری اگر کم نہو پراتنا بھی خلوت میں ہر دم نہو الہی یہ خون جسگر کم نہو</p>
<p>ہوئی ہے آشنائی جب اس دوش سے بھوکو کیا کہیں دودھ آہ کی تاشیہ مفت مارا گیا ہزار افسوس دل باندھنے تو بار کی کاکل سے باندھے خضر نے اک دم پانچھالے کے آبِ زندگی کیا بہلا اس سبکدے میں جی کسی کا شاہو</p>	<p>جو صاحبِ عقل ہیں کہتے ہیں اہلِ پیش سے بھوکو گھر کا گھر ہے سیاہ ست پوچھو تھا آہیں بے گناہ ست پوچھو بلبل کو باندھئے تو رگِ گل سے باندھے مانگتے ہیں اب تک اس سے حسابِ زندگی مر گیا آخر کو بی جس نے شرابِ زندگی</p>
<p>غیر سے کیونکہ وہ چھوڑے متا</p>	<p>چھوڑتا ہے کوئی اپنی بانی</p>
<p>جتنے تھے محض میں تھا سب چٹاک اور خطا بھروسہ گدائی میں بھی کرتے ہے شاہی تمہاری انگلیں جو دیکھتے ہیں گئی ہیں پائی</p>	<p>ایک ہم کیفیت گویا دال گندہ گارد میں تھے دنیا میں جو ٹھانی قہمی میاں - جتنے بنا ہی پر استند ہیں جنوں کی پیاسی - کیڑا نکلیں ہیں باکری</p>

<p>تیری نگہ کے جو ہونگے مار کا ناگ ہو گا اُنہوں نے پانی دن کٹا فزاد میں اور رات ناری میں کٹی صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں</p>	<p>نہ ایسی کہ کبھی ہے تیغ پہنے نہ ایسی کہ کبھی ہے آبداری عمر کٹنے کو کٹی پکڑا ہی خواری میں کٹی جسم کی جب رات ایسی بقیاری میں کٹی</p>
<p>رنگ چہرے کا زعفرانی ہے کس سے تشبیہ دیں بھلا بھلا جلوہ تیرے حسن کا کہاں ہے کیا شہر میں آج مجھ پر ہے ہولی دعدے سے کیا کرو گے دل فرخ کینک</p>	<p>ماستقی کی ہی نشانی ہے ایک بوسہ سو تیرا ثانی ہے یوں کہنے کو آفتاب ہاں ہے پھرتے ہیں لئے عبیر بھر جھولی ہولی کا قرار تھا سو یہ بھی ہولی</p>
<p>کیا بڑا وقت تھا اُس شوخ سے جیسا کہ لگی حیاتِ جاوداں بخشے ہے تیغِ آبدار اُس کی</p>	<p>جب تلک جیتے رہے روزِ شب اکٹھ لگی اگر بادِ تباہوے جا کے کھاوے جیسا کہ چاہے</p>
<p>چشمِ گریاں کی دیکھئے خوبی یا ربھی اب لگا لگا کرنے صبح اور شام سب بمانہ ہے</p>	<p>ساتھ اپنے مجھے بھی لے ڈوبی یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی آئیے آئیے جو آنا ہے</p>
<p>زرا ہد کھو تو گرد و نیچ سہرہ و شراب کے کیا چشمِ سناں سے رکھیں مغلسانِ دہر ریشکِ گلزار ہوا داغ سے سینہ میرا اُس ماہر کے سامنے آتی ہے چاندنی دودن کی چاندنی ہے پھر آغزِ اندھیری رات غیروں سے اختلاطِ ہماری بلا کرے دنیا میں کہنے کو سبھی کہلاتے ہیں بھلے</p>	<p>یاں آگ ہے چھپی ہوئی پردے میں آگ کے دریا نے تو بھرے نہیں کا سے جا بکے بار کے بھاویں تاشا ہے تاشا یہ ہے اپنے تیش اب آپ ہوشال ہے چاندنی ساتی پلا شراب کہ چاتی ہے چاندنی گر آشا کرے تو تجھی سے خدا کرے پر ہے وہی بھلا جو کیا بھلا کرے</p>
<p>(امین) حافظ محمد امین باشندہ کاپور تاجر کتب گلکٹہ شاگرد شیخ عبد السلام کاپوری</p>	

پہلے شروت مختص تھا۔ بعد میں امین اختیار کیا۔ زیادہ حال معلوم نہیں اشعار ذیل بدینہ ناظرین میں

صفائی ہاتھ کی قاتل جب ہی ہے	نہ عالی جائے کوئی و اتر سیرا
دوبارہ مانگا جب ہوسہ تو بولے	لکھا کیا پتہ ہے عسکر کا
جہاں یار کا کشتہ بول یارب	و حضواں پنہاں ہے آہ جگر کا

عالم کا بھی خوں کر کے پشیاں نہیں دیکھا	بیرحم کوئی تجھ سامیری جاں نہیں دیکھا
جان آجائے قریب جاں میں شاید ہمدو	لے چلو میرا جنازہ کو سے جہاں کی طرف

(انتخاب) نام باوجود تلاش گنہامی کی حالت میں رہا۔ آپ ایک خوش فکر جوان دہلی کے رہنے والے اور خاقانی ہندوؤں کے شاگرد تھے حضرت قلیہ دہوی کی زبانی دیکھئے وہی جہاں

انہیں سات پروے لگے دانے قسمت	ہوئے سامنے جب وہ آنے کے قابل
مجھے پہلے ہی منہ رنگا بنا موتا	اگر میں نہ تھا اُنہ لگانے کے قابل

(انتظار) علی نقی خاں خلعت علی اکبر خاں دہلوی شاہ آبرو دغاں کے محضر میں تھے۔ نواب علی درویش خاں کے عہد میں مرثعا بھی گئے تھے مرثعہ میں فوت ہونے کا شعر حاضر ہے

نہ زرنہ زور نہ طالع غول میں تیرے رحم	جو جا ہے تجھے یہ دل کا سیاب بڑا ظلم
وقف ہے خانہ دل قصدا گراؤں کا ہے	کہد و ناوک سے کہ آبیٹھے یہ گھر اُس کا ہے
جو ہیں بسا اِٹکل کی قفس میں جسبہ گئی	بیل یہ سُٹنے ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی
کچھ قفس میں جا کے بنانا ہوں آشیان	سیر چین کی دل سے ہوں استدر گئی

(انتظار) حکیم عطاء اللہ قریشی شاگرد قدرت اللہ بلخ - انکے والد حکیم غلام رسول حکمت (بعد میں نہیں تخلص رکھا تھا) بڑے جید عالم اور ایک خوش تقریر بزرگ کشمیری الاصل تھے اور نواب

غازی الدین خاں فیروز جنگ کی مصاحبت کی بدولت بڑے کروڑوں زندگی بسر کرتے تھے کچھ دنوں نواب فیض اللہ خاں والی رامپور کے یہاں بھی ملازمت کی۔ انجام کار دہلی میں انتقال کیا۔ انکے مورت محمد حسن قافی کشمیر کے شعراء مشاہیر میں گزرے ہیں۔ انتظار رامپور

میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی۔ اور نواب فیض اللہ خان کے صاحبزادوں کے مصاحب رہے۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں میں داد و سنواری دیتے تھے۔ شوق کے تذکرہ کی ترتیب کے وقت جوان تھے ۵

<p>کیا ہے بچوں بس آنگھوں میں تو ہی ہے وار پار آنگھوں میں کل موا آج اگر موت نہ آئی جگو خوب معلوم ہے طالع کی رسائی جگو اس کے ظالم تو بھی کمین مفتوں ہو کرنے لگی روح بھی گرانی آتے ہیں جو انکسار غوانی مجھ پہ تو کیسا لگان رکھتا ہے اور کوئی بھی جاں رکھتا ہے نام کو اک نشان رکھتا ہے آج کچھ اور آن رکھتا ہے زندگی کا لگان رکھتا ہے</p>	<p>چٹھا گیا گلزار آنگھوں میں مثل عینکے آٹھ گیا ہے حجاب گر سناوے گی فونی تیری جلدی جگو بچنے کا ہتھ نہیں اپنا کبھی لفتک ان آنگھوں میں دیکھو تیرا بھی جگو یہاں تک تو ہوئی ہے تاوانی شاید کہ ہوا مرا جگر غوں ایک تہمت ہر آن رکھتا ہے مت مستاد کیہ مان لے کنا مٹ چکا ہے یہ مثل نقش قدم کل تو بھی ہی بسا رکھتا ہے ہو چکا انتظار تو نا حق</p>
--	--

<p>مری خاطر پریشاں ہے تری زلف پریشاں کہ رکھتے ہیں علاقہ کچھ تو ظالم تیرے دامن کہ کیا گزرا دلِ نالوں پر میرے درد بھراں ہے یہ بیمار بہت اس کو شفا ہونے دے توڑنا ہے مجھ تو شبیشہ تو صدا ہونے دے ہاتھ رکھ دل پر مرے کئے لگا ہونے دے</p>	<p>نہ شکوہ تیغِ ابرو سے نہ بخش تیرے زگاں خدا سے ڈر جھٹکتا دم کہ ہم خاکساروں نہیں مفتوں کسی پر انتظار اسکی بلا جانے مت اٹھا ہتھ مرے دل کی دو اوٹھنے دے آہ و نالہ کا نہ مانع ہو کہ دل ٹوٹنا ہے دُرتے دُرتے جو کیا دردِ دل اُس سے ظاہر</p>
---	---

وز قفس کا تو عبث بند کرے ہے صیاد ہم گرفتاروں کو کب خواہش آزادی ہے

انجام

(انجام) عمدة الملک نواب امیر خاں صوبہ دار الہ آباد - خلف امیر الامران نواب امیر خاں عالمگیری صوبہ دار کابل - اصلی وطن یزد واقع ایران تھا - انکے بزرگ ایران میں سلاطین صفویہ کے دربار میں ہمیشہ مغز و ممتاز رہے اور انکے والد عالمگیر کے عہد میں صوبہ داری کے منصب حلیہ پر سرفراز تھے - اور یہ خود اپنے زمانے کے ممتاز اور مقتدر امیروں میں گنے جاتے تھے - خلقِ حرمت سخاوت - اور حیرت جی میں مزب المثل اور نہایت بذلہ سنج خیریں کلام امیر تھے - آپ سلاطین میں نجاشی گری کے عہدے پر ممتاز ہوئے - محمد شاہ بادشاہ کو ان سے ایسا اُس تھا کہ غلوت و جلوت میں کسی وقت انہیں حضوری سے علیحدہ نہ کرتے تھے - اور انہوں نے بھی اپنی حاضر جوابی اور شناسائی اور کثرتِ نبی - سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا تھا اور ایسا روح پیدا کیا تھا کہ دیگر امرا کی نظروں میں خارجی اندکھلکتے تھے - انکی شوخ طبعی اور بذلہ سنجی کے اکثر لطیفے مشہور ہیں - اور فی الحقیقت آپ اُس رنگینے دربار کی روح رواں تھے - فن سخن میں مرزا بیدل کے شاگرد تھے اور دو فارسی کے علاوہ ہندی زبان سے بھی واقفیت تھی چنانچہ پوسیلیاں اور کمریاں اکثر کہا کرتے تھے - علم موسیقی میں آپ کو ایسا دخل تھا کہ اس فن کے اچھے اچھے استاد آپ کا نام سُنکر چلا رہے تھے اور آپ کی خداداد ذہانت اور قابلیت کے قائل اور معترف ہوتے تھے افسوس کہ محفل خاص کی بے تکلفانہ صحبتوں میں آپ داب شاہی کا پورا پورا الحان نازک سے جسا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے مخالفوں نے بادشاہ کے دل میں انکی جانب سے ایسی کدورت پیدا کر دی کہ انجام کار انہیں کے ایما سے ۱۰۶۹ھ میں دیوان خاص دہلی کے صحن میں ایک غلام نے بضر کٹار ان کا کام نام کر دیا - ہمارا ہیوں نے اس وقت اُس ناکار کو پکڑ کر کفر کردار کو بوجھایا مگر بادشاہ نے اُس غلام کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھوایا - غمِ عمدہ آپ کی تاریخ وفات ہے دہلی میں روحِ سدھاں کی سرا کے قریب پکا نزار ہے شعرا سے ریتہ گو کی ایک بیاض آبکی یادگار ہے جو راقم تذکرہ کی نظر سے بھی گزری - مختلف تذکروں میں جو کلام ملا اسکا انتخاب درج نہ کر دیا جاتا ہے

دور سے آئے تھے ساتی سیکے میخانے کو ہم
ہم کو چھیننا تھا نفس میں کیا کہیں صبا کو
کیوں نہیں لینا ہماری تو خبر لے بے خبر
ٹھنک تو نصرت دے کہ ہو لیں حصے صبا ہم
اب یہی احساں ہے جو ہرگز نمون آزاد ہم
سُند تراکتے ہیں سب اقلیم حسن و عشق کے
دل تو ہے دل غلامی سے ترے طاؤس مار
اب کسی نے دل جلایا مہربانی سے تو کیا
ساتھ اپنے سر کے تھا انجام کارِ نکمت
کیوں نکلیا بیٹھ میں کیا مجھ سے نادانی ہوئی
کل محیط عشق کے صدوں سے پانی تھی بھات
ہر پری مثال جوں آئینہ رکھتا تھا عہدِ ناز
نفس میری دیکھ کے قتل میں یوں کہنے لگے
کیا کہوں انجام میں اس عشق کے آغاز کو
نہ سن تو پندِ واعظ کی جوابی لہجہ میں تھا ہے
خاک ساری پر نکر مودی کے ہرگز اعتبار
چاک کو نقد پر کے ممکن نہیں مگر گزرو

پر ترستے ہی چلے اب ایک بیوانے کو ہم
سہر پنک کتے ہیں اپنے آب و روانہ کو ہم
کیا تو سے عاشق ہوئے تھے دردِ و غم کھلنے کو ہم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آباد ہم
پھر چین میں جائیں کیا نہ لیکے لے صبا ہم
تو ہی بتلا دے کریں کس سے تری فریاد ہم
سامنے قری کے گو ہیں سر و ماں آزاد ہم
عمرِ مانسہ بھر جب کر چکے برباد ہم
شکر ہے ترپے نہ زیرِ خبر جلا دہم
دخترِ رز بزم میں آئیں ہم سے پانی ہوئی
کشتی دل بے طرح کچھ آج طوفانی ہوئی
ٹوٹے ہی دل کے مجھ کو سخت حیرانی ہوئی
کچھ تو یہ صورتِ نظراتی ہے بچانی ہوئی
دوستداروں کی محبت دشمن جانی ہوئی
خدا حافظ تیرا دوزخ بھی اک شرعی دھڑکا ہے
جو تک پانی میں رہے تو بھی لہو پتی ہے
سوزِ ان لہت رہی اگر بوسہ سہی رہے

(ابنِ نجم) نواب ہونوں قدر رسید محمد علی مرزا غرت امیر صاحب مرحوم۔ اخیر نواب ناظم بنگال
نواب منگور علی خاں بہادر کے خلف الرشید اور والی حال مرشد آباد کے حقیقی چچا تھے۔ صورت
ظاہری کے علاوہ جملہ صفاتِ حسنہ سے متصف تھے حسیلِ و درود اور سیرِ حشمتی رگ رگ میں
بسی ہوتی تھی۔ بعالمِ شباب ۱۲ ستمبر ۱۸۵۳ء کو بمقام لکھنؤ انتقال فرمایا اور مرشد آباد میں دفن ہوئے

مزدونی طبع کے انقتضائے کبھی کبھی شعر و سخن کی طرف بھی توجہ مبذول ہو جاتی تھی چنانچہ اشعار ذیل آپ کے طبع زاد ہیں ۵

اب رہو بنگائیں بوہیں تابقیات برباد ہم جنوں گے تو یہ ہو جائے گی صحبت برباد کردی اس کثرتِ باش نے زراعت برباد کو چہ گردی سے ہوا کرتی ہے عزت برباد ساری تدبیروں کو کرتی ہے یہ قسمت برباد یہ مثل وہ ہے گنہ لازم و محنت برباد سچ ہے یہ خاندانِ اخلاق و مروت برباد رہ جاتا ہے یہ قصہ مرانا تمام روز جب کبھی جاتا تھا مینوں دوڑ کر محفل کے پہل	کر گیا مجھ کو وہ ظالم دہم رخصت برباد اپنے مرنے کا ہمیں غم نہیں لیکن اسے جاں جو شش گریہ سے نہ تو ختم اثر کا نہوا ساتھ غیروں کے بنایا کرو کشتہ مانو کبھی ہوتا نہیں کوشش سے خلافِ تقدیر جان دی بیٹے وہ بوسے مجھے بدنام کیا دل کو پہنویں جگہ دی تو وہ دشمن بکھلا پوری نذر گزشت کبھی آپ نے سُنی پردہ محفل گرا دی تھی لیلِ داغِ نصیب
--	--

(انجم صاحبِ عالم مرزا آسماں جاہ بہادر خلیفۃ الرشید سلطانِ عالم و اجدادِ علیہ السلام سابق تاجدارِ اودھ
آپ کی ولادت بڑا سلطنتِ مرہٹہ میں بمقام لکھنؤ واقع ہوئی۔ بحالتِ صغر سن بادشاہ کے ہمراہ کلکتے
گئے اور وہیں ساری عمر گزار دی باعتبارِ عمر شاہِ مرہٹہ کی وفات کے موقع پر فرزندِ وراثت بنے چنانچہ
اسی لحاظ سے اپنے اور بھائیوں کی نسبت زیادہ ذلیفہ پایا۔ یعنی ۱۱۰۰ ماہوار پنشن مقرر ہوئی
صاحبِ عالم مرہٹہ کی شادی اپنے حقیقی چچا جنرل سکندر خست مرہٹہ کی صاحبزادی سے جو پرنس سر
مرزا جہانگیر مرہٹہ کی حقیقی بہن تھیں ہوئی تھی۔ آپ کو علوم و فنون متداولہ میں اچھی مہارت حاصل
کے بادشاہ ۱۰ تھیں خاص طور پر زیرِ رکھتے تھے۔ دربارِ گوہرِ جنرل میں بھی آپ کو پرائیوٹ انٹرمی
کا اعزاز حاصل تھا۔ راقمِ تذکرہ کلکتہ میں دومرتبہ فیضیاب خدمت ہوا تھا کمالِ نوازشِ فرمائی
تھی۔ افسوس بمقامِ ہو گئی ۱۴۔ اپریل ۱۹۵۳ء کو ۵۳ سال تک دنیا کی ہوا کھا کر عازمِ سیرِ جہاں ہوئے
اور بھائیوں میں دفن کئے گئے۔ کثیر العیال تھے۔ آپ کے خلفِ اکبر صاحبِ عالم مرہٹہ میتم بہادر

راقم مذکرہ کے بڑے عنایت فرما ہیں۔ دیوان مطبوعہ سے جو انیس کا عطیہ ہے کلام منتخب کو
تزیین مذکور کیا جاتا ہے۔ طبیعت کی رنگینی۔ معاملہ بندی اور صفائی۔ روزمرہ کے ساتھ ساتھ
اسلوب بیان قابل داد ہے۔ مذاق سخن آپ کو وارثاً ملا تھا لیکن کبھی کبھی میر علی حید صاحب
لمبا لبانی سے مشورہ بھی فرمایا کرتے تھے کلام فصاحت التیام حاضر ہے

یوں اٹھتی ہے ہمارے دل تو اس سے آہ بیت النغم کو چھوڑ کے کہنے کو جاتیں کیوں بکھرے ہوئے بالوں میں بھی ہیں لاکھ ادائیں	جس طرح سے چراغ و دھواں دے بکھا ہوا زاہد تو ہی بتا ہے وہاں کیا دھڑلہ ہوا الطرح کہ ابھی میرے سنور نامیں آتا
--	---

ایک عالم کو کر دیا۔ جیو دو ب دلیں سوچکیاں نہ لیتی تھیں غیر سے الفت جو غمی نظر دوست اپنا نہ یا رہے اپنا یہ بھی اپنا نصیب ہے ورنہ	میرے ستُخار کیا کہنا ایک نشتر چھو دیا ہوتا پھر نہیں کیوں آپ نے نہ کیا وہی پرو روگا۔ رہے اپنا در دو تو لا دو انہیں ہونا
---	--

دُور الفت میں ان تو کمو بیاں کریں کیا لگیا بھانا سینے کو چاک کر کے میری جان دیکھ لے	مگر بڑی خیر کی خدانے کہنے اپنا خدا بھانا مجھے سبب نہ پوچھ مرے اضطراب کا
--	--

کیا سیدی نگاہوں نے تو بسمل جاتے جاتے لوٹ آئے آپ کیوں	کرے گی دیکھنے ترچی نظر کیا یہنے یاں دم میں دم بپسرا گیا
---	--

تم ستاؤ کوئی اُفت تک نہ نکالے مُنہ سے وہاں درستانیں گے زیادہ تمیں انجم بہار سے تیرے نہیں لیجاتی ہے کوٹ	مُنہ میں رکھتا ہوں زباں اور نہ بولے کیا خوب گر کچھ بھی زباں سے کیا اُٹسارِ محبت آ آ کے صبا او سکو بدلاتی ہے کوٹ
--	---

کام قاف۔ وں کے نہ آیا ماں و زر حال ملک بھانے زمانہ میں محبت کا مری	منعمو بیجا ہے دولت پر گشت قاتلہ حکومت سے کمر اتنا تو کر
---	--

<p>دکھ گئی ان کی کلائی کیونکہ ندے پر گمراہ ہو کر جائیں کہاں ہم آپ کے صاحب قدم کو پہنچ دیکھیں تو رہنے ہوئے مجھے خفا کہ ایک</p>	<p>ہاتھ ٹوٹیں جو چٹو ابھی ہو ہاتھ دل بیتاب کو تسکین تو ہو ہے آپ سا کوئی تو جادو بجے ہیں میں بھی نہ بولوں گا اب تم سے خدا کی قسم</p>
<p>یہ تیرا ٹھکانہ ہے چلنا بھاگ کے گردن ٹھکانے پر اُس پر کہتے ہو نہیں دمساز ہم کر دیا موقوف آنا بک فہم کرو پھر وصل کا وعدہ گود دے پہلے پہل میں یہ کیسا تم دھسا یا گھن لگایا ہستی کو بل میں پڑ تو نہیں تو جینے کا اپنے مزا نہیں کھا تھا گل آج وصل ہو گا وہ آج پہل پہل پہنچے کہ چپکے بیٹھے ہیں رُخسار کے نبوت میں جالتے ہیں وہ نظروں میں ایسے سائے ہوئے ہیں یہ ہے بیکار کا جھگڑا پراگبر و سماں میں</p>	<p>مزدور دھلنے کا کوئی آفت مزدور فتنہ پار لگا دل تو میرا لے لیا دے دے کے دم کیسا خطا مجھ سے ہوتی جو آپ نے نہیں صاحب یہ اچھا روز کا عندر زار شو ابھی سے دلوں کو انجم تکھادی درو کی لذت یوں تھما کے فضل سے کہنے کو کیسا نہیں اگر یہی بنے تومن انخدا ہی ہے وعدہ ہو جو پورا کیسے انجم؟ نہیں سکھائے تو میں باز نہ لگتا جوائے مجد حرد دیکھتا ہوں اُنیں کا ہے جلوہ اگر انصاف سے بوجھو تو انجم دو توحی پر ہیں</p>
<p>پھوں آئے نہ پتیاں تیں لوگ سمجھے کہ آندھیاں تیں جو ہوں سو پڑوں یہ ترے دکھنا کا پڑ</p>	<p>غسل ایسا بارور نہوا مینے وقت میں آہیں کیں دو چار رواں رکھ کہ جہاں میں ذلیل خواہ نہیں</p>
<p>نکستے ہیں کچنہ سنتے ہیں کچنہ کسی جیسے رے پڑے ہیں</p>	<p>خدا خدا کر کے آئے بھی تو وہ نہ پٹینے پڑتے ہیں</p>
<p>اُنکے سر پر تو ہے سوار نہیں ہنس کے بولے کہ غمناک نہیں کہہ چکے ہم صند بار بار نہیں</p>	<p>ہاں بھلا کس طرح وہ منہ سے کہیں جب کہا مینے تم پر مڑنا ہوں مانگا بوسہ تو بوسے جھنجھلا کر</p>

<p>ولا آج کی شب سحر ہو تو جائیں یہ اور کیا ہے ولا گر نیال خام نہیں دل تو میرا ہے آپ کے بس میں</p>	<p>میں جاگنی سے سفر ہو تو جائیں کہاں وہ یار کہاں تو کہاں وصال اُسکا آپ کیوں مجھے لیتے ہیں نہیں</p>
<p>دل لیکے مراد لے بوسے کے چلے جاؤ تم پاس سے اب میرے لافٹے کے چلے جاؤ یہ کس نے کیا تیغ کے گھروا پلے جاؤ اور ایسی کوئی تنوار لگاتے جساؤ</p>	<p>کب گستاہوں میں بوسہ تم دیکے چلے جاؤ یہ خون بھرا دامن دیکھے نہ کوئی دشمن جاتے ہو جو کبھی کو جاؤ مگر اے آنجم اسی بیباختہ پن نے تو مجھے مارا ہے</p>
<p>کیسا بتاؤں مجھے بنا دے تو راہ سے اب مجھے لگا دے تو اے صبا خاک تک اڑا دے تو دوسرا کوئی دربار دے تو ہو گئے بُت بھی با خدا اب تو ہو گیا دردِ دلادوا اب تو دل کس سے ذرا لگاؤ تو ناحق اٹھھا دلی لگے بھڑکانے کو مرنے دم تک جو تجھے بھولا نہ ہو کیا کہیں دیکھ آئے کیا کیا کچھ</p>	<p>نام قاتل اگر نہ اپو چھے دور رہوں تلاش میں تیری مر کے باقی رہا نشان تو کیسا اپنے در سے اگر اٹھانا ہے کعبہ دل میں گھر بنایا ہے جو مسیح آئے بھی تو کیسا ہو گا وکیلہ لو کیسی ہوتی ہے جاہت نامہ حاجی نہ جلا میرا ہوا خواہی سے ہے غضب ظالم اُسے تو بھول جائے عالم بخود ہی میں جبار مہم</p>
<p>مرنے لگے خوابِ جہاں برتیری میری کھیا کچی جسنے بتوں کی لگی میں رہیں روزِ بیتِ پیدائشی کیوں ہم پڑے سکتے رت کے مر جاتے</p>	<p>کھیں گئے کیوں جانِ بچہ انسانی بھی کیا دنیا کچی ایک ذرا سے مشرچہ دعا اُس کو دُرُمانا دلا دے آنے کا آپ جسے وعدہ جو کر جاتے</p>
<p>کافر نہ کہیں میں بنا دے</p>	<p>یہ عشقِ تباہ غضب نہ ڈھائے</p>

یا درو جب گراما دے کچھ ابھی اور اٹھا رکھا ہے	یا نام نہ رکھ مسیح اپنا خاک میں ہم کو طار کھا ہے
ہم بھی نکلے دل کے لائیں ہر کھانیکے سے	شوق سے تو پیش کردہن کے پرزے نہیں
کار سازی میں فرق آتا ہے قیامت میں کیا کچھ قیامت نہوتی	میری بگڑی ہوئی بنا ورنہ ہوئی خیر آیا نہ دیوانہ تیسرا
سنا ہے ہنسنے بھرتے قیام اسکو بھی اسکو بھی ہم جو چاہیں تو وہاں بھی نہ ملے داؤب تھے پھینک دو چاہو جس اے بو واہ واہ اچھی کھی جھنجھلا کے وہ بولے کہیں جھگڑا چکے مر بھی	حقیقت میں تفاوت کچھ نہیں شیخ و برہن میں پریش روز قیامت سے ڈرایا تو کسا لے کے دل پھرتے ہمایاں گل دیگر کثافت مینے کہا مر جاؤں گا وقت میں تمھاری
دل سوا اب سے اپنا دشمن ہے اگر وہ بھول گیا ہے تو بھول جائے میرے قاتل کی یہ نیت ہے خاک در جان ہی مجھے خاک شفا ہے ترپنے میں مزا کیا جانے کیا ہے مگر غلام یہ دل کب مانتا ہے یہ تو جلاؤ تمہیں اور کوئی کام بھی ہے تمہیں مبتلاؤ پیار آئے نہ آئے	کچھ کیا گلہ نہیں انجم تو اسکی یاد نہ دل سے جھٹلاؤ انجم یا الہی بھرے نہ زخم جگر بیمار محبت ہوں میں بیکار دو ہے جفاؤں سے تری بھرنی نہیں دل بت چاہا نہ بولوں یا رتجہ سے روز تم بیٹھے کھلاتے ہو شگونے ناز ہے یہ صورت اور یہ جیو لی بھولی باتیں
خدا جانے جہاں میں عاشقی ایجا دی کس نے جب غلط ہو جائے دل کا غم تمھارے سامنے واہ جی دعا عاشق سے کوئی ایسی غفلت کرتا ہے سچ پوچھو تو محکو صاحب دل دیتے جی دنا ہے	کسے تھی جان دو بھر اپنی ایسا کون بیدل تھا سچ تو کہتے ہو بھلا کیونکر نہ جانو تم غلط یہ بھی نہ پوچھا تھے انجم جیتا ہے یا مارتا ہے نئی جوانی نئے نوپے ناوان الزمہ اور لیلیٰ

کیا تمام تر ہوا کیسی کی ذات بڑی	بڑائی جس کو خدا دے اُسی کی بات بڑی
ظلم سے ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو	جان جانے میں اب رہا کیا ہے
بے پڑے سے خط کے آگیا غصہ	دیکھ تو لیجئے لکھا کیا ہے
درد ہو تو دوا کرے کوئی	عشق گر ہو تو کیا کرے کوئی
تم نہ مانو تو دل کو سمجھالے	دل نمائے تو کیا کرے کوئی
باد وفا سے سبھی بٹا رہے ہیں	بے وفا سے وفا کرے کوئی
بُست بھی انجھ لکھیں ہونے میں نہ	کننے کو یوں کہا کرے کوئی
مرا دل تجھ سے نہ لگوں تو کس سے لگوں میں	نکڑا گدا ترے درگاہ ابھی شاہ بھی ہے
جو عاشق نہ سمجھو تو اتنا تو سمجھو	تھارے لئے کوئی مڑ سوا ہوا ہے

انجم

(انجم) نواب سید ہار حسین خاں انجم نیشاپوری ابن نواب سید حسین خاں سید الدین نواب
انتخار الدولہ امینا الملک سید احمد علی خاں عرف نواب میر آفتاب و اما دہ شریف نواب منظم الدولہ
وزیر نصیر الدین حیدر - فن شاعری میں ان پر میر نواب صاحب تونس لکھنوی نے سات برس
تک بہت ریاضت کی اور بجا نکات شاعری بڑی دلسوزی و توجہ سے انکے ذہن نشین کئے
انکے انتقال کے بعد آپ نے تہذیب الدولہ حضرت امیر سے تلمذ اختیار کیا وہ بھی نہایت توجہ سے
آپ کا کلام درست فرمایا کرتے تھے۔ آپ ذاکر بھی ہیں اور مرثیہ بھی پڑھتے ہیں۔ مرثیہ گوئی میں
اچھا فاضل رکھتے ہیں۔ صورتِ معاش یہ ہے کہ گھر سے آسودہ ہونے کے علاوہ آپ امام بار
حسین آباد میں بزمہ ذاکران و طلیعہ غوار ہیں۔ بشارت و شاعری کا شغل ہے۔ اب ۷۵ھ میں
آپ کی ۴۴ برس کی عمر ہے۔ عرصہ دراز سے آپ کو نو ٹو گرافی کا شوق بہ چنانچہ اس فن میں
کثرتِ مشق سے دستگاہِ کامل پہنچ چکا ہے۔ دیوانِ زمیں غزلیات کے علاوہ چند مرثیاتی اور سلام
بھی ہیں ہنوز مرتب نہیں ہوا۔ ایک غنیمی موسوم بہ پرستانِ خواب بھی چار ہزار بیت کی آپ کی
تصنیف ہے مقامی مشاعروں کے ماسوا آپ بیرونجات کے شعاردوں میں بھی بڑے شوق سے

شرکت نہاتے ہیں۔ حاضر جوابی اور نکتہ بندی میں فرد ہیں۔ خوش فکر اور طباع شاعر ہیں۔ کلام کا رنگ مفصلہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

عبث وہ شاد ہوئے تو لوگر ہمارا دل
نہ ذکرِ خلد خرابایتوں میں کر لے شیخ
میدانِ حشر کو کہ نہایت وسیع تھا
انجمنِ فراق یار میں تڑپو نہ است
وہ کیوں کھڑے ہیں قیامت میں مہجھکانے ہوئے
دیکھا جب اُس حشر کو کیا کیسے حال کیا تھا
شکرِ خدا جو نہ سے نکلا قصور کیا تھا
خود حال پوچھ کر وہ بگڑا ہے افسرِ ظالم
کیوں نظر ہے طرفِ گنجِ شہیدانِ فاتل
لبِ ہرزخم پہ اب لگتی ہے جاں فاتل
درد و غم جب رہے نہ بتوں کی جفا سے ہم
قدرتِ خدا کی ہے کہ ہلا دیں دعا سے ہم
واں کیا ہے خوفِ حشر وہاں یہ خیال ہے
وہ بحرِ غم میں کشتیِ دل کیا ڈبوئیں گے
آتے ہیں لاشِ پر وہ منانے کے فکر میں
شری درو کا دل مبتلا تیغِ غم علاج میں کیا کروں
بال کھولے تم دے دو گورِ غریباں کیوں گئے
یاں بھی آنکھیں کچھ کھلیں اب کیا غرض ہے نزع میں
بن گئیں بدستیاں آخر پسینہ شرم کا

کہ آئینہ تھا انہیں کی یہ خود غمانی کا
انہیں یقین کہاں اس سُنی سنائی کا
دیکھا تو تب تمہارے شہیدوں سے پٹ گیا
مر جاؤ گے جو زخمِ کلیجہ کا پھٹ گیا
کہ عشق میں جو کیا وہ قصور مٹنے کیا
ایمان کی تو یہ سب اسلام کا خدا تھا
یہ کیوں کہا کہ میں تھا اور رات بھر خدا تھا
وہ بھی بستی کہیں ہو جانے نہ ویراں فاتل
اک چھری اور پٹ کر ترے قریان فاتل
پھر موت کس امید پہ مانگیں خدا سے ہم
کتنا بڑا ہے عرش اور اتنے ذرا سے ہم
کچھ کم نہیں ہے فتنہ روزِ حشر سے ہم
سر پہ خدا نہ ہو تو ڈریں نا خدا سے ہم
اب کچھ اور نہیں دکھائی دے ہیں خفا سے ہم
نہ طیب ہوں نہ فاکر وں نہ فقیر ہوں نہ عاکر وں
اور بھی رو میں اندھیرے میں پریشیاں گھٹیں
ہم بھی میڑھے ہیں جو برگشتہ وہ مڑگاں گھٹیں
چھن گئیں جب کفر کی باتیں تو ایساں ہو گئیں

دل جلاتے ہیں وہ ابرو تو بچھا بھی دینگے
 اسکا بلبل ہوں جو غلو پہن بھی کرتا ہے تم
 اور اندھیر کیا قبر پہ تم نے آکر
 پس گیا خاک ہوا نہ مکی واہ رے دل
 سے وہ اعظام ہے پھر کیا کرے کوئی
 پردہ دونی کا دیدہ مجنوں سے اٹھ گیا
 دیوانگانِ عشق کی بخشش عذاب سے
 سب روزِ حشر تفتہ دیا سب سے ہیں
 اندر سے جہاں میں سب کچھ گم نہ
 اندر سے درِ عشق کہ پھر عرض حال نہ
 توفیق اپنی اپنی ہے انجم شب وصال
 شرم کس سے آرہی ہے آپ ہی تو یاں مجی میں
 خلق تک دم آپکا ہے اشتیاق و دبیں
 یہاں سے قابضِ ارواح جانیں دشمنوں کے گھر
 پسینے میں نہ کیوں لہرائیں زلفیں روئیں گے
 ہمارے داغِ دل سے جہاں ٹھٹی ہے نقاب کی
 تمہیں بھی کچھ محبت آزمائی ہے دمِ حضرت
 رورہا ہوں میں شبِ بھر جو اسے نخلِ امید
 واسے میرے حال پر گھرن ترے ویراؤ ہے
 نیند و دستِ زوجِ قاتل آئی جاتی ہے مجھے
 وہ غلام کو غم دیا و غصی ہے معاف

کہ جہاں آگ ہے پانی بھی ہے تلوار و نہیں
 پھول بھی چھید کے گوندھے گئے ہیں بار نہیں
 بال کیوں کھول دئے میرے عزا دار و نہیں
 مرحبا یا محبت کے اٹھانے والے
 کیونکر تلافیِ غم دیا کرے کوئی
 یوں ہو سکے تو لغت لیل کرے کوئی
 پسدا کہاں بہت میں صحر کرے کوئی
 اب تو دفائے وعدہ فردا کرے کوئی
 وہ دل کہ جیسے تیرے تنہا کرے کوئی
 سو بار سن چکا ہوں کہ پھر کیا کرے کوئی
 ہم تو دعائیں دیتے ہیں تو سا کرے کوئی
 دل کے آئینے سے آنکھیں چار رہنے دیجئے
 اب چھری کا کام ہے تلوار رہنے دیجئے
 وہ آہیتھے نومرسل کی جہاں اب کیا ضرورت ہے
 یہ جوڑا سانپ کا ہے چائے شبنم نکلتا ہے
 تارے ڈوبتے ہیں نیتِ راغِ غم نکلتا ہے
 ہمیں بھی دیکھنا ہے آج کیونکر دم نکلتا ہے
 پانی دیتا ہوں تیرے چھو لے بھانے کیلئے
 اُسکا بخت جبکا تو چراغِ خانہ ہے
 تیرے خنجر کی زباں پر کون سا انسان ہے
 رند ہیں تو بل نعل میں اٹھ میں پیانا ہے

انجم

(انجم) شیخ ذاکر حسین انجم رئیس غازی پور۔ آپ کو غالباً حضرت تمسناد سے ملندہ رہا ہے۔
۴۰ برس کے قریب عمر اور یہ نمونہ کلام ہے ۵

قتل گم میں عجب تماشہ تھا تو ہے گل خوش رنگ گلستانِ زمیں کا بیخانہ کہاں اور کہاں حضرت و عطا بو جھوٹہ کہ جاتا ہے کہاں بہرِ ہستی تو اپنے آشناؤں سے نا آشنا ہو	دہی متاس دہی سیماس تھا یا بچوں ہے کوئی چمنِ خلدیں کا کچھ اور ارادہ تو نہیں قبلہ دیں کا جس شہر سے آیا ہے ارادہ دیں کا قطرہ سے بحر سے قطرہ جدا نہیں
---	---

تو ارے ڈرنے کے نہیں عاشقِ جانناز اے آبِ دمِ تیغِ دریا پس بچاؤ دے	کچھ تیز نہیں ابروئے قاتل کی بھجری سے بی تاب ہے جانناز کوئی نشہ بھی سے
---	--

انداز

(انداز) میر غلام حسین خلیف میرزا ہدایت علی گورگانی۔ علم و سبق و مرثیہ خوانی میں کامل تھے
فنِ سخن میں خاقانی ہند ملک الشعراء و فنِ محرم سے مستفید ہوئے۔ عرصہ ہوا کہ انتقال فرمایا
انتخاب کلامِ ملا خلیفہ ہو ۵

دیکھئے آگے آگے کیا ہو دے جو روحِ جفا کی اُسے شکایت کریں تو کیا اندازِ یادِ عارضِ جانوں میں روز و شب خزاں ہوتی نہ دامنِ گیرِ گل کی..... نہ ہسکتے اگر اغیار اُن کو نیم بسمل مجھے رکھنے سے نہیں کیا حاصل تیو راج اور نظر آتے ہیں اُن کے ہدم	دل لگی میں تو ہے ابھی سے رنج سو خوشیاں نکلتی جسکے حجاب میں سُلی ہے آگ ہی دلِ خانہ خراب میں نہ دن بر گشتہ گر بیل کے ہوتے تو کیا کیا عیشِ بھر مل جل کے ہوتے ایک ہاتھ اور بھی خنجر کا لگاتے جاتے غیر کچھ چپکے ہی چپکے ہیں پڑھاتے جاتے
--	--

انداز

(انداز) مانتا نظام احمد صاحب آنداز خلیفہ نقی نیانا احمد صاحب مرحوم تعلق دار پور جوچن نا
آپ کے دادا نقی کریم حد فیر آبادی سردار لوڈ اختر لونی رزیدنٹ دہلی کے شاعر دار تھے۔

حافظ صاحب سلمہ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی گھر پر اپنے ناما نشی قدرت حسین سے پڑھی۔ والد کی زندگی میں کچھ دن تجارت کا مشغلہ رہا۔ پھر گو کچھ پورا جا کر ریاض الاخبار جاری کیا۔ اب چند سال سے وطن میں متقل سکونت ہے۔ اور وہاں کے میونسپل بورڈ کے ممبر ہیں۔ فن شعر میں آپ کو حضرت امیر مینائی سے ملندہ حاصل ہے۔ شعر و سخن میں کافی مشق ہے۔ طبعیت رسا ہے۔ یہ آپ کے کلام کا انتخاب ہے۔

نیتیں ہیں کہ دم شر گوار ہنوعے بھول کے دل کے طرف آج یہ آنکلا ہے جو ہے مشتاق رخ تو آنے آگے	کہتے تھے دل میں ذرا خوف خدا رہنے دے اپنے ناوک کو ابھی اور ذرا رہنے دے یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
خلش خار باستانہ ہیں وہی کعبہ وہی میخانہ اپنا یہ ہائے اور قیامت سے نبھے ارنے کو تو جیتی ہی نہیں بول کے سوا کچھ ہو سر کو سجدے میں جھکا دیتے ہیں اندر	ٹھکے ماندے پیرے میں منزل کے جہاں اب کر کم دس رات برسے تمہارے ساتھ قیامت بھی ٹھکڑی ہوگی لطف ہوتا ہے جو کلمہ کہنا ہوتا ہے ان تو نہیں بھی عجبشان خدا ہوتا ہے

اندو

(اندو) نواب علی حسین خاں خلیفہ شمس الدولہ بارگاہِ قلیخاں امیرِ عہد شاہِ عالم ثانی -
گاہ ہے اس شعر و سخن کی طرف بھی رجوع کیا کرتے اور اُس میں حضرت مصحفی سے مشورہ لیا کرتے
تھے۔ آپ کے ہاں مجلسِ شاعر بھی منعقد ہوا کرتی تھی۔ کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

گو بر مجھ دل جلے کے مت کر و روشن چرخ غیر متاب خود ہے چہرہ روشن ترا صیاد نے رکھے گل پڑمردہ نفس پر ما اتھا ہمیں عشق کے اک پردہ نشیں کے	لطف کیا ہے گر جلایا برس گلشن چراغ چاہیے کیا گھر میں تیرے لئے جنت برفن چراغ اجبی ہو بس مرغ گرفتار نکالی پی کیوں نفس ہماری سب بازار نکالی
---	--

انس

(انس) میر میر علی گھمٹوی خلیفہ میر حسن خلیفہ فرزند میر حسن۔ صاحبِ بدیزیر اپنے

والد مرحوم کے شاگرد اور اکثر فرشتے تھے۔ آپ میر انیس مغفور کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کے بیٹے میر وحید و میر شمس بڑے خوش فکر و شیریں زبان شاگرد رہے ہیں۔ آٹھ دس برس کا عرصہ ہوا کہ نوٹے برس سے زیادہ عمر پا کر راہی دار البقا ہوئے افسوس کہ باوجود تلاش و محنت ہی چند شعر لے

لوقتم وصل ہوا ہوجو کبھی ہیکو نصیب	اک نظر دیکھنے کی تو ہیں گنگار آنکھیں
رخ روشن کو نہ دامن سے چھاپا و لٹہ	اب نظر بھر کے جو دیکھیں تو گنگار آنکھیں
مر گئے جا گئے ہی جا گئے فرقت میں تری	سو میں اب چل کے بہت پچھیں بد آنکھیں

(انسان) ۱) اسد اللہ نقاب اسد یاقاں۔ محمد شاہی عہد کے امراء پائے تخت میں رہنے تھے۔ اکثر اکبر آباد میں قیام۔ ہارنا تھا بعد از شاہ شہلاہ میں مقام دہلی انتقال فرمایا اور اکبر آباد میں دفن ہوئے۔ فارسی کا مذاق زیادہ تھا۔ رنجہ گوئی کی طرف طبیعت مائل تھے اصل تعریف فرماتے تھے

زمین و آسمان و مہر و صبح تجھ میں ہیں انسان	نظر ہر دیکھ مشت خاک میں کیا کیا جگہ ہے
--	--

(النسب) ۱) میر ابو طالب ولد میر اکرام علی لکھنوی۔ شاگرد میر تقی عثمانی شہلاہ ہجری کے گلدستہ شعراء لکھنوی میں ان کا کلام محبوب تھا اسی سے انتخاب کیا جاتا ہے

ہے فرط داغ سے النسب کا سینہ تختہ داغ	بزرگ گل ہے گل زخم سے بدن کی بار
آئی نیشل مرکز عا لہ نفس کہ	دھونڈا کیا میں شام سے لے نام کہ

(النسخ) ۱) مولوی عصمت اللہ ولد چودھری رحمت اللہ مرحوم۔ قصبہ پنڈوہ نواح ضلع ہوگی کے باشندے اور مولوی عبدالغفور خاں نسخ کے تلامذہ ارشد میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا سال ولادت ۱۲۵۷ھ ہجری ہے۔ اوائل عمر سے شعر گوئی کا شوق رہا۔ پہلے پہلے جمبو بختاخص لکھا تھا پھر حضرت نسخ کی شاگردی میں آکر نسخ بن گئے۔ ترکیب کے زمانہ سے کلکتہ میں رہے۔ ایک دیوان اور رسالہ طومار غلط انکی یادگار ہے۔ ہنگالہ میں انکی شاعری کا بڑا چرچا تھا تذکرہ شعرا کی ترتیب کے وقت حیات تھے۔ کلام حاضر ہے

روشن ہو چراغ اپنے اگر داغ جگر کا	خوبشید پہ بوجائے گمان شمع حکا
----------------------------------	-------------------------------

<p>ایک ہی صیاد زیرک زاہد مکار ہے نہ پوچھ حال تو اغش ز عشق کا انسخ ہو گیا جو مجھ سے دریا نوش کو ذوق شراب میں جو اس طفل مجوسی لاسٹ مے عاشق پری کس بادہ نوش کو ہے صبح کی احتیاج اس کا ستانیں اچھا کبشہ کو انسخ سر بندوں کو کیا ہے کس نے عالم میں یہ ایک دن یہ ہے کہ پانچ سلاسل پاؤں میں مخاطب جس سے ہوتا تل شہید بے اجل وہ ہو</p>	<p>سُبحہ صد دانہ گویا دام ہے ترویر کا یہ بستہ ہے وہ جسکی خبر نہیں پیدا آسمان شیشہ بنا اور مہ ساغ ہو گیا تیسرا کوچہ آج دہم کے برابر ہو گیا دستِ سحر میں ہے جودح آفتاب کا کرتی ہے حُسن و محبت کی حکایت بر بار طائرِ سدرہ ہوا ہے کب گرفتارِ نفس ایک شب وہ تھی کہ تھی زلفِ معبر ہتھیں زباں تیز کیا چلتی ہے گویا تیغ چلتی ہے</p>
<p>جسم یوں روح سے لگا کئے چھوڑ کر ساتھ ایک عمر کا آج</p>	<p>قن سے جب ہو گئے بقیرار چلی حیث اسے جان نکلے چلی</p>

انشاء

(انشاء) سید انشاء اللہ خاں خلیف الرشید حیدر آباد، اللہ خاں مصدر دہوی۔ اگرچہ خاندانی اعتبار سے ان کے والد نامی گرامی شخص تھے مگر انشا کی ذاتی ناموری نے اپنے باپ کی بلکنا تمام خاندان کی عظمت کو فرو نشہرت سے دو بالا جلوہ گر کر دکھایا۔ ان کے بزرگ نجف اشرف سے ہندوستان میں آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ خطہ کشمیر کے صحیح النسب سیدوں سے ہیں جہاں کسی زمانے میں سمرقند سے آکر بسے تھے پھر دلی میں اقامت گزین ہوئے۔ سرفہرہ رشتہ امیر شاہی میں داخل ہو گئے جن میں سے بعض کی شہرت طبل و نقارہ سے بلند آواز ہوئی اپنے خاندانی پیشہ کے لہذا سے میرا شاہ اللہ خاں دربار شاہی میں طبیب اور زورِ امر میں شامل تھے آخر عمر میں انکے والد نے مرشد آباد جاکر نواب نازم کی سرکار میں تعلق پیدا کر لیا تھا۔ ان کی خاندانی خوبیوں اور چال چلن کو دلی اور کھنٹو کے سب سرفارستے تھے۔ ان کے خاندان میں پراسنے مراسمِ دینی کا یہ اثر تھا کہ گھر کی عورتوں کا لباس دھوبی کے گھر بنانا تھا۔ اُس زمانے میں

اس قسم کی باتیں اتنا سہیو جیاداری سمجھی جاتی تھیں۔

سید انشا کو ان کے والد نے تمام مزدوری علوم و فنون سے ماہر کر دیا تھا مگر جو خدا داد جوہر طبیعت کا خزانہ ازل سے لیکر اترے تھے اُس کی مثال زم زم میں نہیں۔ غنِ سخن میں انہوں نے کسی سے اصلاح نہیں لی ابتدا میں اپنے والد ہی کو کچھ کلام دکھایا تھا۔

حق یہ ہے کہ ان کی شعر و شاعری کا رنگ ڈھنگ جہان سے نرالا ہے۔ شوخی و لطافت انشا کی گھٹی میں چڑی ہوئی تھی۔

سید انشا کی ولادت مرشد آباد میں ہوئی۔ وہاں سے عام تباہی کے وقت دہلی میں آئے اُس وقت دہلی کا دربار ایک ٹوٹی بھوٹی درگاہ سے مناسبت رکھتا تھا جس کے سجادہ نشین شاہ باوند تھے۔ حضرت ہر سوت نے جو خود بھی شاہ تھے شاعرانہ قدروہی کے لحاظ سے یا اُس عام نظر و شفقت سے جو بادشاہوں کو اپنے متوسلین پر ہوتی ہے (اور یہ خاندان تیموریہ کا خاصہ تھا) اس نوجوان پر خلعت و عزت کے ساتھ شفقت کا دامن ڈالا۔ اور سید انشا اہل دربار میں داخل ہوئے۔ اپنے اشعار کے ساتھ لطائف و نظائیر سے کہ ایک چمن زعفران نچا گل افشانی کر کے محفل کو ٹپکتے تھے۔ اب تو یہ عالم ہوا کہ شاہ عالم کو ان کی جدائی ایک م کے لئے بھی ناگوار ہوتی تھی۔ اُس وقت دہلی میں تیر اور سودا سے لوگ نہ تھے مگر انیس بزرگوں کے نام لینے والے بوڑھے بوڑھے شوقیہ موجود تھے۔ حکیم شاد الدنخاں فراق شاگرد تیر و حکیم قدرت الدنخاں قاسم شاگرد تیر و درو شاہ ہدایت۔ میاں شکیب شاگرد تیر۔ مرزا غفر بیگ عظیم شاگرد سوا۔ میر قمر الدین شمس الدلیر محنتون ساکن سونی پت۔ شیخ دلی الدمحب وغیرہ حضرات کا درود و انعام جو رخصت شاعری کے علاوہ دربار شاہی میں خاندانی اعزاز رکھتے تھے حضرت انشا کا جب دہلی سے دل اوجھا ہوا تو لکھنؤ جانے کا ارادہ کیا۔ آصف الدولہ کی قدروانی اور سخاوتوں کا حال سن چکے تھے۔ دہلی سے لکھنؤ پہنچے۔ اور میرزا سلیمان شکوہ کی سرکاری اپنی بذلت سنجی و شاعری کی شہرت کے ذریعے سے باریاب ہو گئے۔ مرزا سلیمان شکوہ

پسے مصحفی سے اصلاح لینے تھے۔ جب یہ پہنچے تو ان کا چراغ گل ہو گیا ان سے اصلاح
 یعنی شروع کر دی چنانچہ ۲۱۰ حصہ تک انہیں کی سرکار میں رہے۔ مرزا سلیمان شکوہ کی مصاحبت
 کے بعد رفتہ رفتہ نواب سعادت علی خاں کے دربار میں رسائی ہوئی اور مدتوں اپنی خلقی بذات
 و طبیعت کوئی سے ان کو محفوظ رکھنے رہے۔ مگر زمانہ کا دستور ہے کہ کبھی ایک حالت اور ایک
 رنگ پر کسی کا حال قائم نہیں رہتا۔ اسی بے تکلفانہ مصاحبت میں مہنسی مہنسی میں رنج ہو گیا
 اور رنج کے بعد محاصرت کی آگ ایسی بھڑکی کہ وہ چپکٹا ہوا میل اپنے گھر کے چنبرے میں بند
 کر دیا گیا اور وہاں سے اس گناہی کے ساتھ زمین کا پیوند ہوا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

سید انشا کی قابل حیرت زبان دانی و وسیع معلومات علمی یا قوت فطرت سے متعلق حجاب نہیں ان کے
 لطافت و ظرافت عموماً ہر علم دوست اور خصوصاً طبقہ شہر میں سب کو معلوم ہیں۔ مرزا عظیم بیگ عظیم
 اور مصحفی کے مخالفتوں اور جھگڑوں کا حال سب پر روشن ہے۔ ان کی حاضر جوابی اور طلاقات لسانی
 کے واقعات تذکرہ آب حیات میں مفصل درج ہیں۔ مزاج کی بیباکی اور ذہانت کا یہ عالم تھا
 کہ اچھے اچھے استادوں کا کلام سن کر اعتراضوں کی بھرمار کر دیتے تھے اور اپنے اقوال کی تائید
 میں اساتذہ کے صدائے سازندہ میں پیش کر دیتے تھے حقیقت یہ ہے کہ میر انشا اور دو شاہی ہیں
 ایسا جو مکالمات شخص گزرا ہے جس کی مثال اور شاعروں میں نہیں ملتی۔ مگر انوس ہے کہ فطرتی
 ظرافت اور مزاح نے عیسایانِ سخن میں اور اساتذہ ماضی کی طرح قابل استناد و اعتبار نہ بننے دیا۔
 لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ ظرافت آمیز کلام کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں ان کا کلام کسی سے
 رہتے میں گشتا ہوا ہے جو طرز جو جدت جو گہنی۔ جو اسلوب بیان ان کے کلام میں پایا جاتا ہے
 وہ ضرور قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ ترکی۔ عربی فارسی میں قابل قدر تصانیف
 علمی کے علاوہ ہندوستان کی مختلف زبانوں کشمیری۔ پنجابی۔ ماہڑی۔ بھاکا میں اچھی و ترس
 تھی ان کی قادر الکلامی کے جھنڈے گرے ہوئے ہیں۔ جس پوچھ وادی میں ان کے
 شبیرِ قلم نے قدم رکھا اُس کے سب جہاز و جنکاتِ مصافحہ کر دئے۔ بہر حال میر انشا مدتوں عیش و

عشرت اور کچھ دنوں تکی و عسرت سے اپنی زندگی کے دن پورے کر کے ۳۳ ہجری میں مقام
لکھنؤ اس دینا نے فانی سے عالم بقا کو سدھارے منشی بسنت سنگھ شاد فنی خاں انتقال اس
طبع موزوں کی ۵

عسرتی وقت بوداں گفت

سال تاریخ افروز جان اجس

اس تاریخ میں اہل کی جان یعنی حیم کا تمیہ ہے۔

میر انشا کے انتخاب کلام سے پہلے ہم ایک قطعہ فارسی درج کرتے ہیں۔ یہ وہ قطعہ ہے
جو فانی نامی شاعر کے لفظیہ کے مشد و لکھنے پر بطور تسخیر و تضحیک لکھا تھا۔ کسی تذکرے میں
اس کی نقل نہیں ملے گی۔ اور اُن کے موجودہ کلیات مطبوعہ میں یہ اشعار دیکھے گئے مگر ایک پرانی
بیاض میں مل گیا۔ چونکہ ازبس پر لطیف ہے اس لئے جی نہیں چاہتا کہ ہم آپ ہی آپ اس کا
حفظ اٹھائیں۔ دیکھئے کس مزے سے تشدید کا جواز قائم رکھ کر تعریف کی ہے ۵

کہ چون دہن او دہن ریشا بنا شد
شو خواندہ و شکبہ یعنی انا شد
نوشت است و این فلفلہ اصلا بنا شد
ز آنش کہ بہر تش اصل انا بنا شد
چو من بیج منقل گویا بنا شد
ترانچ شتو روڈ کا بنا شد
بکلام ما بیج خفنا بنا شد
تشدید تصحیح چر انا بنا شد

چرخش گفت فانی شاعر غزا
لیکے شعر نادر کہ در چہند وزن
وراں لفظیہ ابدال مشد
شنید این سخن را چو گرو سخن
بگفتا کہ من شاعر خوش فکر م
تو گفتاں اعدائی در دست
سند یاوازا استاد است ارا
چو تشدید در شعر ضرورت افتد

اسی طرح ان کا ایک مصرع مشد و یہ بھی مشہور ہے ع درمیاں بچوک سعد اسد خاں
میر انشا کی تصانیف میں دیوان و دیگر کلام نظم کے علاوہ ایک کتاب موسوم بہ دریائے
لطافت بھی ہے۔ جس میں مصطلحات بگیاں۔ روزمرہ دہلی قواعد عروض رسالہ منطق باصطلاح

ہندی قواعد اُردو وغیرہ شامل ہے۔ اگرچہ انداز بیان میں وحی متخرد و شونی ہے۔ مگر بقول جناب
آئود قواعد اُردو کی یہ پہلی کتاب ہے جو ہمارے کسی اہل زبان نے اُردو میں لکھی ہے۔ اُس میں
اول اُردو بولنے والوں کے مختلف فرقوں کی زبانوں نے نمونے دکھائے ہیں اور اُن
میں زبان دانی و سخن فہمی کا حق ادا کیا ہے۔ پھر قواعد بیان کئے ہیں۔ اور ظرافت سے لیکر
فحش تک کوئی بات باقی نہیں چھوڑی۔ عروض کے بیان میں اُسکی تقطیع اپنی ظریف طبیعت
سے عجیب و غریب ایجاد کی ہے مثلاً ملاحیلین مفاعیلین کی جگہ پر ہی خاتم پر ہی خاتم اور فاعل فاعلین
فاعلین کی جگہ چیت لگن چیت لگن ارکان قائم کئے ہیں۔ اہل انتخاب کلام ملاحظہ ہو

جگر کی آگ بجھے جلد جس سے وہ شے لا
خدا کے واسطے اتنے تو پاؤں مت پھیلا
کہ زور و دھوم سے آنا ہے نازیلا
درون کوہ سے نکلی صدائے واویلا
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو سیلا
جام مئے دے تو کدھر جانا ہے مچھلایا ہوا
کہ اسی غلی نور نے ہمیں شل طور دیا سیلا
جدھر آگھ اٹھا کے نظر کروں نظر آئے مجھ کو وہ بڑا
کہ حق بندگی اپنا تمام بیٹے کیا
روا نہ جانب بیت احرام بیٹے کیا
جو اُن کا بزم میں کل حرام بیٹے کیا
کہ آج سے تجھے انشا اللہ ہر بیٹے کیا
تو بولے منس کے یہی ہے اک غلام میرا
مانگتا ابھی اُس سے تو ساری خالی مانگتا

لگا کے برت میں ساقی صراحی مئے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہوں اٹھ کہیں گھس چل
غل کے وادئے وشت سے دیکھ لے مجھوں
گرا جو تھ سے فزاو کے کہیں ترشہ
نزاکت اس گُل رعنا کی دیکھو انشا
برق چشمک زن ہے ساقی ابر ہے آیا ہوا
وہ جو ہر دشت نغا و ہیں بھی آہ بھر کے کہیں مرزا
یہ جو کتے کبھے میں ہے فقط غلط جو محض اسی خط
کمایہ مہر نے دل سے کہ لوح احافظہ
میتھ کبھ دل جب ہوا تو زاپہ کو
مزار یہ دیکھتے کا شیخ جی رُکے اُسے
ہوسس یہ رہ گئی صاحب نے پر کبھی نکسا
پوچھا کسی نے مجھ کو اُن سے کہ کون ہے یہ
کیا خداست عشق کی میں رونمائی مانگتا

واسطے ڈوون کے عرشیں کبریاں مانگتا
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب لے
اے لود کھیا کچھ تماشا یہ سنو عتاب اُٹا
مجھے آپ پھیر دیجئے وہ مرا سلام اُٹا
تو لکھا ہے اُسے انشا یہ تیرا ہی نام اُٹا
صحبت میں کبھی اُس کی پرہیز نہیں پاتا
اُسکے یہ معنی کہ لو نقشہ تمہارا جرم گیا
بھوکا برق شملہ نور کا آتش کا پرکارا

اس سے غفلت کی ٹھہرائی تو میں اللہ سے
یہ عجیب ماجرا ہے کبر و زعمیہ قرباں
ہنوئے وعدہ پر جو چھوٹے تو نہیں ملائے تیرے
نہیں اب جو دیتے ہوس تو سلام کیوں لیا تھا
فقط اس لٹافے پر ہے کہ خطا اُٹا کو پہنچے
گور و پ بدلنا ہے ہر روز نئے انشا
آنخورے برن کے انشا کو بھیجے آپ نے
یلا بھرا جہ کو وہ غضب انگلیوں والا

دیکھا بس سہمنے پیار تیرا
ہے بندہ جان نثار تیرا
شب جو گرزا خیال بوسے کا
رفع کیجے ملاں بوسے کا
چھٹا بیٹھنا مسجد و خانقہ کا
ساقی تو ذرا مہر تو لے تمام ہمارا
دیکھا ہے جو کچھ حال تیرا دام ہمارا

دل میں سوا لکھ چکیاں ہیں
آنشا سے نرو مجھ مت خفا ہو
صبح رخسار اُسکے نیلے تھے
گالیاں آپ شوق سے دیجئے
خوابات کی جبکہ لذت مری ہے
رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو بڑا بڑا کیوں
اے باوجود محفل احباب میں کہو

مرنے پر بھی گیا اپنے غول کا اضطراب
بجو دی ہے مغز اسکا اور جھلکا اضطراب
جہاں تلک کر کے کام یہ نظر کا سوت
بلبل ہمارے زخم جگر کے کھر تیرا
فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر
اُداسی برسنے لگی بام دور پر

مل گیا سینے سے سینہ بھر یہ کیسا اضطراب
عشق وہ پھیل ہے کہ جسکے تخم ہیں یہ خاکسین
منو وسط سوت پروردگار کو دیکھو
گل برگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چوہنج
کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر
گیا یا ر آفت پڑے اس سحر پر

<p>گزری قیامت اس دل امیدوار پر نمک کیوں چھوکتی ہے زخمِ جگر پر ہے ہماں سایہ چاکا خسِ بختِ کمال</p>	<p>آئے نہ رات آپ جو اپنے فرار پر نہ سوئے گھلا دہریاں سے شبنم سلطنت جیتے ہیں مرد کشاں خاک کے مہل</p>
<p>ادریوں ترسیں ایک دم کو تم</p>	<p>خمر کے خم تو ٹھکانے یوں ساق</p>
<p>لوگوں میں لیکن آپ کی میری ہنسی نہیں ہر گھر دی دن کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں ہاں تجھیں صاف ہے اک انکی نہیں کی تیر میں بڑب کبیر مرا میں کچھ گناہ نہیں بہت ہیں جالچکے جاتی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں تجھے اٹھکھیلیاں سو جی ہیں ہم ہزار بیٹھے ہیں غرض کچھ نہ دھن میں اس گزری بخوار بیٹھے ہیں نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں میاں رو پیٹ کر ان ص ب کو ان کیا بیٹھے ہیں جہاں پوچھو بھی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں غیر سے کہ ہم صورت بیاں و دجا رہے ہیں زادہ نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں تھماری جوتوں کے آگے آگے یہ کرتے ہیں تاہم نہیں کوئی کھڑکی بھی تو اس گنبد بے دریں نہیں دھیاں آپ اٹکار کیے تیر جہر طے ہوں موزہ کے اکھیں دیکھ تو ہوا سی خدائی سینے میں گر کچھ مرضِ عشق کی تجھ سے پاس دوا ہو</p>	<p>خلوت میں ہوں جو چاہئے کہ لپیٹے مجھے حیث ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں بے نساں لطف و کرم چین نہیں کی نہیں حرم میں دیر سے یاں آبِ روانہ لے آیا کر دہ سے ہوئے چلنے کو یاں بیا بیٹھے ہیں پنہڑ اے گشت بادِ باری اہ لگ اپنی نصو و غش پر ہے اور ہے پائے ساقی پر ہاں نقشِ پائے ہرواں کوئے تنہا میں کماں صبر و تحمل آہنگ و ناممئے کیا ہے خیجیوں کا جب کچھ حال ہے اس دور میں یا بہلا گردشِ فلک کی چینِ وقتی ہے کسے نشا گر یا بسے پلانے تو چھو کیوں نہ پیچھے ادوا ناز و جنابِ غمرہ کرشمہِ شوقی جانتا فل دل کو لے بھاگی کہ در اندھ سے ترے نشا مستی کیجے روکی پھیکل ہم سے اچاٹ باتیں شیخ و برہمن دیر و حرم میں دھونڈتے ہو کیا چال آتش اکو بھی دے ڈال نہ اسے میٹھی مریم</p>

<p>کیسوی سلام ز اہر شب ز عمدہ وار کو پتہ کہ پسند اُس نے کیا عا لم تنہائی کو</p>	<p>انشا تو اینڈ تے ہیں پے یکدے کبھی جی میں کیا اگیا انشا کے یہ بیٹھے بیٹھے</p>
<p>ہاتھ سے میرے ایک جام تولو</p>	<p>کون کتنا ہے بولو۔ ست بولو</p>
<p>بات میں تم تو تنہا رو گئے لو اور سنو نہ انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھو خشتِ نمنا نہ ہے ہاں اپنے تو مر کا نگہ یہ سب سی پر ایک نہیں کی نہیں سی میری طفت تو دیکھیے میں نا نہیں سی وہ چپاری تو آپ ننگی ہے چلو پھر کبھی بھی ہو آئیں جلا یہ تو ہے بچھے تو ز گرس ساقی کے آجوزے سے کنے لگا کہ انشا اسکا ہی صلہ ہے کمال ماب میں وہ بات جو گاڑ میں ہے کیا نہ ہے اسو جو کرے چوں مرے آگے کاپنے ہے پڑا گنبد گردوں مرے آگے چڑیوں کی کرتے ہیں چوں چوں مرے آگے بادل سے چلے آتے ہیں مضمون مرے آگے محنتیں خوب سی کیں خوب سے انعام لے اب تو عدا اور بھی تقصیر کریں گے مخکو کیا جانے کہ کیا بات خوش آئی تیری معاذ اللہ دیکھ جو دھر کس کی پٹاؤ</p>	<p>چھیرنے کا تو مزہ تب ہے کو اور سنو توڑی جو اُس نے تجھ سے تو جوڑی قریب سے نیمہ مستوں کو کہاں اور کدھر کا کبھی گالی سی اور اسی چین جسیں سی گرنا نہیں کہتے سے بڑا مانتے ہو تم کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے چند مدت کو زراقِ صنم و دیر تو ہے یہ بیاں اپنی تجھے برف کے زئوے سے دیں گالیاں ہزاروں سنِ مطلع اس غزل کا عجیب لطف کچھ آپس کی چھین چھا میں ہے اک طفلِ دبستان ہے غلاموں مرے آگے کیا مال بھلا قصہ فریادوں مرے آگے ہوں وہ جب روتی کہ گردہ حکما سب بوئے ہے جی خمار کہ کس لکھوں باندہوں گالیاں سب بکڑوں دیں پاؤں جو دبا جہنے غصے میں ترے جہنے بڑا لطف اٹھایا کُھب گئی آنکھوں میں کل جلدہ نائی تیری ننگہ سب اُس پری کی سحر چتوں ایک آنکھ</p>

ہوئے ہیں خاکِ سرِ راہ اُس کے ہم انشا	بڑا غضب ہے جو یہ بھی فلکِ مذکھ کے
الگا کر رکھے رخِ دل کی پیش کی	بڑی آپ نے آج یہ پردیش کی
رنگ کرتی ہیں سدا اُن سے اہم کی چپ	تیری دیوار کے چوسا یہ سنے بیٹھ گئے
کلے میں ڈالکر زنا رقصہ کھینچ، تھے پر	برہمن بنے اور ملوثِ دریتِ اسنم کیجے
آزادگی خوش آئی انشا کو جبے یارو	دوسب کو چھوڑ بیٹھاسب سکو چھوڑ بیٹھے
گایاں سن کے ہی میں آتا ہے	لیجے تیرسی زبان میں چل
غنیہ کل کی حبس کو بھر ہی جاتی ہے	اک پر ہی آتی ہے اور ایک ہی جاتی ہے
(انعام) حافظ انعام احمد دہوی - حکیم محمد جادو موانی کے شاگرد ہیں اور چتر سے کی سوادگری کرتے ہیں۔ ٹکلتے میں کنوت ہے یہ کلام کا رنگ ہے ۵	
انشاء اڑ گیا ترچہ ہی نقش کا	پستالٹا نہیں دل کا جگر کا
دل جو اُس زلفت میں پابند رہے اچھا ہے	میں ہوں دیر انداز رہے پاس سے کھو جانیکا
ساتھ میرے قتل ہوگی حسرتِ داؤں کی فوج	میں چسپا مرنے کو لیکن ساتھ لٹ کر لیچا
ور بند ہے اور زند میں میخانہ کے اندر	سختی کی پر ہی آج - راحت نہیں جاتی
ہاں آپ کہیں اپنی زبان سے تو ابھی جائے	میرے تو کئے سے شبِ زقت نہیں جاتی
(انعام) منشی انعام السریگ دہوی شاہی کے چچے کے مدرسہ میں کسی جماعت کے معلم تھے۔ مرنے تک کوئینڈر لیس دکھائی تھیں - اب عرصہ سے مبتکم شکر کوئی کا اتفاق ہوتا ہے ۵۰ برس سے زیادہ عمر اور یہ اُن کا کلام ہے ۵	
بتا ہے باغِ جانیں کو تو نگاہ ہے مجھ کے اکو	لگی ہے، اسکی ہوا بھی جسکوہ رنگ بھی نہیں ہے کا
شباب تک سے اوائے رنگوں کساں یہ چڑھوا ڈالیں	سفید ہو گئے یہ موتے رنگیں یہ رنگ، چہنیں رنگا
بنیاد زمیں تھی نہ فلکِ زریب زمیں تھا	کُن کتنے ہی سب کچھ ہو اکچھ بھی نہیں تھا
وہ گئے غیر کے گھر اور یہاں ہم شب کو	صبح تک لیتے رہے راہِ کز رکی آہٹ

انور

انعام

(انعام) کچھ لوگ کسی خوش بیاں شاعر کا تخلص ہے رسالہ گلشن بہار و لطف نشانی نصب علی منصب میں ایک غزل نظم سے گزری۔ چند شعر اندراج تذکرہ کے لائق پائے۔ درج کئے گئے۔

انعام

دل کو چہ صنم میں گز بہر مزار میں	یا راض ہے شے شہر و روجا میں
اہل زمانہ ڈھونڈتے ہیں جس کی روشنی	و دواہ ہے چمپا ہوا اپنے غبار میں
انجام بعد مرگ اگر ہو گیا بخیر	سو میں گئے پھیل پھیل کے پھر نور میں
دو بچوں میں چٹھائیگا رو کو وہ گل اگر	پھولانہ میں سماؤں کا کینہ مزار میں
ا کرتا ہوں کوئی بات نکلتی جو نہ آئے	دل اختیار میں نہ زبان اختیار میں
لاؤں کہاں سے اپنی صفائی کے سر کو	ساری خدائی تو ہے ترے اختیار میں
آنکھیں گئی ہوئی میں مری بعد مرگ بھی	ایسا مزار عاں ہے مجھے انتظار میں
انعام اُس صنم کی محبت کو ترک کر	مصرف اب ہو طاعت پروردگار میں

(انعام) سید انعام اللہ صاحب انعام اللہ آبادی شاکر کوثر خیر آبادی۔ گیاجاں سکونت اختیار کرنی ہے۔ یہ کلام کا نمونہ ہے۔

انعام

میتہ کر آپ سنوں نے بڑوں کی ہے شہر	خانقہ میں آج واعظ نے جو مہر بکریا
کافشیں جگر کی اب بھول لی ہیں یاد نہیں	نظر شوق نے کس کا رخ نہیں دیکھا
خوب بھانے پر حمت کی گھٹائیں برسیں	بادہ نوشوں کو جو آلودہ عصیاں دیکھا
تو بہ ظلاف وضع ہے پیری میں محنت	وہ کام کیوں کریں نہ کیا جو شباب میں

(انوار) شیخ حافظ انوار الدین۔ موضع منہ محمد آباد اصلی وطن تھا مگر یہ خود شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ وہیں بڑے ہوئے۔ انکے والدہ شاہ کے وقت میں منصب داران شاہی میں سے تھے۔ یہ خوش سخن میں میر پرور سے شفیق ہوئے۔ خوش گوئی و مہناری اور زہاد دل نے ہر دہلہ آرکھا تھا۔ شاہ عالم ثانی کا زمانہ تھا۔ تذکرہ شوق میں انکا حال نظم سے گزرا۔ چند شعر انتخاب ہو کر درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ معاملہ کے شعر خوب کہتے تھے اور روزمرہ کو

انوار

نہایت صفائی سے بناتے تھے طرز بیان دلچسپ اور زبان صاف ہے شوق نے انکا
تخلص قافلہ لکھا ہے مگر مقطع میں انور ہی تخلص پایا لہذا اسے تذکرہ میں درج ہوا ۵

یہ بسد وفات میری یاد قطعہ	فتش لوح مزار گر نایاب نہ
خوبان جہاں کی دوستی کا	ہرگز مست استیبار کرنا

نہیں ہم جانتے گل کس طرح کا ہے سخن کیسا شہید پنج نازد لربا ہم ہو گئے انور مجھے کہنے لگا وہ دیکھ رکھ شہید کو بڑی پسوجاؤ مت جھوٹی باتیں بناؤ پوچھتا کیا ہے کہ جاذب یا بخاؤں یا ریاس گو ہمیں بوسہ نہ دے پر سات آنکھیں نوکر حال دل انور کا سن بے رحم تک انصاف کہ اب تو کرتا ہے سر بھول کو تو حیران بھلا کچھ تجھے رحم نہ آیا میری تمنائی پر اور تو تجھ سے کسی چین کی امید نہیں قطعہ آن کر مجھ سے کہیں پوچھ کر کیا ہے تجھ کو یہ کیا قد و قامت ہے حضرت سلامت نہیں دیکھا تم نے اُسے شیخ صاحب رقیبوں سے خوش ہم سے بے لایچ ہے	ندکھیں یار کا منہ جس جگر باغ و بہن کیسا کساں کا غفل کا ہے کی جگر کو کفن کیسا ابے ڈرتا ریا کرو نہ بسمل ایکدن ہوگا اگر ہم سے ملے تو ڈرتا کھیکا مت سستا تو مجھ کو دل میری بلا سے جانچا جان یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو شہر مانچا راست کتا ہوں تو میری بات پر نہشتا نچا میں بھی سمجھوں گا بھلا رہ تو میری جان بھلا یوں بچھے چھوڑ گیا اُو دل نادان بھلا پر مرے پیار سے اب اتنا تو کما، ن بھلا جی سے نکلے تری باتوں ہی کا ارمان بھلا کہ دل پر قیامت ہے حضرت سلامت جو ہم پر سلامت ہے حضرت سلامت بھلے کا نہیں دو حضرت سلامت
---	--

جامہ زیبی میں کیا قیامت ہے	اُس سحیلے کی شان کے تو باں
----------------------------	----------------------------

انور نے کہا ناک شب آؤ تو ہمارے گھر	مہنس نہر کے لگا کہنے آنے دو بڑی راتیں
------------------------------------	---------------------------------------

(انور) مولوی امام الدین خاں ولد غلام حسین خاں باشندہ رامپور سیکر شاکر گوندہ تھے اُد کے سوا

فارسی بھی کہتے اور انہیں نام تکمیل کرتے تھے ۱۲۵۹ء میں بیسٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا
نتیجہ فکر حسب ذیل ہے۔

اور سب محشر کو جیسے تھے یہاں ویسے آئے	ایک میں بے سرائے بجاں اٹھائی لٹھا
سہری آدمی کیونکر انوں اس چال غش	تیرا سایہ ہے تیری چسماں پر پوتا جانا
بنی تربت و قتل پر بارب فکر ہے تیرا	کہ سر جس آستان پر تھار دودہ آستان پر
چشم بہار آئینہ سے ہے	عکس عجبو نظر رکھتا ہے
ہے دل بچھو کپسی کی چڑکال	اس شیشہ میں بال آگیا ہے

(انور) شیخ ولی محمد خاں دہلوی - انکے بزرگ سرکار شاہان مغلیہ میں دار و ستھ تھے فارسی
میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے عرصہ ہوا انتقال کیا چند اردو کے شعر و بیچ کئے جاتے ہیں۔

انتھاری میں تیری چشم ہوا گوش ہوا	مژدہ آنے کا ترے سنتے ہی ہوش ہوا
ایسی جان بخشش ہوا سو ہم گل کئی	قصہ پرواز میں ہیں ٹیل تصور کے پیر
ہوا آشک خونی ہمارے گریباں	رگ گل سبے تار تار گریباں
رو برو آئینہ رو کے کیوں نہیں لگیہ پولا	حیرت نظارہ سے جوں غنچہ تصویر ہوں

(انور) میر انور علی انور عظیم آبادی - ندر کے بعد ملک عظیم آباد میں زندہ سلامت موجود تھے۔
یہ ان کا کلام ہے۔

اس قافل ہمارے میں وہ گل ہے جہاں ہوا	اے گردش ایام نبوتیں باہر ہوا
ہر سمت سے ہوسا یہ نکلن یار کی صورت	آئینے خاطر میں اگر کچھ بھی جہاں ہوا
لائی نہ کبھی پیسہ بہن یار کی خوشبو	اے باد صبا چل مے آگے سے ہوا ہوا
اڑتی سی خبر ہم قفس بانی ہے مینے	معلوم نہیں کون رہے کون رہا ہوا
پائنتے الفت کا فضا سے مگر یہ	نیرا د اگر چھوڑ دے خود رشتہ پیا ہوا

(انور) منشی سید محمد کاظم نام - نواب باقر علی خاں لکھنوی کے شاگرد اور صاحب دیوان

مطبوعہ تھے۔ انکی موزوں طبعی اور فانی میں شبہ نہیں۔ الفاظ کی نشست اور تلاش و دو درست ہیں تشبیہ و استعارہ بندی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں سادہ سادہ عاشقانہ رنگ بھی کلام میں موجود ہے۔ زیادہ حال معلوم ہوا۔ اب انتخاب ملاحظہ ہو۔

دعوئے تھام مجھ جہنمیں ہے بناہ کا
ہے جو منظور تجھے حافظ قرآن ہونا
پھر تا ہے دھونڈتا ہوا جانے مزار کیا
دیکھتا حشرک مجنوں ہوئے حمل رہ گیا
ساقی نے گزرتے حجام بلایا تو کیا ہوا
یاد نقش بھی نہیں گلزار کا
مرقد مریض جسم کا تیار ہو چکا
اب آئے جو بوجھ بھی تو سودا نہیں بنا
ہوئی ہے خام زلفوں سے سحر خاں سے پیدا
تجھ سرتوں کا دل مری نیروں یاد دیا

افسوس چار دن میں لگہ اُن کی بھر گئی
معصفت روئے صنم یاد کیا کر زابہ
مجھ نیم جاں کو دیکھ کے کوچہ میں کہتے ہیں
بڑھ گیا لیل کا ناتھہ نجد سے شبل صبا
میںوار اُسکے باوہ عرفاں سے مستیں
عسمر گزری خانہ صیبا د میں
کہہ کوئی کہ فاتحہ پڑھنے کو آئیے
اس درجہ ترے حسن کا بازار ہو اگر م
جہاں میں نور طلعت ہے جمال یا سے پیدا
ہوتا نہیں ہے نالہ عشاق کا اثر

ہے یہ کعبہ اسے ڈھائیے گا

تو مینے گا ندل عاشق کو

عشق بتاں میں شیخ کا ایاں بل گیا
ساتھ قاتل کے ٹو پتا ہوا بسل آیا
نقد دل جو پاس تھا وہ سیمبر چارہ
میکشوں کو آتشیں دوزخ کا ڈر جاتا رہا
ہرستہ ملک عدم کا دور کیا تھا کچھ نہ تھا
اصدہ دکھائے بلائے شب زلفت
ایسا کوئی دیکھا نہیں یا فوٹ میں سنسن

کعبہ کی راہ چھوڑ کے جاتا ہے دیر میں
جذبیہ عشق یہ ہے دور تلک قتل کے بعد
کیا بتائیں دھونڈتے لکھنویں کوچہ میں
واغظوں سے سُکھتے تیرا ذکر رحمت لے ریم
جاہی پہونچی ایک دم میں بند انکھیں جب نہیں
اُٹھ گئے نہ عاشق سے جنائے شب زلفت
جیسا ہے ترا پاؤں کی سرخی سے دہن سرخ

فصل گل میں آئی آفتِ علیہؑ پر
ناز ہے بادِ کشتوں کو رحمتِ غفار پر
مگر اتنا ہے کچھ کچھ ہنسے پیاں ہوتے جلتے ہیں
دو سانپ گنجِ حسن پہ لہائے جاتے ہیں
رہی گھر میں خدا کے مدد توں تصویرِ بھیر کی
جس کو محرابِ عبادتِ خم ابرو ہو جائے
صنمِ صادق میں شبِ تار نہ آئے پائے
ضبطِ کتا ہے خبرِ بد ورنہ آنے پائے
تو وہ یوسفؑ سے اک عالم کا تجربہ دم نکلتا ہے
ڈھاکر پہاڑ کو دل شیریں میں راہ کی
تمھاری بات کا کیا خاک اعتبار آئے
بُجھا دیں گے اُسے قطرے ہمارے دیدہ نم کے
خاکِ مجنوں کی تلاشِ صاحبِ محل میں ہے
موت سے ہم کو فقط اتنی تسکینت رہ گئی

دستِ صیادِ سگر سے ہوئے بیکار پر
و اعطاکس کو ڈراتا ہے عذابِ حشر سے
یسا ایک خبر کا چھٹنا تو ان سے غیر ممکن ہے
کیسویہ اسے چہرے پہ بل مکتلے جاتے ہیں
نہیں معلوم تھو کہ زائدہ توفیقِ بھیر کی
کام کیا خانہ کعبہ سے اُسے اسے زاہد
یلف تا عارضِ دلدار نہ آنے پائے
دم تو کتا ہے کہیں گھٹکے بوں تک توں
زیلینا عاشقِ شیدائے فقط تھی ماہِ کنعاں کی
النت کی پوچھے سختیاں زراہ سے کوئی
سزا بار بار کہا پر نہ ایک بار آئے
جلالیں گے ہمیں اسے شیخ کیا شعلےِ جہنم کے
عشقِ کامل بعدم جانے کے بھی جانا نہیں
بار کے آگے نہ دم نکلا یہ حسرت رہ گئی

(انور) نواب سید محمد علی خاں بہادر انور موسوی صفوی لقب بہ نواب دو طہاریس قصبہ
شمس آباد و ضلع فرخ آباد و روسائے رامپور کی اولاد میں تھے انکے والد ماجد نواب حفیظ الدین خاں
ولد نواب غلام محمد خاں بہادر سابق والی ریاست رامپور بڑے نامی رئیس گزرے ہیں۔
انور موصوف نواب اعتماد الدولہ فضل علی خاں بہادر دہلوی - وزیر فیض الدین حیدر بادشاہ دہلی کے
صاحبزادی صفوی بیگم سے بیاہے گئے تھے۔ اور انہوں نے ایک گھر داماد کر لیا تھا چنانچہ ان کی
وفات کے بعد بی بی نامی ریاست شمس آباد کے مالک ہوئے تمام عمر خوش حالی اور فراغ البالی کے ساتھ
بہرہ کر کے مشغول رہے۔ ۱۸۶۷ء میں انتقال کیا نشی امین حسین میر نے تاریخ کمی

پاک گوہر آہ نواب بہشت آرام گاہ چہ نواب صاحب بعد غد کچھ دنوں نظر بند بھی رہے تھے
ریختہ گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی اور اُسیں تیز شکوہ آبادی سے مشغور کیا کرتے تھے۔ انکے
صاحبزادے نواب سید مہدی علی نے انتخاب کلام اساتذہ معروف بہ بہارستان اُتسار
سلاطین شائع کیا تھا۔ اُسیں سے چند شعر منتخب ہو کر درج تذکرہ کے مہجراتے ہیں ۵

زندگی میں مری تعریف نہ کرے ہمد رند ہوتے تیرا کجہ میں ہو جاتے غم کی	ہاں مگر عید فنا دیکھ کر انجام بخیر لطیف دنیا ہی گیا زہ کی پابندی سے
اب خدا جانے کہ اس بت کو اکیسلا پاکر احیاط اتنی تو اسے زائد و ناحق نہ کرو	غیر کیا کیا مری جانب سے لگاتے ہو گئے ہندو کس کے ہیں بتاؤ یہ سلاں کس کے
دل اوجھلتا ہے جو ہر شب نہیں معلوم آنور	باد آجاتے ہیں گیسوئے پریشاں کس کے

(الغور) سلطان الشعراء شیخ عالدین عرف امراؤ مرزا مرحوم دہلوی۔ آپ سید جلال الدین
حیدر مرصع رقم خوشنویس و استاد ابوالنظر بہادر شاہ ثانی کے خلف اصغر اور فرخ اساتذہ مولانا ظفر
دہلوی کے چچوٹے بھائی تھے۔ آنور مرحوم بڑے ذکی اور طبع شاعر تھے۔ اوائل مشق میں
غنائی ہند شیخ ابراہیم ذوق سے استفادہ حاصل کیا۔ اُنکے انتقال کے بعد مرزا غالب سے
مشغورہ لیتے رہے طبیعت نہایت دقت پسند اور مضمون خیز وائق ہوتی تھی۔ کلام کی شوخی
خیال کی جلیلا مہٹ۔ فکر کی رسائی۔ روزمرہ کے نئے نئے ٹانٹ فریفنگان سخن کے دماغ
میں عجیب سرور اور عاشق مزاجوں کے دلوں میں غضب کا دید پیدا کرتے تھے۔ جو شعر دیکھو
پھر کتنا ہوا حسن خیال۔ بلند مضمون پر نظر تو اتنا ایک خوش آئند حیرت پیدا ہوتی ہے۔
اس جو ان طبیعت کو خدا نے وہ مضمون آفرینی بخشی تھی کہ شعر ٹنکڑوں میں کے ٹھٹھکے
ہوئے دلوں میں عشق کی اُننگ پیدا ہو جاتی تھی۔ انسوس ہے کہ اس جوان مرگ نے عالم شباب
میں اپنے دائمی جدائی کا داغ دیا۔ اگر آج آنور زندہ ہوتے تو ہرگز انکا ہی نوجھلکا نظر آتا اور
انکے سامنے کسی کا چراغ روشن ہونے پاتا۔ مگر اس مرحوم کا کلام اس ناپرسی اور ناقدی کے

زمانے میں بھی انصاف پسند طبع کو اپنے کمال کا معترف بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس قدر وقت پسند اور نازک خیال ہونے کے باوجود شاقی اور بچگوئی کا یہ عالم تھا کہ کیسی ہی شکل میں کیوں نہ ہو تعداد اشعار میں کمی نہ آتی اور ایک ایک قافیہ کو کئی کئی طرح سے ادا کرتے۔ اکثر شاعریوں میں مصرع طبع پر سغزل اور چوغزل کی نوبت آ جاتی۔ جس بحر اور جس قافیے میں مضمون کی گنجائش نہ ہوتی اُسی میں گویہ مضمون نکال کر دکھا دیتے۔ غدر سے دس برس بعد جو دہائی میں شاعر کے کا سلسلہ ہوا تھا اُس کی روح رواں انہیں کہنا چاہئے۔ حضرت داغ۔ مولانا ظفر علی۔ حالی۔ فخر جوش۔ سالک۔ عزیز۔ آرشید۔ مشتاق۔ ان مشاعروں میں شریک ہو کر داغ و سخن دیا کرتے تھے۔ ثقات سے شنایا ہے کہ اکثر تو یہی ہوا کہ انکی غزل سب پر فوق لے گئی۔ حکیم مومن خاں صاحب مومن نے خیال گوئی کی ہر ایک خاص طرز ایجاد فرمائی تھی جبکہ اُنکے زمانے ہی میں شہرہ ہو گیا تھا اگر اُسکے موجد مومن خاں تھے تو پورے پورے مشقہ حضرت الور۔ اگر گاہ غور سے دیکھا جائے تو جیسا انکی طرز کو حضرت انور نے بنا یا ہے اور کسی سے نہیں پڑا یہ صریح مرزا غالب کی استعارہ بالکشیائے کی خوش اسلوب ترکیب کی تقلید انور مرحوم کے برابر کسی سے نہیں ہوتی۔ الغرض ذوق۔ غالب۔ مومن کے جدا گانہ طرزوں کو سمو کر مرحوم نے ایک رنگ خاص الیسا ہر دلعزیز پیدا کیا تھا جو سب کے دلوں میں نقش ہو گیا۔ حضرت انور کو افکار زمانہ نے نہایت تکمیل میں پہنچائیں۔ دستبرد غدر سے ایسے پریشان ہوئے کہ ترک وطن کر کے جے پور جا رہے اور وہیں ۳۸ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انکے دو مکمل دیوان ندرت ہو گئے۔ جن میں سے ایک تو خاص حمد و لغت اور قصود کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا مولف تذکرہ نے بڑی محنت اور مشقت سے متفرق و پریشان مسودوں سے ایک دیوان مرتب کر کے چھپوایا ہے مگر یہ اُنکے کلام کا آٹھواں حصہ بھی نہیں ہے اور اس میں بیشتر ایسا کلام ہے جو نظر ثانی سے محروم ہے۔ یہ بھی امر قابل ذکر ہے کہ اُس ذوق کے مروجہ دیوان کی اشاعت میں انور مرحوم کا نام شکر کر کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ یہ دیوان حافظ ویران

حضرت تمیز اور انور کی تحدی و کوشش کا نتیجہ ہے خوشنویسی میں بد بولے رکھتے تھے عظمیٰ و مجتہدین علم و لانا حالی نے راقم کی تحریک سے جو نظر لیا انکے دیوان پر لکھی ہے قابل دید ہے۔ اب انتخاب کلام ملاحظہ ہو ۵

نفس ریا ہمال ممتی حسن آفریں کیا کیا اُسیدیں رکھتی ہیں دل کو مرسانہ گئیں کیا کیا بشیاں ہو رہا ہے دیدہ کہ خام میں کیا کیا زباں بن کر کہے دیتا ہے چاک استیں کیا کیا ملا تا خاک میں ہے مجھ کو یہ شوق جیسں کیا کیا مگر سرگرم استقبال ہے جان حزیں کیا کیا خدا جانے لگا ہں چپکے چپکے کہ گئیں کیا کیا وہ ضبط ہو عاشق حزیں کا یہ ربط ہو چشم و دستیں کا یہ ساعتِ رخت کفر و دین کا چراغ و غلوتِ لیتیں کا وہاں تو جو جالے جالے مسکن ہیں تو کھانیں کسں کا زبان کو دشنام ہی پہ کھلو دہن تو ہو بند کتے میں کا کہ سر پہ چوچہ را اٹھا کر مبت دیا آسماں زمیں کا یہ ستارہ ہوش حسن کیجے کہ ہوش باقی نہ ہونیں کا میں ترے بدلے قیامت میں گنہگار رہا یہ بھی ایک بے خبری تھی کہ خبردار رہا	ترے صورت کو کھیا اور آنکھیں کل گئیں کیا کیا اجل ہے مرے تو بھی زلیست کا سامان میں کیا کیا نظر تھے ہی وہ کچھ ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا کیا غمازا پانا ہم نے پیدا ہاتھ سے اپنے تیرے کو چوں ہر ہر نفسِ پارسوہ کرتا ہوں تیرے آنے کی سنکر ساتھ ہی آنکھوں میں دم آیا دو چار اس چشم سے ہوتے ہی کچھ لگ گئی گلا زلب پہو ذکر عمر و کس کا نہ دیکھے اک شکستہ زہر کا وہ جلوہ خسارِ آنشیں کا وہ کس پر تاب اُس جس کا کیسے ملو جلوہ افگن گئیں ویران سے رشتوں یہ طعنہ کم ہے کہ بے دہن ہو یہ شرم کیسی کہ چپکے چپو نظر ہے یاں ترے اوج و خشاں پیمانے پر پا گیا جو شرم جو کیجے لظما مطلب اس سے تو جا ہے پہلے مع کر کے ہی بھی جاشیخ کہ سانی کی عنایت سے ہنرِ ناب کچھ خبر ہوتی تو میں اپنی خبر کیوں رکھتا
--	---

ستم قابلِ مرجس ہو گیا
ستم عاشقوں کو دغا ہو گیا
غم و غصہ میری غدا ہو گیا

خدا نگ گم دل گشا ہو گیا
محبت میں بھی کیا سے کیا ہو گیا
بشر رہیں نہ کھاؤں تو کیونکر جیوں

<p>جو دل میں گیا دم خفا ہو گیا وہ اُتساہی نا آشنا ہو گیا</p>	<p>شبِ بزم میں کس کس کی ہو رہ کھام محبت بھرا جھٹکا بڑ بگنی</p>
<p>بدلے فنا کے ملک بقا کچھ گراں نہ تھا ہاں یہ سہی کہ آپ کو آنا ہاں نہ تھا سر پوڑنے کو ورنہ وہی آستان نہ تھا میں بے نشانیوں سے جہاں تھا وہاں نہ تھا آرام جان تھا کوئی آزار جاں نہ تھا تھا پاسبان میں آپ جو اں پاسبان تھا شیخ پوچھے مجھ سے رستہ خانہ خمار کا پاسبان چل کر بناؤ خانہ خمار کا واہ کیا کہنا ہے حضرت آپ کی گفتار کا صاعقہ حصہ ہے پہلا طالب دیدار کا پہروں اٹھا اٹھا کے سلاسل کو بھینسا مٹ مٹ کے ہنسنے لکھا انداز نقش پاک</p>	<p>دیکھسا جو بعد مرگ تو مرنا زیاں نہ تھا کیسی حیا کہاں کی وفا پاس حسیق کیا پ کچھ اپنے دل کے دلو لے کچھ زہد و نکی ضد حسن جہاں فروز سے جس جا نہ تھے وہ تھے مترابوں یوں کہ کیوں نہ رہا دل میر تہ ربار خالی در آن کا پایا تو دل وہم سے ترکا کوئی اک گردش تو ہو ایسی بھی ہاں آتش بڑا لے چلو واعظا کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لے سکتا جان سننے والوں کی واعظ لبوں پر آگنی ملتی ہے آخر کو کچھ کیفیت سوز و گداز المد سے فرط شوق اسیر ہی کہ شوق میں تقلید خاکساری ہوتی ہے خاک ہو کر</p>
<p>گر نہیں ہے رواج باطل کا نام دیا ہے نام ساحل کا کشتی و بادبان و ساحل کا کچھ تماشا تو دیکھ بسمل کا</p>	<p>ہے انا الحق سراپہ کیوں بیدار جز و ذات حبیب ہے عاشق غرق و اں ہوں جہاں لگا نہیں کچھ تو ہو مزہ در بخشش بازو</p>
<p>ساتی وظیفہ بند نہ کر بادہ خوار کا</p>	<p>کیا جانے کس کے دم سے ہے آباد میکہ</p>
<p>خلاصہ ہے یہ اپنی داستان کا</p>	<p>مسیحائی کرو م تے ہیں تم پر</p>
<p>بڑا گنہ ہے الفت میں دل بچانے کا</p>	<p>بنائے درد کو دل پر خوشی خوشی لیجے</p>

ہائے کیا کیا نہ وہ اس گر یہ بہ نازاں ہوگا
 تم کسی وعدہ سے بچر جاؤ کہ ہو جاؤں تمام
 تم آج ہی جل بھر کے مشاد و نہ عجب گرا
 وہ دن گئے کہ مصر کو پہنچا کوئی بخیر
 کوئی تڑپے نہ کیوں تاب تو ان تک
 دل کے کھوٹے ہیں سب یہ سیم اندام
 حسن نظر سارہ سوز ہے پردہ
 تجھ سے دل کا غبار مٹ نہ سکا
 پامال اک جہاں ہے اور بھر جہاں نہیں
 گوسب یہاں ہونے کوئی قسمی رہ نہیں
 اپنے خدا سے وصلِ صنم مانگت ہوں میں
 دوزخ پہ کیوں رکھی ہے سزا نے صنم پرست
 دل ہم نہ دیں گے اور کے دینے کیواسطے
 تخلیفِ دست و بازو نے قاتل کا فکر ہے
 بسم اللہ کہہ کے گود بڑوں بھر عشق میں
 قہر کا ظلم قیامت کا ستم کرتے ہیں
 جو پر جو جفا پر وہ جفا کرتے ہیں
 موت کیا چیز ہے ہنگامِ فلق ہم دل پر
 کچھ کچھ : وہ چہرہِ لطیف کی کہ کم عتاب میں
 دیا ہے جرم ہو تو سکھا دے ہو اے عفو
 دیکھے گا جو رہے گا زانے کے انقلاب

جس کی آنکھوں تپسیر اگوشہ داناں ہوگا
 ہو اگر پھر نے میں میرے حق پر خیر غراب
 کیوں کل پہ رکھو شورشِ غوغا نے قیامت
 تم ورنہ آفتِ رجم کا رزاں ہوا
 نہ پوچھیں گے نہ دیکھیں گے کہاں تک
 خوب ہم آ زمانے بیٹھے ہیں :
 گو وہ پردہ کٹھن لائے بیٹھے ہیں
 اپنے کو ہم مٹائے بیٹھے ہیں
 گھلتے ہی کچھ یہ معنی ناز و انہیں
 ہوں وہ اسیرِ شوقِ کردل چھوڑنا نہیں
 ناصح نہ مکر نہ تجھ سے تو کچھ مانگتا نہیں
 گرمی بتوں کے حسن میں کیا اسے خدا نہیں
 یہ تو نہ ہو گا اور کبھی حاشا ہو انہیں
 قاتل سے وعوئے دیت و خونِ بانہیں
 کشتی و ناخدا نہ سہی کیا حشر انہیں
 وہ خدا سے نہیں ہوتا جو ستم کرتے ہیں
 اس پہ چھو لے ہیں کہ ہم یاد کیا کرتے ہیں
 جان کو صدقے پہ نہ دفعِ با کرتے ہیں
 جی سب امید باس سے کس کس غائب ہیں
 نرد اسنی مری ہے وہاں کس حساب میں
 مڑتا ہوں اُس نگاہ کے اک انقلاب میں

کیا غم دراز دوستی نارسعیدہ کا
 ساقی نہ پوچھ داروئے افسردہ خاطری
 خوفشانی مری داخل مرے نقصان میں
 مجھ سادیوانہ و ہرشیار ہو اسکاں میں نہیں
 جو صلے تو نے بڑھائے ہیں دکھا کرلو سے
 جو کہے سچ سہ نہ پئی نہ کہیں دل اڑکا
 ہے تذبذب کہ انیس دیکھ کے کچھ کہ نہ اٹھوں
 مگر زہد اڑے گا اب پری بنکر پرستان میں
 نہیں انجم یہ رور و کر کسی کے یاد و نماں میں
 ہر اک جانب سے نقشِ عمرِ اطلوبِ عکس آما
 طریقِ ہستی مجھ کو لا کر گشتہ راہی سے
 جُدا اب دم گرہاں سے نہیں ہوتا نہیں ہونا
 میرا اور اُس بیتِ مخمور کا ہے ایک سا عالم
 وہ چشمِ دعا میں سکندر پو ہوئی پردہ
 بڑھے جو شوق کے آنسوں وہ ناکامی سے ہٹا
 ثباتِ سرمدی ہے خاک راو یا میں ہونا
 ہوا یاں اک نظارہ سے کلیم و طور کا عالم
 نظر ہو تو نظر آتی ہے کیفیتِ دو عالم کی
 ڈیڑھی ترجیح کوئی بڑ جائے تو دیکھے واعظ
 جب تو ضلع سے بھٹکے نخلت سے دشمن کہ گیا
 دو ادھر سے آئیے اور چار ادھر سے اونچا

دا من کو لیچ سلاہوں جھگو کر شہر اب میں
 آتش ملا دی آب کے بدلے شربت میں
 اب تو دا من میں ہے وہ کچھ جو بنشائیں میں نہیں
 خاک اڑتا ہوں مگر کو پستِ جاناں میں نہیں
 کچھ سماتا نظر صاحبِ عرفاں میں نہیں
 گفتگو کچھ سخنِ ناصح ناداں میں نہیں
 گرچہ اب تک کوئی لغزش میرے ایمان میں
 اُڑادی آدمیت سب ہوا باغِ رضواں میں
 بھرے ہیں بنے موتی دا من شہبازِ جہاں میں
 دل اک آئینہ خانہ ہے تجلی گا و عرفاں میں
 خدا یاد آگیا یادِ مہبتِ برگشتہ مژگاں میں
 جنوں نے ہتھ میرا سی دیا شاید گویاں میں
 جو وفاں لغزش قدم میں تو یاں پہلے آئے انیس
 اڑائی خاک جتنی جو تھوٹے آجے پیاں میں
 قدم اک کشمکش میں بڑ گئے ہیں کونے جاناں میں
 کیا ہے سہی کو مٹی تلاشِ آبِ حیاں میں
 ساقی ہے تجلی کس طرح اُس روئے ناہاں میں
 چلو انور تاشا دیکھ آئیں بزمِ زنداں میں
 ادویوں کہنے کو تو برقی نظر کچھ بھی نہیں
 تیغ کا غم جانتے ہیں ہم غمِ تسلیم کو
 بن بڑے گی کیا تمہیں روزِ امید و بیم کو

دل میں بحرِ انفس ساقی ہے آنور موج زن
 ملیں گے تم سے یہ کیونکر کساں ہو
 کیا مٹائیں گے ہم اُس کے دل سے نقشِ بازو
 غیسلم کی تقدیر میں جو کچھ کہ جاہِ لکھنیا
 کاوشوں ہی کاوشوں سے مہرِ لبریز ہے
 اور مجرم رہزنی پر پوسنہ انچسہر کو
 نام زورِ بازو نے فریادِ ستی ہی تو ہے
 یاس کیوں ہو غمِ وقت کی وفا سے مجھ کو بد
 میں گنہگار کے گنہگار منحسار اٹھسرا
 جو رسدِ سہ کے یہ خوش خوش ہوں کہ محشر میں مگر
 ہے ستم تو مگر اک لطف سے دھوٹا گیا ہو
 بندہ محرم و بامعاذ سیرِ امکا ہوں
 آیا ہے میرے مرنے کی سُندر وہ بدگماں
 اے جانِ زار کچھ تو رہے پاسِ ہمدی
 بھوکے ہیں کس خیال پر نہ آ دو پاسا
 تیرے ستم سے مجھ کو ملا منصبِ کلیم
 مٹے بے طلب ملی تو پوئی یار کی طلب
 یلیل کا نام زندہ ہے اب تک جہاں میں
 کچھ جو عزت ہے تو بچھو کچھ میں اسکے ہے کہوت

جاننا ہوں ایک قطرہ کو شرو تسنیم کو
 گماں جس جانہ پو پچھے تم دہاں ہو
 جب مٹا سکتے نہیں اپنے خطِ تقدیر کو
 داوری ہے کیا کوس میں کاتبِ تقدیر کو
 دل سے لایا ہے مگر فراد جوئے شیر کو
 دل مرا اڑ کر پٹ جانا ہے اُسکے تیر کو
 شمعِ بزمِ خود غنائی کیٹھے جوئے شیر کو
 اور کیا اُس ہے بغیر سے خدائے مجھ کو
 نسبتِ خاص لگی ہاتھ خطا سے مجھ کو
 بخشوا میں گے جفا کا حرفِ داسے مجھ کو
 اُس نے مارا ہے محبت کی ادا سے مجھ کو
 کچھ تعلق سے تعلق میں خدا سے مجھ کو
 کوئی لپیٹ دو مجھے زندہ کفن کے ساتھ
 لبِ تک تو آوصالِ صنم کی دعا کے ساتھ
 رشتہ نہیں ہے داوِ روزِ جزا کے ساتھ
 اک وجہِ گنت گونگل آئی خدا کے ساتھ
 بندوں کے ناز بھی ہیں نالے خدا کے ساتھ
 تم بھی نہاہ دو کسی اہلِ وفا کے ساتھ
 و دو قدمِ آن کے لیجاتی ہے تو قیر کے ساتھ

زہر کھانے کی اجازت ہی سہی
 اے وہ ارمانِ شہادت ہی سہی

کچھ تو مل جائے لبِ شیریں سے
 دل میں یاں آکے نگنٹا کیسا

غیت راقت نگر نہیں آتی خیر دل کی نظر نہیں آتی	تیرے کشتوں کا درخشاں حساب بے طرح چرتی ہے نظر اُن کی
جس زباں پر دیکھتا ہوں غمہ منصور ہے تیر جتنا کھنچ گیا پلہ میں اُنکا دور ہے تم نے لکھا ہے مری قسمت میں جو سطور ہے جو نفس ہے سینہ عاشق میں شمع طور ہے ہے نظر اُس پر کہ جس سے فکر کوں دور ہے جانتا ہوں خیر مجھ سے قہر تجھ سے دور ہے جتنی یاں آنکھیں کھلیں اتنا ہی وہ مستور ہے و اتنی عاشق مگر ناچار ہے مجبور ہے کیا زباں بندی تھامی بزم کا دستور ہے آکے منزل پر جہاں سنگدہلی دور ہے حیرت آگیاں مے مگر کے درو دیوار چوٹے دل میں وہ پھول ہوئے آنکھ میں جو خار ہوئے خوش بوں جو اُن کے در پہ عدد و باساں رہا اب تک تو جن میں پڑ رہے آساں ہے بیکار کسی دم کو بھی جانے نہیں دیتے	برگ برگ سبز قدرت کے تیرے سمور ہے اور کچھ دینا سے کچھ جا اور بڑھ جائے سوئے حق نیک ہوں بد ہوں تمھارا ہوں تجھیں کو پاس رہا بڑھ جائے تو حشر عشق کی چٹان یک کاتب اعمال جو چاہیں لکھیں کچھ سنم نہیں وہ گناہ کرتا ہوں اب جی کھل کر جو رہ گئے جو اٹھا پڑا نظر سے واں حجابِ رو ہوا مہرِ وفا پر خصم و یاد و عینار ہے کچھ نہیں شکست کسی تہم کہ ہے واں رنگ کیا اس مقامِ لائقین پر وصول انور کہاں تیرے جلو سے دم خوابت جو نمودار ہوئے صلح کل مشربِ ناب سے اُنویا دشمن و دوست مبخت کوئی دم تو رہے گا نظر سے دور مٹی خراب سے تیرے کوچہ میں ورنہ ہم مرتے ہیں ترپتے ہیں تری یادیں ہر دم
بے سینہ ہو بچنے اپنی جہیں سے اُجھت ہیں وہ زلفِ عزیز سے مجھے اک لاگ ہے جانِ حزیں سے باز دیں مجھ کو دل کا ہم ہیں سے	نہیں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے میں اس پر ہم مزاجی کے تصدق کہاں کی دل لگی کہیں محبت ادھر لاؤ ذرا دستِ خدائی

<p>ضعف میں مر رہا بھی مشکل ہو گیا نہیں سستی میں وہ انگریزیاں جمع اپنا خرمن دل حبیب ہوا خدا کی بے نیازی انتہا ہوں چلے دشمن کے گھر خود فرستہ ہو کر</p>	<p>جان الہجی ہے نفس کے مار سے خالی ہاتھوں لڑتے ہیں تلوار سے بجلیاں تو میں لنگاہ بار سے زہر پرستش نہیں ناز بیتاں کی پتہ طبیعت آگئی ایسی کساں کی</p>
<p>کیا اسکی سبب خوشی کہ وہ رخ بے نقاب ہے جان بخش ہے گفتار تو لب چشمنہ حیاں یہ خوشی کم ہے کہ ہم اس بزم میں استدراج و تجوید تہہ ہوں کہ میں دل میں کیوں کھٹکا رہا ہوں کار سہ</p>	<p>اک میرے ساتھ چشم جہاں کا یہاں ہے بچہ کیسے کہ ان پر کوئی کس بات چہ چاہے اک طرف بیٹھے تو ہیں ناشاد سے ہل گیا نام میں تمہاری یاد سے مولے لیجے نفس صبیحہ دے</p>
<p>(انور) حافظ حکیم سید انوار احمد صاحب انور دہوی خلف حافظ سید خیر الدین احمد خلف سید محمد باقر قوم سے صحیح النسب سید اور دہلی کے رہنے والے تھے شاہان تغلیان کے اساتذہ کرام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چچا چچا بابر شاہ دہلوی سید خیر الدین احمد صاحب کو اپنی طرف سے شاہ سلیماں خشتی صاحب سجادہ تونہ شریف کی خدمت میں معہ نذرانہ بھیجا کرتے تھے حکیم صاحب موصوف کے بڑے بھائی حکیم سید نیاز احمد مرحوم شاگرد رشید حکیم حسن السرخاں صاحب طبیب شاہی ریاست پٹیالہ میں بزمہ التلازم تھے حضرت انور طبیب میں اپنے برادر مرحوم کے شاگرد تھے۔ اور فن ڈاکٹری میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحان زبدۃ الکامک سے بیعت تھے علمِ دل اور نجوم میں بھی اچھا و غل تھا۔ نہایت ذکی اور خوش اخلاق تھے۔ تشخیص مرض کے علاوہ ثنائی مطلق نے ہاتھ میں شفا بھی عطا کی تھی شروع میں چند غزلیں حافظ غلام رسول تیراں کو دکھائیں پھر حضرت داغ سے تمنا اختیار کیا کئی برس حیدرآباد و کن میں ذواب لائق الدولہ غالب جنگ کی سرکاریں بعضیہ طبابت ملازم رہے۔ مگر روش قسمت نے کہیں زیادہ نکلنے نہ دیا۔</p>	<p>انور</p>

آخر ۳۲ ہجری میں اپنے وطن آبائی دہلی میں انتقال فرمایا۔ چند اشعار انتخاباً درج ہوتے ہیں ۵

حسروں سے دم ٹھکنے میں جو دشواری ہوئی	موت میری کیجیہ کر اُن کو بھی سکتا ہو گیا
دو بار آخرت بلاؤں سے پھر کہاں بزمِ طرب	تیرے ہی دم سے ہے ماتی گردشِ بجا نہ آج
شیخ صاحبِ کل تو میرے حال پر تھے طعنِ زن	شمعِ رُخسے لو لگا کے خود دہنے پر و نہ آج
ناتواں ہوں میں بہت جذبہ دلدارہ کیلینچ	مجھ میں کیا باقی ہے اب حسرتِ بارہ کیلینچ
اب تک ہے انتظار کسی کے خرام کا	اُٹھ بیٹھتے ہیں قبر میں آوازِ پیا سے ہم
تمہارے کشتہ بیدار کو مس جانے	ہزار بار جب لایا مگر جیا ہی نہیں
مجھے کیا کام ہے دہر و حرم سے	مری آنکھوں میں ہے صورتِ صمم کی

(انور) سید انور علی انور خیر مولوی انجم مغیرہ جہاں - حضرت داغ دہلوی سے ارادت رکھتے ہیں۔ اور شاعرانہ کہہ لیتے ہیں۔ یہ کلام کا نمونہ ہے ۵

دیکھتے کہ کس کو کچھ ہو شمسِ سبھا کو اپنے	کیا سانی ہے یہ اسے حضرت مہدیٰ علیہ السلام میں
اس دل کو نبیؐ کی زلفت کا سودا جو نہوتا	کا ہے کو میں بچتا شبِ زلفت کی بلا میں
کتنی ہے ترس جبر میں یوں اپنی شبِ زلف	دن نالہ و سرِ یاد میں شبِ آہ و بکا میں
اندھیر سی راست میں لے لے ملقا تم	یہ بن ٹھن کر کہاں جاتے ہو گھر سے
مناجر کی کرتے میں حضرت	کوئی صورت تو دیکھنے کیلینچ میری کی
کہیں دور ہو جو جس کا غم الہی	کہیں جان لے درِ زلفت ہاری

(انور) مفتی محمد انور لکھنوی - خوشنویس و مصلحِ سنگ - کلکتہ کے امیر الاخبار کے مطبع میں کتاب کرتے تھے۔ دو تین سال ہوئے دہلی میں انتقال کیا۔ حضرت داغ کے شاگردوں میں تھے۔ کلامِ ہدیہٴ احباب ہے ۵

شرابِ شبِ صلا میں وہ کہتے ہیں کیوں آنور	اگر ہم آج بھی فرقت میں تڑپاتے تو کیا ہوتا
نارِ ہر گامِ پوشیدہ میں ہے ہی کتنا تھا	نہ بھرے پاؤں میں خونِ سہرِ فردا کہیں

شاید اسے ببل شیدا یہ تری ناک میں ہے
یاس سے دیکھا جب - وہ کہنے لگے
آج گلشن سے جو ہلتا نہیں صیتا کہیں
دل میں کیا ہے بتائیے تو سہی

انور

(انور) غشی کل محمد انور بنگلور کے رہنے والے ہیں کہنے کا سب حضرت داغ کو
کلام دکھایا ہے - نمونہ کلام یہ ہے

کیا تھا ناز جن فاقہ نے بخشہ کی روانی پر
کہاں سنتے ہیں اسے ناصح تری عشق مجتہد
یہ وہ منزل ہے اسیں فکر کی ہی عقل چیرا ج
دورنگی کا سبق نکو پڑھایا ہے زمانہ نے
ہوا ہے آج وہ حیراں ہماری سخت جانی پر
دہی کرتے ہیں تم آنا ہے جو اپنی طبیعت میں
قدم رکھو سنبھل کر حضرت داغ الفت میں
کبھی میری محبت میں کبھی میری عداوت میں

انور

(انور) مولوی نور محمد ندیس مدرسہ ہاشمیہ ممبئی شاگرد مولانا انعامی اصل وطن غازی پور
مگر یہ خود غمرہ سے پہنچی میں رہتے ہیں - ۲۶-۲۵ - برس کی عمر اور یہ کلام کا خلاصہ ہے

کچھ اشارہ ابرو اور چوڑی میں ہو کر رہ گیا
تا توانی اور وہ بھی عشق کے بیمار کی
دل سے تھی ساری خوشی یہ بٹلائے غم ہوا
آہستہ تیرا ہوا ایسا گناہ ساری خلق سے
یہ ہمارا ہی جگر ہے لے دینے دیتے ہیں ل
حاصل اس در پر اگر ناصیہ سالہ ہوتی
حکمتیں ترک محبت کی سمجھائیں ناصح
رہ گئی شیدا ٹھٹھک کینچ کے خبر ہو گیا
ہے کہاں مجھ پر اب بھر کے تار بتر رہ گیا
عیش کا سب کا خانہ دہم ویر ہم ہوا
تجھ سے جو محرم ہوا عالم سے نامحرم ہوا
اب تو راضی اب تو خوش لے گیا سب پر ہوا
دوست کی مرے ساری بُرائی ہوتی
وصل کی بھی کوئی تیرا سب بتاتی ہوتی

انور

(انور) غشی سید نور الحسن بلگرام ضلع ہر دوی اصل وطن ہے حضرت میر تقی علی کے
شاگردوں میں ہیں - ۲۶-۲۵ - برس کی عمر اور یہ سلسلہ روزگار دکن میں انارکلی ہے

چریں آنکھیں جو وقت نزع میری ہنکے وہ کو
ناصر بھی دم بخود ہیں ہر ایک سہنشیں خوش
کو اب بے وفا ہم ہیں کہ صاحبِ وفا نہ ہو
میں آپ میں نہیں کوئی سمجھائے کیا مجھے

ہوتا ہے جو لکھا ہے مقصد میں نیک و بد
یہ کیسی تمت ہے مجھے پاک دامن پر
اگر خیال ہے کچھ آ کے دیکھ جیاد و خور
شکوہ ہے دوست کا نہ عدد کا گلہ مجھے
جناب شیخ تمہارا خیال کیسا ہے
بٹ ہو پوچھتے غیروں سے حال کیسا

انور

(انور) مرزا علی حسین لکھنوی متیر کلمتہ سید علی جان شفیق مسما ب سلطان عالم کے شاگرد
اور ریختہ میں اس طرح فکر کرتے تھے

دعہ تو کر دیا پھر خیال وفا بھی ہے
کیوں منت اپنی جاں تمہارے لئے گزائیں
کیا پوچھتے ہو قیامت دل کا مہار
دینے کو کہتے ہیں کوئی ہوسہ دیا بھی ہے
نقصان کے سوا اہیں کچھ نہ بھی ہے
تو سے بھلا کبھی کوئی سودا بنا بھی ہے

انیس

(انیس) امیر الدولہ نواز شمس خاں شاہجاں آبادی - شاہ تو زخاں مختار کا حضرت
شاہ عالم ثانی کے حقیقی بھانجے اور خود بھی سرکار شاہی میں خدمات شائستہ سے سرن
اور فن سخن میں فخر الشعراء میر نظام الدین ممنون کے شاگرد تھے۔ تذکرہ گلشن بیجار کی ترتیب کے
بقت ان کی ضعیفی کا عالم تھا۔ شعر و سخن سے عشق تھا چنانچہ اپنے گھر پر مجلس مشاعرہ بھی منعقد
کیا کرتے تھے۔ اشعار ذیل ان کی طبیعت کا نتیجہ ہیں

درد و دل سوز و غم کا ہر شے تن کاوش جاں
پر کا لہ آفت تھا وہ رخسار انیس آہ
کشتی سے اپنی چن چسٹہ ڈرا رکاز
جب تک نہ دم سربھروں کی نہ پوچھیں
آہ یہ کس کی یاد گاہی ہے
حضرت عشق نے کیا کیا مجھے انعام کیا
چہرہ جو غضبناک ہوا اور بھی چمکا
رکتے سر شک بدہ طوفان نشان نہیں
کیا نہیں بھلا آوے جو ٹھنڈی نہ ہوا ہو
آج جو دل کو بے تہی ہے

انیس

(انیس) سلطان احمد نامیہ بر علی خاں خلیفہ الرشید میر حسن خلیفہ خاں جناب بجرن
دہلوی صاحب مثنوی بحر البیان - اردو علم ادب کا اہل کونستانتین ہے جو اس نامور اور مال
انسان سے واقف نہیں۔ اور وہ کونسا دل ہے جو اس ادیب کامل کے کلام فصاحت

الیتام سے متاثر نہیں۔ افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ موجودہ زمانے کے اہل قلم نے اب تک ایسے نامور اور فخر روزگار شاعر کی سونخ عمری مرتب کرنے میں کوئی قلمی کی اور سب سے زیادہ تعجب انگیز اور افسوسناک یہ بات ہے کہ خاص میر صاحب کے لائق اور قابل اعزاز بجائے اسکے کہ خود اس کام کا بیڑا اٹھاتے دیگر جہان فن کو اپنی مخلوقات سے مستفید کرنے میں نکل پڑتے ہیں۔ پرفکر آزاد نے آب حیات میں انکا حال لکھتے وقت ہر طرح کوشش کی مگر افسوس کہ وہ بھی کماتہ کامیاب نہ ہوئے پھر بھی جو کچھ انہوں نے لکھ دیا آج وہی غنیمت ہے کہ جب اعزاز مسطین ہی توجہ نہ کریں تو سورج کیا کر سکتا ہے۔ ہم بھی اسی مجبوری میں گرفتار ہیں مختصر احوالات معلوم ہوتے ہیں کہ میر انیس نے لکھنؤ میں تعلیم و تربیت پائی اور ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی صاحب متنی الکلام سے پڑھیں۔ شاعری تو انکی خاندانی میراث تھی جسطرح بعض مہاتما ک پیٹ ہی سے ولی کہلاتے ہیں اسی طرح بچپن سے انہیں شاعر بننا تھا۔ اول اول غزل گوئی کی طرف مائل تھے چند ہی غزلیں کہی تھیں کہ باپ کو خبر ہوئی۔ اگرچہ دل میں انکی طبعی دیکھ کر خوش ہوئے اور فریق کور دکھانچا مگر ایک مرتبہ غزل سُکر فرمایا کہ میاں اس غزل کو سلام کرو اور اس میدان میں تو سن طبع کی جولانیاں دکھاؤ جس میں دنیا و دین دونو حاصل ہوں۔ چنانچہ اس فہمائش کو ناز و ناز نہایت سمجھ کر مرتبہ گوئی کے میدان میں شبید و فکر کی باگ سوڑ دی۔ پھر ساری عمر اسی سربایہ آخرت کے جمع کرنے میں صرف کر دی اور اس ہی کو توشہ آخرت سمجھ کر ساتھ لیگئے اپنے والد ماجد کی حیات تک جو کچھ کہا انہیں دکھایا۔ انکی وفات کے بعد بڑے خود کئے گئے۔ انکے صفائی کلام۔ سلاست۔ حسن بیان۔ لطیف محاورہ روزمرہ قابل زبان۔ سوز و گداز۔ محتاج بیان نہیں۔ جس طرح یار لوگوں کا شیوہ ہے کہ بالکالوں میں خواہ مخواہ نقیض کر دیتے ہیں اسی طرح ابنا نے زمانہ نے مرزا دیرم حرم میں ان کا تہ مقابل پیدا کر دیا یہ معرکہ آرائیاں جنگی تشریح و تفصیل باعث طوالت ہے جب تک یہ دونوں زکوار زندہ رہے برابر ہوتی رہیں۔ ان کا ایک مفید اور بہ ہی اثریہ ضروری لکھنؤ کے عالی حوصلہ اور قدردان امیر انعام داکرام کی امید

ولا کرد و نوٹا کمالوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے جس سے ان کا کلام روز بروز منجھتا اور چلا پاتا چلا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دونو صاحبوں نے اپنی اپنی قادر الکلام طبیعت کے زور سے ابجا و مضامین کے دریا بناد دیے اور ایک محد و داور مرض نہ ہی مضمون کو سینکڑوں نئے و نشتیں رنگوں میں اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ مرثیہ گوئی کو ایک جداگانہ علم بنا دیا۔ رزم۔ بزم۔ صبح شام۔ غرض جس چیز کو یا اسی میں اپنے انتہائے کمال کو دکھا دیا۔ مجتہد العصر جناب مفتی سیہ جہم بناس لکھنوی کا قول دربارہ موزانہ کلام میر انیس اور مرزا دبیر قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہیں ”کلام مرزا دبیر دقیق و مکیں است و کلام میر انیس فصیح و شیریں و بوجہ اختلاف ہر دو ذائقہ دہر و مزہ محل ترجیح جاتی نامندہ زیرا کہ بعض مردم شیرینی را پسندے کنند و بعض تلخی را اگر شاعری کے اصلی موضوع پر نظر ڈال کر غور سے دیکھا جائے تو غالباً کسی صاحب فہم کو اس امر کے ان لینے میں تامل نہو گا کہ میر انیس موحوم مرثیہ گو یوں ہی کے متعلق تھے بلکہ زبان اردو کے ایک بڑے محترم اور مستند سرپرست فن سخن کے تسلیم الثبوت اور قادر الکلام استاد بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میر انیس صرف مرثیہ گو تھے دیگر اصناف سخن سے نہیں تعلق نہ تھا اور کسی کا یہ عامیانہ مقولہ پیش کرتے ہیں کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو اور بگڑا گو یا مرثیہ خواں جاتا ہے ہمیں اس خیال سے مطلق اتفاق نہیں۔ اُنکے مرغیوں اور سلاموں کو دیکھئے کیا چیز اُن میں نہیں ہے۔ رباعیوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ اُنکی حمدگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ صد ہا ضرب النعل کی طرح زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں۔ ہمارے خیال میں تو ہلکے اصناف سخن میں سے مرثیہ گوئی ہی ایک ایسی دقیق جامع اور مشکل چیز ہے جس پر قدرت رکھنے والا تمام اصناف سخن پر قادر ہونے کا ثبوت دے سکتا ہے۔

اس بحث میں مفتی امیر احمد صاحب بنی آسے کا قول قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہیں ”یہ نظم اردو کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ نہایت سرعت سے عروج و کمال کے مدارج طے کر رہی تھی۔ لکھنویں بابت مختار حکومت قائم ہو گئی جسکے مذہبی اثر سے اظہار محبت و اہلیت کے ساتھ ساتھ

انکے مصائب پر نو حد خوانی اور مجالس ماتم میں گرمی پیدا کرنے کے لئے کاروانِ کربلا کے واقعات نظم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس بحث پر حقیقتاً سرسرایہ اُسوقت تک موجود تھا تا کافی معلوم ہوا۔ اسطرح ہمارے شعر کو میدانِ جنگ کا نقشہ کھینچنے کا موقع ملا جو بڑے ہی اہمیت میں چند ماہر ان فن نے اسطرح توجہ کر کے جو ہر شناسوں کے لئے لعل و جوہر کے بیش بہا بنار لگا دیئے اور اس ضعفِ سخن میں وہ وہ صناعات اور نازک نیلیاں صرف کیں اور اپنے زورِ طبع سے شستگیِ زبان اور لطافتِ بیان کے ساتھ ساتھ تشبیہوں اور استعاروں کے وہ نپید الکا دریا بہا دیے کہ یورپا و ایشیا کے کل شاعروں نے اُس زمانہ منظرہ کے انتہائی کنارے سے اس وقت تک میدانِ جنگ کی ہر پشت پر ہیبت انگیز تصویر دکھانے یا قتل و خونریزی کی قیامت خیز نوٹش کرنے یا شجاعت و جوانمردی، شہادت کی ویرجی کا نقشہ اُتارنے میں برسوں خونِ جگر کھا کر جو کچھ رطب و یابس لکھا تھا انہوں نے چند سال میں کر دیا اور کے ایک طرف تو دوس اور نظم کا بازار سرد کر دیا اور وہ سری جانب ہو مہترن کو معرفت اپنے لئے یہاں مضمون بننے کے قابل رہنے دیا۔

ہم یہ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مرثیہ گوئی وہ معنی شاعری ہے جس میں تمام اصنافِ سخن نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان ہو سکتے ہیں۔ پیرائیں مروجہ نے جو اس ضعفِ شاعرانہ کو معراجِ کمال پر پہنچانے میں حصہ لیا وہ محتاجِ تشریح نہیں۔ غرض کہ فصاحت، بلاغت، شستگیِ زبان، خوش اسلوبی و مناسبتِ تشبیہات، خیالات کی مناسبت، بیان کی سنجیدگی، نفیس بندشوں اور جذباتِ انسانی سے کامل واقفیت اور عمدہ منظروں کی دلچسپ اور پراثر الفاظ میں تصویر کھینچنے کی وجہ سے یہ صاحبِ کونہ صرف ہندوستان کے بلکہ دنیا کے مشہور شعرا میں درجہ امتیاز حاصل ہے اور کیوں نہ آخر کس سحر الہیان دادا کہے بوتے اور کس معجز نشان بابا کے بیٹے تھے۔ اردو زبان انکی خانہ زاد کینہ اور فصاحتِ بیان ایک ادنیٰ پرستار بلکہ پرستار زودی تھی۔ اہم الکد کیا سحر بیانی تھی کہ جس کے سامنے فصحا و بلغا رصف کی توصیف ایک پارہ کمال تھی

مرثیہ گوئی کو ایسے معراج کمال پہنچا گئے کہ اُسے ایک جداگانہ علم بنا دیا رزم کے بیان سے رستم لوگوں کو ہلا دیا رزم کے ذکر سے شاہی درباروں کو شرمایا۔ فطرت نے وہ بلا کی ذرات و ذکاوت عطا کی تھی کہ بات میں بات نکالتے تھے۔ جس محاورہ کو چاہا باندھ کر چا چاند لگا دیئے ایسے لوگ اب کہاں ہیں جو لطف زبان کے دلدادہ اور فلیتہ ہیں وہ آج تک آنیس کوہ روتے ہیں اور ہمیشہ روتے رہیں گے۔

ایک اور نام بھی میر صاحب حرم کے متعلق قابل ذکر ہے وہ یہ کہ گو میر صاحب تمام لکھنویں رہے مگر اپنی خاندانی و ہوتی زبان کے تحفظ کے لئے ہمیشہ غیر معمولی کاوشیں فرماتے رہے۔ چنانچہ اکثر ایسا جو اکہ لوگوں نے میر صاحب سے خاص خاص محاورات مستند میر صاحب کی نسبت استفسار کیا تو آپ نے ہمیشہ یہ جواب دیا کہ ”اہل لکھنؤ کا یہ محاورہ نہیں ہے بلکہ وہ اس طرح معبوس تے ہیں اور فقیر کے گھر انے میں اس طرح بولا جاتا ہے گویا ہم لکھنؤ سے ہمیشہ اپنے آپ کو علیحدہ تصور فرمایا کرتے تھے۔“

جب تک لکھنؤ آباد رہا (یعنی سلطنت قائم رہی) اس وقت تک جب کسی اور شہر میں جانے کا ذکر ہوتا تو میر صاحب بھی کہتے کہ اس کلام کو اس شہر کے لوگ سمجھ سکتے ہیں اور کوئی اسکی کیا قدر جانے گا۔ اور ہمارے زبان کے لطف کو کیا سمجھے گا۔ لیکن لکھنؤ کی بنا ہی کے بعد ۱۸۵۹ء میں میر صاحب کے قدم لکھنؤ سے اٹھے۔ اور اول اول لکھنؤ قاسم علیاں کے اصرار سے عظیم آباد شریف لے گئے اور وہاں کی محفل عزائی رونق بزمائی۔ پھر ایک مرتبہ لکھنؤ میں سید شریف حسین خاں صاحب کی تحویک اور نواب تنویر جنگ بہادر کے اصرار سے جہان آباد لکھنؤ لے گئے۔ ان ہر دو مقامات میں آپ کا نہایت خلوص و عقیدت سے خیر مقدم کیا گیا۔ سامعینوں اور شناساؤں کی مجلسوں میں یہ کثرت ہوتی تھی کہ صد ہا شائق بار پنا تے تھے۔ جس طرح میر صاحب کا کلام لاجواب ہے، اس طرح ان کا پڑھنا بھی بہت ہی دلچسپ تھا۔ انکی آواز۔ قد و قامت۔ صورت کا انداز غرض ہر شے اس کام کے لئے شیک اور موزوں واقع ہوئی تھی۔ انکا اور انکے بھائیوں

میر انس دیرمونس کا قاعدہ تھا کہ ایک بڑا آئینہ سامنے رکھ کر خلوت میں بیٹھتے اور منہ پر پڑھنے کی مشق کرتے تھے۔۔۔ وضع حرکات سکناات اور بات بات کو دیکھتے تھے اور آپ ہی اُسکی موزونی و ناموزونی کو اصلاح دیتے تھے۔ بقول ذوق ۵

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئندہ گر | ہنر وراپے بھی عیب ہنر کو دیکھتے ہیں

میر صاحب کی ذات توکل - استغنا - خودداری اور نہ دیر پر ہر کاری کا ایک قابل تقلید نمونہ تھی میر صاحب اور مرزا صاحب کے تلامذہ اور معتقدین کی باہمی تکراروں اور مناقشوں کی کیفیت باعث طول کلام سمجھ کر ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض اصحاب تعصب و عنین پروری کے جوش میں حد اعتدال سے متجاوز ہو کر قابل شرم و خسوس حرکات کیا کرتے تھے۔ اور طرفہ تر مزایہ سب کد ثقافت اسطرح بھی بیان کرتے ہیں کہ میر زاد دیر مرحوم کو میر صاحب مغفور کی ذات سے ایک خاص عقیدت و الفت تھی۔ اور ہمیشہ اُن کا حد درجہ ادب و احترام فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں کو ان ناگوار مباحثوں سے محترز رہنے کی تمہائش کیا کرتے تھے۔ ایک اور امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ باوجود حیرت انگیز قدارت لکھائی و خوش گوئی کے عید پر گو تھے بے تعداد مرثیہ و سلام و رباعیات عجیب و غریب صنعتوں اور باریکیوں سے مملو و صریح آپ سے یادگار ہیں۔ عاشقانہ دیوان کے علاوہ سنگیا سہنت کہچھ ضعیف بلکہ مرثیوں کی جوشائع ہونی میں فی الحقیقت آپ کی تصانیف کا عشرِ غیر ہیں۔ اور بیشتر حصہ کلام ہنوز قلمی مسودوں کی صورت میں اُنکی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔ میر صاحب کی سال ولادت کا پتہ نہ چلا البتہ یہ معلوم ہے کہ تقریباً ۷۴ برس کی عمر پا کر آپ نے ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ بروز جمعہ اس جہاں فانی سے کوچ فرمایا۔ اور عجب اتفاق ہے کہ جطرح زندگی میں ساتھ رہے اسی طرح موت میں بھی مرزا دیر نے ان کا ساتھ دیا چنانچہ چند ہی ماہ بعد ۲۹ محرم ۱۲۹۲ھ کو انہوں نے بھی عالم قدس کی راہ لی۔ منشی محمد میرزا جان محمود نے تاریخ لکھی ۵

غیر انیس میں ہے۔۔۔ دیر دیر کا غم | میر صاحب نے تین صاحبزادے اپنی بادگاہ چھوڑے

(۱) میر نور شید علی صاحب نقیس - (۲) میر سلیم - (۳) میر رئیس - جنہیں سے اول الذکر بحیثیت کمال آبادی فی الحقیقت خلف ارشد کھلانے کے مستحق اور باعثِ خیر و نادرش خاندان تھے۔ ہنگام قیام لکھنؤ میں مکرری معارضہ ملائیں صاحب بیرسٹر کی محبت میں میر رئیس و میر نقیس کے مسکن قدیم اور خاندانی قبرستان دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔

اب ہم اُنکے ذکرِ خیر کو ختم کرنے اور اُنکے جو اثرِ مظلوم کے بجز ناپید انار سے تھوڑے سے موتی اس کا غفل کشتی میں رکھ کر ناظرین کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

راحت کا مراعدوئے جان نکلا پیا سے رہے آکے چاہ دینا نہیں بالیدہ ہوں وہ اوج مجھے آج ملا ممبر نشست سرچہ حضرت کا علم	رباعی دل سے نہ کبھی غم نہ مانی نکلا ٹھکلا بھی کبھی تو مشور پانی نکلا نفل غم صاحب معراج ملا اب چاہیے کیا تحت لانا ج ملا
قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں چھو کر کچھ عقل کی میزان میں تولانہ گیا عقدے سب مل ہوئے مگر آہ نہیں	رباعی تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا چُپ ہو گئے اس طرح کہ بولانہ گیا یہ بند اجل کسی سے کھولانہ گیا
سمجھتا ہوں سب کا فرے آنسو نکلنے کا مکیں رہے نہ مکان طرفہ کا رخسانہ ہوا کشاں کشاں مجھے جانا پڑا وہاں آخر	قطعہ دھنواں آنکھوں میں لگتا ہے کسی کو لکے جانے کا زمیں اُلٹ گئی کیا منقلب زمانہ ہوا جہاں جہاں مر جی قسمت کا آب و دانہ ہوا
مضمونِ انیس کا نہ جریا اُترا نقاشِ نعلین کی غفلت کھینچی یارِ چین نظم کو گلزارِ رام کر توفیق کا سدا ہے توجہ کوئی دہر کر جب تک یہ پک مہر کے پلو سے بچا	رباعی اُترا بھی تو کچھ بکرو کے نفث اُترا نصویر نہ کیج سکی تو چہرہ اُترا اے ابر کرم خشت زراعت چہ کر کم گنم کو اعجازِ بیانون میں رقم کر اقلم سخن میرے قلم و سے بنائے

چھاڑا جو گریبان شبِ آنت کی سحر نے
 بیاضِ خورشید لگانے سے بھر نے
 تابان جو رخِ نیلِ طلاق ہوا تھا
 بھیلا ہوا اٹھانے پر سحرِ راض و سہا
 چمکا صفتِ شہداء جو وہ مہرِ جہان تاب
 ازل سے سپیدی ہوا رنگِ رخِ متاب
 طاقتِ نہیِ شمع میں سو زنجیری کی
 وہ سحر دہوا صبح کی اور نور کا عالم
 وہ سبزہ صحرایہ پڑے گوہرِ شبنم
 چلنا وہ باد صبح کے جھوکو نکا و بدم
 وہ آب و تابِ نمرودہ موجوں کا پہنچ و نسیم
 کھا کھا کے اوس کا دہ بھی سبزہ ہوا
 وہ صبحِ نور اور وہ صحرایہ سبزہ زار
 چلنا نسیم بادِ صحرایہ کا وہ بار بار
 دانتِ صحرایہ بچے باغِ بہشتِ نعیم کے
 وہ دشتِ وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار
 اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
 اس باغ میں چشمے میں ترے فیض کے جاری
 ہر غسلِ برومند ہے یا خستِ باری
 وہ گل ہوں غایتِ چمنِ طبعِ نکو کو
 ترے لب میں چشمے کو سمندر سے ملا دوں

پردے میں چھپا یا رخِ روشن کو قمر نے
 گردوں سے سفرِ فوج کو اکب لگی کرتے
 قزوں سے زرافش و رقی خاک ہوا تھا
 معروف تھی سب خلقِ خدا یا و خدا میں
 شبنم کی طرحِ سیم کو اکب ہوئے بے آب
 اور ویدہ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
 پروانوں سے رخصت تھی چرخِ عمر کی
 اور زمرے مرغانِ خوش الحان کی وہ باہم
 اور صبح کی نوبت کی صدا آئی وہ ہر دم
 مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
 سروی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
 تھا موتیوں سے دامنِ صحرایہ ہوا
 تھے طائروں کے غولِ درختوں پر بیشمار
 گو گو وہ قمریوں کی وہ طاووس کی پکار
 ہر سوراں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے
 پھولوں پر جا بجا وہ گہراے آباد
 بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
 بلبل کی زباں پر ہے تیری شکر گزاری
 بھل بھل بھی بھلائے ریاضت کا ہماری
 بلبل نے بھی سونگھا نموجن پھولوں کی بو کو
 قطرہ کو جو دوں آب تو گوہر سے ملا دوں

نہ کے ایک ہر منور سے باروں بد عامل کو نزاکت میں لگانے سے باروں

<p>کلمہ شمع معنی کوئے و شگے باندھوں مصرع ہوں صفت آرا صفت لشکر جہاں نقطے ہوں جو دھالیں تو الف تہجہ خوں غل ہو کبھی یوں فوج کو لڑتے نہیں دیکھا</p>	<p>ایک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ باندھوں الفاظ کی تیزی کو نہ ہو پوچھ کوئی تلوار مد آ کے بڑ ہیں بچھپوں کو تول کے اک بار مقتل میں رن ایسا کبھی بڑتے نہیں دیکھا</p>
<p>تصویر لکھی اُس کی تصویر تو پڑے جہوم کوڑا پٹے تعزیر جو چاہے کرے مرقوم نقاش کا دل نقش پیا مادہ ہی رہ جائے</p>	<p>مرستہ قدم تو سن تصویر کر لے جہوم اک آن میں تصویر کا سب رنگ ہو معدوم اور ہاتھ میں اُس کے ورق سادہ ہی رہ جائے</p>
<p>نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں اسے نہ اُبھو قباؤں کے دھوکے ہیں دولت کا کبھی خیال آتا ہی نہیں لبسہ یزیدیں یہ سانہ استغنا دل اپنا ہے بند فضل اجد کی طرح</p>	<p>وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواجہ سمجھے ہیں سراب ہے یہ جسے موج آب سمجھے ہیں یہ نشہ فقر ہے کہ جانا ہی نہیں آنکھوں میں کوئی غمی تانا ہی نہیں جب حزن خناسا ہو تو کھلتا ہو غمی نہیں</p>
<p>گلشن میں بچوں کے سبز صحرا دیکھوں ہر جاہری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے یہ اشک تاک ہی کہتے ہیں جب کو آبِ طرب شباب کھوکے بھی غفلت ہی ہے پردوں کو ریخ وینا سے کبھی چشم اپنی نہ رکھتے نہیں در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے دیکھنا کل عثو کریں کما تہجہ رنگے اس کے سر یہ دواٹ غماہ ہے ملک فصاحت کا نقاش زور سے اسکے لیا ہے ہنہ میدان سخن</p>	<p>یا معدن کو وہ دوست و صحرا دیکھوں جہان ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں یہ خون گل ہے جسے بگلاب کہتے ہیں سحر کی نیند کو بھی شب کا خواب کہتے ہیں جز غم آل عبا ہم اور غم رکھتے نہیں سر جہاں رکھتے ہیں سب ہر دامن رکھتے نہیں آج غنوت سے زمیں پر جوت دم رکھتے نہیں کوں کہتا ہے کہ ہطلوں علم رکھتے نہیں اور سبز ہاتھ میں غیب را قلم رکھتے نہیں</p>

ایک کشکول توکل ایک فقیہاں ہے پس جو خنی ہیں مال دنیا سے ہیں خالی اُنکے ہاتھ یہ مکان محبوب حق کا ہے نہ آنا اس طرف گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک سن	ہیں غنی دل کے کوئی دامن و درم رکھتے نہیں اہل دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں جس طرح رُسختہ گلہ ستہ میں گلہائے چمن
---	---

کس جہ پر بل کر دس کہ نہ زور ہوں میں تن پر پٹ پڑی ہے گرد بازار کساد رونے سے جو بہرہ مند ہوں گئی انگلیں ہے عین یقیں کہ آنسوؤں کا عقدہ ہر وقت زانے کا ستم سہتے ہیں جو نیک ہیں وہ بدن کو بھی کہتے ہیں نیک مثل بوئے گلِ سفید ہو گا مرا نافم سے کب داؤ خن لیتا ہوں چھپتی نہیں بوئے دوستان بگڑنگ کس نہ سے کہوں لاؤ تحمیں میں ہوں ہوتی ہے حلاوت سخن خود ظاہر	رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی رباعی	دیکھو کہ ضعیف صورت ہو رہیں میں ہوتا ہے یقیں کہ زندہ در گور ہوں میں خالق کو وہی پسند ہوں گی انگلیں کھل جائے گا سب بند ہو گئی انگلیں حاسد جو برا کہتے ہیں چپ ہتے ہیں جو بد ہیں وہ نیکوں کو برا کہتے ہیں وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہوں کانٹوں کو پٹا کے پھول چن لیتا ہوں کیا لطف جو گل کے رنگیں میں ہوں کتنی ہے کمین شکر کریش میں ہوں
--	--	--

گرداب پر تھا شعلہ جو اڑکا گماں منہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کے زبان پانی تھا آگ گرمی روزِ حساب تھی	شد گرا انگارے غنہ جاب تو بانی شرفشاں تہ میں تھے سب رنگ مگر تھی لبیں چٹاں ماہی جو بیخ موج تک آئی کباب تھی
قبضہ ہر ایک تیغ سے ہر تن سے لیا دھالوں سے پھول لیگنی پھولوں سے زریا پہر حصول جزیرہ جو وہ تیغ نکل گئی	تغ برجھی سے پھل تو زینِ فرس سے تبریا اپنا خراج تیغ نے ہر طرح بھریا ایک اک گرد بندھی ہوئی ہرے کی کھلمکھی

سکے عدو کے خود جراتن سے سر جدا کینے سے پسلیاں تو شکم سے کمر جدا	شائوں سے ہاتھ۔ ہاتھ۔ سے تیغ و سپر جدا گھٹنوں سے دونوں پائے ضلالتا شرعاً
اکڑے تھے عفو قطع تھا جاہ حیات کا	عالم کبات میں تھا مفادات کا
رہل جل تھی کہ توار چلی فوج پہ سن سے طاہر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے	وہا میں نور ہیں ہاتھوں میں سر ہار گئے تن سے آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثل یا سد لڑے گا	تر ہو گی زمیں خون سے وہ رن آج تر ہو گیا
کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی جب مجھوم کے دھواؤں کی گھٹائی تھی کالی	دم بھر میں منوہ اچھٹیں ہوتی تھیں خالی جلی سی چمک جاتی تھی شمشیر ہلالی
منا تھا نفس رن میں صحنہ کا نہ بدوں کا	تھا شور کہ منہ آج برسا ہے سروں کا
کٹ کٹ کے ہر اک مرتب میں مگر گرتے تھے پر پھر جات تھی گردن کچھی گاہ جسک پر	بر بھی پہنچل تھا نہ کوئی پھول سپر پر مرکز کی لمس تھی کبھی دشمن کی کمر پر
انہلی جو کر سے تو جاننا نہ زین پر	زین سے گئی مرکب میں مرکب نہیں پر
نے خود نہ چہرہ نہ جھلم چھوڑتی تھی وہ نے خلق نہ سینہ نہ شکم چھوڑتی تھی وہ	نے ہاتھ نہ بیق نہ سلم چھوڑتی تھی وہ نے خوں نہ گیس نہ زین نہ دم چھوڑتی تھی وہ
آجاتی تھی آواز زہر سے فرسک نہ سے	غل تھا کہ یہ کویاں نہیں اٹھنے کی رزہ
داں شایوں میں شب تھی ادھر نور کا تڑکا تڑکا تا تھا ہر قلب کو سر کھنے کا دھڑکا	تسرنائی وہ آواز کڑکینوں کا کڑکا اک غل تھا کہ دو لاکھ پہ بھاجی ہے یہ لڑکا
تن جلتا نہیں بیکر سے چوڑی ہیں نیست	سر جہم سے اڑ جائیں کوزن میں نیست
اسد سے زبان آوری تیغ بلا نوشش گھٹاٹ ایسا کہ ڈر سے لب دریا بھی میٹا نوش	زہر میں ہمہ تن چیم تھیں دھالیں نہ تن کویش بارہ ایسی کہ ہیں مچھلیاں پانی میں زویش
کھٹے ہیں گلے نیر زبانی سے اسی کی	دریا بھی ہے چکر میں انی سے اسی کی

لڑنے جوڑا بول کوئی بول کے آیا *	یہ شیر بھی شیر بدوم تول کے آیا اڑتا ہوا سرینج میں اس غول کے آیا
حق جب کی طرف ہے وہ زبردست رہا	سچ ہے کہ بڑے بول کا سرست رہا
سو سو کا سراک ضرب میں کٹتے نہیں دیکھا بڑھ کر کبھی جزا کو جھٹتے نہیں دیکھا	یوں غنا میں شیر بدوں کو جھپٹتے نہیں دیکھا گھوڑے کو کسی باگ پر چھٹتے نہیں دیکھا
جب ہاتھ اٹھا جھپٹوں ٹھہرا ہے گھوڑا	پتلی کے اشارے کو بھی جانے ہے گھوڑا
خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم لگا رہوں مفاسد امن نو کے پھار بار انوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے تھا کو نہ ناسل جس نے دیکھی نغزان اب گرم خبر موت کے آئی ہے ہستی کے لئے ضرور اک دن ہے فنا رتہ جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے کرتے ہیں ہی مغر غنا اپنی آپ خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے ہر نفس آئینہ دل سے یہ آتی ہے صلہ وجد ہو بے بیل تصویر کو جس کی بو سے شمع کے رونے نے پس صاف ہنس آتی ہے دہشتا کہ شاہوں سے لیا باج نبی فرمانے ہیں میں تن ہوں علی سریرا مال و زور وافر چشم ملتا ہے	آئیں ٹھہریں نہ لگ جائے آنگینوں کو خبر کرو میرے غم من کے خوشہ چینوں کو اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے وہ کوں سے گل رکھلے جو مرجھان گئے ناداں تجھے فکر آب و دانہ کی ہے آنا تیرا دلیل جانے کی ہے وہ دل میں نہ روتی کو جا دیتا ہے جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے خاک ہو جاؤ تو حاصل ہو بلا میرے لئے اس سے گل رنگ کا دعویٰ کرے پھوس گیا آتش دل کہیں کہہ رہی ہے چار آنسو سے اور عرش پہ تھا شہر یک معراج نبی اب کیسے کہ نہ رہا ہے کیسے تاج نبی ممکن ہے نگین طبل و سلم ملتا ہے

یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہے
گلستان سے ہیں رنگیں مجلسیں نازکینوں کی
بلائیں لے لیں اُن ٹھکراں نے گھوگر والی بانو کی
نہ بھولے گی اڑائی تاقیامت مرنے والوں کی
نہ سبھی جب کوئی تفسیر دے نہ کے خانوں کی
کماں سے ڈھونڈ کر لائیں شائیں میٹھا لونگی
علی کا رعب چتوں شیر کی آنکھیں غزا لونگی
یہ نقشِ قیدیوں کا تھا یہ صورت پرہہ والوں کی
وہاں نقلیں لکھی جاتی جن کے قبائلوں کی
سنگھاؤ اٹھ کے خوشبو اپنے گھوگر والے بانو کی
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے
جیسے کوئی بھونچال میں گھر بھونچے کے بھاگے
ہاتھ منہ صبر و کمر سینہ و سر کاٹ گئی
ایک بجلی بھی گر لاکھ جگہ گرتی تھی
کج ادائی کو پنچوڑا وہ لڑائی نہ گئی
سینکڑوں خوں کٹے اور کیڑائی نہ گئی
جان لینے کو اجل بننے پری نکلی ہے

عفتا کو گردِ سنج - پارس - اکسیر
زباں پر جوج ہے بنی علی کے نونماؤں کی
کمر کس کر علی اکبر نے جب سر پر بکھا سہا
جوانانِ حسین نے نصیبن توڑیں پر سنا لئے
قلم بھی رو گیا ہر بار نقطہ دے کے ناخن پر
جوانانِ علی کو دیں تو پتھر شبیکے سے دیں
معاذ اللہ عجب دلبرانِ جنتِ بزمِ نبی
تجھ کا تھا پشت پر ہر اکے سر اکب بلی کا
عزدار اسطوت سب تفریح نہ کا اٹھاتے ہیں
غرمِ اصغر میں بانو کتنی تھیں مرنی ہوں آئینا
یوں برجیاں تھیں چار طرف اُس جناب کے
یوں روح کے طائرین و سرچرچور کے بھاگے
آئی جس غول پر لاشوں سے زمیں ہل گئی
جس پر جاتی تھی نہ بچان لئے پھرتی تھی
کہیں صفیں صاف مگر نہ کی صفائی نہ گئی
کاٹ چھانٹ اور وہ لگاوت وہ رکھائی نہ گئی
شورِ بخار بن پئے جلوہ گری نکلی ہے

دینا جسے کہتے ہیں بلاخانہ ہے

مابین زمیں و آسمان یوں ہم ہیں

چین رستے میں نہ ملتا تو یہ فراتے تھے شاہ

تسکِ زنداں کی کہینے تحمل سنوئی

پامال ہے جو عاقل و فزانہ ہے

جیسے دو آسیا میں اک دانہ ہے

ہم سا غربت زدہ آرام و طین کیا جانے

ناز پر وہ غم و رنج و من کیا جانے

یہاں ایسی ہی کوئی کہ نصیب چاہتی تھی نہ کبھی تو نہ تھی نہ جوج نہ ہر جیسی ملک نشینی

کس طرح قدر تجھے اپنے سخن کی بھائیں
 دل دیہ یا ہے یا ر کو بھی میں بند ہے
 ہمیں تو دیتا ہے مازق بغیر منت خلق
 فقیر دوست جو ہو ہم کو سہرا کرے
 خاکسار جی دکھائیں رفعتوں پر رفتیں
 نوبت جمشید و دارا و سکندر اب کیں
 یک بیک ایسا زانیں ہوا ہے انقلاب
 پھر کچھ پھر کے مروت کا وہ ہم بسل ہوں
 گناہ کا بوجھ جو گردن پر ہم اٹھا کے چلے
 طلب سے عار ہے اللہ کے فیروں کو
 کیا دل نہ کیا ہے پائمال کبھی
 بلا جنمیں انہیں افتادگی سے اوج ملا
 مقام یوں ہوا اس کا رگاہ دنیا میں
 انیس دم کا بھروسہ نہیں جس جلاؤ
 دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے
 جب ساگر ہوئی تو عتد یہ کھلا
 یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے
 بخشی ہے خدا نے ہمو کو یہ دولت فقر
 عزت رہے باد آشنائے آگے
 یہ پاؤں چسلیں تو اور مولا میں چلیں
 مہر کے مسافر لے بسایا ہے تجھے

شرم گاہ

رباعی

رباعی

رباعی

رباعی

مرتبہ مشک کا آہوے ختن کیا جانے
 کھلتا نہیں پسندے یا ناپسند ہے
 وہی سوال کریں جو خندانیں کہتے
 کچھ اور فرخ شمس بجز پور یا نہیں کہتے
 اس زمیں سے ولہو کیا آسماں پیدا ہوئے
 خاک تک چھانی نہ قبروں کے نشاں پیدا ہوئے
 قدر داں سب اٹھ گئے ناقد رواں پیدا ہوئے
 فلک نے کد چھری سے کیا حلال مجھے
 خدا کے کلمے خجالت سے سر جھکا کے چلے
 کہیں جو ہو گیا پھیرا صد اُٹا کے چلے
 چلے جو راہ تو چوینہ کو بھی کو بچاکے چلے
 انہیں نے کھائی ہے ٹھوکر جو سر اٹھا کے چلے
 کہ جیسے دن کو مسافر سرائیں آ کے چلے
 چراغ لے کے کہاں سائے ہلکے چلے
 آتا نہیں پھیر کر جو نفس جاتا ہے
 یاں اور گرہ سے اک برس جاتا ہے
 یہ دلیق مرقع امر کو نہ ملے
 برسوں دھونڈے تو بادشاہ کو نہ ملے
 محبوب منوں شاہ و گدا کے آگے
 یہ ہاتھ اٹھیں جب تو خدا کے آگے
 رخ سب پھر کے منہ دکھایا ہے تجھے

<p>کیونکر نہ لپٹ کے تجھے سوؤں لے قبر جو تھے تھے فنا سے بٹا سمجھا ہے تے جسم جہاں میں عمرانت حجاب کیونکر دل غمزدہ نہ فریاد کرے مانگو یہ دعا کہ پھر خداوند کریم کیا قدر زمین کی آسماں کے آگے نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہیں راحت کیا عاصدوں سے حاصل ہوتی اس وقت میں گر خضر و سیاہ ہونے گر لاکھ برس جیتے تو پھر مرنا ہے ہاں تو شہزادہ آخرت مہیا کر لے کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے پوچھا کے کہ ایک پھر آئے شب لوگ</p>	<p>سینے بھی تو جان دے کے پایا ہر تجھے جو چوہ زہرے کمر سے روا سمجھا ہے غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے جب ملک کو چرخ پیر برباد کرے اچڑھی ہوئی مملکت کو آباد کرے تھکتے ہیں قوسی بھی ناتواں کے آگے دندان صفت بستہ ہیں زبان کے آگے لذت ذریسا کی زہر قاتل ہوتی دو چار گھڑی زبست بھی شکل ہوتی بیگانہ عسکریک دن بھرنا ہے غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے دولت نہ گنتی ساتھ نہ اطفال گئے ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے</p>
<p>(انیس) منشی انیس الدین احمد باشندہ باندہ حضرت نامی کے شاگرد اور سوزوں میں شاعر ہیں یہ چار شعر انکے ہیں ۵</p> <p>غم و اندوہ جدائی کا ہے زردہ چسپہ آپ دیکھا کئے اور چکھو قضا نے مارا چاند سورج سے ترے جلوہ کو دونا سمجھے رات دن دیکھتی رہتی ہے قضا آنکھوں کو</p> <p>(اینق) منشی حافظ محمد یعقوب - ان کا اصل وطن جون پور ہے - حیدرآباد وکن میں رہتے ہیں - موجودہ زمانہ کے سوزوں میں طبع شاعر ہیں اشعار حاضر ہیں ۵</p>	<p>اے اہل کر تو ہی کچھ آکے حمایت بری حشر تک تر سے رہے گی یہ نکابت یزید منزل خالق تجھے ہم حسن میں کیا سمجھے وہ بھلا آپ کا کیونکر نہ اشارہ سمجھے</p>

انیس

انیس

بعد مرنے کے مجھے مل گئی راحت کیسی	ریخ سے فکر سے غم سے ہولی فرصت کیسی
جو تیری یاد میں ہستی سے گم رہ جاتے ہیں	غم کو نہیں سے پاجاتے ہیں راحت کیسی
یوں تو ظاہر میں حسناں جہاں بھولے ہیں	دل کے لینے کی انہیں یاد ہے حکمت کیسی
آکے آغوش میں جو کاندینا کیسا	آپ یہ تو فرایئے حاضر میں یہ حجت کیسی

(اوباش) شیخ امیر الزماں نام ہے۔ ان کے وطن میں اختلاف ہے کوئی انکو بھڑکا رہتا ہے والا بتاتا ہے کوئی لکھنؤ کا۔ اس طرح فہمین صاحب نے ان کو شیخ زادہ لکھا ہے اور دیگر کہہ گا کہ نے پیر زادہ۔ بہر حال فن سخن میں مصحفی کے شاگرد اور اپنے زمانے کے خوش گوشا عروس میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں جوان تھے یہ الٹا کلام ہے۔

دین دینا سے ہم بھرے پر آہ	اپنی خوشی وہ بدگمان نہ بھرا
یار مجھے وہ مدد جسے نہوا	میری خواہش پہ آسماں نہ بھرا
ہو گئے پیر انتظار میں ہم	تو بھی اوباش رہا جو نہ بھرا
خون ہو دل کاوش سے اُسکی پیسا	ٹوٹ کر سینہ میں پیکاں رہ گیا
مجھ سے مت منزل کی پوچھو مگر زشت	ہمراں آگے گئے میں رہ گیا
فقرانہ جو کل جائے ہم اُس کے کوچہ میں	لگا یا ہنسنے تمہاراں اور ہی اک تاک پتھر
وہ شاہ کلر خاں آہے حسن خلق سے بولا	ہمارے گھر میں چل کر کیجئے جائے پاک پر بستر
کما ہنسنے میاں صاحب فقروں کو برابر ہے	سیر نرش پر ہرام ہو با خاک پر بستر
دل و دیر ہو اپنے یا تمہو و دو دغ میں چپا گئے	ہمیں جن سے چشم امید تھی وہی لکھ ہے چپا گئے

(اوج) منشی عبدالغیاث نام۔ ساکن سرو منہ مدینہ شاہ جہاں آباد۔ اگرچہ انکی استعداد اعلیٰ معقول نہ تھی مگر طبیعت میں رسائی اور فکر میں خداداد تیزی تھی۔ سبب گلاب حوینوں میں نور مین و کھاتے۔ عارضہ غفل و دماغ میں مبتلا تھے۔ اکثر شعرا سے مشابہتیں ذوق۔ موسیٰ۔ غالب آزادہ۔ وغیرہ جو ان کے ہم عصر تھے۔ مزاح الٹا کلام دیکھتے تھے۔ اور یہ بھی اپنے آپ کو ایسا کہ

سمجھتے تھے۔ سچ ہے دیوانہ رہوے بس است۔ مرزا سگو محروں کی سہرا میں ملا دہم تھے
 سہرا سہری میں انتقال کیا۔ فکر مضامین اور تلاش الفاظ میں تن بدن کا ہوش نہ رہا تھا۔ شاہد
 میں غزل سناتے تھے تو صفت مجلس سے گلو گلو بھرا گئے نکل جاتے تھے۔ پروفیسر مولوی
 محمد حسین صاحب آزاد لکھتے ہیں کہ میں اُن دنوں میں مبتدی شوقین تھا اپنا شوق بھرا
 مجھ سے بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ بس تم ہمارے کلام کو سمجھتے ہو۔ رستے میں جاتے
 تو دس قدم دور سے دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور جو نیا شعر کہا ہوتا اُسے وہیں سے اکر کر پڑھتے۔
 ایک دن رستے میں ملے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ آج کیا تھا اُنہیں بھی سنا آیا بیٹے کا کیا؟
 کرک کرکے

ڈیرہ جڑ پھری تو ہے مطلع و مقطع غائب	غالب آسان نہیں صاحب دیوان
-------------------------------------	---------------------------

پھر دیاں کیا کہ ایک جلنے میں مومن خاں بھی موجود تھے۔ مجھ سے سب نے شکر کی فرمائش کی
 میں نے تاریخ کی غزل پر غزل کہی تھی وہ سنائی۔ مقطع پر بہت حیران ہوئے ع
 کہ جس کو کہتے ہیں چیخ ہنغمہ ورق ہے دیوانِ منتیں کا پوچھنے لگے کہ کیا آپ سانواں
 دیوان لکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں اب تو انھیں ہے۔ عام واقعات پر اکثر شعر کہا کرتے
 تھے۔ مومن خاں کو کنور جیت سنگ نے معنی دی آپ نے کہا

جنموں میں وہ مومن مکان لیتا ہے	بنجومی بن کے جو معنی کا دان لیتا ہے
--------------------------------	-------------------------------------

دلی میں شیریں جاں ایک بڑی نامی زبیدی تھی وہ ج کو چلی انہوں نے کہا
 بجا ہے شیریں اگر مجھ کو دل ج کو چلی مثل ہے نو سوچ ہے کھا کے بلی ج کو چلی
 اگر اوج کا یہ بیان صحیح مان لیا جائے کہ انہوں نے ریختے میں آٹھ دیوان کہ لئے تھے تو
 انگلی قادر اسکاہی اور پُر گوئی میں کیا کلام ہے افسوس اب اُنکا کوئی دیوان نہیں ملتا۔ کچھ اشعار
 پروفیسر آزاد وغیرہ کے لکھے ہوئے درج کئے جاتے ہیں

بھاتا ہے جوشِ عشق شیریں ثوں میں دنا	ہے آبِ شور گر یہ آبِ زلال اپنا
-------------------------------------	--------------------------------

غیر جنس ایک جگہ کے جو ہوتا ہم جنس
 میں مچھلیاں بھودوں کی جیسے پتنگوں کے اندر
 دنیا کے منتقل کا اُٹا ہے کا حسانہ
 دشت مجھے زنجیر نہ پاتی ہی تھی کشتہ
 جب تنازعہ گل کیسہ غنچہ کی گرہ میں
 سخن اپنانیں یہ اوج کچا لہام نہیں ہوتا
 ہے اوج مرد مکہ دیدہ مردم آبی
 شعلہ آتش کا پروبال سمنہ ہوتا
 النی ہے بہتی گنگا - مچھلی بھون کے اندر
 سہم شمع واہوں - اس پہنچ کے اندر
 طفل میں بھی ہنسی مری جاتی ہی تھی اکثر
 بیل بڑی لگچترے اڑانی ہی تھی اکثر
 لکھی ہے کاتب قدرت نے موروثی تقدیر میں
 نکال دیدہ ترے سبیل درباری

(اوج) آغا نواب اشرف علی خان لکھنوی - شاگر آغا جوشن لکھنوی - شعلہ جہری میں
 زندہ تھے - گلستہ شعر لکھنویں الکا کلام اکثر چھپا کرتا تھا - اُننے اشعار کا انتخاب یہ ہے

بے با حسن ہے وہ یوسف ثانی ایل
 خدا ہی جانے لکھل کیا ہوتا تو بہ کر لیویں
 نمنا سے گھر میں یکس ہدف کا آمد ہے
 جان بلب ہوں دیر سے دم توڑنا مکن نہیں
 فقہ جہاں تک بھی ٹھہرائے تو سستا ٹھہرا
 زبان کش میں ہے ہکو اختیار ہے آج
 کہو تو اوج تمہیں کس کا انتظار ہے آج
 کس قدر غالب ہے مجھ پر ناتوانی وقت فرع

(اوج) میرزا جعفر بیگ آوج - بلاد شرقی کے رہنے والے تھے - یہ ایک کلام ہے

راہ مقام یار تصور سے ہے قریب
 چمن میں جلے جو سیکش وہ آفتاب ہوا
 نہ پایا دل غم حشر کے سوا کچھ ہنسنے قسمت میں
 نہ کیا قتل گہ میں دیر تک جب ہکو قاتل نے
 جب آنکھ بند کی وہیں طے رہا سہوا
 پیالہ گل ہوا غنچہ خرم شراب ہوا
 دل اپنا بیچ دیکھا بار بار بازار الفت میں
 گلا خود رکھ دیا خنجر پہ ادا ن شہادت میں
 مسیح و خضر اسنادہ ہیں محراب عبادت میں
 ترابرو نہیں چشم صنم میں پستلیاں زاہد

(اوج) مرزا محمد حسین نام - آپ کو حضرت عشق لکھنوی مرحوم سے شاگردی کا فخر حاصل تھا
 بسط دیوان لکھا ہے - کلام سے خاصے شائق اور فن عروض سے ماہر معلوم ہوتے ہیں -

ہکون زیادہ غور کا موقعہ نہیں ملا۔ ایک سرسری نگاہ میں جتنے اشعار پسند آئے انتخاب کر کے
سید حاسدا از میان کلام ہے ۵

<p>خونِ بھرم سے کیوں اتو ہوا دل ٹھنڈا میری بے جرمی پر حکمِ قتل جب اُس نے دیا ہمے اے بیدار دجو تو نے کیا بہتر کیا گزارا نہ غمِ تباہی سے اور خود گزر گیا تیرے قدم پر دم مرا اے جانِ نکل گیا فعلِ عبث ہے کچھ کیوں عرضِ مدعا کل کے آنے کی قسم کھاتے ہیں وہ تمام خلق میں رسوا ہوئے خراب ہوئے قصہ حرم کا کیوں کریں دیر تباہ کیا غرض تو گزر جاتی ہے باجی سے گزرا نہیں ہم صبا بکھلے ادھر ہو کر تو روکیں ہم بستر کیا ہے نفاقِ کفر و دین کیا غلط کتا ہے تو واعظ کب تک ترکِ وحش کے سماں میں رہیں گے</p>	<p>لے تڑپ کر ہوا آخر ترا بسمل ٹھنڈا شرم سے پھر پھر گیا خنجرِ خولا کا کیا زباں پر لائیے شکوہ تری بیدا کا دیکھو کہ سر گیا پتہ یہ در و در گیا صد شکر کے ایک تو ارماں نکل گیا محرم ہے خود وہ آپ ہی اس لک کے ملا کا خنجر کچھ دل کو ہنسار اہو گیا اب اور اے دل خانہ خراب کیا ہو گا اپنا تو مدعا ہے تو اسے جمانے کی غرض اسے شبِ وقت سو تک تو نہیں با نہیں یہ باہم مشورے روزانے کے دربانوں میں رہتے ہیں وہ ہیں زنا رجو بیچ کے دانوں میں رہتے ہیں قصر آج ہے کل گور غریباں میں رہیں گے</p>
<p>مجبور تھے بننے در گور کی</p>	<p>یوں دلخ کیسا پھر ستانا</p>

(اوج) مولوی سید محمد عابد حسین خلیفۃ الصدیق سید محمد احمد علی صاحب رسا تخلص
مرحوم رئیس رام پور تخیل علمی کے بعد آپ کئی سال تک الموٹے کے عربی مدرسے میں
ہیڈ ماسٹر رہے۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد رام پور آکر ریاست میں ملازم ہو گئے
چنانچہ اب مدار المام صاحب کے اجلاس میں اہلکار ہیں شعر و سخن کا مذاق بچپن ہی سے ہے
آپ کی طبیعت کو اس فن سے خاص مناسبت ہے۔ فنِ سخن میں اپنے والد مرحوم سے فیض

پایا ہے۔ مخدومی نشی امیر اسد سلیم لکھتے ہیں کہ آپ کی استعداد علمی معقول اور معلومات فن شعر میں سنگا
کامل حاصل ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹-۵۰ برس کی ہے کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو ۵

وہ شوخ مسکرا کے جو آنکھیں چڑا گیا
مرزا ہوں میں غیور بی طفل سرشک پر
بے اختیار یوں جو سر بزم رو دئے
میں بھی نہیں محسوس کہ ساقی ہو طلب
اس فرط لاعزی سے بس اتنا خیال ہے
بجھرے کی تیلیاں بھی رگ گل نظر میں ہیں
تیری ہی چشم شوخ کا صدف ہے بیخبر
گستاخاں گردن مینا کے واسطے
لو اوج اب تو صورت مقصود دیکھ لو
یار ملنا ہے نہ کچھ عرض تمنا کا جواب
یہ تو مانا تامل عالم اک تماشا ہے مگر
کہہ رہی ہے اُن سے میرا مدعا میری نظر
کچھ خبر بھی ہے تجھے چین سے سو نہوالے
ایسے دیباچے کے فستروں میں ڈو دیکھو
بڑا ہر ضعف کا وہ پوچھتے ہیں حال میں چپ ہوں
لئے ہوتے عدو نے منجھ سے دیکھو کہ تماشا کر
اسی سے کچھ شب غم پہلے کٹتی تھی مگر ہدم
صبا کیوں آتش گل تو نے بھڑکانی ہر گلشن میں
کوں کیا شک ظالم ہر طرح کچھ کوستانا ہے

میری نظر سے کیا مرے مطلب کو پا گیا
آنکھوں سے گر گیا تو زمیں میں سا گیا
کئے تو اوج آپ کو کیا یاد آ گیا
بھڑکی مجھے ملتی ہے جو ساف بنیں نہ
ایسا نہ کہ اٹھ نہ سکے ناز یا رکا بہ
آنکھوں میں چھا رہا ہے جو عالم بہار کا
یہ اضطراب میرے دل بقیہ دار کا
دورا اگر ملے رگ ابر بربار کا
پیش نظر ہے آئینہ رخسار کا
کیا کوں ناکامی تقدیر میں ہوں لا جواب
حشر کے دن داور محشر کو دو گئے کیا جواب
دیکھئے دیتی ہے وہ پنہن سخن کو کیا جواب
کیا گزرتی ہے شب ہجر کے بیداروں پر
اوج اتراؤ اس شوخ کے اقاروں پر
زباں کہنے کو ہے لیکن نہیں تقریر کے قابل
کسی سے ہو خطا ٹھہرے کوئی تقریر کے قابل
کساں ہوں ضعف اب نالہ بنگر کے قابل
کوئی بھول آؤ گے چھوٹے نہ بھول کے ٹیگر میں
تقدیر میں بھی پانا ہوں اُسے آنکھوں میں

اے کیا جتو ہے خجہ زویر ز قاتل کی
 بلانا ہے تو ساغر بھی لگا دے آپ ہی منہ سے
 آنکھیں اگر لڑیں تو لبشہر میں خفا نہ ہو
 بگڑو تو اپنے حسن سے بگڑو کہ ہے غضب
 آہوں کے ساتھ منہ سے نکلتا ہے کیوں نہ ہو
 آنکھ سے چلے بھی کہیں دل سوز نہاں سے
 کچھ نودل بیتاب کو ہوتی ہے تسلی
 قربان میں تم روٹھ کے جاؤ نہ رہاں سے
 کچھ ٹپنے ہی سے تسکین کی صورت ہوگی
 چکیاں یوں جو کلیجے میں کوئی لینا ہے
 حضرت شیخ نہ پینا اگر آؤ تو سہی
 اے اجل کیوں میں تقاضے کہ رمضان قلیل
 تم نہ آؤ کے تو کیا پاس ہوگا کوئی +
 ادج ہم غم میں کیوں جائینگے مطلب کیا
 آڑے نہ آئی انکی نزاکت تو اں مجھے
 مجھے ملا کے آنکھ مجھے بت بنا گئے
 وہ خوش ہیں یوں کہ اسکو اذیت نہم ہے
 تیری بلا کو ہو دل اغیار سے عرض
 ہم خوب جانتے ہیں خوب چھپاتے ہو ہم سے کیوں
 چین ہو موت ہو آئے شب ہجر اں کوئی
 دل میں آتو سہی خلوت بھی ہونی جاتی ہے

لہو یوں دوڑتا بھرتا ہے کیوں لگاتے گردن میں
 پرے رہنے سے میرے ہاتھ ساقی اپنی گردن میں
 تیرے نظر نہیں ہوں ترا جو خطا نہ ہو
 اس پیار کی نظر سے مری جاں خفا نہ ہو
 سوز غم نہاں سے جب گریں رہا نہ ہو
 اے دیدہ ترا شک فشاں تیری بلا ہو
 وعدہ تو وہ کر لیتے ہیں چاہے نہ وفا ہو
 آنکھوں میں چلے آؤ اگر دل سے خفا ہو
 یہی بہتائی دل باعث راحت ہوگی
 یہ اُنہیں شوخ نگاہوں کی شہادت ہوگی
 میکدے میں قدم پاک سے برکت ہوگی
 دم بھی توڑیں گے ٹپنے سے جو فرصت ہوگی
 شبِ فرقت مری ہدم مری حسرت ہوگی
 گلشن کو چن دلیب میں جو تربت ہوگی
 دل سے اُتاتے وہ گراتے نگاہ سے
 گویا وہ منہ کو سہی گئے تارِ نگاہ سے
 ہم شاد ہیں کہ اُنکو تعلق تو ہم سے ہے
 اے حسرت وصال تجھے کام ہم سے ہے
 جو مدعا جناب کا طوفِ حرم سے ہے
 کاش نکلے دلِ ناشاد کا رماں کوئی
 میرا دم جو ہے حسرت واراں کوئی

تو نہ کر غنچہ گل کس لئے خوش ہوتے ہو
اوج اب داغ تنہا بھی نہیں ہے دل میں
نعل میں اب نہ وہ دل ہے نہ لہریں تنہا ہے
بھلا ہو بخود ہی دل کہ یہ تیرا ہی صدا ہے
مرا بھرا ہوا داغ جگر ہے دید کے قابل
ترے بیمار جہراں کو اسی سے کچھ توقع ہے
جو بھرتے ہیں مری آنکھیں چھپتے ہیں ہی مجھ سے
کساں جانوں کہوں کس سے کہ یہ بتائی خاطر
میں صدقے فائدہ کیا اس حیا سے
اُسے ہے آپ میری فکر اسے اوج
کچھ خبر بھی تجھے لے مجھ کو آسانی ہے
آنکھ میں ہے کبھی ملیں ہے کبھی ہلو میں
آہ پری میں جوانی سے سوا ہوں غافل
دل کو کیا سمجھے ہو دیکھو تو کلیجا اس کا
اوج اس دوزخیت میں لبرکی ہے نہ نہیں

یہ مراد دل ہے نہ یہ آپ کا پیا کوئی
ہائے مجھ سا بھی نہو بے سرو ساماں کوئی
سچو م یا س اس لڑکے ہوئے گھر میں دھرا کیا
غم امر و زہ ہے مجھ کو نہ کچھ تشویش فردا ہے
یہ وہ ذرہ ہے جو مہر رخ جاناں سے چمکا ہے
یہی درجہ کر کوٹ بدلوا نیلو اٹھتا ہے
جو رہتے ہیں مرے دلیل انہیں کا مجھ سے پردا ہے
کیسی شوخی چہ شہ فہوں گر کا کرشمہ ہے
غضب ڈھاؤنگا فتنہ زرا سے
کردوں لب آستنا کیوں البغا سے
نکلنکی باندھ کے آئینہ تاشانی ہے
کشف در شمع مرا سادہ ہر جاں ہے
نہیں کیسی مجھے ہنگام سحر آتی ہے
تم سے پر کا ل آفت کا منہ آتی ہے
داغ کھا باہت کبھی تیغ ادا کھاتی ہے

اوج

(اوج) منشی میر محمود جان اوج - دہلی کے قدیم متوطن اور شیریں کلام و خوش فکر شاعر تھے۔ بہادر شاہ ثانی کے زمانے میں نشو و نما پائی تھی۔ ایک قلمی بیاض سے آپ کا کلام انتخاب ہو کر دوح تذکرہ کیا جاتا ہے۔

دشمن جاں ہے اک جہاں اپنا
ہمارے پاس نہ خسوس الکیار آیا
ترا یاں سے جانا غضب ہو گیا

کون ہے دوست اب یہاں اپنا
ہزار بار گیا وہ رقیب کے گھر پر
روانہ ہوئی جان بھی تیرے ساتھ

<p>اتر بہت ہے ابتر ہے بیمار کا مزاج پایا کبھی نہ اُس بت عیسار کا مزاج</p>	<p>اُسے غیرت مسیح ذرا چل کے دیکھ لے کس کس طرح سے اُسکی خوشامد نہ بننے کی</p>
<p>گر اک دن جفا کر تو اک دن فاکر فرا دیکھ تو پاس اپنے بلا کر لڑا یا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر مجھے جام الفت کا اپنی پا کر اُنھیں نہیں کے ہرگز نہ غنیمت لانا بھلاؤں ہمارا کرانے سے حاصل ہمیں کالیاں چھپانے سے حاصل معشوق میں دنیا کا نہ کیا اثر لکھیں کب جفا کا رونا کر سکتے ہیں</p>	<p>یہ کتنا نہیں روز میسر آتا کر عجب حال دودن میں میرا ہوا ہے کہوں کیا میں اُس خیمہ جاو کی باتیں کیا سا قیامت تو نے بیخوش کیا نہ غیروں پر کر لے ستم کا رنا بلاد سے مئے وصل کا جام ساقی نہیں پوسہ لب اگر دیتے ہکو عشاق کو رونا نہیں دیکھا نہ بیوفا وعدہ ہر روز کیا کرتے ہیں +</p>
<p>بھلا میں کس طرح یہ لوں جہاں یار بانی کو ماہر دے نہ ملایا نہ ملا یا جسم کو رہنے دے اپنے روبرو جسم کو اُس بھخت سے کہیں غامض کو + منا تھا جوں جوں وہ مجھ سے خفا تھے کبھی میں خفا تھا کبھی وہ خفا تھے بات پیچھے ہے پلے گال سے رات دن رہتے تھے جو اپنی نظر کے لئے</p>	<p>وہ صوبت اور باتیں پیاری پیاری بولی ہیں کیا لکھیں اپنے ستارہ کی جبر و ش کو کیوں پھر انا بہت کو کو جسم کو آرزو ہے یہی حشر انجھ کو شب وصل کی کیا بیاں کیجے حالت را کرئی تھی مجھ میں اُس میں یہ صحبت وضع کیا آپ نے نکال بہت ہے یا الہی کیا ہوا وہ کیوں نظر آنے نہیں</p>
<p>جسے جان سے تو ہوا چاہتا ہے کچھ مفرد کا ہمارے پھر ہے</p>	<p>ترا دشمن جساں ہوا پاتا ہے اسنے میں اُس جان چاہی کے دیر ہے</p>

ہے شبِ متابلہ و جانِ بخش ہے یقین وہ جانِ جاں آنائیں	گر نہ آیا ماہر و اندھیر ہے موت کے آنے میں بچ کر یوں دیر
--	--

(اوج) مرتاج مرثیہ گوہاں حال مرزا محمد جعفر صاحب خلیفہ الرشید و جانشین حضرت دبیر موم مرثیہ گوئی میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں۔ قابلیت علمی معقول رکھتے ہیں مرثیہ گوئی و مرثیہ خوانی ان کا آبائی شعار ہے۔ شروع محرم سے چلم تک مختلف مقامات میں جا کر اپنے تازہ مرثیوں سے اہل مذاق کو غلط کر گئے ہیں۔ ہنگام قیام لکھنؤ میں راقم کو بھی مکرمی سسر خاں علیخان کے ہمراہ مشرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ اثنائے گفتگو میں جناب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمارا اصلی وطن دہلی ہے اور ہمارے اجداد کی سکونت قاضی کے حوض کے پاس تھی۔ چنانچہ آپ خود بھی ایک مرتبہ خاص اسی غرض سے کہ مسکن قدیم کا کچھ نشان لگائیں ذہلی تشریف لائے تھے مگر انقلابِ زمانہ سے اُس ملک کی صورت ایسی تغیر پزیر ہو گئی کہ کوئی پتہ آپ کے بزرگوں کے مسکن کا ہم نہ پہچاننا۔ عینی۔ خوش مزاج۔ زندہ دل بزرگ ہیں۔ سن شریف ۹۰ سال سے متجاوز ہے حضرت جعفری بیگ صاحبہ رضیہ عظیم آباد کے اوقات سے بہ صلہ مرثیہ خوانی دو ہزار سالہ آپکا مقرر ہے۔ اسکے علاوہ اکثر حیدر آباد کن کی مجالس کو بھی قدمِ مہینت لازم سے رونق بخینے ہیں۔ اودھ کے بعض رئیسوں اور یاست راہپور سے بھی آپکی معقول قدر ہوتی ہے۔ فی زمانہ آپکی ذات بابرکات معنات سے ہے۔ اساتذہ سلف کی آپ ایک عمدہ یاد گار ہیں۔ فن عروض میں آپکو زبردست مہارت حاصل ہے۔ چنانچہ ایک مہسوس سالہ اسی فن میں آپکی تصنیف سے شائع ہو چکا ہے۔ اب آپ کے کلام کو مر نظام میں سے چند اشعار زیبِ تذکرہ کئے جاتے ہیں ۵

چار سو عالم اسکان میں اندھیرا دکھیا اُس پتہ تریاں کہ جتنے تری آواز سنئی غلو بہ قدس کی بے پردہ تجلی کو نہ پوچھ	تو جدھر ہے اُسی جانب کو او جا لا دکھیا صدقے اُس آنکھ کے جتنے ترانہ دکھیا شوخی نظارہ میں صنم تراکھ کا پردہ دکھیا
---	---

اکٹھ جب بند ہوئی کھل گیا باز قدرت
 پردہ اٹھ جائے گا جب رو بجلی سے کلیم
 روئے گل رنگ خزاں جوش جنوں فصل ہوا
 اوج کج بختی لہر باب سخن سے کیا بحث
 خواہشیں دنیا کی بار دوش و گردن ہو گئیں
 یہ ہو کہیں جلی اس تلکناٹے دہر میں
 چل ہوئے گور غریباں لے کر ہیں لالہ زر
 کیسی رنگارنگ شکلیں ہو گی لے جوش بہار
 مکمل نہیں سکتی کبھی کیفیت بغض و حسد
 میرے نفوس نے جو پانی قلب گلشن میں گلہ
 جب مرے نالے ہوئے قد صنوبر سے بلند
 جامہ مہستی ہوا صد چاک جب شل سحر
 ہو سکے عون و محمد سے نہ سر بر زرہ پوش
 سلامی سوزنا تم سے نہ مگر مفضل کیوں ہو
 حقیقت کہنہ خالق کی عیاں کہیں ہوں کیوں ہو
 اسیکے لطف سے ہے ارتجا طہ عالم امکان
 زمیں کیسی کہاں تک آسمان سب اُسکی جو یلک
 حجاب نور جو یا اکٹھ کا پردہ ہو جو کچھ ہو
 شہادت دے رکھا امتزاج اپنے عناصر کا
 جو آئی دوست کی جانب کو رخ فرخش تھر تھر
 فشار سزمین حرص بر بادوی کو کافی ہے

شان مجبور اندھیرے میں ادجالا دکھیا
 آپ خود نمٹنے سے کہیں گے کیا بھی کیا دکھیا
 چارون کے لئے اس بلغ میں کیا کیا دکھیا
 دامن گل کہیں کانٹوں میں نہ الجھا دکھیا
 رشتہ رشتہ منسل عقیق کی برہن ہو گئیں
 شہر جنگل ہو گئے آبادیاں بن ہو گئیں
 دیکھ کتنی آرزوئیں نذر مدفن ہو گئیں
 مٹ کے جو گلگلوں رخسار گلشن ہو گئیں
 میرے آہیں پردہ ناموس دشمن ہو گئیں
 شاخ گل پر بلبلیں بارش بین ہو گئیں
 بلبلیں ساکت سر دیوار گلشن ہو گئیں
 زمینیں دنیا کی گرد اگر دامن ہو گئیں
 حق میں مٹیوں کے دعائیں لں کی جوش ہو گئیں
 ہوں آتش فشاں لے تو مجلس مزاج خواں کیوں ہو
 نہ سقنے کا تحمل ہو تو کہنے میں زبان کیوں ہو
 جو وہ نامہ ہاں نکلے تو کوئی مہرباں کیوں ہو
 کہیں تماشیاں وہ بے نشان غلط نشان کیوں ہو
 ستیں تم ہو اگر دل میں تو کوئی درمیاں کیوں ہو
 شوگر مرتبط کوئی نور ربط جسم و جان کیوں ہو
 بلا ویرے مقدر کی نصیب تماشیاں کیوں ہو
 ملا کر خاک میں ہو گونہ کا آسمان کیوں ہو

اطاعت اور رضاوندیکے جب نسبت ہم بخیری	تو اس ناچیز منت خاک کا پھر امتحان کیلئے
بیم شب ہجر نیند کو نے آئی بند	پلکوں میں دُرا شک پونے آئی
چونکا تو نہ اپناک اوج سوتے سوتے	دن دھل گیا اور رات ہونے آئی

(اوج) منشی محمد یعقوب غلت شیخ قادری بخش مرحوم تاجر کتب گیا۔ ۲۵ برس کے قریب عمر اور تجارت و بزم معاش ہے۔ استعداد اعلیٰ خاصی ہے اکثر اخباروں کے نامہ نگار بھی ہے میں پہلے آپ کو طلسمی سید نجم الدین عرش سے ملکر رہا اب حضرت کوثر خیر آبادی کو اپنا کلام دکھاتے ہیں۔ طرز قہیم جدید و دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ناول موسوم بہ خواب غفلت اور بیاض انتخاب نو بہار انکی تصنیف سے ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے۔

جو رنگ سے ہائے سنے مایوں کے نام	باقی نہیں نشان بھی لوح مزار کا پد
ابر چھایا ہے رینہ پرستا ہے	پہنو پوشاک آسمانی آج
ہنے دیکھا جب پڑی گور غریباں نظر	فرش گل کے سونو والے سو رہے ہیں خاک پر
مونس وغنوار جتنے تھے کنارہ کر گئے	آج کوئی نوجوگر ان کانیں آتا نظر
فاتحہ کو بھی پڑائے قبر تک وہ آشنا	زندگی میں جو کہ رہتے تھے بہشت پرست
مال و زر پونئیں پڑا رہا جائے گارے ہیں	کام آئے گا وہی رکھا ہے جو زاوہر
ایک دن ہے خاک میں ملنا یہ سب کچھ خاک ہے	دولت دنیا پنازاں کیوں میں انساں اعدا
کسی غریب کے ہر دم کی چیمہ ٹھیک نہیں	سنو سنو نہ سنو ہم جتا لے دیتے ہیں
ملیں اختیار کو ہر وقت بوسے	مراد دل دیکھنے کو ہلے تر سے
و نور سوز نہاں سے بستہ پریاس مجھے	خدا کے واسطے ساقی کوئی گلاس مجھے
کوئی بھی ساتھ نہیں آج کوئے قاتل میں	گئے ہیں چوڑے تنہا رہے ہو اس مجھے
کبھی مفلس کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے غنی ہوتے	کبھی اہل دول کو تنہا بے اسباب بکھاتا
بست دن تک رہے ہیں آج اس قہر طلسمی میں	بست کچھ ہنسنے حال عالم اسباب دیکھا ہے

پڑمردہ ہے کیوں یہ بلغم کس سے کئے
گھر کیوں ہے یہ بے چراغ کس سے کئے
اسطرح نکالاجھے غربت نے وطن سے
چار سو پھیلی ہوئی ہے آج جیسی چاندنی
خاک پر پڑنے سے کب ہوتی ہے میل چاندنی

کیسا ہے یہ دل میں داغ کس سے کئے
اے کاش کوئی ادھر مخاطب ہوتا
جیسے کوئی گل توڑ کے بھجانے چمن سے
اوج ایسی خوشنما دیکھی نہ تھنے چاندنی
جو ہیں اعلیٰ مرتبت رہتے ہیں بہت میں نبی

(اوحد) مولانا محمد عبدالودود ظلف مولانا محمد عبدالرؤف وحید - ان کے بزرگوں کا
وطن دہلی تھا مگر یہ خود بمقام گلشنہ نومبر ۱۹۷۱ء میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔
علم ادب فارسی و اردو میں ماہر اور نظم و نثر دو نو پر قادر تھے۔ زبان انگریزی میں بھی خاص
دست نگاہ حاصل تھی۔ اپنے والد مولانا وحید مدینیشی دفتر لکچرار کونسل کے توسل سے
اُسی گلشنہ میں مترجم ہو گئے تھے۔ مگر زندگی نے وفانہ کی ۲۲ سال کی عمر پر کمرستہ ۱۹۷۱ء میں
راجہ علی ملک بقا ہوئے ان کے والد نے ایک مریضہ اور کئی تالیفیں منابت پرورد اور قوت خیر
انکے دل غمناک میں کہی ہیں۔ انکے کلام کا انتخاب درج ذیل ہے ۵

مست ہو چھو حال اس دل خانہ خراب کا
صحن چمن میں فرشتے بچھا ہنسا کا
کیوں نہ راہ و حرام ہے پینا شراب کا
اوحد ہے ریزہ چین سی عالم غنا کا
ڈرے سے بھی فرغ میں کتر پو آفتاب
ہو جائے ہر صدف میں ہر اک گوہر آفتاب
چہرہ ہے آفتاب ترا سا غنہ آفتاب

گم وید شمر کا وہ بیاباں کی سر ہے
نرا ہر پیو شہر اب کسی ماہ رخ کے ساتھ
فصل بہار صحن چمن یا اے بکشت
ہیں حضرت تجسہ ولی نعمت سخن
ہوے جو انکے روئے شہر کے روبرو
دریا میں مکس آپ کے رخ کا پے اگر
و آفتاب کا ہے قراں وقت یکشی

(استاد) میر یار علی نام۔ ایک پُر آن بیاض میں چند اشعار نظر سے گزرے ان کا
نغمہ و ج تذکرہ کیا جاتا ہے۔ غزل میں غنوی بہر انوار خلقی غنی ۵

اوحد

استاد

کریں کس منہ سے عرض اس کو عاشق میں تمہارا
مثلاً کہ کوہ خوف لگانے میں خنا کے
ہر جستانی پن اس شمع ستر گڑھ ہے پیش
قتل وہ کرتی ہیں اب سہ سہائی کھیں مجھ کو
ہر نفیروں کی صدا اک نہیں سنتے بیدار
شاید اغیار کے گھر سے انیس ڈالی آئی
الاماں کہنے لگے دیکھ کے تیر خرگاں
جب تنہا عشق تو کہتی تھی منہ پر استاد

(اوکھٹ) حضرت اوکھٹ شاہ وارثی۔ آپ قصبہ بھجڑیوں ضلع ملاواہ کے باشندے
اور سلسلہ چشتیہ وارثیہ میں بیعت رکھنے کے علاوہ خود بھی بحر فناء معرفت کے ستار ہیں۔
آپ کی تصنیف فیضان وارثی نام رسالہ نظر سے گزرا اُس کے مطالعہ سے یہ امر آشکار ہے کہ
کہ آپ کو کتب دینی میں عرصہ چل ہو نیکی علاوہ تصوف و معرفت میں ایک خاص مذاق ہے۔ جب
کبھی سخن گوئی کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر اسی رنگ میں کہتے ہیں۔ زبان ہندی سے
بھی بخوبی ماہر ہیں۔ اور اکثر دوسرے اور کیتہ بھی کہتے رہتے ہیں۔ اب آپ کے کلام کا
انتخاب حاضر کیا جاتا ہے۔

کرامت یہ بھی ہے پیر مغساں کی
ہر سہ رس کا جو میں سائل ہوا
نہ اسٹاپ نہیں تقصیر میری
چھوڑ کر نہ مل گیا ہر تہ سہمانہ ہانے
دل کا عالم عاشقی میں کیا کہوں کیا ہو گیا
جو جہت کو دل لگی مجھے

کہ زاپہ نے درمیانہ دیکھا
ہنس کے بولے تو بھی اس قابل ہوا
ہو ادل خود بخود نہ اس کی کاہ
دل میں ارباب شہادت نیماں لجا بیگا
نہ سنہ سنہ تہ تہ سے کا کھجور ہو گیا
اس۔ نہ بیکہ دل نکلا تھا

یہ تیری آنکھ ہے یا بارہ وحدت کا ساغر ہے
 گستاخ سے شمع ہی آئے ہیں کعبے سے جلو چھو ہیں
 گلی میں اُس ترک چہرے کے عجیب انکسار
 غنی ہے وہ ست نازیر ہے اُسکی برکار لاؤ ہا
 ہے خالق ایک ہی ہے بت یہ اپنی قسم ہے
 لحد پہ آیا جو بعدِ دن لگا کے ٹھوکر یہ بولا پر فن
 عشق بہر ہے پیشوا ہے عشق
 مکیں بھی نہیں لامکاں بھی ہیں ہیں
 برہن بھی آوازِ نافوس بھی سم
 ہمیں بت پرست اور ہیں بت شکن ہیں
 فنا و بے کا بیاں کیا ہوا وھٹ
 کھل گئی اپنی حقیقت جس کو وہ
 یہ دل ہے وہ مکان جولا رکنا لے کی نزل

ایک خوش رو سے محبت ہو گئی
 ہو کو کیا خوش رو کہاں میں لاکھ ہوں
 لاکھ پردہ کیجئے ہوتا ہے کیا بد
 سننے ہیں اعظا کی میٹا نہیں آن

رہا نہ ہوش کیا عشق میں یہ کیا سمجھنے
 بتوں کا عشق ہوا جب نصیب اے واعظ
 بتوں کو سجدہ کیا جا کر خد اپنے
 کہہ توں کیا ملے خد ا خدا ہمنے

(۱) ولیس) منشی میرزا علی اولیس گلزاری خلعت اکبر میر غلام علی مغفور آپ اپنے چچا میر
 حیدر علی کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی عفتوان شباب سے فن سخن کی طرف توجہ ہوئی مگر

زیادہ تر مرنے کوئی کا شوق رہا۔ ۱۹۵۷ء میں آپ کا مجموعہ مرثیہ شائع ہوا تھا۔ چند بند بطور نمونہ
کلام درج ذیل ہیں۔ ان سے آپ کی طبیعت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۵

طلوئی و خلد و کوثر و تسنیم و آسمان آب و ہوا و آتش و گل و شست و پست	ذراتِ ریگ و اختر و مہر و نہ گلاں دریاں خلد و حور و ملک گلشنِ جہاں
یہ سب مطیعِ امرِ امامِ جلیل ہیں وہ کہیتِ پُر اوست ہوا خون کا تھا لہ	کعبہ بیکارِ تاسیہ یہ حق کے خلیل ہیں لشکرِ بہمن موت کا تھا ایک نوالہ
بچہ بچہ گئے پسیدل ہوا بالِ سالہ دم و دہ تھا کہ اندر بھی دیکھ جاتے تھے اُسے	موزی نہ کبھی جانکی اماں پاتے تھے اُسے اے کلابِ دُشوار سے تو بہرہ مند ہو
ہاں اے زمینِ نظمِ فلک کے بلند ہو ہاں اے ورقِ نیلیاںِ قر سے وچ پند ہو	ہاں سطرِ ہر حصہ رضائیں کند ہو ہاں ہر ورقِ چارِ زنِ جنستِ نثار ہو

(اولیسی) منشی غلام محی الدین خاں متوطن سرہند۔ حضرت سید حسن رسولِ ناصحاب کے خاندان
کے مرید اور مردِ قابل و ذہین۔ صاحبِ فکرِ سلیم۔ خوشنویسِ کامل اور درویشِ سیرتِ بزرگ تھے
قرآن شریف کی ایک تفسیرِ نظم میں خوب لکھی تھی جس میں طرح طرح کے صنائعِ بدائعِ مہوار رکھے
تھے۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ تینوں زبانوں میں داد و خوش کلامی دیتے تھے۔ تذکرہ شوق کی
ترتیب کے وقت زندہ و سلامت تھے شیفتہ نے انہیں بریلی کا باشندہ لکھا ہے اور ان کا
دن جانا بھی درج کیا ہے ۵

دل کی چوری پہ تر احوال ہے کالا کالا یک طرف تھی نگہ چشمِ جہمی دل میں سرے	لے گیا تدترالین اُسے بالا بالا کچھ کئی روئے میں کچھ تری حکایاتِ میاں
لافتِ رہے ہم تو کہیں سیر و سفر کے	جیوں نقش قدمِ چلتیش میں ترے در کے

جس دن سے ہونے میں تیری کر کے سر اگر جائے تو جادو سے یہ قدم رگتا ہے	ہم اپنے تجل میں نہیں آپ کو پاتے کس طرح چھوڑ سکوں تیرے گلی کو جاننا
پناہ سے ننگاں منظرہ العالی ہزار حیف بیذی لکھوں ہی گیا خال	اس آفتاب سے چہرہ پہ زلف سے کالی جین روز عید بھی قرباں کیا نہ میرادل
(ایاز) منشی عبد العلی - حیدر آباد دکن کے نو مشق موزوں طبع نوجوانوں میں ہیں - مولانا حالی کے جشنِ جوہلی نظام پر حیدر آباد شریف بری کے موقع پر اپنے ایک نظم اُن کی سائنس میں لکھی تھی - اُسکے چند بند بطور نمونہ کلام حاضر کئے جاتے ہیں ۵	
زمانہ ان کا قومی راگ گانا ہوتا نہیں انہیں کی شاعری کی روح ہے تو فیضان نہیں ہر اک ساز اُس کا قومی راگ کا ہمارا ہوتا ہے میں انکے نام کے قائم کلب یورپ کے شہروں میں مذہب لیڈیاں گاتی ہیں جکبواہی لبوں میں انہیں کی نظم کے توڑ جیسے ہوتے ہیں پیش میں نئی نظموں کا رکھا ہے انہیں نے سنگ بنیادی ہیں قدرت کے مناظر شاعری میں انکی ایجاد زباں میں انکے جادو سے قلم میں انکے افشاں	یہ وہ حالی ہیں جتنی آج شہرت ہے زمانے میں انہیں کی کوششیں مرقوم مردہ کے جلائے میں براک شہباز کا قومی ہون کا دوسرا ہوتا ہے یہ وہ حالی ہیں جو پیدا کریں امرت کو زہروں میں معانی کی جگہ جادو بھرا ہے انکی جردوں میں انہیں کے نام کا حالی کلب قائم ہے لندن میں مسلم شاعران ہند میں ہے انکی اُستادی انہیں نے شاعری کو قید سے دلوای آزادی موثر نظم و لکشمی شہر و دیار گیز مضمون ہے
(اسحاق) شاہزادہ مرزا رحیم الدین گورگانی - تمیز رشید صاحب عالم مرزا قادر بخش صبار صاحب تذکرہ گلشنِ سخن مرزا حسین بخش کے بیٹے بڑے خلیق اور منسا راز افش نوجوان تھے - غدر کے زمانے میں ۳۵ - ۳۶ برس کے سن میں پھانسی پائی - فرین سخن میں طبیعت نہایت رسا اور عالی پائی تھی - انتخاب کلام ملاحظہ ہو ۵	
اے زاہدِ ناداں تجھے کیا میں کہیں تھا	تجھانہ میں تھا یا کہ میں کعبہ کے قریں تھا

ہر چند کہ میں دوست کے ہمراہ نہیں تھا
 ہے غلط اندازے عیارِ سنگ
 اب آئے وہ اب جاں کو ہوئی میری تلی
 دیکھو تو مری صدف کہ کسی شب وہ سنگ
 دُورِ دن میں ہوا حال یہ اُس کا کہ مری جاں
 شب جا کے وہاں اپنا تو کچھ دل سا بھرا یا
 لب اُس کے زخموں پہ چھڑکا کیا مک جوں چپ
 لے اب جنازہ پہ آجیاد کے تو چلِ عالم
 تیرے جگر کے شکر نے فاعل
 اس فصل میں کچھ لینے جو زنداں کے اندر کو
 یہ باتوں میں بہلائے وہ دل جبین کے لیجائے
 ہو کونڈا ٹھانڑم سے اپنی کہ میری جاں
 لگے ہم سے نظر اپنی چڑانے
 سبب سمجھا جو بیماری کا وہ خون
 نظر کی برق مجھ پر ہی گرے گی
 ظالم ہیں سزاوار تو کچھ لطف کے ہم بھی
 سکھایا دُختِ زر کو منہ چھپاتا
 جتنی ہو بلا دے کہ پیاسا ہوں میں ساتی
 کرتے ہیں میرا چارہ غمِ جنتِ راجاد
 کنٹا ہی کروں خشک پہ یہ دامن ترانے

پر دل وہ بلا ہے کہ جہاں تھا یہ دہشت
 جس جا پہیرا دیاں گیا داں وہ نہیں تھا
 تھا وہ جاں یہ اور لب پہ دم باز پس تھا
 آیا بھی تصور میں تو دشمن کے قریں تھا
 دیکھا تو وہ ایجاد ہی گویا کہ نہیں تھا
 سب سے تری محفل میں پر آجبا وہ نہیں تھا
 نگاہ دلیپ کی کی سننا گزاری رات
 تری ہی یاد میں تھا وقتِ دمِ شماری رات
 کی ہے زخموں سے سوزاں ایجاد
 مرجائیں گے دیوانے تیرے پھوڑے سر کو
 کیا یاد ہیں ڈھب لب کو تری اور نظر کو
 ہم آپ ہی بچھڑ جائینگے جو شمعِ سحر کو
 وہ سمجھے جس گھڑی لطفِ نظر کو
 نہ آیا پھر کبھی میری خبر کو
 وہ دیکھے گواہ کو یا دھڑ کو
 دیکھو کبھی تم ایک نگہ سے ہی اچھر کو
 کوئی کیا روئے جانِ شہینہ گر کو
 عالم میں سمجھتا نہیں کم اور زیادہ
 اُتار ہی یہ ہوتا ہے الم اور زیادہ
 خجلت سے ہوا جانا ہے غم اور زیادہ

(ایجاد) شیخ النبی بخش ایجاد ساکن صاحبِ گنجِ علاء گیارہ سال کا خوش خیر آبادی معمولی لیا

کے تجارت پیشہ آدمی ہیں۔ اب ۳۳ برس کی عمر ہے اور کم و بیش ۱۲ برس سے شاعری کا شوق ہے۔ کلام کا انتخاب درج ذیل ہے ۵

میں وہ یکیش مفلسی میں بھی نہ چھوٹی میکیش	رہن دو بیابوں پہ منہ حوض کوثر کھسایا
مئے گلہنگ سے ساتی چکا دے	گھٹا چھائی ہے آدھی آسمان پر
یہ کہہ کے ٹنچ سے وہ پردہ اٹھائے دیتے ہیں	بچے بھی طور کا عالم دکھائے دیتے ہیں
دیکھنے والوں سے پردہ کیس ہو سکتا ہے	نگہ شوق نے روزن کئے دیواروں میں
اس طرف رخ تری رحمت کا جو دیکھا دم حشر	ہلکنے دوڑ کے زاہد بھی گنہ گاروں میں
وہی ہم ہیں کہ ہنسے پرتے تھے بل کی فغاں سُنکر	وہی ہم ہیں کہا بے نرات لب پر آہ و نالے ہیں
نہیں جس بات پر ہوگی قیامت نہ نہیں ہوگی	خدا اس ضد کو رکھے اب وہ کسی سننے والے ہیں
کسی کی یاد نے کیا کیا نئے تحفے دئے ہکو	جگر میں ٹیس۔ دل میں درد۔ لب پر آہ و نالے ہیں
چھپائے منہ جناب شیخ نکلے بزمِ رنداں سے	انہیں کی دھوم تھی پہلے بڑے امروالے ہیں
لگا کر دل کسی سے جان ہے ایجادِ آفت میں	امید و صل کیسی زندگی کے اتو لائے ہیں
تا توانی سے بیٹھتے اُٹھتے	لب تک آتی ہے آہ شکل سے
جو پسند آئے ملیے ہاتھوں میں	خونِ عاشق ہی ہے خاب بھی ہے

(ایجاد) منشی سرفراز علی ایجاد با شندہ رو دل اودہ یہ آپکا کلام ہے ۵

ایجاد

درد کہتا ہے کہ ہوں مضبوط فغاں نہ نکالیں	ساتھ نالوں کے میں کاٹا سا مکمل جاؤں گا
صد نہ ہجر یہ کہتا ہے کہ جلد ہی کیا ہے	جان لے لوں گا تو چھوڑ دل سے مکمل جاؤں گا
ہزاروں حسرتیں بہتی دل میں	ہے گھر چھوٹا سا گنجائش بڑی ہے
رکے ہنسنے جو کہا جاں ہی اب دیدینگے	ہنسنے وہ بولے کہ نقصان ہمارا کیا ہے
عاشقِ حزن بتاں ہوں اے جناب شیخ نہیں	مجھ سے ذکرِ کارو دین دار رہنے دیجئے
بن چکیں باتیں بس اب تکرار رہنے دیجئے	بوسہ لب جو عطا انکار رہنے دیجئے

(ایجاد) مولوی قمر الدین صاحب بھوبال سے ایک رسالہ آپ کی زیر نگرانی شائع ہوا کرتا تھا یہ آپ کا کلام ہے ۵

آئے نہ وہ تو بھیجیں انکھیں نکال کے دل نے بھی آہ اُن سے میرا حال کہیا ہم نے نپلی شہر اب جو قحطِ شراب میں	ہم نے نیا علاج کیا منتظر کا اب اعتبار کیا ہو کسی رازدار کا اس نے ثواب دیا روزہ دار کا
---	---

(ایران) مشریرن جلیب - عیسائی مذہب اور گورکھ پور کے رہنے والے ہیں - شایعہ ریاض سے اپنے کلام میں مشورہ کرتے ہیں - بہر حال یہ اُن کے کلام ہم سید کا انتخاب ہے ۵

ہمت میں سحر ہے لب پر ہے ترانہ لے بت خبر اس کی نہیں کیا ہو گیا دل ترا تو دل سے جدا ہو رہا ہے یہ کیا چپکے چپکے لایا ہے لگی چوٹ ایران کے دل پر کیسی مجھ سے رکھنے کے قابل ہی ہے مرے بستے اچھی سی جو خست	بس یہی دیں ہے میرا ہی ایاں میرا مگر یہ یاد ہے پہلو میں تھا دل یہ ظلم اوگنا مار گیا ہو رہا ہے خبر دار کا گلہ ہو رہا ہے کہ ہر وقت ذکرِ خدا ہو رہا ہے حسین چہ نال ہوں دل چاہی ہے مگر بیا کر نے کے قابل ہی ہے
---	---

نگہ کشی کس طرح ہے دیکھ جائیں جان بس کی ستم بسانہ کر لے باغبانِ فضلِ باری میں	نظارہ ہو دم آخر برآئے آرزو دل کی گرائیں عسبیاں ایسا نوا میں غدا کی
---	---

(ایجاد) میر جی مخاطب بہ عاشقِ طیناں - حبیبہ زاوہ خوشحال خاں قاتل - عالمگیر بادشاہ کے عہد کے حضور دربار میں تھے - دولتِ قبول کا یہ حال تھا کہ ایک ہنگامہ جو اہر سے مرصع نیا کر آیا تھا جس پر حضور شاہی سے موردِ عتاب ہوئے - شوخِ طبعی خلق تھی - دکن آپ کا مولہ تھا اور وہیں زندگی کے دن بڑھ گئے - علمِ ہندی میں کامل مہارت رکھتے تھے - نواب نظام الملک آصفیہ کے درخشاں و جمہر تھے - ریختہ میں کبھی پایا اور کبھی عاشقِ تخلص کرتے تھے - یہ

آپ کا کلام ہے ۵

<p>کما تجر بر بھلا ہے سورہ یوسف کا دم کرنا بھاگتا ہے جب زوال آتا ہے سایہ سابق تو ہم بولے کہ منہ دیکھو روپے کے سولہ آنے ہیں موسے ملے رضامین ہیں گے ادم ضامن</p>	<p>طیب غش سے پوچھا زلیخا نے علاج اپنا وقتِ بد میں کیا کسی سے ہوا فاقہ کی اسید رزالایا جب بولا میرا آنا روپے پر ہے ماشتق نہیں ہے تجھ کو کچھ خوفِ معصیت کا</p>
<p>ایک منہ دیکھی آشنائی ہے داسٹے جسکے کھینچے ہیں چلے</p>	<p>صاف دل آرسی سا کوئی نہیں کیوں نہ گھر آوے وہ کہاں ابرو</p>

(ایما) میر حسین علی خاں مغفور۔ باشندہ اورنگ آباد دکن۔ نواب سکندر جاہ نظام الملک
دہلی دکن کی سرکار میں بزمِ شہرِ اسلمک اور پانسو روپے ماہوار کے وظیفہ خوار تھے۔ شعر
ریختہ کا شوق حدِ اعتدال سے بڑھا ہوا تھا۔ مہاراجہ چند لال دیوان دکن کی قدر دانی سے
ہم عمروں میں ممتاز اور ہمیشہ موردِ انعام و اکرام ہے۔ نہایت خوش تقریر و شیریں کلام ہند تھے۔
حضورِ نظام وقت کی فرمائش سے فی البدیہہ نقیضین کی تھی جو درج ذیل ہے۔ ۶۰ برس کی
عمر پا کر ستلہ جہی میں راہی ملک بٹھا ہوئے ۵

<p>ہم بھی تو تھے خزاں میں تھارے شکر پکڑ اردی بہشت دوس کی ہوئی کس طرح بنو تو نے سنی نہیں کسی استاد کی یہ فز بیل چگفت و گل چو شنید و صبا چ کر د</p>	<p>ایما میں ساکنانِ چین سے کیا سوال کیفیتیں مبارکی ہم سے بھی کچھ کموب غنچے نے شکر اکے دریا چٹ ہیں جواب اکنوں کر اداغ کر پرہ زبا سبباں</p>
---	---

(ایما) حکیم یحییٰ حسن ایما شاگردِ نواب فصیح الملک داغ دہلوی یہ خود دہلی کے متوطن ہیں مگر مدت
مدید سے گلگتہ میں قیام رکھتے ہیں گلگتہ سے نتیجہ سخن میں کچھ کلام نظر سے گزرا اُس کا انتخاب
ضبطِ تحریر میں آیا ۵

<p>چل آئی ہے خبہ آئینوں کے تاروں پر</p>	<p>حالِ بیتابی دلِ بختِ جگر کتنے ہیں</p>
---	--

ایمان

یہ لب زخم تیرے تیج کا بوسہ لیں گے
حضرت ایما در جاناں وہ آتا ہے نظر
ٹھیک بیٹھا جگر پر تیرے نگاہ
بدگماں ایسا گماں اپنے نمک خواروں پر
دیکھو ہمت کونہ ہارو اچکے منزل کے پاس
بل بے ظالم تیری نظر کی بخشش

(ایمان) شیر محمد خاں خلیفہ محمد مقل تاپک۔ نواب سکندر جاہ نظام الملک کے
دوران حکومت میں حیدر آباد کے شعرائے مشاہیر میں شمار کئے جاتے تھے۔ انجائز نویساں
ریاست کے نذر میں تعلق تھا۔ سرزمین ملک دکن کے حالات سے واقفیت کامل حاصل
تھی۔ عروض و قافیہ سے خوب ماہر تھے۔ اور اکثر اشعار میں ضلع جگت کی طرف طبیعت کی توجہ
بمذول رہتی تھی۔ ایک رسالہ جگت اور مثنوی برسات ان کی یادگار ہے۔ شطرنج بھی خوب
کھیلتے تھے۔ امیر الامرا و زیراعظم کی مصاحبت میں اکثر رہتے تھے۔ ~~سلطنت~~ میں وہیں انتقال
کیا۔ یہ ان کا کلام ہے ۵

جو داغ ہے دل کا سو بربگ پر طاؤس
روا ہے کون سے مذہب میں یہ عشقِ ناپ
مٹے گلگوں کا جسم بزم میں ساغر بھلکنا ہے
قدریا قوت نہیں نعمت جگر کے آگے
ہے بنا گوش سے شرمندہ ترے آبِ گہر
سرگرد چشم سے اپنی وہ خوش ابرو پونچھے
آستیں کا میں کیسی کنوا دستِ نگر
ہو کیوں نہ نجس دیدہ نگاہ پر طاؤس
دل پر ویز خوش ہو خاطرِ زادِ موزوں پر
ٹپک پڑتا ہے خونِ دل مرا ایمان ناگہوں سے
ابر بھی بانی بھرے دیدہ تر کے آگے
شمع کو تاب نہیں نورِ سحر کے آگے
گردِ غفلت کو سدِ ادیدہ آہو پونچھے
میرے ہی اتھوں نے آفرے آنسو پونچھے

ایمان

(ایمان) مفتی محمد علی خاں ایمان بقیم شکار پور ضلع بلند شہر۔ آج کل کے شعرا میں یہ دوریہ کلام ہے
ناہشتناہی میں یہ ضمیرِ آستانہ بھی ہیں
نہ چھوڑو زمین پر نشانیِ ہاری
وہ پوچھیں گے کیا کی نشانیِ ہاری
ناہشتناہی میں یہ ضمیرِ آستانہ بھی ہیں
مٹا دو ہمارے نشانِ لحد کو
مٹاؤں تجھے دل سے کیا داغِ بھراں

ایمان

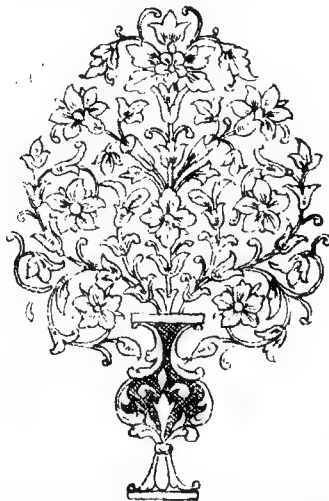
(ایمان) نواب گل حسین خاں رئیس مدرسہ جناب جلال کسنوی سے مشہور سخن فراتے ہیں

دیکھو ڈھنگ اُس پر سی شکیل کا	روز خواہاں ہے اک نئے دل کا
بوسہ لٹانے روئے قاتل کا	خونہما ہے یہی مرے دل کا
اثر ہوتا جو کچھ اپنی وندا میں	گئی کرتا وہ فلک کیوں جفا میں
انہیں مدت سے دل پہیں ایمان	بتوں کو دیدیا راہِ خدا میں

ایمان

(ایمان) حکیم حافظ مولوی محمد احمد سکندر پوری - دو ربوجودہ کے شاعر ہیں - یہ آپکا کلام ہے

ہائے رور و کے جٹانے پہ یہ ان کا کہنا	روٹھ کے ہمسے چلے ہیں یہ منائیں کیونکر
تا تو اتنی کا یہاں عذر نزاکت کا وہاں	وہ نہیں آتے تو ہم ہوش میں آئیں کیونکر
تم جفا کیش عدد چرخِ فغاں بے تاثیر	آہِ زو میں دلِ مضطر کی برائیں کیونکر
خونِ منظور ہے عاشق کی تنہاؤں کا	آپ مندیِ شب و عہد نہ لگائیں کیونکر
تو ہی اسے دیدہ تراب کوئی تدبیر بتا	لگ گئی آتشِ غم و لہیں بجائیں کیونکر



ب

(بادشاہ) میر بادشاہ علی نام دہلی کے متوطن اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں حیات تھے ۵

بہل شیدائے پوچھا گل سے یوں روزِ مبار	اے گلِ رعنا ترے دامن سے کیوں لپٹے ہر خار
گل نے کرچا کی گریاں یوں کمار و کمال	چشمِ گل کو نوکِ مژگاں کی جگہ ہے نوکِ خار

(باران) منشی سید ولایت علی یاسنندہ بلند شہر علی استعداد رسمی اور ایک خوش گو شاعر ہیں بلند شہر اور اُس کے نواح میں خاصی شہرت حاصل ہے۔ یہ آپ کا کلام ہے ۵

جو کہنے اُن سے مشاقِ جفا مت ہوتے جاتے تو	تو فراتے میں شوخی سے کہیں ہاں پہنچ جائے کیا
لگتا ہے نشاۃ کون سا دوکِ فنِ دل میں	نخلِ کرتیر چٹکی سے رگِ جاں ہوتے جاتے ہیں
بہا آتی ہے شاید۔ بھڑوی شورش ہے سینے میں	کھل جاتی ہیں باجھیں زخمِ دلِ گت بدلتا ہے
خزاں بھی ہو چکی اور فصلِ گل بھی جا چکی آکر	یہ نخلِ آرزو کیا جانے کس موسم میں بھٹتا ہے
نٹے وصل کا وعدہ نہ کیجے خیر کیا ڈر ہے	مگر یہ بھی سمجھ لیجے کہ ہونا ہو کے مناسب
سہِ جھل یہ کیا تاؤ نامز کن انکھیں سے	یہ کیسی بکلیاں گرتی ہیں خنجر کس پتہ پہ
بھڑوی بے باکیاں بہلی ہی دکھانے لگے	پھر مجھے چھیڑا تھوڑے میں مے آنے لگے

(بارق) مرزا مظفر حسین بیگ نام ہے۔ مرزا صفدر علی بیگ رسانیہ ازبکستان کے صاحبزادے ہیں۔ خود بھی فوجی ملازم رہ چکے ہیں۔ اصل میں ضلع علی گڑھ کے رہنے والے ہیں مگر اب عرصہ دراز سے حیدرآباد دکن میں مقیم اور قلعہ گول کٹھہ کے مدرسہ میں فی سی کے مدرس ہیں۔ امامیہ مذہب سے۔ اہل و عیال کے جھگڑے سے آزاد اور تق تمامہ مزاج میں دارنگی اور بے تکلفی مد سے بڑھی ہوئی ہے۔ طبیعت میں سپاسیانہ جوش و خروش پایا جاتا ہے ساتھ ہی شوخ طبعی بذلِ سخی سے ہر دل عزیز اور بارشاطر ہیں۔ بچاس برس کے قریب عمر ہے۔ فنِ سخن میں حضرت داغ دہلوی سے مستفید اور اُن کے عقیدت مند شاگردوں میں ہیں۔ حضرت

واغ بھی ان پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے کلام میں شوخی - صفائی - پختگی - جدت - روانی - سب کچھ موجود ہے جیسا کلام مندرجہ سے ظاہر ہے ۵

<p>یہ تو شیوہ ہے دل ربانی کا اور دعویٰ کرو خدائی کا اب ہے موقع مری دو ہائی کا باپ بیٹے کا بھائی بھائی کا</p>	<p>شکوہ بجا ہے بے وفائی کا سب میں مشہور ہو گئے کافر حشر میں ہے خدا بھی وہ بت بھی کیا زانہ ہے یہ کر ہے دشمن</p>
<p>سچ یہ ہے کہ بھرتے ہی کو بھرتا ہے خدا اور تیغ نگہ نما زکا ایک وار لگا اور مجھ نامشروع یکس کا نہیں تیرے سوا اور لاؤ کوئی صاف سنھرا پاک برق دکھیں دنک ہیں مذہب مرا شیخ و برہمن کھیں لوگ ہنستے ہیں تمہاری میری ان بن دکھیں تری فریادیوں کے آجکل تو بول بائے ہیں کہ وہ تو گالیاں دے کر دماغ لینے والے ہیں یہ سارے عہد و جاں آپ کے چلے حوالے ہیں ہمارے دیکھے بھالے ہیں وہ جیسے چھو بھالے وہ کب مرنے سے ڈرتے ہیں جو تیرے نوالے ہیں اس بہانے ہی سے آجائے جو موت آتی ہے اس کو منظور تو جنت کی ہو اکھائی ہے گر قیامت تک سلامت ہم ہے کیا تم یہ خدا ہو کے میں مرجاؤں ابھی سے</p>	<p>اس حسن پہ بھی اُس کو دئے ناز و داد اور بسل میں ہے گرجاں تو بچر دیکھنا کیا ہے ساتھ اس بت کا فر کے خدائی ہے خدایا بہر زہا ہر سیکڑے سے لے چلیں نہ درخواب صبح کیسے میں گزرتی ہے تو شب کو دیر میں اؤ بس مل ہو اب چھوڑ دو سچ و دلال رسا گردوں نمک ہیں میں تریب عرش لے ہیں بری باتوں کا انکی بھر پڑا مانے کوئی کیونکر جو دنیا میں نہیں ملتے وہ محشر میں ملینگے کیا کبھی مطلب کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں تے یہ تم ہر بار کس کو کھینچا خنجر ڈراتے ہو غنیمت چھوڑا ہے نہ چھوڑینگے کبھی اے ناصح نیز: یا مسیحا کی دو اکیوں کھانے آپ کا وعدہ وفا ہو گا ضرور دور روز تو جینے دو جوانی میں خوشی سے</p>

طلب نہیں ہونے کبھی اسکے وہ خوشی سے رکتے کبھی ایسا نہ دنیا میں کسی سے خنجر سکرین قتل کہ تلوار سے تجھ کو دیکھی فلک پر کی جب سفلہ نوازی وصل کا کرنے ہی انگہ اُسکے اشارہ لیکن حضرت زاہد اگر دیندار ہیں شوخیوں کا دل بیتاب کی وہ قاتل ہے	دل دیتا ہے انسان اُنہیں آپ خوشی سے بگڑی ہوئی بندے کی سنوئی ہے اُسی سے میری وہ سزا پوچھتے ہیں آنہجی سے نفرت ہوئی دل کو میری ثروت طلبی سے قائم اندر رہ رہتے ہیں کس متوالے میکشوں میں کون دنیا دار ہے یہ تو بجلی ہے اسے کون کسے گا دل ہے
---	---

(بارق) حکیم بر عنایت حسین لکھنوی - زمانہ حال کے شعرا میں ہیں ۵

ماہر اشک غم ہے ایک نقشِ حسرتِ مردہ نیا ز عشق اسی نامِ مصفی کا نام ہے ایدل	قطارِ نخلِ اتم کا ہے شکِ موہائے فرگاں پر خود اپنی جان دینا اور دعویٰ نازِ جاناں پر
--	---

(بازغ) ابوالحیات محمد عبدالحی بازغ فرزند حاجی حافظ محمد حسین فارغ سابق سرگودہ فوج کو تاملی
بلدہ حیدر آباد - مرزا میر الدین گوگانی ضیاءِ ہلوی کے شاگرد اور سرکارِ نظام کے وظیفہ خوار ہیں۔

طبیعت اچھی پائی ہے۔ زبان اور بندش کا خیال رکھتے ہیں یہ شعرا مکے میں ۵

جاگزیں ہے جب سے زانوئے بتاں پر آئینہ اپنی صورت دیکھنے میں تنہ متفرق ہیں وہ نرکہ لباس کا اوجھاؤ تن پہ دستِ جنوں لحد پر میری آکے وہ کہہ رہے ہیں وہ حُسن سے ہیں مست تو ہم عشق میں بنجود لے لیجئے جو آپ کی شغورِ نظر ہے	ہو گیا ہے روکشِ خورشیدِ خادر آئینہ آئینے کے سامنے بیٹھے ہیں بنگر آئینہ کیا ہے چاک گرِ بیاں تو بچھاڑو ہن بھی کسی کی خبر بھی ہے لے سولے والے پر وائے دو عالم اُدھر ہے نہ اُدھر ہے یہ جان یہ ایمان ہے یہ دل یہ جگر ہے
--	---

(باسط) غنشی سید باسط علی صاحب انکے والد کا نام سید محمد علی تھا آپ رمضان ۱۲۹۹ھ
کو پیدا ہوئے۔ نخطوار ضلع بارہ بنگی کے متوطن ہیں۔ ۱۵۔ سال کی عمر سے شعر گوئی کا شوق ہے

آجکل ریاست بھٹوانہ ضلع سینا پور میں راجہ صاحب کے شتر دار ہیں۔ اوائل میں چند غولیں منشی علی محمد صاحب آدم کو دکھائیں پھر حضرت داغ سے رجوع لائے یہ کلام ہے ۵

سب کو آنے کا حناد یاد کچھ ایسا ہوگا
ہیں تو اپنے ہی جینے کا اعتبار نہیں
خطا معاف مگر ہم کو اعتبار نہیں
دیکھی نہ کبھی تیج بندھی تیری کہ میں
تاریک شب در زخے مجنوں کی نظریں
داغ ایسے ہیں صد امرے اتنے سے جگہیں
صبح قیامت آج شب انتظار میں
خوں میں دکھیں ترے رنگِ فاجر کہ نہیں
بیکسی بڑھ کے بتا دیتی ہے تربت میری

مجھے کیا پوچھتے جھشہ کے دن کیا ہوگا
کیسے وعدہ فردا پر صبر کیا معنی
کرد و قرب کے منے سے تم ہزار نہیں
بسل تو بیزاروں ہی ترے آنے نظر میں
فرقت میں یہیلی کے تصور کا تھا عالم
اے پر فلک شمس و قمر پر ہے تجھے ناز
وہ آتے ہی رہے شب وعدہ کہ گہنی
کہتے ہیں قتل کیا اس لئے ہنسنے تجھ کو
آنکھتے ہیں وہ جب گور غریباں کی طر

(باطن) یکم بر مقرب الدین مولف تذکرہ گلستانِ بختیاں و شکارِ نظیر الکبریا دی
آپ نے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے تذکرہ گلشنِ بیمار کے جواب میں یہ تذکرہ لکھا مگر
افسوس کہ وہ بھی اُن عیوب اور نقائص سے پاک نہیں نکلا جو انہوں نے شیفتہ مرحوم کے
تذکرہ میں نکالے تھے۔ آپ میاں کالے صاحب دہلوی کے مرید تھے۔ دیوان اور نثر
غیر دلربا ان کی یادگار ہیں۔ انتخاب کلام درج ذیل ہے ۵

ملک الموت میرے حق میں سبھا آیا
پردہ نشین تھے آپ تو پردہ کماں نہ تھا
دجلے پہ پائے ہوں طلث بڑھے یہ دشتِ غالب
شورشِ ہنگامِ حشر ہمارے دل میں ہے
کماں ادنیٰ کماں موسیٰ کماں کی ہن ترائی ہے

جی گیارنے سے مرنے نے جلایا مجھ کو
آنکھوں میں رہتے دلیں جگر کرتے بے حجاب
میرے در سے خالقِ انور جاں جو بل توں میں طلب
ضبط کے معنی ہیں یہ کرتے نہیں ہم منہ سے اُف
ہر اک جانب ظہورِ نور روئے یار جانی ہے

باطن

(باقر) میرزا قمر علی ولد میر علی حسین - یکم نومبر خاں وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ صمد اجماعیہ ننگہ کے زمانہ میں مدت تک لاہور اور اطراف پنجاب میں رہے۔ شعر و سخن کی طرف طبیعت مائل تھی اور اچھا کہتے تھے اُن کا کلام یہ ہے ۵

تھی بلا سے کسی کو اگر انتفا رہا	بچھے تو مشغلہ غیر اسے رہا تا صبح
یہ ہی نہ اُن کے نہ وعدہ کا اعتبار رہا	اگر وہ شب کو نہ آئے تو کیا کیا ہم نے
اگر ذرا ہمیں دل پس کچھ اختیار رہا	پکھا مٹنے بجھے نازک مزا جیوں کا مزا

(باقر) اعتقاد الدولہ سپہ محمد باقر علی خاں برادر خرد ذوالفقار الدولہ ولید محمد تقی علی خاں شاگرد مرزا مظفر علی ہنر و احمد علی شاہ کے زیر سایہ قیام برج (کلکتہ) میں رہتے تھے۔ تذکرہ سخن شعرا کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔ صاحب دیوان ہیں اشعار ذیل انکی فکر کا نتیجہ ہیں ۵

صبح کے ہوتے ہی ہوتے اُن میں کچھ نہ تھا	خاک پروانوں کی تھی بس اور لگن میں کچھ نہ تھا
جواب لاکھ بڑے آسمان نہیں ہوتا بد	کسی طرح نہ بد کم ظرف ہو گئے عالی ظرف
سوا اسکے وصال یا کی تدبیر کیا کرتا	نہ مرتا عشق میں تو عاشق و گیسر کیا کرتا
مغنیہ بیکر در دہراک استخوان میں کیا	نیش غم نے اس قدر رگ گیس میں کیا کنش
مٹ گیا سنگ در چٹان سے خطا نقد کا	جیہ سانی کی بہاں تک استانب یا پر

(باقر) نواب محمد باقر خاں لکھنؤی - خلف نواب ظہیر الدولہ غلام محیی خاں بھادور پور محمد علی شاہ بادشاہ اودھ - کشمیری الاصل اور لکھنؤ کے رئیس تھے - خواجہ وزیر سے فرزند غیر ہیں مشورہ کیا کرتے تھے - بعد غدر انتقال کیا ۵

ہو گئی صلح جو اک بار لڑائی انکھیں	غیر کے کہنے سے گو اُس نے پڑا مڑا نکھیں
یار نے چین جبیں ہو کے دکھائیں انکھیں	ہوئے چشم کبھی بنے جو انگا ہاتھ

(باقر) باقر خاں ولد عباس خاں رام پوری - شاگرد مرزا حسین علی خاں شادوان تذکرہ انتخاب یادگار کی ترتیب کے وقت ان کی عمر ۲۴ سال کی تھی - یہ چار شعر انکے ہیں ۵

آہ اکابر ہستی کی ہجر میں روزِ نازل
عطر اُگیں ہے ہر اک جھونکا صبا کا بھینسا
چلے جو اپنے سائے سے بھی بچ کر بند
قبر میں کشتہ زخماں کا کیسا جی بھلے

رنگ تیرا ہو گیا اُس روز سے افلاک کا
اُس نے زلفیں کھول کر شاید کیا ہے شاد آج
وہ ظالم کیا کسی کا آشنا ہو
چاہے روزِ نئی ایک قیامت ہم کو

(باقر) باقر علی خاں ولدا محمد علی خاں - خویش سجاں علی خاں کبوتر لکھنؤی - شعر و سخن کی
طرف مائل تھے۔ مگر رعایت لفظی کے ولادہ معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی شعر اس الزہم سے
خالی نہیں چار پانچ شعر انتخاباً ہدیہ ناظرین ہیں۔

باقر

حادثہ جو کیوں نہ صورتِ عالم ترادہن
لے بحرِ حسن دانت ہیں ملکِ گہ ترے
آگے تو کالی دے کے زبانِ خوب صاف تھی
باقرِ ریاضِ شہ میں جو مرغن کی ہے طلب

لب بھی نئے نئے ہیں ترے اور نیا دہن
سو جیں ہیں گال لب سے جاب آشتادہن
اب مُنہ چڑا کے بگڑا ہے کیا آپ کا دہن
دا کر نسا نجبہ میں بہرِ عدا دہن

(باقر) اسم نامعلوم۔ مجموعہ عشاق مولفہ منشی محمد اسماعیل قاسمی میں چند غزلیں نظر سے گزریں
انکا انتخاب درج ذیل ہے۔

باقر

کلیجہ تھامے ہاتھوں سے مرے کھرور آگے
تھھاری دید کی حسرت میں دیکھو جانِ جاہلی
شکلِ تصویرِ بوخارِ ہوشِ ناستہ کیا ہے

کسیدن نوٹو کھلائے گا اندوہ و غم اپنا
گھٹی رہ جائیگی آنکھیں نکل جائیگا دم اپنا
بیٹھے بیٹھے کھینچے جاتے ہو نقشہ کیا ہے

(باقی) راجہ گردھاری پرشاد معروف بہ محبوب نواز دت راجہ منشی بہادر مغفور۔ آپ
قوم کے کاہستہ سکینہ اور راجہ زہری پرشاد و خلت راجہ سوامی پرشاد کے فرزند تھے۔
سکرت اور فارسی سے بخوبی ماہر اور کسیتدر عربی سے بھی بہرہ ور تھے۔ آپ سلطنت
اصغیہ کے ایک ممتاز رکن جاگیر دار اور جنو نظام کے سچے خیر خواہ تھے فوج، قاعدہ دولت و منصب
کے شہر دار اور دفتر خانامانی کے منتر تھے۔ حضور نظام کے مزاج میں آپ کو ایک خاص

باقی

رسوخ حاصل تھا اور اکثر سفر و حضر میں اُنکے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ شاہی تقریروں اور دربار کا اختتام بھی آپ ہی کے سپرد ہوا کرتا تھا۔ آپ کو شعر و سخن سے دلی رغبت تھی۔ فارسی خوب کہتے تھے۔ فرین سخن کے علاوہ اور ارباب کمال کے بڑے قدردان تھے چنانچہ نواب ضعیف الملک مرزا داغ دہلوی کے ابتدائی قیام میں اُنکے بڑے مدد و معاون رہے۔ ۱۲۱۱ھ میں جناب باقی کے دو صاحبزادے (جنہیں سے ایک ۲۵ برس کا نوجوان تھا) یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے۔ ۱۲۱۶ھ میں آپ کا اُردو دیوان موسوم بہ بقاے باقی فنی دوار کا پڑنا افق کے اہتمام سے چھپا تھا اُسکا انتخاب درج ذیل ہے۔ بھاگوٹ فارسی۔ کیشتونامہ۔ کلیات یادگار باقی۔ تصانیف باقی۔ پرنس نامہ وغیرہ۔ ۱۵-۱۶۔ رسالہ آبکی تصنیف سے ہیں۔ اُنکے علاوہ دو صغیر سن لڑکے آپ نے یادگار چھوڑے۔ ۴۰ برس کی عمر بابر سنہ ۱۹۰۰ء میں عالم کو سدھارے

اپنے سے جدا خدا کو سمجھا	باقی دیکھا شعور تیرا
چشم بلب سے بنا دمرے مرقد کا غلاف آہ نالے سے نہ نکلا کچھ کام بند یار کا پاؤں تو عالم کا وہں سودوتا دل عاشق کے یہ سو گزے کسافسے ہوتے یوں تو ہونے کو ہزاروں ہی نئے عاشق ہیں جامہ زیبوں کی لنگ ان میں کہاں باپا لفظ بلسل جائے بسم اللہ تھا تیرا سبق دیکھتے تھے کہ کشرارت سے پرشہ کیا کرتا موت آئی ترے عاشق کی بڑی بڑی ہوئی	جس میں سب جانیں کہ عاشق تھا کسی گلہ رو کا آسمان تک اسے پہنچا دیکھا کاشکے میں بھی دربار کا تہجر ہوتا تیغ ابرو میں جو غمزے کا نہ جو ہر ہوتا باقی اک بندہ دیرین دکن ہے اُنکا تو نے غنچوں کے نئے کو جمع دماں کر دیا تو نے کتب ہی میں پہلے خوں کیا اُستاد کا کرا جل سے بہنوئی تو بشار کیا کرتا مرض عشق ابھی کس کو خبر کیا کرتا
میرے زخموں سے جو پھلا اُترا بات میں پیر جواں ہوتا ہے	بن گیا پنبہ منا نئے شراب زاہد دیکھ تماشا نئے شراب

<p>ہائے غم۔ ہائے سبواے شراب میری آنکھیں ہیں پاک ہے نگہٹ</p>	<p>کہ رہا ہے دل تیرا شراب پتلیاں بھرتی رہتی ہیں آنسو</p>
<p>کہ جائے شمع شعلہ طور کا ہے میرے مدفن پر طاقت پر داز کبے ہیں کسے درکار پر</p>	<p>رفیقو جاں دی ہے مرنے کے روبرو روشن پر شوق سے کرتے مرے صیاد یہ دوچار پر</p>
<p>اپنے مشت غبار پر ہوں غش</p>	<p>نہسواروں کا چھویدا سن</p>
<p>شمع سیارے ستارے شب وچور چراغ تصویر بنا ہے تری تصویر کا مشتاق یاروں کی کشتی پہنچی ہے ساحل کے متصل ہے جدا نہیں ہے خدا اور خدا سے ہم میں تجھے یاد کیا کرتا ہوں پ گل شاداب کا پھولا ہے چمن پانی میں جو نیشکر کے جدا بند بند کرتے ہیں من و ماچھوڑ چکا ہوں کہوں کیونکر میں ہوں ہوئی شمشیر نہ گھبراتے سر پر میں ہوں کہتے بت کہتے ہیں اور کہتے خدا کہتے ہیں وہ جو عارف ہیں فنا ہی کو بقا کہتے ہیں کفر دایاں کو بڑا اور بھلا کہتے ہیں جو کہ دو دن سے بری ہوا سے کیا کہتے ہیں کیا قباحت ہے کہ عاشق کو ہیں شکل درون</p>	<p>کاٹے کھاتے ہیں غم بحر ضم میں باقی قدرت نہیں جھپکے دلفنسا رہ کبھی آنکھ لٹون سے بحر غم کے ہیں باقی ہیں ہلاک دریا سے موج موج سے دریا نہیں الگ تو نے مجھ کو جو بھلا یا تو کیا عارض یا نہیں عکس نگن پانی میں کیسے ہے لب شیریں کی ہمیں کی سزا سب وہی وہ ہے کہاں میں ہوں کسے پوچھتے نیچاں خنجر قاتل سے میں تر پا جس دم تو بھی سنتا ہے کہ یہ سب تجھے کیا کہتے ہیں جیتے جی مگر گیا جو زندہ جسا دید ہوا دوستو پیٹنے یہ مانا کہ شریعت والے لیکن ازراہ طریقت ہے مرا سبے سوال چھوڑنا عشق کا آسان ہے نکرنا آسان</p>
<p>کیوں پانی سے گھر ہمارا ہے ہو کیوں سیم تو تیار ہے ہو</p>	<p>دل میں تو لگی ہے آگ اشکو معلوم ہے زر گری تھماری</p>

دیوانے ہو غل مجاہد ہے ہو	استا ہے تمھاری کون باقی
<p>جو رکی طرح سے کہتے ہیں خریدار کے ہاتھ پھیلے ہیں جکے لئے مفلس و زردار کے ہاتھ ہم تھے سنگ در دلدار تھا پیشانی تھی منے گل رنگ صراحی میں تری پانی تھی نہ سخن گوئی تھی ایسی نہ زباں دانی تھی یاں سامری کا جادو چلتا نہیں ہے کوئی + شمع رخ کو شمع تربت کیجئے جب کما دم توڑتا ہوں میں کہاں توڑنے خیمہ رہ پوچی نوبت تلوار چلتے چلتے چھتے دامن سے مدد قیس سے لیل امن ملے مثل ہے گھر کے بھیدی سے خطر ہے داغ دل میں داغ میں نامور ہے کیوں تو پوتا ہے یہ اپنے لئے داغ کانٹے مہر باں نیچے سے اوپر دیکھئے مے پرستی خدا پرستی ہے + ہوا ہے داغ دل روشن چراغ طور کے بدلے</p>	<p>رسم بازار محبت کی نرالی دیکھی + حسن و وہ نہیں ہے بازار جہاں میں باقی کعبہ دیر میں تھے شیخ و برہمن مرکوب یا جب تک کہ نہ تھا ٹھنڈی نمی ٹھنڈی سانی حضرت فیض کا سب فیض ہے باقی پہلے جنوں میں تری کیا کیا فتنے بھرے پونے ہیں اپنے کشتے کی زیارت کیجئے نزع تک بھی اسکی بلے پڑائیاں باقی ہیں مڑگاں کا ذکر آیا ابرو کے عاشقوں میں تمھارے حسن کا افسانہ گھر مشہور عالم ہو مجھے انکوں سے رسوائی کا ڈر ہے کیک زبوں حال دل ربخوڑ ہے اسکی مڑگاں کا تصور نکرے دل زہنار ماہ نو جھکتا ہے خبر سے کے لئے مست و مجذوب میں نہیں کچھ خسرت صنم کا نور دیکھا ہے خدا کے نور کے بدلے</p>

بالا

(بالا) سید رحم رسول عرف بالائیاں - ولد سید جمال علی عرف کومیاں پرستار زادہ
سید شاہ نجات الدہاوردی مشائخہ ہجری میں پیدا ہوئے - فن تاج گونی میں عجیب و غریب
ملکہ حاصل تھا - بہت سی ایسی تاریخیں کہی ہیں جن کے مطول قطعوں میں متعدد صنعتوں
کے ساتھ بے شمار تاریخیں نکلتی ہیں - چونکہ وہ سب فارسی میں ہیں اس سبب قلم اندازی کی

لکین آپ بڑی گہری کی طرف بھی مائل تھے۔ چنانچہ اس زبان میں بھی پورا دیواں مرتب کیا تھا۔ اپنے وقت کی زبان کے موافق اچھا کہتے تھے۔ ۱۲۵۰ء ہجری میں انتقال کیا اُن کے نقلی دیواں سے کچھ اشعار انتخاباً لکھے جاتے ہیں۔

ہے نام جس لبشہ کو ورو زبان تیرا
چاہے بے قتل مجھ سے جو تو خیر خواہ کا
اپنی جھانی سے ہیں بھی تو کبھی جان لگا
تیرا ساتھ اک کلیجے پہ مرے آن لگا
سومری قسمت میں وہ بھی بے اثر پیدا ہوا
یہ نوا جی کو مرے اک نوحہ گر پیدا ہوا
مر جھائے داغ ایک تو خنداں ہے دوسرا
موجود زخم پر دوسری پیکاں ہے دوسرا
بھاتے تھے ہم جسے اُسے بھاتا ہے دوسرا
ضبط ایک کو کروں تو ستانا ہے دوسرا
لینا ہو لو نہیں لئے جاتا ہے دوسرا
بوسہ بھی دو تو دل سے کرتے ہیں جاں لگا
تو بھی جلد اب قدم ہیاں سے اٹھا
لکنا ہی نہیں جی کسی عنوان سے اپنا
تجربہ بن یہ خسانہ دل ویراں ہے ہمارا
روٹھو نہ جسے اسیں نقصاں ہے ہمارا
نیرا تو مصحفِ رواہان ہے ہمارا
جو میں پاسے دم پا بوس مرا ہاتھ لگا

پھر اُس کو دو جہاں میں کس چیز کی ہے
معاذِ کچھ تو ہو میں کیا کیا ترا گستاہ
تو جو غیروں کو گلے لے ہے ہر اک ان لگا
کیا کہوں دیکھنا اُسکا وہ نظر بھر کے آہ
نالہ عشاق میں سنتے تھے اک تاثیر ہے
ہائے سن نالہ مرا بوسے وہ کل کس پیار سے
دل سا تو کم جہاں میں گستاں ہے دوسرا
کیا ظلم ہے کہ دل پہ ادھر لگ چکا خدنگ
اب غم ہیں فلک یہ دکھاتا ہے دوسرا
نالہاں ہوں درد و غم کے میں ہاتھوں ہتھکڑ
دیتے ہیں اب تو ایک ہی بوسہ پر دل کو ہم
باتیں یہ میٹھی میٹھی ہم کچھ نہیں سمجھتے
یار جو تجھے سوچل بسے بالا پہ
دل جب سے لگا اُس بتِ ناداں سے اپنا
آباد کر قدم سے اپنے کبھی تو پیار سے
جی تک جو چاہو لے لو دیں میں تمہیں گر
نب چہ سننے سے کیوں تو ہوتا ہے یار ناخوش
کیا ہی طالع ہیں بُرے اپنی کل اس شوخ کلاہ

<p>وہ ہیں کیا کتا ہے جاب تو تجھے چھوڑ دیا لوگ کشتہ کو ترے دیکھ لئے جاتے ہیں جی اٹھوں کیا ہے تعجب وہ دم آخر بھی دی ہے ہر گل کو صبا میں ہے یہ تاثیر کھلا سیر ہوتا ہی نہیں لذت دلدار سے دل آپ بیکل ہے رکھے جو مجھے نت کل کل میں دیکھ بے رحم وہ یوں کتا ہے کریہ کو مرے عید قرباں میں نہ کیوں اپنا گلگا کاٹوں میں دو سرا دل جو تو مانگے ہے کہاں سے تجھے دوں ہے یہ وہ چشم کہ تنہا نہ زیں جاوے ڈوب</p>	<p>مارہی ڈالوں گا کبھو پھر جو ترا ہاتھ لگا + دو قدم اُس کو موئے پر تو جھسا ہاتھ لگا دیوے بالا مرے تن جو ذرا ہاتھ لگا + غیبے دل نہ مرا پر کسی تیرے سیر کھلا جانے دی عشق نے کیسی اسے اکیر کھلا جی میں ہے نہ غمروں دل کو کسی تیرے کھلا پر گیا ہے ترے کیا دیدہ تر میں تنکا + اُسے پڑا تھا مجھے فوج کو - پر چھوڑ دیا ایک دل تھا سو میں صدقے ترے کر چھوڑ دیا ملک جو روؤں بند عرش بریں جاوے ڈوبا</p>
<p>شام دیکھو نہ تم سے صاحب کتا ہے مجھے آئے شیطاں کی صورت غم سے ہے اب تو یہ بیمار کچھ پوچھو مرت بی طرح کچھ بھڑکتی ہے آتش جگر میں آج نامبر تو ہی تھا کچھ اُسکے ہماں آنے کی طرح سیکے لے بیل تو پروانے سے مر جانے کی طرح میرے جو حال سے ہو وہ غم کسی طرح یوں لگا کہنے وہ کہہ رہا بت عیار سنج چچ بناؤ تھے یہ پائیں کہاں دینا سنج ہو کسی پر نہ کوئی شفیقت نامیر سے بعد بولاشا باش بڑا نام کیا میر سے بعد</p>	<p>بے دھڑک بال کھولے ٹکڑے ہو کیا جی کو خوش آتا ہے کہ جس وقت منہ پر کیا کہیں حال دل زار کچھ پوچھو مست تھتے نہ انکب غوں میں نہ مٹا ہے سوزِ دل نامہ و شوق و پیام و عجز سب کچھ کر چکے جو جدائی میں جنے بن یا وہ عاشق نہیں بے اختیار محب کو ابھی چاہنے لگے کیا غضب ہے دیکھ کل چھاتی پریرے زخمِ گل خون چوری کر کے بیٹھے ہو کہیں مارے بخاؤ لاشیں دیو مری لگا در جاناں پے ہزار قیس بھی چونک پڑا سنے مرا شوخ جنوں</p>

<p>میں دیکھنا تو اُسے ہوں پر خشک آتا ہے یہی ہے جی میں کو کو نہ دیکھنے واں تجھے ملاؤں کس طرح گل سے دل پر داغ لگائیں ہزاروں نیک و بداد صرا دھرے آتے جاتے ہیں صبا کیا دل میں گزرا کر دیا آتے ہی شب کو جس شب نہیں آتا وہ بیاں وعدہ گسٹے</p>	<p>کہ خود نظر ہی نہ میری کہیں رڑائے نظر رکھوں میں آنکھوں کے بھیتر تجھے بجائے نظر یہ گلہ سہ بنایا ہے غم کے داغ سہ بہ کر یہ کیوں نہتا ہے میخانہ پیش شبہ امتداد کر رکھتا تھا بغیر مغنیہ کو شبنم نے جو تہہ کر قسمت سے وہ شب بھی مری پر چکا ہے کچھ اور</p>
<p>آپ کو خاک کر دیا تو بھی</p>	<p>پانی اُسکی نہ خاک پا ہرگز</p>
<p>یوں تو عشاق ہیں کہنے کو ہزاروں آیا شب اٹھائے گئے اُس بجے چو بار سے ہم غزوہ جو رو ستم کج ادائیں دکھیں پھر راجہ کا جگر پہ لگا تیر کیا کریں طالب ہیں اُس کے دیکھے جگے ہوشتہ دل جسے مانگوں ہوں عوض دیکھوں کا بوسہ جسکے لئے جاتے ہو حرم کو سو وہ تھا جہاں سے شیخ دختر رز کی خدا اس دور میں حرمت رکھے جام مئے الفت دل متا زلکا ہے ہم ایہ تک یہ کہتے ہیں سن کر نفاس مری آنکھ لگا کر جی کو گنوایا لینا ایک نہ دنیا دو عجب سچ دھج سے نکلا ہے وہ کاؤ گھر سے اربالا اُنے بیمار چڑے تو بھی نہ اُس کا فر کے</p>	<p>خاص بندے ہیں پر اُس شوخ دلا رام کے ہم رہ گئے سوئے فلک دیکھ کے ناچار سے ہم سُنی تھیں جو جو کہ تجھ میں برائیاں کھیں نقد یہ جب اُن کی گئی تیر کیا کریں لیکر یہ سیم و زر کی ہم اکیر کیا کریں ہنس کے کس پیار سے کہتا ہے یہ دستور نہیں جہنم یقیں سے دیکھو بھری ہے سار جی مبینہ معتب اور شیخ دو نو لگ ہے ہر تاک میں بیخود اسے کہتے ہیں مخمور اسے کہتے ہیں اس مقبہ رار کو کہیں یارب قرار ہو دام بلا میں دلو بھنسا یا لینا ایک نہ دنیا دو خدا کے نور کا منظر نہ دکھا ہو تو یہ دیکھو جی میں آیا یہ کبھی چل کے ذرا دیکھیں تو</p>
<p>چار دن کی بار ہے پیارے</p>	<p>حسن پر اتنا مت گمان کرو</p>

اُس کا ہی لیویں دل اور اُسی کو کریں خراب
جو صدائے تم باذنی لبِ نازنین سے نکلے
بجائے انقلاب کیلئے جو زار و دہن سے کافر
دل کیا یہ جی بھی تم پر بے قربان لیجئے
جس نام کے لئے سے ہو ہر درد کو شفا
دل دجاں دیا تجھ کو سپر بھی ہے ہے
اُس نے دشمن کو مرے عشوہ گری دکھائی
سانس ٹھنڈی نہ یہ کیوں عاشق حیران بھرے
خون سے گل ترے تو تھے تیرے دیکے چکان بھرے
ہو دے گا تراد در دِ زبان نام و ہاں بھی
کچھ پنکھا ہی پنجوڑے شمع کو آگ ترے
ہو سن کا تیرے کیوں نہ چرچا فائس کے اوپر سے نیچے
اُوپر ہے مالوس سے عشق آتش دھڑکا شکوے لڑنے بل
کوئے جاناں کا رہا جی میں جو مارے دن جانا
مرنے دم بھی تیرا تو نہ فنا کا مارے شوق کے

یہ شعر ہے میر تقی میر کا جو کہ ان کے دیوانہ میں ہے

ان ظالموں سے بھر کوئی کیسے وفا کرے
موتی امت سیجا وہیں جس نے سے نکلے
تو نہ بھر جہاں میں ہرگز کوئی اہل دیں سے نکلے
لیکن مرے کے کو ذرا مان لیجئے
نام اُس صدم کا کیونکہ نہ ہر آن لیجئے
نہ کی تو نے کچھ درد دانی ہمارے
دے مری چشم نہ کیوں غصے بھری دکھائی
راست دن در پرتے رہتے ہیں دربان بھرے
آج کیوں مجھ سے بچرے ہومر بیان بھرے
جب حسرت کو ہم حکم سے داور کے اُٹھیں گے
شمع خود تجھ پر جو پردہ لگن کو چھوڑے
کہ نا لہ و اشک اپنا گزرا فلک کے اوپر نہیں کے نیچے
کیا ہے غم نے یہ حشر پر یا فلک کے اوپر نہیں کے نیچے
رات بھر ہم خواب میں باغ ارم دکھائے
تیرے جب تک یہ ہو گردن قلم دکھائے

(محرر) شیخ اماد علی لکھنوی۔ غلٹ شیخ امام بخش۔ شاگرد رشید شیخ امام بخش ماسخ آپ کے
استاد اور استاد بھی مستند ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ تلاش اچھی۔ بندش حسبت۔ جمالات
درست یہ تمام خوبیاں ان کے کلام میں موجود ہیں۔ اور سب بڑھ کر وہ صفت جو خاص ہی خاص
شاعروں کو میسر ہوتی ہے یعنی درد۔ آپ کی عمر کا بڑا حصہ لکھنوی میں ہی گزرا مگر ہوشیافت زمانہ کے
باتوں وق اور پریشان رہے لیکن طبیعت کی جولانی بڑھاپے میں بھی جوانی کا زور و کمائی
رہی۔ آخر عمر میں نواب کلب علی خاں والی راہپور نے دستگیری فرمائی اور راہپور منسلب کر کے

فکر معیشت سے آزاد کر دیا۔ انکے کلام میں استعارہ بندی کے ساتھ ساتھ سلاست و صفائی بھی اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ کلام میں آواز و کم اور بے ساختہ پن بلا کا ہے۔ عروض میں آپ کو اچھی دستگاہ حاصل تھی۔ انکے بحر سخن سے بہت لوگ سیراب ہوئے۔ ۵۶ برس کی عمر پر کر سنسکرت میں مہانتال فرمایا۔ دیوان جسکی تدوین انکے دوست نواب سید محمد غاں زند نے کی تھی عرصہ ہوا چھپ چکا ہے۔ انتخاب زیب تذکرہ ہے ۵

<p>جسوں کے بولوں پگت بتائی جھلاوہ بکرت رآ بُرا حبلا میں ہو جانے فیصلہ دل کا عجیب بھول بھلیاں ہے مہل دل کا بیچ اُن کا کسی وقت گوارا نہوا ہم سب کے ہوئے کوئی ہمارا نہوا لاکھ کلیوں میں گزرتا ہے فقیر اللہ کا پونپے گا بھر جو ہے تمہارے نصیب کا حزام دے کو تمنائی کا ہے زندے کو صحت کا یہ ہمارے تجربہ میں ہے عمل تغیر کا قناب ہے منائے سے کہیں نام کی کا بنفص دکھلا کے مرض اپنا بتایا نہ گیا درگزر کوئے محرم سے وہ ہے رستہ اُن کا شاخ گل میں سے پر بازہ کے نکلا اُن کا رُت کے پھرتے ہی چمن زار کا تختہ اُن کا چتر پڑیں بچہ نہ بچا کسی طرح بیڑیاں پہنی ہیں اس زلف پر شیدا ہو کر</p>	<p>کبھی جو بابہ کی لہرائی تو پیش اُن کے وہ ڈوب جائی بتو خدا پر رکھو مسالہ دل کا بہک کے کوئی گیا دیر کو کوئی کہے احباب سے کوئی ہم کو پیسا را نہوا افسوس ہے دست و پا سے زور و زر سے تارک دنیا کسی ملت میں بیگانہ نہیں ہرگز نہ ترک سکے گا جو روکیں گے دو پہاڑ حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احباب میں آدمی کیا دیوتا ہے اطاعت سے مطیع صنم دل کی نہ ہو جائے گی پیسو کہ جلاؤ راز پوشی سے کبھی ہاتھ اٹھایا نہ گیا جادہ دل پر قدم مار یہ ہے سید ہی راہ باغناں میں شیدا کی ہی ہے تعذیر نہ تو وہ پھول نہ کلیاں نہ وہ سبزی نہ بہار کیا کیا نہ مجھ سے شکلی دلبروں نے کی آبرو کھوئی ہے محو رنج زیب سا ہو کر</p>
--	---

دل کو اس واسطے پلو سے جدا کرنا ہر دل	آرزو ہے کہ ملوں یا رے تنہا ہو کر
مچھوئے سلاٹیں ساتھ اپنے	ق حسرت سے یہ کہیں مسکرا کر آنکھیں تلپوں سے تو ملا کر
جبکہ فراد سے شیریں نے یہ ایک دن پوچھا کو کہن نے یہ کہا جان حقیقت تو یہ ہے ڈھادیا کو ہر مگر بس نچلا کچھ بھینچ دو بیٹے کو آگے سے دھرا نا دھو قسم کھٹوا نکلی جنہیں چاہتے ہو وصل جاناں ہو وقت وصل آپہنچا شکر کیسے میں کلبیا میں بھٹکتے نہ پھرے جان کے دشمن نہ یہ ارمان کر ظالم ہماری آج کی یہ بات یاد رکھ دو باتیں کر لوں ایک نظر دیکھ لوں سے مدت سے التفات حمرے حال پر نہیں ترسی رکھائی کے صدقے ترے تار ہو نہیں برائے جان جاؤ گے منہ پھیر لو گے معاف کیجئے ایسی خطا ہوگی کبھی	کیا بنی تجھ پہ تراشے گئے کیونکر تجھ پر نرم معلوم ہوا بھٹکوسرا سر تجھ پر سخت دیکھا نہ تیرے دل کی برابر تجھ پر منو ادھیر پیزیں چھپانے سے حاصل میرے سر کی گوشت کھانے سے حاصل وائے حسرت کہ ہیڈل کی تندا دل میں اپنے دلبر کا پست سا ہنسنے لگا یا دل میں دل لگا کر آدمی بہت سنا نہیں اتنا بھی دل جلوں کا سنا نا بھدا نہیں اسکے سوا کچھ اور میرے مدعا نہیں کچھ تو کچی ہے دل میں جو سید ہی نظر نہیں گلے سے آ کے لپٹ جا کہ بقیہ راز نہیں نہ پوچھو قسم دے کے کیا چاہتا ہوں برا کیسا تمھیں چاہا گناہ گار ہوں میں
ایک پرزے پہ لکھ کے یہ دو حرف	ق دوستو یار کو روانہ کر دو مجھ کو پیو اگر بے اند کر دو کچھ بھیجئے چھتے تو رات ہو
کبھی نہ دنیا میں چین پایا ہریشہ رخ والہ ٹھٹھٹے	جہاں کے رہنے سے ہاتھ اٹھا یا چلے عہد کو تو دم ٹھٹھا

مرا پیسے دل جگر ہاے وہ آگ بھڑکی رٹ سے شرارے
 شرابا گئی گئے خضر سے بھی طلب آبی بقا کرینگے
 نہ مانگے کہم کیا کتنا کسیکا امیں سے کیا اجارہ
 اب اپنا امیں نہیں کرارا ہوس سے دل بھٹ گیا آوار
 کبھی ہے بڑا کبھی ہے بچھو آہوئے دنیا کا کیا بھڑو
 مایوس ہو کوئی بے شرف فضل خدا سے
 بغیر انجام ہے جس کا وہ ہے خود رنگی اپنی
 صورت روح میرے دل میں گزرا سکا ہے
 یار صیاد ہے اور اسکی نظر ہے شہساز
 یکرنگ آشنائیں ہم نے پرکھ لیا
 جسکے عاشق ہیں تصور میں وہ ہر آن ہے
 بے زری کا نہیں کچھ غم یہ بڑی دولہ ہے
 محتجب شیشہ دماغ کو سمجھ کر توڑے
 میرا لہو چٹائے گا جب تک نہ تیغ کو
 شکوہ نہ کر ازل سے یہی کارخانہ ہے
 اسکی نگاہ قمر ہے اپنی نگاہ مہر
 یہ دی ہے بیکلی تو نے کہ دلیں میری کل ہے
 جوڑا کچھ اس ادا سے کھلا ہم تو مر گئے
 نکلے خزاں میں باغ سے یہ کہ کے ہمعنف
 آسائش بجا سے مسرت نہیں ہوتی
 آنکھیں نہ جینے دیں گی تیری بیوفا مجھے

فرشتے بھی لامکان بیکار سے ہواغ دیکھے وہ غم اٹھائے
 سرور میں لطیف زندگی ہو غار میں جی کے کیا کرینگے
 یہ دل تو کیا ہے جو دل نے چاہا تو جان اپنی فدا کرینگے
 کرینگے تجا نہ سے کنارہ حرم میں یا د خدا کرینگے
 ہماں کے بھولوں یہ ہونہ شیدان چاروں فیما کرینگے
 مرتے ہوئے بھی ہاتھ اٹھائے نہ دعا سے
 چلے تھے ہم کیسا کی طرف کبھی کو جانکے
 صورت نور میری آنکھوں میں گھرا سکا ہے
 میں شکار اسکا ہوں طلسم یہ جگر اسکا ہے
 منہ پر کھرے ہیں آپ مگر دل میں کھوٹے
 ہم رہیں وجد میں دل یار پہ قربان رہے
 آبرو اپنی سلامت ہے ایمان رہے
 دل نہ ٹوٹے کسی سکنش کا ذرا دھیان ہے
 قاتل کو دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے
 آج اُسکا دور ہے توکل اُسکا زمانہ ہے
 ہم اُسکے ہیں ہفت و دو ہمارا نشانہ ہے
 میں دھوکر زندگی سے ہاتھ پونہوں تیری آہل ہے
 بنفیں چھٹیں جو بال کسی کے بکھر گئے
 دیکھیں گے پھر ہمارا اگر آیت دانہ ہے
 سو جانیں اگر باؤں تو راحت نہیں ہوتی
 ان کھڑکیوں سے جہانم ہی ہے قضا مجھے

زلف کھولے ہوئے مقتل جو وہ بیکار چلے
 بھیج دے تھوڑا سا پانی اپنے اوپر وار کے
 جو رنگ ترے کشتے کی قضا آتی ہے
 بسمل ہجر سے پوچھے کوئی مرنے کی خوشی
 وہ سیجا اگر آئے تو ٹھس جہاں میں
 داغ کو کیوں نہ کلیجے سے لگائے دکھوں
 جاؤں کسی طیب کی خدمت میں کس لئے
 جان کیا چیز ہے آتی پہ نہ چو کے انسان
 اے بتو ہم تو سمجھتے تھے سیجا ہو تم
 یہی لاتا ہے خرابی ہی کرتا ہے ذلیل
 پرودہ دونی کا اٹھ گیا وحدت کی آنکھ سے
 اے ہجر قلب روح کی تغیر سر کیلے
 نقاب میں نہیں مہر جو منہ چھپائے ہوئے
 نہ پوچھو کس لئے آنسو ہیں دُہر بائے ہوئے
 کسی کے منہ سے نہ نکلا ہمارے فوج کے وقت
 خدا پناہ میں رکھے تمہاری پلکوں سے
 کو یہ قافلہ دالوں سے ہم بھی آتے ہیں
 بچا نہیں کوئی گھائل تمہارے ابرو کا
 بچھڑ گیا ہے میاں ہجر سے کون شاید
 کئی برسات تجھ اس سال بھی زیادہ دُشویوں میں
 تصور میں اک عالم بخود ہی ہے

ایک رستی میں بند ہے سارے گنگا پر چلے
 وقتِ آخرِ منہ میں پکادیں ترے بیمار کے
 دامنِ تنج سے جنت کی ہوا آتی ہے
 جان آتی ہے بدن میں کہ قضا آتی ہے
 نفسِ باز پس سے یہ صد آتی ہے
 مجھ کو اس بچھول سے خوش بوئے وفا آتی ہے
 جس نے مرض دیا وہی دیکھا تھا مجھے
 مرے بات پاتی تو حمت رہے
 بے اہل مارا خدا آنکھوں سلامت رکھے
 بادشاہی ہے اگر دل پہ حکومت رکھے
 دیکھا مجاز کو جو حقیقت کی آنکھ سے
 الطاف کی زبانِ شفقت کی آنکھ سے
 کسی غریب کا آتے ہیں اُدھکائے ہوئے
 کسی جگہ سے ہم آتے ہیں چوٹ کھائے ہوئے
 کہ ان پہ خاک نہ ڈالو یہ ہیں نہائے ہوئے
 ستم کی فوج کھڑی ہے پراہمائے ہوئے
 بڑے بجا دُشوار اقدم بڑھائے ہوئے
 یہ دو نو نیچے ہیں نہ ہر کے بچھائے ہوئے
 ادھر ادھر بڑے پھرتے ہیں تھلائے ہوئے
 خبر ہو نہیں بادل کہ ہر آنے لے ہر پر سے
 خبر یہ نہیں ہوگی میں ہوں کہ تو ہے

بخت

(بخت) یکم قیام الدین جو پوری شاگرد امیر بنائی۔ پہلے فکر تخلص تھا۔ جو پور سے ایک رسالہ بھی آپ نے شائع کیا تھا۔ مذاق سخن اچھا ہے۔ کلام ملاحظہ ہو ۵

گرائی بجلی جو اسے جھج ٹوٹ پڑ تو بھی	اُنٹھانہ رکھ کوئی بیلاد آئیں کے لئے
چڑ ہے جو ابرو سی پُر غم نظر ہے سیدی	یہ تیر خوب ہی موزوں ہے اس کا کھلے
ایک بوسہ مانگتے ہو دل	کبھی سودا کوئی لیا بھی ہے

بخت

(بخت) منشی سید امیر حیدر صاحب بخت خلف الصدق میر صادق حسین پٹنہ باشندہ اگر ہر رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے نو مشت نوجوان ہیں مشت سخن جاری رہی تو اچھا کہنے لگیں گے۔ کلام حاضر ہے ۵

شب و عدہ صدف ہی لگانا کسی کا	نہ آنے کی خاطر بہانہ کسی کا
کچھ اچھا نہیں ہے ستا کسی کا	بڑا ہوتا ہے دل دکھنا کسی کا
جوائے تو کیا دی تسلی کسی کو	برابر ہے آنا نہ آنا کسی کا
بدلتے ہو بوتل تم آنکھ پل میں	بھروسہ کیا تمہاری دوستی کا
گلا ہم تیغ سے خود کاٹ لینگے	مری جاں کام اُنکا ہے کسی کا

راز اُسکے عشق کا عالم میں افشا ہو گیا	میں تو رسوا ہو چکا تھا وہ بھی رسوا ہو گیا
مر گیا عاشق تمہارا بائی سنہ مانگی مراد	دل میں خوش ہو تو تمہارا اب تو جاں ہو گیا
کیا نوید جاں فدا تھی تیرے آنکی خبر	یک بیک حال مر بیض عشق اچھا ہو گیا
بے یانگی سے غم کریں کیا اہل قناعت	رکھتے ہیں نظر سوائے خدا اہل قناعت
رہنے ہیں غنی نقص کی دولت سے ہمیشہ	خواب میں نہیں دولت کے ذرا اہل قناعت

نہیں مطلب نکلتا راستی سے	غلط کلذیب باطل فخر جھوٹ
کسی کو راست گوئی میں مزا ہے	کسی کے واسطے راحت فزا جھوٹ
جھپٹا لو چاہے آج لے کا ذبو تم	پچھنے کا کس طرح روز جزا جھوٹ

عمود قارہم یہ مریں تب تو لطفت ہے وائے قسمت کب عبادت کیلئے آیا ہے دیکھئے تو دل کے خون بسل کا اپنے ہاتھ میں	یہ بات کیا کہ ہم مریں غنود قارہ پر جبکہ ہمارے محبت میں رہا کچھ بھی نہیں اسکے آگے شوخی رنگ خاک کچھ بھی نہیں
پانی بیگانگی بگاڑ نہ میں	کوئی اپنا نہیں زمانے میں
بچا کر دامن اپنا آج بسمل سے نکل جاؤ جگہ دوں خاندہ دل میں بچاؤں ہر قدم نہیں یہ کیا کہتے ہو تم سے بخت ہو سکتا ہے گشتہ اندازہ گرفتہ محشر نہ رہو	کس جاؤ گے تم دامن بچاؤ کھین مشرب خاندہ دن تو دکھائے قدم ڈرے گھریں مقدور یہ نہیں اپنا کہ جو بھر جائے دم بھر میں شوخی تو دیکھو بیٹھے ہیں کیسے غریب سے
(بخشی) میر محمد علی نام اور درویش لا حیدر آباد دکن جائے قیام ہے مرزا سالک دہلوی سے فیض بخشی پایا ہے یہ ایک کلام ہے	
دل عاشق کا اب حسد ا حافظ	شوق ہے اُن کو کو لربانی کا
کیا جا کے ماں ہوا ہوں خجل اضطراب میں رہا بھی ہو کے کرینگے نہ قصد جانے کا	وہ پوچھتے ہیں قصد کہ مر ہے جناب کا قفص میں لطفت لاہم کو آشیانے کا
ذکر حوران دہر کرد اعظا نہ کیجے مجھے دیکھ کر آنکھ نیچی پ عجب شبِ جفت میں بخشی نے ہی جا	چھوڑ روز شمار کی باتیں کوئی تاڑے گا زمانہ بُرا ہے ملاہٹے جسکو نہ دو گز کفن بھی
(بخشی) فشی خاکسار حسین نام - سلطان پور ضلع اودھ کے رہنے والے اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں نثر سخن کرتے ہیں - کلام سے پایا جاتا ہے کہ قفن طبع کے طور پر یا جذباتِ دل سے مجبور ہو کر شعر کہتے ہوئے اس فن کی طرف کچھ خاص توجہ نہیں معلوم ہوتی مختصر سے دردِ یان بھی شایع کر چکے ہیں - بھر حال یہ ایک کلام ہے	
ہر باغ میں گلزار ہمارا نظر آیا	مبیل میں دہی یار ہمارا نظر آیا

<p>عجب نام خدا محبوب ہے وہ جب تک اس دہرائی میں ہے</p>	<p>خدا جس پر مری جاں سرسبز ہے بے خبر ہم زندگانی میں رہے</p>
<p>(بدر) میرزا بلاتی گورگانی - خلف شاہزادہ مرزا نصیر الدین شاہ گردن پیارے رفعت جوان زبیا شائل و خوش اخلاق تھے - شعر و سخن کی طرف طبیعت نائل تھی کلام ملاحظہ ہو ۵</p>	
<p>سُن لینا ایک دن کہ اسے غم نے کھالیا اسے بدر گاہ گاہ ہے اب تک تو دردِ دل اک کشتی طوفان زدہ گردوں کو بنایا کتا دہی ہے اور محبت توں سے کر گھٹا نہ خاک ہوئے پھر بھی کچھ وقار اپنا اپنی ہی پریشانی کا ختم وہ ہنگامہ سب</p>	<p>غم کھائے گا یونیس جو یہ غمخوار آپ کا پڑے کہیں نہ طول یہ آزار آپ کا اسد گرے میرے اس دیدہ تر کا کتا ہوں جس سے حال دل بقیہ دار کا ہمیشہ دشمن صبا پر ہا غبار اپنا گر قیامت میں ہمارے حال کا دفتر کھلا</p>
<p>گھر بھی قسمت کے تری گھر کی برا بر نہوا</p>	<p>تو نہ اتاری آواز تو آیا کرتی بہ</p>
<p>در بدر مجھ کو لئے پھرتی ہے دشتِ دل کی وہ لب اور ان سے مجھ کو ملانے کی آرزو میں اگر جاؤں تو نکلے مطلب لکچر نیچر کیا ڈر ہے جو چرخِ ستم ایجاد غضب ہے جادو ہے نگہِ غمہ ستم جالِ قیامت چارہ گر کھینچ لے اس دل کو بھی پکان کے ست</p>	<p>گا ہے گاہے نیر کے کوچ میں بھی جانا ہوں جن کو دعا بھی دوں تو کہیں یوں کہہ کہیں میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے اپنی بھی یہ آہ دل ناستا و غضب ہے اندازِ تیرا قمر ہے بیدار و غضب ہے گر ہی دل ہے تو دل بھی نہیں درکار مجھے</p>
<p>(بدر) نواب مرزا ہدایت علی خاں - نیرۃ نواب مستقیم الدہلوی رحمہ فرورغ لکھنوی کے شاگردِ حیدر آباد میں مقیم ہیں ۵</p>	
<p>شبِ وصل میں اُسے کیا کیا ہوتے تھے وہ ناز و نیازِ محبت کی باتیں</p>	<p>گزناسی کا مناتا سیکا وہ تیغ اُٹھتے ہی سرِ مچھانکا سیکا</p>

وفا کی جس میں ہو نوہ ادا نہیں آتی کس طرح سینہ سے اٹکے گائے کوئی	لگاؤٹ آپ کو اسے دلر با نہیں آتی دل کو بچیں کئے دیتا ہے جو کئی بچا
بدر (منشی سید امیر حسن آردی حضرت صفیر ملگرامی کے شاگردوں میں نامور ہیں۔ اور یہ اُن کا کلام ہے۔)	
محفل سے اپنی غیر کو تم نے اُٹھا دیا کس کافسانہ کہہ کے اجل نے مٹا دیا	تاخیر بارے اتنی تو دکھلائی یار نے اے خفقان خاک سناؤ تو کچھ مجھے
جہاں ہو گا زیر و زبر دیکھ لینا بتا دے گا دردِ جگر دیکھ لینا جب جو دم غم سے گھبراتی ہے روح توبہ کا اعتبار نہیں کچھ شبابیں میں دل لگا کے اپہٹنا کس عذاب میں انی برجی کی سینے میں گڑھی ہے	افغاں کا ہم ساری اثر دیکھ لینا نشاں دل کا اُٹھ اُٹھ کے تیر نظر نام تیرا لے کے چلائی ہے روح بیانِ یار کی طرح ٹوٹے گی لاکھ بار رودنا نامِ شب سے تڑپنا نامِ دن خلسِ نوکِ مزہ کی کچھ نہ پوچھو
بدر (منشی سید مصطفیٰ حسین عزیز و تلمیذ شبیر حسین نسیم بھرت پوری ارشد تلامذہ حضرت داغ جم قصبہ پسر سردیاست بھرت پور انکا وطن ہے گریہ خود کو روکنے ابا و اجداد بوجہ روزگار خاص بھرت پور ہی میں عرصہ سے قیام رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء سال پیدائش ہے عنوانِ شہادت ۱۹۹۷ء سے جناب نسیم کے فیضانِ صحبت سے شریعت کئے گئے حکمات میں محافظہ فتر ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے فکرِ سخن کا کم اتفاق ہوتا ہے تاہم خوش فکر ہونے میں شبہ نہیں۔ کلام مرسلہ کا انتخاب درج ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو۔)	
رحمت ہے شاد و جگہ گنہ گار دیکھ کر لینا بادل تو اسے نگہ یار دیکھ کر	میں روزِ شہرِ شریکِ عیال سے غل اچھے بُرے کا فرق رہے بزمِ غم میں
اُن سے کچھ اپنا عہدِ مہل کریں	کوئی موقعِ محل ہو کر اسے بدر

<p>مزدہ دیتی بھی ہے تو وصل میں تکرار تھوڑی سی خدا کے واسطے دے اور میرے یا تھوڑی سی چھترک دو تھوڑی سی رند و نظر گز کے لئے</p>	<p>یہیں کیا ہوتا پائی میں ہر جاں صبح کر دو گے بھلا اک جام سے کیا سیر ہو گئے رند یا ساقی لگی ہوں ہے سوئے جام تاکہ دعا عطا کی</p>
<p>مرض عشق کی دوا کیا ہے میرے پہلو میں اب دھر کیا ہے دل کو کیا جانے ہو گیا کیا ہے</p>	<p>چارہ گزیر ہے ہوا کیا ہے ایک دل تھا وہ دے چکا نکو کسی پہلو نہیں ہے چین اسے</p>
<p>ہو جان میں نفیس ترے رخسار کے آگے کیوں ہو گئے خاموش خربار کے آگے</p>	<p>ہر دم نظر پر سے پچاتے ہیں یہ تجھ کو دل بیچتے تھے تم تو یہ اسے بدر ہوا کیا</p>
<p>(بدر) فشی حسن انفضل بیا یونی - دور موجودہ کے سوزوں طبع نوحشتی اور یہ اُنکا کلام ہے</p>	
<p>آئی کو کسی کے کبھی ملتے تئیں دیکھا سانچے میں کبھی دھوپ کو ڈھلتے بند دیکھا مٹی کا انیس عطر بھی ملتے تئیں دیکھا صدیا کو بے ہاتھ کے چلتے تئیں دیکھا یہ رو سیاہی کا دھبہ اپنے نقش پا تو نہیں یہ بت حیس ہیں طر حدار ہیں خدا تو نہیں بلا سے کچھ سہی تم سیاہ یہی وفا تو نہیں تھیں ہماری قسم ہم سے کچھ خفا تو نہیں</p>	<p>بیمارِ محبت کو سنبھلتے تئیں دیکھا تصویر میں اُترنا زرخیز روشن ہم خاک نشینوں سے ہے اس درجہ کدورت خاک کو بھی ہوتا ہے کسی شے کا سہارا جناب شیخ سنے گا کبھی نہ داغ جبین جو دل گیا تو گیا جاں کیوں نکلتی ہے بس اب تو دردِ جدائی سے دل لگانے لگے گلے میں ڈال کجا ہیں وہ پیار سے کتنا</p>
<p>(برتر) نواب حامد الدولہ سید محمود علی خاں بسا در برتر لکھنوی - خلف الصدق آغا جلیس الدولہ مصاحب الملک لطافت رقم آغا سید علی خاں بہادر متعزم جنگ مصاحب سلطان عالم و احمد علی شاہ بادشاہ اودھ بادشاہ مذکور کے زیر سایہ عاطفت کلکتہ جٹا برج میں امیرانہ شان سے رہتے تھے۔ جب ۱۸۵۸ء میں مرزا داغ غم مرحوم کلکتہ گئے تھے اُس وقت</p>	

بدر

برتر

کے مشاعروں میں یہ بھی شریک ہوئے تھے۔ فن سخن میں خاص بادشاہ کے شاگرد تھے بادشاہ کی وفات کے چند ماہ بعد سیٹم لاج میں شہر سے مینارج آتے ہوئے فرق دریا ہوئے ان کے کلام کا انتخاب ہدیہ ناظرین ہے ۵

کجرے بالوں کو ہٹاؤ رو سے عالم تاجے اے فلک کیوں شب جہر بگلی دوازی نگہی پانی میں بھی تو آگ لگاتی ہے تری تنق آتے آتے رگ گئے آنکھوں میں جو نہت جگر زمین سے بھی خدا نے چرخ کو پیدا کیا پہلے غضب کی شوشناں ٹھیں چلیاں تھا لگن میں جو ہیں اہل وفا کر کبھی ہیں ثابت قدم نکلے کھنسک ہوتی ہے دل میں درجی پہلو میں چھتا ہے	لوگ گھبرا کر کہیں گے ماہ کامل کیسا ہوا ہو گئی باتوں ہی باتوں میں حوصل کی بات نکلے شہر آب دم شمشیر باہر بتے بتے لگ گئی کشتی ترے ساحل کے پہاں بنی ہے دانہ گندم سے شاید آسیا پہلے تھمارے ہاتھ پر پڑتا تھا رنگِ حنا پہلے بدن سے جاں نکلی پر نہ اس کچھ سے ہم نکلے مگر کچھ رہ گئے ہیں کچھ ترے زیرِ ستم نکلے
--	--

(برتر) مولوی نادر علی غازی پوری - ابتدا میں آپ مرزا غالب کے شاگرد اور اہل بدھلوی کے تھے۔ بعد میں وہ دہلی کے اب عرصہ سے فخر الاسلام مولانا ظہیر دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ آپ کا ابتدائی زمانہ ملازمت ریاست درجننگ میں گزرا پھر عرصہ تک ریاست بڑودہ میں رہے اب ۷۰ سال سے حیدرآباد میں مقیم اور راجہ رائے لایان امانت دنت بمادر کی سرکار میں مصاحب اور نوایز کلب کے سکریٹری ہیں۔ ۳۷ و ۳۸ برس کی عمر ہے۔ شوخ طبیعت پائی ہے شعر اچھا کہتے ہیں اور اپنے استاد کے باعقیدت تلامذہ میں ہیں۔ فارسی کی استعداد اچھی ہے چند سال ہوئے فیسم دکن نامی گلہ ستہ آپ نے جاری کیا تھا اب عرصہ سے بند ہے۔ حیدرآباد کے مشاعروں میں آپ شوق سے شریک ہوتے ہیں اور دہلی کے شعرائیں آپ کو درجہ امتیاز حاصل ہے۔ کلام ملاحظہ ہو ۵

دل کے دوحرف مگر وہ بھی جدا ہوتے ہیں	تفرقہ فرقت اللہ میں کیا ہوتے ہیں
-------------------------------------	----------------------------------

اب تو شرمندہ احسان قضا ہوتے ہیں
 بت بھی اللہ وغنی شان خدا ہوتے ہیں
 ڈھنگ مومن کے یہی مرد خدا ہوتے ہیں
 رسوا کرے تھیں نہ تمھاری زبان کہیں
 نامسرباں ہی مجھ پر رہو مہرباں کہیں
 حقیقت تو یہ ہے اس ابتداء کی انتہا تم ہو
 مگر طرفہ قدر انداز تہ سب بیخدا تم ہو
 تغافل کیش ہو خواہان جان مبتلا تم ہو
 اگر کچھ بھی شریک جو برجہ رخ فتنہ زانم ہو
 مزا ہو گر سزا نے جرم الفت کی جزا تم ہو
 تماشا ہو گئے کیوں حزن صورت دیکھنے والے
 بنوں کو دیکھتے ہیں شان قدرت دیکھنے والے
 تمھیں کہتے ہیں یوں کن ملاح دیکھنے والے
 اگر جیتے بچے ہم طولِ وقت دیکھنے والے
 کسی کی آج ہم ہیں آدمیت دیکھنے والے
 نقشِ لب سے نظر اٹھتی نہیں جلاو کی
 دل سے بھل کے خلش جاتی رہی صیاد کی
 مجھ سے نہ وہ سکہ گستاخ نقش پاکبھی
 تری بیدار یہ ادبانی مہر ادب کا کم تھی
 آیا مجھے حجاب خود اپنی نگاہ سے
 میری نظر راہی نہ کیسی نگاہ سے

ہجر میں پاس دفا و ستم آرا کب تک
 انکی نگاہ سے مجھ کے ہیں سب غنوت کیا کیا
 بت بنے بیٹھے ہو کیوں دیر میں جا کر برتر
 یہ کیا غضب کیا مرے شکوے قریب سے
 کچھ تو لگاؤ ہو پئے نسکین دردِ دل
 میرے مرنے پر کیوں آئینہ حیرت قائم ہو
 نگاہ ناز سے دیکھا جہرِ لبیل ہوئے لاکھوں
 غرور ناز میں بھی بے نیازی ہو نہیں سکتی
 حرہ آجائے پائالِ ستم کو پائالِ سال کا
 قیامت میں بھی ہوا کہ دھوم بزمِ عیشِ برتری
 پس حلقیں بہا بے جمالِ حیرت افزا ہے
 حقیقت میں ہمارا کفر بھی اسلام ہے زاہد
 تبسم غنیہ لب کا نکپاش جس جراحت ہے
 گھڑی بھر دیکھ لیگے سیرِ آشوبِ قیامت کی
 شبِ وصل انکاسٹہ را کہ یہ کتنا ناز سے برتر
 ہے یہ افتادِ گراں جانی کہ بعدِ مرگ بھی
 اب نواسنجی کے آئینکے گلستاں میں مرنے
 وہ خاک پر ہے میں ہوں تہ خاکِ خضفے
 کرم مجھ پر زیادہ تھا تو دشمن پر جفا کم تھی
 پردہ اٹھا کبھی جو رخِ رشکِ ماہ سے
 احساں ہے مجھ پر جب لوہہ نظارہ سوز کا

ہماری خانہ دیرانی مگر وہ جسکوں ہوگی
ہوئی مدت رہائی کو مگر یہ رنگِ خوش ہے
تڑپ جو کچھ ہے بجلی کی بقائے آشیانہ کبھی
درِ زنداں پہ اتنا کچھ نہی میں چھپائیاں ہر جا

(برتر) مولوی انیس الدین فرخ آبادی :- آپ کے کلام کا نمونہ ہے۔

برتر

اقرار شرم سے جو کیا ہر گستاہ کا	چو با خدا کے رحم نے منہ عذر خواہ کا
کم سن ہو ڈر بخاؤ ذرا ڈال لو نقاب	دم تو تھتا ہے بسمل تیغِ نفاہ کا
بالیں پہاڑ کے کبیک کا پکارنا	کس منہ سے تھے وعدہ کیا تھا باہ کا
حشر کے دن بھی تو سب نے اُس کو دیوا نہ کہا	جو گنہگار اُن کا تھا گویا گنہ سے پاک تھا
انہم اپنے بات کے پورے ہو مانا	مگر دل بھی ہے اپنے نام کا دل
ادھر ہر پتھر سے سنگیں اٹکی باتیں	ادھر شیشے سے نازک تر دال

(برجیس) صاحبِ عالم عالمیاں شاہزادہ مرزا برجیس قدر بہادر خلیفۃ الرشید حضرت سلطانِ عالم اجدادِ شاہ آپکی والدہ نواب حضرت محل بادشاہ کی ممتاز بیگم میں تھیں۔ انہیں سلطنت کے بعد جب بادشاہ کلکتے چلے گئے آپ اپنی والدہ کے سایہِ عاطفت میں لکھنؤ میں قیام پذیر تھے کہ غدر ہو گیا۔ آپکی عمر اُس وقت نو برس سے زیادہ نہ تھی۔ جب باپ فوج لکھنؤ میں داخل ہوئے تو اُسے پہلے مرزا مصطفیٰ علی حیدر شاہ اودھ معزول کے برادر کلاں کو بادشاہ بنانا چاہا مگر انگریزوں نے انہیں باپ کی گاردیں لے لیا۔ پھر فوج نے مرزا جہانگیر بہادر مرحوم کو بزرگ بنانا چاہا مگر انکی والدہ نے یہ امر منظور نہ کیا اور انہیں لیکر بجلی گارد میں چلی گئیں۔ آخر فوج نے مرزا برجیس قدر کو مسندِ حکومت پر چمکن کر دیا۔ شاہِ دہلی کی جانب سے باضابطہ تقرری منصبِ وزارت کے لئے ایک سفارتِ نواب حضرت محل نے دہلی روانہ کی انکے نام کا سکہ جاری ہوا جملہ اہلِ دین و نسب ریاستِ نواب حضرت محل صاحبہ کے حکم سے ہونے لگا۔ اور اکثر اودھ کے رؤسا اور سابق حکام شاہی نے اُنکا ساتھ دیا۔ الغرض نوابہ ملک انکی حکومت رہی آخر کو سردارانِ فوج میں ناچاقی ہو گئی اودھ انگریزی فوج دہلی فتح کر کے اودھ

برجیس

کی طرف متوجہ ہوئی اور شہر گرگولہ باری کر دی۔ ایک تلاطم مچ گیا۔ اس ہنگامہ میں نواب حضرت محل انیس ایک مختصر جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر نکلیں اور مختلف اضلاع میں کئی ماہ تک حمایت دلیری۔ محل اور استقلال سے مقابلہ کرتی رہیں لیکن تقدیر نے یادوری نہ کی اور انجام کار انیس نینپال میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ مہاراجہ جنگ بسا در نے لوادرم کھانی بایں شاستہ ادا کئے اور انکے گزارہ کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ اُس زمانہ میں ہر چند سرکار نے چاہا کہ سیکم صاحبہ علداری ہند میں قیام کریں اور ٹٹا گیا ہے کہ لاکھ روپیہ ماہوار بطور پنشن انہیں دئے جانے کی تجویز بھی ہوئی مگر سیکم صاحبہ نے کسی طرح اس امر کو قبول نہ کیا نینپال ہی میں ساری عمر گزار دی۔ اُنکے انتقال کے بعد صاحب عالم بہادر وہیں تشریف فرما ہے۔ چند پرانے نمک حلال آپکے اس غریب الوطنی میں بھی رفیق رہے۔ شاہ اودھ کے انتقال کے بعد آپ سن ۱۸۹۱ء میں کلکتہ چلے آئے اور اپنے استقرا حق کے لئے سرکار انگریزی میں کوشاں رہے سرکار نے تصفیہ حقوق آپکے خورد و نوش کے لئے چار سو روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔ مگر برابر پولیس کمشنر کی زیر نگرانی رہے۔

گورنمنٹ کے اکثر جلیل القدر حکام انکے زمانہ حکومت کی باتیں انہیں یاد دلایا کرتے تھے مگر یہ حکایتا ہوتا تھا کہ شکایتا کیونکہ فی الواقع وہ اُس وقت بالکل کسن تھے آپ کا رنگ سا نولا۔

ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے۔ قد پست۔ مزاج بہت سیدھا۔ انکسار اور خلق جمید تھا۔ موسیقی کا بہت شوق تھا۔ گاہ گاہ شعر بھی کہتے تھے۔ ابھی انکے معاملات سرکار کے زیر تجویز تھے کہ یکایک سن ۱۸۹۲ء میں سفر آخرت پیش آیا۔ انکے بیٹے بیٹیوں اور چند ہمراہیوں نے بھی انکے ساتھ ہی دم دیا۔ ۴۵-۴۶ برس کی عمر ہوئی۔ ایک منورہ ایک لڑکی آپکی یادگار رہی اور ایک لڑکا بعد وفات پیدا ہوا۔ جگانام مرزا خوش سید تقد رہے۔ سرکار سے اب ۲۵۰ روپیہ ماہوار سب کو وظیفہ ملتا ہے چند شعر ہزار دقت و دستاب ہوئے۔ وہ درج مذکورہ کئے جاتے ہیں ۵

بلبل تو ہوں پر ایک گل یا سیں سے دور	برجیس ہوں مگر بت نہ رہو جس سے دور
-------------------------------------	-----------------------------------

ہوتا نہیں اثر سے دل میں تو سنگدل	یاں تیر آہ گزرا ہے عرش بریں سے دو
ہے شکر گرد کا عقوبات سے بچے	خالق نے کر دیا مجھے تلج و نگیں سے دو
تکرا را ایسے لفظ کی بوسہ کے وقت واہ	لعلد آپ رکھیں زباں کو نہیں سے دور
مٹی خراب ہو گئی نیم پال میں تری	رہنا ہے کیوں مزار اہم میں سے دو

(برشتہ) آغا حسین علی مرحوم - استاد الاسانہ میر تقی میر مرحوم کے فیض تلمذ سے

بہرہ ور اور اُردو فارسی دونوں میں صاحبِ دیوان تھے۔ دو شعر ملے تیر کا درج کئے گئے ۵

ہر وقت مجھے کرتا ہے دو نوجواں دماغ	تناداغ اٹھانے کا بج کو کماں دماغ
ہوئے غیر سے جو سارا بھر گیا میرا دماغ	کوئے زلفِ بار سے یا و صبا آئی نو

(برق) میاں شاہ جی - ایک موزوں طبع شاعر تھے۔ فنِ سخن میں شیخ غلام ہمالی مصحفی سے مستفیض تھے۔ مزاج میں خرافات اور طبیعت میں شوخی و جفا اعتدال سے متجاوز تھے۔

ان کا کچھ کلام ایک قدیم بیاض میں نظر سے گزرا جس سے تین چار شعر انتخاب درج ذیل میں ۵

یوں لاکھ ہوں دنیا میں تو کچھ کام نہیں ہے	والہ کہ تجھ بن مجھے آرام نہیں ہے
ہو دے دل پر مردہ مرا کیونکہ شگفتہ	بے باغ میں گل پر وہ گل اندام نہیں ہے
اے برق نہ جی اپنا جلایا میں اُس کے	کچھ خوب تو اس کام کا انجام نہیں ہے
کیا دھوم سے اڑی ہے گھٹا اسی ہو میں	افسوس کہ ساقی دے دے دجام نہیں ہے

(برق) فتح اللہ علی شاہی الملک میرزا محمد رضا خاں ابن مرزا کاظم علی مرحوم مصاحب خاص و استاد

حضرت سلطان عالم و اجداد علی شاہ اختر بادشاہ لکھنؤ - شاگرد شہید ناسخ معفور - انتزاعِ سلطنت
ادوہ کے بعد برق مرحوم اپنے خلوص دلی سے بادشاہ کے ہر کام کا سرکاب لکھتے گئے اور ہنگام
غدر میں جب گورنر جنرل نے مزید احتیاط کے لئے بادشاہ کو فورٹ ولیم میں نظر بند کیا یہ مردانہ دار
بادشاہ کی رفاقت میں رہے بادشاہ کو ان سے ملی انس تھا اور میں چنداں بعد شہنشاہی میں
حق نمک سے ادا ہوئے یعنی انتقال کیا اور جو کما تھا وہ کر دکھایا۔ چنانچہ اُن کا کما ہوا شعر ہے ۵

برق جو کتے تھے آخر وہی کر کر اُٹھے | جان دی آپ کے دروازہ پہ سر کر اُٹھے

ایام شباب میں بڑے جرمی اور بانگے مشہور تھے۔ منظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں کی وزارت میں بڑے مقتدر اور باریوخ رہے تمام عمر خوش حالی اور فارغ البالی سے بسر کی۔ صاحب دیوان اور نامی شعرا کے لکھنویں تھے۔ ایک شہر آشوب لکھنؤ کے حال میں بہت درد آگیز لکھا ہے بڑے پر گوشاعر تھے۔ فیض دیوان یاد کا گاجوڑا ہے تشبیہ و رعایت لفظی سے کوئی شعر حال نہ ہوتا تھا۔ غضب کے مناسق تھے۔ بیان میں صفائی و سلاست بھی ہے۔ اصنافِ سخن پر اچھی طرح قادر تھے۔ غزل کے علاوہ مہس سہس ترکیب و ترجیع بند شاعری۔ رباعی۔ قطعہ غرض سب کچھ کہتے تھے۔ اپنے اُستاد کی دل سے قدر کرتے اور اُن سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت برق کا دیوان عمدہ کاغذ پر نہایت خوش خط اور کمالِ صحت کے ساتھ اُنکے زمانے ہی میں چھپ گیا۔ اُنکے جامع صفات اور معجزانہ کمالات ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ شاعری کے علاوہ پتہ پتہ ہائیک خوب جانتے تھے اور زلواریست ابھی لگاتے تھے۔ بذل و رحم بھی اُنکا مشہور تھا۔ اُنکے شاگردوں میں حضرت جلال لکھنوی بادشاہِ اسانڈہ سلف ہیں۔ اب انتخاب دیوان ملاحظہ ہو۔

بے پردہ دیکھنے کی تجھے کس کو تا ہے | گہرا فشاں ہے نیناں کرم سلطان کا
سخاوت کے یہ معنی ہیں کرمی اسکو کہنے میں | راجہ اندر کا اکھڑا صحبتِ اقدس ہے برن
جل بجھے گا طالب دیدار اپنی لگ میں | خواہن وصل یا رہے طالب محال کا
اسفل بھی نکسار سے پانا ہے مرتبہ | دے کر سخی اُٹھاتے ہیں دینا کی نصبتیں
عاشق کو برقِ طور ہے گوشہ نقاب کا | ہمارا آئی جوانانِ چین کی لکھنؤ چمکا
کہ حاتم بھی گدا لے کتریں ہے میرے خاتم کا | نام رکھا ہے پرستانِ بزمِ عشرت گاہ کا
نام ہے برق تجلی شمس اور اک کا | ممکن نہیں جواب ہمارے سوال کا
گر کر بڑا ہمال سے سایہ ہمال کا | پتھر عوضِ ثمر کے ثمر ہے ہمال کا

<p>اتنا تو جذبِ عشق نے بارے اثر کیا لے گئی موت مجھے سوے عدم ہستی سے ہستی سے تابکابِ عدم ایک جت بھی تن تن کے میں گیا صفتِ مرگان کے سامنے کھلا غبارِ دل سے صفائی تو ہو گئی</p>	<p>اُسکو بھی اب ملاں ہے میرے ملاں کا بے طلب گھر میں خدا کبھی تو مہاں ہوا جھپکی نہ آنکھ بھی کہ ادھر سے اُدھر گیا ہر بار نوکِ نیزہ سے سینا ملا دیا اچھا ہوا جو خاک میں غمنے ملا دیا</p>
<p>بڑائی ہوئی مُنہ دکھانے سے کیا بحرِ عالم میں رہی کشتیِ امید بڑا</p>	<p>ہزاروں کا اس میں صہبِ ملا ہو گیا دمدم موجِ حوادث نے غلابِ مارا</p>
<p>اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤنگائے برق راحت بھی کم از غم نہیں دل جبکہ نہیں ہو میرے مولا ہیں صنم میرے ہیں میرے محبوب آنکلت اکبھی زائد جو تری محفل میں خیرِ گردِ ری کہ چلے آئے کہاں لیا سر پر اعلیٰ کے بلا آئی تو ادنا بڑھ گیا زینتِ اسلام اسے زائد یہاں ہی دلکی ہے دیں دایاں کہتے ہیں لکھو خدا کا نام لو اذاں دی کعبے میں ناقوس دیر میں چو نکا</p>	<p>ہزار شکر کہ بندہ گناہ گار ہوا صرصر مجھے جھونکا ہے نہ یہ سہری کا عاشق اُنکا ہوں غلام اُنکا ہوں بند اُنکا ہاتھ میں شیشے سے طاقِ پتر آں ہوتا ورنہ تم دیکھتے اسوقت کہ پھر کیا ہوتا دھوپ جب بڑھنے لگی فاسق سایہ بڑھ گیا جامہ کعبہ ہوا جب کھڑا پنا بڑھ گیا سب کو جھولے یہ اثر ہے اُس صنم کی یاد کا کہاں کہاں ترا عاشق تجھے بکا ر آ یا پ</p>
<p>سینہ داغوں سے رشکِ بے پروا</p>	<p>جب سے دیکھا وہ باغِ باغ ہوا</p>
<p>مجلو ہر منزل یہ ہر جا دیکھنے آتی ہے خلق</p>	<p>لکھنو مجھ سے چھٹا آیا میں تاشا ہو گیا</p>
<p>تو نے اُسکو عزیزِ مصر کیا</p>	<p>وہ کنگال غلام ہے تیرا</p>
<p>تا تو انی نے حیاتِ جاودانی دی مجھے</p>	<p>کیا اجل پائے نشاں عاشق کے جبرِ زاکا</p>
<p>گرفتار سے آشنا ہوتا</p>	<p>جامِ جہم کا سہ گدا ہوتا پ</p>

بیان کیا ہوئے جس میں کا وہ مہر ہے چاند چو چو میں کل
 جو اہل نعت پر صاف لہنت بال اکو چو دل کی کلفت
 بناؤں کیا تجھے لذت نہ پوچھ لے اے زاہد
 کہاں کی تو بہ کے خلد چاہیے۔ تو بہ
 فراق یا میں لذت نہیں ہے جینے کی
 نہیں ہے ال سے اپنے بھی نفع موزی کو
 تو آئے عبادت کو تو کہنے لگے عیسے
 ہر ایک نفس عشق میں ہے زندگی خضر
 بس میں ہے جلوہ اُسی کا کیا میں کہیں تے دوست
 بوسہ لیتے ہی قرارِ دل مضطرب نہ رہا
 اُس میحانے قدم رنج کیا کیوں نہ کہوں
 باغباںِ خواب کے چو کا تو غضب لائے گا
 بیکیاں کے ساتھ ساتھ جو نکلے دل و جگر
 مایہ نہ ہر اور مجھ کا جڑ کے عجز سے
 وہ رازِ قِ کریم ہے تو اے کریمِ خلق
 کس مُنہ سے وصف تیرے بوسے کی بیان ہو
 وہ ہم نہیں کہ مٹیہ کے پھر اُٹھیں جیتے جی
 گرم بازوئی معشوق تو عشاق سے ہے
 فروغِ رتبہ عالی جہاں میں خاکساری ہے
 بچا یا تختیوں سے دشمنوں کی ٹلے چلنے نے
 آنا نہیں ہر اور دل مقبرہ کو

جو عکس بڑجائے اُس میں کاتہ زہر و زہر ہو میں کل
 ہمیشہ رہتے ہیں بے کدورت از فلک پر نہیں من کل
 چھٹے نہ حشرِ فلک مُنہ سے جو لگائے شراب
 قبولِ مجھ کو جنم ہے کوئی لائے شراب
 پلاوے زہر مجھے ساقیا بجائے شراب
 یہ دخل کیا ہے کہ کچھ گینے میں سے کھائے سائب
 کیوں ہم نہ لے آج کو بیسارِ محبت
 جینے کے لئے مرتے ہیں بیارِ محبت
 میری نظروں میں ہے کیسا بگڑا دشمنِ دوست
 بڑھ گیا سرد و جگر اور دوا کے بائٹ
 اُتر آیا ہے فلک سے میرے گھر میں غورِ شید
 کھیلاتی ہے اجل سے بھیلِ نالاں سپر
 ناوکِ فلک بھی رونے لگا تیرو دیکھ کر
 سکو زمین پر تو قدم آساں پر
 کچھ قید نیک و بد کی نہیں تیرے خوان پر
 دنیا کی لذتیں ہیں ہمارے زبان پر
 مٹ جائیں گے نقیہ اسے آستان پر
 قدرِ موقوف ہے ہر شے کی خریدار و بیع
 یہ لازم ہے زمیں بچائے آساں آساں پر
 رہا محفوظ دانتوں میں ہمیشہ میں زباناں پر
 غم میں پھنسا ہوں دامِ محبت سے چھٹ کر

عشق اگر منظور ہے اس معین سے آپکو
 رہیں زمین پہ کیا زیر آسمان خاموش
 بیسوں کے واسطے ہوتا ہے دل کا یہاں
 چاند سورج کو ترستا ہوں یہ غانیں
 عجب بانگے کھینچا تو جواں سلطان عالم میں
 حسین و خوبوش شاہ شہماں سلطان عالم میں
 زبان موج سے باد باری کتنی بھرتی ہے
 بتا ہے لکھنؤ کنٹھاں در شکِ عمر میں کوچے
 لب جہاں بخش سے جیتے ہیں سرو باتوں بانگ
 صدقے کیونکر نہ بھلا تاغِ فراں ہو جائیں
 پیش الفت در ہمدینار کو رہنے ہے کیا
 جب کہا میں کہ تڑپگی تر خاک بھی روح
 بے عبادت نہ خلا سے کھٹے گا سجانِ احد
 لاکھ نعمت سے جو بے رخ لے نازن جو میں
 موت نے اگر چھڑا بقید ہجر یار سے
 دے ڈالیں جان بات ندیل جی ہاتھ سے
 ترک بے توبہ کر دکر ہے لاجول دلا
 روزِ زہد کو پلواد سبیل میں رکھو
 ترے جنم نے بھر خوش میں نلایا مجھے قاتل
 فزوں طاعت سے نعمت ہو تو ہم ہے نا تو انکو
 ہوئی اللہ کی عجز بر غایت خواب میں

روح سلطان عالم زاد علی شاہ

نقصہ

پہلے رکھیجے منگا کر برق توڑے زر کے ہاں
 فنجان کہ خاک کے نیچے ہے اک جہاں خاوش
 کون رکھنا ہے بھلا گویاں میں چراغ
 کسکو پھر کئے شبِ غم میں پکارے شوق
 کہ قالب سے جہاں جانِ جہاں سلطان عالم میں
 جو اغرد و جواں نخت و جواں سلطان عالم میں
 کہ فیصلہ باغ کے سرور و اس سلطان عالم میں
 عزیز دیو ست ہندوستان سلطان عالم میں
 مسیحا ہے جہاں معجز بیاں سلطان عالم میں
 دیکھیں پرباں بھی جو حضرت کو تو بڑا ہو جائیں
 بندہ بے زر ہیں ہکو بیج لو بازار میں
 ہنسکے فرمانے لگے غلام نہیں کیسا خوش
 ایسی فردوس سے ہم گزرے کہ مژدہ نہیں
 پانی پی لیں گے اگر بادۂ انگور نہیں
 غم رقیبوں کو ہو اسارے افارب شاد ہیں
 نکلے نہاں زبان سے کچے اگر نہیں
 برق موقوف اسی پر تو مزے سارے ہیں
 اپنے نزدیک یہ اس جرم کے قاتل نہیں
 تری تلوار نے کفنا دیارِ خوش کے داغ میں
 کہ اکثر مورم جاتے ہیں جا کر شکرناں میں
 نخت جاگے دیکھ لی اُس بت کی صورتِ خواب میں

اب یہ حالت چکا تو تیرت میں بخش جیتے کے پورے اس کے مجھے لوگ دعا دیتے ہیں

<p>دل کدھر ہو تو سب عیش جہاں مٹی ہے پارس سے بھی زیادہ ہے تاثیر پاؤں میں</p>	<p>تو نہیں پاس تو پھر طعنے چمن خاک نہیں چھوٹے ہی خاک ہوتی ہے اکیر پاؤں میں</p>
<p>کستور دور دور ساقی سے</p>	<p>شیخ کتا ہے سے حرام نہیں</p>
<p>عشق و غیرت شرم و خجست مانع گفتار ہیں طالب سجدہ وہ بت ہے مجھے معلوم ہوا واہ رے رحیم کریمی کے یہی مسمی ہیں دل میں ہے عشق صنم نام خدا ہر نون لذت بوسہ نے لب بند کئے زخموں کے میرا کیا جانے گا تم آپ ہی رسوا ہو گے زاہد ادہ تورگ جہاں سے کہیں ہے نزدیک آج ترساؤ نہ صورت کو مٹوا جہاں ہوں شکل دکھلاؤ تو معلوم نہیں کیا ہو جائے ایسا نہیں یہ سر کہ جھکے آگے بغیر کے اعجاز چال ہے بت محشر خرام کی خدا غریب کی سننا ہے غیب سے فرما</p>	<p>اُس طرف مجبور وہ ہیں ہم ادھر جا رہیں اب یہ منظور ہے ناراض خدا مجھے ہو عنو ہو انکلی طرح سے جو خطا مجھ سے ہو میں ہوں وہ رند کہ کہتے ہیں سماں جلو دہن یار ہو غنیمت پیکان محب کو یہ ہنسی خوب نہیں کیوں مجھے رلواتے ہو کیوں بہکتے ہو ادھر آؤ کہاں جاتے ہو کل دم شہ نہ دیدار دکھانا محب کو جانیں جاتی ہیں جو آواز سنا دیتے ہو پڑھتا نہیں مسازوہ جہیں سلام ہو قد پر چندا نے اُسکے قیامت تمام کی اثر عجیب دل درمند رکھتا ہے</p>
<p>میتا نا اگر ان کو منظور تھا فدا تھا جو میں خصال و رضا پر قلعہ یہ جھگڑا رکھو اسلام کا سکنا ہوں اچھے سہا ہوں آپا کچھ بن آتی نہیں یہ حیرت ہے</p>	<p>یہ حیرت ہے پھر کہوں بنایا مجھے عجب دامنہ پیش آیا مجھے نہ گھاڑا نہ اُس نے جلا یا مجھے نہ مارا نہ تنے جلا یا مجھے کیا کرے عاشق اور کیا کرے</p>
<p>مرتبہ عالی نہیں پاتا ہے نفل مال سے</p>	<p>جانتے ہیں اہل دانش جو عقول ہوش ہے</p>

اس سے کیا ہوتا ہے زرد وزی گرماپوش ہے
 ہم بھی پوچھیں گے مزاج آج کو کیا ہے
 نہ ماہتاب رہے پھر آفتاب رہے
 بے سبب کونسی شے عالمِ اسباب میں ہے
 ایسے بشر بھی ہوتے ہیں قدرتِ خدا کی ہے
 اب تو بیٹھے ہیں، ٹھائیں تو اٹھانے والے
 قتل ہم ہو گئے اؤ منہ کے چھپا ہوا لے
 پھر تباہِ تفسیق کیا زامہ و ہندوستان
 اپنی وہ چسپاں نہیں چو کہ پرائی نوئی
 جس سے ہوتی ہے اُمید اس سے گلہ ہوتا ہے
 جان تک دیتے ہیں عاشق یہ مڑا ہوتا ہے
 دیکھیں کب وعدہ دیدار وفا ہوتا ہے
 پھر مدد میں آپس آیا جو طبیعت آئی
 کیوں نہ آئینے سے بدل کو نفرت ہو جائے

سہ کار تہ پاؤں کو ہرگز کبھی تمنا نہیں
 عشق ہو گا جو کسی سے تو کھلے گا احوال
 قیامت آئے اُٹھاؤ جو پردہ عارض
 زہرِ امرت ہے کہیں آبِ بقا رہ کہیں
 شہرِ تہببا جہان میں اُس خود ناک کی ہے
 بے دلتے جان نہیں بزم سے جا ہوا لے
 پھر کر کے لعلِ دھڑکیہ کہاں جانا ہے
 ایک ہے اسد تو بندے ہی سارے ایک ہیں
 وہی اُسکا ہے جو دیتا ہے کسی کو کوئی
 شکوہ مینے جو کیا جائے شکایت نہیں
 خضرِ آگاہ لبِ یار کے ہوسوں سے نہیں
 یوں تو ہر روز قیامت ہے قدرِ جانا سے
 ہوش بس جاتے ہے جان پہ آفت آئی
 عجب میں کو ہنرِ اہل ہنر سے چڑ ہے

کار و بارِ عشق اب کیونکر چلے
 ساتھ قاتل کے تن بے سر چلے

گر یہ دُغم کی مجھے طاقت نہیں
 معجزہ دکھلائے گر عیسیٰ عشق

بہرے تلخی مئے کیوں نہ حلاوت ہو جاو
 خود پرستی خدا پرستی ہے
 سیل کا خوف نہیں دل میں جو گھر ہوتا ہے
 تم شاد رہو گے جو ہمیں شاد کر دو گے
 عجیب خاک کے پتلیوں میں نور ہوتا ہے

اصل جس چیز کی جو ہے وہی ہے صفا
 اُٹھ گیا پردہ دوتی تو کھلا
 سنو کوئی عمارت نہیں الفت سے زیاد
 بیکس کو ستانا نہیں اچھا نہیں اچھا
 بنوں سے جلوہ حق کا ظہور ہوتا ہے

عاشق کو طوافِ کوچہ جانا نہ چاہیے
اے صنم اپنی جو قدرت میں فعلی ہوتی
مانو ہماری بات بچو بخش کی جاہ ہے
کیا حقیقت داغ کے آگے چراغِ طور کی
صوم میں گرے اگر دن سے پیا کرات بھر
جان دیں دیہم داغ ایک اگر کم ہو جائے
فلک نہ داغ دے لالہ زار کے بدلے
اٹھا کے آئینہ دکھلا دیا اُسے سینے
بگاہ مست سے بیہوش کر دیا نونے
ایسی قسمت تو کہاں پیچ جو کوئی بات کہو
ریج ہونا ہے جہاں میں صحبتِ بختِ جنس سے
چشمِ حق میں کو جہاں میں کفر سے کیا کام ہے
جز غبارِ دل نہیں حاصل کیسے چرخ سے
چاکِ جگر کو طاقِ دعا سے حرم سمجھ
کچھ حاجت لباس نہیں اہلِ خضر کو
جو رو چہ اٹھانے کی طاقت نہیں
جمتی نہیں ہے ران کسی شمسوار کی
میں جو روتا ہوں تو کہتے ہیں مجھے نہیں سنکر
ناحق اپنے پاؤں تڑپے یہ نہ بھازا ہوا
جوشِ دشت کا تقاضا ہے کہ دل خوں کیجے
چاہیے تدبیر بجا شکوے میں تقدیر کے

زادہ کو کسبِ رند کو میخانہ چاہیے
مسجدوں میں تیری تصویر لگائی بنائی
اے زاپہ دگناہ نہ کرنا گستاخ ہے
ریشک شمعِ طور ہے تہی مرے ناسو کی
جام سے افطارِ ناز و زے کا کٹاؤ ہے
بخلِ عاشق پہ خدا بہتِ حاتم ہو جائے
لئے خزاں نے چمن سے ہمارے بدلے
نسوجھی عارضِ گلگوں کی جب مثال مجھے
بیسالہ ہاتھ سے رکھنا قیامتِ حال مجھے
جھوٹ وعدہ بھی تمہارا سببِ نکلیں ہے
جسم میں جب تک رہیگی روح بے آرام ہے
ہر صنم خانہِ نفس میں کبے اسلام ہے
خاکِ جھڑتی ہے جیش کو نہ سقفِ بام ہے
قبضے میں ذوالفقار ہے گردِ دلِ دویم ہے
دن چادرِ سفید ہے ہر شبِ گلیم ہے
آزاد کر کہ بندہ غلامِ قدیم ہے
کیا شوخیاں ہیں ابلقِ ریل و سار کی
جو کرے عشق ہی اُسکی سزا ہوتی ہے
وہ رگِ جاں سے بھی ہے نزدیکِ کعبہ دار
دشت میں روشن چراغِ نامِ محبوب کیجے
یہ بڑی تعمیر ہے قائلِ نون تعمیر کے

قوت بازو عدو کو جانتے ہیں اہل دل	عائز جاں کو پر پرواز میں پر تیر کے
جو کڑے ہیں چرخ سے انگورِ حلق نہیں	اسیاسے پستے ہیں انے کمانِ بجر کے
کام کچھ کسب و ہنر آتا نہیں ادب میں	زنگ سے جو ہر عیاں ہوتے نہیں شجر کے
فیضِ نیسانِ کرم سے برباں تک سیر ہیں	رزق پہ پوچھتا ہے رازقِ منہ صدف کا پیر کے

برق

(برق) قاضی نجم الدین صاحب برق خلف قاضی سراج الدین از غاندان قضاۃ
سکند آباد نواح دہلی۔ آپ کا بچپن اور شباب دہلی میں گزرا اور وہیں تعلیم پا کر حکیم بن کر
صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فنِ شعر میں استفادہ کیا۔ چند ہی غزلوں کی اصلاح ہونے
پائی تھی کہ اُنہیں کے انا و سنیر حسین صاحب نسکین (شاگرد رشید مومن) سے اصلاح
لینے لگے۔ طبیعت قدرتشاعری کے مناسب پائی تھی۔ چند ہی روز کی مشق میں اچھا نام
پیدا کر لیا۔ عاشقانہ مضامین بالخصوص معاملہ بندی میں فرو تھے۔ شوخی طبع میں اس پر بھی
برق تھے۔ کلام بے ساختہ دل میں چلکیاں بیٹا ہے۔ غدرتے بیشتر آپ کا عین شباب
کا عالم تھا مگر خدا و ذات اور زور طبع کی بدولت اُس زمانہ میں بھی آپ کا کلام دہلی میں
زبان زد خاص و عام ہو گیا تھا۔ اکثر اربابِ نشاط آپ ہی کے کلام رنگین سے رقص و
سرود کی مجالس کو گرم کرتی تھیں۔ اور فی الواقع آپ کے نتائج افکار میں غضب کی وہ لہر تھی اور
بلا کی دل گرفتگی ہے۔ شروع جوانی میں جب ملازمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو اگرچہ اور
الہ آباد کی عدالتوں میں امین رہے۔ بعد حصولِ پیش مراد آباد میں وکالت اختیار کی۔
۷۲ برس کی عمر پا کر اسجام کار وہیں ۱۹۹۹ء میں انتقال کیا۔ چونکہ طبیعت کی لا پرواہی اور
خلقی استغنائے شاعری کو بطور فن مشغلہ بنانے دیا اسلئے بیشتر حصہ کلام نالغ ہو گیا اور
جس شہرت کا فی الحقیقت مستحق تھا وہ حاصل نہونے پائی۔ وجہ یہ خوشنود و ضعیف النفس
تھے۔ اپنی لطیف گوئی اور بذلتی کی بدولت جلسہ اجاب کے روح رواں سمجھے جاتے تھے
نفاست بندش اور عمر کی مضامین کے دلدادہ آپ کا طرزِ ادائے بیان غضب کا دلکش ہے

غزلوں میں آپ کا ایک خاص رنگ ہے اور اُن میں سے اکثر مہینتی کی دلفریب چاشنی سے ملو ہیں۔ ہنگام ترتیب تذکرہ جو کام مختلف ذرائع سے یکوشش تمام ملا اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

کہ ہر ایک اشک لئے نکت جب گر کا نکلا
بارے کچھ اُس میں بھی نقش ترے گھر کا نکلا
دل سے نکھکا نہ شب وصل حشر کا نکلا
ایک بھی نالہ جو اس تفتہ جب گر کا نکلا
کوئی قاصد نہ کہی آن اُدھر کا نکلا
یاں تیراں ہی کوئی اہل ہنر کا نکلا
مجھی کو چپکے چپکے تو نے اے سو نہاں چپکا
دیا حقہ عدد کو اور میری جانب محل چپکا
ہمیں تو سرد مہری نے نصاریٰ مہرباں چپکا
یہ کیسا صورتو نے نالہ آتش فشاں چپکا
ہانعوں سے جبکہ یار کا داماں نکل گیا
بے ساختہ زباں سے مری ہاں نکل گیا
دامن کے سینے سینے گر بیاں نکل گیا
غش سے موی نے نہیں دیکھا ہے جلوہ کار
ٹھوکر میں کھاتا بھرے گالا شہ اس بخور کا
ہر دہان زخم سے پس کام نفع صور کا
جس جگر اُس نے قدم رکھا گلستاں ہو گیا
چارہ گر کو فکر ہے کتے کے گریباں ہو گیا

آج ارمان میرے دیدہ تر کا نکلا
بہم تو کہتے تھے کہ جنت میں لگے گلاب بھی
وہ بغل میں بھی رہا تو بھی نہ پایا آرام
اے فلک تنکو بھی سوزش کا چکھا دینگے عوا
خط پہ خط بھیجے اُسے یک یہ حشر ہی ہی
عمر تو ساری کٹی کسب کمالات میں برق
جلایا گھر عدد کا اور نہ کاخ آساں چوکا
اُٹھے کیونکر نہ دو دودل کہ اُس بیٹو نے غفلت
بتوں کی گرم خوئی سے دل عشق جلتے ہیں
پری محفل میں ہل جل اٹھے چلے وہ اک قیاس ہے
کیا کیا انڑی میں جیب و گریباں کی جیبیں
بوجھا جو اُس نے آپ ہمیں چاہتے ہیں کیا
اے برق تیرے دوستی دشت کو دیکھتا
میری خاطر بھر دکھا عالم رخ پر نور کا
گہری ہے شوق پا بوسی تو بعد مرگ بھی
گر کوئی محشر میں پرناں ہو تو زبیدی جو ہے
کیا لگی پھرتی ہے اُس پائے ٹاریں سے بار
صورت نکل چاک جاک اپنا جگر ہے برق پیک

دل چڑھتا زخموں سے مر لکڑے جگر تھا
کیوں ضبط کیا دیکھ کے بیتاب اُسے ہائے
یوں کاٹ لیا ناقص شفاک نے ہمد
شب غیر میں اور ہم میں رہی یوں ہی لڑائی
کسو اسطے خوش آئی تجھے دل کی خرابی
سودائے محبت میں کئے نالہ افغان
وہ بھی زبا جو شش محبت میں الہی +
طالع جو پڑے تھے نہ ٹوٹے تھے نہ تو رو نہ
وہ وقت نہ پایا کہ کہیں حال دل اپنا
وہاں جا کے چھپا کوئی جہاں جانے نہ پائے
میں تو ہوں محبت تماشاک بت مغرور کا
اب نہیں تاب تحمل تو اٹھا رخ سے نقاب
اُٹ رے گرجی محبت عمر بھر گنگے پناہ
جا رہا گر وہ ہر دوش آئے جواس مجروح تک
سے سے کی ہے گرجہ تو بہ لیک ہو جانا ہوسٹ
ہنے جب طالع سے مانگا یار کا روز وصال
ہجر کی شب روتے روتے جان قہقہہ نکلیں
گر نہیں جاتی بلا سے ماری ڈالے مجھے
پیر میخانہ ہے تنگیں برق اُسکا جگر کش
لفعل مینا ہے بے ساقی کے نالہ صُور کا
کوے جاناں سے نکلتے ہی یہ حالت ہو گئی

شب بُخ تری مرگاں کا خدا جانے کدھر تھا
شب لب پہ جو نالہ تھا سو سگر مر اثر تھا
گو یا کہ ازل ہی سے نہ تن پر مرے سر تھا
دیکھا تو وہ بے دید اور ہر تھانہ اُدھر تھا
اے خانہ بر انداز تیرا ہی تو گھر تھا
حاصل ہمیں ہر کام سے اک ہی کا ضرر تھا
پہلے جو مر ہی آہ میں تھوڑا سا اثر تھا
وہ کام کئے جس میں مرے جی کا ضرر تھا
جب دیکھا اُنہیں آئینہ ہی پیش نظر تھا
اے برق یہ نالوں سے ترے غیر کو تو تھا
واعظ ناداں مجھے دیتا ہے لالچ حور کا
اک فسانہ ہو گیا عالم میں جلوہ طور کا
گر پڑے دوزخ پہ سایہ اس تن مجرور کا
چاندنی میں ہوا تر پید ابھی کا نور کا
جب خیال آتا ہے اُسکی زکس غمور کا
تیرہ بجتی نے دکھایا نہ شبِ دیو کا +
سیل گریہ لے گئی لاشہ ترے رنجور کا
یوں بھی تو احسان ہوتا ہے شبِ دیو کا
ہے مزا اُسکے سخن میں بادہ انگور کا
آفتاب حشر ہے ساغر جو ہے بلور کا +
جس طبع ہمارا تھکا آئے مسافر دور کا

ہے بنگا ہر ترک لذت میں ہے حور و شراب
میں نہ سوچا موت کو سوا آتشیں نالوں پہ
وعدہ دیدار ہے محشر پہ تو ہی کر مدد
وصل کی شب صبح ہوتے ہی قیامت آگئی
جان دہینے پر بھی عاشق با جسے ملتے نہیں
سو نہ دل جاتا۔ داسینہ سے لگتے ہی ترے
کیوں نہ ہو ہر دم جہنم سے صدا بل مہن مزید
وحشی نے ترے خاک اُڑائی یہاں تلک
جی چاہتا ہے خاک میں شے یہاں تلک
صیا و نسلم کرتے ہیں لیکن نہ یہاں تلک
واں دل میں یہ کہ بوسے پا بھی نہ پیچھے
حدو کے وصل کے وہں عہد چیاں ہو جاتے ہیں
مزا پر تا چلا ہے انکو بے باکانہ ملنے کا
چھری پھیرے گا دم لے لیکے اُس سے کتنی تنگی
ناخبرہ کچھ بھی ہو دے تو رونے کا ذر نہیں
وہ اٹک کیا ہے جس میں کہ لخت جگر نہیں
رشتہ عدو و حسرت وصل آرزوئے مرگ
گو تو ہر کی نگاہ ہے پر دیکھتے تو ہیں +
نیرے ستم سے موت کی خواہش ہوئی ہیں
جان جاتی ہے جو گردن سے جدا ہوتا ہے
دیکھ لیں پہ بھی کہ دل لیتا ہے کیونکر کوئی

زاہد و کچھ بھی ٹھکا نا ہے تھمارے زور کا
کچھ اندھیرا سا اندھیرا تھا شب و بچو رکا
انتظار اب نالہ پر شور کب تک صورت کا
بانگ تھی مرغِ سخن کی یا نہ صورت کا
کیا ہوا اگر دار پر سر رکھ دیا منصوبہ رکا
گرم جو شہی نے اثر پیدا کیا کا فہرہ کا
برقِ تھکرم ہے میرے تین محروم کا
ماننا نہیں زمیں کا پستہ آسمان تلک
پیدا نمودے خشر کے دن بھی نشان تلک
میرا چین سے پھینک دیا آشتیاں تلک
ہاں شوق یہ کہ چوئے انکی زبان تلک
ہماری جہاں کے جانے کے سماں چھو جاتے ہیں
ہمکیاں بطرفِ بوقوت درباں ہوتے جاتے ہیں
یہ قاتل کی مری گردن پہ احساں چھو جاتے ہیں
ناحق تو کر خراب مجھے چشم تر نہیں
کیا ہے وہ استین کہ لوہو میں تر نہیں
صدمہ ہے کونسا جو مری جہاں پر نہیں
کیوں کر کہیں کہ آہ میں اپنی اثر نہیں +
ور نہ ہمارے دل میں فقط تیری چاہ تھی
ہائے کیا خنجر قاتل میں مزا ہوتا ہے
ہاں اشارہ کرے وہ چشمِ فہرہ کوئی +

دست تسکین وہ میرے سینہ پر رکھ کر پوئے
 بیکان نکالنا ہے اگر ہاں نکالے
 بیت بے کا قطرہ بھی جو سے ساقی محبت
 ترانہ است بنا کر صانع قدرت نے فرمایا
 واجو گلشن میں ترا عقدہ گیسو ہو جائے
 کب یہ ممکن ہے نہ مستحق جنا ہو جائے
 تارے کرتاج میں پھرتا ہوں تو خوش ہوتیں
 کیا گھر و دولت کو نین تصدق اسپر
 حرم دیر کے جھگڑے ترے چھینے سے چڑ
 تو نہو گا تو ترادر دست گاد دل میں بد
 بزم اعبار ہے ذرہ ہے نہ خفا تو ہو جائے
 کشتہ چشم فسونک کا جلا نا کیسا بد
 ناز تو اُسکے اٹھاتا ہوں مگر ڈرتا ہوں بد
 کچھ مزا ہے یہ ترے روٹھ کے من جاگیں
 تو تو جس خاک کو چاہے تو کرے بندہ پاک
 پیچھے اُس بت کے نہ دیکھ یہ بہت کا تصور
 آپا نکا کر کریں وصل سے میں درگزر
 در بدر پھرنے سے ملنا تو کیسا معلوم
 منہ نکا کرتا تھا اعجازِ سیما جکا
 نہ وہ بیل ہوں کہ ہر گل پہ منہ لجاں کہ
 ہاں یہ مانا کہیں دل پیٹھے کے بھلاؤں مگر

لے گیا برق تیرا کب دل مضطرب کوئی
 پردل پہ ہاتھ رکھ کے مری جاں نکالے
 غنیمت سے جو گزرے کوئی دم غفلت میں حریص
 کہ فیض نہ رہے گا دو قدم آگے نیاست
 غنیمت غنچہ گرہ نافہ آتھو ہو جائے
 ہم مسیحا کو بھی چاہیں تو ہلا کر ہو جائے
 غش وہ اسپر میں کہ شہرت میری ہو ہو جائے
 کسی دل میں جو غمگین کوئی آنسو ہو جائے
 ورنہ تو پردہ اٹھا دے تو تو ہی ٹو ہو جائے
 یہ نہو گا کبھی خالی میرا پہلو ہو جائے
 ورنہ اک آہ میں کھینچوں تو ابھی ٹو ہو جائے
 نہ کہیں اور سیما پہ یہ جساد ہو جائے
 بے نیازی کی نہ اُس بت میں کہیں خواہ جائے
 چاہتا ہوں یونہی ہر روز خفا تو ہو جائے
 میں خدا اسکو بناؤں جو خفا تو ہو جائے
 ورنہ چاہے جل بشعر عرش پہ قابو ہو جائے
 کچھ تو ہو جس سے طبیعت مری کی ہو جائے
 ہاں غنیمت سے جو کچھ ہم سے لگا ہو ہو جائے
 ہائے اوس پر ملک الموت کا قابو ہو جائے
 نہ وہ پردانہ کہ ہر شمع کا قابو ہو جائے
 تو کماں لاکھ کسی میں تیری جو ہو ہو جائے

ہو نہ لبس میں کوئی کچھ نہیں اسکی پروا جو دیکھ چکے نوح کا طوفانِ نظر سے دن رات پڑا رہتا ہوں دروازہ پر اپنے	دل بیتاب چاہے برق جو قابو ہو جائے وہ آنکھ جڑاتے ہیں میرے دیدہ ترے اس غم میں کہ کوئی کبھی آنا تھا ادھر سے
---	--

برق

(برق) منشی محمد منظور احمد - وکیل شکوہ آباد فنِ سخن میں ابتدا سے حضرت داغ دہلوی کے ارادت مندوں میں ہیں پہلے منظور تخلص کرتے تھے پھر برق تخلص اختیار کیا طبیعت تخلص کی موزونیت سے شغف اور تیز بانی ہے۔ پھر اس براقی پر راستہ کی تقلید و اصلاح سونے پر سہاگ ہو گئی۔ ترتیب تذکرہ کے وقت جب قدر کلام حاصل ہوا اسکا انتخاب درج ذیل ہے

دل بھی دیا جسگر بھی دیا جانِ زار بھی سو اسکے کہ تپسرجانِ دیدار آبلے ٹوٹے ہیں ٹوک خار پر وعدہ کرتے ہی تبسم آگیا بلاتے ہجر ہے ضبطِ فغان ہے یہ ہے رازِ دنیا حضرتِ عشق تمھاری خوش خرامی پر تصدق بیاں کرتے کو بلبل کی زبان ہو نظر پھرتے ہی پھر تاگی ہر قسمت آیا جہاں میں تھے ہی جن تباہِ نظر آرزو دینے نکلن ہیں دل سے	ہماری آرزو کیسا مدعا کیا سرکشوں کی موت آئی داپر نا اُمید ہی چھا گئی اندر پر مصیبت میں جگر آفت میں جاں ہے کیسا کمر کیا کاتنا ہے قیامت کیوں نہیں ہوتی کہاں ہے عجب دلکش ہماری داستان ہے ترسی آنکھوں میں رنگِ ماں ہے ہم پہلے ہوش آنے سے پیش گوئی گلے مل کے تیغِ قاتل سے
--	--

برق

(برق) جناب منشی ہری سنگھ کھسارے کا لیٹھ سر پور اسٹوکرک اسپیشل فنڈ ہرودئی انکے والد منشی بدیر سہاے لکھنؤ کے باشندہ ہیں۔ آپنے ایک سالہ اصولِ تقلید بن سٹیل لکھیا ہے۔ فنِ سخن میں حضرت داغ دہلوی سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ ۴۰ برس کے قریب

عمر اور کلام مرسلہ کا انتخاب یہ ہے ۵

کچھ نہ پوچھو نا ز قاتل وقت قتل	ہر ادا پر اُسکے میں مر گر گیا
آئینہ دیکھ کے دیکھا یہ تماشا عے عجیب	اک تماشا تھا اُسے اپنے تماشا نی کا
آئی ہے بھرا رات بھیتا د	لبیل کو قفس سے تو رہا کر
میں کتا تو ہوں کہ ہے قیمت دل اک بوت	اس بچہ جھٹکے تو بھڑپ ہی ارشاد کر میں
جو خشک ہیں آپکے اُنکو مٹانے دیتے ہیں	لو آؤ چیر کے ہم دل دکھائے دیتے ہیں
جذب دل خود کھینچ لائے گا اُسے پرو نہیں	غیر بکاتا ہے گڑا سکو تو بکاتے بھی دو
تم ہی سچے سہی آخر یہ جگہ اسطے بھی ہو صاحب	بگڑتے کیوں ہو اچھا بیو فامیں باد فاقم ہو
یہ چھپ کر روز جانا سیکدے میں حضرت اہل	ہمیں معلوم ہے واسطے جیسے پار ستم ہو
اسد رے بخود ہی کہ تصویر میں یار کے	تصور پر یار ہی سے ہم آغوش ہو گئے
اے برق تم تو برق تھے پھر اک نگاہ میں	کیوں دیکھ کر حبیب کو بیہوش ہو گئے
آئینہ تمھارے رو برد ہے	سچ سچ کہو کوں خوب رو ہے
خطا کیا جو تو دیکھا نگاہ شوق سے تلو	کہ ہم ہیں صانع قدرت کی قدرت دیکھنے والا
بت ملتا آئینہ سے یہ خوش فحلیاں کتب	ادھر بھی اک نظر ادا اپنی صورت دیکھنے والے
ہاں کہ اُسے تیغ لگانی نہیں آتی	ابر دھبی سنگر کو ہلائی نہیں آتی
نمنا ج تیرے دل کی لے زہرہ جیں نکلی	کہ خوش خوش تیرے قدموں پر بیکانہ چلی
بندہ ہی تھی بار کی ہچکلی لگے اعینا رچی روٹنے	کچھ اس حسرت سے گٹ گٹ کر بیکانہ چلی
(برق) منشی محمد اسحاق برق خلیفہ مولوی محمد عبدالقادر درج دوم رئیس و مصاحب نواب	برق
کلب علیشاں والی راسپور حضرت داروغہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ زیادہ حال معلوم نہیں	
یاد میں اُس نہ سسکے ہوں چشم پر آب	بن گئے ہیں مرے یہ دیدہ تر جام شراب
ابھی بھڑکتے گا پانی تیرے مُنہ میں اہ	تو نے دیکھا جو کبھی بھر کے نظر جام شراب

حشر کے دن بھی یہ مجھ زند کو خواہش ہو گی	کچھ لے بانے لے مجھ کو مگر جام شراب
(برق) منشی محمد باقر دوی کافی پلاٹر بنیم حسن ملک میور۔ حضرت داغ سے ملند رکھتے ہیں خود بھی خاصہ کہہ لیتے ہیں ۵	
چمن حسن میں آئی ہے جوانی کی بہار نثار دل کو کیا ابرو سے سنگم پر غضب کی چال ہے لے شوخ اسکا کیا کنا گناہ تھوڑا ہے زائد ثواب افزودن ہے	آج محرم میں سمانا نہیں جو بن انکا طبیعت آگنی بیٹھے جھٹائے خنجر پر نثار فتنہ معشر ہے تری ٹھوکر پر دُرود پڑھتا ہوں سو سو میں ایک سانگر
انور پرسان حال حسب کوئی	جی جلائے میں پھر مزا کیا ہے
روز و شب اس میں خیال عارض پر روز ہے مختصر اتنا ہی لکھا یا رے خفا کا جواب	طالب دیدار کا دل ہے کہ وہ طور ہے آنکھ سے جو دور ہے دل لٹکے کوس دور
(برق) منشی محمد اباس شاگرد مولانا شوکت بریلوی۔ اب کچھ عرصہ سے منشی حلیں صاحب قلیل کو اپنا کلام دکھاتے ہیں۔ یہ چند شعر آپ کے کلام سے منتخب ہوئے ۵	
بیخ وہ لائے ہیں ہم ہر نہ بیکائیں کوئی سور ہے وہ مری قسمت کی طرح جل گئی ایک سری وار میں دل پر کیا لکھے کوئی	اجل آئی ہے بھائے کو نہ جانیں کوئی آنکھ کھلتی ہی نہیں ہائے جگائیں کوئی اب جو آنکھ اُس سے لڑائیں تو لڑائیں کوئی
(برق) منشی مدارج بہادر درمادہ لوی شاگرد آغا شاعر۔ زمانہ حال کے نومشوق شاعر میں ہیں۔ یہ چند شعر اُن کے ہیں ۵	
ابرو کا وار اور دل بتیہ راز پر اُس بربق و ش نے ہنس کے مر جان ابر سینے تو کچھ نہیں یہ بولانے کی بنا لی ہوئی جیتے جی مری کچھ اپنے خبر	کیوں رکھ لیا غریب کو خبر کی دھار پر بجلی گرائی خرمن جسے دوار پر دل دے تو کوئی آپ کو کس اعتبار پر کچھ بعد مرگ آئی گئے میرے مزار پر

گنج قفس سے ہائے رہائی ہو گی	ہر چند عند لیپے مارے ہزار پر ا
جس طرت آئیگی یہ مثل قیامت آئیگی ہم اگر خاموش ہیں تو کچھ اسی میں خیر ہے	رُک سکے گی کیا کسی پر جب طبیعت آئیگی ورنہ اُف بھی کی تو یہ سمجھو قیامت آئیگی
(برق) نواب سید عبدالحسین خان عرف جھو نواب - رئیس پٹنہ - شاگرد مولانا شاد عظیم آبادی - یہ آپکا کلام ہے ۵	
کیا مقرر ہے واہ بسمل کا نا امید تھک کے بیٹھ رہے ضبط کی آہ مر جا اسے قیس	چل کے رکتا ہے ہاتھ قاتل کا جب نہ پایا نشان منزل کا رکھ لیا تو نے پردہ محسوس کا
(برق) مفتی محمد یعقوب - باشندہ جالندھر - مولوی شوکت میرٹھی کے شاگردوں میں ہیں - یہ انکے کلام کا انتخاب ہے ۵	
ہے ان دنوں عروج پر موسم بار کا جو دم مہنسی خوشی میں گزر جائے خوب ہے سے پی کے گر گیا در دیر منساں ہیں جی چاہتا ہے خط سے وہاں جاؤں شہیر وہ دل میں اور دل بپش و اضطراب میں زاہد ابھی تو بلی نہیں ست کر نہیں نہیں	گلشن میں ہر طرف سحر ناز حصار کا کیا اعتبار ہستی نا پائیدار کا بے ہوشیوں میں کام کیا ہوشیار کا اسد سے شوق دید دل معبوسار کا رہتے ہیں یہ حسین ہمیشہ عذاب میں چکھ کے تو دیکھ کیسا مزا ہے شراب میں
(برکت) مفتی برکت علی خاں - باشندہ خیر آباد - ملازم ریاست جٹالہ - شعرو سخن سے نہایت ذوق رکھتے تھے - نصیر الدہ جیل اختر لوہی رنڈنٹ دہلی کے شہر دار تھے اور اس عمدہ ممتاز کی وجہ سے اپنے زمانے کے علما میں شمار ہوتے تھے - ان کی شاعری کا شوق حد بیاں سے باہر ہے - قیام دہلی میں انکے ہاں تمام شعر کے ارباب کمال و معززین کا جھگڑا رہتا تھا - اکثر شاعر بھی کیا کرتے تھے -	

خند سے میں بائیس سال بیخیر اپنے وطن خیر آباد میں انتقال کیا - یہ انکا کلام ہے ۵

<p>اشکوں کو بے ادیدہ گریبان سمجھ کر موسم گل ہے فقس ہی میں نوجوان ہوا پوسختہ سیب نہ اُسکو کہیں دلیکے نو دل بیتاب کی طرح سے ٹھرائے کوئی غم اُٹھانا میرے اس دل کا ٹھکانے لگائے تصور میں ترے کوئی چھترے ہے تو کتا ہوں مجھ کو کڑکا کڑکا سا جو پایا تو یوں کسا بٹی نہ سوزش دل انکے کے بمانے سے</p>	<p>گھبرائے نہ عالم کہیں طوفان سمجھ کر مست نسیم سحر سہری مرغ گرفتار سے مل نالہ شب میں الہی مرے تاثیر نہو مجھے سمجھائے کوئی یا اُسے سمجھائے کوئی ایک دم کے بھی لئے پاس جو بھلائے کوئی ذرا دم لو کوئی آیا ہوا جاتا ہے قابو سے بالے خدا نہ ڈالے کسی بدگلوں کے یہ آگ وہ ہے کہ بجھتی نہیں بجھانے سے</p>
--	---

(پروگرام) حکیم عبدالکیم نام - فتح پور ہنسوے کے رہنے والے ہیں - حضرت امیر مینال کے خاص معتقدین - نظا نہ خوش فکریں ہیں - طبیعت میں رنگینی اور اُسکے ساتھ خوشی بھی ہے - شنگاری میں بھی ابھی دسترس ہے - گورکھ پور سے صلح کل نامی اخبار آپ ہی کی اڈیٹری میں شائع ہوا تھا - رسالہ فتنہ کے بھی آپ ہی مالک و منظم ہیں - اخبارات میں اکثر آپ کے مضامین چھپتے رہتے ہیں - لیکن اکثر حرارت قومی و جہاد پسنداری کے جوش میں آپ حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتے ہیں جیسا کہ اُنکے ناول کرشن کمار می کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۵

<p>دردِ دل سے تڑپ نہیں گئے لمبو میں ہمارے جو پسی گئی خدا آئیت بیت بھی ہیں پہنچے ہوئے ہماری نعش پائیل کا ڈال دے موتا کس سوچ میں ہیں آئینہ کو آپ دکھیں</p>	<p>ضعف یہ ہے ہلا نہیں جاتا بہت شوخ رنگبِ خا ہو گیا کہ جو کچھ زباں سے کہا ہو گیا کڑھی ہے دھوپ ذرا سایہ کام کرتا جا میری طرف تو دیکھئے سدا کر گیا ہوا</p>
--	---

<p>زخمِ بھرنے کے نہیں تیر ٹپکنے کے نہیں کیا رنگ دیکھتے ہو دلِ دُعا دار کا عالمِ شباب کا ہے زمانہ اُبھار کا ہر دم ہے اُسکا وصفِ تمھاری زبان پر پھر اُسی ناز سے کتنا کہ ہو غارت کوئی نہ پوچھو اُس گھڑی شامِ دُعا کا عالم</p>	<p>چارہ گر سہل نہیں مجھ کو شفا ہو جانا رہتا ہے بالِ خنزال میں بھی عالمِ بہار کا آیا ہے باغِ حسن میں موسمِ بہار کا دشمن کا کیوں داغ نہوا آسمان پر ہاں مری عمر بڑھانے کی دعا میں کیونگر وہ آئی جب مرے گھر مُنہ چھپا بالوں میں</p>
<p>صنہِ راک تارِ نفس پر ہے دار بتاؤں کیا تمھیں اپنی حقیقت</p>	<p>سچ تو یہ ہے کچھ نہیں انساں میں مجھے خود ہی نہیں معلوم کیا ہوں</p>
<p>جان دیدتے مگر ستے نہ یہ رنجِ فراق</p>	<p>کیا کریں ہم ہوت اپنی بس میں انسِ نکلیں</p>
<p>غیر کی صورت وہی ہے ہجر میں</p>	<p>آتشِ غم میں یہ جلتا کیوں نہیں</p>
<p>مٹا رہے کچھ لطف و فدا کا بھی جیف میں تصویرِ تری سامنے ہوتی ہے تو اعبت جب وصل ہوا اور تڑپ بڑھ گئی دنگی</p>	<p>تسکین کا پہلو ہوتا ہے ادا میں کچھ اور ہی آتا ہے مزایا و خندا میں چہرِ یال ہیں ترے ناز میں نشتر میں اداس</p>
<p>وہ چتون یہ کیسا مجھ کو سمجھا گئی</p>	<p>کہ نکلی ہوئی جان بچھرا گئی</p>
<p>عشق کی بات سبجہ میں نہیں آتی کوئی شبِ فرقت کی شکایت نہ کرو تم پر ہر دم عید کے دن جسنے دیکھا اُن کو تو ہاں ہوگا تو دیکھو تو اپنی نگہِ ناز کو ظالم جنکی نظر میں حینِ نوکیلا ہوتی ہے مار ڈالا نگہِ لطف سے اک عالم کو لاکھ داغ ایک طرف عشق کا داغ ایک طرف</p>	<p>اسیں آسان سی آسان بڑی مشکل ہے ایسی باتوں سے کہیں مروڑ نہ جائے کوئی عید سے عید کے قربانی سے قربانی ہوئی کافریہ وہ شے ہے کہ نکلتی نہیں جی سے وہ نہیں جانتے کیا چیزِ قصدا ہوتی ہے زہرِ قاتل مرے عیسیٰ کی دوا ہوتی ہے گل سہی ہوتے ہیں بُو باس جلا ہوتی ہے</p>

نمک پاش اب نہیں انکا قسم کل کا وعدہ ضرور ہو جائے	مذہب زمیوں میں پھر آئے کس سے کہ قیامت تو دور ہو جائے
سیریں کی ہیں خوب ہم نے صن کے بازار کی دامن تربت کا سبز و زمردنا زک سے بہت	کچھ دنوں کھالیں ہوا ابے شک کے بازار کی تاب لاسکتا نہیں وہ گرمی رفتار کی

(ہرمجن) پنڈت چندر بھان - اکبر آباد اصل وطن تھا گلوہلی آن بے تھے۔ فارسی کی استعداد عالمانہ درجہ کی تھی چنانچہ پہلے شاہ جہاں کے دفتر میں خاص منشی رہے پھر شاہزادہ داراشکوہ کے رفیق منشی ہو گئے طبیعت کی موزونی سے عاشقانہ و تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے۔ اور اس وقت کے مشاہیر میں انکا شمار تھا۔ ایک دیوان فارسی اور منقشات برہمن ان سے یادگار ہے شاہزادہ داراشکوہ کے مزاج میں بہت دخل تھا اور وہ انہیں نہایت عزیز رکھتے تھے اور ہر وقت انکے اعزاز و ترقی کے خواہاں رہتے تھے۔ ایک دن شاہزادہ مصروف نے باگہ شاہی میں کہ مجمع کا طالع عمر تھا عرض کیا کہ درنیوالا متھی چندر بھان سے عجیب شعر موزوں ہوا ہے۔ اگر حکم حضور ہو تو اگر عرض کرے۔ بادشاہ نے اجازت طلبی دی چنانچہ اس وقت حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ آج جو تمہارا شعر بانے پسند کیا ہے سنو۔ انہوں نے یہ بیت پڑھی ۵ مرادیت بگڑا شا کہ چندیں بارہ بکعبہ بروم ہادش برہمن آوڈ بادشاہ کو یہ بیت سنکر غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس کا ذمہ گردن مارو۔ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم نے جو برہمن کے مربی و قدروان تھے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ جناب عالی حضرت شیخ سعدی چار سو برس پیشتر زودیدیں فرما گئے ہیں ۵ خرمینی الیکہ رود ۵ چوں بیا بد ہنوز خرباشد ۵ اس شعر کے سننے سے بادشاہ کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ اگر اس وقت ایسا جواب ہم نہ پہنچتا تو آج ضرور اسے ہلاک کر ڈالتا شاہزادہ کو نہایت کھانسی کی کہ آئندہ ایسے اشعار کا تذکرہ ہمارے حضور میں نہ آیا کرے۔ چنانچہ اسے پٹت جی جان بچا کر گھر آئے اور سجدہ شکرانہ درگاہ خالق حقیقی میں کیا اور داراشکوہ کے قتل کے بعد برہمن تازک الدینا ہو کر بنارس چلے گئے اور وہاں بادشاہیں

مشتعل ہو گئے۔ آخر شش گھنٹہ میں انتقال کیا۔ ریخت میں اس طرح سخن سرائی کرتے تھے کہ تیر کا کلام درج تذکرہ کیا گیا۔ زبان اگرچہ قدیم اور مخلوط بہ ہندی ہے مگر مضامین کی نفاذت خوبی صاف محسوس ہے۔

خدا نے کس شہر اند رہیں کو لائے ڈالا ہے	نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالہ ہے
خوبیاں کی باغ میں رونق ہے تو کس طرح ہاں	نہ دونا ہے نہ مردا ہے نہ سوچ نہ لالہ ہے
پیالے کاؤں کی کُسن کیا چاہوں کو کس سین	نہ تپسی ہے نہ سمن ہے نہ کنٹھی ہے نہ ڈالا ہے
پیالے کا نام عاشق کو قتل با عجب کیسے ہوں	نہ برہمن ہے نہ کرچھے ہے نہ خنجر ہے نہ جھالا ہے
برہمن واسطے اشان کے پھر تباہ کیا سین	نہ گنگا ہے نہ جہنا ہے نہ ندی ہے نہ نالا ہے

(برہمن) نام و نشان معلوم نہ ہو سکا۔ یہ دو شعر گل و صنوبر کے اردو ترجمہ مصنفہ منشی
بھیم چند سے لئے گئے۔ بزرگوار درج کئے گئے۔

یہ سب انوکھ مری آنکھ سے آنسو ٹپکا	نشر عشق لگا جس سے کہ لو ہو ٹپکا
برہمن عشق بناں کی ہوئی لذت معلوم	کپتے پھوڑے کی طرح جب ل بدخو ٹپکا

(برہما) تخلص ہے ایک برہمن کشمیری نژاد بزرگ کا جس کا کلام ایک قدیم قلمی ریاض میں نظر
سے گزرا۔ کاغذ بوسیدہ ہو جانے کے باعث نام پڑھنا جاسکا۔

غیر کے پہلو صنم آٹھوں پہ چوٹ ٹھٹھ گھڑی	ہائے قسمت یہ صنم آٹھوں پہ چوٹ ٹھٹھ گھڑی
شاوا اور خداں بھریں ہیں روز و شب سیکرے	میں بھروں باجہ صنم آٹھوں پہ چوٹ ٹھٹھ گھڑی

(برہمن) مرزا محمد عاشق حسین بزم رئیس اکبر آباد خلیفہ مرزا محمد عباس ملیح برادر زادہ مرزا بیچ
مرثیہ گوشت ۱۲۷۱ھ آپ کا سال پیدائش ہے۔ دس برس کی عمر تھی کہ آپ کو داغ یتیمی نصیب
ہوا۔ مرزا علی حسین قیصر شاگرد رشید تاش نے جو آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کو اپنے نعل علفت
میں لیا۔ ۱۶ برس کی عمر سے شاعری کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ فخر الاساتذہ منشی اسماعیل حسین
صاحب امین شکوہ آبادی سے جو رشتہ میں آپ کے دادا بھی ہوتے تھے جوع کیا۔ انہوں نے
خاص توجہ سے نکات فن بتائے چنانچہ چند ہی برس میں اچھا کہنے لگے۔ اور تین چار برس

میں خاصہ سرمایہ فراہم ہو گیا۔ عرصہ ہوا آپکا دیوان موسوم بہ بزم سخن اور مثنوی تصویر سخن شائع ہوئی تھی۔
دوسرا دیوان بھی تیار ہے ۵

یاں خون جوش کھا کے رگ جاں میں رہ گیا	داں تیغ کچ کے رہ گئی قاتل کے ہاتھ میں
<p>خاک میں سارا تماشا مل گیا جھوٹ ہے سجدیں اُنکی نہ شوالا اُنکا وہی جاں بخش ہے اپنا وہی جلاوا پنا نکو اک بوسہ کا احسان رہا یا اپنا پا بند دام کیوئے حیا دکرونا ہستی نساہ کی عدم آبا و کرونا پر جھکو قرارا سے دل مضطرب نہیں تو جوئے آئے کبھی مُنہ تک وہ دکھیا کیسا جسے پہنے جو جا خدا ہو گیا</p>	<p>رقصِ بسل سے مکدر ہو گئے حسرم دل کے سوا اور نہیں کوئی مگا ملک الموت و سیاہیں بیان و نوایک مجھ سے نقدِ دل جاں نذ میں لیکر پوے دُنیا سے بھوکو عشق نے آزاد کر دیا کیا جانے مرنے والا کو آیا پسند کیا سیاہ ٹھہر جاتا ہے تحم جاتی جو بکلی سب چھپ کر جو ہے دل مر مر بتائی تجھی کچھ کچھ اے بت نہیں منحصر</p>
<p>دیران مکاں رہنے کے قابل نہیں ہوتا یہ علم تو تحصیل سے حاصل نہیں ہوتا رحمت کو تیری اے مے غفار دیکھ کر لوٹتے ہیں حشر میں ہی پہلوئے بسل کے پاس پھر قرار آتا ہے بسل کو تو کچھ بسل کے پاس ٹھیس و ٹھیر و دہن زخم مزا دیتے ہیں</p>	<p>کس طرح وہ تھیریں مے نوٹے ہوئے دھین کس طرح کوئی ہو ترے اسرار سے آگاہ جرات گناہ کرنے کی عاصی کو بڑھائی کس قیامت کی ہے شمشیرِ اوافاتل کے پاس کیوں نہ ٹھیرے جان بیتاب آکے اپنوں کی پاس دل سے عاشق کے نہ کھینچو بھی بیکانِ زندگ</p>
<p>تقدیر بیچنے سر بازار آئے ہیں اتنا پانی بھی ترے خنجر بُراں میں نہیں آپکی بولی میں کہئے اُسے کیا کہتے ہیں</p>	<p>اس درجہ بھونک زمانہ نے کر دیا تشنہ کا مانِ شہادت کو نوکر دے سیراب جسکو سب اہل زباں مہر و وفا کہتے ہیں</p>

<p>آپ بجا بھی جو فرمائیں بجا کہتے ہیں ہم اُسے چاہئے والوں کی تمنا کہتے ہیں کس کو بار باب خرد ہوش بُرا کہتے ہیں کنے والے تو کچھ اس بھی ہوا کہتے ہیں</p>	<p>ہم بھلا بھی جو کہیں لوگ بُرا کہتے ہیں یہ جتنا جو جسے انداز واداکتے ہیں جام سے ہاتھ میں لو آنکھ دکھا کر پوچھو بیوقوفیتے کہا نکو تو کیا قسم ہوا</p>
<p>چلیں ساعہ شراب موت کے اور قصہ سبیل ہو میرے گھر آؤ تو حسان یہ ہے بارہ ہے یہ راہ ہے پر خوف و خطر دیکھتے چلئے تم بھی آئے ہیں خبر نہ نوئی دیکھئے شام سفر کو کہاں ہوتی ہے آج وہ گور غریباں میں ہیں آنے والے پھوٹے ہوئے نصب کو پھر پڑنا چاہئے بادشاہ ہو کے بھی زندہ کے مرود رہے یہ امانت تری اسے دوزخا کی ہے کوس سے پردے میں شرم آج اٹھا کی ہے دیکھئے زاہد کی صورت یہ بیٹھے حور سے تراشا جاے جب بوجہ تہمت نکلے خدا ایسا کرے بت غلام کو بے تری نکلے آپ جس حال میں رکھیں وہی حال بچا نہ رہی ہو کے کیسی نہ زار رہے</p>	<p>اُنہیں منظور ہے یہ جہ مقتل رشکِ محفل ہو دل میں آئے تو مجھے کیا یہ خدا کا گھر ہے بند آنکھیں کئے جائے کیوں ملکِ مہم کو بیخود و نکو کیسی کیسا پردہ آ شوق کیسویں لبِ عرواں ہوں ہے دیکھنا حشرِ عدم والوں میں بر پا ہوگا دیرو حرم کے سجدوں سے کچھ فائدہ نہیں بارِ عالم جو سلاطین نے اٹھایا سر پر دل نے اک بدلہ لو کی جو چھپا کھی ہے صحبتِ غیر میں گھونٹ نہ ڈوب نہ نقاب روزِ منبر پر کیا کرتے ہیں ذکرِ خلد و نثار بجز سختی اُٹھائے نامِ ملک ہے کیسی نکلے چلا ہوں میں حرم کو دانِ باکِ طرح پہلے گا ریخ و ایزا ہو مرے واسطے یارِ راحت جب تھے خاصا خدا نے دیادنا کو طرانا</p>
<p>(بزمِ نغم) میرے پاس حسین خاں بزمِ حیدر آبادی۔ دکن میں وکالت کرتے ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے</p>	<p>جو زیرِ زمیں سوتے ہیں راحت ہیں وہی ہیں آرام کیسویں دینا کے دنی میں</p>

یہ رنج یہ افسوس ہے کیوں زار ہونام اے بزم ہے معشوق بھی اور ساغر ہے بھی دیکھا جدِ حشر دُکار ہوئے عاشقوں کے پہونچی کساں رساں تو آہو نکلی دیکھئے	کیا دم ترا تو تباہی سہی تو پشکنی میں اب کیجئے تاخیر نہ تو پشکنی میں تیر و نکا مینہ پرستہ ہے انکی نگاہ سے بیٹی ہوئے ہیں بائے عرش الہ سے
---	---

(بزم) شیخ خورشید حسین فذوائی - اودھ کے ایک مشہور خاندان کے رئیس ہیں۔ یہ آپکا کلام ہے	بگڑی ہوئی قسمت کو بسایا نہیں جانا وہ آئیں تو آئیں نہیں پھر موت ہی آجائے ہے لطف کہ باند ہی ہے کہ قتل پریرے
دل بھی کہنے لگا اونیس کی سی	اپنا کوئی بھی آشنا نہوا

(بزم) سید محمد یعقوب علی دہلوی مقیم رام پور شریخ پڑھتے ہیں گاؤ گاؤ شکر گوئی کا بھی تعلق ہے جانا	بے خبر پہنچنے لگے غم کے بیاباں پر انتہا بھی عاشقوں سے تغافل نہیں ہے تو باقی نو دیر تک رہیں اُس شوخ سے مگر
رحم آگیا توں کو مرے داستان پر سُن لینا کوئی کیسل گیا اپنی جان پر اک مارے دل ہی نہ آیا زباں پر	

(بزمی) مرزا محمد اشرف بی اے خلف مرزا محمود اشرف گورکھ پوری - ابتدا سے ملازمت میں آپکو ریاست بھادپور کے مشیر تعلیم سے تعلق رہا۔ آجکل خاں پور میں ناظم اور ریاست کے اراکین میں شمار ہوتے ہیں شکر گوئی کی ابتدا ایام طالب علمی ہی میں ہو گئی تھی اور اُس میں اپنے قابل بزرگ مرزا عبدالغنی ارشد گورکھ پوری سے مشورہ کیا کرتے تھے کمال ظہیت و شوخ طبع اور بلا کے ذہین ہیں۔ غزل کم کہتے ہیں باوجود کوشش آپ کا تازہ کلام دستِ بام ہوا چند اشعار ابتدائی مشق سے بہم پہنچے وہ درج کئے جاتے ہیں مزاج کی شوخی اُس میں بھی اپنی جھلک دکھا رہی ہے۔ بن باسی رستم کا قصہ انہیں کی شوخی طبع کا نشری نتیجہ ہے جو کسی انگریزی رسالہ سے ترجمہ کیا گیا ہے

<p> شمع نے جانے کیوں کی توبہ کتبہ گریا اور بت خانہ زاتہر اول تو نہیں ہے واعظا کرو گرمی گرمی ۛ آخر زاہ کی بیٹی تھی میری صورت دیکھتی تھی واعظا کسریں اور ہم کر لیں بادل گرے بجلی چمکی کس کو خیر و ادا کی زاہ مولوی صاحب کیونکہ کرتے ق میں اور ایسا کام کروں گا واعظا اب تو جاڑا آیا لہری بندے ہی جو ٹھیکہ واعظا اپنا دل تو دیکھو دیکھو نرمی اب بھی کر لو </p>	<p> مے سے اچھی کبھی توبہ گھر گھر جھانکی میری توبہ رنج ہے کیا کر ٹوٹی توبہ سانوں آیا ٹوٹی توبہ رندوں میں جی نکلتی توبہ سیرت دیکھی بھاگی توبہ گھر کی لونڈی سمجھی توبہ مینہ کے ڈر سے بھاگی توبہ تو نے ناحق کر لی توبہ ان کی روٹی تھیں بی توبہ توبہ توبہ کیسی توبہ ۛ کس کی توبہ کیسی توبہ آگنی دل میں کر لی توبہ یوں ہی خالی خالی توبہ کام وہاں پر دے گی توبہ </p>
<p> (بسمل) مولوی محمد علی طعنب بیاں صاحب ایک فاضل بزرگ تھے مولانا فخر الدین قدس سرہ کے دوستوں میں اور اپنے زمانے کے عالم متبحر و فاضل اہل تھے۔ اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ ساتھ ہی اسکے فن شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے۔ مگر طبیعت کی بے پروائی سے وہ مجموعہ برابر ہو گیا کچھ اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں ۛ </p>	<p> مزار عشق کا خوب ہی پاچکا تری گالیاں میں بہت کھاچکا </p>

<p>پھر اب پاؤں کو کیوں لگائی جٹا ذرا اب تو کھل کر مل لے مہرباں ہوا سیراب تک نہ نکل اسید</p>	<p>قیامت تو سر پر مرے لا چکا بہت مدتوں تک توٹا چکا بہت برکھا آنسو کی برسا چکا</p>
<p>ہائے اس دیوانے دل نے کام کیا بھالیا دل مجروح ہے از بس کہ زخمی لذت عم کا چلے ہم رکھ کے دوش بکیسی پریشاں اپنا اُس لب کی سدا یاد میں پیچیں مڑھ کے</p>	<p>آپ تو بدنام تھا ہی مجھ کو بھی بدنام کیا لمو اترے سے چشم ز غم میں سُن نام مرہ کا نوازدہ دل اسے باغیاں لے گلتا اپنا کب اشک ہے تسبیح عتیق جگر ہی ہے</p>
<p>(بہل) شفقی سید جبار علی - موضع جبار کٹر کی نواح چنار گڑھ اصل وطن تھا مگر اکثر غلط آوا اور بنارس میں رہتے تھے۔ کچھ دن مارا جیت سنگھ والی بنارس کی سرکار میں دکیل رہے۔ نواب علی ابراہیم خاں صاحبِ مذکور ۱۱۹۷ھ میں لکھتے ہیں کہ یزید کو بنارس میں قیام فرماہیں اور باعزاز و آبرو بسر کرتے ہیں۔ جوان سلیم الطبع اور سخن فہم آزاد منش ہیں۔ تذکرہ لطیف میں بھی آپ کا کلام نظر سے گزرا۔ کلام بہم رسیدہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔</p>	<p>کیا خیال آوے بلاؤں سے اُسے پر ہر کا سے جو چار اس تری چشم بلا انگیز کا</p>
<p>جب غمزدہ چشم یار دکھیا یا دگنی مشت خاک اپنی دل خس و خاشاک کی صورت اُٹھائی جست جو میں یار کی مگر وہ رہوئی طح کیا اُسکو جتا دیں ہم جو مہنے کیا ہو گا ہر دم مجھے نیاز اُسے ناز ہی رہا صیاد فائدہ ہے رہائی سے کیا بھر</p>	<p>سویر سر جگر کے بار دکھیا اُڑتے جو کہیں غبار دکھیا گوسدا دامن کو اپنے دھجکتا ہی ہا میں کبھی ایچ کر کبھی اُدھر جھکتا ہی ہا کیا کیا نہ کیا ہو گا جب دکھو دیا ہو گا انجام کار عشق کا آغاز ہی رہا اُڑنے سے جیب مڑا پر پرواز ہی رہا</p>
<p>پہلو میں بھول میں دل ناشاد کہاں تک</p>	<p>اے درد کروں نالہ و فزیا و کہاں تک</p>

د راج قفس کا ہے گھلا کیجئے پرواز جز یا دحق نہ ہو ترے دل میں کبھو گرہ	اے ہر نفساں خاطر صبا دکھاں تک دے سہ وار منہ پہ اگر اپنے تو گرہ
یا ترسری ہی نصیب دیکھا	ایک زنجیر لاکھ دیوانہ
دل کی طلب ہے اور مٹا ہے جان کی کوئے بتاں تک تو رسائی محال ہے	کیا مہربانیاں ہیں مرے مہرباں کی جب تک میشت خاک نہ برباد کیجئے
پیارے یہ وضع چشم مر دیکھ دور ہے آوارگی سے باز رکھو آہ کس طرح	دل لے کے سطح بھی نہ آنکھیں چرائیے دل تو گرہ چکا ہے مرے اختیار سے
تیری ہی یاد ذکر ترا ہی پر آن ہے	گویا کہ اس لئے مرے منیر بن گیا
عہد و چہاں بناں بسکہ بہ ساوسی ہے داغ اتنے ہیں دئے عشق نے تیر کو کہ تمام	ایک امید تو سب باعث یا یوسی ہے محبوبہ موتن یہ مرے جلوہ طاووسی ہے
آئیے جسد کہ یہ بسمل مجروح ہنوز گر یہ افزا اس قدر اعضاء سے سارے ہوئے	ہر لب زخم سے شتاق قد نبوی ہے ہر بن موجوش سے آنسو کے فوارے ہوئے
پیش آئی ہمارے وہ جو کچھ کہ تھی پیش آنی	اب یہ درد و دستم اور اپنی یہ پیشانی
(بسمل فیض آبادی) مرزا عنایت علی ولد مرزا سادات علی شاگرد رشید آتش مرحوم۔ اصل وطن فیض آباد تھا۔ مگر بنارس میں رہتے تھے صاحب دیوانہ نامی نثار گریس ہیں یہ نثار کا نام ہے	
گناہ میں سے خطائیں مری قصور مرا جفائیں ستے ہیں جو رستم اٹھاتے ہیں	وہی کیوں ہم انہیں کو گواہ کرتے ہیں ہمیں ہیں یا جو تجھ سے بناہ کرتے ہیں
نکرتے عشق اگر ہر گاہ ہوتے عادت دل سے محبت قطع کرتے ہو تو پہلے فوج کر ڈالو	کہ لگ جاتا ہے آسانی اور ٹھپتا ہوا شکل سے جدائی آجی دکھی نہیں جا بگی بسمل سے
(بسمل) پنڈت سندر لال شستہ دار محلہ پرست کا پور۔ ولد بخشی ٹیکارام۔ ان کا اصل وطن کشمیر تھا مگر لکھنؤ میں رہتے تھے۔ شیخ تانخہ منفور کے شاگرد تھے۔ صاحب دیوانہ	

گر رے ہیں۔ یہ چاشر اُن کے ہیں ۵

کر رہا ہے مرغ دل اپنا یہ شیون است میں
شمعیں ہیں کا نور کی گویا کہ روشن است میں
آرسی پہنی ہے کیوں آشنوخ پر فن است میں
میں جو چکا نے لگا اس سیمبر کی نگہاں

یہ نہیں نا قوس سے طفل برہن است میں
گوری گوری انگلیاں یوں شب کو اتنی نظر
آئینے سے بھی کہیں شفاف تیرا تھ ہے
دانتوں کے نیچے دبائیں انگلیاں اغیار نے

بسل

(بسل دہلوی) حافظ محمد حسین ولد حافظ محمد بخش ساکن جوہلی خاندواراں خاں دہلی شاگرد
میرزا فادر بخش صابر بہادر شاہ ثانی کے زمانے میں نشوونما پائی تھی۔ اشعار سے رسائی فکر

و خوش کلامی ہو رہا ہے ۵

نہ آدے کا بامشک اور نہ مطلب لکے ہو دیگے
دل تو نے ہے اوست کا فرائض لیا
بارگراں عشق فلک سے نہ اٹھ سکا
کیا کام ہے بلا سے جو ہو ہوا سیر زلف
پیریناں نے بسمل سے کش کو دیکھ کر
نیم بسمل کیوں نہ مجھ کو چھوڑتا ہنگام فوج
شکوہ مست کر حال جو بسمل تیرے دل کا ہوا
میں نہ کستا تھا نور و کش تو اسکی زلف سے
ہم گئے تھے دل کو لینے وہ مطلب کرتے ہیں جا
تم سے دل کی ناز برداری منوگی دل نہ لو
دلبری کی بات گواہ نہیں لے دل مگر

نہ سمنے کا قیامت تک کبھی دہن متا کا
اس ناز کی پہ بوجھ ہے یہ کیونکر اٹھا لیا
کیا جانے میرے دل نے یہ کیونکر اٹھا لیا
جب تجھ سے اٹھا اے دل مضطر اٹھا لیا
شیشہ بفل میں اٹھ میں ساغر اٹھا لیا
یار کو میرے تڑپنے کا تماشا ہو گیا
شکر ہے ہر حال میں جو کچھ ہوا اچھا ہوا
اس خطا سے مومنہ ترا مشک ختن کا لاہوا
دل کو کیا روتے تھے ہم اب جاں کا دنا ہوا
جان من بہ دل بڑے نانو نگاہے پلا ہوا
عمر بھر اُن سا نہ ظالم بھی مجھے پیدا ہوا

بسل

(بسل مولوی عبدالحکیم ولد حکیم بخش برادر زادہ حقیقی مولوی امام بخش صہبائی - فارسی
عربی اپنے چچا حضرت صہبائی سے پڑھی۔ علم طب میں مہارت کامل تھی اور اس فن میں

اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے فنِ سخن میں حضرت صہبائی سے اصلاح لیتے لیتے۔
اس فن میں ایسا ملکہ راسخ پیدا کیا تھا کہ انکے طباعی و ذہنیات کے سبب محض معرفت تھے کلام
سے صفائی زبان روزمرہ - بندش کی چستی - نزاکت خیال و معانی - اور رسائی ذہن انکا
ہے جو ان کی خوش ندائی کی دلیل ہے - علاوہ ان کلمات علمی کے نہایت ستودہ صفات
و پسندیدہ اطوار تھے - غدر میں جوان فتنہ گوروں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

قفس کے گرمے نزدیک گلستاں ہوتا
تو ہر ہدف کیلئے آج دل کہاں ہوتا
خدا کے واسطے منہ مکوں غموں پر نگہاں کا
رہے گا حشر تک سینہ میں در نہ داغ ہر انکا
آفتِ جان ہو ایہ دل مضطرب ہوا
یہ وہ ہیں جکے کوئی انہوں سے جاں بر نہوا
ہمیشہ کرتے رہے دل تلک نثار اپنا
کہ کر ہی ہیں عدم والے اغیار اپنا
پکیا کریں کہ نہیں اس میں اختیار اپنا
پر خوبی طالع سے ماہِ رمضان آیا
پہ تیرے قد کو جو دیکھا تو اعتبار آیا
ساتی شباب دے بے ساعہ شراب کا
یار بے بُرا ہو اس دلِ خانہ خراب کا
اُڑتا ہے رنگ میری طرح ماہتاب کا
اور اُس پلطف دے ہے ترشحِ حباب کا
زاہد کو بت کہہ سے سببِ اجتناب کا

نوائے بلبل و بوئے چمن تو آجاتی
اگر نہ تیغِ نگہ سے اُسے بچا تا میں
نہ اتنا بدگماں ہو تو نہ تریں گے نہ تڑپیں گے
میری بالیں پہ وقتِ نزع لاؤ ایک دم اُسکو
چین دیتا نہیں یہ آٹھ بھوس میں ادم
دیکھ دینا نہ توں کو تو دل اپنا بلبل
ہزار حیف کہ سمجھے نہ تم ہیں اور ہم
شبِ فراق میں آدے اجلِ شبائیں
ہم ایسے کیا تھے کہ یوں ستے معشہ اجلا
کس شوق سے پہنچے ہم اے پریشانِ خیال
بغیس نہ تھا مجھے کچھ فتنہ قیامت کا
قصہ سننے ہے کون عذاب و ثواب کا
میں اور روزِ وشب کی اُٹھانی نہ لیتیں
ہے آج کون بام پہ چسبہ ناچویوں
ساتی ہے اور شرابِ سبک اور یارِ مہوش
کعبہ اگر بنا ہے اسی نگہ سے تو کیا

پایا کچھ ایک رنگ ثواب و عذاب کا
اب کیوں نہ مے پینے کی ہی عالم شباب کا
اُجڑے گا آج کل کسی خانہ خراب کا
رُخ سے یکا یک اُسکا اُلٹنا نقاب کا
جھاگڑا سُنا کرو نہ کسی شیخ و شاب کا
کب نخواست یہ دل اپنا آیا تو کہاں آیا
پھر خار نظر آئے پھر وقتِ غزاں آیا
دل آپ کا اے بسمل سچ کتنے کہاں آیا
جس طرف سے اے بت کا فز گر تیرا ہوا
پیر و مرشد خیر تو ہے آپ کو یہ کیا ہوا
اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا ہوا
بٹھیں جو شام سے تو پیش تاسمہ شراب
مدت ہوئی کہ داغ ہے بر میں بجائے دل

اس کا مسکو فرہ چکھائیں گے ہم
دل لگانے سے باز آئی گئے ہم

خود اپنے قتل کی خاطر لئے تلوار پھر تباہوں
لئے جوں ابر ساتھ اب دیدہ خوبا پھر تباہوں
کروں کیا اضطرابِ دل سے مینا چاہ پھر تباہوں
میری طرح سے کچھ اُسے اپنی خبر نہیں
ملکت از مین پرت دم نامہ بر نہیں
چُپ تھا وہ اس طرح سے گویا خبر نہیں

دیر و حرم میں جا کے جو دیکھا بچہ شہم غور
کر دیں گے ہم زمانہ پیری کو حصہِ مرندہ
انداز گری رہے ظالم ترے تو گھر
لائیے گا سر پہ دیکھنے کیا کیا مینا متیں
عبد شباب حضرت بسمل ہے مے پیو
میں کیا کہ خبر اُسکو اپنی بھی نہیں ہم
کیا بنتی ہے اب دیکھئے بھل کے دن جان
دشت سی برقی ہے آوارہ سے پھرتے ہو
دیر و مسجد میں خرابی بزرگمی دل کی طرح
حضرت بسمل کی حالت دیکھ کر بولا یہ قیس
عاشقوں پر تیرے کب حشر سا برپا ہوا
ساقی ہے آرزو کہ تیرے لطف سے کبھی
دل نام کو تھا اپنے سودہ بھی نہیں ہے اب

شیخ نے کو بُرا بتاتے ہو
ناصحاً تو بہ - لے خدا کا نام

مری شوقِ شہادت کو تو دیکھو اُسکے کوچے میں
مجھے دُر ہے کہیں عالم نہ دُوبے جوشِ طاف سے
نہ جی چاہے ہے کہ کب کو نہ بتخانہ کو اسی بسمل
قاصد پھرا ہے یوں کہ خدا خیر ہی کرے
تأثیر شوق کی مرے حق میں ہوئی ہے زہر
مُسکرمے فسانہ ہجران کو دیر تک

ہر ہر جگہ ہے تسلی شوریدہ مسکی چوہ
 ہر ہر گمہ میں ناز فروشی ہے کس لئے
 اس یکسی میں آبلہ پاتھک اک فریق
 سوار آسمان کو جلیا پہ ہم نشیں
 تسلی تم آسپہ دل بے میٹھے ہو کس لئے
 اندری غفایتیں کہ ہوئے ہر تومر کے ناک
 بہانے خون عاشق کیا اور اس کا خون کیا صاحب
 کسی دن حضرت دل تیر ہنستی گل کھلاو گی
 کھلے گا جس جگہ حق ہر وہیں سر کو جھکا دینگے
 بتوں کا گھر ہے کعبہ سجد سے زنا کو رشتہ
 گلی کو چے میں بچہ ناز و زکا اچھا نہیں حضرت
 اسے بلبان باغ راہی سے فائدہ
 اُسکی گرہ بھی کیا مرے دلکی ہے اک گرہ
 تسلی انہیں کی باد میں سب کچھ جھلا دیا

تیرے جگر دکھار کے چرچے کدھر نہیں
 آتا تو اب وہ دل ہی نہیں وہ جگر نہیں
 دولت سے خسار راہ کی وہ بھی رہا نہیں
 کچھ ان دنوں میں ضعفے نالہ رسانیں
 وہ بت کبھی کسی کا ہو آشنائیں
 اور تم نے اب تک نہیں اُٹا نقاب کو
 مجھے تم قتل کر کے کس لئے اب ہوشیاری
 اُجھار روز کا اچھا نہیں ہے زلف بچاں سے
 نہ ہم کو رابطہ کچھ کا فوسے نے نفرت سلاں سے
 کھلا یہ ماجرا زہد ہمیں تحصیل ایماں سے
 ہوا کیا مگواے تسلی جو ہوا ہے پریشاں سے
 سر پر خزاں بھی اگنی جب ہم راہ جوئے
 بند تھا جو ہم سے نہ اک روز دا ہوئے
 نادان یہ صنم ہوئے کچھ خدا ہوئے

بسل

(بسل) چٹت موتی لال دہوی کشمیری۔ پڑانے دہلی کالج میں تعلیم پائی تھی اور وہاں کے
 بڑے ممتاز و مشہور متعلقین تھے انگریزی اور فارسی زبانوں میں دستگاہ کامل کچھ۔ تمام عرصہ اسے جلیلہ پر ممتاز
 رہے۔ کئی سال تک گورنمنٹ پنجاب کی میزبانی گری کے عہدے پر ممتاز رہ کر جوڈیشل کلکٹر
 اسسٹنٹ کنفرس درجہ اول مقرر ہوئے۔ اپنے وقت کے سربراہ اور زہد اور نامی بزرگوں
 میں تھے طالب علمی کے زمانہ میں ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ اور دو کتابیں فن مسمریزم میں انگریزی
 سے اردو میں ترجمہ کی تھیں۔ انگریزی کی استعداد درجہ عالماہ تک تھی۔ مسمریزم میں بھی اچھا
 دخل تھا تعلیم نسواں اور دیگر مضامین کے صلہ میں سرکار سے متعدد صلائی انعام پایا۔ ۶۲ برس کی

عمر باکر سن ۸۹ء میں بمقام لاہور سفر آخرت اختیار کیا۔ زندان مزاج کے اقتضا سے رشتہ گوئی کی طبعیت بھی طبیعت نائل تھی۔ چنانچہ ذیل کے اشعار انکی یادگار ہیں۔

یہ سمجھ دیکھ کر ہم خال لب اس آفت جاں کا بہت سا فرق سمجھ میں اور میں ہے نگر و عوی بہادیں ان کے طوائف سے کشتی نوح کی بھی ہم چمن میں سر دکتے ہیں تمہارے سایہ قد کو عاقبت تک رہے پابستہ زنجیر بلا گھر پر آتے ہی تیرے پاس سے مرجاتا ہوں	بجائے خوف زنگی پاسبان ہے آب حواں کا مٹنو ہم سہری ناخن داروں نے جان کا اتحادیں ایک بل کو ہم جو چودہ چشم گریاں کا فلک پر چاند رکھا نام عکس روئے تاباں کا دیکھ پائے جو تری زلف گرہ گیر کے بل بس ادھر تاناہوں میں اور ادھر جاتا ہوں
---	--

(بسل) خواجہ فیض الرحمن دہلوی خلیفہ اصغر نواب سہمی خاں۔ بعالم شباب ۱۲۵۳ء
میں سنگ شانہ کے عارضے سے انتقال کیا حافظ احسان کے پوتے اور اپنے خالو مولانا
آزادہ مغفور سے فن سخن میں مستفیض تھے۔ کلام ضائع ہو گیا صرف بیچتر ۱۷

بعد مرنے کے وصل ہوتا ہے | تم بھی بسمل کسی پر مدد کیو

(بسل) شیخ محمد زماں عرف عبد الرحمن صدیقی ابن شیخ افضل الرحمن بخوری نواح لکھنؤ
میں ایک مقام ہے فرخ آباد عرف چلاواں وہاں کا مولد و وطن ہے۔ گزشتہ سے شہرام پور
میں بود باش ہے۔ نواب کلب علی خاں کے عہد سے ملازم ریاست ہیں ۱۲۶۵ھ ہجری
سال پیدائش ہے۔ نہایت خلیق اور بڑے نیک ذات ہیں۔ عربی کی کچھ کتابیں منشی
امیر احمد صاحب امیر مبنائی مرحوم کے منجملہ بحالی مولوی عنایت احمد مغفور سے پڑھی تھیں
فارسی میں امیر مبنائی مرحوم سے مستفیض ہوئے۔ شعر و سخن سے دلی شوق ہے خصوصاً
اردو شعر گوئی سے بہت ذوق ہے۔ حضرت امیر مبنائی مرحوم کے شاگردوں میں ممتاز ہیں
ترتیب تذکرہ انتخاب یادگار کے وقت عدالت یوپی میں نائب برشتہ دار تھے کلام ہم سید کا انتخاب خطاب
چشم بینا ہو تو دیکھے وہ تماشا تیرا | اکبرہ دربریں ہے ایک سا جاوہ تیرا

بسل

بسل

ہوں میں بیٹا نہ میری کون سنے گا ساق
 مہموسہ آنکھوں میں کیونکر مسائیں
 غش میں گرے کلیم تو آئی ندا غیب
 کس غمزدہ نے آج جہاں سے سفر کیا
 زبان پیغامبر کی قطع کر کے بھیج دی مجھ کو
 ہوں میں وہ افسردہ خاطر نغمہ اہل طب
 قیامت سایہ بنکر پیچھے پیچھے ساتھ ہوتی ہے
 بوجہ پرزے پرزے گر بہاں گل نہیں
 مرنے کا اپنے غم نہیں پر غم یہ ہے کہ غم
 کوئی بات سنے گا مطلب کی بھی
 ہے عشق جسم حُسن تو ہے حسن جان عشق
 کچھ اُس نے کمی کی مگر اندازِ جنساں میں
 پونجے جو مہم خانے تو دیکھے وہ کرشنے
 پانی کی جگہ خوش شیریں دوس کا ملاؤ وہ
 لذت ہے جو آبِ دہم شیر میں تسکین
 ملیں گے زاہدانِ خشک کیونکر بادہ خوار نہیں
 ادھر چکی اُدھر چکی بیاں تڑپی وہاں تڑپی
 انداز کیا نزلے مرے دلناں کے ہیں
 کچھ ایسی بیخودی تھی سرد و رصال میں
 تیرے دیوانے نے یہ پیدا کیا رنگِ شہ
 دھو گئی ساری سیاہی نامہ اعمال کی

میکدہ تیرا ہے میری ہے بننا تیرا
 تصویر میں ہے روئے روشن کیسا
 وہ ذوق و شوق طالبِ دیدار کیا ہوا
 چلا رہا ہے غم میرے غمخوار کیسا ہوا
 جواب اتچھا دیا ظالم نے پیغامِ زبانی کا
 کان تک میرے جو پوچھا نا لہ ماتم ہوا
 گزر جس راہ سے ہوتا ہے میرے آفتِ کال
 یہ بھی تو اُمّی ہے تمہارے شہید کا
 بیکس ہوا غریب ہوا بیوطن ہوا
 کہ مضمحل کہانی میں جانے کی رات
 جو حسن کا مکان ہے وہی ہے مکانِ عشق
 فریاد ہے کیوں مجمعِ اربابِ وفا میں
 بت بن گئے خود بیٹھ کے ہم یادِ خدا میں
 سنو مخمّنہ تمہیں منظور ہے گرزِ ملکِ حنا میں
 وہ خضرد کو حاصل ہوئی آبِ بقا میں
 کبھی گنتیِ نوگی ان بیبا دوس کی سوار نہیں
 گنتی جاتی ہے بجلی بھی تمہارے بقرار نہیں
 دل کے پوچھتا ہے ارادے کہاں کے ہیں
 ہم کہہ گئے جواب کا مطلب سوال میں
 جس پر پی سے لگتیں آنکھیں وہ دیوانی ہوئی
 جب گرے اشکِ ندامت جب شہنائی ہوئی

عقیدے کے جو ساقی سے توبے کھٹکے پیئے جاؤ
 دل کی طرح عزیز مجھے داغ دل بھی ہے
 ٹھوکر لگا کے لاش کو قاتل نے یہ کسا
 بڑھا ہے اُس یہ درد جگر سے
 ہوا آخر وہ ظالم جی کا دشمن
 یہی ہے حکم ضبطِ رازِ الفت
 خود اپنے مکس سے آئینے میں وہ کہتے ہیں
 ڈبلا جو کاغذ ہے سے وقتِ خرام ناز اس کے
 اے بخود ہی سلوک کر اتنا کہ حشر تک
 بزم میں انکی کیا کرتا ہے مجھ کو بیچین
 سمجھ عشتہ تکدہ غافل نہ عبرت گاہِ عالم کو
 زباں و غنا کی ہبلی لڑکھٹا پاؤں زاہد کا
 جلا پروانہ کوئی شمع پر کر کر تو سمجھایں
 خدا کا ہے اگر طالب خودی کو چھوڑے تسلی
 نقشِ باہر کے میں اُس درجہ بڑوں تو لیکن
 لبس زمانے نے کر دیں کتنی
 بے مہا با حسنِ مطلق کی تماشائی ہوئی
 دیکھ کر آئینہ اپنے عکس سے بولا وہ شونج
 نشہ حسن وہ کافر ہے کہ جس آنکھ میں آنے
 کیوں کر دس قصہ جرم کیوں تیرے ڈر کو ٹھوٹوں
 کیا دخل پری آ کے میاں رنگ جمائے

کہاں کی گفتگو نے حلت و حرمت نکال ہے
 اس پھول میں بسی ہوئی خوشبو وفا کی ہے
 تبسل اٹھو اگر تمہیں ہمت وفا کی ہے
 تڑپ جاتا ہوں ذکر چارہ گرت
 چسے دیکھا محبت کی نظر سے
 نہ گرنے پائے آنسو چشم تر سے
 کہ دیکھ دیکھ غش آیا ذرا سنبھال مجھے
 کہا ادا سے ڈوپٹے نے تو سنبھال مجھے
 میری خبر ہو دل کو نہ دل کی خبر مجھے
 دل سے کدو میرے پہلو سے ظاہر مجھے
 میاں مثل جاب جبراک دم بھر کی ہستی ہے
 نگاہِ ناز ساقی میں عیب عالم کی ہستی ہے
 کہ مر جانا مال مذہب شاہ پرستی ہے
 گزرنا خود پرستی سے کمال حق پرستی ہے
 ڈر ہے جل بھر کے مٹا دیں نہ مٹانے والے
 رنگ بدلے نہ انکی غفل کے
 سات پردوں میں اسی سے قید بینائی ہوئی
 پڑتی ہے اب آپکی بھی آنکھ للچائی ہوئی
 نہ محبت نہ مروت نہ دُفار ہنسنے دے
 کیوں کر دن کعبہ کو سجدہ ترے در کے ہوتے
 دیوانہ ترا حور پہ بھی آنکھ نہ ڈالے

اے پیر خاں تاگ میں ہے محتجب شہر
بروے سے قدم دختر رزبا نہ نکالے
پیا سے ہیں بہت خیر ہوسانی ترے دم کی
لعل پلاوے ہیں دو چار پیالے

(بسمعل) مولوی رضی الدین بسمل خلف حکیم سعید الدین خان سعید ندوکالت حاصل کر کے
نواب محمد علیخان مرحوم معزول رئیس ٹونک کی سرکاریں واروغہ ہو گئے اور اسی وجہ سے
بنارس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چند سال بعد شاہجہاں پور جا کر دوکالت شروع کر دی۔
فرخ سخن میں مولانا مذاق سے استفادہ کیا تھا یہ کلام ہے ۵

رکا ہے آکے دم سینہ میں باہر آئیں
نہ جیتے ہیں نہ مر تے ہیں ابراہوناقانی کا
مینے دیکھا ہے اُکے ابرو کو
کیا سامنے ہلال آنکھوں میں
شب نہ آیا ترے تصور میں
خواب کا بھی خیال آنکھوں میں
ہنس ہنس کے دوزخ میں بسمل
چھڑکیں جو نمک تو کیا مزہ ہو
واغظ یہ تیرا نساہر باطن نہیں گیاں
لب پر تو خدا دل میں تیرے یاد دہاں ہے
بینا ہو اگر دیدہ باطن تو ہو معلوم
وہ پردہ نشین دل ہی کے پردہ میں ناں ہے

(بسمعل) حافظید محمد حسین بسمل خیر آبادی مولوی عبدالحق منطقی خیر آبادی کے حقیقی
نواسے اور آجکل کے مشہور شاعر مضطر خیر آبادی کے بڑے بھائی اور امیر مینائی کے
شاگرد تھے۔ دربار ٹونک میں پہلے بھیندہ سفارت و دوکالت ہے پھر میٹری بھی ہو گئے
تھے۔ نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر والی ٹونک ان سے مشورہ سخن بھی
لیا کرتے تھے اور انکا نہایت ادب کیا کرتے تھے منکسر المزاج اور درویش صفت
آدمی تھے۔ فارسی میں اعلیٰ درجہ کے مشاق تھے اُردو کی طرف کم سیلاں تھا چند سال
ہوئے ۲۵ برس کی عمر میں بمقام امیر انتقال کیا۔ کلام کا انتخاب یہ ہے ۵

اس نحوشی سے بھی سوا باتیں نکلتی ہیں صنم
عین گویائی ہے چپ رہنا ترسی تصویر کا
نزع میں خواہش نہیں کچھ اور اے قاتل کمر
چاہتا ہوں بوند بھربانی ترسی تلوار کا

اب لذتِ زخیم جگر می پوچھتے کیا ہو دل اُسکو کما کرتے ہیں جو تجھ پہند ہو نہیں زندوں نے یہ سر پر چڑھی ہے کسی کے گیسوئے بنگوں سے جا کر جہاں دل تھا وہاں اب کچھ نہیں ہے گواہی دے رہا ہے روزِ محشر	جب تم ہونک بائش تو کچھ کوشِ حرا ہو دم وہ ہے کہ جو تیر سی محبت میں فنا ہو خدا کی مار ز اہد پر چڑی ہے سیہ بختی مری فکر لای ہے بنا لو گھر جگہ خالی چڑی ہے بڑی ہے تو شبِ زلفت بڑی ہے
---	---

(بسمِ) فشی غلام السبیل خلف فشی مرزا علی کینوہ - بانس بریلی کے رہنے والے
ہیں سرکارِ انگریزی میں ملازم تھے اب پنشن خوار ہو کر خانہ نشین ہیں حج بھی کر آئے ہیں
مرزا غالب کو کلام دکھا یا ہے - اور فکرِ سخن میں انہیں کی طرز کے مقلد ہیں جیسا کہ کلامِ ذیل
سے ظاہر ہے - چار پانچ سال قبل تک زندہ تھے - اب حال معلوم نہیں ۵

شب و فوراُ اشک کے گردوں کف سیلاب تھا واں خابندی عنایا گیرِ خرامِ نارغھی شمعِ بزمِ عیش تھا واں خندہ دندانِ نا واں رخِ پر نور تھا صبحِ امیدِ زندگی واں نگاہِ سرمہ آلودہ تھی کلچیں بہار یاں دلِ شوریدہ کو سچھوڑ نیکا تھا خیال دیدہ بجنوابِ تھایاں ہائے محو انتظار حسنِ تمکبیں آزا کو پاس خود داری اُدھر اُنکو پاس ننگِ دانگیرِ خاکِ پاس وضع ہو گیا بے ساختہ یوں آج سرگرمِ سخن دیدہ بجنواب کو شبِ تنہا کی انتظار	دورہ چشم کو اکب حلقہ گردِ اب تھا یاں تن کا سید و غرقِ اشکِ خونِ لب تھا اشک جو آنکھوں سے پلکایاں دریا بابتھا یاں ہر اک داغِ جگرِ غورِ شیدِ عالم تھا موجزں یاں چشمِ تر سے خوں کا سیلاب تھا زیرِ سرِ واں غیر کا زانو براے خواب تھا استراحت کے لئے واں بسترِ سنجاب تھا خانہ زادِ عشق کو ٹھونٹایاں آداب تھا وہ ادھر بیتاب تھے او میں ادھر بیتاب تھا ایک مدت سے نواہنجی کو دلِ میناب تھا کانِ آہستہ پر رواں مڑ گاں سے خونِ ناب تھا
--	--

ہاے ایسے ناتوان پر تو ہوا تیغ آزمایا
کیون نہ جھکتی زانہ پندہ سرور کی گردن افکندہ
ساعہ ریل اب کمان دہ خود قتل اب کمان
مینے دیکھا رات بسمل کو پڑا تھا خاک پر

(بسمل) فتنی واحد علی ہاشمہ کا گوری۔ حضرت امیر مینائی کے شاگرد اور بڑے
طبائع اور ہوشیار شخص ہیں۔ قریب ۴۰-۴۲ برس کی عمر ہے۔ زبان ستھری اور مذاق
سلیم رکھتے ہیں عرصہ دوازہ ماہ پور میں بعدہ نائب ریفرنسی ممتاز ہیں نو ذہن کا کام ملاحظہ ہو

دل میں مجمع ہے مے یار کے پیکانوں کا
غضب ہے جوانی میں جو بن کیا کاہ
جلوہ پردہ سے دکھاتا نہ اگر بیٹھ کے تو
تو قتل گہ ناز میں دم مہج بھی نہ ٹھہرا
ساقیا عید کا دن روز نہیں آتا ہے
زخم کتے ہیں تیغ سے مل کر
نوک مرگاں ذرا خیال رہے
ادھر کا گرم ہے پہلو ادھر ہے
نگاہیں ڈھونڈھتی پھرتے ہیں بہروں
پھر سوئے گور غریبان وہ ہیں آہوئے
کیا ستم ہے رہے مالک کہیں گہ کے ہوتے

میزبان ہے یہ عجب نوک کے مہانوں کا
قیامت ہے بے ساختہ پن کسی کا
نہ تو کانفر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا
کشتے ترے تڑپا کے آغوشِ قضائیں
آج دن بھر درمیانہ کھمار بنے دے
آج نکلیں گے حوصلے دل کے
پھوٹ جائیں نہ آئے دل کے
تڑپ دل میں سوا ہے کچھ جگر سے
نکل جاتا ہے وہ کافر جد سے
پھر مین سوتے ہوئے فتنوں کو جگا رہا ہے
تیسر پہلو سے نکل جائے جگر کے ہونے

(بسمل) مولوی فتح الدین صاحب مرحوم آپ پنجابی انجمن نویسوں میں درجہ امتیاز
رکھتے تھے اور بڑے ہوشیار۔ ذکی اور لائق مضمون نگار تھے کئی سال تک آپ پنجاب
لاہور کے آڈیٹر رہے علاوہ ازین علمی اور رفہ عام کے دیگر کاموں میں بھی نہایت مستعد

سے حصہ لیتے تھے۔ ظرافت کے مضامین لکھنے میں آپ کو اچھا ماکہ حاصل تھا۔ عالم شباب
 ستمبر ۱۸۷۸ء میں بعارضہ پانفال کیا۔ آپ کا کلام تلف ہو گیا۔ بمشکل یہ چند شعرا ایک پولشیکوغل
 کے ہاتھ لگے۔ درج تذکرہ کئے جاتے ہیں ۵

اُن کی اب موت کے آثار ہیں لو اور سُنو
 اُن سے ہی لڑنے کو تیار ہیں لو اور سُنو
 سونٹھ کی گانٹھ عطر ہیں لو اور سُنو
 سول سروس کے طلبگار ہیں لو اور سُنو
 جنگ میں چلنے کو تیار ہیں لو اور سُنو
 بیچ ہیں صاحب اخبار ہیں لو اور سُنو
 آج ہم غنیمت مانا رہیں لو اور سُنو

کا بلی برس بیکار ہیں لو اور سُنو
 جکے صدقے سے پلے اور ہوئے اتنے بڑے
 شاہ تھیا نہ تو اور ک نہ مصالح موجود
 کل جہالت میں جو غنا تھے یہ کالا لوگ
 دو قدم گونیں چل سکتے مگر اسپر بھی
 ہنر سے مولوی تھے آج طفیل سرکار
 حبیب میں نے پڑے رہتے ہیں سل کے دماغ

(بسل راہپوری) صاحبزادہ محمد رفیع خان شاگرد جلال۔ راہپور کے عائد ہیں سے ہیں
 بڑے خوش فکر شاعر ہیں کلام انکا بیت اچھا ہوتا ہے۔ ۴۰-۴۵ برس کی عمر ہے۔
 ریاست سے گزارہ کے لائق و ذلیلہ پاتے ہیں یہ کلام ہے ۵

طور پر آپ نے کیا حضرت موسیٰ دیکھا
 اٹھ گیا وہ رخ محبوب کا پردہ دیکھا
 مجھ کو بس ایک دل ہی یہ حسرت بھرا دیا
 اس گل کو لا کے بھولو نہیں کس نے بھرا دیا
 مژدہ اجل نے نزع میں یہ کیا سنا دیا
 اندر سے سخت جاں مرا باز دو کھا دیا
 یہ کس کو زکس جہن میں یا رنگہ صحت ملک ہے
 وہ پوچھتے ہیں کہاں سے آیا زبان کی بک بک

ہوش کیوں جاتے رہے کس کا تھلا کھیا
 جذب نظارہ مراد کچھ تو اسے حسرت دید
 کیا کچھ بتوں کو روز ازل اسے خدا دیا
 بزم سرور ہو گئی بزم غم زامری
 دے کر خبر وصال کی تر پیا یا ہسکواور
 کتنا کسی کا ہونے پس قتل ناز سے
 ہماری چشم نظارہ میں کوستا کے کو بکر نہ بدگمان
 اہم مطلب ان ہو کیونکر مرایان اور زبان قاصد

<p>ہوئے آگاہ سب در و نہاں سے ترے بسمل سے تیرے نبجاں سے</p>	<p>بیا محشر ہوا آہ و فغاں سے مزے تیر نگہ کے کوئی بوجھے</p>
<p>بہل - منشی سید احمد شاہ صاحب شاگرد قصیر الہ آبادی دور موجودہ کے شاعر ہیں۔ کلام کا رنگ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔</p>	
<p>دیدہ شوق بنا رہے ہمدن دل اپنا زہر میں بھی اثر آبِ بستا ہوتا ہے اسی پردے میں وہاں ذکر خدا ہوتا ہے پہلو سے لگے جگر و دل نکال کے محشر بھی لے فت مہتری مساند چال کے ہو حق جو کر رہے ہیں عمارت و جہاں کے قائل ہیں ہم تو پیشیاں کے کمال کے گل خنداں بنا ہر اک دہانِ خرم گل گل کے تکے نامے مسافر سورہ ہیں ہلی منزل کے تمنا ہے کس واسے دیکھنے میں رخصت بسمل کے</p>	<p>آپ نے وعدہ دیدار کیا ہے جب سے دسیا نہیں جب لب جہاں بخش کے پی لیتا ہوں شور کرتا نہیں ناتوس کلیسا غفل تیر نگاہ ناز کسی خوش حال کے فتنے بھی پائمال ہوں بھوکے راہ میں کچھ پی گئے ہیں آج مقرر جنا بکش دو گھونٹ کیا پلائے کہ مدہوش کر دیا انرو کیما صبا کا غنچہ پکیاں میں قاتل کے نچو نکا انکوائے شو قیامت کج مرقد میں قصا سر پر مٹھی سے غلش کے وہ چکر لگا ہیں</p>
<p>بہل - سید بنے میاں صاحب باشندہ رامپور شاگرد مولانا راسخ دہلوی۔ نوجوان آدمی ہیں۔</p>	<p>کبھی کبھی شہر بھی کہہ لیتے ہیں۔</p>
<p>کوئے جاناں کی طرف جھکویہ رہبر لہجہ پلا راز دل اُس ناز میں سے بر ملا کہنے کو ہیں دونوں ملکر تجھے کچھ اسے برفا کہنے کو ہیں پلے ہو مہ توں اے حضرت دلیا زو نعمت میں دل لگی کرتی بھی ہیں ترے دیوانے سے</p>	<p>بیقرار ہی میں دل بیتاب ساموںس جہر کون المد و شوق شہادت ہمت افزون وصال کچھ اشارہ آنکھ کا ہے ہلے ہیں کچھ پیر لب ذرا تو برج الفت کا جواں میں مزہ دیکھو دیکھو نے کے تماشا میر بالین مزار</p>

بسل

لوگے کیا طالب دیدار کے تڑپا پاتے سے	کیوں نگہ چسپ نہ ہو آؤ چہری پیمبر بھی دو
بہارِ بختِ عید الزحیم بسمل کلک کورٹ آف وارڈز فیروز پور باشندہ کرد حضرت ارشد گورگانی کے ملائذہ سے ہیں۔ انکے والد شیخ ہایت اللہ صاحب ریاست مدوٹ میں وکیل ہیں۔ انکی عمر تیس سال کرنا ضلع مضطرنگر کے رہنے والے ہیں طبیعت صوفیانہ ہے اپنے استاد کا کلام بہت جانفشانی سے فراہم کیا ہے خود بھی صاف صاف اچھا کہتے ہیں۔ مذاق سلیم ہے مندرجہ ذیل کلام سے آپ کی خوش فکری اور بلند نظری ظاہر ہے۔	محبوبِ اہم یار کو محبت کے کام کیا کعبے میں تیرا فیض ہے جاری دیکھا صد شکر کہ کی ترک و دورنگی بسمل خوش وقت ہے وحدت کا جسے جام ملا آنکھوں سے اٹھا اپنے دوئی کا پروہ ہمو مزاج ملنا ہے سوز و گداز میں سلجھے ہوؤں کی عین حقیقت ہے نظر کس کو تیرے قبلہ و قبلہ نثار ہے بسمل دہن پہ مہرِ خوشی لگی رہے تو انتخابِ حسن کا نقطہ ازل میں تھا سخاوتِ ان فیض جیسا جہاں کے لئے کھلا گھٹا کی آبر و کھٹ جا کے پانی پانی باراں ہو ہر شان میں ہے شانِ زلی تیری آباد ہے۔ ہر نام سے و لگا مندر
اے صورتِ بشر کیوں مجھے ناحق جگا دیا رباہی بختِ خدائے میں ہر بندہ و پجاری دیکھا ہر گھٹ میں ہے اب شامِ مراری دیکھا کیا خوب یہ سرکارے انعام ملا رباہی ہر رنگ میں تسبیل ہے سیرام ملا زائد تجھے کہاں وہ میتر مناز میں اُبھے ہوئے ہیں حضرت زائد مجاز میں میں وقتِ سجدہ غرقِ تہا جبرئیل میں منصور وار وار ہے افشلے راز میں گو لا کھ ہوں حسین یہ تجھسا کہیں نہیں آج اُنکے شب کے کھانیکو زبان جو میں نہیں ہماری چشمِ تر روتے پگڑا جائے ساون میں سر جھکتے ہیں درگاہ ہے عالی تیزی رباہی آنکھوں میں ہے تصویرِ خیالی تیری عاشقوں کی کیا تسلی کر چلے	محبوبِ اہم یار کو محبت کے کام کیا کعبے میں تیرا فیض ہے جاری دیکھا صد شکر کہ کی ترک و دورنگی بسمل خوش وقت ہے وحدت کا جسے جام ملا آنکھوں سے اٹھا اپنے دوئی کا پروہ ہمو مزاج ملنا ہے سوز و گداز میں سلجھے ہوؤں کی عین حقیقت ہے نظر کس کو تیرے قبلہ و قبلہ نثار ہے بسمل دہن پہ مہرِ خوشی لگی رہے تو انتخابِ حسن کا نقطہ ازل میں تھا سخاوتِ ان فیض جیسا جہاں کے لئے کھلا گھٹا کی آبر و کھٹ جا کے پانی پانی باراں ہو ہر شان میں ہے شانِ زلی تیری آباد ہے۔ ہر نام سے و لگا مندر
عاشقوں کی کیا تسلی کر چلے	آپ تو مسکرا بھی سے گھر چلے

<p>بار اٹھو ہٹا دیا دل نے سحر بنگالہ ہے آنکھوں میں تری آپ اٹھے میں ادھر ہوش ہوں ہر نام سے اب عشق کا ساغر اٹھے اتنے پہلک کتا ہے سن لو بہل</p>	<p>اٹھکے کوچے سے ترے اکثر چلے ہم پہ بھی جاو کوئی فخر چلے بیٹھے بیٹھے کیا یہ جاو کر چلے تو حید کے بادل سے سند اٹھے مالک کی نہ چوکتے کبھی سراٹھے</p>
<p>بہل - منشی محمد عبدالرحمن خٹک مولوی حکیم قربان علی جنینی مذہب قادری مشرب نوجوان ہیں موضع منہار ضلع گیا آپ کا وطن اور ۱۲۹۹ھ سال پیدائش ہے۔ گیا میں بودو باش ہے اور کتابت کے مشغلہ سے اوقات بصری کرتے ہیں۔ شاعری کا عنفوان شباب سے شوق ہے جو کچھ کہتے ہیں اُس میں خواجہ محمد عبید اللہ عشرت لکھنوی سے مشورہ کر لیتے ہیں اور دو اور فارسی دونوں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کلام مرسلہ میں سے چند شعر انتخاب ہو کر درج مذکورہ کئے جاتے ہیں۔</p>	<p>بہل - منشی محمد عبدالرحمن خٹک مولوی حکیم قربان علی جنینی مذہب قادری مشرب نوجوان ہیں موضع منہار ضلع گیا آپ کا وطن اور ۱۲۹۹ھ سال پیدائش ہے۔ گیا میں بودو باش ہے اور کتابت کے مشغلہ سے اوقات بصری کرتے ہیں۔ شاعری کا عنفوان شباب سے شوق ہے جو کچھ کہتے ہیں اُس میں خواجہ محمد عبید اللہ عشرت لکھنوی سے مشورہ کر لیتے ہیں اور دو اور فارسی دونوں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کلام مرسلہ میں سے چند شعر انتخاب ہو کر درج مذکورہ کئے جاتے ہیں۔</p>
<p>سخنی جبر اٹھائے دل مضطر کیونکر دیکھنا ہے کہ ملائے نہ ہی نظر دل کو مرے روؤں صحرا میں سمندر میں گراہ کروں</p>	<p>رکھ لے سینے پہ الہی کوئی تھک کیونکر چمکین لیتی ہے تری چشم منو نگر کیونکر مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن پانی میں</p>
<p>ابھی باقی ہے حرص زندگانی اوجھ کر لیا دل عشاق چھوٹیں</p>	<p>چراغ گور روشن ہے ہوا میں ہلا کے سج ہیں زلفت دو تار میں</p>
<p>دل تو لینے ہو مگر بوسہ تو دید و پہلے گوش گل تک کبھی فریاد نہ پہنچی امنوس زیادہ دوستی میں دشمنی کا خوف رہتا ہے نہ ترک عشق ممکن ہے نہ صبر آتا ہے نہ وقت میں فراق میں مجھے برسات تیرا باراں ہو</p>	<p>تم سمجھتے ہو کہ مجھ سا کوئی ہشیار نہیں چیننے چھیننے بلبل کی زباں سوکھ گئی عدو وہ بنگیا جس سے ذرا ہمنے محبت کی عجب آفت میں جان زار ہے ہمارا الفت کی ہو میں ہوتی ہیں سینہ کے پار ساون کی</p>

بہل

شیخ لے کر مری تربت پہ نہ آئے کوئی	مر گیا ہوں مجھے ابوند جلائے کوئی
بسمل - منشی شہر فی لال - آپ غالباً رامپور کے رہنے والے اور حضرت امیر منیا کی کے شاگرد ہیں - یہ کلام کا خلاصہ ہے -	
شور محشر مرے نالوں نے اٹھایا کیسا	ہو گیا سارا زانہ و بالاکسا
مست و یاس و الم دم تو ذرا لینے دو	آخری وقت لگا کتاب سے سیلا کیسا
خود نما حسن نہیں جذب محبت بھی نہیں	پھر یہ بے پردہ ہمتا اسے نکلنا کیسا
وہ اثر ہے مرے انونیں جو جاہوں بسمل	دل کو تھامے ہوئے وہ آئیں نہ اناکسا
بشاش - آغا کلب عابد خاں بھادر کسٹرا اسٹٹ کسٹنر درجہ اول امر تر خلت اکبر نواب کلب حسین بھادر مرحوم درویش بندس - بہت نیک نام منصف اور فیاض شخص گذرے ہیں امر تسری میں اقامت اختیار کر لی تھی - ایک عظیم الشان سراسے رفاہ عام کی غرض سے امر تسری میں تعمیر کرائی تھی وہ آپ سے یادگار ہے - پندرہ سال کے قریب ہوئے وہیں انتقال کیا - مندرجہ ذیل اشعار آپ کی موزونی موزونی طبع کا نتیجہ ہیں -	
نہ میرے ور پٹے اپنا ہے آسماں تنہا	ہزار دشمن جاں میں اور ایک جاں تنہا
اگرچہ دشمن جاں ہوں مرے رقیب ہزار	نہیں ہے خوف جو ہو دوست مہرباں تنہا
ہے صحبت آپ کی ناصح مجھے عذاب الیم	وہ ہمتا اس سے بسر ہو جو مہرباں تنہا
میں عادت اسلئے کرتا ہوں گوشہ گیری کی	کہ کچھ غیر میں رہنا ہے جسا وداں تنہا
بشاش - منشی دیوبند پشاد خلت منشی نمن لال بھیت قوم کا استاد ان کے بزرگ شہر ہوپال کے متوطن تھے یہ خود غصہ سے امیر میں سکونت پذیر ہیں اردو انشا پردازی اور تالیف اور تصنیف کتب جغرافیہ و تاریخ کا زیادہ تر شغل رہتا ہے - اوائل عمر میں صاحب سزا و گان ٹونک کی سرکار میں منسلک رہے اسکے بعد ریاست جو دپور میں ملازم رہے - لطائف ہندی افسانہ خرافہ و زنگدہ شاداب - وقایع راجپوتانہ - احکام نوشیر وانی - تاریخ ترک ہند - مذکرہ	

بشاش

بشاش

شکر اُٹھو۔ اُن سے یاد گار میں۔ اس وقت اپنی عمر ۷۰ برس کے قریب اور ریاست میں منصفی کے عہد پر ممتاز ہیں۔ یہ انکے اشعار کا خلاصہ ہے۔

ہر نرم میں ہے ذکر تری جلوہ گر کیا آفت ہی تجھ پہ ڈھانگی یہ بے نیازیاں سیر ہو کر دیکھنے پائے نہ روئے یا رہم علاج ہجر بناؤ بھونکے لے بڑا نہ جانے تو تھوڑے آب کیا جانے بغل میں چکے ہو ایک چاند سا مشوق جسے نصیب نہ لزت وصال صنف دلو لگی ہے شعلہ زخوئے وصال کی عشق میں پایا ہم نے کیا بشاش	لیتا نہیں اب نام کوئی حور و پر کیا جب واد اپنی چاہیں گے اے بت خدا ہم جل گئے لائے نہ تاب گر مٹی دیدار ہم ہمیں تو موت بھی ملتی نہیں ودا کے لئے نہ پی ہو جمنے وہ نہ شراب کیا جانے وہ لطف سیر شب اہتاب کیا جانے بہلا وہ لذت عہد شباب کیا جانے کعبہ میں روشنی ہے تو نہ جمال کی جان کو بیٹھے جی کھپا بیٹھے
---	--

بشیر - شیخ بشیر احمد سرسندی از اولاد شیخ احمد سرسندی۔ اکثر علوم و فنون مثلاً رمل - نجوم - غرض - موسیقی میں مداخلت تمام رکھتے تھے۔ خوش وضع خوش خلق شخص تھے باقتضائے موزونی طبع صحبت اہباب میں کبھی کبھیں نثر بھی کر لیتے تھے۔

دلفن بہ غم کی جہت کہ گلشن میں وہرے موج آب زندگی ہے جو ہر ترسیع نگاہ جب تھک ہے تو کند زلف مشکیں کا اسیر غافلوں کی مت نصیحت ماں آشوریہ سر	جوں سرو سر بلند میں آؤ کشیدہ ہوں دیکے سر لے لیجئے یہ آب جہاں پھر کہاں خواب راحت کرے یہ شام غریباں پھر کہاں سلطنت اپنی نہ کو یہ فیج طغلاں پھر کہاں
--	--

بشیر - سیر شہارت علی دہلوی شاگرد فخر الشعر امیر نظام الدین ممنون غدر سے بہت پیشتر لکھنؤ سے واپسی کے وقت سفر میں انتقال کیا۔ ۱۲۴۴ھ تک جات تھے یہ انکے اشعار میں

دل بیتاب پر ہم ہا متحد صحرے بیٹھے ہیں	دیکت میں تجھے حسرت کے بھرے بیٹھے ہیں
---------------------------------------	--------------------------------------

یارب نہ کھلے زلف گر گیسہ کسی کی
شاہد دل میناب کو تسکین ہو اپنی بوٹو

دایستہ وہاں خاطر و گیسہ کسی کی
کچھو کے رکھوں سینہ پہ تصویر کسی کی

سا بشیر

بشیر - محمد بشیر خاں راہپوری ساٹھ باٹھ برس کی عمر ہوئی۔ پڑانے سپاہیانہ وضع کے آدمی ہیں۔ فن شناسوری میں بھی اچھے بلکہ استاد ہیں۔ شعر شاعری کا شوق ابتدائے عمر سے رکھتے ہیں۔ بظاہر الف کے نام بے نہیں جانتے مگر سب فیاض نے اس فن میں انکو بھی خاصہ حصہ دیا ہے۔ شعر اچھا کہہ لیتے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کسی اُن پڑہ کا کلام ہے۔ تیس برس کی شوق نے طبیعت میں پوری رسانی پیدا کر دی ہے۔ جو کچھ کہا نواب فصیح الملک مرزا ذوالعہدوی کو دکھالیا۔ راہپور سے انکے فیض صحبت کا لطف اٹھایا ہے۔ اب آج کل حیدرآباد میں کسی رئیس کے ہاں ملازم ہیں۔ اُن کا کلام ہے۔

گردش چشم سے کب یہ دل مضطر پھر تا
یہ لگا وٹ یہ کرشمے جو نوتے تجھ میں
نقد دل میں چھپایا تو بُرائی کیا کی
اٹکا وہ ناز سے کہنا کہ عجبش رور و کر
دُشمن زندوں میں ہے سب سے نکل کر باہر
تنہا کد میں چھوڑ گئے آج وہ فریق
وچہ نہ تھی شراب کہ اس پر جہا نہیں
تیغ قاتل پر گلو قاتل میں رکھ دیں بے خوف
تو نگو بیوقوفانہ بنایا کیا وٹ کم تھی
نگاہ غور سے دیکھا تو یہ دونوں برابر تھیں
بنایا آسمان بھی اور اک بہر ستم تو نے

بُت و فاکرے تو اُن سے کوئی کافر پھر تا
اے صنم کہہ تو خدا سے کوئی کیونکر پھر تا
کوئی رکھتا نہیں دولت کو تو نگر باہر
پانی کرنا نہیں خوب اپنا لہو آتا ہے
آج مہینہ میں کرنے کو وضو آتا ہے
ہونے نہ تھے جو مجھے گھڑی بوجہ کبھی
سب فاتحہ دلائے جو ہوتی روا کبھی
کر دکھائیں آج ہم بھی جو ہمارے ولیں ہے
کئی کسکی تھی کیا تھے تیرے گھر میں بخدا کتنی
نہ فرقت تھی قصا سے کہ نہ فرقت قصا کہ تھی
اُسی تیرے بند و پھر تو نکلی کیا جفا کم تھی

بشیر

بشیر۔ شاہ بہار الدین دہلوی معروف بہ عبداللہ شاہ بشیر۔ آپ شاہ نصیر کے چھوٹے بیٹے
شاہ نجم الدین صغیر کے حقیقی نواسے تھے اور چونکہ انکی کوئی اولاد نہ رہی تھی اس لئے انہوں
نے انھیں منجبت بھی کر لیا تھا چنانچہ انکی وفات کے بعد درگاہ و جاگیر آبائی خانقاہ صد جہاں
(دہلی) کے مالک ہوئے۔ فن سخن کا مذاق موروثی تھا اور اس میں اپنے عزیز شاہ تنویر
سے مشورہ لے لیا کرتے تھے عربی فارسی کی تحصیل اچھی تھی تصوف اور فن سخن کی کتابوں کا
اکثر مطالعہ کرتے تھے۔ افکار زمانہ نے کبھی دل جمعی نہ ہونے دی۔ ایک تذکرہ شہداء اردو کا
لکھنا شروع کیا تھا مگر اسے پورا نہ کر سکے۔ سات برس کا عرصہ ہوا انتقال کیا۔ ۵۵۔ ۶۰ برس کے
قریب عمر پائی تعلیمی دیوان جو اہم تذکرہ کے کتب خانے میں موجود ہے اسکا انتخاب درج ذیل ہے۔

بچے خصمت تو کر لو نام لینا بعد خصمت کا
نہ شرمنا کہ شرمنا تمہارا گھر ہے تہمت کا
کہ ترے ظلم سے اسنے سنگم کیا کیا
اسکا یہ کہنا نہ چھوڑو مجھے حبیب یاو آیا
چشم ترک کرنے لگی اور یہ رسوا الٹ
دل لگانا سہل تھا مشکل چھوڑنا ہو گیا
یہ مانا وہ خفا تھے تم منا لاتے تو کیا ہوتا
آب حیواں بھی جو ہر تھائے تو سمجھو جایگا
دوستی میں دلکا دشمن وہ صنم جو بایگا
وہ مسلمان نہ ہو گا کوئی کانسر ہو گا
توڑوں تڑپ کے یار کی شمشیر و کمینا
جھڑتے ہیں پھول کیا دم تقیر و کمینا
تو نے وہ حسن کے اقبال سے میلاں دیتا

جراغ صبح ہوں اکدم کامہاں تم زاد دم لو
چلایا اگر نہیں ہے دل تو کیوں آنکھیں چڑھو
دل مرا جانے ہے یا اسکو خدا جانے ہے
ہو نہیں پھر بھونکے دل نا شاد آیا
روکے سمجھے تھے کہ کچھ دلو کرینگے خالی
غم میں سر و شور بالیں سے اٹانا ہو گیا
کیا یہ کیا رطکین اے بشیر خستہ دل متے
اور تو کیا بخت گزشتہ سے ہے یہ ہی امید
دید اول اسکو لیکن یہ نہ سمجھے تھے بشیر
مصحف مرغیہ نہ لاو بچا جو اسکے ایمان
کتاب ہے آج ذوق طلبیدن کہ تو سہی
منہ کو چمن میں چومتی ہیں اسکے بلبلیں
حکمد خوروں سے ہے پر پونے پر شاں دیتا

خضر بھی جان چھپانے یہ پھر نیلے گلاب تک
 حسرتیں روزِ نئی روز میں ارمٰن نئے
 بھٹلاتی نزاکت دُا سے گرومِ رنیت ار
 نتیجہ ہاتھ نہیں ہر زنجیرِ نہیں ہزاروں سوئیپ کر
 دے پتک خاک پائے زلزلہ آداسے
 کون کتا ہے دے تم نے ہیں داغِ وقت
 جرم کچھ تیرنگہ کا نہیں تیرنگہ قاتل
 چاہت دل حب سے آپ کھل گئی ہے بشیر
 کچھ دم ہے پھر نگاہِ محبت سے دیکھ لو
 بے پروی پر تو یہ نعم ہیں ہوا میں اُڑنے
 جلائے کا مزا جب آئے میسر
 صندل وہی لگا نیلے جاگے ہو جنکے گھر
 ناخوش ہیں کیوں رقیبِ ماحسے رنگِ گل
 عجب تسخیرِ دنیا میں شبابِ حسن و کُش ہے
 پہلے ہی پہل آئے ہیں جوں غنچے سے مُند بند
 مرجائیں ولے پوینکے مے ہاتھ سے اسکے
 منتوں پر تو کرو مسل کا انکار نہیں
 کیوں میں نے یہ کہا کہ مجھے بھی دو جامِ مے
 شیشہ کو نکو بہینہ کا توڑے سبھ ہو کے پھر خفا
 نکلی ہے جانِ حسرتِ دیدار میں مری
 مرجاؤں پہ تو بہ نہ کروں عشقِ تیاں سے

ق

آنکھ چھوڑ گئی نہ یہ گرو شس دوراں جیتا
 یہ نہ رکھیں گے مجھے حسرتِ دارماں جیتا
 پامال یہ دلِ زریں دم ہو ہی چکا تھا
 اُتارنا ہے سجد کے اندر چرما قاتل کی تین کا
 ہے جو خورشیدِ کلس گنبدِ مینائی کا
 نخلِ امید مڑا پایا ہے بارِ آپ سے آپ
 جان دیتے ہیں ترے سینہ نگار آپ آپ
 اور بھی ہر بات پر کرتا ہے وہ دبیر مزاج
 صد سے ہزار جان سے ہوں اس امتحان پر
 کیا غضب ہوتا جا جو تھے کسی زوردار کے پر
 دل آجا ہے جو ان کا بھی کبھی
 کیوں لیں یہ نفرت دردِ سدی دردِ سحر ہم
 دیتے ہیں اُٹے داغِ دردم آنکھ گھر سے ہم
 کہ اس سے بس میں پر نکو یہ آدم زاد کرتے ہیں
 کھل کھلیں گے ایدل ابھی مڑا ہوئے ہیں
 ہم سانی کوثر کی تہہ کھائے ہوئے ہیں
 ایتواں سُنہ سے کرو چو چکی سوما نہیں
 پیچھا آیا کہہ کے اُس صنمِ پر عتاب کو
 بوئے کہ ایلواگ لگاؤ شراب کو
 بس شرم ہو چکی کہیں التوفاب کو
 اس سے بھی جو گر بخ و محن اور زیادہ

<p>زیادہ دوستی میں بھی عداوت آہی جاتی ہے ذرا مضبوط دل کر لے تو ہمت آہی جاتی ہے تو صیتی جان ہر مکہو بھی حسرت آہی جاتی ہے تمہارے مخمخ بے نقاب کی مٹی</p>	<p>جہاں ہے اگ الفت کی وہیں تو لاگ ہوتی ہے یہ مانا ہم نے راہ عشق میں ہے جان کا خطہ کسی سے دیکھتے ہیں اسکو ہنستے تو تجویم جو کچھ بچی تھی اُسی سے بنے یہ شمس و قمر</p>
<p>ترا بیمار لاغیر اس قدر ہے</p>	<p>لڑائی کرو میں بادِ سحر ہے</p>
<p>تنکے چناتی ہے دیوانہ بنا دیتی ہے سننے میں ہم تو اجل آپ بتا دیتی ہے لگا منکھو اُسی کے آگ پھر اے جانن الٹی تو ہو جاتی ہے امکی عقل ہے چرخ کھن الٹی لاکھوں دلوں کے اُنپے صدقے اُتر گئے سایہ سے اپنی زلف کے وہ آپ ڈر گئے یہ کچھ تلوار سے کم تھی ترے انکار کی برجھی وہ چھپڑکنے گلاب آتا ہے جو یہی ہے وعدہ وصل کی کوئی نہیں اپنا وصل جو یہ بھی ہو نہیں سکتا صنم جواب تو دے کہ روزِ حشر کو کشتہ ترا جواب تو دے گلے پہ پھیر مر خنجر پرآب تو دے ہمارا پھیر دل خانماں خراب تو دے پہ چین لینے مجھے دل کا اضطراب تو دے خواب میں بھی تو بیا بان نظر آتا ہے کوئی مہندہ نہ مسلمان نظر آتا ہے</p>	<p>اچھے اچھوں سے تری کا دیش خرگاہ کا فر کوئے قاتل کا پناشوق شہادت مست پر بھیج تجھے بھی حنا تھن ہے جس وں چنی آپ کبھی کے بیٹھے بٹلائے جو دن گردن میں آئیں وہ کر کے کیا شکایت دوران سر گئے اس بھولے پن پر مار لئے سینکڑوں تنکے دل کیا انکار اک بوسے سے ٹوٹے دل ہوا چنی کیوں نہ اپنی غشی پر میں غش ہوں کھو شام کو بوسے کچھ جو سحر ہو کو بوسے وہ دپہر نہ جام دے کوئی چٹو مجھے شراب تو دے کیا چو قتل بہ خاک اسکو داب تو دے ہست ہے نشہ لہی تو خدا کا لے کر نام نہ دے جو دیتا نہیں قول وصل کا غلام کہو گا حال شبِ غم کا تجھے اے ہمد جوش و شفت میں جھپک جاتی ہیں آنکھیں کچھ بے عجب مذہب الفت بھی کہ مہکود کیسا</p>

<p>کس لئے پھر نہیں خجہ ہڑاں دیتے جان تک مانگتے ہم سے تو مرجاں دیتے کیوں نہیں رخ سے اٹھا زلف پریشان دیتے وہاں بھی تیر سی ہی جستجو ہوگی یقین کسکا ہو چشم حریف کچھ دگنی ہے</p>	<p>کیوں خفا ہونے ہو خجہ بھی ہے میں بھی حاضر یہ نہیں ہو جو ایک بوسے پہ کرتے ہونیں ہو گیا سینکڑوں آشفستہ دلوں کو سودا دل نہ بھیلے گا اپنا حوروں سے زباں تیری بُتِ بیاں شکن کچھ اور کشتی ہے</p>
<p>بشیر جناب منشی بشیر احمد خاں صاحب رئیس ملیج آباد خلیفہ محمد احمد خاں صاحب تعلیم دار مرزا گنج۔ آپ لکھنؤ کے مشہور شاعر و سالہ رافضیہ حضرت محسن گویا کے پوتے ہیں۔ اسطرح گویا بانی سخن آپ کو میراث میں ملا ہے۔ شعر خاصہ کہتے ہیں۔ معاملہ بندی کی طرف زیادہ میلان خاطر پایا جاتا ہے۔ کلام ہجو رسیدہ کا انتخاب ملاحظہ ہو۔</p>	<p>رفیق تم سے کرے آرزوئے بوسہ لب بگرہ کے میں جو دہاں سے آہتا وہ بوسے کیسی مشکل ہے کریں آہ تو رسوائی ہے کون دل لے گیا وہ پہلو چھتے ہیں عشق میں ہم نے تم سے حضرت دل دیکھو ہم جان دینے میں کہ رقیب شیخ جی بھوئے تو کرنے ہو درد ہے دل میں ہمارے آہ بے تاثیر ہے تم ابھی دشمن کی قسمت کو جو کہ اٹھے بُرا کھل گیا ہمہ کرتے فردا ہل چکی بشیر</p>
<p>خط اسعاف مزہ ہے یہ منہ لگانے کا کوئی منالے تو ہے لطف روٹھ جانے کا منہ کو اتارے جب گرجے اگر کرتے ہیں اور یہ طرہ رفا جہاں دیکھو جو کہ امتداد ہی ہوا دیکھو بات ہی کیا ہے آزما دیکھو تھوڑی پی او تو پچھرا مراد دیکھو آپ بسمل ہے یہ تیر انداز پتہ تیرے ہو جو ممکن تو بد لواد و مری لفت بر کو رنگِ نوق و غالب و سوداؤ و درد و سیر</p>	<p>تیری نیسہ رنگہ کا کیا کمنا سن کے وہ دردِ دل مرا بوسے</p>
<p>دنشیں بھی ہے دلیرا بھی ہے جھوٹ کی کوئی انتہا بھی ہے</p>	<p></p>

<p>کما تھا خواب کس کا جو انتظار رہے</p>	<p>مے خیال کس کا ہوا سکھ میں کہاں</p>
<p>بشیر - منشی محمد بشیر - موضع پھر سانا کر رہے والے اور منشی ظہیر احسن صاحب شوق کے قلم سے بہرہ ور ہیں۔ شوقی طبع آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔</p>	<p>بشیر - منشی محمد بشیر - موضع پھر سانا کر رہے والے اور منشی ظہیر احسن صاحب شوق کے قلم سے بہرہ ور ہیں۔ شوقی طبع آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔</p>
<p>آپ فرماتے ہیں کیوں کہتے ہو قاتل مجھ کو تجھے بھی عجب بے لگنی سوجھتی ہے کہاں اس میں نیکی بدی سوجھتی ہے</p>	<p>کر گئی یہ نگہ ناز تو بسمل مجھ کو یہ ذکر شراب اور سب میں وا غلا کر دے کشتی خوب کالی گنٹا ہے</p>
<p>بشیر - منشی بشیر مرزا دہلوی - مولانا عبد الرحمن راسخ کے شاگرد اور موزوں جلیق نو مشق کہنے والوں میں سے ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے۔</p>	<p>بشیر - منشی بشیر مرزا دہلوی - مولانا عبد الرحمن راسخ کے شاگرد اور موزوں جلیق نو مشق کہنے والوں میں سے ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے۔</p>
<p>یہ سچ ہے کام آہی انیس کوئی نصیبت میں لگا رکھی ہے اتنی دیکھیں تو نہ قیامت میں خیانت کب وفاداروں سے ہوتی ہے امانت میں شہید ناز پر برسوں رہی تکرار جنت میں یہی دلوں میں اوتا تھا راہی مال ہے اس کا تو قدر دان کوئی پائمال ہے</p>	<p>اجل نے لی خبر میری نہ آئے آپ نہ وقت میں الہی در خواہان ستم میں منتظر کب سے ہمارا دل ہوتا ہے ہماری جاں ہمارا ہی ہوا ادھر خواہش جینے کی اُدھر اصرار حوروں کا نم سے عزیز کب دل آشفہ حال ہے یوں داد اپنی چسپال کی لیتے ہو جھج سے</p>
<p>بقا - شیخ بقا اللہ خان اکبر آبادی اصلی وطن انکا اکبر آباد مولہ دہلی ہے۔ حافظ لطف اللہ خان خوشنویس کے بیٹے اور مرزا رفیع سودا - میر تقی میر اور درود وغیرہ کے معاصر تھے۔ رشتہ میں شاہ حاتم اور فارسی میں مرزا فاخر مکیں کے شاگرد تھے کثرت مشاقی سخن اور مرزا و نو کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ طبیعت میں شگفتگی و رنگینی خدا و تمہی کہی کہی اُس زمانے کے مذاق کی وفا کی جو گولی سہی کر تے تھے کچھ عرصہ تک غلین بھی تخلص کرتے رہے پھر نقابن گئے۔ علمی پایہ بھی بلند تھا۔ اس شخص سے مناسبت تمام رکھتے تھے۔ غزلوں کے سوا قصائد میں بھی اپنا زور طبع دکھایا ہے۔ آخری عمر میں لکھنؤ جا رہے ہیں۔ اردو میں ایک مختصر دیوان انکی یادگار ہے انکے شاگرد و تلمیذوں میں مولانا شمس الدین خاں نواسہ شہر بہادر علیہ السلام ہیں۔</p>	<p>بقا - شیخ بقا اللہ خان اکبر آبادی اصلی وطن انکا اکبر آباد مولہ دہلی ہے۔ حافظ لطف اللہ خان خوشنویس کے بیٹے اور مرزا رفیع سودا - میر تقی میر اور درود وغیرہ کے معاصر تھے۔ رشتہ میں شاہ حاتم اور فارسی میں مرزا فاخر مکیں کے شاگرد تھے کثرت مشاقی سخن اور مرزا و نو کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ طبیعت میں شگفتگی و رنگینی خدا و تمہی کہی کہی اُس زمانے کے مذاق کی وفا کی جو گولی سہی کر تے تھے کچھ عرصہ تک غلین بھی تخلص کرتے رہے پھر نقابن گئے۔ علمی پایہ بھی بلند تھا۔ اس شخص سے مناسبت تمام رکھتے تھے۔ غزلوں کے سوا قصائد میں بھی اپنا زور طبع دکھایا ہے۔ آخری عمر میں لکھنؤ جا رہے ہیں۔ اردو میں ایک مختصر دیوان انکی یادگار ہے انکے شاگرد و تلمیذوں میں مولانا شمس الدین خاں نواسہ شہر بہادر علیہ السلام ہیں۔</p>

بشیر

بشیر

بقا

سرری ہل کے مرے پاس کجا کیا تھا
میر صاحب پھر اس سے کیا ہستہ
نے کے دیواں پکارنے پھر نے
نوبت اب اس بے پہنچی نامہ و پیغام تک
آہ کالوں نے سنا اسکو جو تھا منطوق چشم
ہم نفس کوئی نہ دیکھا یکبسی کے دن بقا
وہ انگارے پہلو میں دل بیتاب آتش کا
دست نامح جو مری حبیب کو کیار لگا
بار کو پھونچی خبر نالہ تنہائی کی
گردش پر تری چشم کے بجٹھے ہے جسے یار
چشم اپنی تک دکھاوے اُسے تاکہ بازائیں
سامی گودہ نوید بھبار آئی باغ میں
اے عشق تو ہر چند مرا دشمن جاں ہے
اُمید دیکھ جو کتاب ہے کہ اللہ سے میں
آہیں افلاک میں لمبائی ہیں
میکشی غیر کی محفل میں جو کرتے ہو تو یار
گر می نے سے پڑا اُلبیوں و لیس بقا
سیلاب سے آنکھوں کے رہتی ہے خرابی میں
پنہاں ہی ہلبا ہے خوب عاشق
گر قتل کیا بقت کو خوباں
تو نے اسطرح سے اے چرخ گرایا ہر کو

ن

قطرہ

ن

راہ بس ناپٹنے آئے تھے یہ اُنا کیا تھا
اس میں ہووے جو نام شاعر کا
ہم گلی کو بھوکا م شاعر کا
جس سے نت خلط تھا مجھ کو اور بھم باراد تھا
چشم سے دیکھا جو کانوں کے لئے افسانہ تھا
آشنا صورت مگر منی میں وہ بیگا نہ تھا
کہ دیکھے سے جسے ہوجا لے زہرِ آبِ آتش کا
پھاڑوں ایسا کہ پھر اُس میں زہر تار لگا
مدعی کون کھٹا تھا پس دیوار لگا
دعوں کی گنگلو سے قح اور قح سے ہم
اس بحث دو بدو سے قح اور قح سے ہم
سو سے نے پھر خلل سا کیا ہے دماغ میں
مرنے کا نہیں نام کا اپنے میں بقا ہوں
اُسکا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہر میں
محنتیں خاک میں لمبائی ہیں
باخبر رہو کہ ہے جینری شیشے میں
جسطح ہووےں حبابِ جگری شیشے میں
نکڑی مرے دلی سبتی ہے دوا بے میں
جس نے دوا بے اسہ خاک ڈالو
اس بات کو منہ سے مت نکالو
کہ موئے پر بھی کسی نے نہ اُٹھایا ہر کو

آج کچھ ناخن بدلے آہ اس سبیا کی	یاد میں تڑپے دل اس ابرو محمد اکے
ماشتی جس نے کی حنالی کی	عشق میں بوسے کب سبیا کی
<p>تو نے جا ہٹا کر ٹالے نہ ملے بیٹھ گئے در پہ نالے کئے اتنے کہ گلے بیٹھ گئے ہے نماں صبح وطن شام غرباں کے تلے مطل اشک آن چبے دامن مرگاہ کرتے داع سے داع ہیں کچھ میرے گریبان کے تلے جائے آسودگی اس گنبد گردوں کے تلے دو آبرجہاں میں یہ مشہور ہے بسکہ عالم میں بھوم ڈالی تھی اے بقا جبکہ مسم نے زیارت کی ایک تو تو کئے بہت اک ہے ہے نور شیدہ ہزار اپنے تئیں جرج چڑائے کاش وہ خوں کو مرے رنگ خانی جلانے</p>	<p>تھے ہم استاد تھے در پہ ولے بیٹھ گئے گھر سے نکلا نہ تو اور منتظروں نے تھے یہ رخ بار نہیں زلف پریشاں کے تلے آہ کی برق جو سینے میں چپکتی دیکھی کیا کروں سینہ جو صبح ہے چپائے نہ پھول نہیں ملنے کی بقا ہنکو جب نہ کچھ غرار ان آنکھوں کا نہ گریہ دستور ہے میر و مرزا کی شعر خوانی نے کعبول دیوان و دو نوصاحب کے کچھ نہ پایا سوائے اس کے سخن رخ اس کا صفائی تڑے تلو کی نہ پائے دل سے نکلے کہیں یا بوسی قاتل کی ہوں</p>
<p>بقا مستند شعر افواج محمد تقی خاں بہادر بقا دہلوی - آف ویلز نے خان بہادر اور مستند الشعر کا خطاب ان کو عطا کیا تھا ۱۲۹۹ء میں بطور سیر حیدر آباد اور گلگت بھی گئے تھے ۱۳۰۰ء میں انتقال کیا ان کے شاگرد نہیں رہے محمد جعفر صاحب آسان مشہور ہوئے۔ یہ ان کا کلام ہے۔</p>	
<p>بخت عاشق تو نہیں ہے کہ جو سو جائیگا چراغ خانہ شیخ و برہمن کا سبن محمد سے لیا دیوانہ بن کا</p>	<p>بار باری کی توقع کسے درباں اُن کا فرغ کعبہ و بیت خانہ میں ہوں دستان ازل میں قیس تک نے</p>

<p>یعنی اب دل کو جسے جس کی تلاش قالبِ مینا میں جانِ بادِ خوار آئے تو دور تلووں سے اور سر اور آدھ رول سے لگی ہے</p>	<p>جینے کو جسے جینے کی تلاش دور میں جامِ شراب خوشگوار آئے تو دور مندی سے غضب و دوزخِ تگ لگا دی</p>
<p>بقا۔ میر بادشاہ علی صاحب بقا خلف الرشید میر وزیر علی صبا لکھنوی آپ مرزا بدر جود کے داماد اور خاندانی شاعر تھے۔ ۷۰ برس کی عمر پر چند سال ہوئے لکھنؤ میں انتقال کیا۔ فریقِ سخن کا شوق تھا مگر اپنے والد کے شرب کو نہ پہنچے یہ کلام کا انتخاب ہے۔</p>	<p>بقا۔ میر بادشاہ علی صاحب بقا خلف الرشید میر وزیر علی صبا لکھنوی آپ مرزا بدر جود کے داماد اور خاندانی شاعر تھے۔ ۷۰ برس کی عمر پر چند سال ہوئے لکھنؤ میں انتقال کیا۔ فریقِ سخن کا شوق تھا مگر اپنے والد کے شرب کو نہ پہنچے یہ کلام کا انتخاب ہے۔</p>
<p>بہت ایسے بھی ہیں اللہ کے بند خدائی میں ملی یہ عشق کی سرکار سے ٹکڑے گدائی میں جب گزرتی ہے تو سب کہتے ہیں قیمتِ تیری نہ تو تم کا نام کہیں جب کا میرے گھر میں رہے</p>	<p>خدا کو قبول جانے نہیں تو انکی آشنائی میں کہنا بیٹے و کھا کر سنت دل اُس شاہِ خواہاں کو بنتی ہے جب تو یہ کہتے ہیں ہوا فضلِ خدا یہ کہہ کے سچ کو دیتا ہوں اپنے دل میں جگہ</p>
<p>بقا۔ مولوی عبدالرحمن بقا ۱۲۵۵ھ میں ولادت ہوئی۔ ۹۰ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ کتبِ درسیہ کی تعلیم اُسے اور جے مک مولوی محمد عبدالاحد شمشاد سے پائی۔ اور علومِ عربیہ کی تکمیل اپنے امول مولوی عبداللہ سے کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں عربی کے مدرس رہے لیکن چونکہ مزاج میں ملازمت سے تنفر تھا اسلئے جلد استعفی ہو کر مدتوں آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے لیکن سلسلہ تعلیم و تعلیم ہمیشہ جاری رہا۔ منطق میں رسالہ تمذیب کی اردو شائع آپ نے لکھا۔ شائع کردہ ہے عنوان اُشبائے شعر و سخن کا بھی شوق رہا۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ اور حضرت شمشاد کے نامی شاگردوں میں گئے جاتے ہیں۔ کلامِ مرسل سے چند شعر انتخاب ہو کر درج ذیل ہیں۔</p>	<p>بقا۔ مولوی عبدالرحمن بقا ۱۲۵۵ھ میں ولادت ہوئی۔ ۹۰ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ کتبِ درسیہ کی تعلیم اُسے اور جے مک مولوی محمد عبدالاحد شمشاد سے پائی۔ اور علومِ عربیہ کی تکمیل اپنے امول مولوی عبداللہ سے کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں عربی کے مدرس رہے لیکن چونکہ مزاج میں ملازمت سے تنفر تھا اسلئے جلد استعفی ہو کر مدتوں آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے لیکن سلسلہ تعلیم و تعلیم ہمیشہ جاری رہا۔ منطق میں رسالہ تمذیب کی اردو شائع آپ نے لکھا۔ شائع کردہ ہے عنوان اُشبائے شعر و سخن کا بھی شوق رہا۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ اور حضرت شمشاد کے نامی شاگردوں میں گئے جاتے ہیں۔ کلامِ مرسل سے چند شعر انتخاب ہو کر درج ذیل ہیں۔</p>
<p>اگاہ ہے سر راہ بستر کسی کا گلاب کیجئے ہائے کیونکر کسی کا نہ دل آئے یا رب کسی پر کسی کا</p>	<p>کبھی تو وہ آجائینگے بھولے بھٹکے وہ بدنام ہونگے ہمیں سچ ہو گا بتوں کی محبت بھی قہرِ خدا ہے</p>

بقا

بقا

<p>کس طرح دین تمہیں ہم آئینہ دل اپنا پردہ پرچ سے ہوتی ہے عیاں شکل خوشی خاک عاشق نے جو کی آست پلٹنے کی ہوس ہوں وہ بیخود کہ کہا جا کے بخت کعبہ میں</p>	<p>تو زوالو گے جو دیکھو گے صفت اہل اپنا تاغیر غم سے کھدا عقدہ شکل اپنا ناز بولا کہ احتساب لیجئے دامن اپنا اسے بت شوخ دکھا دے رخ روشن اپنا</p>
<p>دفعہ معرفت سے اسے بلبل شوق دیدار کی یہ خواہش ہے میں بقا توں مجھ سے جو قتل کرو</p>	<p>حیرت و مصحف گل ترکا آنکھ پر پردہ بنے تیرے در کا زندہ ہو جائے نام خجندہ کا</p>
<p>ہم رفتہ ہیں نہ جہاد ہیں نہ شوخی نہ سب شغفم سے ساری رات ہوئی شست و شو گل اسے عندلیب عقل وادب سے بھی کام لے وہ ارمانوں کے جھڑت دیکھ کر دلیس یہ کہتے ہیں یہ ہم نے سچ رکھا ہے کہ لٹ جائیں راحت دکھا دے آفری زہر وادانکو بھی ایک جھلکی خبر لے جلدی اب اوٹھ کر نہ کھٹنا جو بید سب شباب آگیا لڑکپن اُہا پڑیں ہمارے جو بن لطف راحت بھی جو درد دل ناشادیں ہے</p>	<p>م سکی آنکھوں میں جھکے پائیں تو پائیں کیونکر پھر بھی نہ بل سکا ترے تلوے سے رو گل گل کو بت نہ چھیڑ کہ نازک ہے غولے گل یہاں بھی ٹوٹنے والے سرچہ بن کر بیٹھے ہیں متاع دل لے رستے میں ہم رہن کر بیٹھے ہیں حرم میں حضرت زاد فرشتہ بن کے بیٹھے ہیں کہ میری آنکھوں کو شک بکرتی متا نکا ہے ہوئی ہے شوخی حیا کی دشمن خبر لو چلی مسک ہے کیا وفا کا کوئی پہلو ترے سب راہ میں ہے</p>
<p>بقا شاہ محمد عبدالغفور فریدی کا لکے ری مقیم میرٹھ رائے مال قاتل یہ ستم اور ہے مجھ پر خجندہ کیا نہ سے کہے عاشق مسطر پر خجندہ صد شکر دم قتل ہوا مجھ کو مہتر تقصیر ہوئی عاشق ابرو سے بھلا کیا</p>	<p>عکس ابرو سے بڑھم کا ہے خجندہ خجندہ دم لینے کا یا را نہیں دم بھر پر خجندہ نقارہ ابرو نے سنگم پر خجندہ کیوں اس کو کیا تو نے سنگم پر خجندہ</p>

بلاغت

بلاغت منفی علی احمد قرشی ساکن امرہ رحید آباد دکن میں مقیم اور جناب سلام سے اپنے کلام میں مشورہ کرتے ہیں یہ انکا کلام ہے۔

جانیے والے عدم کے کیوں یا رب کوئی ایسا بھی ہو تو میں جانوں اچھی انیس ہے خوئے تکیر چھوڑ دے دنگو اگر پڑیا نہیں کیوں ہے پھر حجاب ہر خط یوں نکایت ظلم و ستم نہ کر اچھٹا غم نہال مجھ سے مل گیا وعدہ وصل تمہارا کبھی ایسا نہوا جسکو دیکھو ہے پرستار تیرا نہوا	نام لیتے نہیں میں آنے کا بڑ وعدہ کرتے ہو روز آنے کا ایدل وہ چال چل جو وعدہ کو بنائے دوست کمد و نظر جاری نظر سے ملائے دوست ایدل زبان روک کہیں آنہ جائے دوست درد و زباں ہے شام و چراگاہے دوست یا یو میں بہکویہ اُمیت دلا رکھی ہے پر دہ حسن میں کیا شانِ حنہ رکھی ہے
--	--

بلند

بلند۔ مرزا صفدر علی بیگ خلعت مرزا فضل علی بیگ ساکن کھاری باؤلی (دہلی) الور کے سربراہ تعلیم میں ملازم اور مرزا صابر دہلوی کے شاگرد تھے۔ نہایت دوست و دوست نواز اور قابلِ شخص تھے علمِ سابقہ عد و تعلیق اور شکستہ اچھا لکھتے تھے کچھ دنوں تھانہ دار بھی ہے طبیعت میں جدی و خفنی تھی یہ کلام

یہ مہدار ہے بچ و محنت کا مٹے بلکہ بنا نشانہ بلند وہی بیگانہ و شرم ہم سے بچ و راحت ہے انتہا میں ایک روز ہے اسکو میرے قتل کی فکر تیرے ہر جانی بن اُسے سنے مہر فیس و فراہ و امن اور بلند جان ہے یہ کچھ کشاکشِ آزار میں کہ آج	نوکر مت کیجئے محبت کا درد کا رنج کا مصیبت کا غم بھر جو کہ جھنجھٹیا رکیا جبر میں ہو گیا وصال اپنا غصہ کر دھیان ہے سو اپنا مکھو عالم سے شہر سار کیا عشق میں جو رہا خسرب را رویا کیا سربا نے میسا مقامِ شب
--	--

تو بہ توت سے کی نمی بننے پرے محنت	ہو گئی مے کی ہوس کچھ ابرو باران دیکھ کر
ایک بوسے پہ یہ لڑائی ہے میرے پہلو میں دل ہے یا بجلی جو ہم دل کہیں دیں نہ رکھو بت سینکڑوں بندہ خند مارے او کھڑا او کھڑا ہے مجھے دل شاید کہاں وہ اور کہاں دشمن مگر یہ	دس نہیں سو نہیں ہزار نہیں کہ کسی دم اُسے تار نہیں ہندارا تو اس میں صخر کچھ نہیں کیا بونکے ہی گھر خدائی ہے اسنے اپنی دہاں جمائی ہے ہمارا ہی فقط دیوانہ پن ہے
بلغ - منشی قدرت اللہ بلخ متوطن قصبہ ایدن - پہلے غم تخلص کیا کرتے تھے پھر بلخ تخلص اختیار کیا ازانہ کے ہاتھوں کہیں چین نہ پایا آخر حج کو چلے گئے وہاں سے واپس آکر کون چلے گئے اور وہاں سلسلہ ساش پیدا کیا۔ تذکرہ شوق کی تزیین کے وقت حیات تھے جو ان قابل خوش وضع تھے انکی شعاریں	
جب ہاں خیر قائل کے وہ نہ نظر آیا کانوں میں کسی کے جوڑا نام کیسا دل کی گفت چھپی نہیں رہتی خون ہونکے اشک ہو یہ جالے	دعوت کو لبوں پر دراخت جگرایا سنتے ہی کسی کے گیا آرام کسی کا یعنی الفت چھپی نہیں رہتی دل کی رفت چھپی نہیں رہتی
بلغ - منشی سید عسکری مرزا خاں بلخ باشندہ لکھنؤ۔ دور موجودہ کے شعرا میں ہیں آج کل کے رسالوں میں آپکا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ ۲-۴۰ کی درمیان عمر اور شاید جناب صفی سے تعلق ہے کلام بہر رسیدہ کا انتخاب درج ذیل ہے۔	
دل سینما لے ہوئے گزتا ہونے یا دایا حق میں وارفتہ گیسو کے بلا جوہانا اپنے قابو سے ہوئے جاے نہیں یا کر کیا خوب دل سے اس گیسوئے چرخ کی گرہ کھل جائے	عرصہ حشر میں یوں آپ کا ناشاد آیا اسے درازی شب بربور ہوا جوہانا دل لگی میں یہ گزونا یہ نفس جوہانا اسے مرے ناخن غم عفت دکھتا جوہانا

<p>نہا تھا با جس سے بخیر چاک گریباں کا گم سے جب نگلیں زانہ بھرچہم اس کی یہ نظر بھر کے جسے دیکھیں سے حیراں کیں بھر گئی تو تیغ ہے سیدی ہوئی تو تیغ اُسی ادا سے یہاں بھی ذرا نگاہ ملے نکڑے نکڑے دل ہے تری شوخی خیر سے محبت بڑھتی جاتی ہے زین سے ادائے لیلیٰ مکتب نشین سے</p>	<p>نہ چھوٹا تانی اسے مر جاں ایسے خوشی کی چاہتے ہیں ایک عالم طالب دیدار موتی ہے ان حیدان جہاں کی نگہ میں دو طرح کی اُس نگاہ شوخ میں تاشی ہے کلیجہ تمام لیں شتاق دید حشر میں بھی خطا کا ہر فقرہ سوا ہے خیر و شیر سے حسہ قد کا ہے پیر میں اشارہ پڑ بھنوں نے پہلے درس الفت</p>
---	--

یہا۔ حکیم بہار الدین خان بہار شاگرد حضرت وانغ دہلوی اصلی وطن جاوہر ہے تحصیل علم کے بعد پھر جوہر میں رہے اب مہتمم شفا خانہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہیں۔ فن سخن کمال
اچھا سیلان ہے اور کثرت مشق سے خاصی مہارت پیدا ہو گئی ہے۔ اُنکے مطلب کا بھی امیر
میں اچھا شہرہ ہے۔ ۴۰-۴۲ برس کا ہیں ہے چند شعرا انتخاباً وچ کے جاتے ہیں۔

ہا۔

<p>مزہ تو تیرے پلٹتی تری نگاہ رہے وہ دل ہی کیا ہے جس میں کیکی جا رہے ترے ثواب سے بڑا کرم اگاہ رہے دم بھی نکلا تو وہ بھی مشکل سے جمعہ کو اٹھوائے مفسل سے تم بھی جسے جو کیا ہوئے دل سے شکایت ہے مجھے گرا سماں سے نہ نکلا ہے کچھ میری زباں سے</p>	<p>کبھی جگر کے کچھ ل سے رحم دار رہے وہ آنکھ کیا ہے کہ جو طالب نظر رہے مزہ تو یہ ہے کہ محشر میں ناصح ناداں یہ بھی ارمان تیرے تیرا گویا آپ ہی کی ہے اس میں سوائی ہاتھ سینے پر کیوں دم اٹھانے نہیں کیا تم بڑا کیوں مانتے ہو بہا کہتے رہے وہ کیوں ہو مضطر</p>
--	---

یہا اور۔ راجہ بی بی بہادر مغفورہ صوبہ بہار۔ عالمگیر نانی شاہ عالم نانی کے زمانہ میں بڑے نامی

بہادر

اور صاحب اقتدار امیر گزرے میں۔ اُنکے بیٹے راجہ جسونت سنگھ پروانہ مشہور شاعر گزرے ہیں۔ تمبر کا ایک شعر درج تذکرہ ہوا۔

سیاہی مٹو کی گئی دلی آرزو نہ گئی ہمارے جاؤ کہنے سے کی بوند گئی

بہادر۔ راجہ بہادر سنگھ۔ کشمیری الاصل برہمن اور میر انشا اللہ خاں کے ارادند تھے تذکرہ شوق کی ترتیب کے وقت انکا شباب کا عالم تھا۔ نہایت خلیق خوش مزاج اور نگین طبع رئیس تھے۔ یہ اُنکے اشعار ہیں۔

اے ششمن من ہم میں فقط بوسہ کنے نوکر
سو دور رکھو دل سے ابھی لینگے بٹاکر
حب جاتا ہوں آئینہ ہی دیکھے ہر وہ خود میں
یہ عرض مری سن لے تو لے بار خدا یا
تم چاہو کہ تنخواہ کرو بندے کی سب ہونٹ
نوکر وہ نہیں ہم کہ گریں اپنی طلب ہونٹ
اس طرف نہ دیکھے ہے مجھے ہے عجب ہونٹ
کیا رُسوں میں کہ ہوا شہر حلب ہونٹ

بہادر۔ بابورن بہادر سنگھ مقیم اگرہ آپ کے والد بابو فتح سنگھ مہاراجہ بلوان سنگھ رئیس بنارس کے عزیزوں میں تھے آپ ۱۲۲۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور مرزا حاتم علی بیگ مہر سے مشورہ سمجھنے کرتے تھے یہ اُنکے شعر ہیں۔

مجھے رہتا ہے کٹھکا آپ کی امرو زفر واسے
ایک دم بھی جدا نہیں ہوتا
اب وہ بے پردہ بام پر آئے
اپنے ہونگے کبھی یہ محبت اسے دل
کہیں صاحب قیامت پر نہ وعدگی وفا تیرے
کیا محبت ہے درد کو دل سے
چاند کسٹرا گیا مقابل سے
ورگذاں خیال باطل سے

بہادر۔ منشی راج بہادر رئیس شہر مرزا پور آجکل کے شعر میں ہیں اور یہ کلام کا انتخاب ہے۔

گل چاک گریباں ہوئے لالاس ہوئی لبیں
داغوں نے عجب سین میں بنگ جما
تجناہ نظر آتا ہے زاہد کو دم وید
یہ باد بہاری چلی گلشن میں کہاں سے
ایدل یہ کھیلے گل تیرے گلشن میں کہاں سے
آئی ہے یہ غوبی بُت پر فن میں کہاں سے

جلوہ نہیں اُس بے دکما یا جب سادہ اور جہگڑے یہ پڑے شیخ و برہمن میں کہاں سے بہار۔ لالہ نیک چند کستری دہلوی۔ خوشگو اور سراج الدین علی خان آرزو کے دوست صادق صاحب استعداد سخن غم۔ وقت پسند۔ نظم و شعر فارسی کے استاد کامل اور مہسلہ محاورات فارسی و علم لغت پر قادر و ماہر تھے۔ چنانچہ خان آرزو نے جو کتاب سراج اللغات لکھی ہے اس میں انشاء اس بجز فنون شعر و زبان سے مشورہ کیا ہے۔ نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کا زمانہ پایا تھا چنانچہ نادر شاہی پورش کے زمانہ میں موجود تھے اور کسب کمال و تحقیق کا ذوق اس درجے بڑا ہوا تھا کہ قتل و دار و گیر کے وقت میں بھی قرطبہ اش سپاہیوں سے فارسی لغات محاورات کی تحقیق کرتے پھرتے تھے۔ اللہ انہماک وہ سچے قوم اور ملک کی خدمت کرنے والے تھے اور ایک اس زمانہ کے اہل علم میں کہ باوجود ہر قسم کے اسباب و اطمینان کے اپنی ماوری زبان کی درستی اور تکمیل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بہر حال حضرت بہار کی تعریف و فطرت سے زیادہ منسلج بیان نہیں اپنے زمانہ کے عالم متجو استاد مسلم الثبوت تھے۔ آپ نے فارسی میں وہ مکتبہ راسخ پیدا کیا تھا کہ بڑے بڑے ادیب و زبان وادب نام لیتے تھے۔ بہار عجم جو ایک مہبوط اور مشہور لغت کی کتاب ہے آپ ہی کی محنت و قابلیت کا نمونہ ہے۔ رسالہ ابطال الضرورت بھی انکی تصنیف ہے فارسی کے علاوہ کبھی کبھی ریختہ گوئی کی طرف عنان توجہ پھر جاتی تھی۔ ایک قدیم قلمی نسخے میں جبکی تحریر کا زمانہ مشاہیر جوی ہے چند اشعار ریختہ نظر سے گزرے۔ انکی زبان اگرچہ قدیم ہے اور اکثر الفاظ اب متروک ہیں تاہم بطور اُس زمانے کی زبان کے نویسنے کچھ شعر و کلام تیار و ج کئے جاتے ہیں۔ کہ ایسے قادر الکلام مشاہیر روزگار کے ذکر و کلام سے تذکروں کی رونق و زینت تصور ہے۔ آپ نے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں دہلی میں انتقال کیا۔

سبھی کرتے ہیں دعوؤں کو تم سے تو کیونگی صفت عشر میں لکھا تھا دامن ہوگا قاتل کا

محبت کے ظہور میں اگر جا کا تو سن لیا
 کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں سرودی
 منظور سیر لالہ جو ہوا اس بہار بیچ
 کہتے ہیں عند لب کہ خفا مجھ کو دیکھ
 دل ہمارے کے کیوں انکار کرتے ہو عین
 مانا استغنا عتاب اغراض سب جانکا ہیں
 عبت تشویش کیوں تیرے ہو گل کی طبع نازک ہے
 نہیں اس شمع سار نگیں ادا گل
 مہرباں ہو کر ملا ہے ماہر و شبیے حجاب
 سنی زلیخا مینا یوسف کی اور سبلی کا قیس
 وہی اک رسیماں ہے جسکو ہم تم ناز کرتے ہیں
 اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں زائد
 ناز عجب اولطف بے موقع
 کریں ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کیجے
 بنا کر عشق کی سنگیں کیا ہے جمنے عالم میں
 دیکھ کر کیونکر نمودے دل قید ہو نکا کباب
 کوئی کس ساتھ لیے فصل گل میں لکڑ پر چائے
 ہمیں واعظ ڈر آیا کیا ہے دوزخ کے غذا ہوں
 نہیں معلوم کیا حکمت ہے شمع اس آذینش میں
 اگر مارا بڑا دل ہاتھ میں غمغریہ کیا غم ہے

سلا مثل حضرت زکریا - سلا مثل حضرت یونس

کوئی آسے تلے چہرہ گسو کو کوہ پر پٹکا
 تھکے ہر طرف خسرو کو کیا فدا میں نسبت
 پتھو لب ہے خوب دیکھ دل وا غدار بیچ
 امید جیونے کی نہیں اس بہار میں
 کس سے سیکھے ہو دم لیکر جیون کی طرح
 قرب میں خواہاں کے کیا معنی کہ ہو لکڑ نشانہ
 یہ گستاخی نہیں ہے خوبست کر شولے میل
 اگر رنگیں ہوا تو کیا ہوا گل جو
 کیا مبارک ہے ہمیں یہ ماہ اے کے سال میں
 یہ عجب مظہر ہے جسکے متلاہوں مرد و زن
 کہیں تہنچ کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں
 سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں
 دلبروں کی اول ہے کیا کیا کچھ
 جو انکے ہاتھ یوں مرزا ہواقتدیر کیا کیجے
 جو ہونا کوہ کن یاں آج کرتا ہے مزدوری
 کس ادا سیتی صنم دینا ہے ساغر واہرے
 نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ شطرب ہے نہ ہدم ہے
 معاصی گو ہمارے پیش ہوں کچھ مغفرت کم ہے
 ہمیں ایسا خوابانی کیا تبک کو منا جاتی
 سپاہی کی یہی معراج ہے دن بیچ سرودی

ہمار

ہمار سوامی پرانند سستی۔ سیالکوٹی بڑے بھجری کے گلدستہ شہزاد لکھنؤ میں ان کی غزل
چھپی ہوئی دیکھی اُسکے پچاس ہزار روپے ذیل کے جانے میں زیادہ معلوم نہیں ہوا۔ کلام دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ طبیعت میں جلالی اور رسائی سستی آپ ہمار اور عاشق و دو تخلص کرنے تھے
یہ آپ کا کلام ہے۔

میں ناچیز اسطر حکما ہوں بربگ کاہ اڑتا ہوں میں بھلتا ہوں ہر اک کیل سے اپنی طبیعت کو چلے جائینگے کو پچے سے خفا کیوں نہ ہو لگتا ہے تو کیوں خراج مرہم میر دھنوں پر	مرے اس دور دوراں سے دلیمیت عادی نہیں لگتا ہے لیکن دل کیسی بیتی رہی ہے بہیں کیا عذر ہے اس میں اگر مرضی تمہاری ہے اسے یہ دانغ کوئی دن برائے یاد گار رہی ہے
---	---

ہمار

ہمار۔ حاجی مرزا علی مرثیہ گوٹا طلب بگلشن الدولہ خلع حاجی علی بیگ لکھنوی رشک مرحوم
کے شاگرد اور دروید علی شاہ کے مغربوں میں تھے۔ مینا بچ گلکشت میں رہتے تھے۔ فن سخن میں بھی
حضرت سلطان عالم کے خوان نعمت سے بھرور تھے۔ کر بلا کی بھی زیارت کرتے تھے۔ غالباً
گلکشت ہی میں انتقال کیا۔ آپ کی چند غزلیں ہم پھر نہیں لکھا انتخاب روح ذیل ہے۔

داد اکونہ ترے ناز کو عجیب جانا دل ہے اب اب گناہوں پھندا کر کے کعبہ بوتخانہ اہل معرفت کو لیک ہے رفتہ رفتہ روح و نیا کے مرے میں پڑ گئی ناقوانوں سے دب کر کش تو تیرے نور سے اُمتو گلے سے لپٹ جاؤ پھر نکم لیت رو کوں حضور کو میں یا تمام لوں کیج حسینو کی محبت اپنے آب و گل میں شہ دو تمہیں بھی در و دل کا ذائقہ معلوم ہو جائے	جو بڑائی نظر آئی اُسے احتجاجا یہ بھی بیگے ہوئے دامن کو بھگوا بیگا دو طیتے پر کچھ پانچہ عبادت گاہ کا دیکھنے کب راہ پر آتا ہے سبھو لارا کا توڑا کر نکلا پہاڑوں کو ڈنیرہ کاہ کا تمام رات پڑی ہے بناؤ کر لیت پہلو سے آپ اٹھے مک درواختا جگر میں ہزاروں فتیں لاکھوں مرادیں دل میں شہ دو اگر دم بھر ہمارے دل کو اپنے دل میں شہ دو
--	---

<p>مناشا و کینے آتے ہیں وہ میر ٹرپنے کا تکالے تو نکالے عیب میر دلکے واغوا نہیں بخاڑہ کو لے جاناں سے نہ آگے لیچلہ بارو ایک میں ہوں سر بازار دوسیل و رسوا</p>	<p>فرشتوں اور سموڑی دیر دم سبل میں رہنے دو حبیبی جانوں نہ وہیے بھی مکال میں بندو تھکا کا اندھ مسافر ہوں اسی منزل میں بندو ایک وہ ہیں جنہیں گھر بیٹے جیا آتی ہے</p>
<p>بہار۔ منشی سید علی قادری باشندہ مدراس عرصہ جناب شریف مدراسی سے اصلاح لینے رہے پھر حضرت امیر مینائی کے خوشہ چینوں میں داخل ہوئے۔ یہ چند شعر لکھے ہیں۔</p>	<p>بہار۔ منشی سید علی قادری باشندہ مدراس عرصہ جناب شریف مدراسی سے اصلاح لینے رہے پھر حضرت امیر مینائی کے خوشہ چینوں میں داخل ہوئے۔ یہ چند شعر لکھے ہیں۔</p>
<p>اسرار حسن و عشق ازل میں جگہ جگہ یا وثرہ کی پھالیں ہے ولس گڑھی ہوئی وہ کیا درد دل کا مدار کریں گے</p>	<p>راز و نیاز و لبیل و گل ہر چمن میں ہے یہ چور بھی نیامے زخم کھن میں ہے سیسا ہمیں خاک اچھا کریں گے</p>
<p>بہار۔ جناب نواب سید محمد جعفر حسین عرف محمد صاحب لکھنوی آپ کو حضرت فصاحت سے تملذ حاصل ہے کلام سے خوش فکر ہونا ثابت ہے۔</p>	<p>بہار۔ جناب نواب سید محمد جعفر حسین عرف محمد صاحب لکھنوی آپ کو حضرت فصاحت سے تملذ حاصل ہے کلام سے خوش فکر ہونا ثابت ہے۔</p>
<p>کیوں کسی محفل میں ذکر جلوہ جاناں کریں ساری دقت تو ہی ہے مجھے غافل میں خصوصاً کچھ نہ کچھ دل ہی اہل جاناں ہے آو یا آؤ قابل عبت ہے اس گھر کی تباہی بھیا</p>	<p>آپ بھی حیران ہوں اور وہ کبھی حیران مشکلیں پھر مشکلیں کیوں ہوں جو آپ سا کہیا روز و تم وعدہ کرو اور روز ہم سا کہیں ہے جسکے رہنے والے خود اسے دیرا کہیں</p>
<p>بہجت۔ منشی عبدالحمید۔ شیخ قلندر بخش جرأت کے زمانہ میں طالب علم تھے اور مولوی بہل سے علوم رسمہ کے درس لیا کرتے تھے۔ یہ چند شعر لکھے ہیں۔</p>	<p>بہجت۔ منشی عبدالحمید۔ شیخ قلندر بخش جرأت کے زمانہ میں طالب علم تھے اور مولوی بہل سے علوم رسمہ کے درس لیا کرتے تھے۔ یہ چند شعر لکھے ہیں۔</p>
<p>خورشید ہے شرمندہ ترے منہ سے فرمھی تنہا وہن نقطہ سو ہو مہرے تیرا</p>	<p>ہے شک بھی گیسو سے نعل سنبل تیری جوں خط خیالی ہے میاں تیری کر بھی</p>
<p>بہجت۔ منشی خیر اللہ پنجابی متعیم بریلی۔ غلام علی عشرت کے شاگرد اور بڑے ظریف مزاج</p>	<p>بہجت۔ منشی خیر اللہ پنجابی متعیم بریلی۔ غلام علی عشرت کے شاگرد اور بڑے ظریف مزاج</p>

زندہ دل نوجوان تھے۔ ترتیب تذکرہ شوق کے وقت نوجوان تھے۔ پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ اُن کے حرکات و سکنات کو دیکھ کر لوگوں کو بیانتہ ہنسی آتی تھی۔

ہر دم جو مخمبو کتاب ہے چل کوئے یار کو
ناصح یہ کیا ہوا ہے دل بقیار کو

جڑاؤ کان میں ہر چند ہر ہوش کے بالا ہے
ترے بال کا پارے مہر و ش عالم زلا ہے

بجٹ فحشی مخمن لال ولد لاکرشن چند قوم کالیہ متوطن قدیم سہو پال سجادوں بدی سہت^{۱۸۹۹} میں بمقام سروج ضلع مالوہ پیدا ہوئے مگر تعلیم اور تربیت ٹونک میں پائی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب عبدالکریم خان مرحوم خلیف نواب میر خاں بہادر کی سرکار میں ملازم ہو کر امیر آئے اور ۳ برس تک بکمال دیانت و دلہی اور استبازی اُن کا کام کرتے رہے ۱۸۹۶ء میں آقا کے انتقال کے بعد نیشن باب ہو کر متولی درگاہ خواجہ حسین الدین چشتی کے دفتر میں ملازم ہو گئے بیٹے حلیم الطبع کا پند نہیب و دانتدار اور کارکنار شخص تھے شہر گوئی میں مصلح کسی سے نہیں لی۔ ذاتی استعداد اور موزونی ہی مصلح ہو جاتی تھی مندرجہ ذیل کتب اُنکی تصنیفات سے یادگار ہیں۔

انشا فارسی۔ دیوان فارسی۔ دیوان اردو۔ قصائد اردو فارسی۔ سنگیت ال منظوم جو ایک ضخیم کتاب ہے۔ لاکھ بدی سہت^{۱۸۹۹} کو بھر ۸ سال جو وہ پور میں انتقال کیا آپ کے بیٹے لالہ دیو شاپر ریاست جو وہ پور میں نصف میں اشعار ذیل آپ کی فکر سا کا نتیجہ ہیں ملاحظہ ہوں۔

سنگروں کی گلی میں گیا سو پھر نہ پھرا
عدم کو جو کہ روانہ ہوا سو پھر نہ پھرا
چلے باہوش و حواس اور طاقت و صبر و قوت
ساتھ دل کے کیا کھوں اک قافلہ جا نارا
طفیل اہل انگلش ہند میں پیدا ہوئی جو مصلح
خدا جانے تجھے کیوں قصد مجھے لڑائی کا
زیر فلک جو شب کو اک بے را آستانتا
دو دو سیاہ یار واپنی ہی آہ کا سنا
برق نظر سے پیرے کو بچے میں حشر سامتا
کوئی تو مگر یہ سنا کوئی تڑپ نہ سنا

یار آتا نظر نہیں آتا
غم چب آتا نظر نہیں آتا
کوئی دشتِ جنو کی میسر سے بعد
خاک اڑا آتا نظر نہیں آتا

حق کہا منصورے تو بھی چڑھایا واریر	اسلئے رہتے ہیں ہر دم واقف اسرار چپ
حشر بپا ہوا خرام نگر	دُخ دے تو قتل عام نگر
یہ ستارے نہیں روشن ہیں نہاروں حجت بندے ہیں بستے کے پریشان کے مدیم غضب میں ہوں میں اس دُکھ کو کب کب ہو ہوں مانتوں مانتوں بنو نکاح چھوڑ کر بہت تلاش دل میں جاتا ہے یہ اسے چشم بیٹھے ہیں اس در پہ تو نے ہم اور دل یواہر ہے مجازی عشق میں جان دوں در کا خطر	دید کو اس کے فلک نہیں بنائیں آنکھیں مذہب ہمارا عشق ہے اور کچھ نہیں نکو کو ناز کو ابرو کو لب کو رخ کو مرگاں کو پیمبر کو خدا کو دین کو ایمان کو قرآن کو مذہب کو اس قاصدا شک رواں کو کوئی خدا لگتی نہیں کتا انکو اندرانے دو بہت ایسی راجل حبیبیں خطر کوئی نہو
اک گستا دل یہ چھالکئی غم کی	تیری بلی ہوئی نظر کو دیکھ
بہرام - نواب خسرو قدیمہا و بہرام شاگرد میرزا یوسف علی ماہر خان نواب ناظم مرشد آباد سے ہیں۔ اور کبھی کبھی اس طرح فکر سخن کرتے ہیں۔	بہرام
بے عمل یہود و کفار سے ہوا خالی دماغ فیس کو کچھ بھی نہ سمجھی اپنے سرو پا کی خبر	کسلے ہو جا کے واعظ کا نہ دیوانہ مزاج عشق نے ایسا بنا رکھا ہٹا دیوانہ مزاج
بیان - خواجہ حسن اللہ - انکا اصل وطن کشمیر تھا۔ مگر یہ خود دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں کے کلائے حسن صورت و یرت دو دن سے کافی بہرہ پایا تھا فن سخن میں مرزا مظہر جانجاناں کے شاگرد اور مسلک طریقت میں مولانا فخر الدین سے بیعت تھے سنہ ۱۸۰۷ء میں سرکار نواب نظام علیخان نظام الملک والی حیدرآباد دکن کے ملازم تھے۔ اور بڑے اعزاز سے رہتے تھے اصول فن شاعری سے باخبر اور بڑے خوش کلام تیز طبع۔ شائق سخن و سخن ور تھے کلام میں نکلینی و نگینی غضب کی ہے۔ تمام کلام میں دو راز قیاس استعارات اور عجیبہ و نندہ شونے کام نہیں لیا۔ جو کچھ کہا ہے صاف ستھری زبان میں کہا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ سادگی میں	بیان

بھی وہ آن بان نکالی۔ ہنس کر کیا کہئے حق تو یہ ہے کہ سیدمی سادھی زبان میں مضامین کا پایا
 نکا کرنے نہ پانا خالی از کمال نہیں ہو سکتا۔ بعض بعض جگہ تو ان کے کلام میں پرلورود کے کلام
 کا رنگ دکھائی دے جاتا ہے گوارے کے کلمے کی شہرت کا حلقہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب وہ وقت
 آگیا ہے کہ اردو زبان کے پورے کو سینچنے والے ضرور اسکی داد دیں گے۔ رباعیات میں
 خصوصیت کے ساتھ ایک انداز دل کشی پیدا کیا ہے۔ قصیدے بھی لکھے ہیں اور گو صرف
 دو ہی لکھے ہیں۔ لیکن دکھا دیا ہے کہ اس میدان میں بھی بیان کا توسن فکر سا جیسی چاہیے
 جولانی دکھا سکتا ہے۔ آخرش بڑی عمر کا حیدر آباد کن میں وفات پائی۔ اس کے شاگردوں نے گلاب
 ہر دم نے تاریخ لکھی ہے۔ استاد اڑچھاں رفت۔ سالہ بندی کے ساتھ ساتھ اخلاقی مضامین
 بھی عجیب نفاست سے نظم کئے ہیں۔ ان کا قلمی دیوان راقم کے کتب خانے میں موجود ہے
 اور اس کا انتخاب یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

<p>فہم میں مرنائی کیلئے کیا کیا نہیں کرتا ہم دم نہ فکر کریں میرا کام ہو چکا آتا ہے ننگ تجھ کو مرنے نام سے عبت کیا کبھی بیاں اُس کے وجہ اور قدم کا بندے سے ثنا حضرت اُستاد کی کیا ہو مصلحت ترکِ عشق ہے نا صبح</p>	<p>ترتیباً ہوں پھر گتا ہوں کوئی پروا نہیں کرنا جو دل ہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا اے شیخ اب تو شہر میں بدنام ہو چکا طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا منظر ہے خداوند کی وہ شان خرم کا لیک یہ ہم سے ہونہیں سکتا</p>
<p>گو کہ خسرو نے سونہ لے دھر کیا غبار اُس کے دل میں تھا کہ بیاں</p>	<p>دل میں شیریں کے ایک گھر نہ کیا خاک پر بھی مری گزر نہ کیا</p>
<p>سب کچھ بیان سے تب ہم جانیں ہو سکیگا جس دل کو فرش گل پر آرام تھا نہ اک دم</p>	<p>جب اٹھ کر وہ اپنے دنیا سے دو ہو سکیگا بستر پہ خارِ دُش کے وہ کیونکہ سو سکیگا</p>

۱۷ مارچ ۱۹۷۵ء بمقام ناظم

تقلید کریاں کی رو یا بھی تو تو پھر کیا
سیرت کے ہم غلام ہیں صحت ہوئی تو کیا
نکلا ہے لالہ خاک کے نیچے سے سرخ
عالم کو غسل و گوہر و تاج و لوا دیا
اُسکا ادا ہے شکریاں کیونکہ کر سکوں
کب تلک اسکی شکایت ہو دے آشنا
غیر کے کہنے پرست بگاد ہو کبار گی
کیوں آج سنا نہیں بیٹے میں خوشی سے
یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق میں محبو کو
دیکھا تھا اپنے بار کو پہلو میں غیر کے
انکھا سنگدل تو ہی نہیں ہے
کل کی صرت سے مرے ولیں سا خارا
میں ترے ڈرے رو نہیں سکتا
مرتا ہوں نگہ ساری جواب نہیں تو پھر کب
برے ہے ابر حجت ساقی کدھر رہے مینا
جانا ہے وہ کہ جس سے تعاطف رنگانی
دل شاگرہ ہمارا گم اے بیاں ہوا ہے
یار نے جیسے اٹھایا اپنے چہرہ سے نقاب
یہ حساب دوستان و در دل مثل شہور ہے
خان و مان کچھ ہم بھی رکھتے تھے کہو لیکن بیاں
کل تو او لیگا ہی آخر غرہ ماہ صیام

پر بخت دل مرہ میں کیونکر پروں کیا
سرخ و سفید مائی کی صورت ہوئی تو کیا
رنگیں ہوا شہید و نکے خوں میں نہاں
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا
جس نے اٹھا کے خاک سے انسان کیو
ایک بیگانہ ہے مجھے اور بے آشنا
دیکھ تو اے شیخ میں تیرا ہوں کب کا آشنا
پہنچنے پہلے مگر دل تجھے پیغام کیا
انہوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا
یہ طرف تیرا ہے کہ خنجر بھی پاس تھا
ہمارا دل بھی پتھر سا کبھی تھا
عمر بھر میں تو قفس ہی میں گرفتار رہا
گر غم دل سے دھو نہیں سکتا
اے یار مجھ سے یاری جواب نہیں تو پھر کب
ہنگام باد و خواری جواب نہیں تو پھر کب
آتی اجل ہماری جواب نہیں تو پھر کب
ہو مجھ کو بیکاری جواب نہیں تو پھر کب
طعن کرنے سے مرے آتا ہے نا صبح کو جواب
پر عجب ہیں دوست جو ولیں بھی کرتے ہیں حساب
اب یہی در ہے ہی مگر خائے الفت خراب
آج تو پی لیجئے سن مانتی ساقی شراب

اپنی محموری نے اسے واعظ نصیحی کی بجائے
 تو تو ساقی جام ترسا کر پلاتا تھا مجھے
 کیا انگلیں دلیں آتی ہر میاں میں کیا کہوں
 پوچھتا کون ہے تو تباہے تو ہے یا رحمت
 تو بزم سے اٹھا کہ ہوئی تلخ سے کشتی
 خرم جسکے پاس ہے وہ فلاح سنے کم نہیں
 کہتا نہیں میں عرش پر اے مالے جاپہنچ
 شہت غبار کو مرے وہاں چو گیا ہو چنچ
 کہاں یہ ہاتھ مراد اور کہاں وہ دامن پاک
 وہ کون دن ہے کہ غیر و کمو خط نہیں لکھا
 عرش تک جانی غمی باب تک بھی اسکتی زیر
 اے سچا مجھ کو تو زندہ نہ کر
 جز خدا آشنا نہیں کوئی
 ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل حنا
 از بس میں نہیں زباں پر اپنی ستار
 صاف منہ پر نہیں کہتا کہ ہو گا اسکے پاس
 جو ہوا اس شمع و کے عشق کا سینے میں داغ
 آتا ہے جی کو دیکھ کے جوش بہا حیف
 یا نہک ہوں خستہ حال کو دیکھے ہے جو مجھے
 میں لیکہ خاک میں ترے کو چہ کی لگیا
 ہر دو گچا ذوق حسرت ویدار میں خلسل

واقعی ہے آج سمجھا دے انجام شراب
 یار کی آنکھوں نے مجھ کو روایا کیا رست
 جب نظر پڑا ہے تنہا مجھ کو وہ بخوار رست
 قتل کر نیسے مرے ہے مجھے انکار عبت
 میں سچ کہوں شراب کو سمجھا ہم آج
 جمشید ہے وہ جس کو میرے جام آج
 کا نون ملک تو اسکے تو لے مار سا پہنچ
 جسکی گلی میں رکھتی ہوا اے صبا ہو چنچ
 تمہارے لطف و کرم نے مجھے کیا گستاخ
 قتل کے بن کو لگے آگ اور جلے کا غذا
 رحم آتا ہے بیان اب مجھ کو اپنی مستی پر
 اُن لبوں کے منہ سے شہدہ نہ کر
 کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور
 پا مال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر
 اکشہ ہوئی ہیں دل کی باتیں ظاہر
 ور نہ کیا واقع نہیں میں دل ہر ایرہ جسکے پاس
 کون مجھ بیکس کی حیرت پر کرے روشن چرخ
 اے عندلیب تو ہے نفس میں ہزار حیف
 نکلتے ہے اسکے ترہیز بھی نے امتیاز حیف
 پس بھی تب سحر دل میں ہر مجھے عبا حیف
 شیریں گزرنے کی جیونہ ہر دو کی طرف

<p>کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک تفاضل ارے بے خبر کب تلک کہ جینا نہیں آج کل شب تلک</p>	<p>ہوئی آہ اب اس قدر نارسا پنٹ یہ بیاں کا برا حال ہے یہی دن ہے ملتا ہے تو اس محل</p>
<p>یہ بلبل نا تو اس آخر قفس ہی میں چڑا بسمل ڈرا جاتا ہے کیوں انکا تلک تو پڑا بسمل بیاں کس منہ سے مانگے اس پر اپنا خون بہا بسمل</p>	<p>ادب سے یار کے دل میں نقشِ خوں ہو گیا یار ترپنے کے قماشے کی موس باقی ہے قاتل نکل سکتا نہیں ہے شکر کے عمدے سے قاتل کے</p>
<p>دل پہ میرا کچھ اذیت سہا نہیں کو نساوار ہے کہ پار نہیں مچو کس آن انتظار نہیں اس حین بھی کم ہوا نہیں</p>	<p>گو کہ واضح کو اعتبا نہیں وہ نگاہیں جگر میں پیر گیش وقت آنے کا اپنے توبت پوچھ جھانک تلک باغِ دل میں اپنے بیاں</p>
<p>کوئی ساعت کا مہماں ہوئی تو کام کا سا فہم گرفتارِ علایق ہی ہوا میں تیری خاطر ہوں کہیو اوسی کو پے میں پستور پڑا ہوں اک نے غفل سی جا ہوا میں میچ ل اور تو ہو خدا ہی جانے پرے جا نہیں ہوں یا تم ہو دل انکے اگر اپنا توختا رہت تخلصہ</p>	<p>چراغِ صبح ہوں یا آفتابِ وقت آخر ہوں ہوں اسبابِ آزادی کی سب برابر کوئی ہے گر میری خبر پوچھیں بیاں حضرت آصف کافر ہوں اس سے زیادہ گر کوئی آرزو ہو ہمیشہ کہتے ہو مجھ سے کہ یہ وقت تم ہو ہر چند کہ گل بہت رگزار بہت تخلصہ</p>
<p>مر گیا انتظار میں کوئی سر رکھے اس کنار میں کوئی جھوٹے دفتر ہے تہمت ہے</p>	<p>جا کہو کوئے یا میں کوئی وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا کون کہتا ہے برفِ فاجت کو</p>
<p>اے ساکنانِ کوئے تباں ہوتا رہے آیا ہے گر پسند تو اے مہراں رہے</p>	<p>خصتہ عقل و ہوش کو چاہے جہاں رہے کیا دیکھتی ہو دو لگو مرے تم اولٹ پلٹ</p>

فراموشی نے تو لیا گھیر کر وہ دشت
 بیاں کون ہے اب تک پوچھتے ہو
 مت آیا اسے وعدہ فراموشی تو اب بھی
 ظاہر میں وصل کا نہیں اسباب کچھ بیاں
 جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی
 کید ہر ہے کہاں ہے خوشدلی تو
 شیریں بھی تپتی ہے سحر سنگ
 فراموشی اس قدر تھا ظلم
 مارا ہے بیاں کو جس نے اسے شوق
 میں جانتا تھا وصل کی شب کچھ دراز ہے
 رسوا نکرتا اسے ڈراے چشم تر مجھے
 خدا کرے کہ تھا ہو کے جی نکل جاوے
 میں وہ نہیں کہ ترا جا بجا کروں شکوہ
 ساقی تری نگاہ کے صدمے میں ایک بار
 آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم لیا نہیں
 وصل کی شب کا ماجرا کیا کہوں تجھے ہم نہیں
 بحر عمر نے ضبط کیا ایک وقت نزاع
 تھا حکم شمع عشق کہ ہرگز نہ رو بیاں
 شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے
 اچھو دیکھو دامن سے اس کے بھی ہاتھ
 بوسے کے نام ہی پر لگے کاٹنے زباں

قطرہ

اب کوئی جگہ ہے کہ ہمیں بیاں دے
 تغافل کے قزاق تجاہل کے صدمے
 جسطح کنارہ گذر جا لگی شب بھی
 نوید بھی نہ کہ خدا کا ساز ہے
 ظالم یہ تیری نگاہ کیا تھی
 ہم سے بھی کبھی تو آشنا تھی
 لیلی بھی اگرچہ بوسا تھی
 مجھوں پہ نہ یہ غضب جفا تھی
 کیا جانے کوئی ادا تھی
 آنکھیں جو کھل گئیں تو صبح باز ہے
 آنا ہے اُس کی بزم میں بارہ گرجھے
 کہیں کتاب یہ قصہ چکے غفل جاوے
 ترے فراق میں گوجی مرا نکل جاوے
 دونوں جہاں کی فکر سے کر بخیر مجھے
 پھر لچکا ہے یہ دل وحشی او ہر مجھے
 شام سے لیکے صبح تک وہ ہیں نہیں نہیں ہی
 بے اختیار آنکھوں نے آنسو نکل پڑے
 گو ضبط کرے سے نہ ترے جی کو کل پڑے
 یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات جاتی ہے
 یہ مجھ ناتواں کا گریباں ہووے
 کتنی عمل سے آگے رکافات بڑھ گئی

<p>اور نکلے تو آن میں نکلے لیکن اُس کا نباہ مشکل ہے سخت کا فہم چاہ مشکل ہے تو کیا سن کے بلبل نہ مر جائے گی صبا اُسکے کوپے میں گر جائے گی ہماری بھی تم بن گذر جائے گی دل میں اُس شیخ کے توراہ نہ کی مر گیا ضبط سے پر آہ نہ کی صبر و آرام چلا جاتا ہے جہنم میں جہاں چلا جاتا ہے عشق سے نام چلا جاتا ہے بارے کچھ کام چلا جاتا ہے کہ میرے بڑے وقت کا یار ہے تری اک توجہ سے بس بار ہے</p>	<p>سو برس میں نہ نکلے دل کی خلش کون کہتا ہے چاہ مشکل ہے نرک مشکل نباہ مشکل ہے جو گل کی قفس میں خبر جائے گی بیاں کا یہ چہنم لے جایو جو ہم بن تمہاری گذرتی ہے خوش کیا ہوا عیش پر گیا نا لہ آخر میں صبر کو بیاں تھی بُت خود کا چم چلا جاتا ہے عمل نیک سدا رہتا ہے ہے کدھر نہیں کدھر ہے فراد عشق میں صبر کی دوستی بیاں مجھے غم سے اس واسطے پیار ہے مری ناؤ بھونچتی ہے آنحضرت</p>
<p>اگر گردوں و جوں آسودہ زیر خاک رہنے دے اگر آسودگی دنیا کی اس کو پاک رہنے دے آغاز اگر کھویا انجام تو کچھ کر لے اشک کے قطروں میں اثر چاہے خانہ نشینی کو بھی گھر چاہے اوسکی کبھو لینی نہر چاہے مچھو بھی دیس ہی جگر چاہے</p>	<p>ہزاروں قصرِ حُنت کی برابر میں سمجھتا ہوں خزشتوں کی عبادت کا مصلیٰ ہے مرا وہیں جس واسطے آئے ہیں وہ کام تو کچھ کر لے اپنے نہ واسن میں گھر چاہے پائے طلبِ کعبہ کے بیٹھوں کہاں دام میں جو شخص کے اپنے پھنسنے دل بچنے جیسا کہ خدا نے دیا</p>

ہیں ہے یہاں حسرت دیدار اور | کیا تجھے اب خاکِ برہنہ ہے

بیان

بیان۔ سب کچھ ہمدانی سید محمد تقی بیان یزدانی شاگرد رشید سید احمد حسن فرقانی میرٹھ کے نامور اور قابل شعرا میں تھے۔ استعداد علمی بہت مقبول اور فنِ سخن میں دستگاہِ کامل حاصل تھی مزاج بہت آزاد اور بے باکانہ پایا تھا نظم و نثر پر قادر تھے یدہ فیاض سے شعر گوئی اور سخن فہمی کا نہایت شستہ اور صحیح مذاق آپ کو ملا تھا۔ فارسی کلام سے نہایت ذوق تھا اور اُس میں نہایت قابلیت کے ساتھ داؤ بخوری دی ہے۔ جملہ اصنافِ سخن پر قادر تھے۔ ایک عجیب کمال ان کی قادر اور عمدہ گیر طبیعت میں یہ تھا کہ جس رنگ میں چاہتے فکر سخن کرتے اور پھر یہ نہیں کہ صرف قافیہ پجائی ہو بلکہ فی الحقیقت اُس رنگ میں اپنی زور طبیعت سے دھواؤں اتر آئیں کرتے کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔ مثلاً ان کے بعض شعر مرزا غالب کے رنگ میں ایسے لاجواب ہوتے تھے کہ اجنبی کو مرزا غالب کے کلام کا دھوکہ ہو جاتا تھا۔ الغرض یہ جو ہر کمال گوشہٴ خمول میں رکھ جس شہرت کا مستحق تھا اُسے حاصل نہ کر سکا ایک عرصے سے کچھ دماغی عوارض میں مبتلا تھے۔ وہ عارضہ بظاہر دہم سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ روشنی میں ملاوہ بدرجہ غایت اذیت پہنچتی تھی۔ چنانچہ سالہا سال اس دہم میں جبر سے باہر نہ نکل سکے اور آخر عمر تک اسکا اثر باقی رہا۔ اسی طرح بغیر میاں کے پایادہ گھر سے کبھی باہر نہ جاتے تھے۔ عرصہ دراز تک طوہی ہند کے اوڈیٹر رہے اسکے علاوہ جلوہٴ طور وغیرہ انجساروں میں مدتوں اپنے نا اور مضامین سے ارباب مذاق کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے مضامین نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ باوجود احوال انکے بہت وہ خیال پر نثر آفریں ہے۔ کہ کسی وقت قلمِ اتمہ سے زچہٴ طبیعت ہر وقت حاضر رہتی تھی آخر میں لسانِ الملک نامی ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا جس میں اکثر اشعار اور اپنے شاگردوں کا کلام چھپتا تھا اور کچھ نثر بھی ہوتی تھی۔ مولانا حالی کے مسدس کے جواب میں آپ نے بھی ایک مسدس لکھا تھا جو چھپ چکا ہے۔ اردو میں صاحبِ دیوان تھے مگر ہنوز

شائع نہیں ہوا ہے تاہم اکثر غزلیں زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں۔ ساڑھے سال کے قریب عمر یا کر سن ۹۰ء میں بمقام میر غزنی انتقال کیا۔ اب کلام ملاحظہ ہو۔

<p>سارے جہاں کے دل میں تیرا مقام نکلا ہر ایک شے میں نہاں تیرا مقام نکلا اُنکا منجھلا راز باب و فافا ہو جانا سرِ شوریدہ پائے دشتِ پیا شامِ بھراں تھا گئے تھے روندنے دلوں کے بیٹھے ہیں تلوں کو نکھولی آنکھ وقتِ نزع بیمارِ محبت نے</p>	<p>تو ہے بھی زیادہ رسولِ عام نکلا توڑا جو تیکہ کو بیتِ احرام نکلا میرے نزدیک ہے بندے کا خدا ہو جانا کبھی گھر تھا بیا باں میں کبھی گھر تھا بیا باں تھا فرورگِ رگ میں نشترِ تنہاں نشترِ تنہاں تھا کسی کا پردہ رکھنا تھا کوئی آنکھوں میں نہ تھا</p>
<p>یہ ہے شامِ فرقت یہ ہے شامِ فرقت وہ پوشیدہ رکھتے ہیں اپنا تعلق کر دینِ سج میں صیدِ بے بال و پر ہوں جو سو ٹھیکیاں لیکے آئی سب لب تک</p>	<p>نہوگی نہوگی سحر و کیمہ لیت اے صحر و کیمنا پھر اُدھر دیکھ لیت اوڑے گی نہ اصلا خبر دیکھ لیت اُسی آہ کا تم اڑ دیکھ لیت</p>
<p>تو ہی اے قیثہ فریادِ دے کوئی چال شمع کہتی ہے میرے سحر و کیموں کا ٹھکانا ہے ہماری نقش کا احساں رہیگا محشر پر</p>	<p>ان تو بونے دلِ سنگیں میں ہوں راہیں کیونکر نوستے روکیں دل پر سوز میں آہیں کیونکر کہ منحصر ہے قیامت کسی کی نگو کر پر</p>
<p>کبھی رُکا ہے اگر دستِ نازنین اسکا اُسے قرار نہیں اور مجھے قرار نہیں مجھے بھی نقدِ امرزش کی محشر میں منور رہے جہاں پر شور ہے ایلِ پزار کو کچھ عزت میں نقصِ سینہ سوزِ شمع ہے پانی چھڑک سانی کلیسا میں بیت کی اداہن لگئی تو</p>	<p>تڑپ کے ہمنے گلار کھدیا ہے خنجر پر مرے قدم کے تلے آگ شمع کے سر پر شہنشاہِ ماکھی کیا ہے تری سرکارِ رحمت میں کہیں مارا ہوائے جنگِ ہفتاد و دولت میں پتہ نہ کا جانا ہے زہدِ شکِ مذہب کی حرارت میں حرم میں پہنچ کر خدا بن گئی تو</p>

<p>یہ پروے کی ہے بات نکلے د کوئی لگائی ہے لو تجھے اڑے ہوؤں نے ہر اک پنج و غم کو کیا محو تو نے بیان کے سوا تو نے سبے بنا ہی</p>	<p>کہ پروے میں کیا جائے کیا نگہی تو اند میرے گمروں کا وہا بن گئی تو ہر اک درد و دکھ کی دوا بن گئی تو یہیں آنکھ بے وفا بن گئی تو</p>
<p>سہانی ہے آنکھوں میں کیمائی اوسکی تہمتِ قتل مٹائے نہیں جانے کی اب مجھے کھوکے نہ رو کہ اگر وہ بھی شمع اگر سوزشِ تاثیرِ محبت مت چھپ جلوے سے ڈال دیا چشمِ تماشہ پہ نقاب جیت کیا جانے دم فوج کج لہر کی ہوتی اے فلک گردشِ ایام کا کیا رونا تھا</p>	<p>دوا حول میں جن کو دوئی سو جیتی ہے خونِ ناحق مرا سہنی سے ہر افسانے کی جان پڑ جائیگی کیا راکھ میں پروانے کی ہو گئی شمعِ سستی آگ میں پروانے کی یہ تہی وضع ہے ظالم ترے شرمانے کی نگہِ یاس سے گر تیغِ نظر کی ہوتی وصل کی رات اگر چہار پھر کی ہوتی</p>
<p>جگاتی ہے چھینٹوٹے تو خافلوں کو اُٹھاتی ہے شوخی سے تو کالوٹو</p>	<p>رگوں میں لوہے کے تو دوڑتی ہے ترے ساتھ ساتھ آرزو دوڑتی ہے</p>
<p>اواوانِ منوں کا رسی خمار میں چشمِ قاتل ہے شہادتِ منزلِ مقصود ہے تلخِ قاتل ہے ہگ و تازہ سنجیدہ ہم تالیاوانِ قاتل ہے فساد انگیزِ جسم و جاں ہو ہے دشتِ الفت کی اگر چہ بچے تو چہ بچے گلیوں کا سلسلہ ہم تک ہنگاہِ یاس نے کیا ناک کر چھریاں لگائی ہیں جلی ارض و سلا پڑائش تیغِ دو دم کس کی غمِ الفت گلو گیرِ نفس ہے پھیر و فنج</p>	<p>زخمِ خداں کتبِ تعلیم سحرِ چاہِ بابل ہے یہم متوانِ بیتابی دمِ شمشیرِ ساحل ہے اُترے اسے ہر شور وید اب نہ دیکھ نزل ہے جنوں قیسِ بیاباں گرو کو فدا کو سہل ہے ازل سے پیش پا افتادہ مضمونِ سلاسل ہے لوہیں لوٹتی ہے تیغِ خنجرِ نیم بسمل ہے کر سینہ ماہ کا زخمی گلو اہی کا گھائل ہے تمہیں آسان ہے شکلِ بہرِ سان شکل ہے</p>

ازل سے کتساب اندوڑنا سدا وازل ہو نہیں
 یہ روزی سے میری چنچ رہی ہر بندہ شکل ہے
 حجابِ غالبِ خاک کی ہے جیتک وہ شکل ہے
 مزہ پھرنا ہے ہونٹوں پر تلاشِ خون بہل ہے
 چلی آتی ہیں نذیریں دھوم سے دربارِ قاتل ہے
 ٹپ جاتے ہیں آنکھ کے خال رخ کو دیکھنے والے
 نگاہِ باس کی چھڑیوں نے لے چھوڑا قصاصِ نیا
 مری صورت ہے خود صورتِ سوال دیدہ جاناں کی
 ستارے صورت پر واندہ کلکے گرد پھرتے ہیں
 میاں دل بے بیاں مجنوں ہر اُس لبلی شائل کا
 قیامت آگئی قاتل تراکشتہ نکلتا ہے
 خدا ملتا نہیں ہر گردِ خودی ملتی نہیں جیتک
 ازل سے جو ہر سدا دلِ غریبِ آبِ خنجر ہے
 بیاں کھدو قیامت کے اوٹھا لجا بے حشر اپنا
 گہرا کے جمانے یہ ستم کش ترے گرجائے
 رشک آئے ہے غمخوار مرِ حال نہ کہنا

بیاں تا نید یہ سماں ہو تو کیا حجابِ نائل ہے
 کہ طشتِ خور میں کاغذِ سحر کی پاسِ فلفل ہے
 مکانِ عاشق و معشوق میں دیوارِ اسائل ہے
 زباں بگڑی ہوئی ہے کیا چٹوری تیغِ قاتل ہے
 کیکڑا سترِ تھیلی پر کسی کے ہاتھ میں دل ہے
 نکر دے نیم سہل کیوں کہ دل بھی نیم قاتل ہے
 جو قاتل تھا وہ کبسل ہے جو سہل تھا وہ قاتل ہے
 میں کبکول گدا آنکھیں تو مڑگاں دستِ سال ہے
 الہی کون فناؤں فلک میں شمعِ مغل ہے
 عنا عا لم ایجادِ حسی گردِ محمل ہے
 غریبِ آبِ خنجر لبِ ساحل نکلتا ہے
 یہ پردہ عاشق و معشوق میں حائل نکلتا ہے
 ہر رماں صورتِ اہی مرا گھائل نکلتا ہے
 ہزاروں حسرتیں لے کر ہمارا دل نکلتا ہے
 اور دور ہو ترابند تو تبتلا کہد محراب ہے
 میں جاں سکوں وہاں تلک اور میری خبر جائے

بیباک - حکیم میر تقی علی - وطن ملکِ عرب اور مولد کوئل (علیگڑہ) تھا کچھ عرصہ دہلی میں رہے
 اور حضرت مصطفیٰ کے تلمذ سے فیضیاب ہوئے۔ طب میں اچھی دستگاہ تھی یہ ان کے
 اشعار میں۔

ہم کو لیں و ہمارے مارا	گر و شیں روزگار نے مارا
ایک دن ہو تو کوئی صبر کرے	روز کے انتظار نے مارا

<p>اُس کا جس کو چپے سے گزار ہوا گلپوش کر قفس کو مرے تو بہار میں</p>	<p>واد خواہوں سے گھر گئے رستے صیاد وہ ہوں ہے دل و انداز میں</p>
<p>بیباک - مولوی سید مبین احمد صاحب - آپ کے والد شاہ تجمل حسین صاحب قادری شاہجہا پور میں صاحب سب لوہا و ایک معزز سرگروہ مانے جاتے تھے۔ جناب بیباک کی زمانہ طلبہ علمی مختلف مقامات میں گذرا۔ اب ۳۵-۴۰ کے درمیان عمر ہے۔ شاعری کا اچھا مذاق ہے۔ فکر کی رسائی۔ اور زبان کی صفائی مزید برآں ہے۔ آپ کو حضرت داغ دہلوی سے ارادت ملتی رہتی کم ہے لیکن جب کہتے ہیں تو اچھا کہتے ہیں۔ معاش کی طرف سے بدرجہ اوسط بے فکر ہیں۔ باوجود کوشش صرف چند ہی غزلیں ہم پہنچیں اور ان کا انتخاب درج ذیل ہے۔</p>	<p>بیباک - مولوی سید مبین احمد صاحب - آپ کے والد شاہ تجمل حسین صاحب قادری شاہجہا پور میں صاحب سب لوہا و ایک معزز سرگروہ مانے جاتے تھے۔ جناب بیباک کی زمانہ طلبہ علمی مختلف مقامات میں گذرا۔ اب ۳۵-۴۰ کے درمیان عمر ہے۔ شاعری کا اچھا مذاق ہے۔ فکر کی رسائی۔ اور زبان کی صفائی مزید برآں ہے۔ آپ کو حضرت داغ دہلوی سے ارادت ملتی رہتی کم ہے لیکن جب کہتے ہیں تو اچھا کہتے ہیں۔ معاش کی طرف سے بدرجہ اوسط بے فکر ہیں۔ باوجود کوشش صرف چند ہی غزلیں ہم پہنچیں اور ان کا انتخاب درج ذیل ہے۔</p>
<p>مشرب ہے تو رندانِ خرابات نشیں کا والہ کبھی نام نہ لے خلد بریں کا ہاں کرتے ہی مٹی ہے نہ موقعِ زہنیں کا اے فلک اب کہہ دے کتنا غمِ ردا دل چپے فنا میرے دلِ خزیں کا کعبے میں بھی عمل ہے ان دشمنانِ یں کا پیادہ میں دکھا دے وہ چاند جو دمویں کا جو تم سے میل رکھے رہتا نہیں کیوں کا دیکھو تو حال اپنے گیسوئے عزیزیں کا بٹھاے اجتیار ب لکھتا ہری جہیں کا کرنا ہے جس رخ سے تو ذکرِ جہیں کا آنکھوں میں تو ہے جلوہ اس شکلِ نشیں کا مانا گیا ہے پھر کیوں ساکن کُرد میں کا</p>	<p>دنیا کی نہ کچھ فکر نہ کچھ رنج ہے دیں کا تو کوچہ دلدار اگر دیکھ لے واعظ کیا کعبہ بیباک وہ دل مالک ہے ہیں کہانے کہانے بھر میں اگنا گئے کچھ تذکرہ کسی کا احوال کچھ کہیں کا واعظ کے دلیں بھی اب گر کر لیا ہوں نے ساقی کے عکس رخ کی ادنیٰ ہے یہ کراہت بس بس معاف رکھو ہم خوب جانتے ہیں آخر رنگ لائی آشنائی کسی کی کرنا ہوں کب سے سجدہ اُس تکیے آستانہ تکو تو سپند واعظ اللہ تجھ سے سمجھے ناصح یہ سچ ہے لیکن کیا اپنا حال کچھ بول ہر شے تو کچھ ہی ہے یہ شرطِ مرکبان</p>

بیباک

<p>رویاں بھی ہونے میلہ قاتل کی استیسا ہو گیا جو کچھ نہیں منظور ہوتا کون پر وہ اٹھائے محفل کا درواٹھا مگر دوا نہوا</p>	<p>دعویٰ غوں کمانکا اپنی تو یہ دعا ہے لومری جان حزیں جاتی رہی ناتواں قیس ناز میں لیسلی موت آئی نہ مج کو ہجر کی شب</p>
<p>خدا کے سامنے دعویٰ کرو خدا کی کا عکس آئینہ میں حیدر ان وہ شہد رہا ہر</p>	<p>جواب شرمیں ہوشان کبریا کی کا ایک کو ایک کے جلوے سے ہوئی ہے حیرت</p>
<p>کرم کیجے دل اندو گھیں پر مگر ناصح بھی مڑتا ہے انہیں پر جو نامراد کیل گیا اپنی جان پر مشاق چاہے ترے خنجر میں کیا نہیں کیا مزا کم ہے مجھ بیداد میں</p>	<p>کمانک اب نہیں ہو گی نہیں پر ہوا کیوں عشق میں دشمن ہمارا کچھ لذت وصال اسی کو ہوئی نصیب آب بقا نہیں کہ دم جانفزا نہیں کیوں نگاہ لطف کا احسان لوں</p>
<p>محفل جاہاں میں ہوں با جیتے جی جنت میں جبے دیکھی ہے وہ چشم سکا کیفیت میں ہوں عالم حیرت سے نکلا عالم حیرت میں ہوں آفت کی محبت سے قیامت کی دنا ہے ہنکے فواتے ہیں کیا ایسی قیامت دور ہے جو دوست ہو ہوتی ہے شکایت تو اسی سے اپنی تو خوشی ہے مریجاں تیری خوشی سے کچھ ہم کو غرض دل کی بڑی سے نہ بھلی سے اتنی ہی کسی کو نہ محبت ہو کسی سے کیا حشر اٹھائے کا ارادہ ہے ابھی سے</p>	<p>عیش عشرت میں گذرتی ہے عجیب جنت میں ہوں نعرہ مستان لب پر و جد کی حالت میں ہوں اُسکے جلوے نے کہا نے کہاں بھونچا دیا دل شرمیں بھی یار کے قدموں پر پڑا ہے وعدہ منہ روا پہ وہ بیتاب مجھ کو دیکھ کر ہم کیوں نہ کہیں حال دل زار تجھی سے کیا غم بھرا رزوئے وصل کہاں کی اب اسکو وہ تڑپا میں کہ آرام سے رکھیں مجبور جوئے حضرت ناصح تو یہ بولے وقت آئے مری جان تو پھر ناز سے چلنا</p>

اُسے جاتے نہ دیکھوں اپنے گھر سے محبت کر رہی ہے دستگیری	الہی موت دے پہلے عمر سے سنبھل جاتا ہوں گر گر کر نظارے سے
یتیم - میان محمد اسماعیل - فقیر وارستہ مزاج - آزاد منہل اور مصطفیٰ خان کی رنگ شاعر دور اول کے ملازمہ میں تھے۔ سر راہ گھوڑے سے گر کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ کچھ کلام ایک پرائیویٹ بیاض میں ملا چند شعر انتخاب ہو کر درج کئے گئے۔ ان کے اشعار دلہندہ ہوتے تھے۔	
نوناگر کسی سے آشنا دل زینپ کر مرگئی بلبل قفس میں وہ مخفا محبت میں خفا دل سے تشتو بیٹھے ہوئے پافت ہو	تو کیا آرام سے رہتا مراد دل پڑی تھی مائے کس ظالم کے ہنس میں بھلا کس بات کی خلاوت ہو اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو
یتیم - شاہ حاتم کے کسی شاگرد کا تخلص ہے جبکہ نام باوجود تلاش ہم نہ پونہ پانچ روز گذشتہ میں انکا یہ ایک شعر قابل درج ملا۔	
یتیم بھی کیا جواں تھا اے وا	ہو خزانہ خراب اس اجل کا
یتیم - لالہ سیوک رائے۔ بقار اللہ خان بقا کے شاگرد اور خود بھی شعر کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ کلام ملاحظہ ہو۔	
محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اسے ہم نہیں نہیں ادھر نہ لکھا اُدھر وہ مضطر ہو چلا آیا	کہ خواباں یوں ہیں دو کھ دیں ہم نکلو اس طرح جا رہا عجب دن تھے کہ جن روزوں میں کئی تہیں اُٹھیں
یتیم - افضل الدولہ نواب احمد بخش خاں عزیز نواب غازی الدین خاں وزیر عالمگیر ثانی مفتاح کالپی صاحب دیوان گذرے ہیں۔ یہ انکے اشعار ہیں۔	
نہیں ہے آج جو وہ گلزار پہلو میں نہ منہ سے اُن کبھی نکلی ہمارا حق قال اُٹھا سکا جو نہ صدمہ فراق کا آخر	اچھل رہا ہے دل مقرر پہلو میں لگائے گرن کے جو خنجر ہزار پہلو میں تڑپ کے رگیا دل اکیلا پڑا پہلو میں

یہ شعر شاہ حاتم کے نام سے مشہور ہے۔ یا تو رد ہے یا تو اردو ہے۔ واقعا غلط۔

جنتاب

جنتاب - مرزا خداوردی خاں دہلوی نواب سعادت باخان رئیس ہوا ایک مشہور شاعر اور میر انشا کے دوست تھے۔ ان کے متقی چھوٹے بیٹائی اور دہلی کے خوشامش لوگوں میں تھے جن میں آپ نے یہ نظام الدین ممنون سے استفادہ کیا تھا۔ یہ دو شعر آپ کے ہیں۔

آپ کا قصہ ہے پھر غز کے گھر جانیکا	خانہ کیا ہے اسی جیسے تم کھانے کا
مجھے کہتا ہے وہ ہر دم اپنا خیر و خیر	قتل کیجئے شکر جو جی چاہے ہے اکثر ڈھنگ

جنتاب

جنتاب - لاکٹرن زاین جنتاب قوم کے کھتری اور بنارس کے رہنے والے تھے۔ اکثر اگر کہیں بھی قیام رکھتا تھا۔ ایک عرصہ دراز تک سابق مہاراجہ نیپال شیم بنارس کی سرکار میں مختار رہے خوش فکر اور موزوں طبع شاعر تھے۔ صفائی روزمرہ کے علاوہ اخلاقی مضامین میں اپنے اچھے نکالے ہیں۔ اور خوش کلامی کی داو دی ہے۔ بیس برس کے قریب ہوا انتقال کیا۔ دیوان کا انتخاب درج ذیل ہے۔

قصا سے دام میں ہے مقتدر غول ورنہ	یہ وہ گلشن جنت میں جس کا اشیاء تھا
کھو دیا دکھ درویشم یا نے مجھ زار کا	کالم نکلا دیکھنا ہمارے بیمار کا
رشتہ وحدت کی دیکھو تو دورنگی کو ذرا	شیخ قائل سچو کا ہے برہمن زناں کا
پیش ابرو سر جھکا ہے گیسو نے جنتاب کا	کرتے ہیں کا فربھی سجدہ کعبہ کی محراب کا
آبرو کب پائیں وہ جنتاب جو بے علم ہیں	مرتبہ ہوتا نہیں کچھ گوہر بے آب کا
مجھ زار سے کہتا ہے وہ نہیں تنکے دم نزع	گل ہونا ہی اچھا ہے چراغ سحری کا
شعر دیکھا کہیں جو عشق میں تیرے دیکھا	ہمنے وہ دیکھا جو پروانے نے جھک کر دیکھا
گھر کو گھر کبھی آئی کا وہ ولد انیس	خانگی شیخ ہے کچھ پوسٹ بازار میں خاتم سودا ہوا
ما گیسو میں چھاپا جو دلار و کھنم اس میں گھرا ہوا	صبح ہو جا سگی رہنے کی شب تار میں صبر کھنڈا
میں تو سمجھا تھا صاحب سا کہ تیرے ہمت پر ہوا میں	خاک بھی چھٹی مری تا بدیر یا نہیں مفت برباد ہوا
کہنے کو تو کہتا ہوں کوئی غیر نہیں ہے	پرو لے جڑے اپنا پرایا نہیں جاتا

<p>تیشہ فزاوئے پھوڑا ہے پھوڑا ہے سرفراز کا دل دکھانا کب ہیں منفور ہے صیت و کا</p>	<p>دوست بجا ہے تیرن شمن جب بگڑتا ہے نصیب آپ اُسکے دام میں تیاب چھن جاتیں ہم</p>
<p>چرخ کھاتا ہے روز چکر آپ جا رہے ہو رہے ہیں باہر آپ</p>	<p>ہے سقم میں پھنسا سکر آپ ہے خوشی کسکے لئے کی جو آج</p>
<p>پھر لگا ساتھ مرے تو کہاں کہاں صیت و ایک دن اٹھنا پڑیگا سب یہاں جمو ڈکر شیخ جاتا ہے حرم کو کعبہ دل چھو ڈکر</p>	<p>محوائے شوق گلستاں میں ہونیں سرگرداں کھول دو دست کرم اے شمو بیٹھے ہو کیا عاشق معنی کبھی ہوتی نہیں صورت پرست</p>
<p>جفا کر اے پریر ویا وفا کر</p>	<p>میں عاشق ہوں نہیں کرنیکا شکوہ</p>
<p>گماں رہبر کا مت کر مٹینا بھولے سے رہن پر جسطح میزبان ہوں مہماں کے آس پاس</p>	<p>ولا ایمان مت لانا کہیں شیخ و برہمن پر یوں جان و دل ہیں سینے میں بیکار آس پاس</p>
<p>آتا ہے کون بزم میں باہر کون شخص</p>	<p>موجہاں یار کو مطلع نہ نہیں</p>
<p>صبح ہوتی ہے بچھا دیتے ہیں خاص عالم شمع جل کے خود دیتی ہے دیکھو اور دکھو آرام شمع</p>	<p>پوچھتا ہے کون کسکو کام ہو جائیکے بعد بچ روشن طبع سے ہیں پتے شادی غیر</p>
<p>کچھ تو کر بندہ صفا انصاف یہ بھی ہے کوئی مدد لقا انصاف بھلا کیونکر نہ دھوکا کھاتے عاشق کہو دیوانہ بن کر آئے عاشق ظلم ہے قہر ہے بلا ہے عشق پڑی ہے کس بائیں آبلبل باز نہ رہی سیر نہ آئیں گے</p>	<p>ہے ترے ہات آئے مرا انصاف یوہ غیر و نکو گالیاں ہم کو تیرے کو پے کے لاکھوں نے نہیں تماشا ہے پری گرد کیسا ہے پوچھتے کیا ہو مجھ کیسا ہے عشق نہرتی ہے نہ چھپتی ہے نفس ہے ساتھ دو گئی نہ جب تلک تقدیر</p>
<p>سب سے آئی شیشے میں گئی شیشے سے سانپیں</p>	<p>فرا سے میکشود دیکھو مچلنا خستہ رز کا</p>

بٹ ہے منو منگو بھر سا جاہ و ثروت کا لئے دلفنوں کے بوسے ہستی تاج اک لکڑی کا	زمانہ کا دگرگوں رنگ جو جاتا ہے دم میں پھنسا لئے دیکھنا یتاب و دسانہ لیک منہ میں
پاٹ کتے ہیں مہتو اسے زشت ایدل تجھے کیا بناؤں کیا ہوں	کوئے جاناں سے مت نکال ہیں تو دروے میں نرمی و دوا ہوں
صحبت پیراں جاناں فیض سے خالی نہیں جسم میں سے روح نکلتی ہے کیکلے حکم سے	پرکھاں کا زور ہے جو دیکھتے ہو تیر میں شمع روشن کی کہ کتنے حنائے تصویر میں
انج کا کام چھوڑ مت کل پر تھاغ شس پر جڑ چکا وہ خاک پر بیٹھے ہیں	نزدگانی کا اعتبار نہیں اقبال اسے کہتے ہیں ادبا اسے کہتے ہیں
جب روح لگی چلنے کچھ بس نہ چلا آخر مردہ کیا چالو نے زندہ کیا باتوں سے	محبور اسے کہتے ہیں ناچار اسے کہتے ہیں رفقار اسے کہتے ہیں گفتار اسے کہتے ہیں
عاشق و معشوق میں کرنا تمیز نہ اے پریر و تیرا دیوانہ ہے سب بھولا ہوا	ایک دل دونوں کو ہو جائے تو دو لے قسم دیر و حرم کا راستہ گریا دہو
ہماری خاک اوڑھنے ہی ہوا کی طرح جالہٹی گرہی ہے ہنرمز مرنی تو اک دن دیکھنا	بچا یا لا کھ اس رشک پر سیٹے اپنے دلاں کو وام میں لاوینگے مرغان چمن صیبا کو
اپنے اپنے رنگ میں ہیں مست گلستا چمن چل بسی روح جسم کی سے	کون منتا ہے بھلا بلبل کی یاں مسر یا کو ہو گیا دم میں کیا سے کیا دیکھو
ایک لگی روح رکھیا لب کون ہوتا ہے وقت بد میں شریک	کیا پایا وہ چلے سوار کے ساتھ ابر و تاب ہے برق ہنستی ہے
مفتنم جان صحبت اجباب عشق کی زکریا نہیں مابت کچھ	یہ بھی اک اتفاق رستی ہے خاک ہو جا بس یہی اک سیر ہے
بس سے دم بھر جدا نہ ہوتا تھا ہے اس سے چھڑا دیا کس نے	

مچھیت بنا دیا کس نے رات کا دن بنا دیا کس نے اے یارے عشق میں کیا کیا کرینگے اس مرے پر عین کی تمنا نہ کرینگے	مچھو دکھلا کے صن کا عالم زلف سر کا کے روئے روشن ہے غیر نیکو یا غیر کو اپنا نہ کریں گے کر بیج ہمیں شوق سے تیغ نگہ یار
کسی اب اور کو ڈھونڈا اگر جسم بے وفا ہے ہے زندگی اے رشک بیکار دم سے زندہ تو ہے چھین لیا جام کو جسم سے نہی زینت بیخاندہا نہیں مرد دم سے کوئی دولت نہیں بہتر مہر سے	شکایت کی جو میں نے یوفانی کی تو وہ بولے تو عاشق مردہ کو جلاتا ہے کرم سے اکدم میں طلسمات جہاں کھل گیا اوپر مجمع ہے زندہ و نکادہ ہوجن کی صدا سے بڑے اتنی ہے جتنی خسیج کیجے
جو کچھ کہ اڑا ہے میں مرے آج اڑا لے ناحق مجھے اندیشہ نہ دایں نہ ڈالے	اے دل یہ شب وصل نہ کل ہو گی میر واعظ سے کہو ہونا جو ہو دے گا وہ ہو گا
<p>بیاب راپپوری - صاحبزادہ عباس علیخان مرحوم خلیفہ الرشید نواب عبدالعلیمان بن نواب غلام محمد خان و برادر زادہ حقیقی نواب محمد سعید خان مخفور والی راپپور حضرت بیاب کو فن سخن سے دلی عشق تھا۔ سوسن خان مرحوم کے ارشد تلامذہ ہیں تھے ۱۲۸۴ھ میں کئی برس سے دہلی میں رہتے تھے۔ نہایت پاکیزہ و شریف و خوش مقال کمالات ظاہری و باطنی سے پیرا تھے۔ آپکا دیوان رنجیت نواب کھب علیخان نے مرتب کر کرکرا شائع کر دیا تھا عاشقانہ اور معالہ کے شعر خوب کہتے تھے۔ تذکرہ انتخاب یادگار کی ترتیب کے وقت (۱۲۹۸ھ) میں ۶۶ برس کی عمر تھی پندرہ برس ہوئے انتقال کیا۔</p>	
در و دل کلبے خبریوں بھی نو دریاں ہو گیا ہے مرے کامر کہ نقیہ اور نقیہ کا پہر خطا انکی خطایا جرم ہے نقدیر کا	میں موات چارہ گر لکھیں بیاباں ہو گیا حرم ملانچوں سے کرد بوسوں سے ہم فرما دل ہے تیوں کی سر زشت اللہ ہتر کی لکیر

مگر اب مشترک پیدا کوئی بھی حسین ہوگا
ہم سے لڑا تو جہاں کے رفیقوں سے مل گیا
بولنا یوں بھی انہیں ہم سے گوارا نہوا
لے کے میں تجکو جہد ہر سے دل مضطر نکلا
دل گم گشتہ مرے حق میں تو رہبر نکلا
زلف کے پیچ سے حیران ہوں کہ کیونکر نکلا
آپس میں ذرا بجمو تو کیا کیا نہیں ہوتا
خوبی پہ جسے اپنا بھروسہ انہیں ہوتا
مرنا تو کسی کو بھی گوارا نہیں ہوتا
کچھ قتل میں عاشق کے ناشائیں ہوتا
مری تو جان پہلی اُسے چارہ گر لینا
خدا کے واسطے پھر بھی مری خبر لینا
بر میں ردا وہ میسے ردا ورنے ملا رہا

اُسی کا فرکوب کا حسن تو نے دیدیا باز
لڑا کر کبھی نہ اُن سے ملا ہم سے ہائے تو
مند تو دیکھو کہ نکلی غیر کی جانب داری
مل گئی وہاں کی زمیں ہو گئی آفت برپا
ڈھونڈتے ڈھونڈتے چلا پیچھے ہم سکے گھر تک
آج شہرت ہے کہ عاشق تیرا دنیا سے گیا
ہر بات میں برہم کوئی ارتسا نہیں ہوتا
یوں کوئی ستانا ہے مری جان کسکو
کچھ بن گئی ہے ایسی ہی دم پر مرے دہ
اغیار کی کیوں بھیڑ دم و فوج لگی ہے
کیا دوا نے تری کام زہر قاتل کا
دلا کے خاک میں جانے تو ہو مجھے لیکن
مارا ہے میرے دل نے مجھے ملکی آباد ہو

اتنا سا دل میں سیکھ پڑ گیا ہوا تو کیا
ترپے پو میں بر میں دل نا کام ہارا

خبر پڑیں کلیمہ پہ قاتل تو ہے مزہ
بس تو مرنے سے یہی مشترک اللہ

اب دیکھ لیا شیخ حبی اسلام تمہارا
کس کس خزانے سے پیتے ہیں زخم جگر شراب
تجوڑا پ کرتے ہیں اسکی سزا عیث
وہ کہیں گا کچھ نہ کچھ مجھ کو مقرر دیکھ کر
تمہیں منصف ہو کہ پھر نہیں رہوں کسا ہو کر
وائے تقدیر کہ ہم مٹ گئے پیدا ہو کر

کس میت کے شہید نگہ ناز ہوئے تم
جراح اس علاج سے خوش ہوں کہ مفت میں
بوسے کا لطف پا کے تو ہم آپ مرے سٹے
ساتھ لے چل مجھ کو بھی قاصد لیا کچھ جواب
کروں اللہ سے فریاد تمہارا ہو کر
اُسے بے نام و نشان جا نہیں رسوا ہو کر

شک بٹا عشق کا جب پائی جنوں فرشتہ
 کتے ہو جلد اٹھاؤ کوئی اس مردے کو
 خیر گزری کہ ذرا چونکے پھر لگ گئی آنکھ
 بقیاب درِ عشق کہاں اور ہم کہاں
 قتل ہونا نہیں دشمن کا گوارا وا لند
 ابن یوسف ایوں کا دکھانا ذرا مزہ
 یا بندنا صحوں کی زباں کر دے یا خدا
 بھر حرف ابتدا دے تو اتنا بھی ناصح
 کون کہتا ہے کہ یہاں آنیکا دستور نہیں
 کہنا صبا جو جائے یاروں کے انجن میں
 سامان وہاں صیش کے دل کے لئے ہیں
 سنہ بھی نہ لگائے وہ سیجا کی زباں کو
 کیوں ہمتہ رکھا جاتا ہے دل کھول کر قتل
 اُسے یہاں سے جو کہا تو نے نکلیا یکا دم
 آخر فریب کھا کے کیا اُسے مجھ کو قتل
 عزیز بھی کہ نہیں سکتا ہے کہ بقیاب ہو نہیں
 لگیا راہ میں بت خانہ بھلے کو زنا
 مسموم ہے خدا کی عنایت سے مسکدہ
 بقیاب پنی خدا نے تجھے بھی دے دیں ہمتہ
 میں نہیں دشمن بھی ہاں ملک بقیاب
 زاہد کو بادہ نوشی سے نفرت کمال ہے

قلعہ

راز پوشیدہ ہمارا ہوا رسوا ہو کر
 التجب اوروں کی کرتے ہو سیجا ہو کر
 رہ گیا یو ہیں سا کچھ شہ کا غوغا ہو کر
 بیٹھے بٹھائے ٹوٹ پڑا ناگماں فلک
 ہٹے محشر میں کہے وہ اُسے سیدِ قاتل
 ہوتا زورہ بھی دل جو مراختیار میں
 یا مجھ کو دے یہ صبر کہ بیٹھا سنا کروں
 اُسکو کروں نہ یاد تو پھر کیا کیوں کروں
 بات تو یہ ہے کہ ہٹنا اُنہیں منظور نہیں
 ہم بھی کہیں ملیں گے آنکھ گروطن میں
 یہاں ہجر کے صدمے دل مضطر کیلے ہیں
 جس زخم نے بوسے ترے خنجر کیلے ہیں
 عقاق کے سرب ترے خنجر کیلے ہیں
 مار ڈالیکا سیجا یہ تراقم مجھ کو
 سینے کا تھانے اٹھائے گئے مگر ہاتھ
 نام سے میرے ہوئی ہے اُسے نفرت ہی
 کعبہ کو جب اہی چکے تھے ترے بھکانے
 ساتی اگر نہیں تو انہوں سے کام ہے
 یہ ختم ہے یہ سبوسہ یہ پیشہ یہ جام ہے
 ستم اٹھا کر ستانے کی اُسکو خواہو جائے
 جنت میں بھی بنائے گے کوہاں سے حلال ہے

<p>واعظ ہسلاہ ہوش کا تیرہ کلام ہے کس صفائی سے تصور ہے صنم کا دل میں یہ بحث کوئی نہ ہو پر بیکسی تو ہو فرمانے میں بالیں پہ وہ بیمار کے آکر سینے سے جدا کروں میں جی کو ہو</p>	<p>جنت میں سے حلال ہے اور یاں حرام ہے کعبہ میں لائے میں کا فکوسلماں کر کے ہم ساری نفس کے صدقے ہوا کی کیا دروے کیوں اسکا مدد انہیں کرتے چھاتی سے لگائے ہو کسی کو ہو</p>
<p>یہاں غم سے ہر دل جگر میرا خوش یہ طور نہ ہوئے ہیں ایجا د</p>	<p>منہدی سے وہاں ہوں اے گلگون تم بھولتے جاؤ میں کروں یاد</p>
<p>سے فلک آب عیش و عشرت کے سماں کیا ہو ہیں کہاں وہ لعل لب وہ رخسار کیا ہوئے</p>	<p>دلبری و شوخی و انداز خواباں کیا ہوئے کیا ہوئے وہ ناز اور انداز جان کیا ہوئے</p>
<p>شاہدانی کی ہے جا اتم دل ناستا و کا تہقہوں کے بدلے غل ہے اتم و فریاد کا</p>	
<p>بیتاب - منشی دوست محمد خاں بیتاب دہلوی - خلف منشی عبدالرسول خان صاحب شاگرد رشید امروہ مرزا آفر - آپ حیدر آباد دکن میں ملازم تھے - ۱۲۱۰ برس ہوئے دہلی میں جو ان انتقال کیا بادجو دم شقی اچھا کہتے تھے</p>	
<p>سر اس کے آستان سے استلایا بنایا گیا ہنس سنبکے بات بات میں جی سے چوڑی ہوئی یوں جایا گیا کہ جیسے قضا کے لیکٹی جھکاوڑ کار کا سا جو دیکھا تو کہتے ہیں</p>	<p>تقدیر کا لکھا ہے سٹایا بنایا گیا ان شوخیوں کو دل سے بھلایا بنایا گیا تیرنگ سے دل کو بچایا بنایا گیا ہم سے کسی کا ناز اٹھایا بنایا گیا</p>
<p>کیوں کی تری تلاش کہ پایا عدو کے پاس کبھی کتا ہوں قیامت اسکو</p>	<p>کیسے مجھل ہوئے ہیں ترے ہمتا ہوں کبھی کتا ہوں قیامت کیسی</p>
<p>بیتاب - میر سید حسین لکھنوی شاگرد حضرت جاوید لکھنوی - آجکل کے شعر میں ہیں -</p>	

بیتاب

بیتاب

اول شوق ہی میں کلام کا یہ رنگ ہے۔ طبیعت کی شوخی آئینہ ترقی کی گواہی دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو

وار کچھ اوجھا سا شاید پڑ گیا تلوار کا مر گئے ہیں مرنیوالے اتنی سی امید پر دیکھنا جو جیکو اگر ات ہی کو دیکھ لے وہ ہر بالیں جو آئے ہیں عیادت کیلئے اسنے بھی چچا سنا ہے سخت جائیداد کی ہویشیاری سے بھی بڑھ کر غش ہو چکا کوہِ ناز وہ زور کسی طرح کا چلنے نہیں دیتا سو جاتا ہوں تو خواب میں آتا ہے سنگ نخضر جبکہ تمھارے ہی پاجھنا ہونا رو چکے دلو تو پھلے ہی محبت میں تری	مسکراتا کہہ رہا ہے زخمِ دامن دار کا حشر پر وعدہ کیا ہے یار نے دیکھار کا غیر ہو گا صبح تک حال آپکے بیمار کا موت بھی نہ تک رہی ہے دور بیمار کا دیکھتا ہے منہ بھی میرا کبھی تلوار کا دیکھتا ہے حال کوئی طالبِ دیکھار کا اُف کی بھی صدائے سے نکلنے نیر و نیا دل کو کسی پہلو وہ سنہلنے نہیں دیتا پھر تو بیکار ہی تھا انکا سچا ہونا آگے نقد میں ہے دیکھئے کیا کیا ہونا
سو گد کر رہیں کانتوں کی زبانیں آدشت سنگ آگے مرنے جانے تو آخر وہ کیا کرے جو زلفِ نکم تھا کہ تم بھی جوان ہوئے کو تمھاری ضد بھی پوری ہو مری بھی آرزو نکلتے انکا لے لیتے ہیں سینے سے پکیاں	برسوں آیا نہ کوئی آبلہ پامیر سے بعد سو در جس غریب کی ہوں ایک جان پر دو آسمان ٹوٹ پڑے یہ بچان پر عدو کے گھر چلے جانا گروم بھر بیاں کر ہمارے درد کا دریاں سمجھ کر
تیر سی تصویر کا انداز آئے سجایا ہے رنگ صحبت بھی بدلتے ہوئے دیکھا ہنسنے چوٹ جو کھا چکا ہوا سکھلا صبر کہاں جان دیکھ کے دعا کرتے ہیں مرنیوالے جل چکا دل بھی مرا شمع کد کج بھی چسکی	کہ اسی طرح سے رہتا ہے مادلِ عاشق نکے چُپ ہوئے ہی سب ہو گئی محفلِ عاشق درد و جبین ہو وہ ہوتا ہے کہیں دلِ عاشق آپ آئینے سوئے گو غمِ بیاں کب تک روئے جاؤ گے سرِ قبر مر گیاں کب تک

مغرور حسن وہ تو ہمیں چاہئے پناز	باز آئیں وہ جفا سے نہ اپنی وقا کھم
پڑے ہیں دماغ بھی اُسنے ہی لبل کر کلیم پر ایسری میں بھی ہے پیش نظر مشوق کا جلوہ خنجر بھی پھیرنا ابھی آتا نہیں انہیں موت کے طوق اُسنے گلے میں ہیں لئے دارانوں کے برائیکلی کو بکشتِ شاکر نیکے ہم جنوں تھا قیس کو جو درپئے دیدارِ لیلیٰ تھا مشکوٰۃ کو ہجر کی کس طرح ہم آساں کریں توڑے جاتے ہیں یہ کھلا در و دل بیمار کا خوگرا پناہ جو ہیں راحت میں وہ یحییٰ ہیں جب کے صدمہ مونسے گویا فانی نہیں سخنِ برجان پھر اس کے حلق پہ کیوں روکتے ہو خنجر کو دعائیں مانگتا ہوں در و دل کے بڑھنے کی مرے حال پریشاں کی کسی کو کیا خبر ہوگی پریشاں ہو گئیں زلفیں تو تم اتنا گھبراؤ	چمن سے پھول بٹھنے بھرے ہیں تنہوا انیس بنائیں جا بجا تصویریں دیوار و پنہ زنداں میں لیکن ہر اک سے داد کے خواہاں بھی ہو ہیں دل کے ایسے ہوئے کے ساماں بھی سے ہیں ہمیں بھی دیکھنا ہے یہ کہانتک لیں تھے ہیں وہ خود پر وہ اٹھا دیتے ہیں جو محل میں تھے ہیں بڑھتی جائے شب جو ذکر گیسوئے جاناں کریں در جب حد سے گزر جائے تو کیا دریاں کریں در و دل کم ہو تو بڑھ جائے کا پھر ساں کریں رہ گیا ہے جو وہ صفتِ دعوتِ پیکان کریں جفا میں رحم نہیں چاہتے سنگمر کو کبھی سکون چوہوتا ہے قلبِ مضطرب کو اسی جانب کو سب ہوئے جد مرگنی نظر ہوگی کسی کی آہ بے تاخیر جو یاے اثر ہوگی
جوابِ خطہ آیا موت آئی دل و جگر کا ابھی ختم و لولہ ہو جائے	یہاں تک راہ دیکھی نامہ بر کی جو ایک تیر سے دو نو کا فیصلہ ہو جائے
بنیاب مولیٰ محمد نبی اللہ۔ وطن آبائی آپکا مراد آباد ہے۔ ۱۲۸۰ھ میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے آپکے والد اُس زمانے میں یہاں مفتی تھے۔ کتب درسیا اپنے والد مرحوم سے پڑھیں۔ بعد نواب کلب علیخان بہادر رامپور میں منصب داری ملی۔ ۱۲۹۹ھ عیس رامپور سے گوالیار گئے اور مگر ندوبست میں سرشتہ دار ہوئے۔ آخر سال ڈیڑھ سال بعد یہاں سے بمبئی چلے گئے اور	

ناظر حکمہ وزارت بنائے گئے بعد چند سے عہد کو نیابت و کالت ریاست پر مناز ہوئے۔ منشی
امیر احمد صاحب امیر نیپالی لکھنوی سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ کے کلام کا منہ حسب
ذیل ہے

جھکے ہوؤں کو ترا ڈھونڈنا محال نہ تھا دہن کو اُن سے جو چوچھا تو رہ گئے خاموش بُو تذرتا دک بے جگر نذر سناں دل ہو گیا بُو کس قدر اپنے تصور پر مجھے آتا ہے رشک کچھ تاسف بھی نہیں اسکا نہ آئے براؤں بانکپن سے آگئی اسیں روشن تلواری	چوچوٹیں ٹوٹ گئے تھے تو کیا خیال نہ تھا جواب جبکا ہو ممکن یہ وہ سوال نہ تھا پہل سنال عشق کا دو دو نکو حاصل ہو گیا مجھے پہلے یہ تری محفل میں داخل ہو گیا حیف تو یہ ہے دُعا کر کے میں سائل ہو گیا اسقدر کچھ کچھ ملا مجھے کہ قاتل ہو گیا
فیض بخشش سے ترے وصل کی شہزادہیں چو تو ہی ہے جو دل سینہ میں پایا نہ گیا دل کو توڑا مگر اگر کبھی تسکین نہ دی تجھے بہتر ہے زاہد و کرمیر دل میں بہت خوش ہوں ہے گر خاک و شمن کو چاہا نہیں عبث ہے بے نصیبو کہ تو قرب فیض بخشو نہ اعانت کچھ نہیں درکار ہے روشن باغونکو	بانٹ دیتا ہوں رفیقونکو سبھی غم اپنا کہ یہاں تیرے سو کوئی نہ آیا نہ گیا گھر بگاڑا تو گیا نرم سے بنایا نہ گیا نوجوب آیا نہ عماد و جب پایا نہ گیا کبھی تو اُد کے پڑھا نیکی و چشم نگہیاں میں کہ بجلی خشک رہتی ہے ہمیشہ ابر باراں میں کبھی روغن نہیں پڑتا چراغ مہر تاباں میں
ڈرتا ہی یہاں کون ہے جو چاہو نہ زانو پڑا عجیب کشاکش میں آج سر میرا کیا ہوگی واں مرے دل پر آرزو کی قدر کیا منت کا دل ہے جو پوچھ کر دیں حوا دل قابو سے باہر ہے جگر پھلوں میں سمپن	وہ سامنے بلوائیں کوئی ایسی خطا ہو وہ تیغ کیلئے سمجھا میں آستان کیلئے انکو تلاش ارک دل بے دعا کی ہے اُسکے لئے حاضر ہے جو ارمان نکالے ارک جان اکیلی مری کس کس کو سنبھالے

<p>درد اٹھے جودل سے تو جگر اسکو بٹالے ضد ہے کہ کوئی اسکو نہ آنکھوں سے لگالے ستارے تو دامنِ حمت میں چھپالے کرنے میں دُعا بھوٹ کے یہ پاؤں کئے چھالے</p>	<p>مہمان کی خاطر میں کمی ہونے نہ پالے چلتے ہیں شائے ہوئے نقشِ کف پا کو عاصی و گنگنا خطا وار ہے یتاب سرسبز چھو لوں کی طرح حنا ریا باں</p>
<p>ہماری توبہ ہے وہ یا کسی کا پیمان تنے کا کل کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے ہنسنے عصیاں کا اک انبار لگا رکھا ہے</p>	<p>جہاں میں جبکا نہیں اعتبار دم بھر کا خود تمہیں اسنے گرفتار بنا رکھا ہے گرم بازاری بازارِ کرم سن سنکر</p>

یتاب

یتاب - مولوی سید علی جان عرف لاڈلے صاحبِ عظیم آباد پٹنہ کے باشندے اور
 اور مولانا شاو کے فیضِ تلمذ سے بہرہ ور ہیں۔ ابھی نو مشقی کا عالم ہے۔ چند شعر انتخاب
 درج ہیں۔

<p>مٹی ہے کوچہ جاناں میں کیا میں مجکو صفِ لغال بھی ہے بھر تو نہ نشیں مجکو جہاں کی خاک نمی بھینچا دیا وہی مجکو کہاں جا کے چمکے وفا کر نچوالے کی جفا اور فرے وفا کے لئے تنے غیروں کو سر جڑ چا کے لئے دل سے نکلی ہوئی دعا کے لئے</p>	<p>شار ہوئے نہیں سات آسمان گھر پر جو آنکے و لیس جگہ ہو تو صدر و پائیں کیا جزاے خیر لے میرے عشقِ کامل کو دم نزع آخر نفل آئے آنسو بڑ دل لئے اور دکھا دکھا کے لئے کتنے الزام آخراپنے سر خود اترتی ہے عرش سے تاثیر</p>
---	--

یتاب

یتاب - پندت زاین پرشاد۔ دہلوی۔ آپ کے والد کا نام مہاراج ڈھارائے ہے۔ حکیم
 سردار محمد خان صاحب طالبِ تلمیذ مرزا غالب مرحوم سے علم بیان و عروض وغیرہ میں استفادہ
 حاصل کیا۔ اور کچھ کلامِ فنی نظیر حسین سخا کو بھی دکھایا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۵ سال
 سے ڈراما نویس ہی کا مشغلہ رہتا ہے اور ہی جو ہے کہ مہینے میں زیادہ قیام رہتا ہے۔ متعدد

ڈرامے آپ کی تصنیف سے میں ٹیکسیر نامی رسالہ آپ نے بلی سے نکالا تھا۔ جس میں ٹیکسیر کے ڈراما کے اردو ترجمے شائع ہو کر تھے اب بند ہو گیا۔ ایشیا کی شاعری کے علاوہ نچرل مضامین میں بھی طبیعت کی روانی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی۔ دونوں قسم کی شاعری کے اشعار ہی ناظرین ہیں۔ ابھی کلام میں خشکی کا رنگ پیدا نہیں ہوا ہے مگر کثرتِ مہارت سے امید ہے کہ اچھا کئے لگیں گے۔

عالم خواب

گز رہے خط ناک صحرا میں میرا	کروں ایسے جنگل میں کیونکر میرا
وزند و نکاہے گوشہ گوشہ میں ڈیرا	گزندوں نے ہے چپہ چپہ کو گھیرا
ادھر بھٹیوں کے پرے کے پرے ہیں	نہیں دور بس کوئی گز بھر پرے ہیں
نہ کچھ پوچھے حال اب سیرجی کا	ہوا رنگ چہرے کا دہشتے پھیکا
یہ چاہا کہ اب آسرا لوں کسی کا	نشان ہی نہ آیا نظر آدمی کا
ٹھکانا رہا جب نول کی تڑپ کا	اوجھا دھند ہی ایک جانب کو لپکا
ہوئی اتنا قاف نظر میری اونچی	تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہے ایک ہاتھی
وہ ہاتھی ہے یا صبح ہے رات اندیرا	سرا تھا بڑا ہے کہ تو بہ اتھی
نظر آتے ہیں سر میں روز جیسے	نہیں ایک میں تین سوسا نہ ایسے
دہن چھ ہیں اور پاؤں بارہ میں سار	کھڑا ہے وہ اس غار ہی کو کنارے
ہوئے ہوش غائب مڑوڑ کے بارے	نظر مجھ کو آنے لگے دن میں تارے

میں سمجھا یہاں سے ذرا بھی جو کھکے
تو پھر ٹہی ٹہی نہی ہے اور پاؤں اسکے

پولٹیکل کریا

تو برجن ہے اسے حق مشک لکٹا
سو اتیرے اب کون ہے ہند کا
تجھے بھولنا ہے سر اس خطا
کر کیا بختنا ہے بر حال ما بڑ

کہ سہم اسیر کسند ہوا بڑ

نہ کچھ تافلہ ہے نہ بانگ جس
نہ ہے اب کوئی ہوم و ہم نفس
نہ تیغ و سپر ہے نہ فیل و نہرس
نہ ارم غیر از تو نہ ریا و نہ رس

توئی عاصیا را خطا بخش و بس

سیر کا اس باغ عالم میں مڑا کچھ بھی نہیں
فرق کچھ اپنے پرانے میں نہیں آنا نظر
خوشنما میں گل مگر بوئے وفا کچھ بھی نہیں
امتیاز آشنا آشتنا کچھ بھی نہیں بڑ
دل ٹھولیں تو بجز مکر و جفا کچھ بھی نہیں
رگمئی ہے اب زمانے میں محبت نام کی

رباعی بے غم انتقال سوامی رام تیر سہ صاحب - ایم - اے

دنیا سے عجب مروت خوش سلوک گیا
اب ہند کے بیڑے کا خدا حافظ ہے
وہ ملک کا محب و محبوب گیا
انسوس کر رام نا خدا ڈوب گیا

کیوں سر پہ تیغ اصغہا نی پھر جائے
جب رام سار بہر ہو غم سرین حمت
کیوں در سے نہ دور شادمانی پھر جائے
امید و نہ کس طرح نہ پانی پھر جائے

بیجان - میاں عزیز خاں ساکن قصبہ بسولی - خوش سلیقہ و خوش اطوار شخص تھے - مولوی قدرت اللہ
شوق رام پوری مولف تذکرہ کے خاص حبیب تھے - اور فن سخن میں انہیں سے مشورہ

لیا کرتے تھے۔ دیوانِ رنجتہ مرتب کیا تھا۔ تذکرہ شوق میں بہت سا کلام ان کا نظر سے گذرا چند اشعار اُس میں سے انتخاب کئے جاتے ہیں۔ زبان سلیس اور صاف ہے۔ اچھے اچھے مضامین نکالے ہیں۔

<p>نے وہم میں طاقت سے نہ مقدور کیا تھا برہم نظر آتا ہے سببِ بابِ جہان کا حرفِ دعا ہو کیونکہ مرے لب سے آشنا بیگانہ کیوں ہے مجھے نواور سے آشنا ہو دیں میں بیکدر گریہ کیونکہ آشنا اتنے ہوئے ہیں آپ سرکبے آشنا کہ میکو دیکھ گیا ڈوب آب میں دیا</p>	<p>کیا مجھے کھلے بھید ترے رازِ نہاں کا کوئی دن ہے اگر شو بہی حسن کا تیری دل ہی نہیں مرا کسی مطلب سے آشنا اُس دشمنِ وفا سے جو تجاں میں کل کہا کنے لگا وہ میری طرف دیکھ کر کہاں پر تیرے جو چکچک بھجے ہو چہنچہن مہر گڑھی وہ چشمِ نرم ہے مری ابر کیا کہوں تجھے</p>
<p>ترے لب دیکھ کر جی جھلیکا یا قوتِ احمر کا دلِ غم فتنہ پاں کسکو ہے دارا و سکندر کا میں تب مضطر ہو بولانا مے خلاقِ اکبر کا اُسی تو ہی بس والی ہے آبِ دینِ پیہر کا ایما رعن کس سے ہو بوسہ کی طلب کا بیٹھا ہوں میں مشتاقِ ترے کوچے میں کب کا بنِ سخن کے پھر تو آج کہ مر کو رواں ہوا ہر جن میں محترم و عزیز جہاں ہوا</p>	<p>نہ و نذا کی معافی سے جگر ہے آبِ گوہر کا حدیثِ عشق یا مہر و وفا کی باتِ من سے بوقتِ وعظ اُس واعظِ پسر کی دیکھ کر کاکل چو کفر از کعبہ بنیذ و کجا ماند سلمان مقدور بشر جو نہ جہاں جنبشِ لب کا ہو جائے کسی غرض سے سرگرمِ نظر رہ کل ہی تو دمج سے قتل ترے اک جہاں ہوا تجیاں جنابِ شوق کی صحبت سے فیض سے</p>
<p>کہے وہ دائرہِ عنب میں مزا ہے ملاقات کا تو شب میں مزا اُس سے بوسہ کی ہے طلب میں مزا</p>	<p>ہے جو شیریں لب کے میں مزا دن کا ملنا بھی خوب ہے لیکن بات میں جو پوچھ کے گالی سے</p>

جس ذرِ عشق بد بلا ہے کہ جو کوئی کہتا ہے وہ نا کوئی مجھ کو	تجھے کافر کو میرے گھر لایا عشق میں تیرے ہمارا تو گیا نام بدل
یہ طرح کے دن بھلا ملتے ہیں پھر سانی کہاں مہنی آتی ہے گل کو حال پر کیسے خدا جانتے ہو گیا ہے نقش دل پر شام سے کہ کا خیال	آج تو ظالم مجاویٰ حسدہ قافل کی دھوم اید مر ہے نالہ کش بلبل اُدھر ہے چشم ز شبنم ویدہ تصویر کی مانند ہے بجز اب چشم
بھیک مانگیں میں کھول کر دامن پرورش کو زیرِ دامان فنا ہو لیک یا ر	دیکھ گلشن میں تج کو اہل چمن کون بحرِ لبستن یاں مثل گل خداں نہیں
میں کشکے بارو کئے بناں ہوں	انکشت نمائے اک جہاں ہوں
جبکہ مستی میں مناں اپنے میں آ جاتا ہوں مضطرب حال چراغِ سحری ہوں میں نسیم رحمِ محمدِ تنگ اک رحمِ کجیوں مو ضعیف غیر کے ہمت میں دیکھا ترے دماں کو تئیں	جائے زہر بھی ہو وے تو چڑھا جاتا ہوں کوئی دم صبح خموش آپ ہوا جاتا ہوں موج میں تیری میں اسے اشک بہا جاتا ہوں چاک کیونکہ کروں اپنے گریباں کو تئیں
لکھوں کیا میں وصفِ دامن و کمر سایہ نخلِ حنا میں مجھے کیجو مد فون شرم آتی ہے کہیں سر کو نو آؤ جہاں سب کے قدم کو تو نے نہرِ عجز پر پیا کثرت میں ہے عین وید وحدت غربت کے مزے کو کون جانتے	مجھے عیب کی تو خب کہچہ نہیں ناوہ جانے یہ نوا حسرت پا بلوی میں اشک ساں محو ہیں ہم اپنی قد بوی میں اس تیری خاکساری کو صد آفرین میں گر دلیں نہ اپنے ماو من ہو تا میری طرح نہ بے وطن ہو
مری بیماری دل کا سبب ہو ہی چکیگا کیا ہی مجھ کو داغِ اہم کل اسطرغ آئے پیار کیونکہ تاراجِ متاعِ دل ہوا سے مردماں	کہ جس نے انکھ تجھے بھروسے لڑائی ہو ہو نصیبِ دوستان ہر وقت ایسی جنگاہ تک چشمِ یار ہو بیٹھے ہیں اب سرنگ راہ

۷۰	دل میں غم کمر نہ ایمان کا خطرہ	ہے کس کے تئیں گبر و مسلمان کا خطرہ
۷۱	تو بھی تو چلتے ہے وہی رفتار ہمیشہ ارے گل تجھے مٹنے دیکھو تو پھر سنس تفاضل کے مارے ناشبہ دوتے سکندر سلیمان پہ کیا ہے یہ دنیا	جس چال پہ چلتی ہے یاں تلوار ہمیشہ اسی طرح مٹنے کی خوشی کسی کی حکایت ترے رو برو بخوشی کسی کی کبھو متی کسی کی کبھو متی کسی کی
۷۲	یہ میں کہتا ہوں اہر و دم اُس سے شکوہ خوشیوں کی	عبارت اُس میں ان باتوں نے آفروریاں بیٹھیں
۷۳	منظور قتل عالم بار و نہیں جو اسکو رنگینی سخن سے تہاں تلاش کر کے لیکن میں یہ ڈروں چوں کیا ہو کنا دال چھاتی ابھی حاسدوں کی بھٹ جائے	پھر تار ہے چرخ کس پر تیغ ہلال باز ہے تو نے ہر اک غزل میں تازہ خیال بند ہے اس فن سے کچھ تو نہیں زعم کمالی بند ہے سینے سے مرے جو تو لپٹ جائے
۷۴	خدیجہ داری سے خواب کی ٹھایا ہوا عالم نے ہر اک جینو دھوڑ پڑے ہے کسی میں مدہ نہیں لاتی کتنے میں کل رقیب سے اور اُس سے چل گئی اس اپنی بے کسی پر کسی کا نہ جی جلا خارا شکن نگاہ ہنس گئی پسر کی آج	تری فریاد مٹنے پر سد بازار ایسی کی یہ مجلس اُس نگاہ مٹنے سرشار ایسی کی کیا میری بات مٹنے کے کچھ اُسکے نکل گئی شمع مزار تک مرے بالیں سے ٹل گئی سنگین کی طسج مری چھاتی چیل گئی
۷۵	یہ پیچیدہ - مرزا محمد بیگ قوم مغل خلیفہ مرزا حیدر بیگ - قدیم وطن اصفہان تھا مگر یہ خود دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی - آغا خانانی میں عہد شاہ عالم ثانی میں عازم لکھنؤ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے - ایک فلمی تذکرے میں کچھ انکا کلام نظر سے گذرا اسکا انتخاب درج کیا جاتا ہے - زبان اگر چہ بڑائی اور اُس میں اکثر الفاظ متروک ہیں مگر لطف سے خالی نہیں -	
۷۶	شب خواب میں جب کو رخ جاناں نظر آیا اُسکے گل عارض کا جو باندھ عین قصو	جیوں آئینہ وہ صبح پر لیشاں نظر آیا پھیکا سا مجھے رنگ گلستاں نظر آیا

روئے نوق آلود کا اوصاف تھے جس میں قاتل کے حملے کی نو شہر میں کیوں رک کہ بخیر ایسی ہی غزل تاکہ کیں یار آلودہ سسی سے لب جاناں نظر آیا گلگشت چمن کو جو گیا میں کہی نجہ بن بس وہ ہیں جواب آ کے دیا طاقت پائے جب پڑے لگا کھول کے اوراق گلستا	وہ صفحہ کا غذبہ افشاں نظر آیا نامر دبی وہاں رستم دستان نظر آیا نغمہ ساز کوئی مہک غزل خواں نظر آیا ظلمت میں تہیں چشتہ حیواں نظر آیا ہر غنچہ مجھے صورتِ بیکان نظر آیا واوئی محبت کا جو میدان نظر آیا ہر غنچہ مجھے طفلِ دبستان نظر آیا
جہاں کو چھوڑ کے کیوں تارک لباس نو	وہ کیا کرے ترے ملنے کی جب کو اس نو

بجیر۔ خان بہادر ذوالقدر غلام غوث صاحب بجیر مرحوم رئیس الہ آباد۔ روایت ہے
 کہ ان کے مورث اعلیٰ سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کی اولاد میں سے تھے۔ اور حکومت
 سلاطین مغلیہ میں بعض بزرگ عہدہ نقضائے کشمیر پر مقرر رہے۔ اور بعض اراکین خاندان
 ملکی خدمتوں پر سر فراز رہے۔ انجام کار عہد مہاراجہ گلاب سنگھ ان کے والد ماجد خواجہ
 حضور الداؤد کے خسر یعنی ان کے نانا خواجہ فرید الدین ترک وطن کر کے لاس (تبت) چلے گئے
 وہاں بھی ان کی عمارات ہوئی اور اہل اسلام کے مقدمات کے تصفیہ انکی ذات سے متعلق رہا
 وہاں کچھ ٹھہر کر وہ نو صاحب ریاست خیال میں وارد ہوئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ چنانچہ
 بجیر وہیں ۱۲۷۷ء میں پیدا ہوئے ان کے چار برس کی عمر تھی کہ والد اوزنا کو گردش زمانہ نے
 پر ترک سکونت پر مجبور کیا اور اسمرتہ بنارس میں طبع اقامت ڈالی۔ یہیں سن شعور کو چھو پہنچے
 اور تعلیم کا سلسلہ تکمیل کو پہنچا ۱۳۰۷ء میں ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا اور اپنے خالو خان بہادر
 مولوی سید محمد خاں میرٹھی لغٹ گورنر شمال مغرب کے نائب مقرر ہوئے۔ انہیں ایام
 میں جب لاڈلوان برائے گوالیار پر چڑھائی کی تو یہ گورنر جنرل کے منشی خانے میں منسلک ہو کر
 شریک مہم ہوئے اور جنگ کے خاتمہ پر بھلا کا گزاری خلعت پایا۔ پھر کئی سال بعد

بجیر

اپنے خالو کے بجائے میرنشی مقرر ہوئے۔ اور ۸۸۵ھ تک برابر اس عہدہ علیہ پر فرائض
رہے اور حکام میں اعلیٰ درجہ کا اعتبار اور وقار حاصل کیا۔ غدر ۵۵ھ میں خیر خواہی کے صلہ
میں سند و خلعت ہفت پارچہ جس میں مین رقم جو اس سبب شامل تھیں مرحمت ہوا۔ ملکہ مغفلہ کے
خطاب شہنشاہی اختیار کرنے کے موقع پر جو دربار لارڈ ولٹن نے کیا اس میں آپ کو بھی
تقدیر قیصری ملا۔ ۸۸۵ھ میں ۴۵ سال ملازمت کے بعد اپنے پنشن لی اور خطاب خان بہادر
ذوالقدر سے سرفراز ہوئے۔ اسی دوران میں نواب کلب علی خاں نے کئی مرتبہ باصرار اپنا
دارالہام کرنا چاہا مگر خان بہادر نے ہمدردی کے ساتھ اسے نامنظر کیا۔ اور آخری حصہ
زندگی کا یاد خدا میں بسر کرنا مناسب سمجھا۔ شاعری اور انشا پر دانی میں آپ کو ایک امتیازی
درجہ حاصل تھا۔ فارسی شعر ایسا اچھا اور جربہ تہ کہتے تھے کہ اکثر ہل زبان بھی اون کے
کلام کی تلاش کیا کرتے تھے۔ غالب مرحوم سے خان بہادر مغفور کے تعلقات نہایت
دوستانہ تھے چنانچہ اکثر خط و کتابت رہتی تھی۔ تصنیفات میں سے غنایہ جگر در رقعات و نظم
فارسی اور غنایاں بے صبر در رقعات (اردو) ۸۹۱ھ میں اجاب میں تقسیم کے لئے شائع کئے
تھے۔ خطوط کا طرز تحریر بھی نہایت شستہ و کوش تھا۔ پیرائے سالی میں ۱۹۰۵ھ میں انتقال کیا
آپ کی صرف ایک غزل فیقروں کی بول چال میں نظر سے گذری انکی ذات والا صفات
ایک زمانہ دراز سے الہ آباد میں مرجع اہل کمال تھی تا دم واپسین زندہ دلی اور شیخ کلامی آپکی
رحم رہی۔ تبرکات چند شعروں میں۔

بہت پیاری بابتیں ہیں یہ بھولی بھولی
بھلا ہوگا بھرد و ہمارے بھی بھولی
گرہ و لگی ہے جبکہ مرشد نے کھولی
یہ کالی بلا کیسی انیسون گھولی
یہ کیچڑ تو دامن سے پھلے ہی دھولی

فقیر دشنے کرتے ہو جو بولی سٹولی تو
بھکاری بوجھ تو دیدار کے ہیں
نہیں بند رہتا کوئی کام اپنا
پری آج شیشے سے داتا نکالو
کہاں ہم فقیر اور دین کے جھگڑے

جیخود۔ منشی نراین واس دہلوی۔ حضرت میر درد و مرحوم کے باعیتیت تلامذہ میں تھے۔ افسوس کہ کلام ضائع ہو گیا۔ ادنیٰ خوش فکری کا بھی ایک شعر کافی ثبوت ہے۔

مے گلوں کو چشمِ کم سے توست و بکیم اعزاز
بنایا ہے یہ اعجازِ مغناں نے آبِ آتش کا

جیخود۔ منشی محمد شفا الم دین خاں خلف و شاگرد مولوی محمد حیات خاں عذر سے پیشتر دہلی میں رہتے اور کسی سرکاری دفتر میں ملازم تھے۔ گاہ گاہ شعر بھی کہہ لیتے تھے۔

رہ گیا بیکان جو پہلو میں ترا چھتا ہوا
دل لگی کو اور دل پیدا ہوا اچھا ہوا
نہی نہیں مدت سے اسے جیخود سیری کی
ہو گیا دل با دل زلف و دوتا اچھا ہوا

جیخود لکھنوی۔ منشی ادوی علی جیخود باشندہ لکھنؤ۔ خواجہ وزیر کے شاگرد رشید اور منشی ناصر علی سحر زیندار سہری براؤں کے بیٹے تھے۔ آپ کچھ عرصہ تک صاحبِ علیشاہ کی سرکار میں ملازم بھی رہے۔ چنانچہ اکثر غزلوں میں بادشاہ کی تعریف کی ہے۔ آپ کا دیوان عرصہ ہوا چھپا تھا شاعری صلوٰۃ اختر آپ کی تصنیف سے ہے۔ شعر اچھا کہتے تھے بعد غدا انتقال کیا دیوان میں سے جب قدر صاف اشعار ہماری پسند کے نکلے انکا انتخاب درج ذیل ہے۔

حسنِ تیرا حیرت افزا ہو گیا
جنسے دیکھا اسکو کتنا ہو گیا

کو چہ زلف کے کہیں دل خیر سے پہر
یارب بچا بچا مجھے کٹکٹا ہے راہ کا
منہ بھر لیا کر کے ہن تیرنگہ سے
دیکھا گیا اُس سے تڑپنا مرے دل کا
عجب حسرت سے پانی مانگتے ہیں تیغِ قاتل
ہمارے جسم میں جو زخم ہے کاسہ ہر سال کا
مرے بھی ہوتے نہیں جس کے گرفتار رہا
مرد وہ اسے شوقِ اسیری وہی صیدا آیا

کچھ نہ کی تھنے دوائے دردِ دل
ہمتو آئے تھے سچا جانکر

صلح میں آنکھ لڑاتا ہے گنہگار ہے دل
دارِ مژگاں پر چڑھنے کا منزل وار ہے دل
نہیں رحم کی عادت نہ اُسے مہر کی خو
نرم بھی مجبور ہو بندے کا بھی ناچار ہے دل
دردِ ہوا کا ہنر جاں روز کا مجھ کو اچک جائے
انکے پہلو میں رہے جبکا طرفدار ہے دل

<p>پہلے تھی صاف صبح صلب اگر جہیں شب تنہائی ہے فرقت بھلتا نہیں جی ہم اسیرانِ نفسِ لطفِ چین کیا جانیں یا چشمِ مست میں رہتی ہے از خود رشتگی بوقتِ نغمہ آرائی حضور ایسا بنانے ہیں تو ہے ایسا کنیا دیکھتے ہیں جب میں نکلو</p>	<p>افشاں چہرک کے بن گئی اختر مگر جہیں کھدوا شکوں سے نہیں کرتی ہیں بیاہ نکھیں سر پہ صیاد کو دیکھا جو ہو نہیں دانا نکھیں طرفہ پنجو دھوں کہی میں آپ میں آنا نہیں پریر و غفرہ و ناز و ادا کو قبول جاتا نہیں در دولت سراپا کے سب و صوفی رہتا نہیں</p>
<p>جدا ہونے پہلو سے سے در عشق جام کے لب پر یہی گنثار ہے فصل گل میں ٹوٹتی ہے بار بار</p>	<p>بہلتی ہے مجھے طبیعت مری بیٹے گلگوں خدا غفار ہے دل شکستہ تو پوئے سب خوار ہے</p>
<p>دیدہ باطن کو واکر دیدگر منظور ہے</p>	<p>پر وہ غفلتِ حجاب شاہ دستور ہے</p>
<p>فرقت میں تن سے روح مری کوچ کر گئی نم جو کالی لبِ جاں بخش سے دو جی اٹھوں</p>	<p>آخر کو گذرئی تھی مجھ پر گزر گئی قم عیسیٰ کا اثر تلخے و شنام میں ہے</p>
<p>بخود۔ مولوی عبدالحی خلف الرشید مولوی غلام رسول مرحوم مدنی۔ آپ کی ولادت ۱۲۰۴ محرم ۱۲۰۴ ہجری مطابق ۱۱ ستمبر ۱۷۹۷ء کو ہوئی۔ آپ کا بیان ہے کہ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت ابوبکر تک پہنچتا ہے۔ اپنے والد ماجد کی توجہ خاص سے مختلف استادوں کے زیر تعلیم رہے اور عربی فارسی دونوں زبانوں میں کافی استعداد ہم سہو پنائی۔ ابتدا سے زمانہ شباب سے زندانہ مزاجی و حسن پرستی کی طرف میلان طبع رہا۔ اساتذہ مابین کے دیوان و کبیرہ و کبیرہ بھی طبیعت میں جوش آنے لگا۔ یہاں تک کہ خود بھی فکر سخن میں مہلک ہو گئے۔ یہ پندرہ سولہ برس کے سن کا ذکر ہے۔ رفتہ رفتہ کسی پختہ کار اُستاد سخن کی تلاش ہوئی۔ اسی زمانے میں شمس العلماء مولانا سید الطاف حسین حالی کا کلام سنا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا حالی نچل شاعری کی طرف متوجہ نہ ہوئے تھے۔ جناب بیجو کو اس وقت ان کی طرز</p>	<p>بخود۔</p>

پسند آئی اور شاگرد ہو گئے۔ کچھ دنوں تک مولانا حالی سے فیضِ سخن پاتے رہے۔ ۱۲۹۰ء کے بعد سلسلہ معاش کی فکر چھوٹی اور الہ آباد میں درجہ اوسط و کالت کی سند حاصل کی و کالت کے بہانہ کئی شہروں کی ہوا کمانی مگر طبیعت کی بے چینی اور شاعری کے شوق نے کہیں دل جما کر کام نہ کرنے دیا۔ ۱۲۹۲ء ہجری کے بعد وکالت شروع کی۔ اسی زمانے میں گلزارِ داغ شائع ہوا تھا۔ چونکہ یہ رنگ اپنی طبیعت کے موافق پایا۔ رام پور جاکر حضرت داغ مرحوم کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو گئے۔

سنبھل کی وکالت کے بعد ریاست سروہی میں بہمدہ جوڈیشل آفیسر متنازع رہے۔ وہاں بھی جی نہ لگا تو ۱۲۹۳ء ہجری میں ریاست جوڈیو کی طرف رخ کیا اور وہاں تھوڑے دنوں کی کوشش کے بعد ایک معقول عہدے پر متنازع ہوئے۔ اب عرصے سے اسی ریاست میں فوجدار ہیں۔ طبیعت میں جستگی۔ شوخی صفائی اور مضمون آفرینی بلا کی پائی ہے۔ اپنے استاد کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بچپن تیس برس کی مشق اور فکر کی رسائی نے فنِ سخن میں ایک عمدہ اور اعلاٰی رتبہ ان کے کلام کو بخشا ہے۔ عاشقانہ مضامین نہایت خوب کتے ہیں۔ دنیائے شاعری میں آپ کا نام بہت کچھ شہرت پا چکا ہے۔ اور اپنے مرحوم استاد کے ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کلام میں روانی اور صفائی بلا کی ہے۔ ہر شعر میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ایسی نکلتی ہے جو بے ساختہ دل میں پٹکی لے لیتی ہے۔ عرصہ ہوا کچھ کلام عنایت کیا تھا اسکا انتخاب یہ ہے۔

سُن لیا تو نے کہ جینا ہر اجر مر جانا ساتھ ساتھ اہل تنہا کا وہ مضطر جانا جب کہا اوسنے کہ مرتے ہیں تو ہنسنے کو مجھے تو جان ہے دو بھر نہ آؤ تم تو نہ آؤ	سبب ترکِ ستم بہنے سنگم جانا الہ اللہ رے ترازم سے اٹھکر جانا زندگانی کا تو انجام ہی ہے مر جانا پتہ اہل ہی کو دید و غیب نہ کا
اُس سچ ہے میرے سینے میں کچھ اور ہوا	اک داغِ جبر وہ بھی تمسار دیا ہوا

<p>یہ نعمت خداوہ تو نکا دیا ہوا دل گیا خاکیں ارباب جس سانی کا اب تو بچو ہے یہ عالم می تمنائی کا خدا سے ڈرہ جوانی میں پارسائی کا کہتے ہیں خدا چاہے تو محشر ہی ہوگا ہزار در و کامرور میں مزا دیتا جواب خطا نکریں تو ہمیں سزا دیتا آنکھ سے پردہ کیا تو کیا کیسا ضعف کے ہاتھوں عدم تک ان جلا جلا چلتے چلتے جو ذرا خجرت تل مٹھرا</p>	<p>دل بھی عزیز ہے مجھے غم بھی عزیز ہے ہو گیا سنگ وریا بھی پامال عسود انکی حسرت بھی نہیں میں بھی نہیں لہجہ یہ کوئی وقت ہے توبہ کا توبہ کر بچو وعدہ ہے قیامت کا اور پھر یہ قیامت آہی ہکو دل و رواستنا دینا تم اپنے اہل سے تعزیر و زہے تمت پردہ والے ہیں تو ولیس بھی تائین سنگے میری موت عزیزوں کے کما ہر دم رگ گردن سے صدائی کراہت برنگ</p>
<p>پہلو میں سیر آؤ تو کمندوں یہاں ہے اب مہتو کو بیٹھے میں کیا جانے کیا کیا پا کر حسرتیں دل کی نکل جائیں نہ رستہ پا کر شاوہ کیا دل نا شاوہ مت پا کر شرم نصبت ہوئی جہن کا اشرار پا کر آپ میں کون ہے اب آپ کو تنہا پا کر جانی ہی نہیں کو چہ جاناں سے نکل کر</p>	<p>پردے سے چوچھتے ہوا تاول کماں تائب منعموں شاوہ و دولت دنیا پا کر ہفت تیر صفت نام و مسینہ نہ بناؤ چاروں میں ہی کانٹے کی طرح کھٹکے گی اب تو لوگوں کی ادائیں بھی ادا نہ ہوئیں دیتے ہو بچو دیے شوق کے طے ککو اس وجہ سے وارفتہ رفتار قیامت</p>
<p>جاؤ کیوں بیٹھے ہوا ب مدفین کرباس کوئی جب آیا مرے مدفین کرباس</p>	<p>قبضیں بھی کیا نہ لینے دو گے چین زندگی کو موت پر سور شک آئے</p>
<p>دل ہے خدا سے داغ جگر ہے خار داغ جس کی نسیوں نے کیا بیقرار دل</p>	<p>الندہ سے سوئے غم کے بدولت بہار داغ کیا ہو اگر ستانے پہ باند ہے کمر وہی</p>

شیوہ مہر و محبت میں آتا ہی نہیں
اسکے ہاتھوں نملاجین مجھی کو دم بھر
وہ کہتے ہیں نہیں یہ نام کچھ نہ ادا کا نام
کہا جب اُس سے کسی نے کہو گیا بخود
کوئی نظیر نہیں اپنا بے کمالی میں
مجمع یاس کچھ ایسا دلِ نازِ شاد میں ہے
کمد یا اوکھنے مرے ولین تمہارا گھر ہے
حاصل اُس مر لقا کی دیندیں
چھیڑو دیکھو کہ خط تو لکھا ہے
مجھے قاصد نے کہا اُسکے یہ قائل کا پتا
درِ دول دینِ جگر ٹٹے کوٹنے ہیں مگر
خواہاں تھے حور کے نہ شرابِ مہور کے
مدعی کے سامنے کہتے ہیں کئے مدعا
نصیحت کی بھی حد ہوتی ہے کوئی حقِ ناحق
جہاں یہ لب تک آیا کھل گئے چودہ طبقِ زلزلہ
تمہارے مرنے والو کی سمجھ ہی کچھ زلی جہر
کسی کا دل دیکھے یا جان جا آ نکو کیا پروا
دوسرا شرابِ حُسن ہم سب سے الفت

کیا کوں ہم دل پر آرزو کی آرزو
آرزو مندو سے نکلوں جن لفظ ہے مگر
تم غلطی ہو کہیں کسی ہی غفلت ہو

کسی ناشاد کا دل شاد کرو گے کیا تم
مجھے لے کر دلِ ناشاد کرو گے کیا تم
ہمارے سامنے کیوں لے کوئی وفا کا نام
ملا جواب ہمیشہ رہے خدا کا نام
مگر جھانیں یکتا میں اس کمال میں ہم
آج پامال سب ارمان ہوئے جاتے ہیں
اب وہ آباد رکھیں یا اسے برباد کریں
عید ہے اور ہم کو عید نہیں
میرے خط کی مگر رسید نہیں
آپ خط یا مجھے معینام قضا دیتے ہیں
نٹے نٹے جگر و دل کو شاد دیتے ہیں
ہم تو بے کر کے بھنس گئے ناحق عذاب میں
مدعا یہ ہے یہ کمدوں مدعا کچھ بھی نہیں
بس اب سمجھا چکو تم ورنہ تمکو ہم سمجھتے ہیں
ہم اپنے ساغر سے کو بھی جامِ جم سمجھتے ہیں
قضا انکو شائبہِ جنس کو ہم سمجھتے ہیں
وہ دل کو دل سمجھتے ہیں مذم کو دم سمجھتے ہیں
ہماری وہ سمجھتے ہیں دُعا کی وہ سمجھتے ہیں

آرزو اور اُس بت بگائے غم کی آرزو
کل تمہیں کو ہو گی اہل آرزو کی آرزو
آپ کی بہو متنا ہے نہ تو کی آرزو

نہ وہ گناہوں سے بھی بیزار ہے لیکن ہر نہ و بشر خلق میں طالب ہے انہیں کا	نہرت ہے اُسے زہرِ ریائی سے زیادہ کیا بات تو نہیں ہے خدائی سے زیادہ
اب تو مل جاؤ کہ سارے شہر میں	شہرتِ نا آشنائی ہو چسکی
میکشوں کا حشم سے توڑ دیا زائد نے راہ پر ناصح مشفق کو لگا لو رند و	یا خدا بوندِ نائِبِ چشمِ زمزم میں رہے یہ بھی کچھ لطف ہے ہما ہوا درم میں رہے
دعا کو نہیں راہِ ملتی فلک کی	کچھ ایسا ہجومِ بلا ہو رہا ہے
ہمارے خاک بھی برباد ہو گئی لیکن اجل نے آکے وہ قصہ ہی کر دیا فصل غیروں کے حلالے کو طالع ہے وہ مجھ کو ہجومِ شوق میں کچھ سوچتا ہوں تو قسم لیجے یہ شوقی دیکھنا دل کے تقاضے پر وہ کہتے ہیں ادا دیکھو کہ پردے میں نگاہیں سب لڑتی ہیں الچھ کے حضرتِ دل بھی اگر چل جاتا دیکھتے ہیں مجھ کو کس حسرت سے وہ اب جگہ و لیں کہاں آپ کے پکیاں کیلئے وہی جنت ہے جہاں چین لے دل پہلے	کسی کے ولیم بھی تک غبار بانی ہے نہ نظر شبِ انتظارِ بانی ہے حالی نہیں بیدار سے ظالم کی وفا بھی یہ ناحق شرم کیسی کیوں یہ پردہ ہر ہوتا ہوا دلایا خاک میں خود اور تقاضا ہے ہوتا ہے جیاد دیکھو بھری محفل میں پردا ہے ہوتا ہے کسی کے گیسوئے خوش خم کے بل نکلاتے دید کے قابل ہے حیرانی مری ہو گیا وقف یہ گھر حسرت و اراں کے لئے جس پہ دل آئے وہی حور ہے انساں کیلئے

میر تقی - منشی سید وحید الدین دہلوی - ان کے اجداد و اجداد ہمیشہ مناصبِ جلیلہ پر
سرفراز رہے۔ چنانچہ سید شاہ نظام الدین احمد صاحب جن کا چھٹا اور نالاب دہلی میں "شاہجی"
کی نسبت سے مشہور ہے۔ ہمارا جہاد صوبی سید میا فرمان فرما سے گوالیار کی طرف
سے خاص دہلی کے صوبہ دار تھے۔ اُن کے خلیف اکبر نواب محمد میر خاں اعظم الدولہ
معین الملک اور خلیف اصغر شرف الدولہ نصیر الملک نصرت جنگ کے خطابات سے

اقزان و امانت میں ممتاز اور صاحب جاہ و مناصب تھے۔ نواب محمد میر خاں بہادر کو سرکار انگلشیہ سے بھی دو ہزار روپے ماہانہ کی پنشن خیر خواہی کے صلہ میں ملتی تھی جو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند رشید نواب سید محی الدین خاں عرف بڈھن صاحب علما الدولہ یمن الملک استقامت جنگ بھی غدر شہر تک پاتے رہے۔ غدر کے بعد اگرچہ عزت کے ساتھ الزام بغاوت سے وہ بری کر دیئے گئے مگر پنشن اور جاگیر ضبط ہو گئی۔ صرف چاؤڑمی بازار کی جوہلی اور ایک موضع محمد گنج انہیں ملا حضرت بچو کے حقیقی پرورداد نواب امتیاز الدولہ افتخار الملک سید احمد میر خاں منظور جنگ بہادر دربار شاہی میں منصب وزارت پر مامور تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے یعنی بچو کے دادا صاحب اپنے بڑے بھائی کی رحلت کے غم میں دہلی کی بود و باش ترک کر کے گوالیار تشریف لے گئے ایک سال بعد وہاں سے آکر سری مہاراجہ بلونت سنگھ بہادر والی تبارہ کی مصاحبت میں داخل ہوئے۔ اور ان کے مزاج میں اس قدر درخوہ پیدا کیا کہ مہاراجہ نے مرتے دم تک جدانہ ہونے دیا۔ ان کے سرگ باش ہونے پر مہاراجہ بلونت سنگھ بہادر فرما کر بھرت پور کی سرکار میں ان کا نصیب لڑا۔ مہاراجہ موصوف اور ان کے جانشینوں نے بڑی قدر وانی فرمائی اور ان کو کھیں جانے کی ضرورت باقی نہ رکھی۔ دو گانوں سالم جاگیر میں ملے ہوئے ہیں۔

جناب سید بچو کی عمر کا امتدانی زمانہ بھی آپنے والد شمس الدین احمد کے ساتھ رقبہ کالمین کے انسپکٹر ہیں (ریاست بہت پور ہی میں گذرا اور وہیں فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم پائی پھر دہلی آکر اپنے شوق سے اچھی علمی استعداد پیدا کی اور وجاہت خاندانی و میلان طبع سے اچھے بزرگوں کی صحبت اٹھائی۔ ابتدائی عمر سے آپکو شعر و شاعری کا شوق ہے۔ اس فن میں جہاں استاد نواب فصیح الملک مرزا دافع مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ طبع سلیم و ذہین رسا کی مدد سے جلد اس میرہ دان کے پورے شہسوار بن گئے۔ اور اپنے

نامی گرامی استناد کی نظر توجہ سے اس وقت اپنے ہم چشموں میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت دواع انکی زبان دانی اور مہارت فن کا خود اپنے سرٹیفکیٹ میں اعتراف فرماتے ہیں۔ فصاحت روزمرہ کے ساتھ خیال بندی کی طرف زیادہ میلان ہے۔ دواع صاحب فرماتے ہیں کہ انکی شاعری و زبان دانی میرے قابل طینان ہے۔ اصناف کلام بے غلغلہ بقدرت رکھتے ہیں دواع کی زبان انکی زبان ہے یہ مجھے اُسا و لکھنا دکر تے ہیں میں انکو اپنا بچہ تسلیم جاتا کرو عا عمر و راز نظم کے علاوہ شعر کا بھی آپ کو شوق ہے۔ ناول موسوم بہ ”نام و ننگ“ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ اب چھ سات سال سے وطن میں اقامت گزریں اور مقامی پادریوں کو اُردو فارسی پڑھاتے ہیں۔ راقم تذکرہ کے عنایت فرما ہیں اور ترتیب تذکرہ میں بھی گاہ گاہ اپنے مشورہ سے امداد دیتے رہتے ہیں۔ بڑے خلیق۔ لمدار۔ زندہ دل۔ پابند وضع شخص ہیں۔ یہ آپ کا کلام ہے۔

<p>تری قسم کا یقیں اب ضرور دینے کیا تصور میں نقشہ جماتی ہے کیا کیا محبت تماشے و کلماتی ہے کیا کیا</p>	<p>نگاہِ غیر کی جانب خطاب ہے مجھے تناسی شاطرہ و کمی نہ دیکھیں نڈکیا استعاجو یزیم و دشمن میں دیکھیا</p>
<p>قیمتی شیشہ ہمارا بال پر کر ہو گیا خود بخود اک جوشِ پیدل کے اندر ہو گیا اب تو یہ فتنہ قیامت کے برابر ہو گیا مُنہ سے یہ ارشاد ہے دل میں ترا گم ہو گیا اِن دیکھنے والوں نے تجھ کو ابھی کیا دیکھا</p>	<p>ٹوٹنے سے اور پیدل میں جو ہر ہو گیا کیا اسی کا نام الفت ہے کہ بیٹ دیکھا اسے ناپ یلچے اپنے گیسو کی درازی قد کو آپ آنکھ کھتی ہے کہ آپ برباد کرتے ہیں تجھے جب آنکھ پڑی اپنی اک بات نئی دیکھی</p>
<p>ہر سخن دعا نہیں ہوتا</p>	<p>بات سننے میں کیا قاحت ہے</p>
<p>بات ہی کیا ہے جو رہا وہیں رات کی رات چین سے کھلتی ہے زندانِ فریاد کی رات</p>	<p>بات کرنے میں گزرتی ہے ملاقات کی رات کئی خشتِ غم سے فرشِ زمیں بسترِ خواب</p>

تھی شبِ ہجرِ بلا جان بچی لاکھوں پائے
اور مہمان ہے دو چار گھڑی کا بجو د
مری محرومیِ قسمت سے تو واقف تو ہو یا رب
حیا غماز ہے رازِ محبت کھول دیتی ہے
اُسی فصلِ گل پر بھی خزاں کا حکم جاری ہے
لکھکتی ہے مرے سینے میں بار بار زنگی
لگی میں دل کی لومیں شمع کی جیدِ فنا و ہے
غصے سے اس تنہا سے وہ خواہش دلی کرتی ہیں
وہیں بیٹھے رہو بس دور ہی سے بات کرتی ہیں
یہ کوئی بھید ہے اسیں بھی کوئی رازِ مخفی ہے
ہماری جان ہو کہ جب جدارِ ہستہ تو ہم سے
بجھائیں شمع سے دلی لگی پروا نہ جب جانیں
بجھک کیسی بیخبر پیر نے سے بھگپا ناکیا
سنہل جائینگے بجو د اگیا ہے غش نہ گہراؤ
اتن میں طاقت اگر اے رحیمیں اتنی نہیں
جاننا ہوں نے ثباتی سے تری ہر بات میں
اُنکے قدموں میں ہمارے دلو لیکر ڈال دے
آپ کہتے ہیں کہ رہتا ہے ترا کفر خیال
بارِ بدخواہان دشمن زمانہ برخلاف
اُنکو سمجھ اسکو دیکھ عقلِ چشم اتنی کہاں
سارباں ناقد کی شوخی اور دینی ہے پست

خسے کٹ گئی صد شکرِ آفات کی رات
آپ آرام کریں آج ہمیں رات کی رات
وہیں پال کر دے دلیں جو امان پیدا کر
نگاہِ شرم میں شوخی ترے قربان پیدا کر
جہن میں بھول پیدا کر تو نا فرمان پیدا کر
نکل جائے یہ دل کی پھانس وہ سامان پیدا کر
تیرے عشق پر دانے سے اے نادان پیدا کر
زمانہ جانتا ہے اُنکے دشمن مجھ پر مرتے ہیں
ستم کیا عمارے لطف کے بھی ہتھوڑے ہیں
مرا دل دیکھ کر وہ اپنے دلہرا تھو دہرتے ہیں
نوبہر کیا جھوٹکتے ہیں جو ہم کہتے ہیں مرتے ہیں
یہ اپنی آگ میں جلتے ہیں تو کیا گل کترتے ہیں
نہ نزد ہیں گے قسم لے لے لیجئے کیوں آپ سہنجیں
بہلی تشویش کی تنے کہیں ایسے بھی مرتے ہیں
پھیر دے دل پر پھیری چین جس میں اتنی نہیں
چارون قائم رہے تیری نہیں اتنی نہیں
کیا رسائی تیری زلفِ عنبر میں اتنی نہیں
آپ کے دلیں تو نخبِ ایش کیوں اتنی نہیں
پے صیبت سے سکے جانِ حزیں اتنی نہیں
یہ سا اتنی نہیں یہ دور میں اتنی نہیں
شغِ طینت لیلیٰ محلِ نشیں اتنی نہیں

نہایتِ ابرارِ ظانوں کی سنا ہوا چوکی صورت پر شکی شانِ بیکر

سمنے دیکھا ہے زمانہ سنے دیکھے ہیں حسین
آپ جاتے ہیں تو ہسکو ساتھ لیتے جائے
بندہ میں دل ٹٹو دل و دل جناب شیخ کا
پہلے دیکھی غور سے تصویر یوسف پھر کسا
سائنس کچھ باقی ہیں اب وہ بھی فطرت گنتی کا ہیں
یہ اور وقت و صفت اندھیر کر گئے ہیں
دل کا سودا تو نگاہوں میں پنا کرتا ہے
عظم الفتنے دل لاکھوں پریشاں ہو جاتا ہے
ملا کر خاک میں جھکے ہیں قدر واد میرے
جوانی میں بھڑائی ہے ہم قائل نہیں اس کے
وہی ہم ہیں وہی دل ہے وہی دل کی تنائو
نگاہ میں جب لڑیں آپس میں یہ بھی دیکھتے جاؤ
ندیکھے ہونگے زندہ لاؤ بالی جنے بیخود سے
تمہارا تو یہ شبیہ وہ ہے جسے ناکا سے مارا
اس طرح سے برباد و نکر اہل و فسا کو
مدفن سے نکل کر کوئی دامن نہ پکڑ لے
گر بیاں چاکے میرے ہی ہاتھ میں سحر دیکھو
عدو کی زہم میں راز و محبت کھل گیا دیکھو
ایسٹن نفس کو پر کھل آئے قیامت کے
رٹائی سے یوں جھی تو روکتے رہتے ہیں ہم نہ کو
رحمت ہی نکلتی ہے نہ غم ہی نکلتا ہے

بندہ پر تو ظلم کی کثرت کہیں اتنی نہیں
پھر پلٹ آئے نگاہ واپس اتنی نہیں
بست چرا کر جس میں رکھ لیں آستین اتنی نہیں
جتنی دیکھت میں ہے اچھی و نشیں اتنی نہیں
آپ پر صدقے کروں جاں حذر اتنی نہیں
وہ اپنے ساتھ لیکر میری نظر لگے ہیں
کسکو معلوم ہے کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں
یہ گھر آباد ہو جانے سے ویراں ہو جاتے ہیں
بیاں کن حسرتوں سے میراں ہو جاتے ہیں
کہ صحنی غریب صحنی ہے وفا داداں ہو جاتے ہیں
نئے سرے او نہیں باتوں کے ارماں ہو جاتے ہیں
عیاں کس کی نظر سے راز و پنہاں ہو جاتے ہیں
کہ ایسے لوگ اب آنکھوں سے پنہاں ہو جاتے ہیں
نگاہ و لطف کمتی ہے ستم میں بھی داخل ہو
ڈھونڈے سے بھی ملتے نہیں لوگ و لوگو
ٹھکرا کے چلا کر نہ مزارِ شہدا کو
مجھی کو شمع بھی رو تی رہی ہے رات بھر دیکھو
کہا تھا تم سے کہنے تم کن آنکھوں نے ادھر کچھ
مرے صیاد نے چھوڑیں رہی بغیر دوش پر کچھ
کہ دل کا بھید کدینی ہے رو تمیں نظر دیکھو
نرا کتنے ہمارے نسل پر باندھی کمر دیکھو

سوال وصل کچھ پر پہنچ کر اسنے کہا مجھے
لگا دو آگ خاطر سے ہماری غیر کے غم کو
مثل ہے یہ تو قسمت بسکی جسکے ساتھ ہوتی ہر
رفیقوں کے لئے اچھا ٹھکانا ہو گیا پسدا
قیامت ڈھارہی ہیں گریاں خوشید محشر کی
نہ آسنا کٹھ میں آئے نہ دل میں داغ ہو پتھال
سپر کینہ پرور کی سخاوت میں غرافت ہے
نہ دیکھ انسان کو اسے آسمان چشم حقارت سے
سدمعار و گھر کو جاوہر ہند و مھو لو تیغ کو بوجھو
سینہ سے دل نکل آیا ترے پیکان کے ساتھ
کیوں الجھنے ہو ہر اک بات پہ چیخ و مان سے
جو دم ہے ہجیر یا میں غنیمت کی دہار ہے
جو ٹھانہ بعد مرگ بھی شادی و غم کا ساتھ
بے سبب و مہوم قیامت کی چار کھی ہے
طرز رنجش کی زبان سے جبار کھی ہے
اور خلوت میں شب و روز عدد سے ملنے
دیکھ لیس شکو تو پھر کا فردین دار ہیں ایک
اجبے پیہر کے زند و نہیں نہ کر اسے واعظ
کہا نکاح ۴۰ م ہے کس سوار ہے ہو کیا جی میں غانی ہے
خدا رکھے دل مرحوم کی اب قدر جانی ہے
تم اپنی سی کئے جاؤ ہم اپنی سی کئے جاویں

ابھی وعدہ نہ کر سکتے نہیں ہیں ہم مگر دیکھو
اٹھا کر جھونک دو دوونخ میں اس نار جہنم کو
عدو کو گالیاں دی ہیں تو بوسہ دیجئے ہم کو
خدا آبا در کھے میں تو کتا ہوں جہنم کو
یہی موقع تو ہے احواد اعمائے دل ذرا چھو
وہ کہتے ہیں چھپاؤ راز دارو نے مرے غم کو
دیے مونی مگر جھوٹے دیے ظالم فرشتوں کو
ارے تیرے فرشتوں نے کیا ہر سجدہ آدم کو
قیامت اب ہماری نفس پر آئے گی ماتم کو
صاحب خانہ بھی رخصت ہوا مہمان کے ساتھ
تم بھی ناوان بنے جانے ہونا دان کے ساتھ
میری ہی آہ میرے یکلبے کے پار ہے
سہنے کو پھول روئے کو شمع مزار ہے
تیرے قامت کے کوئی بات اٹھا رکھی ہے
بات کی تو نے گرہ دل میں لگا رکھی ہے
سن بھی لی اپنے جواسے اڑا رکھی ہے
تیرے پر وے نے قیامت یہ اٹھا رکھی ہے
سو جوتا بھی ہے تجھے دیکو وہ کیا رکھی ہے
شکسٹا ہے آنکھیں منجھ جہر و اغوانی ہے
یہ داغ آرزو اس پر نے والیکی نشانی ہے
جفا کا حسن موجب ہے وفا کا عشق بانی ہے

<p>تمہاری تو خدا جانے ہمیں تو بدگمانی ہے لب عیسیٰ پر انکو خون کی نعمت لگانی ہے یہ افسانہ نہیں مجھ کو نکاح میری کہانی ہے شب غم جان بچ جانے کیسی کیسی وہ صورت پیاری پیاری دیکھتے ہی محکموں پر جسے وعدے سے نفرت ہو جسے ملنے سے تارا قصا کو کیا کریں ہم بوجہ گردن کا اتار آئے جناب شیخ نکبے سے نہایت شرمسار آئے یہ ممکن ہی نہیں کجبت محکموں پر اعتبار آئے</p>	<p>نہم نکھیں کہیں شب کو نہ دن کو تم کہیں جاؤ مجھے سمجھا رہے ہیں تم کے معنی جان سوجانا جلگر پر ہمت دل پر تمکی آنکھوں پر نہیں دامن دعا میں مانگتی گزری ہے اون کو جوانی کا وہ عالم چپہ دل بے اختیار آئے قیامت ہے جو ایسے پر دل امید وار آئے ہمارا فرض محاسن کو تیرے شمشیر کمہ دینا خدا جانے کہ کیا گزری خدا جانے کہ کیا بقی قیامت کا تو وعدہ اُسے یہ مضمون قیامت کا</p>
<p>سمجھ کر ہی کچھ دلیں خاموش ہو نہیں نہ سے نوش ہوں میں نہ بے ہوش ہو نہیں یہ قصہ یہ جھگڑا نہ چھوڑو تو بہتر نہ میں کہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے اشارے بھی آپس میں کچھ ہوتے جا میں کہانی جدائی کی ہے روتے جا میں سنو گے اسی طرح گریں گے پتھر نہ میں کہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے</p>	<p>بل بھی چپتون پر ہنسی کے ساتھ ہے مر گیا بیخود تو اس کا کیا حال</p>
<p>چج کا موسم نہیں تو سیر سہی اب بھی آزرہ ہیں تو خیر سہی ایک کعبہ تو ایک دیر سہی چکر چلے فریب دیا التجا ہوئی غنت سے جب نہ کام چلا التجا ہوئی</p>	<p>حضر کعبہ پر کیا ہے دیر سہی جو نہ کہنی تھیں التجا میں کہیں داخل ہوں دل سے اس بستے انکی طرف سے دل کی طلب بار بار ہوئی ایسی تو ہے وصل کی شب بار بار ہوئی</p>
<p>کئے اس ناز کی پر عاشق ناشاد کے کڑے</p>	<p>یہ بیت پتھر کے ہیں ترشے ہوئے فولاو کے کڑے</p>

نکلنے دی دم کشتن نہ منے آہ بی پوری
گزر جانے نہیں دو دو دن نہیں بے آب و دانہ
دکھا دیئے تھیں بھی جو قیامت اُس پگھلے گی
زبان سے جدا ہوتی ہے کچھ خلقت حسینو کی
دونوں کی صبح وصل کو حالت بدل گئی
محفل وہی مکان وہی آدمی وہی
پرورد شمع بنے شمع کھل جی

دل تیار میں شوخی کا پتا ملتا ہے
حور کے ذکر پہ وہ کہتے ہیں معلوم ہوا
پے کے زہن سے تاب یا شاو کیا
عالم کیفیت میں ہستی سے گزرتا ہوا
بتکدہ میں ہے خدائی کا تاشا موجود
سختیاں جبر کی منجانی میں سب بعد وصال
اب تو خاموش ہو چو وہ کہ وہ پھر روٹھ گئے
ہر ایک بات تری بے ثبات کتنی ہر
ترے شید کو دو لہا بنا ہوا دھیمیا
جو شکو کھلتے ہیں غنچے وہ نکو بھڑ نہیں
ہے وہ نیچی نظر سے مسکرا کر دیکھنا
مہربان وہ بت کا فراگراک آن رہے
اُس گنگا کو زادہ گنگا رہے سمجھ

ٹٹنے والے میں کچھ انداز تر ملتا ہے
تو کسی اور سے بھی میرے سوا ملتا ہے
اسکا انگور کے شربت میں مر ملتا ہے
چشم ساقی سے مجھے جام فنا ملتا ہے
اور کعبہ میں فقط ایک خدا ملتا ہے
قطرہ انعام کو دیا ہی طبع ملتا ہے
عجب کو کعبت تارا نہیں کیا ملتا ہے
پلٹنا بات کو دم بھر میں بات کتنی ہے
رواں جنازے کے پیچھے برکت کتنی ہے
بار بار غجباں بے ثبات کتنی ہے
ایک پر جمی تھی کہ دیکھے پار ہو کر دگئی
ہے تو یوں پھر کوئی کافر ہی مسلمان رہے
عمر بھر اپنے کئے سے جو پشیمان رہے

• بیخود - حکیم احمد علی خان - امپور کے باشندے اور سوزوں طبع شاعر ہیں۔ وہاں کے

رسالوں میں کلام شایع کرتے رہتے ہیں۔ چند اشعار انتخاباً درج ہوئے ملاحظہ ہوں۔

پس مومن مرے کام گیا یہ سوز دل میرا مٹائے سے مٹے گا کیا یہ میرا خون ناحق ہے دامن دل سے کیسے کبھی دمویانہ غبار ذریعے کہے میں کیا لطف سوا ہے واعظ	کہ دو و آہ کا بہتے شامیانہ میرے مدفن پر جو دمویانہ لوگے دامن سے تو رہا نگار و پیر کیا کیا دیدہ و عنناک بنے گریاں ہو کر دل نشیں کوئی گھر ہونا ہے دیراں ہو کر
---	--

ہجود - حکیم سید شاد محمد فاخر - الدہاد کے رہنے والے اور آجکل کے نوشق شاعر ہیں اور یہ کلام ہے۔

ہجود

لوگ پھر جیتے ہیں مرنے کی تمنائیں وہاں دل ہپا کرتے ہیں تو فتنے اُٹا کرتے ہیں چمڑے پر اب نقاب ذرا ڈال لیجئے اب کہیے چلے کیجئے ہجود خدا خدا جب ادا لے شکر رحمت میں ہوا ہے قصور اک نفس کا فرق ہے۔ عجیبائیگے سب روزِ جزا	عرصہ حشر ہوا کو چسپہ قافل ہوا آپ چلنے میں کہ اک حشر ہپا کرتے ہیں بس انداز مہر کی تنویر کر چکے نالے بنوں پر آپ کے تاثیر کر چکے وقت کلفت شکوہ جو رسو کیا کیجئے دم زون کی بات ہے پھر اس کا علم کیا کیجئے
--	--

ہجود - منشی احمد صاحب باشندہ مودان - مولانا فضل الحسن حسرت مودانی کے عزیز اور غالباً انہیں کے شاگرد ہیں۔ علمی استعداد معقول اور ابھی نوشق کا عالم ہے چند شعر درج ذیل ہیں۔

ہجود

کرم اسے خود فراموشی کہ کوئی جلوہ آرا ہے مری ایذا رسانی مجھ کو یوں تسکین دیتی ہے جو خود بینی وہاں ہے یاں وہی ہے خود فراموشی زیرِ مشن خرد و دشمن سے جب اک حال ہو سکا عبرتِ شوقِ تماشائے شکوہ سچ بے نیاز ہی ہے	قیامت ہے کہ میں مجھ کو تماشائے ہونیس سکتا کہ تیرا ہو کہ وہ عالم کیسا کاہو ہونیس سکتا یساں کچھ امتیازِ نفیس و لیل ہونیس سکتا ہجومِ حشر میں پھر کوئی رسوا ہونیس سکتا دوستِ نازا ہے ہجود کسی کاہو ہونیس سکتا
---	---

ہجود - محمد اکرام اللہ خاں ہجود ملازم کو توالی میرٹھ - ہجود کے گراں گو مولانا شوکت میرٹھی سے ملندہ ہجود

ہجود

<p>اور کچھ حال معلوم ہوا۔ کلام ہم رسیدہ کا انتخاب حاضر ہے۔</p> <p>وہ ہونگے اور خوش خبر کا لہو اٹھاتے ہیں مذہب میں اُسکے ظلم ہی کرنا ثواب ہے قسمت میں زاہدوں ہی کی روزِ سب ہے نامِ خدا بہارِ پُرسشِ شباب ہے فلک سے بڑے قاتل تیرے کوچہ کی میں بھلی مگر جب غور سے دیکھا تو اپنی آئین نکلی</p>	<p>ہماری سخت جائیداد کا مال بھی بیکار ہو عاشق کی جسکے ہجر میں حالتِ خراب ہے ہم زندہ شریوں سے ملائیگا کون آنکھ لگ جائے گی نظر نہیں اجمی یتاک جہانک قدم جمنے دیا ہرگز نہ جانا زانِ الفت کا تصور نے تو کیا تھا تمہارا جانکر دامن</p>
<p>بیدار۔ میر محمدی دہلوی۔ شاگردِ میر درد و شاہِ حاتم و مریدِ مولانا فخر الدین قدس سرہ۔ دہلی جمود کر اکبر آباد جا رہے تھے یہاں اور مرزا کے ہم عصر تھے۔ کچھ دنوں درغنی علی خاں سے بھی اصلاح لی تھی۔ دہلی میں قیام کے وقت عرب سرا میں سکونت پذیر تھے۔ کلام صاف و دلپذیر اور معرفت سے بھرپور ہے یہ بھی شاہِ حاتم کے اُن شاگردوں میں تھے جنہوں نے اردو زبان کی درستی میں سہی موفور کی تھی نیز شاہِ حاتم کے وقت تک اردو شاعری صرف رعایتِ لغتی تک محدود تھی۔ جب سودا نے اس رنگِ نامحسوس کو ترک کیا تو بیدار نے بھی اسیں کو شش کی۔ بلکہ سودا کی صفائی کے ساتھ اپنا تصوف کا رنگ بقدرِ مناسب شامل کر کے اپنے طرزِ کلام کو علیحدہ کر لیا۔ انکے بعض اشعار اپنی دلاویزی کے باعث اب تک لوگوں کی زبانِ نثر پر بیاختہ جاری ہیں ملاحظہ فرمایا۔</p>	<p>ملاحظہ فرمایا۔</p> <p>دولہانِ حرب کو لے گئے تھے جو تلاش سے اب بھی لہجہ تے ہیں اب کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔</p>
<p>کرتا ہمیشہ رہے نام میر سے اتل کا گلِ حُسد اسرود جدا ز گرس بیمار جدا</p>	<p>بہرِ منہ شلِ نگینِ زخمِ ہرے دل کا زے زسار و قد و چشم کے ہیں عاشقِ زار</p>
<p>آبِ حیاتِ زندہ ہو بہ شکارِ</p>	<p>اکس اُسکا بڑا جو دریا میں</p>
<p>ہمے ہونا آشنا غیر دل ہونا آشنا</p>	<p>واہ واہ اے دلبر کج فہم یوں ہی چاہئے</p>

بیدار

عجب عالم ہے سنی کا آہ آہ آہ آہ کوئی کرتا ہے کام ایسا آہ آہ آہ آہ	مے و ساقی میں سب کیجا آہ آہ آہ آہ کیا بیدار سے عاشق کو تو نے قتل و غلام
آئیے گا بھی یاد آئیے گا حشر پر پائی کر دکھائیے گا	عمر و دہریں ہی میں گنوائیے گا یہی قامت ہے گر ہی رفار
سبن لیتی ہے مجھے برق بھی آبیاری کا	میں کچھ اب رہی شاگرد میری استکباری کا
جائے باگ گل چین لبریز آہ و ناله تھا اک میں ہی غزوہ ہوں کہناش اور گیا	صبح کو بے نور بن تیرے چرخ لالہ تھا کس کس کا دل نہ شاد کیا تو نے اے فلک
تیرا ہی ایک نام ہمیں یاد رہ گیا صحر میں فیس کوہ میں فرما رہ گیا	جو کچھ کہ متا و ظائف اور در گیا بیدار راہ عشق کسی سے نہ ملے ہوئی
اگر شعل بنو تا تو کیا کیا ہوتا اشک سخا بدار یا اک انگ کا پر کا رہتا مے گلگوں کا کوپے میں خر گویا سو ڈوٹا ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ طور تیرا وہیسا ہی اب تلک ہے ناز و غرور تیرا اسپر بھی گرز دیکھے تو ہے قصور تیرا تار یک کر گیا گھر حیرت کشیدگاں کا اُترے ہے زہر کس سے افی گزیدگاں کا یہ کر گیا مصلے عزت گزیدگاں کا اور ہی کچھ سوختن ہے شمع پر وانیں آج غم ہوئی لائے سکی تاب گرفتاری دل روشن دم صبا سے ہوا ہے چسپان دل	کروں ہوں شاد دل اپنا ترے تصور سے ہو گیا کرتے ہی تیری شہم سے دامن کچے پار بے بیدار کی آنکھوں نے ساقی انگشت لیر آنکھوں میں چھار ہے از بس کہ نور تیرا عجز و نیاز میرا حد سے زیادہ گذرا بیدار وہ تو ہر دم سو سو کرے ہے بکلو جلوہ دکھا کے گذرا وہ نور دیدگاں کا یہ مار زلف ہے وہ جیکا بچے کا ٹٹاؤ یوں تیرے سنا ہے وہ مست ناز بیدار چو کند ہی یا نگ کیلے سخن بزم افروز نے نمایا ہی زور تیری زلف دل آویز کا بس بہر کا ہے آہ سرد سے جوں شعلہ داغ دل

<p>ہر چہ غبار ہو گئے صم کس توقع پر نفس سے ہو دیں تباہ و دم دل زاحمد کباب کرتا ہوں بلبلے عالم تیری بے پروایاں آہ کس کس آن سے انگڑایاں بس کمانک شوخیاں چلا یاں کیا ہوئیں بیدار وہ دانا یاں</p>	<p>وا من کو نہ تیرے ہو پنے بانک بے پروا نہ ہے بیدار نے فصل ہار خرفہ رہن شراب کرتا ہوں جانبین مشتاقوں کی لب پر کیاں لیٹے بچاتی پر میرے لیتا ستا و صبح ہونے آئی رات آخر ہوئی دیکھتے ہی اسکو ناداں ہو گیا</p>	<p>زنگاں کے نہیں کیا رو دیں کہ کوئی دم میں کہاں گنہگار شرف اُس دہن میں</p>
<p>ہم بھی اس بزم سے جیوں شمع سحر جاتیں نہیں جائے سخن میرے سخن میں</p>	<p>ور نہ یہ نالے تو پھر میں آخر کرتے ہیں آہ کیا جانے دہاں اسکو خبر ہے کہ نہیں</p>	<p>ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہیں یہاں تو جی آنکھ کے ٹھہر رہے لب و زبانا</p>
<p>کس سے اونہیں دماغ کہ پھر گفتگو کریں شام کہتے ہو جسے ہے سحر پر وانا</p>	<p>کس سے اونہیں دماغ کہ پھر گفتگو کریں شام کہتے ہو جسے ہے سحر پر وانا</p>	<p>اپنے زمانہ سے بیدار و زو شب سوختگاں کہاں ہے طلوع بیداریہ کہ ایسا ہو۔</p>
<p>کہ سرو و سحر سے مرے زانو پہ یا رسوتا ہو دو فوں ہاتھوں سے یہ لیتا ہے بلائیں شان جی چلا جائے ہے بازیب کی جہنگار کیسا تہ گفتگو خوب نہیں مروج بیمار کے ساتھ آکے لمباؤ گلے پیار سے بیدار کے ساتھ اس شتا میں کئی دن ہوئے سوئے سوئے اس سر انجام سے بیدار کہاں جاتا ہے</p>	<p>کہ سرو و سحر سے مرے زانو پہ یا رسوتا ہو دو فوں ہاتھوں سے یہ لیتا ہے بلائیں شان جی چلا جائے ہے بازیب کی جہنگار کیسا تہ گفتگو خوب نہیں مروج بیمار کے ساتھ آکے لمباؤ گلے پیار سے بیدار کے ساتھ اس شتا میں کئی دن ہوئے سوئے سوئے اس سر انجام سے بیدار کہاں جاتا ہے</p>	<p>مخیر فتنہ ہے اُس شمع کی رفتار کے ساتھ شکوہ کم نگہی آنکھوں نے اوس کی نکر و جو ہوئی سو ہوئی اب جانید واسے بندہ نواز غواب میں ایک بھی شب یا نہ آیا بیدار جام و میناؤ سے و مطرب و ساقی ہوا</p>
<p>ہر چہ جب بے سانی کی</p>	<p>نہ گئی تیری سرکشی ظالم</p>	<p>نہ گئی تیری سرکشی ظالم</p>

بیدار کیونکہ انہیں دل انکا سے بچھے
 زاہد اس راہ راست ہیں میخوار کئی
 ربط جو چاہئے بیدار ہو اس سے معلوم
 اب تک مرے احوال سے وہ بخیر ہی ہر
 جی میں ہے دکھا دیکھے اک روز عرق و
 نقد و کیا مجھے کہوں وہاں کہ یاں رہے
 نے میکدہ سے کام نہ مطلب حرم سے تنہا
 ہستی ہی میں ہے میر عدم انگلی یاں ہے
 بیدار زلف کچھنے اُدھر چشم یار اُدھر
 تیرے مڑگاں ہی نہ پہلو مارنے میں تیرے

ظاہر کی نگاہ ہو دے تو بانی بھاسکے
 ابھی یاں محبین لئے تجھ پر ہستار کئی
 مگر اتنا کہ ملاقات چلی جاتی ہے
 اے والد جانو زیہ کیا لئے انڑی ہے
 جو شخص کہ منکر میں اسے یار قیامت کے
 ہیں چشم دل گمراہ سکے جہاں چاہے وہاں ہے
 مخمض سال یار رہے ہم جہاں رہے
 منکر میان یار و خیال وہاں رہے
 حیران رہے دل کہاں رہے کئے اں رہے
 ہمسری رکھتے ہیں ابرو بھی ترے شریف

بیدار۔ رئیس الدولہ علی حسن بہادر بیدار لکھنوی مقرب بارگاہ و اجداد علیشاہ بادشاہ مقیم گلگت
 سلطانی مطبع کے مہتمم تھے۔ کچھری و ساطت و انگریز خوشنویسان کے محکمے بھی انہیں کے
 متعلق تھے۔ اور کتب خانہ شاہی بھی انہیں کی تفویض میں تھا۔ ۱۲۹۴ھ تک شیاہج میں ۱۲۶۷
 و آبرو بر کرنے تھے۔ شعر اچھا کہتے تھے۔ انکا کلام یہ ہے۔

تیرے ملنے سے اے بلقیس عالم
 اے قابل عالم تجھے منکر رہے اب کیا
 اٹھا جہاں سے متاثر اشد سبب غفلت ز غفلت کتنا
 کیا ہے حق ز منہیں سبھا پڑا ہر جہاں متاثر اشد
 ابھی تو ہو جا کھڑے پا ابھی تو پہلے جہاں نکلتے
 پڑھیں اب زندگی کو لائے یہی تو ہر آن خری سنبھالے

سلیمان ہو گیا بیدار تیرا
 جمعیتی نہیں قبضہ سے جو غم شیر کسی وقت
 یہ خواب تو خواب ہے اجل کا نہ جو باور و جاگے دیکھو
 ابھی تو ہوتا ہر زندہ مردہ لبوں کو اپنے ہلکے دیکھو
 ابھی دگرگوں ہو حال دنیا علم اپنی جڑوں کو
 خدا ہی بیدار ہو جائے جو دیکھنا ہے تو آگے دیکھو

بیدار علیجناب بیرہ راجہ ہرشن سنگھ بہادر جاگیر دار کشن کوٹ (ضلع گورداسپور) ورکس افسر

نیرہ محسن الدولہ ازبیل راجہ سر صاحب دیال - کے سی - ایس - آئی - ممبر کونسل و اضع آئین و قوانین
ہند - راجہ صاحب موصوف الحان پنجاب سے پیشتر سرکار شیر پنجاب مہاراجہ نجیت سنگھ و مہاراجہ
دلیپ سنگھ میں ناظم سائزات و کان نمک کا عمدہ جلیلہ رکھتے تھے۔ عنفوان شباب (۱۸۸۴ء) سے
آپ کو شاعری کا شوق ہوا۔ پہلے کچھ دن مقامی شعرا سے استفادہ کرتے رہے پھر حضرت داغ
مرحوم سے مشورہ لینا شروع کیا۔ چنانچہ آپ کے حسب الطلب ایک مرتبہ حضرت داغ راجہ پرست
امر تیر اور کشن کوٹ کی سیر کے لئے بھی آئے تھے اور کئی مہینے آپ کے ہاں مہمان رہے آپ کے
کلام میں روزمرہ اہل زبان کا لطف موجود ہے عاشقانہ مضامین بھی اچھے سلیقہ سے باضد جاتے
ہیں۔ راقم تذکرہ کے اجباب میں ہیں۔ نہایت منکسر مزاج۔ خلیق اور زندہ دل شخص ہیں۔ آپ کے
چھوٹے بیٹا اے ازبیل سما کر مہمان چند صاحب آجکل پنجاب کونسل کے ممبر اور ہندو ریگیوں میں
بڑے راسخ الاعتقاد۔ روشن خیال۔ نیک نفس نوجوان ہیں۔ بیدار صاحب کی عمارت ۵۴ سال
کے قریب ہے عرصہ ہوا آپ کا دیوان شائع ہوا تھا چند شعر درج ذیل ہیں۔

عاشق کا حال پوچھ نہ باز از حسن میں	دل بیکڑ بھی تیرا سر بیدار ہی رہا
کیا کٹائیں کہ ہم پہ کیا گزرا	قصہ جانے بھی دو گیب گزرا
آٹھائے بچ کیا کیا زندگی میں	اجل آجان بچتی سب سے اسی میں
جو ہوتے تم بھی خوش میری خوشی میں	نوسرت رہ بختی جی کی جی میں
ہزاروں مرگے قاروں سے بڑھ کر	حند از دے تو دل دے آدمی میں
خدا بخشے تو بخشے دولت عشق بڑ	مجھے لاکھوں کر دوڑوں ہیں اسی میں
بن نہیں پڑتی آؤ مرد کیس میں	کچھ تو بخت آزمائی کر دیجھیں
تماشا ہے دل لولیا آپ نے	یہ لکڑ کچھ اسکی ضرورت نہیں
جاں بلب ہو گئے اب کوں سنبھالو لکھو	چپکے کر چھپکتے ہیں ناز کے پاروں کو
رات خلوت میں کیا اُنے جو شکوہ دل کا	اور کہا تھے کیا ترے حوالے دل کو

<p>اور کہا بچ والہم کون اٹھائے ہر روز سینکے کتنے لگے بیدار ہے ہر اسکی لگا دل اک بت نا آشنا سے لہو ہمتوں میں تم اغیار کا خون یاد دل اُس سنگمر نے مہارا دیا بیدار جب دل جب آپ اُسکو دل کو وہ خوگر آزار بنا رکھا ہے لو ہوا اور ستم کا یہ طریقہ ایجاب د حسرت و یاس و فنا کی بیچ بیدار آپ بیدار کو کہیں کچھ بھی بڑ</p>	<p>آدمی تھا نہ کچھ کہ سنبھالے دلو چاہئے دشمن جاں میکو وہ پائے دلو کروں فریاد اب کیا میں خدا سے یہ کچھ بھیکانہیں رنگِ جنا سے کر شہ سے شرارت سے ادا سے تو میر مطلب ہے کیا چون و چرا سے درد کا نام محبت نے مزار کہا ہے نام کا فرتے تغافل کا حیار کہا ہے سب نے دل میں مرے کلام بجا رکھا ہے ہم اُسے پاس نہیں کہتے بڑ</p>
<p>نہا نہ جانتا ہے تم بھی جانتے ہو ہمیں نالکچہ نغمہ نہ تھا جسکو سمجھتے معیوب</p>	<p>مرا تو مجھے کہ غیروں کا استہسا کرنے عشق کچھ عیب نہ تھا ہم جسے پہنا کرنے</p>
<p>میری یہ عمر مجھ کی پونجی ہے تم تو نہ بھیج کر خفا بیٹھے بزم سے دشمنوں کو اٹھوا دو بات بیدار سے نہ کی فلا لم کہنا تمہارا میرے سر آکھو نہ نا صحو آئے ہیں ساتھ غیر کے وہ میری قبر عشق کیا چہیز خدا جانے</p>	<p>بچ و غم سارے گھر کی پونجی ہے گر بوہیں کوئی دوسرا بیٹھے کیا یہ کرتے ہیں بے حیا بیٹھے تیری محفل میں کوئی کیا بیٹھے پر یہ کہو کہ دل پر سے اختیار ہے غمکرا کے پوچھتے ہیں یہ کس مزار ہے دل میں سوزش کباب کی سی ہے</p>
<p>بیدار - خواجہ محمد بیدار رحمت ولد خواجہ محمد اکبر نقشبندی - رئیس دھاکہ - ان کی ولادت، پانچ شعبہ کو ہوئی - جو حالات اعموں نے بھیجے اُس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے -</p>	

بچپن میں مولوی محمد لطیف صاحب جو کابل کے ایک بڑے عالم تھے ان کے عربی معلم مقرر ہوئے پھر تیرہ سال کی عمر سے انگریزی و فارسی تعلیم شروع ہوئی۔ انگریزی میں انٹرنس کلاس تک پڑھا ہے۔ آغا محمد و علی شیرازی سے فارسی پڑھی اور درسیہ کتابوں کی تالیف کی۔

۱۹۰۲ء میں اپنے دوست میرزا فقیر محمد کے اصرار سے ایک مشاعرے میں انکو بھی مطلع آزمائی کا موقع ملا۔ یہی غزل گوئی کی ابتدا ہوئی۔ اُس غزل کا یہ مطلع تھا۔

جو اس بت پر آئی تو کیا ہے کسی کا	طبیعت پہ بھی بس چسلا ہے کسی کا
----------------------------------	--------------------------------

مشاعرے میں اس غزل کی بہت تعریف ہوئی جب کچھ غزلیں جمع ہو گئیں تو اُسناد کی تلاش ہوئی چنانچہ اپنا کلام حضرت داغ دہلوی مرحوم کے پاس اصلاح کے لئے بھیجا۔ اور انہوں نے اپنے فیض عام سے ان کو بھرہ اندوز ہونے کا موقع دیا۔ جناب بیدار اگرچہ ابھی نو مشق نوجوان ہیں مگر طبیعت رسا اور سلجھی ہوئی پائی ہے اگر توجہ سے کچھ دنوں محنت کی تو اس فن میں اچھی مارت ہو جائیگی طبیعت چلبلی اور معنی یاب زبان کی شوخی اور بیان کی سلاست قابل تعریف ہے۔ اب اُنکا تھوڑا سا کلام آنتھابا درج کیا جاتا ہے۔

آتی خود پردہ مائل سے نکل کر لے لے تم جفا کارو ستم گار ہو تم کیا جانو نازدانہ انداز داغ غمزہ کرشمہ شوخی داغ دل داغ جگر وہ دونوں چہرہ کی لکیر کہتے ہیں دیکھ کر وہ مراد داغ دار دل	جذبہ شوق اگر قیس کا کامل ہوتا مہر کیا چسپے سے نہ کرے نہیں وفا میں کیونکر دل کو ہم اتنے اچکھوں سے بچائیں کیونکر ٹٹنے والے نہیں یہ انکو مثالیں کیونکر کھوٹا ہے مال کوئی خریدار ہو تو کیوں
---	---

جکارتہ متو وعدے کے بڑے بچے ہو کیا کہنا ہمارے گھر بھی وہ آئے گئے عزیز نہ کبھی گھر میں ختم ہے سُنکے وہ رشک عدو کا ذکر کہتے ہیں دل بیتاب کہتا ہے رہیں مجھ میں ہمیشہ وہ	ابیں جمبوٹے ہیں دم دیتے رہے تھکے ہوئی بول مگر تما فرق یہ ٹھہرے کیس دم بھر کہیں برسوں ہوا کیا ہے ابھی تھک جو جلائیں گے یہیں برسوں تفاصنا ہے یہ چشم شوق کا ٹھہرنا یہیں برسوں
--	---

وہی بیدار ہے جو رہ چکا ہے ورنہ نہیں ہوں	نہیں پہچانتے تم کون وہ محفل میں بیٹھا ہے
وعدہ تو مجھے ہے دشمن جو وفا کرتے ہیں ہر ادا کو وہ اداؤں میں ادا کرتے ہیں دیے جاتے ہیں ٹوکے کے عجزاں مجھ کو آپنے مجھ کو کہا ہے ابھی اں اں مجھ کو	اٹنی لنگاہ وہ بہاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں ناز انداز میں شوخی میں حیا کرتے ہیں عرضِ مطلب کیلئے انکو مخاطب پا کر سُن لیا سُن لیا کجغتِ خدا کا مارا
بدو گے جو رکاب جب تک چمکے ہم نہ مائیں گے قسم ہے ٹکڑے پھر اکبار کہنا ہم نہ مائیں گے یہ بے بنیاد یہ بے اصل عویں ہم نہ مائیں گے زبردستی ہے کیا چھوڑ دوڑ پڑ ہم نہ مائیں گے ارے اوچھپنے والے تیرا پردہ ہم نہ مائیں گے	نہ مائیں گے نہ مائیں گے یہ اصلا ہم نہ مائیں گے سوالِ وصل پر یہ منہ بہٹ کیا الفت دیتی ہے نہیں ہے نازِ کنایتی ذرا آئینہ تو دیکھو خوشامد وہ مری آنچل بکڑ کر اٹھا وہ کسٹ چشمِ شوقِ آفت ہے غصے سے ہاک جھانک سکی کہتے ہیں وہ محشر میں گلہ کس سے کر گئے
ہو جاے طرفدار ہمارا چونکہ ابھی	
بڑے بیرحم ہو باز اویسی کج ادائی سے وہ پہلے مشورہ کر لیں جیساے پارسائی سے عجب شکلی ہوں مجھ کو وہم ہے ساری خدائی سے	جو تیر جان دیں اُسے ملو تم یوں رکھائی سے جواب اپنی طرف سے دیں سوالِ وصل پر کیونکر جسے دیکھا اُسے سمجھا کہ یہ بھی اٹھا عاشق ہے
<p>بیدل - مولانا مرزا عبدالقادر بیدل - قوم چغتائی اصل، وطن توران، متاثرہ بخارا میں پیدا ہوئے اور صغیر سن میں ہی ہندوستان آئے اور یہیں نشوونما پائی۔ کمالِ عالی و جوصلہ و سیرت شریف تھے۔ ابتدا سے شباب میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ خلعتِ عالمگیر کی رفاقت میں رہے اور ہمیشہ مور و عنایا شاہزادہ رہے۔ قوتِ جسمانی اور طاقتِ بدنی اس قدر تھی کہ ایک دفعہ شیر کو بلا ہتھیار زیر کیا۔ اپنے آفاقی وفات کے بعد تعلقاتِ دنیوی سے کنارہ کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ نواب نظام الملک آصف جاہ فرما کر باخراہ کن طلب کیا اگر انہوں نے نقلِ حرکت اصلاً قبول نہ کیا۔ اور دہلی میں صبر و قناعت پر تکیہ کئے بیٹھے رہے۔ فارسی کلام آپ کا بڑے اعلیٰ پایہ کا ہے۔ فارسی کے</p>	

بیدل

کو بڑے مشہور طویل القدر شاعر اور اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ نازک خیال تھے۔ اپنی ذہنی
طبع اور نازک خیالی سے اختراع و ایجاد کے گل بوٹے لگاتے تھے۔ کلیات مخمیر اپنا لکھا
یا دگر جو بلا ہے جس میں ایک لاکھ بیت کے قریب ہیں۔ اُس زمانے کی حالت اور مذاق کے
موافقی کبھی تختہ کی طرف بھی توجہ ہو جاتی تھی۔ ۱۱۳۳ھ میں شاہجہان آباد میں انتقال
کیا۔ اردو شعر تذکرہ منشی قدرت اللہ شوق مرتبہ ۱۱۵۸ھ میں اس کے نام سے درج ہیں تبرکاً پیش کش
ناظرین کے جاتے ہیں۔

مست پر چہرہ دلکی باتیں وہ دل کہاں ہر دم میں	اُس تختہ بے نشان کا حاصل کہاں ہر دم میں
جب دل کی آستیاں پر عیش آن کر پکارا	پر دے سے یار بولا بیدل کہاں ہم میں

بیدل - خواجہ غلام حسین خلیف خواجہ محمدی خاں بنبرہ خواجہ رحمت الدخاں باطن - حافظ
عبدالرحمن خاں احسان کے شاگرد تھے۔ عذر کے بعد چند سال تک دہلی میں طبابت کرتے تھے
عرصہ ہوا کہ دنیا سے فانی سے سفر آخرت اختیار کیا۔ یہ چند اشعار اُن کے کلام سے انتخاب
لکھے جاتے ہیں۔ کلام کے دیکھنے سے طبیعت کی پختگی اور مشافی کا پتا چلتا ہے۔ اور پڑھنے
والے کے دل پراثر ہوتا ہے۔

جان تو ہو کے خفا جب سر گر سے نکلا	مگر سے ہو کر جگر دیدہ تر سے نکلا
آہ او س کو دم ناوک فلکی	گاہ دل گاہ جگر یاد آیا
ماہ سے نسبت کا دنیا جگہ ہے منصفی	مہروش تجھ میں اور او میں فرق جزورت
دل کر چکے پہلے ہی نیاز غم فرقت	اب کیا ہے کیا قصد جو ہے ناز واداکا
پاؤں رکتا ہے کوئی کو پڑ جانا مورا	وکلے ہاتھوں نے گیا آج تو کل جاؤ لگا
دل غم کے رہنے کے یہی وہ نو ٹکا نہیں	کبھی چاہ رہنمائی میں کبھی زلف پر نیا نہیں
نگہ کی چشم کی زلف دو تا کی پڑ	سے اک دل جفا کس کس بلا کی پڑ
ترسے ملتے ہو راتوں کو بیدل	تمہیں بھی دن لگے قدرت خدا کی

کب اس گل کی گلی تک جاسکے ہے	ہوا یا ند ہی ہے یاروں نے ہوا کی
<p>بیل - مولوی حبیب الرحمن خلیفہ حاجی احمد علی محدث - ارشد تلامذہ حسین علی خاں شاداں مرحوم دہلوی - ممبر آدمی ہیں اور اب اپنے آپ کو مرزا غالب کا شاگرد لکھتے ہیں - سہارنپور کے رہنے والے ہیں - عرصے سے حیدرآباد و کون میں وارد اور سرکار صابر سکرشن پر شاد صاحب بہادر کے دامن دوست سے وابستہ رہ کر دعا گو و وظیفہ خواہ ہیں - فی الحال مدرسہ عالیہ نظام میں معلم فارسی ہیں - پرانی روش میں شعر چٹا لکھتے ہیں - مضمون آفرینی کا زیادہ خیال رہتا ہے - بندش واداسے مطالب میں خاصے شائق ہیں - اپنے استاد شاداں کی طرز خاص کے مقلد اور باوجود جدید عالم ہونے کے نہایت شیخ طبع زندہ دل ہیں - اب کلام ہجر رسیدہ کا انتخاب ملاحظہ ہو -</p>	<p>گر لاحت سے وہ قاتل تک افشاں ہوتا تنگی زخم سے رانوں کے عقد سے نہ کھلے بجسمہ مرنیک کو سمجھتا جیات جساوید مرہی جاتا تو جہانے کو وہ آناء سبج دل کی بتیابی سے آخر نکل آیا آئینہ صیا و صید ہو تو تماشا کئے جذب ہو</p>
<p>حشر تک زخم ز منت کش درماں ہوتا کاش دل بھی مرا ہرنگ گریباں ہوتا بواہوس ہجر میں کیوں مرگ کا خواہاں ہوتا ہفت میں موت کا شرمندہ احساں ہوتا سات پردوں میں جو رہتا تھا وہ باہر نکلا پھندا بنانا چاہتے تارِ نگاہ کا پڑ</p>	<p>عیش دنیا بچ ہے اور بچ ہے آپر غرور رہتا ہے سید پوش سدا خانہ کعبہ دلیں وہی ہے جسے کیا دلگو با شیش مرزاں کی آدیں وہ نگہ کام کر گئی پاس رسوائی نے انجان بنایا اسکو دوست کے گم کو کوں خانہ دشمن انوس خندگ سینے میں بیٹھا ہے آرزو ہو کر</p>
<p>آج ہم غناک ہیں اور کل غم و غناک تھا اس غم میں کہ تھا پہلے جلو خانہ کسی کا کعبہ میں پہلے تے چلی چہر حرم ہوا مارا کسی نے تیر کسی پر بھرم ہوا پھر وہ بیگانگی کا پردہ بیکارہ تھا رہا غیار سے اتنا بھی سزاوار نہ تھا رکے ہے سانس گلے میں رگ گلو ہو کر</p>	<p>عیش دنیا بچ ہے اور بچ ہے آپر غرور رہتا ہے سید پوش سدا خانہ کعبہ دلیں وہی ہے جسے کیا دلگو با شیش مرزاں کی آدیں وہ نگہ کام کر گئی پاس رسوائی نے انجان بنایا اسکو دوست کے گم کو کوں خانہ دشمن انوس خندگ سینے میں بیٹھا ہے آرزو ہو کر</p>

<p>کہ ڈھونڈ سکتی ہے قضا مجھ کو جسے جو ہو کر نقاہتِ دل مضطر نے گفت گو ہو کر دلِ عدو میں کشکتی ہے آرزو ہو کر جیا تو خاک جیسے تنگ آبرو ہو کر بحر ہو جائے گا جو گھر ہے بیاباں اب تک</p>	<p>ٹالیا ضعف نے لپٹی ہے ناتوانی یوں لگی ہے چپ اُسے کیا جانے کھدیا ہو کیا کسی کی زد و پشیمانی میرے مرتے پر حریم کہ بے غیبت سے نکال قدم گرہیں جو شمشیر گرہ ہے تو اسے خوش دل</p>
<p>اسیر پاس ناموس دُنا دل سفینہ جہم لاغر ناصدا دل نگاہِ ناز کے ساتھ ہولیا دل</p>	<p>رہین جاں فتاری جانِ مضطر کمان ہے ساحلِ بحر منت وہ آنکھیں ہیں چہ بابل کے شے</p>
<p>اس بحر میں رمانوں کے طوفان بہت ہیں نکدہ سار کی باتیں گلے مل کے بیمار کی باتیں</p>	<p>بچتی نہیں کشتی حیا وصل میں اکجہاں خندہ اندازِ راز ہیں دیکھو کرتی ہے تیغِ ناز بیدل سے</p>
<p>نقشہ ہے خدائی کا بشر میں شکستہ دل ملیکا شکستہ دل میں میسائی قضا کے روبرو ہو ہو خیرِ گلوسینہ پہ تو ہو ہو کوئی شے مانعِ نظر نہ ہوئی بات وہ کیا چننے نہ ہوئی کہ مجروحوں کو صدمہ لذت آ کر کیسی ہے جفا سے جو باز آ یا شدم جفا سے حسرتِ حاصل تو اپنی سہی لا حاصل میں ہے کھانے پیتے کرتے پھر آرام آتے بیٹھتے</p>	<p>قطرہ میں ہے بحر کا نشانہ دلِ نسرہ کو ڈھونڈو تم اپنے بالوں میں وفادارِ عہد کا شاہِ عدو ہے کروں جینے کو اُس مرتے پر قرباں کام آئی گرہ کی خستہ گری قصہ وہ کیا جو دل گدھنہ نہ ہو نٹنٹے ٹپکاشی دانِ زخم سے پوچھو گلے کے تیغ پر نقابِ حیا سے کس ترنہ پر آٹھائیں کوفت گرہ بھی نہ ہو آئی ہے جا لیا آئی تھی تو کوئی دم</p>

کب سے خاقیوں پر دہ محفل کے سامنے	کچھ ہاتھ تیرے ٹوٹ نہ جاتے نیم صبح
کیا کوں کس سے کہوں سخت پریشانی ہے	مجبور شکر کی قسم مست کو وفا کی سوگند
سربیدل کی قسم کھائیے اگر کھانی ہے	ایک مدت سے جو بیدل ہے وہ بڑی سچی سی
میرا وہ دم کہ چلا میری نظریں سے پہلے	تیرا دشمن کہ ہنگامہ طلب عالم سے
چشم مشرق سے کئے ابھی ترے پہلے	عشق آسان نہیں ہے دل خود رفتہ دشمن

بیدل - عالیجناب مولانا مولوی محمد عبدالرحیم خان صاحب بیدل دہلوی سابق پڑوسی کوٹلٹ جنرل ریاست حیدرآباد وکن وریس دہلی۔ مولوی محمد تقی خان صاحب مغفور کے خلیفہ اصغر اور سید امروڑا صاحب انور مرحوم کی ارشد تلامذہ ہیں میں سالک مرحوم سے بھی اصلاح لی ہے۔ ۳۰ برس تک ریاست حیدرآباد وکن میں عہدہ اے جلیلیہ پرتاز رہے اب منشن لیکر وطن میں خاندان میں اپنے دلی دوست ملک الشعرا خواجہ الطاف حسین صاحب حسالی کی طرز کے امیر اور نئی روش کی شاعری کے دلدادہ ہیں اور حق یہ ہے کہ اس طرز خاص میں رتبہ استاد ی رکھتے ہیں۔ کلام میں سوز و گداز بہت ہے۔ اور متانت۔ اخلاق تہذیب اور انصاف کی پاشنی بھی نہایت دلکش پیرایہ میں موجود ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات استاذ و ملن کی یاد دلاتی ہے۔ خلق شرافت۔ متانت۔ اخلاق نے ہر وعز بنار کھا ہے۔ اب ۶۵ برس کے قریب عمر اور دہلی کے باوقر و سائیں آپ کا شمار ہے۔ ذیل کے اشعار آپ کے فکر و سا کی برکت کا نتیجہ ہیں۔

تھا خبر حقیقت غفل و خرو کا دشمن	جب سے خبر ملی ہے رہتا ہوں خبر سنا
غیب میں شافخا نے جواب میں پہلے کہے	آپس میں آپ سمنے پہلا دیا ہے بشرسا
باروں کی بیوی لائی اپنی کچی ادائی	وینا سے بتو بابا لگنے لگا ہے دڑسا
بچ پوچھے تو ملنا ممکن نہیں جہاں میں	وانا بھی آدمی سانا داں بھی بشرسا
چمٹ گئے دنیا و دنیا سے ہم	بخود ہی میں بھی عجب عالم رہا

<p>موت کا کٹکنا جسے ہر دم ردا اور موت آنے میں وقفہ کم ردا</p>	<p>ہو ردا وہ کچھ نہ کچھ انجسام کار کام ہیں بیدل پرے سار یونہیں</p>
<p>حال دل بیتاب نہ محنت لاج بیاں کا دنیا کو کبھی چھوڑ کے جانا نہیں گویا رونا ہمیں اسکا ہے جو ہے جاگ کے سویا عزت کے جو طالب ہو حکومت کے ہو جویا گئے وہ دن پھنسا کرتے تھے دل حبلم گریں اثر کا دینے والا اگر اثر دے مرے آنسو میں مڑا آنا نہیں اب کھو جنبش ہائے آبر و میں جو انوکھ کچھ نہ کچھ کر لیا ابھی قوت ہے باز میں میرے اقوال تو لو عقل و دانش کی ترازو میں اگر اغیار بیڑ صب ہیں تو بار و میں بھی بہل چل اجل ہشتیار اگر کروں تو کروں میں تو غافل چل کہیاں ایک میں ہی معیار عیار حق و باطل چل کہ میں اک عمر سے خو کر دہ شور سلاسل چل اسی اک اپنی مومن میں سالک ہر راہ منزل چل</p>	<p>حسن رخ زیبا کو نہ مشاطہ کی پروا کچھ اب سے دل و جان سے دنیا کے مہرچہ ہوا ہے اسکا گلہ کیا کہ جو سو کر نہیں جاگا کتنا ہے زانہ مجھے کچھ کر کے دکھاؤ ہنسی آتی ہے اب لوگوں کو نہ سکر نام الفت کا بسان آب نیساں قطرہ قطرہ ہو دیکھتے حوادث نے دلوں کی ایسے شافلی ہیں ہماری طرح تم بھی بے ہنر ہر جاو گے بابا نصیحت کو مری ماںو مرے کہنے کو سچ جانو بھلا میں اسکے چکر میں کہیں آنے کے قابل ہوں نشا و دی میں اترتا ہے نہ غم میں نہ غفلت مرے دم تک ہیں عشق و ہوس کی تفرق ساری مڑا آنا نہیں مطرب تری رنگیں نوا میں کبھی ہوں تب تک میں اور کبھی کہیں میں ہوں بیل</p>
<p>ورنہ شکوہ ہمارا کام نہیں اب کچھ امید الیقین کام نہیں کیا ہے یگر خیال حرام نہیں ہم کو کچھ نہ صبح و شام نہیں شوق جیسا کہ ناتمام نہیں</p>	<p>ستھا جواب آپ کی شکایت کا گھاؤ ستھا گھاؤ سے ہوا ناسور منفرت کا یقین اور بختہ خوب چپلہ ملا مشد ر کا کچھ نہ کچھ ہو رہے گا آخر کار</p>

اسکی الفت میں کچھ کلام نہیں	مرگ بیدل کا یار ہے خواہ
<p>واہ کیا آزاؤ کے انسان بے مقدور ہے تم نہیں جانتے جو بیٹھے اور جانا دور ہے سمجھو سپر کھل گیا حق کا وہ ہی منصور ہے عاشقوں کا دل ہے یہ کیا مال کو وہ طور ہے ایسا ویسا تم نہ سمجھو اسکو بیدل دور ہے اسے عمرت در بنشہ پتلے تری نبانی تیرا اداس رہنا آفت کی ہے نشانی روتا ہوں یاد کر کے گذری ہوئی جوانی دنیا سے کوئی سیکھے اندازِ دلستانی اس منہ پہ ہمنے کی بس گلے کی پاسبانی اک تو ہی رہ گئی ہے اسے مرگ ناگمانی اسپر ذکر میر و سادولت ہے آئی نبانی نکلا سرابِ آخرت سے جسکو پانی آسمان نہیں ہے بیدل یہ آرزو برآنی یاں ہر کس و نا کس سے خدا کا مژدہ والے ملتے نہیں دنیا میں کہیں چاہنے والے کرتے ہیں بس اب جان بھی ہم سکے حوالے کیونکر تری الفت سے بھلا تمہارے اٹھالے پائے وہی اسکو جو اپنے کو مٹالے جتنا ترے امکان میں ہو مجھ کو بھلا لے</p>	<p>سب طرح کی قدرتیں ہیں اور پھر مجبور ہے منزل مقصود تک پہنچو گے یا روکس طرح ایک کے مرنے سے دنیا میں کمی ہوتی نہیں جو بجلی تھی گرمی اُسپر وہ یہاں ہر آن ہے اسکی سیدی سیدی باتیں دلیں معنی ہیں آخر کو تیرے کارن آفت پڑی تھی خانی منہ سے تو سپوٹ بیدل کیا تو نے جیہ خانی وہ فقہے کہاں ہیں وہ دلو لے کہ سر ہیں اس سال خوردگی پر چھل غضب ہے اسکی خود اپنی جان ہی کے یہاں پڑ رہے ہیں وہ کون سچی آفت جو یہاں نہیں ہے آئی مال و متاع دنیا ہے بے ثبات کتنا دنیا کے کارخانے دھوکے کی ٹٹیاں ہیں دلی میں تیسہ کرنا انفاس واپس کو کیا اب ہیں انسان کے پہچاننے والے گر میر اکھامانے تو بیدل کو مٹالے دل دیکے اونہیں لطف بہت دینے اٹھالے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں تیار میں تیرے کچھ کمو ہی کے انسان کو مٹا ہے مر جیاں مجھ کو بھی دکھائی ہے دم سرد کی تاثیر</p>

ہے موت کا کچھ خوف نہ کچھ جان کی پروا جو مجھ پر ملائی ہے فرقت میں ہمارے شہرت سے مجھے کام نہیں اپنے سخن کے اب سانس کے لینے کی بھی طاقت نہیں باقی	آنی ہے تو آئے کہیں جانی ہے تو جالے طلعتی نظر آتی نہیں اللہ ہی ٹالے وہ جانتے ہیں مجھ کو جو ہیں جلنے والے بیدل کا ہر حال ہے اللہ بچالے
---	---

بیدل دہلوی - منشی مرزا بیگ خان بیدل دہلوی - نبیرہ نواب فاضل بیگ حناں
جنت جنگ وکیل سلطانی - سرشتہ تعلیم لاہور کے رہنما کے دفتر میں کمپن میں برس سے
معصوم ہیں اور اکثر درود و سید کتب کی ترتیب میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں - اس وقت ۵۵
۵۶ برس کی عمر ہے اب عرصہ فکر سخن چھوٹی ہوئی ہے - سابقہ کلام کا انتخاب حاضر ہے -

رفو ممکن نہویا رب جو نکڑے ہو تو استہو سنبھل کر قتل کرخوں بیگنہ کا چھینا مشکل ہے ہوا جاتا ہے یہ ایک ایک محض خونِ ملبل کا	دل و سینہ جگر جیب و گریباں آستیں واسن لوہیں ہوں نہ زحیب و گریباں آستیں واسن نیکل چن چن کے بحر جیب و گریباں آستیں واسن
پس حشر بھی ہے کوئی اور نہ روا	کہ یہ دن بھی پورا ہوا چاہتا ہے

سج ہے چھری غریب پہ ہوتی ہے سب کی تیز کب تک یہ ضبط نالہ آتش نشان رہے عیش و نشاط و صحبت یاراں کہاں رہے عقبات سے نکتہ امتز لگتے ہیں یہ خوب حال دل کی کچھ پریشانی نہ چھپے دے گئی موت بھی آخر کہ جواب چارہ کر کے دوا ہوں گے جنس	چھٹا صبا لے ذلک کو مجھ پر عتاب ہے کمد و کد پوشیا رہیں اب آسمان رہے نانا جہانیں آپ محض حباب و اداں رہے شہرت جو چاہے کوئی یہاں نشان رہے موجود صورت ہے زلف یار کی بو رہ گئی مرنے کی حسرت کیسی تیرے جیباں کو صحت کیسی
--	---

بیدل - حاجی واحد نور خاں با شندہ و باغہ آغا خرمین اپنے منشی امیر میانی سے
تلمذ اختیار کیا تھا آجکل جاوید میں ملازم ہیں - اور وہاں سے ایک رسالہ بھی نکالا ہے

<p>آہ تو غارت نہ کیوں پہلے ہی ایدل ہو گیا جو سیما بن کے آیا تھا وہ قتل ہو گیا کچھ پانی تھا تقدیر سے کچھ دانہ ہمارا تجھ کو پیغام یہ اے باد صبا دیتیں باد کرتے ہیں تمہیں اور دعا دیتے ہیں دیکھنا تو کہ جواب اسکا وہ کیا دیتے ہیں</p>	<p>ہجر میں جیسے نا تو کیا مرنا بھی شکل ہو گیا مار ڈالا آپکی لطفِ عبادت سے مجھے صیادِ نفس میں نہیں ہم آپ سے آئے دور افتادہ یارانِ گلستانِ وطن ہم صفیروں سے یہ کہنا کہ گرفتارِ نفس تم ہمیں بھول گئے یہ تو نہ تھی شرطِ وفا</p>
<p>بیمار سے مریض کو حاجتِ دعا کی</p>	<p>ایسا ہوں میں نرسِ بیمار یا رکا</p>
<p>بیدل لانا نکل سین۔۔۔ جھنجھیا نہ ضلیع منظرِ نگر کے رہنے والے اور اچکل علی گڑھ میں رہنے میں مولانا شوکت سے فنِ سخن میں استفادہ کیا ہے۔ ۳۵ برس کی عمر اور نیتِ ساج افکار کا تلامذہ ہے۔</p>	
<p>اے خوشا جسلوہ نہ رنگی بہزان چمن گلِ بلبل میں نئے رنگ کے مہمان بہار اگیا بھرتے تاب میں طوفانِ بہار آگئی قالبِ نظارہ میں ہجرِ جانِ بہار کھول دی جسلوہ پرستے دکانِ بہار تو ہو باہو تو تری آرزو ہو چوڑ اے کاش آئینہ بھی ترے رُوبرو ہو تیری سی آب و تابِ نورِ رنگ و بو ہو وہ شعلہ رنگِ گرمیِ بزمِ عدو ہو پھر یہ شہیدِ روزِ جزا خرِ عدو ہو</p>	<p>اے خوشا جسلوہ نہ رنگی بہزان چمن صلح پر وازِ نسیمِ سحری بیچ میں ہے ساغر و لالہ و گل بنے ہوئے پھرتے ہیں آؤ اور آ کے مسحا ئی قدرت و کچھ زنگ کے پردے میں اب کبھی ہے صبا ونگ یکتا کے صنف سے دولی دو بدو ہو کہتی ہیں رنگِ سنِ کردل کی صفائیاں ابرِ بہار ہوئے گلِ گلِ مزارِ بار پیمکی بہت روشنی مرے شمعِ مزار کی بیدل کا خون اگر نہوا تیںخِ ناز سے</p>
<p>جنرل لایا ہے اے قاصد کھاتے</p>	<p>جگر لکھتے ہو ایتھرے بیاں سے</p>

<p>خزت آنے میں آنکھوں میں آنسو دو عامے مرگ سے بھی ہاتھ اٹھایا</p>	<p>نیا دل لاؤں میں بہر دم کہانے کہ آخر کام ہے اک بگیا نے</p>
<p>بیدم۔ مولوی غلام جیلانی۔ ایک قدیم تذکرہ میں ایسا بہت سا کلام نظر سے گذر اگر حالات مطلق معلوم نہ ہوتی۔ زبان بہت صاف۔ شیریں اور طرز بیان بہت نکلف اور صاف ہے۔ اور زراکت معنی کے پہلو بھی جا بجا اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ اپنے شاہ عالم نانی کے عہد میں نشو و نما پائی تھی۔ مگر امنوس ہے کہ کمال نے چلا نہ پائی اور قبول عام کے دربار سے محروم رہے۔ معاملہ بندی بھی اچھی ہے اور اُس زمانے کے لحاظ سے نشست قافیہ و بندش الفاظ بھی قابلِ تعریف۔ کلام بہم رسیدہ کا انتخاب ملاحظہ ہو۔</p>	<p>بیدم۔ مولوی غلام جیلانی۔ ایک قدیم تذکرہ میں ایسا بہت سا کلام نظر سے گذر اگر حالات مطلق معلوم نہ ہوتی۔ زبان بہت صاف۔ شیریں اور طرز بیان بہت نکلف اور صاف ہے۔ اور زراکت معنی کے پہلو بھی جا بجا اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ اپنے شاہ عالم نانی کے عہد میں نشو و نما پائی تھی۔ مگر امنوس ہے کہ کمال نے چلا نہ پائی اور قبول عام کے دربار سے محروم رہے۔ معاملہ بندی بھی اچھی ہے اور اُس زمانے کے لحاظ سے نشست قافیہ و بندش الفاظ بھی قابلِ تعریف۔ کلام بہم رسیدہ کا انتخاب ملاحظہ ہو۔</p>
<p>خیال ما و منی جسنے دل سے دور کیا سلوک سنگدلوں کا نہ پوچھو ابے ہدم</p>	<p>خدا کے نور نے اُس دل میں آنکھوں کی مرا یہ شیشہ دل لے کے چور چور کیا</p>
<p>جس او اسے بہت اُس جواں کی ادا کہنے لگا اپنے بے ادب کی ادا کچھ نگاہی سے دیکھت اُسکا رخم کرتی ہے دلچیزیں شیر</p>	<p>کون کہتا ہے ایسی بانگی ادا گر دے جسکے آگے سبکی ادا ہائے رے شیخ پر غضب کی ادا مسکراتے میں اُسکے لب کی ادا</p>
<p>گیا ہے گھوڑ کیو خیر کرتا اور مرے وہ شہسوار میر تھی شہر سے سخت بھلو الفت راہ مجھوں میں نہیں میں خاک غربت میں ل گیا ہوں بنگل شکستہ میں کس کی تو جستجو میں آ پھر تازہ میدم ابرساں اُس چشم سر سے سائے جی سے جہانے مارا سمجھ جو کوئی محرم اسرار خائب ہو عالم نے دیکھ سوز دل اور چشم تر مری</p>	<p>ہو کیوں نہ آنکھوں میں دوستوں کی بنگل سر بہ غبار پچھو لے پڑتے تھے پاؤں کھینچے تھا گرجہ دھان میر کیسکی آنکھوں کے شوق میں آہ حبیب چھوٹا دیا میرا نفرہ زنان و گردیاں خاک بسر سربہ پا ہندوستان سے لیکر تا اصفہان مارا تیرے دہان تنگ کی ہمنے نہ پائی بات سو موطن کی اُس سے لگائی بھجائی بات</p>

سنگ گراں کسی نے اٹھایا تو کیا ہوا
 رہتے ہیں شور کنان نالہ و انفس باہم
 ہتی ہے نہ رشتہ سے اپنی مداحم چشم
 کس گل کی اس جہن میں سے دیکھی بنا چشم
 خواب میں بھی آن کے دیکھا کرو کہی
 بیدم میں آج ہند میں ہوں غرض شاعران
 ہیں غلام اتنی اُس کا فریٹے پیر کی آنکھیں
 تری ابرو کو گر میں دیکھ کر دوں عجب ست کر
 سوا چشم ہوا یوں بیاض روئے سے
 یہ کس کے لشکر سیلابِ اشک کی خاطر
 ہے رخِ خامد بیدم غزل کے بحر میں یوں
 اوسے اسے شعلہ و کیشب ترا لٹا میر ہو
 گر چٹے ناز کے تو سن پہ کمر باندھ کے تو
 قید اس دلو کو کیا ہے کمر نازک نے
 اسے و فی کعبہ لکے کیہ تو ازل کی طرح
 دل میں رہ جائے نہ تاحسرت دیدار کہیں
 آبرو سے ہے ولایتیت و متد عالم
 ایک شب بخشکے پائی تھی ملاقات کی راہ
 شمعِ کل واسے تو بیدم کو تو لایا تھا اٹھ
 خاک سے جیوں نقش پڑھ کیوں نہ مایوسی مجھے
 جس سنگدل پہ اپنی یہاں ندنوں نظر ہے

زور آور اسکا نام ہے جتنے استغاثی بات
 جیوں سبق پڑھتے ہیں اطفالِ بستان باہم
 ایک بھر ہے عظیم کہ جس کا ہے نام چشم
 جوں شبنم اب جو روتی ہے تو بار بار چشم
 پرتاب ہم بھی رکھتے ہیں آئینہ و چشم
 طاقت ہے کس کی ہو دے جواب مجھے چشم
 کہ جسکو کچھ تھمرا لگیں جوان و پیر کی آنکھیں
 کہ اکثر دیکھتی ہے جس خلق باہ و نوک پائی میں
 سچید ہوتی ہے جیسے کتاب و ریاضیں
 نیم جاب میں موصیٰ ملنا ب و ریاضیں
 کہ جیسے برے اتر کر حساب و ریاضیں
 رنگ شمع نیری بزم میں جو خاک اگر ہو
 لاوے فزاک سے اک خلق کا سر باندھ کر تو
 ہے بجا بھگدور کے مٹے اگر باندھ کے تو
 مت رکھے غنیمت کا گانٹھ میں زرباندھ کے تو
 قتل مت کیو مٹے دیدہ زرباندھ کے تو
 یہ سخن کا گانٹھ میں رکھ مثل گہر باندھ کے تو
 بھر کسی دن ملے اتنا اسی رات کی راہ
 آج اُس زند نے پھر لی ہے خرابات کی راہ
 خوش لگی ہے خورہ پونکی مت مایوسی مجھے
 تصویر اسکی دل پر لبِ نقش کا کج ہے

کب منفعت کی کو خوش فامتوں نے پہنچے گلستاں ترک کر اسے باغبان چمن میں بیٹھ	گلشن میں سر و کیا دیکھو تو نے ترسے منارا جی جی چاہے کرو جو رجھ بیٹھے
یہ طفل سر شک اپنا اُستاد ہے	محیط اسکو یار و رواں یا د ہے
خیال زلفت و رخ میں نت مری اوقات کتنی ہو جفا تو نے وفا وار دینہ یہ یکبار ایسی کی جھا کر وفا کیا چاہتا ہے بے نیاز و نہ خط تراغیرت ناموس نظر آتا ہے	اسی میں دن گذرتا ہے اسی میں رات گنتی ہو کتنے اب تک سنی ہے کتنے کینے یا ایسی کی جو تو نے ہسے وہی کی تو ہنسنے یا ایسی کی ماکب رنگ و شہر و س نظر آتا ہے
اب دیکھو ترے عیش میں لب کو	انگڑوں پہ لعل لوثا ہے
نشاں کچھ اور بنایا چسپن میں بلبل کا ہوں شاہ کشور و دیوانگی کہ ہے اپنی بلند مرتبہ عرش آشاں طلبے انھیں کیا کہے کہ عشق سے اپنا بدن جیلے جب آیا صیغہ کچھ مجھ پر وہ تیغ ابرو واں اپنی ٹان ہے وصل کے وعدہ پر وہ برسوں مجھے رکھیں کب داغ سے پنا دل پر در و دم خالی یہ غنیمت سخن سنجو کو لازم ہے سمجھ دیکھو دو چہرے ہنیش باعث تو میدم کو نہ لے کا بس کہ دل میرا وصال یار سے کا یوس ہے اے کیا کہے کہ اہل ہے یہ دل تیری مر گر چاہ ہو رنگ سی مثل صبا خوں کچھ بزم میں اس شمع سر و کی یار میدم کہے	پڑے تھے مشت پر اکھاں آشاں کتنے ہزار فوج غم اس آہ کے نشاں کتنے سکان حشر میدم ہے لامکاں کرتے کیونکر کوئی سمجھا مے جو آتش سے بن جیلے گئے صبر و قرار آگ چلی پیچھے سے جان اپنی روز بتلاتا ہے ظالم آج کل برسوں مجھے جہاں سمجھے ہی کھوتا ہو جو سکے سے درم خالی نہیں چلتا ہے جب ہو گیا ہی سر قلم خالی نہیں رہتا ہے وہ آہ و فغاں سے اکیم خالی جو سخن ہے لب پہ یہاں سو حسرت و انوس ہے اور حرف طراپ کی اغیار سے مانوس ہے کس کو دنیا میں تیریاں تر پاپا یوس ہے سر پر اپنے سایہ افکن طالع مخوس ہے

ہے وہاں سر کمال اپنا کہ ہم اس بلغم میں
کب نظر میں آنکی آوے جلوہ گل عندلیب
کچھ نہ ہرے سادہ لوح نے ہوا جوں آئینہ
کو بچے کی راہ تیری اسے شمع کم چلی ہے
سیمیں تو کنی شہرت ہر نام عشق سے یہاں
بیسار چشم کو تو آدیکہ اپنے در نہ
مانند غلبہ بیدم ہوں کیا سیاہ بخت آہ
اشک میں کھتا ہے دو باجیچ دولابی مجھے
گرم دیکھا ہے سمندر ناز کو کس شمع کے
ہوں مرین عشق و دیوے طیب حسن تو

زیر جو رنگ نخل چرسہ دیکھا کے
جو دام انگھو نے یاں بخت جگر دیکھا کے
غیر کی بیدم گر حبيب و ہر دیکھا کے
شمسیر ہی وہاں پر اک دم بد چم چلی ہے
نے سکھ بھی جان میں کوئی درم چلی ہے
مثل حباب در نہ چھانی میں دم چلے ہے
زنجیر یا میں میرے میرا ہر ہوا ہے
مرد کا سا کیا ہے مردم آبی مجھے
برق کی مانند رہتی ہے جینا بی مجھے
جائے شہرت بوسہ لہاے عبا بی مجھے

بیرنگ

بیرنگ - دلاور خان دہلوی شعر است پیم میں مرد سپاہی پیشہ اور مصطفیٰ احسان
یک رنگ سے مستفیض تر طبع سلیم دوزن ستغیر کہتے تھے - احمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں
نشو و نما پائی تھی - یہ انکا کلام ہے -

خدا م اُس نگار نے نہ پڑھا
میں تو لکھنا تھا سکون خط بیرنگ
نہیں مطلب مجھے کچھ باغباں اور
سدا بیدار رہ غفلت سے ہوش و حواس
دل کو تجھ عشق سے نہ رہا نہیں

کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
اُس تغافل شعا نے نہ پڑھا
دوانا ہوں میں گل کی رنگ و بو کا
مثل مشہور ہے سویا سوچو کا
اب تلک تجھ کو اعتبار نہیں

مفسر کی کج بے ہوشی میں بدن بچو
مرد کو محنت کی تمنی نہ کبھی ہوتی

افشاں سے ترا تار تار ہے ذرا آلودہ
شیریں کا جو اک بوسہ ملتا شکر آلودہ

نئے صہرہ - لالہ بالکند بے صبر متوطن سکندر آباد ضلع بلنہ شہر خلیفہ لالہ کاظمی مل کا سہ

بیرنگ

بہناگر و شاگرد مرزا غالب و منشی ہر گوبال تفتہ - پندرہ برس کے سن سے شعر گوئی کا شوق ہوا۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے۔ ایک شغوی بھی لکھی تھی شاعرہ برس کی عمر سے سینتیس برس تک مناصب دار و غلی و منشی گری پر کام انگریزی میں مامور رہے مدت تک دہلی میں رہے کاتغانی ہوا جب تک مرزا زندہ رہے ہمیشہ دو سو کترے جینے آتے رہتے تھے ۳۰۰۰ روپے میں ستر برس کا سن تھا۔ مشاق اور موزوں طبع شاعر تھے۔ یہ انکا کلام ہے۔

بے ہوش میرے بتایا تو موابھوت میں گھر ہوا دیران جب اپنا گھر ہوا دیرانہ میں تنگ ہوں یہ اپنی خوشی کہ صحت سے مری شعر سنکر جس کو دلواندہ کما کرتے تھے آپ	تجھ کو آسان مشکل اور مشکل مجھے آسان ہوا میں رہا صحرا میں صحرا میرے گھر مہماں ہوا تنگ یہاں تنگ آگیا صحرا کہ خور و زنداں ہوا اب وہی بے صبر دیکھو صاحب دیوان ہوا
دعا کر رہے تو یہ ہے عاشق دلیہ کا بچو دان عشق کو کیا حاجت رک نکالیں	اشک میں ہونا اثر کا وہیں تاثیر کا نن سے پیرا ہن جدا ہوتا نہیں تصویر کا
عیاں جب اپنا فروغ کمال تو نے کیا خود ہی کی وجہ عبت ہوئی خود گز باقی دل اپنا قابو لئے زلف دو تائیں ڈال دیا صبا سے کیا خط کی کہ زلف اسکی ہلا تجھے کیا اسکا گلہ کیا تیرا احساں مجھ پر کچھ میں کہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ کیا چاہتا ہوں رفت وہ ہوا اشک ہمارے نکل آئے بڑا سا قد مجھ پر اپنی چسپی سازنگ	مقام کرو یا مہ کو کمال تو نے کیا مے ہم ڈھونڈتے تھے ہو گئے گم جب ہم پایا آئی تو نے مجھے کس بلا میں ڈال دیا خون میں زلہ لرزہ خطا میں ڈال دیا غیر پر تیرا چلایا تھا مے آن لگا چمکے بیٹھے نہیں رہتے ہوا اٹھا چاہتے ہو خوشید کے چھپتے ہی ستارے نکل آئے بھولی سی صورت آنکھ کجائی ہوئی ہے

بیکر - منشی ہر پٹ و بیکر لکھنوی۔ آجکل کے نو مشن کہنے والوں میں ہیں

یہ کلام ہے

زندگی میں جیب شریک در دل کوئی نہیں دھواں جو آہ کا میچ بکربند ہوتا ہے حدا نے جنگ و عطا کی ہے عقل و دانائی ایسا استغنا نہیں اپنی سیحانی کا ہے اس زمانہ میں وہ خوش ہے جو موت نکر کر	بعد مردن کون ہو گا نوحہ خوان اہل درد فلک پر سب اُسے کالی گشتا سمجھتے ہیں بتوں کو دل کہیں بے آزمائے دیتے ہیں دیکھ کر جیسا کہ کہتے ہیں مر جاتے بھی دو رات دن بچ اٹھاتے ہیں مروت والے
--	--

ہجرات

بہریت رار۔ میر کاظم حسین ہجرات ہشیر زادہ نواب سید رضا خاں مختار شاہ عالم ثانی۔
شاہ نصیر کے شاگرد اور استاد ذوق کے ہم مشق تھے۔ دیوان ذوق مرثیہ مولانا آزاد
میں آپ کا مفصل حال درج ہے۔ بڑے موزوں طبع اور ذہین فوجیان تھے مگر
افسوس کہ باوجود تلاش صرف یہی دو شعر ملے۔

جس طرف پھرنا رہا روہ رشک آفتاب منجھے گز لہین اٹھیں تہ چوڑی اُسے نفا	جوں دل خورشید دل اپنا مقابل رہ گیا اک نہ اک پردہ ہمارے اُسکے حاصل رہ گیا
--	---

بیکل

بیکل سید عبدالوہاب۔ دولت آباد دکن کے باشندے اور سید مفتی خاں قلعہ دار
دولت آباد کے عزیز تھے۔ سید عبدالولی عہد ملت سے اصلاح لیتے تھے۔ فارسی میں
افتخار اور ریختہ میں بیکل مخلص کرتے تھے۔ کمری منشی سید علی اصغر صاحب کی بیاض
میں ان کا کلام نظر سے گذر اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

کوہ بھی ہنگام بارش میں عروسِ وقت ہے عشق میں بھی ثابتی ہے مجھ دل بنیاب کو تری آنکھوں کی کیفیت تے کو باہوش عالم کا	سر پر اسکے سہرام واریہ کا ہے آبشار جستار آتش پہ دیکھا بس اسی سیاب کو دوانوں کو کہے کیا کوئی متوالے میں متوالے
آج دل پھر تپ میں آیا ہے	کس پر ہی کی جھڑپ میں آیا ہے

بیدار

بیدار۔ شیخ علی بخش بیار ولد شیخ غلام علی ساکن شہر باسن ریلی۔ شاگرد سید بیار

مصطفیٰ و احمد خاں غفلت - فارسی عربی میں استعداد کامل رکھتے تھے طبیعت مضمون فخر اور زباں نہایت صاف و شیریں پائی تھی - نواب محمد سعید خاں دہلی راہپور کی فرائض سے بوستان خیال کے کچھ حصوں کا اردو نظم میں ترجمہ کیا تھا کئی دیوان بھی مرتب کئے تھے مگر سب کے سب پریشان ہو گئے ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۱ء میں ۳۳ سالہ عمر میں انتقال فرمایا راہپور مراد آباد میں ان کے شاگرد بکثرت تھے جنہیں منشی انوار حسین تسلیم سہوانی نے درجہ امتیاز پایا - سوز و درد کے مضامین بالخصوص نہایت موثر و دلکش پیروی میں نظم کیا کرتے تھے -

<p>کوں پر سناں ہے حال سبیل کا لب جو کون سیر کو آیا سانس آہ پیچھے بیمار نہ بنا تا جودن جسدائی کا</p>	<p>علق منہ دیکھتی ہے قاتل کا میج منہ چومتی ہے ساحل کا ٹوٹ جائے ز آبدول کا کیا بگڑتا تری جسدائی کا</p>
<p>شک نہیں اپنے صنم کی نہ نیازی نہیں اسے سے شوخی کہ آہو بچا جو وہ گھر تک جس کسی سے دل دیا آنکھو پیچے چوری دیا دل چاک چاک ابرو سے خمدار نے کیا بیمار لے چکے ہیں ابھی تو وہ امتحان سجود فیض شرب پڑی ویریں سناں</p>	<p>دل کے لینے کا خدا جانے سبب کیا ہو گیا پھر گیا دربان سے یہ لکھ کر دھوکا ہو گیا ایک میں کم بخت ناواں تھا کہ رسوا ہو گیا کعبہ کو کر بلا ترے تلوار سے نکلیا کبخت پھر دفن کا تجھے حوصلہ ہوا بیمار کو شوگر کی بات کا نہیں</p>
<p>موت سے ہانکنے لگے بیمار اور مطلب آہ سوزاں سے نہیں بیمار کو غفلت ہے بہت خیر نہ تیج ہر روز وہ پھر جاتے ہیں دنگ سداگر</p>	<p>کیا اے غم شکستہ پا کچھ خاک ہونے کی تمنا ہے مجھے ہر چند کہ تھی حالت غش گل ایسی کچھ جذبِ محبت کو گلی ہے نفرا ایسی</p>

عدم میں کیا وہ خدایا ہوئی خطا مجھے
 کہیں انہوں گے زمانے میں نارسا مجھے
 کوئی گلے نہ ملامت کے سوا مجھے
 کہ اٹھ سکی یہ جسیوں کی التجا مجھے
 دنیا میں تو مانگی نہ ملی موت خدا سے
 کیا در دل دبا کہ سبھی کچھ دیا مجھے
 وصل عشق کی یاد دل سے تٹا اٹھ جائے
 اٹھو مجھ پر جو مرضی خدا کی
 لیکن وہ زباں مجھ کو ہلائے نہیں دیتے

کمند عشق میں جبر کیا اسیر مجھے
 گیا نہ بزم ہمت میں نہ آپ میں آیا
 کیا سفر کا ارادہ جو بزم جاناں سے
 کہیں سنی میں نیاز کہ مزاجیاں بجا رہیں
 جنت میں حیات ابدی خاک لے گئی
 آج اور آرزو نہ رہی اسے خدا مجھے
 یا تو دنیا سے آگے دل شیدا اٹھ جائے
 نہ رہنے دے گی وحشت تبکدے میں
 حال دل بیمار نہیں ضبط کے قابل

بیمار - حکیم محمود اعلیٰ بیمار خلف مولوی سید کرم علی عرف میاں کریم رحیمی زمیندار موہن
 دولت پورہ معروف راجہ سنگھ پورہ پورہ گڑھ موہن علاقہ بیکانیر ضلع راجستان کے مالک
 راجپوتانہ گزٹ افسیس کے ریڈیٹر تھے ان کے بزرگ حضرت پیران پیر کی اولاد امجاد اور خاندان
 سیادت قبیلہ شاہ موہن واقع پنجاب سے ہیں انکے دادا سید احسان علی صاحب
 کو مہاراجہ صورت سنگھ مرحوم سابق والی بیکانیر نے بعض معالجہ مہارانی صاحبہ جیگر
 عنایت کی تھی۔ چنانچہ اسی زمانہ سے علاقہ بیکانیر میں بودو باش رہی پیری مریدی اور جاگیر
 پر معاش ہے۔ سولہ برس کی عمر میں نواب محمد قطب الدین خان دہلوی کی خدمت میں حاضر
 ہو کر تین برس تک علم عربی و فارسی حاصل کیا انہیں دنوں مرزا غالب دہلوی مرحوم کی خدمت
 میں بھی کچھ دن حاضر رہے پھر سیاحی کا خیال آیا تو کٹھیر۔ کاشغر۔ جیش تک و یکھڈائے
 ہندوستان واپس آکر چند سال محکمہ پولیس میں سرشتہ دار و انسپکٹر رہے اب عرصے سے
 شکر گنا چھوڑ دیا ہے۔ جنگ نامہ روم و روس۔ مسائل جنسہ وغیرہ انکی تصنیف سے ہیں
 طبیعت حاضر جواب ہے۔ اور زود نویس بھی ہیں۔

بیمار

اکثر اودہ پنج و دہلی پنج وغیرہ میں آپ کے مضمون شائع ہوئے ہیں بروقت ترتیب تذکرہ چند غزلیں ملاحظہ ہوئیں ان میں سے چند شعر انتخاب کئے جاتے ہیں۔

چرخ گئے رندوں کے دھب پرانچ چرخ چرخ	کھل گیا چٹھیا میاں کے زہد نے بنیا دکا
عاشق نزار کو ہرگز نہ مستانظالم	خوف کچھ بھی جو بچھے ہائے خدا کا ہوتا
ہم مگر گئے تیرے بچ خط واری طیرے	اند میرے بہتے تیری سرکار میں دیکھا
اس سستی سوچوں پہ نازاں ہونا واں	اکدم کا بھر دسا نہیں بیمار ہیاں کا
نام والوں کے منائے اے سب نام و نشان	اے فلک بیمار تیرا تجھ کو اصل کیا ہوا

بیار

بیمار۔ حکیم جعفر علی خٹک حکیم کندر علی مرحوم متوطن ضلع میرٹھ علم مرض کی تحصیل مولانا محمد امین آزاد دہلوی کے کی تھی علوم مشرقی سے اچھی طرح ماہر ہیں تاریخ گوئی کا شوق زیادہ ہے ۱۳۰۳ میں ۲۰ سال کی عمر تھی اور ماہراجمیر کو رملہ کے ہاں بزمۃ العلماء ملازم تھے یہ انکے اشار ہیں۔

صینا کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے	کل دیکھا تیرا بنا جو تہ دام ہمارا
واسن کو میرے خون سے قاتل بچائیو	کہتے ہیں چھوٹا نہیں دہشت لگا ہوا
اک زمانہ تھا کہ پابند نفسان میں بھی تھا	اب تو میں آزاد ہوں شاگرد ہوں آدا و کا

بینوا

سنے لہوا۔ مقبول شاہ نام۔ عنقوان شباب میں ظاہری تعلقات دنیاوی ترک کر کے مولوی محمد رفیع الدین کے مرید ہو گئے علاوہ عاشقانہ شاعری کے مرثیہ گوئی کا بھی شوق تھا۔ اور اس فن میں حافظ محمد حفیظ التخلص جحفیظ سے اصلاح لیا کرتے تھے واقفیت فن شاعری میر عزت اللہ عشق سے حاصل کی تھی۔ میر و سودا کے معاصر اور شاگرد محکم زندہ دہلی میں موجود تھے یہ کلام ان کا ہے۔

پسے دست جنوں کو اچھوٹم جہد کے اچھوٹم	گر بیاں ٹکڑے ٹکڑے دھجیاں واماں کھوٹم
یر تہہ ہننے یا عاشق میں اس شاہ و خویاں کے	بندے ہیں سر پہ سیلے اور فقیری شان کھوٹم

کیس اُس زلفت کی لٹ کھلکسی ہر شید تیغ ابرو کے تباں ہوں	چلی آتی ہے بومشک مغن کی مجھے حاجت نہیں تیغ کوفن کی
جبکہ مضمون کم پیش نظر آتا ہے	بسکہ نازک ہے مجھے بالہ متے ڈر آتا ہے
<p>بنو ا</p> <p>ملے نوا۔ انکا اصلی نام تحقیق نہیں ہوا۔ فردوس آرام گاہ محمد شاہ کے زمانے میں ہولی کے موقع پر کچھ لڑائی دنگا ہوا اور ایک جنت فروش سبکدین جوہری کے ہاتھ سے نارہ گیا۔ اس پر شہر کے جنت فروشوں نے بلوہ کر دیا اور جامع مسجد میں هجوم کر کے امام کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا۔ نواب ظفر خاں روشن الدولہ لقب بہ طرہ باز خاں نے اُس جوہری کو اپنے مکان میں پناہ دی اور نواب وزیر الممالک قمر الدین خاں اعتماد الدولہ جنت فروشوں کے حامی و مددگار بنے آخراں دونوں امرائے ذی اقتدار کے اہلین سخت ہنگامہ ہوا اور بیسویں آدمی طلب فرین سے کام لے۔ نواب ظفر خاں کے اُس فتنہ و فساد میں کسی جوتے والے نے جو نامارا۔ چنانچہ شاہ کرکشا ہے ۵</p>	
انچہ برفق ظفر خاں از خدا افتادہ است	سن چہ گویم سنی آن پیش پا افتادہ است
<p>حضرت بنو لے اس سحر کی کیفیت ایک محسن میں رقم کر ڈالی جو بدلتوں تک عوام کے زبان زد رہی۔ اُس کا ایک بند نقل کیا جاتا ہے۔</p>	
یہ کیا ستم ہے اے فلک ہرزہ نابکار	میرج بھر کے تیر کیا ہے شجر کی دھار؟
جوتی فرزندش مرد سلمان و سیدار	مردود جوہری نے کیا ہے ستم سے مار
سنگ جفا سے چور کیا لعل آبدار	
کنتوں کو بار جیسے قصا لے گرا دیا	کنتوں کا جی بچا کے بہت ہڑ بڑا دیا
کاعنذہ چہ بیوا ہے یہ شکر چڑا دیا	لکھا ہے مار جوتیوں طرہ اڑا دیا
تا حشر ہر زبان پہ رہے گایہ یادگار	
<p>بیہوش۔ ایک قدیم مخمور کا تخلص ہے۔ جبکا نام معلوم ہو سکا۔ قلمی مسودات</p>	

محترمہ ۶۸۹ء میں ان کی چند فرمائشیں ایسی اونیس سے چند شعر منتخب ہو کر درج ہوئے
شاہ حاتم اور میرزا فیض السواد کے ہم عصر تھے۔

رواں گھر اپنے سے جدم وہ کاوشیغ بچاں زری کی اور مہنی سر پر بار اور جھلا جھل ہو گندمی ہونا گم میں سنی گنچے ہوں بال گنگی سے شکر آلودہ لب ہوویں دہن ہویم کی صورت جب اس سچ و صبح سبزین شکر دکھاوے غیب عالم عجائب شعر مہتمنوں کہا بہوش جو تو نے	تو بھراو دم ہی جاہو قیامت ہو اور علی ہو جھلکے شمس تاباں کی جھلک کپڑا کی انفل ہو جڑی سنی ہوا نتوں میں لگا آنکھوں کا جہل ہو صراحی کیسی گردن ہو شکم مانند غمل ہو تو ممکن کیا کہ جو کیسے سوہا سپر نہیکل ہو غزل اک اور کھنڈا سپر کہ اس سے بھی سلسل ہو
--	---

بیہوش

بیہوش - لالہ گردیاں صاحب وکیل عدالت لکھنؤ مستطیع حیات تھے زیادہ
حال معلوم نہیں۔

دیتے ہیں بے تصور جویوں گالیاں مجھے اک دار اور جس میں کہ قصہ ہو مختصر ہر چند کی ہے دیر و حرم میں بہت تلاش بیہوش حد سے بادہ پرستی گنہ رگئی	سمجھے ہوئے ہیں آپ مگر بیڑیاں مجھے قابل پنجوڑ بھرنہ انجم جہاں مجھے منا نہیں ہے یار کے گھر کا نشان مجھے ہر دم پہ طعنے دیتے ہیں پیر جہاں مجھے
---	---

ذیل

پیشہ	بہا	ب	م	ن	پیشہ	بہا	ب	م	ن
۳۳	۶۰	۱۵	کھنڈ	کھنڈ	۵۳	۱۳۵	۱۱	نکمت	نکمت
۳۴	۷۱	۳	نیز	نیز	۵۴	۱۳۶	۱۳	آبے	آبے
۳۵	۸۰	۱۳	کتری	کتری	۵۵	۱۴۰	۴	زلف	زلف و
۳۶	۸۴	۱۳	پر	پر	۵۶	۱۴۱	۵	سن	سن کے دو
۳۷	۷	۱۴	میکے	میکے	۵۷	۱۴۳	۱۳	مری	مری
۳۸	۸۴	نوٹ	چو	چو	۵۸	۱۴۵	۶	اٹھاپے	اٹھاپے
۳۹	۸۶	۱۳	کچو	کچو	۵۹	۱۴۷	۹	سوائے	سوائے
۴۰	۸۹	۲	امرا الدولہ	امرا الدولہ	۶۰	۱۵۳	۴	ناز	ناز
۴۱	-	-	دلہا لیو	دلہا لیو	۶۱	۱۶۳	۷	کا	کا
۴۲	۹۱	۱۹	رکس	رکس	۶۲	۱۶۵	۱۴	سو	سو
۴۳	۹۳	۳	سینے	سینے	۶۳	۱۶۹	۱۷	د	دو جگر
۴۴	-	۱۱	کو	کو	۶۴	۱۷۷	۵	ماہور	ماہور
۴۵	۹۵	۱۱	جھوٹے	جھوٹے	۶۵	-	۱۸	کو	کو
۴۶	۹۶	-	کتے ہیں	کتے ہیں	۶۶	۱۷۸	۷	پیرے	پیرے
۴۷	۱۱۰	۳	کی د	کی د	۶۷	۱۹۱	۶	نوجوان	نوجوان
۴۸	۱۱۴	۲	نین	نین	۶۸	۱۹۲	۱۱	ٹاکر	ٹاکر
۴۹	۱۲۰	۱۰	کوکیا	کوکیا	۶۹	۱۹۳	۱۱	ٹان	ٹان
۵۰	-	۱۰	ہیں	ہیں	۷۰	۱۹۵	۱۱	سبزا	سبزا
۵۱	۱۲۰	۱۹	فیلین	فیلین	۷۱	۱۹۹	۵	جڑت	جڑت
۵۲	۱۲۳	۱۱	ساعی	ساعی	۷۲	-	۱۳	ککے	ککے
۵۳	۱۲۸	۱۰	تو تعبات	تو تعبات	۷۳	۲۰۱	۸	کے	کے

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا	تفتا
۱۱۴	۳۰۹	۶	۱۳۴	۳۶۱	۱۴	بستیونین	بستیونین	۱۴	۳۶۱	۱۳۴	۱۱۴
۱۱۵	۳۱۲	۱۵	۱۳۵	۳۶۹	۷	رے جن	رے جن	۷	۳۶۹	۱۳۵	۱۱۵
۱۱۶	۳۱۳	۱۴	۱۳۶								
۱۱۷	۳۱۵	۱۶	۱۳۷	۳۷۰	۱۶	دیکھے	دیکھے	۱۶	۳۷۰	۱۳۷	۱۱۷
۱۱۸	۳۲۰	۱۶	۱۳۸	۳۷۸	۲	ڈھونڈنا	ڈھونڈنا	۲	۳۷۸	۱۳۸	۱۱۸
۱۱۹	۳۲۵	۱	۱۳۹	۳۸۶	۱۱	نفرہ	نفرہ	۱۱	۳۸۶	۱۳۹	۱۱۹
۱۲۰	۳۲۶	۱۷	۱۴۰	۳۹۲	۱۰	تمام کلام دہونا	تمام کلام دہونا	۱۰	۳۹۲	۱۴۰	۱۲۰
۱۲۱	۳۳۵	۱۲	۱۴۱	۴۰۹	۸	کر	کر	۸	۴۰۹	۱۴۱	۱۲۱
۱۲۲	۳۳۹	۱۰	۱۴۲	۴۱۰	۱۳	چوگے	چوگے	۱۳	۴۱۰	۱۴۲	۱۲۲
۱۲۳	۳۴۰	۹	۱۴۳	۴۱۱	۱۱	بارہ	بارہ	۱۱	۴۱۱	۱۴۳	۱۲۳
۱۲۴	۳۴۳	۹	۱۴۴		۱۵	مزید غایت	مزید غایت	۱۵		۱۴۴	۱۲۴
۱۲۵	۳۴۴	۱۹	۱۴۵	۴۱۳	۲۱	سرا	سرا	۲۱	۴۱۳	۱۴۵	۱۲۵
۱۲۶	۳۴۵	۱۱	۱۴۶	۴۱۶	۹	ہستی	ہستی	۹	۴۱۶	۱۴۶	۱۲۶
۱۲۷	۳۴۶	۱	۱۴۷		۱۱	کھینچنے	کھینچنے	۱۱		۱۴۷	۱۲۷
۱۲۸	۳۴۹	۹	۱۴۸	۴۱۷	۱۱	عادت بچے	عادت بچے	۱۱	۴۱۷	۱۴۸	۱۲۸
۱۲۹	۳۵۱	۸	۱۴۹	۴۱۹	۱۷	شل آج	شل آج	۱۷	۴۱۹	۱۴۹	۱۲۹
۱۳۰	۳۵۳	۱۰	۱۵۰	۴۲۴	۲۰	جیسے	جیسے	۲۰	۴۲۴	۱۵۰	۱۳۰
۱۳۱		۱۳	۱۵۱	۴۲۶	۱۳	لگوانے	لگوانے	۱۳	۴۲۶	۱۵۱	۱۳۱
۱۳۲		۱۲	۱۵۲	۴۳۵	۱	کدو	کدو	۱	۴۳۵	۱۵۲	۱۳۲
۱۳۳	۳۶۰	۷	۱۵۳		۹	کر	کر	۹		۱۵۳	۱۳۳

پہلا	دو	تیس	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نوا	دس	ایک	دو	تیس	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نوا	دس
۱۵۴	۲۳۵	۳۲۶	۴۱۷	۵۰۸	۵۹۹	۶۹۰	۷۸۱	۸۷۲	۹۶۳	درودوں	درودوں	۱۵۴	۲۳۵	۳۲۶	۴۱۷	۵۰۸	۵۹۹	۶۹۰	۷۸۱
۱۵۵	۲۳۶	۳۲۷	۴۱۸	۵۰۹	۶۰۰	۶۹۱	۷۸۲	۸۷۳	۹۶۴	کما	کما	۱۵۵	۲۳۶	۳۲۷	۴۱۸	۵۰۹	۶۰۰	۶۹۱	۷۸۲
۱۵۶	۲۳۷	۳۲۸	۴۱۹	۵۱۰	۶۰۱	۶۹۲	۷۸۳	۸۷۴	۹۶۵	بھڑ	بھڑ	۱۵۶	۲۳۷	۳۲۸	۴۱۹	۵۱۰	۶۰۱	۶۹۲	۷۸۳
۱۵۷	۲۳۸	۳۲۹	۴۲۰	۵۱۱	۶۰۲	۶۹۳	۷۸۴	۸۷۵	۹۶۶	سنا	سنا	۱۵۷	۲۳۸	۳۲۹	۴۲۰	۵۱۱	۶۰۲	۶۹۳	۷۸۴
۱۵۸	۲۳۹	۳۳۰	۴۲۱	۵۱۲	۶۰۳	۶۹۴	۷۸۵	۸۷۶	۹۶۷	زراٹھا	زراٹھا	۱۵۸	۲۳۹	۳۳۰	۴۲۱	۵۱۲	۶۰۳	۶۹۴	۷۸۵
۱۵۹	۲۴۰	۳۳۱	۴۲۲	۵۱۳	۶۰۴	۶۹۵	۷۸۶	۸۷۷	۹۶۸	اٹھلے	اٹھلے	۱۵۹	۲۴۰	۳۳۱	۴۲۲	۵۱۳	۶۰۴	۶۹۵	۷۸۶
۱۶۰	۲۴۱	۳۳۲	۴۲۳	۵۱۴	۶۰۵	۶۹۶	۷۸۷	۸۷۸	۹۶۹	سنا	سنا	۱۶۰	۲۴۱	۳۳۲	۴۲۳	۵۱۴	۶۰۵	۶۹۶	۷۸۷
۱۶۱	۲۴۲	۳۳۳	۴۲۴	۵۱۵	۶۰۶	۶۹۷	۷۸۸	۸۷۹	۹۷۰	ایسا	ایسا	۱۶۱	۲۴۲	۳۳۳	۴۲۴	۵۱۵	۶۰۶	۶۹۷	۷۸۸
۱۶۲	۲۴۳	۳۳۴	۴۲۵	۵۱۶	۶۰۷	۶۹۸	۷۸۹	۸۸۰	۹۷۱	کیلی	کیلی	۱۶۲	۲۴۳	۳۳۴	۴۲۵	۵۱۶	۶۰۷	۶۹۸	۷۸۹
۱۶۳	۲۴۴	۳۳۵	۴۲۶	۵۱۷	۶۰۸	۶۹۹	۷۹۰	۸۸۱	۹۷۲	دشت	دشت	۱۶۳	۲۴۴	۳۳۵	۴۲۶	۵۱۷	۶۰۸	۶۹۹	۷۹۰
۱۶۴	۲۴۵	۳۳۶	۴۲۷	۵۱۸	۶۰۹	۷۰۰	۷۹۱	۸۸۲	۹۷۳	نار	نار	۱۶۴	۲۴۵	۳۳۶	۴۲۷	۵۱۸	۶۰۹	۷۰۰	۷۹۱
۱۶۵	۲۴۶	۳۳۷	۴۲۸	۵۱۹	۷۰۱	۷۹۲	۸۸۳	۹۷۴	۹۷۴	منجے	منجے	۱۶۵	۲۴۶	۳۳۷	۴۲۸	۵۱۹	۷۰۱	۷۹۲	۸۸۳
۱۶۶	۲۴۷	۳۳۸	۴۲۹	۵۲۰	۷۰۲	۷۹۳	۸۸۴	۹۷۵	۹۷۵	بھڑ	بھڑ	۱۶۶	۲۴۷	۳۳۸	۴۲۹	۵۲۰	۷۰۲	۷۹۳	۸۸۴
۱۶۷	۲۴۸	۳۳۹	۴۳۰	۵۲۱	۷۰۳	۷۹۴	۸۸۵	۹۷۶	۹۷۶	نکلی جیکے	نکلی جیکے	۱۶۷	۲۴۸	۳۳۹	۴۳۰	۵۲۱	۷۰۳	۷۹۴	۸۸۵
۱۶۸	۲۴۹	۳۴۰	۴۳۱	۵۲۲	۷۰۴	۷۹۵	۸۸۶	۹۷۷	۹۷۷	خاربا	خاربا	۱۶۸	۲۴۹	۳۴۰	۴۳۱	۵۲۲	۷۰۴	۷۹۵	۸۸۶
۱۶۹	۲۵۰	۳۴۱	۴۳۲	۵۲۳	۷۰۵	۷۹۶	۸۸۷	۹۷۸	۹۷۸	جمکا	جمکا	۱۶۹	۲۵۰	۳۴۱	۴۳۲	۵۲۳	۷۰۵	۷۹۶	۸۸۷
۱۷۰	۲۵۱	۳۴۲	۴۳۳	۵۲۴	۷۰۶	۷۹۷	۸۸۸	۹۷۹	۹۷۹	کے	کے	۱۷۰	۲۵۱	۳۴۲	۴۳۳	۵۲۴	۷۰۶	۷۹۷	۸۸۸
۱۷۱	۲۵۲	۳۴۳	۴۳۴	۵۲۵	۷۰۷	۷۹۸	۸۸۹	۹۸۰	۹۸۰	پاس	پاس	۱۷۱	۲۵۲	۳۴۳	۴۳۴	۵۲۵	۷۰۷	۷۹۸	۸۸۹
۱۷۲	۲۵۳	۳۴۴	۴۳۵	۵۲۶	۷۰۸	۷۹۹	۸۹۰	۹۸۱	۹۸۱	آئے	آئے	۱۷۲	۲۵۳	۳۴۴	۴۳۵	۵۲۶	۷۰۸	۷۹۹	۸۹۰
۱۷۳	۲۵۴	۳۴۵	۴۳۶	۵۲۷	۷۰۹	۸۰۰	۸۹۱	۹۸۲	۹۸۲	پیدا	پیدا	۱۷۳	۲۵۴	۳۴۵	۴۳۶	۵۲۷	۷۰۹	۸۰۰	۸۹۱

نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر
۱۹۲	۵۲۲	۹	طرہ	طرہ	صفحہ کے اوپر	۲۱۲	۵۹۶	۲۱	ترک
۱۹۵	۵۲۵	۸	رہے	رکھے		۲۱۵	۵۹۹	۶	انکار
۱۹۶	۵۵۱	۶	شیشہ پر	شیشہ پر		۲۱۶	۶۱۶	۸	ودلدہی
۱۹۷	۵۵۵	۷	بجھے کرنا	بجھے کرنا		۲۱۷	۶۱۷	۱۶	چل دئے
۱۹۸	۵۵۵	۷	دو	دو		۲۱۸	۶۱۸	۲	کا گڑے
۱۹۹	۵۵۵	۸	غیر	غیر		۲۱۹	۶۲۰	۱۵	چوٹی
۲۰۰	۵۵۵	۱۱	جس سے	جس سے		۲۲۰	۶۲۰	۱۰	حسکی
۲۰۱	۵۵۵	۱۵	اُٹھی	اُٹھی		۲۲۱	۶۲۲	۱	پھوڑا
۲۰۲	۵۵۵	۱۷	ایسی	ایسی		۲۲۲	۶۲۲	۲	اپنا
۲۰۳	۵۵۵	۱۸	ایزا	ایزا		۲۲۳	۶۲۳	۱۷	گراز
۲۰۴	۵۵۵	۲۱	راست میں	راست میں		۲۲۴	۶۲۴	۶	جھتی
۲۰۵	۵۵۲	۱۹	انہیں	انہیں		۲۲۵	۶۲۵	۱۵	تیر
۲۰۶	۵۸۴	۲	لائے	لائے		۲۲۶	۶۲۶	۲۱	دکھائی
۲۰۷	۵۸۴	۱۸	دل کے	دل کے		۲۲۷	۶۲۷	۱	تر
۲۰۸	۵۸۶	۱۰	تہ	تہ		۲۲۸	۶۲۸	۲۱	کاسٹھ
۲۰۹	۵۹۲	۶	تھیا	تھیا		۲۲۹	۶۲۹	۲۱	کاسٹھ
۲۱۰	۵۹۳	۲۱	انکھر	انکھر		۲۳۰	۶۳۰	۲۱	کاسٹھ
۲۱۱	۵۹۵	۱	بار	بار		۲۳۱	۶۳۱	۲۱	کاسٹھ
۲۱۲	۵۹۵	۱	دیا مل	دیا مل		۲۳۲	۶۳۲	۲۱	کاسٹھ
۲۱۳	۵۹۵	۱۲	آلتی	آلتی		۲۳۳	۶۳۳	۲۱	کاسٹھ

یہ سب جہول و مردوت اور اسے وہ چینی اور اعراب و اضافت و غیرہ کی غلطیاں نظر انداز کی گئی ہیں۔

فہرست اسمائے شعرا مندرجہ تذکرہ مخمناہ جاوید

جلد اول

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۱	آباد	مرزا محمدی حسن لکھنوی	۲۰	آرزو	مرزا علاء الدین دہلوی
۲	"	شیخ علی باقر	۲۱	"	منشی سید بندہ رضا
۵	"	یعقوب علی دہلوی	۲۲	"	نواب جعفر علی خان
"	"	سید تمذیب حسین	۲۳	"	منشی ممتاز احمد لکھنوی
۶	آبرو	شاہ نجم الدین دہلوی	"	"	صاحبزادہ محمد یوسف خان
۹	"	سید اصغر علی	۲۴	"	منشی سید انوار حسین لکھنوی
"	آتش	خواجہ حیدر علی لکھنوی	۲۵	آز	حافظ محمد امجد
۱۵	آثم	شاہ عنایت اللہ	۲۶	آزاد	میر فقیر اللہ
"	"	مرزا والا بخت دہلوی	"	"	منشی رام سنگھ دہلوی
۱۷	"	حافظ حضور احمد خان	"	"	سید عیلام علی
"	آرام	منشی مکین لال دہلوی	۲۷	"	کپتان الگنڈر ہدلی دہلوی
۱۷	"	راسے پریم ناتھ دہلوی	۳۱	"	مرزا اعظم شاہ دہلوی
"	"	راسے بہادر منشی شونہاڑن	۳۲	"	شیر علی محمد لکھنوی محمد حسین آزاد
۱۸	"	حکیم آرام الدین	"	"	دہلوی
"	آرزو	سراج الدین علی خان	۴۲	"	سید محمد میر الدین لکھنوی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۴۳	آزاد	منشی امجد علی	۶۲	آسان	منشی سید محمد عیسیٰ
"	"	خواجہ ضیاء الدین دہلوی	۶۴	آسی	مولانا شاہ عبدالعلیم
۴۴	"	مکرم غلام حسین خان	۶۷	آشفقت	منشی عبید شاہ خاں
"	"	مولوی ابوالحمید	"	"	حکیم مرزا رضا علی بیگ
۴۶	"	مولوی سید محمود	"	"	عظیم الدین خاں دہلوی
۴۷	"	حافظ سید فضل حق	"	"	منشی گلنار سب سنگھ دہلوی
۴۹	"	منشی صدیق حسن	۷۲	"	حکیم منور علی خاں دہلوی
"	"	بابو کالی چندن	۷۳	"	جود اللہ دہلوی علیخان لکھنوی
"	"	منشی الطاف احمد	۷۴	"	پنڈت امر ناتھ دہلوی
"	"	منشی افتخار عالم	۷۶	"	حاجی عبداللہ
"	"	مولوی احمد ابو محمد	۷۷	"	شیخ نصیر الدین
۵۱	"	سید محمد نذیر احمد	"	"	خواجہ جمعی الدین
"	"	مولوی نعیم الحق	۷۸	آشفقت	مرزا محمد اکرام
"	"	گشتام	"	"	میر زین العابدین
۵۲	آزاد	نواب ذوالفقار علیخان دہلوی	"	"	منشی متا سنگھ دہلوی
"	"	پنڈت جواہر شاہ	"	"	حکیم عیسیٰ
۵۳	"	منشی نجمین پشاور	"	"	مرزا گلبن
"	آزاد	منشی صدر الدین خان دہلوی	۷۹	"	میر امیر علی
۶۱	ہنس	منشی تلن میاں	"	"	سید محمد لکھنوی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۷۹	آشنا	مولوی عبدالکیم خاں	۱۰۸	آگاہ	میر حسن علی دہلوی
۸۰	آشوب	میر ادا علی خان دہلوی	۱۰۹	"	نور خان
۸۰	"	راکھا وراشتر پیکار لال صاحب	"	"	پنڈت جوالا ناتھ
		دہلوی -	"	"	نواب سید محمد رضا دہلوی
۸۲	آصف	نواب آصف الدولہ لکھنوی	۱۱۰	آہ	نامعلوم
۸۶	"	حضور نظام شاہ وکن	"	"	شیخ فرید الزماں
۹۸	"	حکیم سید محمد آصف	"	"	میر اکبر علی خان لکھنوی
"	آصفی	مرزا عبدالرحمن بیگ	۱۱۲	"	مولوی عبدالعزیز
"	آفت	مرزا آغا جان دہلوی	"	"	منشی مست از علی
۹۹	"	مرزا آغا حسین	۱۱۳	"	منشی غلام حسین دہلوی
۱۰۱	"	مرزا آغا حسن لکھنوی	۱۱۵	"	لالہ رام کشن لکھنوی
۱۰۱	"	مرزا عبدالنثار خان	"	"	منشی یعقوب علی لکھنوی
۱۰۲	"	منشی عبدالاحد خان	۱۱۶	آہی	میر عبدالرحمن دہلوی
"	آمنہ از	منشی امداد حسین	۱۱۷	"	میر سید احمد خان دہلوی
۱۰۳	آفاق	میر فرید الدین دہلوی	۱۱۹	"	مرزا داؤد خان دہلوی (۱۰۰)
"	"	منشی غلام حسین	۱۲۰	ابجدی	گننام
"	آفت	مرزا میر بیگ	۱۲۱	ابد	نواب فیض اللہ خان
۱۰۵	آفتاب	شاہ عالم ثانی	"	ابر	سید تقی محمد حسین
۱۰۸	آفریں	شیخ قلندر بخش	"	"	حکیم سید علی محسن لکھنوی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۱۳۲	"	منشی واحد علی	۱۳۱	ارش	منشی حبیب الحق
۱۳۳	"	منشی غلام دستگیر	۱۳۲	"	مرزا احمد اللہ بیگ
۱۳۴	"	منشی بلدیو پرستاد	"	"	منشی اصطفی خان لکھنوی
"	"	پندت روشن زاین در لکھنوی	"	"	منشی ظفر حسن خان بی۔ اے
۱۳۵	ناٹل	شیخ عبدالجلیل	"	"	نواب عبدالجلیل خان
۱۳۶	ارش	سید محمد میر دہلوی	۱۳۳	"	مرزا احمد شاہ
۱۳۱	"	نواب حسین علیخان لکھنوی	"	"	منشی راوستے لال
۱۳۲	"	منشی عبدالرزاق دہلوی	۱۳۲	"	خواجہ حسین خان
"	"	قاضی حبسن	"	اشیم	منشی محمد علی
۱۳۳	"	شمس العلام سید امداد امام	"	"	خواجہ عبدالرحیم خان
۱۳۵	"	خواجہ امام الدین	۱۳۵	"	حافظ شیخ محمد براہیم
۱۳۷	"	منشی بے زائن لکھنوی	۱۳۶	احد	مولوی عبدالاحد
۱۳۸	"	سید محمد دوم عالم	۱۳۸	احسان	حافظ عبدالرحمن خان دہلوی
۱۳۹	"	سید حسین الدین احمد	۱۵۶	"	گننام
۱۴۰	"	مولوی افتخار علی	۱۵۷	"	منشی احسان علیخان رامپوری
"	"	حکیم محمد مہدی لکھنوی	۱۶۰	"	حاجی احسان اللہ
"	"	منشی الہی بخش	"	"	منشی احسان علیخان
۱۴۱	"	شیخ فیض الدین	۱۶۵	"	شیخ احسان الہی دہلوی
"	"	مولوی جلال الدین	۱۶۶	"	صاحبزادہ احسان اللہ خان

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۱۶۷	احسان	فشی عبدالرحیم خان دہلوی	۱۹۰	احسن	میر گوہر علی
"	"	میر احسان علی	"	احقر	مرزا جواد علی
۱۶۸	"	مولوی احسان حسن	"	"	فشی محمد بلوک
"	"	گننام راجپوری	۱۸۱	"	فشی سید غلام نبی دہلوی
"	احسن	محمد حسن	"	"	راجہ سری پرشاد
۱۶۹	"	مرزا احسن علی	۱۸۲	"	فشی احمد جان دہلوی
۱۷۰	"	احسن خان	"	"	سید محمد حسن
"	"	مرزا احسن بخت دہلوی (۱۵۰)	"	"	نواب غوث محی الدین
۱۷۱	"	حسین عین خان	۱۸۳	"	حافظ شاہ رحمت اللہ
۱۷۲	"	حکیم مظہر حسن خان	۱۸۴	"	میرزا امیر الملک دہلوی
۱۷۳	"	حکیم محمد احسن خان دہلوی	۱۸۵	"	سید یعقوب علی دہلوی
"	"	مولوی محمد احسن	"	احمد	گننام محبوب لقی
۱۷۴	"	سید مہدی حسن لکھنوی	۱۸۶	"	مولوی احمد خان
۱۷۵	"	مولوی محمد احسن	"	"	احمد خان
"	"	سید علی احسن	"	"	فشی مصداق الدین دہلوی
۱۷۸	"	حافظ آغا جان دہلوی	۱۸۷	"	مرزا احمد شاہ دہلوی
۱۷۹	"	مرزا احسن بخت دہلوی	"	"	مرزا احمد بیگ دہلوی
"	"	میر باقر حسن دہلوی	"	"	احمد بیگ دہلوی
"	"	مولوی تغیر الحسن	۱۸۸	"	سید احمد علی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۱۸۸	احمد	حافظ میر احمد علی	۲۰۴	اختر	سلطان عالم واجد علی شاہ (۲۰۰)
"	"	سید عین الدین احمد	۲۲۱	"	مرزا احمد اختر دہلوی
۱۸۹	"	منشی سید احمد حسین	۲۲۲	"	خواجہ عبدالغفار
"	"	منشی سید محمد	"	"	شیخ محمد رفیع دہلوی
"	"	منشی علی الدین احمد	۲۲۴	"	راجہ بین پرتاب سنگھ
۱۹۰	"	منشی احمد علی	۲۲۵	"	منشی لطیف احمد لکھنوی
"	"	مولوی شیخ محمد احمد خاں	۲۲۹	"	منشی سید محمد اختر گلینہ
"	"	شیخ احمد علی	۲۳۱	"	سید امراء علی
"	"	مرزا احمد اللہ خاں	"	"	منشی نذیر علی
۱۹۱	"	منشی سید احمد دہلوی	"	"	منشی رمضان علی
۱۹۳	"	منشی احمد حسین خان بی۔ اے	۲۳۳	"	منشی محمود اختر
۱۹۵	"	حاجی سید احمد	۲۳۴	"	منشی ظہور احمد بدایونی
"	احمدی	خواجہ احمد علی دہلوی	۲۳۵	"	منشی عبدالغفور
۱۹۶	"	شیخ احمد	۲۳۶	"	نواب عبدالقادر خان
۱۹۷	"	گننام	"	"	منشی موسیٰ حسین
"	"	نواب غلام احمد خان بہادر	۲۳۷	"	منشی عبدالغفار خان بی۔ اے
۱۹۹	اختر	میر اکبر علی	۲۳۸	"	منشی ذاکر حسین
۲۰۰	"	قاضی محمد صادق خان	۲۳۹	"	منشی علی اختر
۲۰۲	"	مرزا وجیہ الدین دہلوی	"	خاں	دیوان میک چند دہلوی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۲۳۹	اخگر	فتح یاب خان	۲۵۰	ادیب	منشی تفضل حسین
"	"	صاحبزادہ ہادی یار خان	"	"	مولوی رستم علی خان
"	"	حکیم اصغر حسین	۲۵۲	"	مولانا سیف الحق دہلوی
۲۴۰	اخگر	منشی امداد حسین	۲۵۲	"	منشی محمد کرم احمد خان
۲۴۱	"	نواب شمشیر بہادر	"	ارشاد	شیخ ارشاد نبی
۲۴۲	"	منشی عبد المجید خان	۲۶۲	"	محمد قاسم علی
"	"	منشی شہاب الدین دہلوی	"	"	چودھری ارشاد حسین
۲۴۳	"	مولوی عبد الحمید	"	ارشاد	میرزا عبد الغنی دہلوی
۲۴۴	"	منشی عبدالقادر	۲۸۱	"	منشی غلام حسین
"	اخلاص	قاضی شمس الضحیٰ بی۔ اے	"	ایم	میرزا رفیع حسین لکھنوی
۲۴۵	"	حافظ عبد الشکور	"	ارمان	شاہ علی ارمان
"	اخلاق	شیخ نور الحسن	۲۹۳	"	راجہ جہرم جی
۲۴۶	"	سید اخلاق حسین دہلوی	۲۸۳	"	منشی عبدالعزیز خان (۲۵۰)
"	"	منشی سید نذیر احمد	"	"	منشی سید باقر حسین
۲۴۷	"	منشی ہاشم علی خان	"	"	مولوی سید محمد حسن
"	انجی	گمنام	"	"	پنڈت راجہ نرین دہلوی
۲۴۷	ادب	سید حیدر مرزا لکھنوی	۲۸۵	"	میر سرفراز حسین خان
۲۴۸	"	نواب فیاض الملک	"	ازل	حکیم مرزا آقا حسین لکھنوی
"	ادب	شیخ الاسلام	۲۸۷	"	حکیم فیض حسن مہدی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۲۸۷	ازل	منشی نعمت علیخان	۳۰۷	اسیر	منشی محمد سمیع اللہ
۲۸۸	ازہر	سید علی احمد شاہ	"	"	منشی سید سجاد مرزا دہلوی
"	اسحاق	اسحاق علیخان لکھنوی	۳۰۸	اشتیاق	شاہ ولی اللہ دہلوی
"	"	منشی محمد سمیع	۳۰۹	اشرف	حافظ غلام اشرف دہلوی
۲۸۹	اسد	میرامانی دہلوی	۳۱۰	"	شیخ اشرف علی لکھنوی
۲۹۰	"	نواب سلیمان خاں لکھنوی	۳۱۳	"	نواب مظفر بابا جنگ
۲۹۲	"	اسد یار الدولہ	"	اشک	حاجی مولوی ہادی علی لکھنوی
"	"	سید شیر علی	۳۱۴	"	مولوی محمود رضا
۲۹۵	اسرار	مرزا پسر شکوہ گورگانی دہلوی	"	"	میر قطب الدین دہلوی
"	"	بابو نادر مرزا	۳۱۸	"	منشی ضیاء الدین دہلوی
"	"	منشی قدا علی لکھنوی	"	"	مولوی سید علی لکھنوی
۲۹۶	اسلم	حافظ محمد اسلم	۳۱۹	"	ابوالمیر شیخ ضمیر الدین
"	"	منشی سلامت اللہ	"	"	مولوی محمد صادق
۲۹۷	اسیر	منشی ہدایت علی	"	اشکی	مرزا غلام محی الدین گورگانی دہلوی
"	"	تلبزار نصرانی	۳۲۰	اشہری	مولانا سید اجمل علی اشہری
"	"	سید نال بنی دہلوی	۳۲۴	اصغر	صاحبزادہ اصغر علیخان
۲۹۸	"	خلیفہ میر گلدار علی	"	"	نظیر الدولہ علی صغرفان
۲۹۹	"	آقہ بہ الدولہ سیٹھ غفر علیخان دہلوی	۳۲۵	"	میر اصغر علی لکھنوی
۲۹۹	"	مولوی علی احمد خان	۳۲۶	"	شیخ اصغر علی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۳۲۶	اصغر	منشی اصغر علی خان	۳۳۸	اعظم	شیخ اعظم حسین
۳۲۸	"	منشی اصغر حسین	"	"	مرزا اعظم علی
"	"	کنو اصغر علی خان	۳۳۱	"	مولوی عبدالصمد
"	اصغر	منشی فیاض احمد	"	افروز	مولوی عبدالرزاق
۳۲۹	انہر	سید احمد علی	"	افسر	نواب احمد رضا
"	"	منشی غلام مصطفیٰ (۳۰۰)	۳۳۳	"	شیخ غلام اشرف
۳۳۰	"	سید معشوق حسین	"	"	مرزا محمد عثمان گورگانی دہلوی
۳۳۱	"	سید اعظم اللہ	۳۳۴	"	نواب غلام ربانی
"	انظری	مرزا ظہیر الدین علی بخش	۳۳۵	"	راجہ پدما نند سنگھ بہادر
"	"	گورگانی دہلوی	"	"	منشی اعظم علی
۳۳۲	انہر	مولوی کراست علی	۳۳۶	"	منشی سید احمد
"	"	مولوی میراظہر علی	"	"	منشی میر معشوق حسین
"	اعجاز	شیخ عبدالعزیز	"	"	حکیم حافظ محمود حسین
۳۳۳	"	منشی الہی بخش لکھنوی	۳۳۷	"	منشی بشیر الدین
۳۳۴	"	منشی عبدالحی	۳۳۸	"	مولوی سید عزیز الدین حیدر
"	"	منشی عبدالقادر	۳۵۰	"	منشی عابد حسین
۳۳۵	"	مرزا اعجاز حسین	۳۵۱	"	منشی احمد حسین
۳۳۶	"	مٹاکر امین بخش سنگھ	۳۵۲	افروز	قاضی فضل حسین دہلوی
۳۳۸	اعظم	منشی اعظم خان دہلوی	۳۵۳	افسوس	منشی شیر علی دہلوی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۳۵۷	افسوس	منشی سید محمد علی	۳۷۵	اکبر	نواب محمد علی علی خان دہلوی (۳۵۵)
۳۵۷	افسوس	منشی آغا حیدر لکھنوی	۳۷۷	"	حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعطانی
۳۵۹	"	منشی اکبر علی خان	۳۸۱	"	خان بہادر سید اکبر حسین
۳۶۰	افضل	شاہ غلام اعظم	۳۸۸	"	خواجہ اکبر حسین
"	"	منشی حسن یا رضا لکھنوی	۳۸۹	"	منشی محمد اکبر
۳۶۱	"	میر افضل علی خان لکھنوی	"	"	منشی محمد اکبر حسین
"	"	منشی افضل حسین	۳۹۰	اکبری	دیوان پندت امرا محمد دکن دہلوی
۳۶۲	"	منشی افضل خان میرٹھی	۳۹۱	اکرام	حکیم اکرام اللہ خان دہلوی
۳۶۳	"	افضل الدولہ سید افضل علی خان لکھنوی	"	اکرم	مرزا محمد اکرم دہلوی
"	"	منشی فضل حسین بیگ	"	"	محمد اکرم
"	"	منشی عبد الرحمن	۳۹۲	"	گمنام
۳۶۶	افغان	منشی مشتاق شاہ	"	اکمل	محمد میر جان
"	"	منشی دوار کا پر شاہ لکھنوی	"	"	حکیم محمد اکمل خان
۳۶۸	افکار	صاحبزادہ اصغر علی خان	۳۹۳	"	مولانا قاضی منظور الدین
"	"	نواب اقبال یا جنگ	"	"	منشی اکمل علی
۳۶۹	"	شیخ محمد اقبال ایم۔ اے	"	الحمد	مولوی محمد
۳۷۲	اکبر	شاہ اکبر دہلوی	۳۹۴	الطاف	منشی الطاف حسین
۳۷۵	"	محمد الدولہ سید اکبر علی خان دہلوی	"	"	منشی محمد الطاف حسین لکھنوی
"	"	"	۳۹۵	الغنت	منشی منگل سین

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۳۹۵	الفت	منشی اندرام	۴۰۷	امداد	حاجی امداد علیخان
۳۹۶	"	منشی غوزارن	"	"	مرزا امداد علی لکھنوی
"	الفتی	راجہ پارس لال دہلوی	"	"	منشی سید امداد علی
"	الم	خواجہ صاحب میر دہلوی	۴۰۸	"	شیخ امداد علی
۳۹۷	"	صاحبزادہ محمد سعید خاں	"	"	مولوی سید عنایت حسین
"	"	مولوی سید احمد شاہ	۴۰۹	امرو علی	امرو علی خاں
۳۹۸	"	حکیم میر محمد حسین	"	امتن	میر لان دہلوی
۳۹۹	"	سید محمد زکی لکھنوی	۴۱۰	امتی	مرزا روشن بیگ دہلوی
"	المام	شیخ شرف الدین لکھنوی	۴۱۱	آئید	مرزا محمد رضا
۴۰۰	الہی	منشی الہی بخش	۴۱۲	"	مرزا اعظم علی
"	الیاس	سید مہر علی	۴۱۳	"	منشی زحمت علی
۴۰۱	الامی	سید محمد غفر شنید بگرامی	۴۱۵	"	مولوی سید محمد جعفر لکھنوی
"	الانت	میر انت علی	۴۱۶	"	منشی سید محمد علی (۴۰۰)
"	"	سید آقا حسن لکھنوی	۴۱۷	"	منشی سید رشید الزماں
۴۰۲	الانی	خواجہ انامی دہلوی	۴۱۸	امیر	نواب محمد یار خان راجپوری
۴۰۵	امجد	مولوی احمد حسین	۴۲۱	"	حافظ امیر الدین
"	"	مولوی سب علی	۴۲۲	"	مرزا امیر بیگ دہلوی
"	"	شیخ امجد علی	"	"	امیر منائی
۴۰۷	امداد	نواب ناصر بیگ	۴۲۵	"	صاحبزادہ امیر اللہ خان راجپوری

صفحه	تخلص	نام	صفحه	تخلص	نام
۴۴۵	امیر	نواب جعفر علیخان لکهنوی	۴۴۵	اندوه	نواب علی حسین خان دهلوی
۴۴۶	"	نواب میر حسن علیخان	۴۴۶	انفس	میر مر علی لکهنوی
۴۴۷	امین	میر علی دهلوی	۴۴۷	انسان	اسد الله نواب اسد یار خان
"	"	مرزا محمد اسمعیل	"	انجب	انجب لکهنوی
"	"	میر محمد امین	"	انشخ	مولوی عصمت الله
۴۴۸	"	خواجہ قاضی بین الدین خان دهلوی	۴۴۸	انصاف	سید انصاف الله خان دهلوی
"	"	نواب امین الدوله مرزا سید محمد لکهنوی	۴۴۹	انعام	حافظ انعام الله دهلوی
۴۴۹	"	خواجہ امین الدین	"	"	نشی انعام الله دهلوی
۴۵۱	"	حافظ محمد امین	"	"	نشی انعام الله بگ دهلوی
۴۵۲	انتخاب	گننام دهلوی	۴۵۲	"	گننام لکهنوی
"	"	علی نقی خان دهلوی	"	"	سید انعام الله
"	"	حکیم عظمیٰ الله	"	انور	شیخ حافظ انور الدین
۴۵۴	انجم	عماد الملک نواب میر خان دهلوی	۴۵۴	"	مولوی امام الدین خان راسپوری
۴۵۵	انجم	نواب مایون قدس محمد علی مرزا	۴۵۵	"	شیخ ولی محمد خان دهلوی
۴۵۶	"	صاحب المرام آسانجا لکهنوی	"	"	میر انور علی
۴۶۱	"	مرزا بابا در حسین خان لکهنوی	"	"	نشی سید محمد کاظم لکهنوی
۴۶۲	"	مرزا ذاکر مسین	۴۸۰	"	نواب سید محمد علی علیخان بابر
"	انتاز	میر غلام حسین دهلوی	۴۸۱	"	سید امرانو مرزا دهلوی
۴۶۵	"	حافظ نظام احمد	۴۸۹	"	حافظ سید نور احمد دهلوی

صنف	تخلص	نام	صنف	تخلص	نام
۴۹۰	انور	سید انور علی فتنی محمد انور لکھنوی	۵۲۰	اویس	میر ناصر علی
۴۹۱	"	فتنی گل محمد	۵۲۱	اویسی	فتنی غلام محی الدین
"	"	مولوی نور محمد	۵۲۲	ایاز	فتنی عبد العلی
"	فتیس	امیر الدولہ نواز شہ خان (۴۵)	"	ایجاد	مرزا رحیم الدین دہلوی
۴۹۲	"	میر علی لکھنوی	۵۲۳	"	شیخ الہی بخش
۵۰۶	"	فتنی امین الدین احمد	۵۲۴	"	فتنی فرید علی
"	ایمن	حافظ محمد یعقوب	۵۲۵	"	مولوی سید الدین
۵۰۷	اوباش	شیخ امیر الزمان	"	ایرن	مستر ایرن جبک
"	ادج	فتنی عبداللہ خان	"	ایما	میر عاشق علی خان
۵۰۹	"	آغا اشرف علیخان لکھنوی	۵۲۶	"	میر حسین علیخان
"	"	مرزا جعفر بیگ	"	"	حکیم سید حسین دہلوی
"	"	مرزا محمد حسین	۵۲۷	ایمان	شیر محمد حسن
۵۱۰	"	مولوی سید عابد حسین رامپوری	"	"	فتنی محمد علیخان
۵۱۳	"	فتنی میر محمود جان	۵۲۸	"	نواب تجمل حسین خان
۵۱۵	"	مرزا محمد جعفر لکھنوی	"	ایمن	حکیم حافظ محمد احمد
۵۱۶	"	فتنی محمد یعقوب	ب	"	
۵۱۸	اوحد	مولانا عبد اللہ دود	۵۲۹	بادشاہ	میر بادشاہ علی دہلوی
"	اوستاد	میر یار علی	"	باران	فتنی ولایت علی
۵۱۹	اڈگٹ	اڈگٹ شاہ	"	بارق	مرزا مظفر حسین بیگ

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۵۳۱	بارق	میر عنایت حسین لکھنوی	۵۴۸	پدر	نواب مرزا ادایت علی خان لکھنوی
"	بانغ	محمد عبدالحی	۵۴۹	"	میر امیر حسین
"	باسط	سید باسط علی	"	"	سید مصطفیٰ حسین
۵۳۲	باطن	حکیم میر قطب الدین	۵۵۰	"	حسن افضل
۵۳۳	باقر	میر بانس علی	"	برتر	نواب حامد الدولہ سید محمود علی خان
"	"	اعتقاد الدولہ سید باقر علی خان	۵۵۱	"	مولوی نادر علی
"	"	لکھنوی	۵۵۲	"	مولوی امین الدین
"	"	نواب باقر خان لکھنوی	"	جربیس	صاحب عالم مرزا جیس قدر لکھنوی
"	"	باقحسان	۵۵۵	پرستہ	آغا حسین علی
۵۳۴	"	باقر علی خان	"	برق	میان شاد جی
"	"	گنام	"	"	فتح الدولہ محمد رضا لکھنوی
"	"	راجہ گرداری پشاد	۵۶۳	"	قاضی نجم الدین دہلوی
۵۳۵	بالا	سید رحم رسول	۵۶۸	"	منشی منظور احمد
۵۴۱	بھر	شیخ احمد اعلیٰ لکھنوی	"	"	منشی ہری شنکر سہاے لکھنوی
۵۴۶	بخت	حکیم قیام الدین	۵۶۹	"	منشی محمد اسحق
"	"	سید امیر حیدر	۵۷۰	"	منشی محمد باقر
۵۴۷	بخشی	میر محمد علی	"	"	منشی محمد الیاس
"	"	منشی خاکسار حسین (۵۰۰)	"	"	منشی مہاراج بہادر دہلوی
۵۴۸	پدر	مرزا بلاتی دہلوی	۵۷۱	"	نواب سید عبدالحسین خان

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۵۷۱	برق	منشی محمد یعقوب	۵۸۶	بسمل	شیخ محمد زماں
-	برکت	منشی برکت علی خان	۵۸۹	"	مولوی رضی الدین
۵۷۲	برجم	حکیم عبد الکريم	"	"	حافظ محمد حسین خیل آبادی
۵۷۳	ببین	پنڈت چندربھان	۵۹۰	"	منشی غلام اللہ
۵۷۵	"	گننام	۵۹۱	"	منشی واحد علی
"	بریاں	گننام	"	"	مولوی منشی الدین
"	بزم	مرزا عاشق حسین	۵۹۲	"	صاحبزادہ محمد رفیع خان رامپوری
۵۷۷	"	میر عباس حسین خان	۵۹۳	"	منشی سید احمد شاہ الہ آبادی
۵۷۸	"	شیخ نور شید حسین قدوائی	"	"	سید بشیر میاں رامپوری
"	"	سید محمد یعقوب علی دہلوی	۵۹۴	"	منشی عبد الرحیم
"	بڑے	مرزا محمد شرف دہلوی	۵۹۵	"	منشی عبد الرحمن (۵۵۰)
۵۷۹	بسمل	مولوی محمد دہلوی	۵۹۶	"	منشی اشرفی لال رامپوری
۵۸۰	"	منشی سید جبار علی	"	بشاش	آغا کلب علی شاہ بہادر
۵۸۱	"	مرزا عنایت علی	"	"	منشی دیبی پرشاد
"	"	پنڈت سند لہری	۵۹۷	بشیر	شیخ بشیر احمد سرسندی
۵۸۲	"	حافظ محمد حسین دہلوی	"	"	میر ثبات علی دہلوی
"	"	مولوی عبد الکريم دہلوی	۵۹۸	"	محمد بشیر خان رامپوری
۵۸۵	"	پنڈت موتی لال دہلوی	۵۹۹	"	شاہ بہار الدین دہلوی
۵۸۶	"	خواجہ فضل الرحمن دہلوی	۶۰۲	"	منشی بشیر احمد خاں ملیح آبادی

صفحہ	تخلص	نام	صفحہ	تخلص	نام
۶۰۳	بشیر	منشی محمد بشیر	۶۱۵	بہار	منشی سید علی مداسی
-	بقار	بقار اللہ خان اکبر آبادی	-	-	نواب سید جعفر حسین لکھنوی
۶۰۵	-	خواجہ محمد رفیع خان دہلوی	-	بہجت	منشی عبد المجید
۶۰۶	-	میر بادشاہ علی لکھنوی	-	-	منشی خیر اللہ پنجابی
-	-	مولوی عبد الرحمن	۶۱۶	-	منشی نعتن لال
۶۰۷	-	شاہ عبدالغفور زیدی ٹانگ پوری	۶۱۷	بہرام	نواب خسرو قادر بہادر
۶۰۸	بلاغت	منشی علی احمد حیدر آبادی	-	بیان	خواجہ احسن اللہ دہلوی
-	بلند	مرزا صفدر علی بیگ دہلوی	۶۲۴	-	سید محمد رفیق
۶۰۹	بلوغ	منشی قدرت اللہ بلوغ	۶۲۷	بیباک	حکیم میر بخش علی
-	-	منشی سید عسکری لکھنوی	۶۲۸	-	مولوی سید حسین احمد
۶۱۰	بہا	حکیم بہاء الدین خان ہاشمہ	۶۳۰	بیاب	مولوی محمد اسماعیل
-	-	جساورہ	-	-	گننام
۶۱۱	بہادر	راجہ مینی بہادر صوبہ بہار	-	-	لالہ سیوک رائے
-	-	راجہ بہادر سنگھ	-	-	افضل الدولہ نواب احمد بخش خاں
-	-	بابو بہادر سنگھ	۶۳۱	-	مرزا خداوردی خاں دہلوی
-	-	منشی سراج بہادر مرزا پوری	-	-	لالہ کشن زلین
۶۱۲	بہار	لالہ نیک چند کھتری دہلوی	۶۳۳	-	صاحبزادہ عباس علی خاں
۶۱۴	-	سوامی پرانند سرستی	۶۳۷	-	منشی دوست محمد خاں دہلوی
-	-	عاجی مرزا علی لکھنوی	-	-	میر سید حسین لکھنوی

صفت	تخلص	نام	صفت	تخلص	نام
۶۳۹	تیاب	محمد نبیارت الله	۶۵۱	بیدل	خواجه غلام حسین
۶۴۱	"	سید علی جان	۶۵۲	"	مولوی حبیب الرحمن
"	"	پندت زاین پشاد	۶۵۴	"	مولانا عبد الرحیم خان دہلوی
۶۴۳	بیجان	عزیز خان	"	"	منشی مرزا بیگشاں
۶۴۶	دیخبر	مرزا محمد بیگ	۶۵۷	"	عاجی واحد نورخان
۶۴۷	"	ذوالقادر غلام غوث	۶۵۸	"	لالہ شگل حسین
۶۴۹	بیخود	منشی زائن داس	۶۵۹	بیدم	مولوی غلام میلانی
"	"	منشی انتظام الدین خان	۶۸۲	بیرنگ	دلاور خان دہلوی
"	"	منشی ہادی علی	"	بیمبر	منشی بالکند
۶۵۰	"	مولوی عبدالحی	۶۸۳	بیکفر	منشی ہر پشاد
۶۵۴	"	منشی وحید الدین دہلوی	۶۸۴	بیکرار	میر کاظم حسین
۶۶۱	"	حکیم احمد علی حسن	"	بیکل	سید عبدالوہاب
۶۶۲	"	شیخیدہ محمد فائز	"	بیمار	شیخ علی بخش
"	"	منشی احمد	۶۸۶	"	حکیم مراد علی
"	"	اکرام اللہ خان	۶۸۷	"	حکیم جعفر علی
۶۶۳	بیدار	میر محمدی دہلوی	"	بینوا	مقبول شاہ
۶۶۶	"	رئیس الدولہ علی حسن	۶۸۸	"	گننام
"	"	بیربر راجہ کرشن سنگھ	"	"	گننام
۶۶۸	"	خواجہ بیدار بخت	۶۸۹	بیخوش	لالہ گردیال
۶۷۰	سبیدل	مولانا عبد القادر			تمام شد

نقارنطا و قطعات نایب تذکرہ نمائندہ جواوید

تقرنطا و قطعہ دلپذیر از نتیجہ فکر احمد آسمان پیوند عصر سحر ناز کجیالی ماہ
 سنیر آسمان شیرین مقامی سلطان قلم و فصاحت فرمانروائے
 تسلیم بلاغت فخر طالب واسیر نظیری نظیر اقسام الدولہ مولانا
 سید ظہیر الدین حسین حسنا ظہیر دہلوی یادگار حضرت خاقانی ہند

فوق مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بناسے خدا کے کہ جان آفرید

سخن آفرید و زبان آفرید

حمد و ثنائے بے انتہا اُس نثار بے پیتا کو سزاوار ہے کہ جبکہ تصانیف شریف بر کتب
 اربعہ مطلق و مذاہب مختلفہ انداد عالم وال ہیں۔ زبان مقررین و تکلمین ملا اعلیٰ توصیف فصاحت
 و بلاغت میں لال۔ ناطقہ انسان خاکی بنیاد کو کیا حوصلہ نطق و بیادے دمزدن سے کہ زبان
 چون چہرا واکرے۔ اُسکے اوصاف لاتعداد و لا تحصى سے ایک حرف حمد و ثنا واداکرے

بالکلامان در سہ محنت دانی و شہسواران عرصہ نکتہ رانی بزم زمناں کلاہرا البشوط لب اللسان
میں دقت فصاحت و لطافت و عجب ہم بکلمہ طیبہ لا الہ الا هو معرفت و عذاب البیان
الحمد واجب الوجود ہے۔ مستوجب و طاعت و محروستہ۔ یکساں و یکساں زمانہ۔ بیگانہ و باجمہ بیگانہ
آگاہ و رونی و برونی و بیچون و بیکونگی و چونی، الواحد لا شریک ثانی دانائے حقیقت نہائی و دور دور
نامحمد و داسکے رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ عالم ناخواندگی میں
دولت علم لدنی حاصل کر کے تمام علوم دینی و دنیوی سجدہ ہزار افراد عالم کو دیار بردار کر دیا۔

کتب خانہ چند ملت بشت

ایستے کہ ناگرد و قرآن درست

پہچاندان فقیر حقیر سید ظہیر الدین حسین ظہیر خورشیدین ارباب سخن خدمت یار کت زبان دانان
فصیح البیان میں گذارش پر واز ہے کہ زبان اردو کا آغاز سلاطین افغان کے زمانہ سے ہوا
ہے یعنی جس وقت شہاب الدین خوری نے راجہ پرتھی راجہ پر قیاب ہو کر ملک ہندوستان
پر قبضہ کیا و شمع و ملی کو دارالمنہ لافہ ظہیر یا اور لشکریان سلطان نے سکونت ہند اختیار کی
اور فریق ہندو و مسلمان میں باہم اختلاف و آمیزش پیدا ہوئی تو ہندو زبان مروج تھیں مگر بابت
ناواقفیت لسانیں بہت بہت و فتنیں پیدا ہوتی تھیں۔ مگر بعد چنکے نوبت بانجا رسید کہ ہر دو
فریق نواقف لسانیں سے ہر راہ و زہونے لگے اور کچھ سمجھنے لگے اور بولنے لگے اب آمیزش
شروع ہوئی اور یونانی و تاتاری و قفقازی و ہندی لگتی لگتی مگر چونکہ لشکر سلاطین پیشین میں ہر ملک
و دیار و ہر اقامت ہر زبان کے اشخاص شامل تھے تو الفاظ مختلفہ اللسانیں امیں شامل
ہونے چلے گئے حتیٰ کہ نوبت سلطنت منلیہ کی پہونچی اور بادشاہ شاہجہاں نے حصار کھینچ کر
شاہ جہان آباد کو آباد فرمایا اور جامع مسجد اور لال قلعہ تعمیر کر کے قلعہ معلیٰ میں جلوس منسا کر
ملا لافہ ظہیر یا اور بیرون قلعہ اہل لشکر کی سکونت کے لئے حکم دیا اور بازار آباد کیا وہ بازار
آردو بازار کے نام سے موسوم ہوا چنانچہ تازان غدر نکھار مان وہ بازار موجود تھا اور بعد زمانہ
غدر وہ مندم و مساکر کیا گیا مالی الاعلان کچھ کچھ نشانات اس کے موجود ہیں

از نقش و نگار و در و دیوار شکستہ	آثار پیدا است مناد و غیر جسم را
<p>خیر اس مفعول سے کیا حصول۔ باز آدم پر ہر مطلب۔ اب سنئے اس بازار کے باشندے چونکہ اہل شکر تھے اور مختلف انسان اور کتب اگر باہم اتفاق زبان ہوا تو اسکا نام اُرو سے ملایا۔ تدار دیا اور روز بروز اسکی ترقی اور تراش و تراش چھانٹ چھانٹ ہوئی چلی گئی۔ اور الفاظ ناقص اور کج اور عجیب الفہم کے عوض محاورات اور الفاظ شستہ و رفتہ قریب الفہم متعل ہونے چلے گئے۔ ہر زمانے میں رنگ و گر پیدا ہوتا رہا حتیٰ کہ نوبت شعر تک پہنچی اور قدما نے زبان اردو میں سخن گوئی اختیار کی اور شعر نے اس خوان الوان نعمائے ابدی اور دولت سرمدی کو لوٹ و آلاش خار و خس سقم اور درد و غلاط و سخت و درشت الفاظ غیر مروجہ و ناٹالیم سے پاک و صاف کر کے مثل زربخشاں و قدیم نبات شیرین و خوشگوار کر دکھایا۔ اب بھائے خود یک چیز ہر لحاظ سے نیا ایسی ہو گئی کہ بیلان شیراز کو رشک آیا اور طوطیاں شکر خانہ بے در و عجم نے زہر کھایا۔ سبحان اللہ! دوئے معلیٰ کی فصاحت بلاغت شستگی الفاظ رنگینی بیان شیرینی زبان کثرت محاورات ترکیب ارتباط لطافت ظہرت اسکی ایسی کہ سزاوار ہے کہ نصف مزاجان ممالک غیر کو بھی اقوار ہے آفرین صد آفرین بہت والا بہت اُن برگزیدگان مشین پر کہ جو جو بد اور بانی بسانی اور شاط اس شاہ پٹناز کے ہوئے اور کلام پات نظام اُن ذوا احترام کا حضور و زگار پر تار و زشار باقی دیا و گار ہے۔ ہزار ہزار حسین اُن والا نظر ان پاک گوہر پر کہ جن ارباب فہم و ذکا نے از رافت روانی و مہر دی اُس کلام مجز نظام کو فراہم کر کے انتخاب کیا اور پس ماندگان کے واسطے سرمایہ دولت بے زوال چھوڑ کر اپنا رستہ تیار کیا۔ تا کہ متاخرین اُنکو مستند گردانے کہ بہرہ دانی و کافی اُنھا دیں و دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔</p>	
نام نیکو رفتہ گاں ضایع کن	تا با نام نیکیت برتر
<p>تذکرہ شعرا سے قدما اکثر میری نظر سے گزرے ہیں انکی حلاوت دل ہی جانتا ہے زبان سے بیان نہیں ہو سکتی مگر فی زمانہ محقق والا نظر مسدین علم و ہنر مدقق باریک بین سخن فہم کنندہ نہیں</p>	

واقفِ روزِ نکستہ دانی کا شرف عوامیضِ معانی عالمِ علوم متکاثرہ ماہرِ فنونِ مقباہرۂ نثارِ حبیب سال
جامع الکمال چاشنی گردانِ سخنِ شکرِ کارِ کمالِ فنِ ماہرِ زبانِ انگریزی و فارسی لالہ سریرام صاحب
ایم۔ اے۔ نصفِ عدالتِ خفیہ و ملی خلف الصدق جناب کمالاتِ الکتاب عالمِ سخنِ زبانِ
انگریزی و فارسی آنرِ سیل راؤ بہادر لالہ مدن گوپال صاحب بیرسٹر ٹی اے ایم۔ اے۔ پورنیہ ۱۹۴۱ء
نے کمالِ عوقریزی و جانفشانی و بہرِ محنت و شفقتِ عرصہ گیارہ سال میں ایک تذکرہ کلام
شعبہ ادبِ اصفیٰ و حالِ منظم فرمایا ہے تذکرہ کیا اپنا جو فطری دکھایا ہے واقعی عجیب
کارِ نمایاں کیا ہے کہ اعلائے طاقت و قدرتِ بشری سے باہر ہے اس محل پر بھی کہا
جا سکتا ہے۔

ایں کارِ از تو آید و مردانِ چنیں کنند

فی الحقیقت دریا کو کوزے میں بند کیا ہے و نہراں شعرِ ارا مدار کا کلام سو حالاتِ مآذ نام بنام
قلعہ بند کیا ہے اگر نظرِ سرور کیا جائے تو ایک تاریخِ مستتر ہے اگر بطورِ شاہدِ سخن کلامِ نظرِ ثانی
جائے تو نقوشِ ارزنگ و نگارِ خائے چین و فرنگ ہے کہ قسم قسم کے شاہدانِ طغنا سرگرم
عشوہ و ناز میں جکے مشاہدے سے نظر کو نور و لکھنور حاصل ہوتا ہے خود بخود دل اُبل ہوتا
ہے اگر انشا پر واندی و عبارتِ طرزی پر غور کیا جاتی ہے تو دوسری ہی بے نظیر ہے اگر
انتخابِ اشعار کو دیکھا جائے تو وہ لاجواب ہے غرض کہ بہرِ بیخِ انتخاب ہی اپنا آپ جواب ہے
زیادہ کہتا مفضل ہے طولِ کلام سے کیا حصول ہے۔ میں بلا تفسیر یہ بات کہہ سکتا ہوں
کہ اگر تمام ہندوستان کے شعرا و محققین یکجا ہو کر انتخاب فرمائے تو ہرگز ہرگز گوئے سبقت
نہیں لے سکتے حق تو یوں ہے کہ حق سجادِ تعالیٰ نے انواع و اقسام کے حکم کمالاتِ صوری
و معنوی ذاتِ ستودہ صفاتِ بابو صاحبِ مہبون الذکر میں عطا فرمائے ہیں خیاطِ ازل نے
جامدِ اہلیت و خلعتِ اہلیت اسی قامتِ راست استقامت پر قطع فرمایا ہے اور قطع نظر

۱۹۴۱ء میں تحریر فرمائی تھی۔ صرف قطعات اب لکھے۔

علوم و فنون کے فی فتنہ بھی لالہ صاحب موصوف ایک شخص ہر دلعزیز ہیں کہ جن کے لطیف ملاقات سے ہرگز ہرگز انسان کا دل سیر نہیں ہوتا ہے۔ خوش صورت خوش سیرت خوش رو خوش خویش تقیر خوش گفتار خوش کردار جوان رعنا سراپا فہم و ذکا سلیم الطبع حلیم المزاج بامروت با حیا سراپا خلق و وسیع الاخلاق عمیر الاشفاق یارباشش مہماں نواز دوست صادق یار موافق غرض کہ ہر صفت موصوف یگانہ آفتان ہر علم و ہنر میں طاق ہیں اور کیوں نہ لالہ صاحب کے آباؤ اجداد کیسے لاین و قابون اول العزم ذی حوصلہ عالی پایگاہ پونے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ زمانہ سلطنت جمال الدین بکر شاہ بادشاہ دہلی میں جد امجد لالہ صاحب ممدوح راجہ نوڈرل بہانہ جٹان کھتری امرا عظام اراکین بادشاہی سے تھے کہ جن کا ذکر خیر کتب تواریخ میں مرقوم ہے اور فی زمانہ انعموی ہر گوار جناب اسے بہادر مارٹر پارسے لال صاحب کیسے نامی نامدار لکھاؤ روزگار شاہیر آفاق ہیں کہ بکلمہ وی خدمات تعلیم مدارس و فن ترجمہ نگاری پیشگاہ و دولت انگلشیہ سے خطاب رکھے بہادری حاصل کیا ہے علی بذالقیاس والد ہر گوار لالہ صاحب عالی جناب آنر میبل رائے بہادر لالہ مدن گوپال صاحب ایم اے پیر شریف لاہور کہ جن کا شہرہ یافتہ انگریزی ہندوستان سے لیکر انگلستان تک اظہر من الشمس و ابض من اللامس سے موجود ہے حق تو یوں ہے کہ مصرعہ خدا اسی خاندان والا شان کی شان میں صادق آتا ہے

ایں حسانہ تمام آفتابست

جناب لالہ صاحب ممدوح از بسکہ حال فقیر پر غایت و وجہ کی عنایت فرماتے رہتے ہیں بار بار تقاضی اس کے تھے کہ توجہ سطرین اس حدیث نو بہار سخن کے لکھدے ہر چند چھپر ز عذرات ہمیدانی میں پیش کرتا رہا مگر وہ مقبول نہ ہوئے ناچار فقیر ظہیر نے چند سطرین بمقتضائے الامر فوق الادب بطور تقریظ تحریر کر کے ارسال خدمت کر دیں اللہ تعالیٰ اس ریاض پر بہار لالہ صاحب موصوف کو سرسبز و شاداب فرمائے۔ وَاللّٰهُ

وَلِي التَّوْفِيقِ۔

میں نہیں پیکر کر مہربان
 بحرِ علم و منبعِ فضل و سر
 نکتہ دان و ناظم و نثار ہیں
 علمِ انگریزی پہ قدرتِ خوب ہے
 عالم و فاضل ہیں اور قانون دان
 ہر سب میں لائق و فائز ہیں وہ
 نامِ نامی ہے سرِ پیرِ آپ کا
 جس سب میں بھی وہ عالی خاندان
 آپ پر فہم و فراستِ ختم ہے
 باپ و دادا نام آور سب ہوئے
 آپ کو شعر و سخن کا شوق ہے
 تذکرہ لکھا ہے خود اک لاجواب
 صفحہ اور انِ گلشن کر دیا
 ہے عبارتِ خاص دہلی کی زبان
 خوش بیانی پر ہے تحسینِ آپ کی
 امتدادِ سالہائے سال میں
 اس برس چمپک ہوا تیار ہے
 دیکھنے سے جسکے ہوتی ہے نظر
 تذکرہ کیا شاعروں کی جان ہے
 تذکرہ کیا ہے کہ ہے آبِ حیات
 و میکہ ہوتا ہے جبکو غم غلط

شہرہ آفاق و مکتائے جہان
 عالم و منشی ہیں وہ والا گھر
 ماہر فن و واقف ہر کار ہیں
 الغرض جو کچھ ہے خوش اسلوب ہے
 فرد میں بیشک وہ عالی خاندان
 جان و دل سے شعر کے شایق ہیں وہ
 جانتا ہے اک جہاں نامِ آپ کا
 شہرہ آفاق والا و دومان
 اس گہرے پر لیاقتِ ختم ہے
 اہلِ دولت صاحبِ منصب ہوئے
 نثر لکھنے کا نہایت ذوق ہے
 منتخب اشعار کا لبِ لباب
 شاعروں کا نام روشن کر دیا
 جانِ اردو صاف و شیریں ہے بیان
 جانفشانی پر ہے تحسینِ آپ کی
 ختم کو پھر پنجاب ہے سالِ حال میں
 تذکرہ کیا ہے کہ اک گلزار ہے
 شاعروں کا خاص ہے تسلیمِ گر
 شایقوں کا دین ہے ایمان ہے
 روح افزائی کی ہیں جس میں صفات
 بچ چوب آلب ہے سب کیم غلط

<p>اسکی لذت جانتے میں خوش نما واقعی یہ تذکرہ ہے بے مثال جمع ہیں اشعار کل ہر رنگ کے دیکھو اسکو کہیں گے حق پرست کم نظر آئے گا ایسا تذکرہ تذکرہوں سے ہے الگ رنگ کیجئے شامل سہ طوطی اگر</p>	<p>جب قدر دیکھو بڑھیکا اشتیاق صاحبِ تالیف ہے ناز کنیال ہیں شگفتہ پھول گل ہر رنگ کے ہر گلی رازنگہ ہوئے دیگر است ہے یہ اسمِ با سمنی تذکرہ ہو جدا نایخ کا بھی رنگ ڈمنگ سند فصلی ہوں برآمد بے کسر</p>
<p>ط</p>	<p>نام سے روشن ہے سال تذکرہ تذکرہ - تاریخ و سال - تذکرہ ۱۳۲۵ھ</p>
<p>مرے محفوم میں لالہ سریرام ذائق شعر ہے کچھ بڑھکر کے میں جمع وہ اشعار چنکر وہ گلزار ام اب حبیب رہا ہے آٹھیر اس گلکہ وہ کاسال نایخ</p>	<p>انہیں اشعار پر کامل نظر ہے اسی کا مشغلہ شام و صبح ہے جب اسے خود ہر کہ لعل و گہر ہے کہ مشتاق اسکا ہر فردِ بشر ہے بسا دیکھ چپ غایت مختصر ہے</p>
<p>سر عجب از سے نکلی ہے نایخ نہیں تذکرہ جبر گہر ہے</p>	<p>سر عجب از سے نکلی ہے نایخ نہیں تذکرہ جبر گہر ہے</p>
<p>تقریظِ بحیثیتِ کلک جواہر سلکِ نخلِ بند گلزار معانی طوطی شکرستان شیواییِ نظیری نظیرِ عربی ثانی مولانا نجم الدین احمد شاقب</p>	

بدایونی المخاطب بہ پہلوان سخن از ارشد تلامذہ حضرت مولانا طہیر دہلوی

یا حسد آمد ہے کس مست شرب زندگی
کون مہمان عزیز آتا ہر کسی راہ میں
شور ہے لکھی سوار کیا کیسی دھوم ہے
نامیہ نے بنوہ خوابیدہ کو چونکا دیا
گھاس لہاے لگی بوج نیم صبح سے
چھانڈ میں بن کر بی بی کی موجب غافل
سیع تیارہ نے کیس ہرقت کی تیاریاں
سوئی شبنم کے نبشتے نے پردے بال بال
ہو گئی بزم شہداء سدا رہا راستہ
لولیان باغی وہ پیشوا زین سبز سن
ساز غنچے مار جو لو کی رگیں مغرب خار
کھول دی غنچوں کی گھڑی بانہ ولی اپنی کمر
خشک پتہ ہر جہاں چم بندہ بوں کے گھونگرہ
بونے گل کھنے لگی آوازہ شگودہ بکس کر
نایاں دہا تھ سے بختی میں سنو تھے گر
خود بخود لگی انگور سے جوان چمن
حس کرنا روض پرودہ داور و داورے
کو کھونکی وہ لمباں جھوکنہ شوکتے ساتھ
وہ غضب قری کے پلٹے سرو کی ہر شاخ پر

مچری سچ کیوں صحن چمن میں کھلی
چشم رنگ صورت چشم زینت دلاہونی
سرو قد استاد وہیں گلشن میں شمشاد وہی
ہرمن کی ہر روش انگڑیاں لپٹی اٹھی
بنگلی تخت رواں لیک ایک کیاری بنگلی
آہری ہننا ناز سے کتنی ہولی سیل پر
ہو گیا ترک فلک آمادہ مشاغل
چولی سنبھل کی بھی مواب زگل سر جی
باب گلشن پھیلاے عاکم نہت بجی
ہر گلی میں جنگی چمک زیر ہل کی ٹکی
چمیر کر سنسنے سنائی صبا کو دھن بندہ
ہر خیال تازہ کو سو جھاننا شاہ لگی
کوئے کوئے وہ مجبور کئی کھر وہ لکری
خیسے ایک کہاں تھے آئینہ تاجی
پتے پتے نے ہو میں سبز رنگ جہد
جوش مستی میں آوازہ غضب ساگری
جنگی نے ہیں لغزی چمداڑ میں دگشی
جنگی سب تائین سیل اوچل پھڑ پھڑی
اوپنچے سر میں وہ لاپسں سہم طاؤس کی

<p>لبیڈونکے وہ ترانے وہ ترنم خیزیاں چھڑ کر کہا ہے ہو کوں نے کیسا جنگ شام سے دیکھ کی ہوئے کرکشت باک آشیا تو نہیں بھی غافل کب ہیں غان جن سبح گلشن میں نمایاں ہے بہارِ سبج عید کون طوطی کی صدا تقارن خانے میں تے رکتے ہی سر پرشونوں کو بھی تاج زرنگ بوڑے ارباب طرب کے خود بیتا آئی ہے نور کا ترکا۔ سنا وقت وہ ٹھنڈی ہوا</p>	<p>باق کو سر پر اٹھا کر کا ہے اللہ وغنی اک طرف میرا شو کو کو دین ہو پلو کی نیکی جس طرف دیکھو اوہر ہے اک پانی میں لگی چھڑ دینے کیلئے کافی میں تان میں سر کی خندہ گل کی حرز نبوت شاہنائی ہر گلی کر چکی ہے ست سب کو اپنی اپنی راگنی دل بوسے تو زری لیکے گت کہرو کی بھری طیلا عطا بیکر شکدانی کی کلی بیسویں کی دہن میں گھومیں غزل چھڑا</p>
<p>میکشہ مزد کہ پھر آئی گلستاں میں بہار اسے زلف کیا مزد و گی شبنماں میں بہار سے اوری توبہ کو رند و موسم گل کی ہوا جا بھونچ اسے دشت دل بنکے مہمان عزیز بانو کے چھائے وہاں ہی گل کھلائی گئے جاتے ہیں بھٹی پے بانکے اتمہ میں دامن لئے پھر مئے لگور پر ہے محبت کی قاتل کو چہ دشمن میں شب باشی مبارک ہوئے پھر وہی مئے لیکے آئی میرے دنگے سامن ایک جنگلی میں کھلا غنچہ زخیم کٹن نام لے لیکر بس اب خالی ورق اٹا کر د</p>	<p>غزل لائی پھر حمت کی کلیاں جن کے دامن میں پہلے کچھ دن لوٹتی تھی بس کے زنداں میں بہار آئے گی سانی سے اب کچھ عہد و بیاں میں بہار سننے ہیں آئی ہوئی ہے کوئے جاناں میں بہار ساتھ چھوڑے گی زہم بھر کج زنداں میں بہار آئی ہے ابکی برس فصل زمستان میں بہار پھر رنگ بھرتی ہے میرے زخم پہناں میں بہار گھر مرا کیوں گھیرتی ہے روز بھراں میں بہار سر تو ڈالے اک ذرا اپنے گریباں میں بہار کس قیامت کی ہے قاتل کے نمکدان میں بہار بیلی و مجنوں کے دم سے سخی و بیتاں میں بہار</p>

آشیان سے مکر وہ اوقفس لانا چاہا
ہر اوپر خنجر سے ادا دل پریشاں ہو گئے
عیش کا کیا ذکر ہے ہم بھی طبیعت بھر چکی
پھر ہوائے میکدہ کمانی ہے ناف کوئی دم

بات اتنی ہے اگر ہوتیرے امکاں میں بہار
کس نے بھردی کوٹ کر قاتل کر یکا نہیں ہار
اب کہاں صبح وطن شام غریباں میں بہار
پھر سالی ہے نئی طبع غمگنوں میں بہار

مطلع ثانی

اوسنی وانا فقیروں سے کمان کنگلی
سانچا ہر دم قری سبھی شنگستی ہی رہے
بھولے بھرے توڑ سلاؤ فادہ سٹو بھلی
کبے دستک ورا ہے دل و دین غیاپہر
چھپتے ہی چھپتے آخر سویرا ہو گیا
جاگنا کس کا علی کر دنا نیکی طرح
با خدایا ہم صبحی نوش آخر کیا کریں
بے سبب انا سکوت بھیل ممکن نہیں
منہ بچھڑاتی رہے بدست بہانا مگر
لو فضا اسکو بھی جھٹلا رہا ہے کاٹا پاں
کیا قیاس ہے کسی کے کان پر نگہی بول
آؤ اک آواز دیکھ آواز میں پھر نصیب
کھول دالیں کہہ کے یا فتاح فضل بہر
اب کھلی رہے آنکھ اور چوکتی نظر
پھر منہ کھکے وہ بھی صاف کردیں خیر
پی پلا کردیں دعائیں خیر خیر جب اید کو

کوئی چپ لوڈیر چلو ہے ہمارا نام کی
اور بھی رات دوئی دن سوائی کبری
بہتی گنگا میں اگر کفر ہو گی کیا کمی
کبے گندی کٹر کڑائی ہے پریشان ہی
منہ بچھڑ جائے چشم مست سانی کی گلی
رات گزری اور دن بھی چھڑ آیا دو گڑھی
حلق میں پسند ہے باں بھی سو کھلا کھلا رہا
یاد ہی بدست ہیں یا کچھ خطا ہے نہ کی
وہ جو شب بیداری پر رخاں کی دوسو مٹی
اہل حلقہ کو ہوا کیا کر گئے کیوں آن سنی
کیا مصیبت ہے کہ بے آنکھ ہے پیرلی
پھر ملا میں میکدہ سے کا باب مکر یا علی
پڑ کے بسم اللہ ہے پرکھا میں دو گڑھی
ہو کسی کو نے میں شاید اور بول ہی ہری
دور میں آئے نظر کے جو چنی اور بے چینی
جسکی خاطر یہ مے و عشق کی شادی چہ

نقطہ تعجب اس کا وہ باب معنی کثری

اپنی حالت سے گزر کر ایک مطلع وہ پڑھیں

مطلع ثالث

یونہی ہونے کو زمانہ ہے سخن کا مدعی
کسا دھوی ہے دل کسی محبت قوی
کس کے اظہار نہیں اغزش کے لئے میں کی
مدعی سست اور شاہچیت کا ہے پانچ
فیصلہ کی اس مگر امید باقی ہی نہ تھی
اپنے اوتھوں اپنے پر غریب کھلائی ہوئی
آپ اپنی قدر کرنی تھی جو چھو ایک نہ کی
عمر سہرے وقت کی گایا کے ہم راگنی
بڑھ گئی دو دہائی قسمت و طبیعت کی کجی
اپنے آگے بات واضح کی کجی جو زندگی
ایک سیدھی سی جی بھیج کی کیا آگئی
ہم یہ سمجھتی تھی جس کیسے واقعی
کی تن آسانی جہاں کرتی تھی پور تھی
رہبری کا ذکر کیا آئی نہ سیدھی رہروی
جو ذرا آگے چلا کی پڑے اس کی رہرنی
ہے وہی ایک خرابی یا کمی یا کو تھی
یہ طبیعت ہے ہماری یہ ہمدانی ہوئی
عشق کی دنیا میں ہے شیوہ مردانگی
انہنگی کیا دور میں تیرے دلوں سے منہنی

شرط ہے اچھا پوچھا سننے کو منہنی
کیا ستم ہے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں
صاف ہو کر کیا بیاں گنگھلک ہو کسی دھند
کیجئے کسی دکالت ہو جئے کسے گواہ
چھوٹے پانی صفائی پیر کی بلکہ یا نصیب
حق بیاں ہے کسی عاد لکھو جا کر کیوں کہیں
مدعی سے کیا شکایت آسانے کیا گلہ
جب دکھائے اپنے جو عریب کی خود دکھا
راستی پر سہو لکرایا نہ اکدم بھی مزاج
واہ و اشان خبر و حیا شان خسور
اپنے سہ سے خود مہیاں مٹو خبر و خبر
گانہ ہدی کی جہاں آئی پساری بنکے
جان کیا انکھیر جی امیں جانفشانی کی گنگھ
گلیوں گلیوں خوب بنکے مٹارتے چوکر
بنکے ہر راہبر کے حق میں قطع الطین
العرض اعمال میں افعال طوفان میں
داود بنی بھی نہ آئی داود بنی تو کجا
اہل فن کو اہل فن سے شکست یہ بھی تو
داود داود کے گرد و گردوں گردان داود

ہے کہیں احسان فراموشی کہیں محسن کشی
 خواہ کیسی ہے برتے بغرض کی دوستی
 صرف بھی کر دیجئے بیضر فطریاں عمر کی
 ہاں نظر انگلی کچھ کچھ انگلیاں اٹھتی ہوئی
 سینہ کوئی تاکتا چاند یہ سینہ زنی
 قدر دان نہیں سہی ناقد رونکی ناقدی ہی
 ایدل وحشت زدہ تجھ کو پائی کیا بڑی
 کینٹے جسکے بندیں جان دونی ڈال دی
 جسکے ہر ساغر میں روح میرا سودا بھری
 جا بجا کیفیتیں نہاں میں سوز و درد کی
 ہمنوا میں جرات و انشا رنوا مصحفی
 راس چپ بیٹھے میں منوں نصیر دہلوی
 ذوق و مومن ناسخ و اش کی ہر کڑی محبی
 پر دے پر دے ہر صورت میں رنوا شاہکی
 زند و مفتی سالک مجذوب کی نوبت بھی
 ہر فقیہ و عارف و کامل کی نکسین چٹنی
 ہیں ایسرونیہ و آشفتمہ برق و جگر بھی
 ہیں انیس واکسز ہولنس کی صد لگ بختی
 عرش پروازی کی دُعو میں ہیں ہر دو جلی
 قد آدم ہے شبیہ النور و مجروح بھی
 ہیں وزیر و رشک کجا نبیہ نسیم لکھنوی

فرق بس اتنا رہا ہے آج دشمن دوست میں
 اب کوئی عتوق ہوا پناہ ممکن ہی نہیں
 لاکھ خاطر سے کیسی کمویئے وقت عزیز
 قدر دانی کی گڑبید ہے بالائے طاق
 خیز حالت پر زانے کی کہا تک روئیے
 جیسی کرنی ویسی بھرنی یہ تو ہوتی آئی ہو
 چھوڑ جاگ جیتی کہانی پہلے اب جیتی نہیں
 ڈال اب گہری نظر خفا جاوید پر
 کونسا خفا جاوید پیا راتہ کرہ
 کونسا خفا جاوید جسکے دو میں
 کونسا خفا جاوید جسکی بزم میں
 کونسا خفا جاوید جسکے باغ میں
 کونسا خفا جاوید جسکے بام پر
 کونسا خفا جاوید جسکے ارد گرد
 کونسا خفا جاوید جسکی راہ میں
 کونسا خفا جاوید جسکی مسافت پر
 کونسا خفا جاوید جسکے شیفہ
 کونسا خفا جاوید منبر پر جہاں
 کونسا خفا جاوید کرسی پر جہاں
 کونسا خفا جاوید جسکے طاق پر
 کونسا خفا جاوید جسکے منفرم

کونسا خنم از جاوید سپر ہے لکھا
 کونسا خنم از جاوید جسکے اہلکار
 کونسا خنم از جاوید جسکے باور و فاش
 کونسا خنم از جاوید جسکے حکمراں
 کونسا خنم از جاوید جس میں رات بھر
 کونسا خنم از جاوید جسکے فائدہ مست
 کونسا خنم از جاوید جسکے صحن ہیں
 کونسا خنم از جاوید جسکے زمینیں
 کونسا خنم از جاوید جسکے حشر و تک
 کونسا خنم از جاوید جسکے چوک میں
 کونسا خنم از جاوید جسکے راہبر
 کونسا خنم از جاوید جسکے پیشرو
 کونسا خنم از جس کے راز آگاہ ہیں
 کونسا خنم از جسکے ابر حمت کی گستا
 کونسا خنم از جسکی بیج سے دیکر پیڑ
 کونسا خنم از جسکے یہاں اُن کے محفوظ
 کونسا خنم از جسکے بام و در و نقش ہیں
 کون سا فی ہے یہاں لگا جسکے ہر چہرہ ہیں
 کون سا طر ہے یہاں لگا جسکی ہر تر تافیں
 کون ہے نقاش اسکا جسکے ہر تر نقش نے
 کون اسکا کمیز باں ہے جسکے دسترخوان

موجود بیا ب فصاحت میں سیر و ہوی
 شاغل و صابر کہیں مرد و تباہ فکی
 ارشد و کامل کسی جاتے نفس لکھنوی
 ناظم و ذاب آتے تھے نظر کجا ابھی
 جولیاں گاہیں گئیں منت پر کیا نام کی
 بو ظفر تھے خاتم شامش و شاعری
 ہے میر و دنا کی تصویر صحتی جاگتی
 گو خنمی ہیں جا بجا بانک اندیس کے نام کی
 بہوٹ بڑی کس طرح دو نو کی مٹی ایک مٹی
 ہے سیر و مہر و مکی جا بجا جلو گری
 ہیں تلمیر و ہوی یا حالی پانی پتی
 اب جلال لکھنوی ہیں سید ضامن علی
 راقم و تسلیم و شاداں ماہر و مشتاق بھی
 چھٹے دیکر سوینو الو ناکو جگانے آگئی
 ڈوبنے والو کی کشتی بھرنا رلا دہری
 شمع کا فوری کہیں بجلی کی تازہ روشنی
 مردوں زندہ کی شبیں صاف لفظی سنوی
 ہو بہو بینیں ہیں سانغہ مشید کی
 دست بہ سانسے ہے راگ بہا لگنی
 المی و بہزاد کی بھی سیٹ دی صورت گری
 یہاں انکے لئے نعمت ہے دنیا کو جنی

کون اسکا میرمنی ہے کہ جسکی ہر پوٹ
 مہتمم ہے کون اس قدر کا حاکم کون ہے
 منصف پہلی ہیں وہ لالہ سرایم ایم ایم
 ذی ہنر ذی علم ذی فن ذی خرد ذی جملہ
 نکتہ والے نکتہ ہیں و نکتہ فہم و نکتہ رس
 پاک باطن پاک ظاہر پاک طینت پاک دل
 صاحب طبع فہم و صاحب ذہن سلیم
 خوش بیاختی و خوش اخلاق خوش دھن
 ہاتھ ڈالا جنک جس کام میں پورا کیا
 کیوں نہ میزان عدالت میں گمراہ کیا
 شکر گوئی کی طیف غنیت نہیں اچھا نہ
 سیکڑوں دیوان رو و اور گلہ ستہ ہزار
 چھان مارا قریہ قریہ نصیب شہر شہر
 خود ہر ایک شاعر سے جہانک کی
 منتخب ایسے کئے اشعار ہر رنگ کے
 بیتی بیتی ڈالی ڈالی غنچہ غنچہ بھول بھول
 پہلے ہر شاعر کا لکھا حال پھر اسکا کلام
 لکھا کہ جنی ہار گوند بہر طبع غنچہ نکتہ رس
 وادو لو کہ شہسواران معانی واد واد
 واد واد کہ واد یعنی ہو تو آؤ شوق سے
 آنکر کہ کیا ہے یہ جولا نگاہ خاص و عام

فقروں فقر و نیست رنگ آئینہ رخشا عری
 جسکی ہر شان میں پیدا نشان نصفی
 جنکی نصف سے خفیفہ کی گراں قیمت ہوئی
 ذی دول ذی تربت ذی تقدیر زکریا کی
 ختم ہنر نکتہ سخی اور نکتہ پروری
 کینہ و بغض و حسد حص و نصیب کے بری
 جنمیں فطرت نے بھری ہر کوئی معنی ہی
 اور پھر سدا کھ خوشی و غمی خوش قسمتی
 حق تو یہ ہے قول ہاری انس عالی ہمتی
 قدر گوہر شاہ و اندام بادا نہ چھو سہری
 شعر فہمی کس بلا کی آنکلی گٹھی میں پڑی
 دیکھنے میں چھانٹنے میں عمر اپنی صرف کی
 جس جوئے اہل فن کی وہ ہوا سمر مئی
 حال کی تحقیق کامل کی جہانک سے کسی
 راج گویا صاف اردو شاعری کی مہینج لی
 چنگے ہر ہر باغ سے طبع رسالاتی ہی
 اور پھر ہر ایک طبیعت کے مناسب راوی
 یوں پر و میں شکر کے رشتے کیلین نظم کی
 آکے میدانیس دکھاؤ کچھ تو کرت بگدہری
 جمع ہیں سب سے میدان پر بھی دست بڑی
 سخت کم ہمت ہر جسے بال اس سوز لی

<p>اپنے اپنے پر خال اور اپنی اپنی ڈور سے باب خلاق سخن پر دل سر ہو یوں ترنیاں اندر کے کو بخشید و خلعت قبول عام کا اور کرا کے مولف کی سبھی پوری ہر مراد اجتناب سے سننے والے بھی پریشان ہو گئے</p>	<p>جھوڑو دھڑلایک کی مرضی چمکی جو خوشی اسے مرے گویائی دینے والا دیا توئی تایامت ہونا اسکے قدر دانوں کی کسی عام اس سے اب ہو یا جب غنی ہو یا جلی اور لکھتے لکھتے اپنی سبھی طبیعت بھر گئی</p>
<p>اک فقط تاریخ بانی ہے توقفہ منقصہ سنہ ۱۲۰۶ھ بمشیل میں سال ہجری عیسوی</p>	
<p>تقریباً از تاج افکار گہر بار بار سطوے دوراں جالینوس زماں فخر اطبا ہندوستان حاذق الملک حکیم محمد جمیل خاٹنہ دہلوی سلمہ اللہ تعالیٰ</p>	
<p>مخزنہ جاوید</p>	
<p>اس زمانے میں جبکہ پرانے آثار مٹتے جاتے ہیں اور ہوائے مخالف کے جھونکے ہمارے اسلاف کے نشانوں کو روز بروز پاہاں کرتے جاتے ہیں میرے دوست جناب لالہ سری رام صاحب رئیس دہلی خلیفہ الصدق جناب رائے بہادر لالہ مدن گوبال صاحب سرگاشی نے جو کام شروع کیا ہے وہ ہندوستان کی آرزوؤں پہلک کے لئے علی العموم اور اہل دہلی کے لئے علی الخصوص باعث شکر گزاری ہے۔ بے شک انہوں نے آرزو پر اصرار کیا ہے۔ اور اسکے اگلے پچھلے کاغذہ ماؤں (شاعروں) کو پہلک سے روشناس کرنے میں روپیہ اور وقت کے صرف کا کچھ لمحہ غائب نہیں کیا۔ جو اردو کے سرمایہ نماز اس وقت خواب</p>	

عہد میں ہیں۔ اور جو اسکے اہل کمال آجکل ہندوستان کے مختلف شہروں میں خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں انکے ہنر و کمال کے ظاہر کرنے میں ”مخنائے جاوید“ نے کوئی کمی نہیں کی ہے۔

وہ خاندان جن کے اسلاف کو ”مخنائے جاوید“ نے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے اور جو اپنی کوشش میں کامیابی کا بغض حاصل کر چکا ہے خصوصیت کے ساتھ میرے دوست لالہ سریرام صاحب کے شکر گزار ہوں گے کیونکہ انکے فرض کو انہوں نے ادا کیا ہے اور ان کے بار ووش کو انہوں نے اپنے کندھوں پر لیا ہے۔ یہ ایک ایسی جو مغربی اور عالمی مہتی کا کام ہے کہ جب کا سوا منہ صرف احسنت نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی قدردانی دلی شکر گزاری کے ساتھ کرنی چاہئے۔

مخنائے جاوید کی پہلی جلد کو جبکہ صفحات کی تعداد... کے قریب ہے میں نے محبت جتہ دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولف نے انتخاب کے کام کو جو حقیقت ایک مشکل کام ہے بہت قابلیت کے ساتھ انجام دے کر اپنی سخن فہمی کی وقعت کو ناظرین کی نگاہوں میں بلند کر دکھایا ہے۔

مختلف شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو صرف اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ گو شاعر فن شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا دوسری حیثیت سے اسے خاص امتیاز حاصل ہے۔ اور کبھی اس مدعا سے اس کے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اس کے خیالات اور افکار اس کے اشعار سے معلوم ہو سکیں۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ کبھی اس کے فن ادب کی مہارت کا انعام انتخاب کرنے والے کو مد نظر ہوتا ہے اور کبھی اس کے طرز ادا کا اہتمام کو نظر خاطر ہوتا ہے۔ مگر سب سے بڑی بات اقسام شعر پر شاعر کی قدرت اور دستگاہ دکھانی ایک تذکرہ نویس کا میرے خیال میں سب سے بڑا اور ہم فرض ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ”مخنائے جاوید“ ان تمام باتوں کو حسن فہم ناظرین کے سامنے پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔

چونکہ یہ تذکرہ معنوی لحاظ سے ایک قیمتی گلدستہ ہے۔ اس لئے اگر کاغذ چھپائی اور خطا کے اعتبار سے وہ اپنے معنوی حسن کی مشاطہ گرمی کرے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔

آخر میں میں اپنے مہربان لالہ سریرام صاحب کا انکی اس خدمت پر جو انہوں نے اردو کے علم ادب کی کی ہے۔ خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اردو بولنے والے اردو لٹریچر کے اس قیمتی اضافہ کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

حکیم محمد اجمل

۲۴ نومبر ۱۹۷۶ء

تقریظ رقمزودہ فاضل عصر نگاہ دہر خان صاحب پیر زادہ محمد حسین
ایم۔ اے۔ المتخلص بہ عارف حقیق حج عدالت عالیہ ہائیکورٹ
قلم و جہول کشمیر

تذکرہ خمتانہ جاوید

اردو شاعری کا دور اول فی الواقعہ بیسویں صدی کے شروع ہونے ہی ختم ہو گیا ہے یعنی طرز قدیم کو روز بروز زائل سخن چھوڑنے جاتے ہیں اور اُس کے قدردان بھی کم ہونے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اُسکا جائزہ لینا اور چھٹہ پٹا کرنا بہت ضروری تھا تاکہ دکھایا جاوے کہ ان گزشتہ دو صدیوں میں اُس نے کس قدر اور کس رتبہ کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اس کام کے لئے اُسی لیاقت اور دماغ کے آدمی کی ضرورت تھی جسکے تین سو سال پہلے شہنشاہ اکبر کا پانچ دیوانی دفتر کے تدوین کروانے کے لئے ضرورت پڑی تھی خوشی کا مقام ہے کہ اس کام کو بھی اب ایک لالین ہونہار نوجوان نے جسکو اکبری دیوان کے اولاد میں ہونے کا فخر حاصل

ہے اپنے ذمہ لیا اور اگر اس کام کی غفلت اور اہمیت کا صحیح اندازہ کیا جاوے تو ہمیں کتنا پڑتا ہے کہ مصنف نے اپنے کام کو بہت محنت اور خوش اسلوبی سے پورا کیا ہے۔ سترہ سال تک شب و روز ایک کام کے پیچھے پڑ جانا اور اپنی صحت اور جوانی اور دولت کو قربان کرنا سوائے محبت قوم اور عاشق علم ادب کے اور کسی کا کام نہیں۔ مصنف کو جو اس مضمون سے دل بستگی ہے یا کہنا چاہئے جو عشق ہے اسکی شہادت کتاب کے ہر صفحے سے مترشح ہونی ہے انتخاب اشعار میں جو کمال کیا ہے وہ اس سے مصنف کی صحت مذاق اور نکتہ رسی کا پتہ ملتا ہے۔ بیچ پوچھو تو مصنف نے اپنے دوست سید احمد دہلوی مصنف فرنگ صفیہ سے کچھ کم کام نہیں کیا ہے بلکہ اس کتاب کو اس بڑے کشتی کا ایک ضروری جز سمجھنا چاہئے۔ خوبی قسمت سے اردو زبان کے جو قدریہ دو بڑے کام تھے اُنکے کرنے والے بھی اُسی قدر مناسب اور موزوں زمانے سے پیدا کئے اور اُن دونوں کو سرپرست بھی اقلیم سخن کا وہ فرما زوال نصیب ہوا ہے جسکو گڑبگڑ بنالو لٹنے والوں کا بادشاہ کہیں تو کچھ حیب نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ جامع تذکرہ اردو زبان کے علم ادب کے لئے آئندہ زمانہ میں اسکا سرمایہ ناز سمجھے جانے کے قابل ہے اور اُن تین ہزار حضرات میں سے جبکا تذکرہ میں حال بیان کیا گیا ہے دو ہزار نو سو پچاس کو مصنف کا خصوصاً ممنون ہونا چاہئے کہ اُنکا نام اور کلام ساقی نعمان کے فیاضی کی بدولت جریدہ جاوید پر ثبت ہو کر نسلہائے آئندہ کے گوش زد ہو جائیگا۔

راقم عارف از جموں

۲۳ جنوری سنہ ۱۳۵۶ء

تقریظ و تالیخ رشتہ خامہ نخل بند گلزارِ سعالی طوطی شکرستان خوش بیانی شاعر
عبدیم المثل قاضی غیاث الدین احمد صاحب خورشید دہلوی

شاگرد خاندان فخر الشعر امیر ممنون مغفور

تقریظ خمنائے جاوید

نام نیک و دیگر اس مناسبت کے
تامب اندام نیکت برتدار

حکیم ارسطاطالیس کا قول ہے کہ اگر دنیا میں بعض لوگوں کی کمی ہو جائے تو مخلوق خدا کو اپنی احتیاج جو تکمیل کے لیے ہوئے سخت تکالیف آسانی پڑیں گی لیکن شعر کا گروہ اس قدر بیکار اور زاید نظر آتا ہے کہ اگر سرے سے یہ طبقہ زمین کو خالی کر دے تو بظاہر کوئی نقصان نظام دنیوی میں عاید نہیں ہو سکتا اسی آواز کی صدا سے بازگشت ہکو ڈالی ہزار برس کے بعد مولانا خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی کی مقبول نام مسدس میں قریب قریب اسی جوش کی سنائی دیتی ہے وہ فرما فرمیں۔

ہو میلا جہاں گم ہوں دہو بی اگر سب

جو سستے ننوں جی سے جا میں گزرب

جو م جا میں ہنگی تو گندے ہوں گھر سب

بنے دم پر گر شہر چھوڑیں نگر سب

یہ کر جا میں ہجرت جو شاعر ہمارے

کھیں مل کے خس کمر جہاں پاک سارے

ایسی زبردست شہادتوں کے مقابلہ میں دلیلین پیش کرنا آسان نہیں لیکن اس عالم میں خدا کے بندے ایسے بھی موجود ہیں جو اس بیکار فن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ ایک قدرتی اثر ہے جو ارسطاطالیس کے حکیمانہ اقوال سے مغفود ہو سکتا ہے نامادی طور پر منفعت بخش ہونے سے نیت و نابود مانا جاسکتا ہے طبیعت کی موزونیت اس کا حسن دادا و منہج اور زمانے کی دلچسپیاں خواہ وہ حسن انسانی کی شکل میں جلوہ گر ہوں خواہ گل بلبیل کا رنگ و بو کریں اس کا لازوال ماخذ ہیں دنیا کے کاروبار بند نہیں ہو سکتے مخلوق خدا اپنی ضروریات

کا انصرام اور تکمیل کرتی رہتی ہے مگر بازاروں کی زیب و زینت تجارت کا ہوں کا شور و شغب انہوں کی گھر گھر اہٹ اُس سخن داؤدی پر ہرگز غالب نہیں آسکتی جو قلب انسانی سے نکلے اور روح انسانی پر سوز ہو کر اُسی جذب میں لاتی ہے اور جس کا جوش غیر منطقی انسان کی دم کے ساتھ ساتھ ہے عالی و باغ فلسفیوں کے غل غبارے سے ہم تو سمجھ گئی تھی اور سوچتی تھی کہ ہماری تو عمر اسی بیکار فن کی تحصیل میں منسلک ہوئی ہے اب ہم کہانے لکھ رہے ہیں دقت کو داپس لائیں جو دیگر کمالات کی تحصیل میں صرف کر رہے تھے انہی امید کے سہارے پر جیتے بھگتہ اگر حق تعالیٰ کی بیشمار مخلوق میں سے ایک شخص کے دل میں بھی ہماری ہزیاں سرائی گدگد ہی پیدا کر دے گی تو ہماری ساری محنت رفتہ و موصول ہو جائے گی مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال متاکہ زمانہ کا ہاتھ ہر وقت ایسی شے کو مٹانے کے لئے مستعد رہی جس کی حفاظت کا کافی انتظام نہ کیا گیا ہو الحمد للہ کہ خدا کی دانشمند بندوں میں سے ایک شخص لایق فشی بابو سر ریم نصف لہور اسی تلی ہوئی اور شہر کے نام اور اُن کے کلام کی حفاظت کے لئے بالکل جنمی ہوئی جہاں آفرین نے پیدا کئے تھے خداوند جاوید کی ترتیب اور الینت میں لایق مولف کو جو دقتیں اور دشواریاں پیش آئی ہوگی اُنکا اندازہ صرف اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بعض نادار الوجود و دوا دین وہ دنیا کی ہیں جو ہندوستان میں نایاب تھی اس اہم اور مشکل کام میں انہوں نے اپنی عمر عزیز صرف کی اور بڑی محنت اور عرف ریزی سے اپنی جمع کی ہوئی دولت کا کثیر حصہ اس میں کھپا یا ہے جس برس کی متواتر محنتوں اور صرف کثیر کے بعد خدا نے آج وہ دن دکھایا کہ ہم سات سو صفحہ کی ایک جلد ضخیم شعر اراضی و حال کی یادگار مرتب پانے میں اور خداوند تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ لایق و مستعد مولف کی سعی و کوشش کو شکور فرمائے اور اس نمانہ کو جس کی سانی نے حرفیان سخن کیج کو بادہ سخن سے سرمست کرنے میں کوئی کوشش اور غما نہیں رکھی ہے خلق خدا کو بے انتہا فیوض کا منبع ثابت کرے اور وہ زبان میں تذکرے کے ایسی ضخامت کی مثال شاید مشکل سے دستیاب ہوگی اور ہم اپنی اہل ملک کو فرود دیتے ہیں کہ آج ہماری غریب زبان کے خزانہ میں بھی ایک ایسی لازوال دولت کا اضافہ

ہو تا بے جہر ہم بجا طور پر نہ کر سکتے ہیں۔ جب قدر شعرا کی حالات اور ان کے کلام کے نود اس میں کیا
تالیف میں جمع کئے گئے ہیں ان کے بعد انہزاروں تک پہنچتی ہے گو یا ہزاروں کمالوں کے حق میں
جسکی نام کمپیچہ دونوں کے بعد صفحہ ہستی سے منجاتے مولف نے سبحانی کا کام کر کے اردو زبان
پر اک ایسا احسان کیا ہے جس کی شکر گزاری سے دنیا اور اہل دنیا کبھی عہدہ برائے نہیں ہو سکتے۔
ہم قابل مولف کو اس بڑی کامیابی پر تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور دست بدعا میں کہ ان کی
تالیف مقبول اناام ہو جس سے انکی تنائے دلی اور ملک و قوم کی منائیں برائیں۔

ادعاور رہا ہے یہ ستارہ سانی | سلامت رہے تیرا محنت سانی |

اب ہم اس اظہار سپاس کو ایک قطعہ تاریخ پر ختم کرنے میں جو ہمارے قلب شائق سے نکلا پڑتا ہے

قطعہ تاریخ

میں نے محب مصد لطف و کرم نے اک برسوں کی کاہشوں میں کیا تذکرہ رستم اک عمر دور دو سخن داں کئے تلاش خورشید فکر ختم میں کل سے جو محو تھا	شعراے بخت کی لکھی ہے کتاب آج بدلا ہے عہد پیری سے عہد شباب آج ہیں مدت مدید میں وہ کامیاب آج تاریخ سال ایسی لکھی لا جواب آج
---	--

آیا زبانیہ مصع سالم غیب سے
عالم کے شاعروں کا کیا انتخاب آج
شہنشاہ

تقریر بختِ کلک گوہر سلک شاعر بے نظیر ناثر پر تاثیر شقائق
طرز و دیم و نوی مشفق پندت بر جوہن و ماتر یہ کیفی و صلوٰی۔

پرائیویٹ سکرٹری آزیل کنور پرتاب سنگھ بہادر آف کپورتھلہ۔

مصنف مسدین بھارت درپن وغیرہ

جس طرح ایک شخص اپنے یا اپنے پیارے دوست کے بچے کا نشوونما دیکھتا ہے اس کی
 چرچہ نہ کوئٹہ میں لیجائے کی بالطبع کوشش۔ اسکا گھنٹیوں چلنا۔ پھر لکھناتی ٹانگوں سے
 گر کر اٹھنا۔ اور پھر سرد کی طرح رواں ہونا۔ اول اسکا آغ آغ کرنا۔ بیوج ہنسا اور رونہ۔ پھر کچھ مدت
 بعد تھلاہٹ سے مٹی مٹی باتیں کرنا اور پھر سن فیئر کو پہنچا کر معقول اور سلسلہ وار گفتگو کرنا وغیرہ
 جس طرح ہم ایک دوست کے بچے میں دیکھ رہا ہوں جو آج مختار جاوید کے نام سے آپ
 کی ملاقات کو آیا ہے۔ اس کے فوٹوں کے پرچے۔ اس کے اور ان پریشاں۔ اس کے مختلف جز۔
 اس کے مسودوں کے شقے۔ کئے پھنے جز اور صاف شدہ مسودہ اور اب اس طرح خراش اور آب و
 تاب کے ساتھ اس کی جائزہ طبع سے آراستہ شکل دیکھی۔ اس وجہ سے مجھے حق ہے کہ میں اس
 تذکرے کی نسبت وضاحت سے لکھ سکوں خواہ وہ تقریباً کھلانے والی مسخ ہو یا تنقید کھلانے کی
 اُردو کا ایک محاورہ ہے ”اپنے بچے کے دانت کون نہیں جانتا“ یعنی اپنے بچے کے
 دانت کون نہیں جانتا۔ یعنی اپنے بچے کے حق و قبح سے اس کے والدین یا بزرگ معذور واقع
 ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میرے دوست مولف تذکرہ ہذا تو اپنے اس التامین سے پالے
 پوسے مولود کی فطرت محبت کی وجہ سے اس پر نقادانہ نظر نہ ڈال سکیں۔ لیکن میں اس جذباتی
 نقص سے بری ہوں کہ میں ہمیشہ بچپن اور لکھن میں بھی اس بچہ کو ڈانٹتا ڈپٹتا رہا ہوں۔
 لیجئے سب سے پہلے میں اس تذکرے کے ناقص آپ کو گرائے دیتا ہوں۔
 (۱) اس کے کب گئے ہیں۔

ہرچیز پر مختصر گریسید

کار دنیا کے تمام کرد

برعکس اسکے کیوں یہ تذکرہ جامع اور آج کی تاریخ نمک "مکمل ہے۔ کیوں اس میں خسرو اور دلی سے لیکر آغا شاعر دہلوی۔ اور اقبال کشمیری تک درج ہیں۔

(۲) معروف مثل "کل امرہ ہوں باوقاۃ" کے خلاف کیوں اسمیں ہر دور اور طبقہ کے شاعر اور پھر انکا ہر رنگ کا کلام درج ہے۔ کیوں اس فوٹو گراف میں بین اور سروو کے ساتھ ارمونیم اور پیانو کی آوازیں بند ہیں۔ کیوں اسمیں دمردہ کے ساتھ ٹھری اور غزل کے ساتھ سدس اور ترکیب بند موجود ہیں۔ کیوں اسمیں غزل اور واسوخت کی پرانی شاعری کے پہلو پہ پہلو نئی نچھل شاعری (جیسی کہ وہ اسوقت ہے) کے نونے ملتے ہیں۔

(۳) کیوں اسمیں کسی مذہب یا تبدیل مذہب یا حسب نسب کے متعلق غلط یا بخراش مندرجات نہیں پائے جاتے۔

(۴) کیوں اس میں شعرا کے حالات اس شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں کہ اور جگہ ایک مجموعی صورت میں فراہم نہیں کئے گئے۔

(۵) کیوں یہ تذکرہ مقامی تعصب اور ذاتی پسند کی جنبہ داری سے پاک و صاف ہے چونکہ یہ نفسانیت سے بتر ہے لہذا کوئی شخصیت نہیں رکھتا بیچ و بیچ ہے۔

(۶) کیوں تذکرہ ہزار داستان نہ صرف تواریخی و شاعرانہ اہمیت بلکہ ضخامت میں آج تک کے تذکروں کو منزلوں پہنچے چھوڑ جاتا ہے۔

اور (۷) کیوں مولف کی اپنی زبان جس میں اسے شعرا کے حالات لکھے ہیں زور وار پرتاثر۔ فصیح۔ دہلی کی ٹکسالی زبان۔ رنگین اور پرتشوہ ہے۔

اب تصویر کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالئے۔

لارڈ میکالے کا یہ مقولہ خواجہ حالی بھی اقتباس کچھ چکے ہیں کہ اصلی شاعری جادو کی لالینیں (اسمیک لینٹرن) کی مثال تاریکی میں اپنا رنگ جما سکتی ہے۔ یعنی شاعری اور شاعرانہ انشا پردازی تاریکی کے زمانے میں یعنی جب محض تخیل اور زبان کا ہی سکہ جاری

ہو پبلک مذاق پر حاوی رہتی ہے۔ سائنس یا علوم - فلسفہ اور سیاسیات کے عہد میں اسکی
 وال نہیں گنتی اگر ہم میکالے کے اسی قول کو لیں تو گویا برٹوننگ اور نئی سن - مثل ملٹن -
 اور بائرن کے شاعر کہلانے کی شان نہیں رکھتے۔ لیکن تاج فلاسفہ ہر برٹ پینسر نے
 واقعات اور دلائل سے میکالے کو اس قول کو کاٹ دیا ہے۔ اور واقعہ میں ملٹن اور بائرن
 کیا شک ہے۔ لاٹنگ فیلو۔ بلکہ ۱۔ یٹنڈ پینسر کا تخیل اور شاعرانہ بلند پروازیاں لاگراٹنے
 بڑھکر نہیں ابرو ٹنگ اور نئی سن میں موجود ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ غالب کا تخیل اور آتش
 وائس کی نفز گفاری کا چمکایرے محبان ویشان محمد قبال اور پنڈت برجنارین چکبست کی
 نظموں میں نہیں پایا جاتا۔

میں ماننا ہوں کہ تغزل کا وہ چٹناراجو میرے ہم عصر شاعروں کے کلام میں پایا جاتا ہے
 جو طرز جدید میں لکھتے ہیں۔ آنے والے تین قروں کے شاعروں میں شاید نہ ملے۔ جن
 لوگوں نے غزل گوئی سے شعر گوئی کی ابتدا کی تھی۔ حالی۔ امیر۔ داغ اور آزاد کی آنکھیں
 دیکھیں تبیں انکے متقدمین کے ساتھ ہم صحبت ہو جائے پر اردو کی شاعری خوف ہے کہ
 پہلنگ کی شاعری کی طرح ۵

وہاں تو جملہ درویشان اند

چشمائے تو زبر ابروان اند

کا چہرہ رہ جائے۔ اگر یہ خوف معرض اسکان میں جا رکھتا ہے تو میرے خیال میں یہی
 ایک وجہ کافی دہانی ہے کہ ہم خزانہ جاوید کی قدر کریں۔ اسے اردو شاعری کا ایک جاس
 انسا بکلو پیڈیا اور شاعروں کے حالات کا مکمل تواریخی دفتر تسلیم کریں۔
 مولانا آزاد نے آپ حیات کو اس طرح ختم کیا ہے۔

اے با اقبال بزرگو۔ افسوس کہ تمہاری شاعری نے بہت کم عمر باقی۔ تمت
 نے تمہیں بچے سامان دیئے۔۔۔۔۔ اب نہ وہ سامان ہو گئے نہ ویسے قدردان

ہونگے نہ کوئی مس شاخ کو ہر اکہ سکے گا۔ نہ تھے بڑے بڑے پھول لگا سکے گا۔ ہاں تمہاری لکیروں کے فقیر تمہارے ہی ہجر و وصل اور خط و خال کے مضمون لینگے۔ انہیں لفظوں کو انہیں ملیں گے اور تمہارے چہانے ہوئے نوالوں کو منہ میں چراتے رہینگے۔

اگرچہ زیادہ تر عمارتیں تمہارے حسن و عشق کے جلوں کے لئے ہیں مگر انہیں بھی تنہا ایسے سامان اور مصالح لگا دیئے ہیں کہ کاندہ و نسلیں جس غرض سے چاہیں گی عمارتیں بنائیں گی۔ اور تمہاری صنعتوں سے بہت کچھ مدد پائیں گی۔ جن پتھروں کو تنہا بہت اور گلکاری سے تراش کر فقط خوشنمائی کے لئے لگایا تھا ہم اُسے وہاں سے نکال لیں گے شکر ہے کہ ساتھ آنکھوں سے لگائیں گے۔ اور اس سے کسی ایسی محراب کو زینت دیں گے چاہی مضبوطی سے ایک ایک ملکی ایوان کو استحکام دے۔ اور دلوں کو خوشنمائی سے شگفتہ کرے۔

مولانا آزاد کو یہ پیشین گوئی با دایت یا کمنا یہ کس قدر راست ثابت ہوئی یا عمل میں آئی۔ اقبال۔ چکبست۔ چودھری خوشی محمد ناظر۔ میر نیرنگ۔ سرور جہان آبادی۔ افق اور برق مکھنوی۔ تنہا۔ اور مولانا شبلی۔ مرزا ارشد مرحوم اور سب سے اخیر بلکہ سب سے زیادہ خواجہ حالی کے کلام کے ملاحظہ سے ثبوت کو پہنچتی ہے۔ ان سب اصحاب اور اس قسم کے دوسرے شنگو یوں کے کلام و حالات بھی اس تذکرے میں غالب و ذوق۔ ناسخ و آتش۔ نسیم و سالک۔ مجروح و داغ۔ امیر و اسیر کے حالات اور کلام کے ساتھ ساتھ ملے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی ان کا کلام بھی ملتا ہے۔ جنہیں مولانا آزاد نے انھوں نے مگر صحت کے ساتھ چہانے ہوئے نوالوں کو منہ میں چراتے چاہئے کا خطاب دیا ہے۔

اسیں کوئی شک نہیں ہے کہ اس تذکرہ کا ملاحظہ ایک زبان دان کو خوشنویان پر بہت محسن کے

گو ناگوں ترانوں اور بوقلموں نغموں کا لطف دیتا ہے تو ایک ژرف نگاہ فلسفی کے سامنے
تہذیب معشرت اور وضع روزگار کی تغیر و انقلاب کے فوہر نوہ فتر کھولتا ہے۔ جسکے معرض
اس وقت نہ صرف اردو زبان و شاعری بلکہ کل ہندوستان ہے۔ اسکے پرغور مطالعہ سے
واضح ہو گا کہ غزل گوئی اگرچہ رفقار زمانہ موجودہ کی لٹاڑ میں ہے اور حسن و عشق کی داستانیں
اگرچہ داستانِ پاریں کا حکم رکھتی ہیں لیکن اردو زبان کے جدید تدوین کے کارکن کس قدر
نغمزیت زبان اور نچرل کلام میں تغزل مستدل کے والد و شیدا ہیں۔

میر سے دوست منصف دہلوی نے نہ صرف یہ رنگارنگ مرقع شاہان کلام کا پیش کر کے
زبان کی بے بہا خدمت کی ہے بلکہ اُن کی خاص اپنی جاوید نگاری اور فنون نگاری جو انہوں نے
شعر کے حالات لکھنے میں دکھلائی ہے نہ صرف صاد بلکہ داد کے قابل ہے۔ آپ کے قلم
کا زور۔ بیان کی سلاست۔ کلام کی فصاحت۔ روزمرہ کی صفائی۔ بالفاظیلا امتحان کی عمیق نگاہ
بصیرت نقادہ اور کامل مبصری ایسے اوصاف ہیں کہ انکی مانگیہ واقفیت اور اردو شاعری کے
تواریخی تجربے کے ساتھ ملکر آجکل کے اردو نویسوں میں انہیں بہت اونچے پایہ پر جگہ دیتے ہیں۔
اب میں اس الزام سے بچنے کے لئے کہ:-

بہر کج کہ روم و صفت دوستان گویم

برائے یارِ سر وشی و کاں منی باید

اِس تحسیر کو ختم کرتا ہوں اور مولف اور تالیف کے لئے دعائے خیر کے ساتھ ناظرین سے
خصت ہوتا ہوں۔

رجب حسن قناریہ کیفی

از رشخہ خامہ جادو طراز شاہد باز عنائی خیال ہم آغوش عروس کمال منشی
سید علی اصغر صنا بلگرامی بی۔ اے۔

<p>تہی سخنانہ کہ کرد و رفتند خمن و سخنانہ با مہر و نشانت</p>	<p>حرفیاں باد و خور و دند و رفتند مہنوز آں ابر رحمت و رفتنانت</p>
<p>اُن مائے ناز کا زاناموں میں جو ہمارے اسلاف کی یادگار میں فلسفہ کے بعد تاریخ کو بہت بلند مرتبہ حاصل ہے اگر موع کا قلم اپنی روانی طبع سے صفحہ عالم کو بوقلموں نکرتا تو آج مشاہیر عالم کے کا زانامے ہمارے لئے خیالی تصویریں ہوتیں انکی ہستی جاوید پر گشامی کا تاریک پردہ پڑا ہوتا اور دو ستر زمانہ ان جو اہر کو خاک میں چھپائے رکھتا۔</p> <p>خوش نصیبی سے ”بلبل ہزار داستان“ کی شہرہ یابیوں اور نعمتہ مخیوں سے لطف اٹھانے میں اپنے وقت کا کچھ حصہ بیٹے بھی صرف کیا واقعا جس ”توحید“ ”پچسپی“ اور ”خوش اسلوبی“ سے اس تذکرہ کی تدوین و ترتیب ہوئی ہے اُس سے جناب اللہ سریرام صاحب کے ”دلی شوق“ ”عمدہ واقفیت“ اور ”ذاتی تجربہ“ کا پتہ لگتا ہے۔ علاوہ اور خصوصیتوں کے اس تذکرے میں ”سلاست بیان“ اور ”لطف زبان“ کا خاص طور پر افسانہ نگار کا گیا ہے جن تو یہ ہے کہ تحقیق کنی اودھی ہے اور اپنے قلم جب دور رقم سے جام جہاں ناکے مرقع میں خوب خوب گلکاریاں کی ہیں۔</p> <p>خدا یا اس ”خمنانہ“ پر قبولیت عام کا پھر ریا کرے! زندان متح نوش اسکے کیف سے سرشار رہیں۔ پرستار ان عروض اسکے فیض صحبت سے طرب اندوز ہوں اور اپنے لئے دستور قرار دیکر اس سے بصیرت حاصل کریں! قدروانان عروض سخن اسے ہاتھوں ہاتھ لیں! یہ قابل قدر تذکرہ ملک و قوم کی طرف سے دلی مبارکباد کا مستحق ہے اسکے کہ جناب لالا صاحب کی ”ستعدی“ عرف ”ریزی“ اور ”جانفشانی“ کی کوئی نظیر نہ ہو سکتی۔</p> <p>راقم الخ سید علی اصغر گلگامی</p>	
<p>۱۵ جولائی ۱۹۰۷ء</p>	
<p>قطعة تاریخ از نتیجہ افکار پر بہار صاحب عالم مزاج ہادی الدین بہادر شاہی خلف الرشید</p>	

میرزا سفل بہادر خلف حضرت ابو ظفر بہادر شاہ ثانی - از تلامذہ مرزا قادر بخش صابر گورگانی بونو

لکھا ہے تذکرہ جو سرایام آپ نے
مصحح ہر اک سرور ہر بیت باغ ہے
شاعر کی شان کھلتی ہے اشعار دیکھ کر
اہل سخن کے حال کی تحقیق خوب کی
ہر اک شان نظم میں، نوک آن نثر میں
جانکا ہو نہ آپ کی ڈالیں اگر نظر۔

کیا پر فرما ہے یہ گل اشعار کا چمن
ہر لفظ یا سہیں ہے تو ہر لفظ یا سمن
معنی کی غمر ہوئی ہے صفوں کے جوڑن
نصیریں آئینہ میں ہیں شمع شگن
دیتا ہوں دوا آپ کو اسے مہربان
ممکن نہیں کہ شاد ہوں باہر ان فن

شاہی کو اس کے چمنے کا جیگیا خیال
خار نے سال طبع لکھا - منظر سخن
۱۹۰۰ء

سرایام ایم اے - جو مخلص میں میر
انہوں نے لکھا تذکرہ شاعروں کا بونو
محبت سے حالات وہ سب کچھ لکھے
فضاحت بلاغت کی نہر میں معانی
اسے دیکھ کر میرے دل میں یہ آئی

مخلص کہ میں - مژدگان محبت
ہر اک لفظ ہے جس کا جان محبت
منایاں ہوئی جس سے شان محبت
مضامین بحر روان محبت
کہ غم بھی دکھا دو نشان محبت

اسی مجھے الف نے تاریخ شاہی
لکھو چشہ بوشان محبت
۱۳۱۰ھ

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکری صاحب عالم مرزا سکندر شاہ بہادر وجودت خلفا اشراف

لے مستند میرزا تذکرہ کی اشاعت کا ارادہ تھا اسی زمانہ میں یہ طبع حاصل کر لے ارسال فرمایا لیکن کوہ فوت نے نہایت زحمت اور سہاوت برس گذر گئی

صاحبِ عالم مرزا شاہ رخ بہادر خلیفہ حضرت بہادر شاہ ثانی از قلعہ میرزا قادر بخش صاحبِ گورگانی

ایسا خوب نئے وصف اہل کمال لکھا
تحقیق سے نہایت ہر اک کمال لکھا
جو لکھ دیا مثلاً دو بے مثال لکھا
پردہ میں حال کے ہے گویا کف ال لکھا
مضمون خوبصورت اور پر جمال لکھا
اور جو ہے بچ کر بے بال بال لکھا

اسے شفقِ صمیمی ہے ایم اسے سرِ زام
کیا رنجیت پہ ڈالی بنیاد نظم اردو
دعویٰ ہے چو لائل لائے وہ خوب محکم
وہ آپ کی عبارت اور اس میں نظم شاعر
جو لفظ نئے لکھا بیشک جہاں تلاب
تعریف نامناسب لکھی نہ شاعروں کی

اس تذکرہ کو سنکر اس تذکرہ کو پڑھ کر
گلزارِ عشرت افزا جو دتے سال لکھا
۱۳۱۶ ہجری

قطعة تاریخ رنجیت قلم جادو و رقم نواب سید بہادر حسین خاں نصا انجم لکھنوی از
تلامذہ حضرت امیر مغفور

بس یہ انجم نئے کا چمپ گیا ہر تذکرہ
جس میں لفظ تذکرہ سے سال پیدا ہو گیا

یہ اسی میں ہے صفت تلامذہ بے اپنا عہد
تذکرہ خود مشعر تاریخ اپنا ہو گیا
۱۳۲۵ ہجری

قطعة تاریخ رنجیت قالب طبع فصاحت منبع بزمِ ارا خوش بیانی مولوی منشی

حیدر علی احمد صاحب سہسولانی منشی رو بکاری رئیسہ معظمہ ریاست جھوپانام اقبالہ

اگر تیرا دل غمگین ہے تو	اگر تیرا دل غمگین ہے تو
تاریخ طبع جلد تیسریں گئی	تاریخ طبع جلد تیسریں گئی
قطعات تاریخ از خوش فکری ہا سخنور با گیا است منشی محمد شاہ حسین صاحب سہسولانی	متخلص بچھت شرتہ وار حکمہ نیابت وزارت مال ریاست و
واقف اسرار و آئین سخن	آن سرای سخن گستر گہست
کلامت بہتر باریش نوشت	یادگار بزم رنگین سخن
چوں گوہر کلام سخن پر در اس بے سفت	در ملک نظم تازہ سرایم با کمال
انف ز چرخ تذکرہ بیاں گفت	نکست چون فکر کرد پئے سال عبوس
تاریخ طبع از منشی محمد مقبول احمد صاحب مقبول ملازم ریاست کوٹہ طلمینہ جمیل سہسولانی	
سخنوروں کے لئے ناز کا مقام ہے یہ	نفیس تذکرہ مقبول شاعروں کا چھپا
حیات رنجیتہ گوہروں کی لاکھوں ہے یہ	زبان پر مری تاریخ طبع برجستہ

قطعہ تاج از تاج افکار مورد مرام صد حافظ سید وکیل محمد صاحب کیل
فرزند حضرت جمیل سہسوانی

سخن سخن کامل سیرام نے

عجب شاعروں کا لکھا تذکرہ

ہوئی سب مجھے نکتہ تاج طبع
زبان پر مرے آگیا - تذکرہ

تاج طبع ادا حافظ محمد عبد الحمید صاحب مجید را جگدھی ملازم ریاست بھوپال
تلمینہ جمیل سہسوانی

موج فیضان میںندائیں تذکرہ

اں بیائے ششہ کام بخیتہ

بہر سال طبع آن کلک مجید
زور تہم جوئے کلام بخیتہ

تقریظ تاج رخ نختہ کلک جوہر سلک سرگروہ ارباب صفامعدن صلیق وفا
شاعر نکتہ پیر و حکیم معشوق علیخان جوہر شاہچامپوری وکیل عدالت
ریاست بھوپال از تلامذہ مرزا غالب مرحوم

ذائق سخن ہندوستان سے اوشٹنا جاتا ہے اسکے ماہر اسکے فتر دروان جیسقدر سنے وہ
چل بسے جو فراق شباب کے عالم میں ہے وہ اس کو چپکے نا بلید محض ہے طرز تعلیم
کو زمانہ کی رفتار نے بدل دیا اور ملکی زبان انگریزی تہ دار پاکئی اس واسطے تعلیم یافتہ وہی لوگ
سمجھے جاتے ہیں جو انگریزی کے ماہر ہیں۔ مضرور ہے کہ جن بزرگوں نے زبان اردو کی

آراستگی کی اور بڑی بڑی منتیں کر کے اسکو صاف کیا اور اسکو ایک زبان کی حد تک پہنچایا وہ لوگ ثابت ہیں نہایت مدہ آنکے اس عالم میں آنے کی امید ہے پس اوسکا نام اور نشان دو نومٹ جانا کچھ تعجب نہیں بلکہ یقینی ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ زبان اردو کے محسن اور زبان دانوں کے مربی و سرپرست اور زبان کی سند جانشانک اس دور میں جواب خاتمہ پر ہے شعرا کی بجائی ہے تو وہ لوگ اس دور کے جب کا اختتام ہو رہا ہے ارباب سخن تھے جو ہر طرح پر زبان اردو کو فخر و مہابت کے درجے پر پہنچانگے گھر شعر ادب کا مشعل تاریکی زبان سمجھا جاتا ہے۔ کسی زبان میں اعتبار پیدا نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اسکے جاننے والے کے اقوال سند میں پیش کئے جاویں۔ محاورات اردو کی استناد میں اشعار اُن بزرگوں کے جنکو دنیا نے شاعر مانا ہے لائے جاتے ہیں جس سے مکمل زبان کا ہوتا ہے۔ پس ایسے فرقہ رہنا ہے زبان اردو کا دنیا سے بے نام و نشان ہر جہاں کتنا قلع و قمع ہے جسکے بقا کے واسطے منشی سربراہ صاحب دہلوی نے ستر برس محنت شاق اختیار کر کے ایک تذکرہ تیار کیا ہے جسکے جلد اول میں صرف اُن شعرا کے حالات و منتخب کلام درج ہیں جنکے مخلص کو بقید رویت الف اور بے شروع ہوئی اسطرح پر حرف مخلص متعدد جلدوں میں قلمبند فرما کر اُن تمام شعرا کی احسان کیا ہے جو تختہ ہائے تاج پر بیٹھا اور سوکے وصالوں پر ارباباں موسم میں کرتا ہے بلکہ یوں کہنا بھی نازیبا نہ ہوگا کہ احیاء اموات معنوی طور پر کیا ہے۔ اور زیادہ تعجب خیر اور حسرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ منشی صاحب موصوف اس زمانہ کے تعلیم یافتہ علم انگریزی کے قابل شخص ہیں جنکا مذاق بالکل اسکے خلاف ہوتا ہے اوپر تعلقات ملازمت ایسے ہیں کہ جن سے اور اس کام سے کمال درجہ کا مخالفت مگر یہ کون سا امر ہے جس نے منشی صاحب کو اس بات پر متوجہ کیا ہے وہ دہلی کی خاک سے اُنکے نشو و نما جہاں اردو کی شاعری پیدا ہوئی اور جہاں اُس نے اپنے لڑکائیں اور جوانی اور بوڑھا پاسب گذارا اور وہیں جام اہل نوش کر کے اوی سرزمین میں اپنے شہیدائیوں کے خاک کے ساتھ خاک

میں لگائے ہمیں شک نہیں ہے کہ منشی صاحبِ موصوف نے اندازہ بہت سے نذایہ کام کیا ہے جسکے داود بننے کی قابلِ ن زبان میں طاعت ہے نہ قلم کو قدرت ہے یعنی دل ہی اُسکے لطف اور ذالائقہ کو جان سکتا ہے اور اپنے بے زبان ہونے کے گٹ گٹ کر جانا ہے نغمہء سخن کی میگا ر جلد میں اور اسکے دو چار جامِ چڑیا میں جو حشر تک خمار ہی نہو بلکہ سرستی کے عالم میں دو دو بائیں روز حساب کے معرکہ میں دو اور حشر سے بھی کر لیں تذکرہ ہے کہ کارنامہ شہر ہے جسکو دیکھتے وہ موجود زندہ فردہ بھی تو اس تذکرہ کے صفحات کے میدان میں اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں ہر کہیں نہ ایسا تذکرہ بطبع طبعِ خلافت اور مقبولِ عالم ہو یہ تعریف نہیں ہے بلکہ سچا واقعہ ہے تعریف نہیں بلکہ اصل معاملہ ہے دیدہ و جنبش کا سدوبے غش میں امتیاز کر سکتے ہیں تذکرہ جنگی نظم کے گذرے گا وہ اس تعریف کا مصداق پائیں گے۔ جو جو خوبیاں اُس تذکرہ میں ہیں اُسے خطا ٹھائیں گے۔ اہل مذاق دونوں کی قدر کریں گے حاسد و دوتوں کو دیکھ دیکھ کر جل مرینگے میں تو اس تعریف کو صرف ایک نعلیہ تاریخ پر ختم کرنا ہوں اور وعدار مقبولیت میں مصروف ہونا چاہا کہ اسے سخن آفرین اس تذکرہ کو اربابِ بصیرت کی بتی کا نور بنا آئیں ثم آمین۔

جس کا نام نہیں عالم میں نظر آتا ہے
آج حجاب کو فصاحت میں جو شرارت ہے
جس جگہ سے کہ سخن اپنی سند لانا ہے
جسکا ہر شبہ نظر بھی تو نہیں آتا ہے
نام اب لینے سے دل سینہ میں چلانا ہے
جسکا ہر شہر سند ہی میں پڑھا جاتا ہے
کوئی انسا بھی زمانے میں نظر آتا ہے
ان کا غم پہلو میں دل تک کو ہلا جاتا ہے
یاد سے جنگی کلیجہ تو ہٹا جاتا ہے

خوب تالیف کیا تذکرہ اصل سخن
ہے مولف بھی تو کیا نے زمانہ اسکا
دہلوی مولد و مکن ہے مولف اسکا
آج اُس خاک میں پنہاں ہیں وہ ارباب ہز
تیر و ترزا دلی قتل و مقتول معروف
معتفی حسرت و جرات جو کھامی یاں سے
رود و تاباں حسن و سوز و شہنشاہ نصیب
آرزو خیز و آرزو و مومن غالب
ذوق و صبا لئی نہ محتاج زمانہ میں عدیل

سجودینار گروں سخن تھے یہ لوگ
 مٹی وہ دہلی کی مٹی سبکی نہیں نشوونما
 سب کے سب آدھیں خاک کے پیوند ہوئے
 دلپست ہو نہیں رہتا ہے جگر جلتا ہے
 بے تماشا ہی کھل پڑتے ہیں اس صدمہ
 پریشانی گریہ و زاری کہ لکھوں کچھ اور
 شیفہ آہی و تشکین سے سخن سچ کہاں
 سالک و عارف و ماتھے کہاں لی سخن
 نیر و سہل و مجبور و طلب اور دیال
 میکش و فتنہ و آزار و طرب و فتنہ نسیم
 مٹی انہیں لوگوں سے دہلی کی جہاں میں نہرت
 خاک دہلی کو شرف حق نے عطا ہے یہ کیا
 جگہ نامانی نوع الم میں نموش و نظیر
 کیوں نہ پھر کہے کہ اس وقت مولف اسکا
 تذکرہ ایسا لکھا ہے کہ لکھے گا کوئی کیا
 وہ عبارت ہے کہ دیکھی نہ سنی آج ملک
 تذکرہ تاریخ ہوئی اسلئے جو ہر مجھ کو

انہیں سے ایک کو بھی کوئی کہیں پاتا ہے
 ہے وہ دہلی کہ نہیں کوئی نظر آتا ہے
 ذکر آنکا جو زبان پر کبھی آجاتا ہے
 آنکھوں میں آنسوؤں سے بھی نہ تہا جاتا ہے
 خطہ ہر قطرہ اشک آپ ڈھلا جاتا ہے
 ذکر اوروں کا بھی کجنت رہا جاتا ہے
 قول کی جگہ ہر اک شخص سند لاتا ہے
 آنکھیں رد و مٹی میں جدم کہ خیال آتا ہے
 وصال ایک ایک کا ہمد مجھے رکھتا ہے
 یاد کر کے انہیں دل اسے ٹپ جاتا ہے
 اب کوئی دہاں نہ نظر آیا انہیں آتا ہے
 کہ وہاں اب بھی کوئی ایسا نکل آتا ہے
 خطہ دہلی انہیں لوگوں سے کہلاتا ہے
 یادگار اگلوں کی اک ہر کو نظر آتا ہے
 لطف تاریخ کا ہر ذکر میں آجاتا ہے
 طبع کا سال لکھوں دل ملا لپٹاتا ہے
 اک نئے و متنگ کے اتنے مجھے سمجھاتا ہے

تذکرہ خود ہی بن طبع ہے و کیوں تو ذرا
 عد و تذکرہ سے سال نکل آتا ہے

تقریظ پارسی حکیم معشوق علی خان جوہر شاہ جہاں پوری

بمقدّمہ کہ انشاء اللہ ان وہی گوہر کی تاسے قابلیت مہر سہ سہاے الہیت جلوہ وجود پہنور آورو کہ
 عدیش و عسل مثالی پیدائشیت۔ اعمی گوہر گرانمایہ سخن دانی و سخن سنجی سریرام صاحب
 مصنف تذکرہ شمع خانہ جاوید کہ بہتر از کشایش انجام کار عمدہ مصنفی و ضروریات و تنویدی و علایق زمانہ
 کتاب بے عجیب تالیف نمود شعراے ماضی و حال را جام حیات جاوید بخشید طبعش بہ طبایع
 عالم جہاں مقبول کہ بہرودہ شتاق حب لوہ اوست۔ جہذا بہت شعرا گذشتہ و موجود کہ در صفحات
 خمناء جاوید جایافت گوایا کہ آب بقایانت۔ خداوند عالم تذکرہ مختصر جاوید را تو تیاے چشم قبول
 گردانا و آمین۔

احقر
 جوہر شاہ جہاں پوری

قطعیہ پنج از پنج طبع و قادیون نقاد سرمد شرافتی کمال طلسم آرزوم خیال
 منشی سید جلیل حسن صنّا جلیل جانشین حضرت امیر مینائی / مغفور

دے جزائے خیر اس قابل مصنف کو خدا

خوب لکھت تذکرہ نام آوران و مسرکا

مصعہ تاریخ لکھکروادو دیتا ہے جلیل
 یکے پنچا زیار مع شاعران و مسرکا

کم نہیں جام جہاں میں سے یہ کامل تذکرہ

اولہ

دج حبیب اہل فن کا پورا پورا حال ہے

منکر سال طبع کرتا ہوں تو کتاب ہے جلیل

منکر ہے کیوں سال کے یہ تذکرہ خود سال ہے

تقریظ و تاریخ طبع و مجموعہ مضاحت و بلاغت گلدستہ ذہانت و ذکاوت

منشی وجاہت حسین وجاہت جھنجھانوی ایڈیٹر سالہ اصلاح سخن لاہور

شاگرد فصیح الملک شائع دہلوی مرحوم

خمنہ اند جاوید کا ہے نشہ زالا
ہے اسکی نئے ناب میں تاثیر کچھ ایسی
ہو جاتے ہیں چودہ طبق اک آن میں روشن
جو رند ہیں اسکے وہ نثار کتے ہیں مشرب
پینے سے انہیں کام ہے پھٹت ہو کھالیں
رکتے نہیں دونوں سے سروکار یہ کچھ عجیب
ہے اور ہی تحریک یہ جبار کرتے ہیں جب کو
سچ ہے کوئی نہ برب نہیں ہوتا شرا کا
اک وقت بتوں کو بھی سمجھ لیتے ہیں پتھر
خمنہ اند جاوید سے ساقی ازل نے
ان لوگوں کے حالات بھی دلکش ہیں خنجر
لکھ سکتا ہے شکل سے کوئی تذکرہ ان کا
اسکے لئے ہے کوشش و محنت کی ضرورت
لائے گا کہاں سے کوئی مال و زر و دولت
ہو مال تو پھر خنجر کی بھی چاہئے ہمت
اس کام میں جو چیز ضرور ہے خصوصاً
اب و کیمو یہ سب باتیں ہیں پوری بھی کہیں
لفظت ہے انہیں شغلہ شعر و سخن سے
کیا خاک ترقی ہو اب اس فن کی جہاں میں

پہنچا ہے کہیں سے کہیں ہر جسم و نحر والا
وہ دست ہوا جس نے پایا ایک پیالا
کھلبلی میں آنکھیں نظر آتا ہے آجالا
کر دیتے ہیں نہ ب کو تو با نکل تہ و بالا
ساغر کو انہوں نے کبھی دھویا نہ کھنگالا
مسبحہ مسلمان کی ہندو کا شوالا
نہیج کی حاجت ہے نہ درکار ہے مالا
کبے میں بھی پڑتا ہے بتوں کو انہیں پالا
ہے نہ ب و دین انکا زمانے سے زالا
مدہوش بنا کر انہیں دنیا میں نہالا
دیکھے مری آنکھوں سے کوئی دیکھنے والا
کس طرح منہ اہم ہو بھلا اسنا مسالا
دشوار ہے یہ کام نہیں منہ کا نوالا
فار و نجا بھی اسیں تو نکل جاے دوالا
سب اپنے خزانے کو لگا دیتے ہیں تالا
وہ شوق طبیت کا ہے اسے حضرت والا
میں ہیتم ہزاروں توہیاں لاکھوں میں لالا
وہ روگ سمجھ کر اسے پالیں گے نہ پالا
کوئی بھی خسرو کا نہیں پوچھنے والا

لیکن ابھی بالکل ہی نابوس ہوں شاعر
 اس وقت بھی موجود ہے اک بندہ خدا کا
 میں نام تو اس کا ابھی ظہور نہ کروں گا
 یہ تذکرہ اس وقت جو تم دیکھ رہے ہو
 مصروفِ متاعِ رسوں سے وہ ترتیب میں اسکی
 شاعر کبھی ہو سکتے نہیں جس سے سبکدوش
 ہے اسکی شبِ دروڑ کی محنت کا نتیجہ
 اس کے لئے اردو کا ہر اک چرچہ خریدنا
 اس کام کا بیہ ادب اٹھانا کوئی شاعر
 خمناء جاوید وہ ہے میر سے جس کی
 اس شخص نے احسان کیا بے غرضی کو
 اب جان پڑی فالج نے جاں میں سخن کے
 زندہ تو ابھی زندہ ہیں ان کا نہیں کچھ ذکر
 تحسیر کیا حال گذشتہ شعرا کا
 یہ تذکرہ وہ تذکرہ ہے جس کا تعلق
 زندوں کے دل اور مردوں کی روحیں ہیں مثال
 کاغذ بھی لکھائی بھی چھپائی بھی ہے نادر
 مایاب ہے بیشل ہے کاغذ کی سفیدی
 پھڑس کی چمک میں ہے کچھ اس منہم کی تیزی
 کیا لالہ سرِ رام سے واقف نہیں شاعر
 احسان کیا اپنے یہ تذکرہ لکھ کر

اب بھی اس اندھیرے میں ہے تھوڑا سا جلا
 ہے مرتبہ جس کا مری تعریف سے بالا
 ہاں کام کا اُس کے نہیں دید و نگاہ والا
 ہمت سے اُٹھتی شخص نے چپہا کے نکالا
 اس بات سے واقف ہے ہر اک بچہ والا
 احسان کا دوبارہ اگر اس سر پہ ہے ڈالا
 ہر رات سفید اس میں ہوئی دن ہوا کا
 باقی نہیں چھوڑا کوئی گلدستہ رسالا
 گھر بار کا لکھ کر دیتا مہاجن کو بتالا
 ہو جاتا ہے بچ والہ و غم کا اڑالا
 خالص یہ عنایت ہے نہیں وال میں کالا
 بروقت جبرلی بحثِ داخوب سننا لاؤ
 مردوں کو بھی زندہ کیا مٹی سے نکالا
 یوں اُنکا وجود اس سرِ نوسانے میں ڈالا
 اس عالمِ حنا کی سے ہے عالمِ بالا
 اس تذکرہ نے سب کا غرض کام نکالا
 ہر ایک طرحِ حیاتِ عیسا علم کا پالا
 دیکھنا نہ سفید اب کبھی روئی کا کالا
 کٹ جائیگا بد میں کی بھی اُٹ آکھو کاجالا
 محسن کوئی ایسا تو کبھی دیکھنا نہ بسالا
 سب بل کے کو سلہ اللہ تعالیٰ

تاریخ بخالی ہے وجاہت نے زالی | یہ تذکرہ چھپا گیا لاریب زالی
تقریظِ رنجیتہ کلک گہر سلک شمع انجمن صاحبِ قرانی فروغِ دو وہ گورگا
صاحبِ عالم مرزا غوثِ شیداء عالمِ بہادریادگار مرزا فتح الملک بہادر ولی عہد حضرت
ظلِ سبحانی بہادر شاہ ثانی

کیا خدا کی شان ہے معشوقِ عاشق جیگے | ہر حسین کہنتا ہے میں اس کے سیدِ یار و غمیں ہوں
نرم و سبخی حمد و نغمہ سرائی نعت کے بعد بخاندِ سخن کے متوالوں کو مشرودہ اور ساغرِ نشانِ عشق و محبت
کو نوید کہ یہ جامِ مے ارغوانی سے آتشِ یعنی شعرا کے تینوں دوروں کا لبِ لباب پھر وہ بھی جھینا۔
نقرا۔ صاف شفاف تذکرہ کی صورت میں جلوہ گر ہو یوسف کیناں کی طرح زمانے کا دل بھار دے
جو ایک نگاہ و دیکھتا ہے ہزار جان سے اس کا خیر اور شہید بخاندان ہے۔
شاہ و وزیر۔ امیر و فقیر سب اس کے جلوہ و دلکش کے قاشائی۔ اُس سے اس معشوقِ خیالی کی دلشانی
و دلربائی حقت نظر اس شاہدِ رعنا کی تعلی اور زیبائی جس نے ایک بار انگلیں کھول کر اس کا قاشا
دیکھا۔ اُس نے جان بیکرچہ سودا مول لیا۔ کلام ہے جاوید ہے۔ کرامت ہے اعجاز ہے۔
ہر مضمون کا نیا پہلو۔ ہر شعر کا نیا انداز ہے۔ تذکرہ نہیں سزا پا جیتی جاگتی تصویروں کا موقع۔ معشوقان
منازہ۔ یعنی شاہدِ ان خیالی کا کلمہ سنا ہے۔ ہر لفظ انگلیں کا تارا۔ ہر لفظ دیدہ و بنیا۔ ہر سطر سرمد
و نبا لہ و دار۔ ہر صفحہ یوسفیا۔ مہر و رقِ دل کا درق ہے۔ بیان میں نہ گنگلک۔ نہ زور و
میں غلطی۔ نہ کوئی مضمون ادق ہے۔ کیوں نہ آخرا ان سچولوں کا گلپیں۔ اس چمن کا بانی۔
اس باغ کا کھوالا۔ کون ہے۔ رونقِ افزا کے گلزار معانی۔ زینتِ بخش گلستانِ سخندان
علامہ روزگار و زبانِ نر و کالان ہر شہر و دیارِ مخمّانہ جاوید کا ساتی سے آشام۔ اسے سرِ یارِ مہم
ہی نہیں ملکِ خاندانی امیر زادہ۔ راجہ ٹوڈرل کا بیروہ۔ شہنشاہِ اکبر کے نورتن کا قیمتی سچ

نگینہ جسے اپنی عمر کا ایک با حصہ اس سرایہ کج کریم میں صرف کیا ہے ہزار روپیہ ٹھکانا ہو ٹھکانا گایا ہو کوئی نہ کر دیا ہو نہ
 جو بیان نہیں اپنی اوصاف جامع تذکرہ کا شہرہ کہاں کہاں نہیں۔ برسوں کا غم غیر مطیع کی تلاش میں سرگرم جستجو رہا۔
 کون سا شہر۔ کون سا قصبہ۔ ہندوستان میں ایسا ہے جہاں یہ خریدار سخن نقاد و معانی نہ گیا۔ سالہا
 سال کی محنت۔ اُسے صرف ہمت و دولت۔ اب کہیں خدا خدا کر کے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ ایک حصہ
 اس جو اہر گراں بہا کا چھپ کر پتیار ہوا ہے۔ چار ابھی ایسے ہی اور باقی ہیں۔ دیکھئے انکو خدا اکب
 دکھاتا ہے۔ گریباں اب اسکی سرپرستی حضرت نیکو گان عالی۔ اعلیٰ حضرت۔ قدر قدرت۔ وارا ششم۔
 نوشیرواں معدلت۔ حضور نظام سریر آئے ملک و کن جند اللہ ملک و اقبال نے منظور فرمائی ہے۔
 مولف کو ہر طرح آسانی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کا نام کو قبولیت اور زمانے کو اسکی ودی کی
 مہلت۔ مولف کو عیش کامرانی۔ اور اس ذرہ بقیہ غور شید کو گردش روزگار سے امن و امان
 عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

محمد خورشید عالم مرنگورگانی

۱۶ فروری ۱۳۹۶ء

تقریظ طبع و اوجامع کمالات صوری و معنوی منبع لیاقت و ذکا صاحب
 فکر ساناوب مرزا اکبر علی الصنائع درمیں دہلی

ہمدرد گفت گونے آید

آب چو در بہو نے آید

ہر چند دنیا خونگناخت از علم و جادو ہے اُس میں بقا کو ہے ہزاروں باکمال دیکھنے دیکھنے
 پریشان ہو گئے لاکھوں نام اور بے نشان ہو گئے درگوں ہر دم رنگ ناز ہے سچ ہے دنیا طلسم
 کا کارخانہ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

آنکھوں نے جہاں میں خواب کیا کیا دیکھے

دل نے غم بے حساب کیا کیا دیکھے

طغلی و شباب عیش و سرور و راحت | اس سر میں انقلاب کیا کیا دیکھے

غرض کہ ہر بہانہ کے لئے غزلیں اور ہر تھا کے لئے قناسے۔ اسے ایک روز ہم بھی خواب و خیال ہو جائیگی گل کی طرح یا دمر مرے قفا ہو جائیگی۔ بعد کو کہانی ہوگی۔ اور وہ درباری ہوگی۔ البتہ جو کچھ قلم بند ہو گیا وہ حال ہمیشہ تازہ رہے۔ اس کا حرف و دیکھنے والوں کو نیا اندازہ رہے۔ یہ کام میرے معزز دوست لالہ سریر ام صاحب ایم۔ اے۔ منصف و رئیس دہلی خلیف الرشید آرمیل لالہ مدن گوپال صاحب ایم۔ اے بیئر سٹریٹ لارنس دہلی سے ہوا ہے۔ کہ نسخہ لا جواب تذکرۃ الشعراء موسوم پرچم خانہ جب او داسم با سہمی تذکرہ کا نام لکھ کر ملک پراسمان کیا ہے۔ میدان سخن میں نام کیا ہے۔ کتاب تالیف کیا کی ہے۔ داؤد مخنوری دی ہے۔ نسخہ کیا ہے حرف زول توغذ سینہ ہے۔ شعر کی جان بخنور و بکا ایمان ہے۔ تمام شعراے جہاں ماضی و حال کا سچا فوٹو کھینچا تذکرہ کو نکار خانہ کچھن و فرنگ بنا دیا ہے۔ مرد و شعر کو زندہ۔ زند و بخانا نام کیا ہے۔ سبکل نقش امید ہے بعد کو انار صنادید سے عجیب و پسند کام کیا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ باوجود اختصار .. ۵۳ صفحہ پر کتاب کو ختم کیا ہے۔ میں نے صرف الف بے کی روایت کو اکثر جگہ سے دیکھا ناظم و شعر قابل تعریف۔ زبان با محاورہ۔ باوجود اختصار حرف و لفظ و لفظ سے فصاحت و بلاغت نکلتی ہے کیوں نہ ہو بابو صاحب دہلی کے نامی لوگوں سے ہیں زبان اردو و ہند کے گھر کی لونڈی۔ شاعری انکی جاگیر۔ المختصر علاوہ ناظم و ناشر ہونیکے خدایتعالیٰ نے سمورت ظاہری و دیرت۔ باطنی ایسی دی ہے جسکی نذر بصدق اس شعر کے خود ہی ہیں۔ ہیت

اسکی تعریف یہی ہے کہ جہاں میں کیت | اسکی توصیف یہی ہے کہ نہیں ہے ہمر

چرند میں نہ ناظم ہوں نہ ناثر الا اس تذکرہ کی خوبی اور بابو صاحب کے اصرار سے یہ چند سطر میں لکھ کر اپنا نام بھی پانچوں سواروں میں لکھوا تا ہوں اور دھمائے خبر پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

قطعات تالیف طبع تذکرہ شعرا و از نتایج افکار گہر بار سخنور بمثال شاعر
تازک خیال جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب کمال لکھنوی خلف الصدق
سر آمد سخنوران با کمال فخر شعرائے ماضی و حال جناب حکیم سید ضامن علی
صاحب جلال لکھنوی ادام فیضہم اللہ المتعال

موج کیسی آگئی بر سادہیے دین خوش آب
بے نظیر دے مثال دیا دگار و لاجواب
آشکارا ہے بہار فکر سے رنگ شباب
آسمان منکر سے اتر اہیں پر نقاب

علم کا دریا میں جولا لہ سریر ام ایم - اے
تذکرہ لکھا ہے بآئینہ حالات ہے
کیا دکھائی ہے ترقی معانی و بیان
یہ تعلیٰ و تجلی مضامین دیکھئے

ایک مصرع سے عیاں ہوں تین رنگ اب اے کمال
تذکرہ - مخمخہ زیب - گرامی انجمن
۱۳۱۵ ہجری

عادل و منصف مزاج و ذی مراتب ذمی وقار
اہل دانش پر کیا زور قلم کو آشکار
صورت گید و مضامین کچھ نہیں ہیں چھپدار
لوٹ اس تحریر پر کیونکہ نہ ہوں جادو و نگار
ہے یہی زیبا کہ دل اس پر کئے جاؤں غار
آپ سے گفتار صدقے نطق خود کرتا ہر پیار
لاکھ دل سے ہے خدا اس رنگ پر نگار

حاکم و منصف میں جولا لہ سریر ام ایم ہے
سرف کی عالی و داعی خوب لکھت تذکرہ
روئے روشن کی طرح ہیں صاف کیا آج کتاب
ہر جگہ رنگ عبارت میں بہری انشا گری
مژدہ اے اہل سخن یہ حسن کی تصویر ہے
کیا بیاں میں لطف ہے کیا زبانیں ہر مژدہ
یہ مضامین سخن کا ایک و دلکش باغ ہے

پھر نہ کیوں شانِ سخنِ ہونوی شرفِ ذی اعتبار	جو سخنور میں سواغ اوکے میں اس میں رستم
خوب اک مصرع میں تارخیں ہوئیں دولے کمال ”جے ہا مخمخائے“ ہے یہ انتخاب لا جواب ۱۹۰۷ء	
دیکھیں اس تحریر کو جاوید و مقال جو سخنور میں بہت نازک خیال نقش کینچے میں عجیب و میثال ایک مصرع میں ہوں دو رنگ کمال	۱۹۱۷ء محسبہ انوں ہے یا تخیل ہے حسن سے حالات اُنکے لکھتے صنوبر قلم اس پر نقش اش نے سالِ جبری سے ملاوے عیسوی
کاملین فن کیوں سرور کر تذکرہ - تصویر حیرت بے مثال ۱۹۲۵ء	
دیکھ سکے ہوں کیوں نہ رنگ جتنے ہیں نازک خیال شوق سے رکھیں نہ کیوں آنکھوں پر اہل کمال یا بے نئے رنگ کا قصہ ماضی و حال	۱۹۱۷ء بے یہ خیالات کا ایک عجیب آئینہ کچنچی ہے دلکش شبیرہ خوب کمال کی اہل سخن کا بے ایک تذکرہ لا جواب
دلیں اگر بے خیال طبع کا لکھوں میں سال کیوں نہیں کہتے کمال تذکرہ میثال ۱۹۱۷ء	
<p>قطعات تاریخ طبع ”مخمخائے جاوید“ از تاج طبع سید رشید الزماں امید رد و لوی شاگرد جناب حکیم سید محمد ممدی صفا کمال لکھنوی طبیب ریاست تروا ضلع فتح آباد</p>	

	سب سے مدیل و سب سے نظیر و لا جواب حرف حرف و نقطہ نقطہ انتخاب	چوں رقم مخمفائے جاوید شد خامہ سداں در بیان و صفیاد
	از پئے تاریخ طبعش گفت امید گشت مطبوع جہاں باب و تاب ۱۳۲۶ھ	
	عجب تذکرہ یہ ہوا دلپذیر نیکو فکر ہوں مشتاق بناد پیر	لکھے شاعر و نکتے یہ حالات خوب و کھاتی ہے تحریر حسن شباب ایضاً
	رستم کرد و امید یوں سال طبع کہ اچھا چھپا نکتہ بے نظیر ۱۳۱۶ھ	
<p>قطعات تاریخ طبع خمنائے جاوید از نتائج افکار محمد نور الحسن فرغ خلت جناب شیخ محمد علیم الدین صنایع پیشکار ریاست ترو اضلع فرخ آباد شاگرد جناب حکیم سید محمد رضا کمال لکنوی طبیب ریاست ترو اضلع فرخ آباد</p>		
	شاعر و نکتہ دلکش افسانہ ہے یہ کیا مثال حشمت شانہ ہے یہ خوب انگلی زلف کا شانہ ہے یہ کچھ عجب تاثیر بیخانہ ہے یہ	واہ کیا ہمیشہ لکھا تذکرہ ہر طرف برپا ہے ارکی دھوم دہم بن سنور نے میں عروسان سخن سامع و قاری کو کر دیتا ہے مست
	طبع کے دو ماوے لکھو نہ و نہ ساغر و سخنوار - مخمفائے ہے یہ ۱۳۲۵ھ	

ہیں جو اک منصف سر برام۔ ایم۔ اے ایک مخماتہ عجیب و یادگار کیا زمان مطبوع طبع و دل پسند	تذکرہ لکست نہایت خوب ہے طالبوں کے واسطے مطلوب ہے کیا بیان دلکش و محبوب ہے
یوں سنیں طبع لکھو اسے مندرج تذکرہ - یہ بے بدل مرغوب ہے ۱۳۲۵ھ ۱۳۲۶ھ	
کیا ہوا ہے تذکرہ یہ بے مثال کس جگہ ہیں جو ہری و قدر داں	ایضاً جو میں منصف داد وہ کیونکر نہ میں گو صبر نایاب کو انکھو لئے لیں
دو ہوش تارخیں کجیا اسے مندرج تذکرہ - بے مثال ہے تاریخ میں ۱۳۲۵ھ ۱۳۲۶ھ	
تقریر نظریۃ کلک جادو و رقم سخنور فہیم صاحب طبع سلیم تاضی محمد علیم الدین حسنا علیم سرشتہ دار حکمہ نچاست رزیدنسی حبیب پور	
و مخماتہ جادو و راستی کشادہ اینجا نہ مخماتہ پر از بادہ مستی فزا باشد وین مخماتہ ہر کس بادہ پر زور را مخور وہ چہ مخماتہ کہ باشد استوار بہر جادویدان چہ مخماتہ کہ وقف اہل ذوق و شوق ملی باشد چہ مخماتہ کہ مامن از برائے اہل شرست ہا بنازم بے نہایت ہمت فیاض نسبت را	صلای الصبح از بہر خاص و عام داد اینجا کسی ناشاد اگر آمد بدم گردیدہ شاد اینجا چو اشک نامہ اواں بر زمیں زود و لغتہ اینجا ہما ناز و در بر زمیں سبج شدہ اینجا بجز احباب اصلا نیست بر غیر اعتما و اینجا نہا شد بیج باک از فتنہ و شر و فساد اینجا کہ کسب فیض ہما سازد جمشید و قباد اینجا

ز سبے تباہ وانشور سخن را حامی ویاور
 چہ خوش خمن از یازم جهان آرا کہ می بینم
 چہ بزم بوستان عسند لیبان نوا سنجان
 تعال اللہ چہ بزم دلکش کرد دشمنان خالی
 حسودان گر نمی سازند تحسین نیست پر و آ
 زرد مال جہاں ہرگز وفابا کس نمی سازد
 بہ نقاشان اول گو کہ نقش خویش را شویند
 بوقت نیک چوں گردیدہ چاپ این نانہ بگیر
 کہ گفتہ زود تر در صنعت جبری گوش من
 پس تاریخ ہجری ہر سال عیسوی اکنون
 سن فصلی قلم ذکر حجتان منید آورد
 کتاب تذکرہ آئینہ عالم نسبت گفت
 بالفاظ الہی یافتہ خمنام نظم من

سریر ام آنگد نو مثل اژدہ لا ملازادای خج
 سخن سنجان والا گو ہر انداز ہر سوادای خج
 بیابن کہ ہرگز نیست دخل بوم و خادای خج
 بہر سو پر طرب بشتہ انداہل و دوا دای خج
 برآمد از سخن سنجان عالم شور وادای خج
 سخن باشد متاع نغمہ بود برک وادای خج
 نشستہ دو چہا سہ دوستان نقش مرادای خج
 علما از پے تاریخ طبعہ رونما وادای خج
 سنخ خمناء جاوید با آب آوستادای خج
 کتاب غمزہ واطرفہ طلسم آمد بیادای خج
 بحال مات ہر دم منت ملک و دلا دای خج
 سروش ایزدی در وقت فکرم ہمدلا دای خج
 کیت فکرم از جولاں نمودم ایستادای خج

بدینا ما بود نام خمناء صا باقی

خدا یا بابائی خمناء داعمشاد با دای خج

ریو یور قمرزہ جامع کالات صوری و معنوی فضیلت مآب کالات
 انتاب شمس العلماء خان بہادر پروفیسر مولوی محمد زکرا اللہ صاحب
 رئیس دہلی ریو یور تذکرہ ہزار داستان خمناء جاوید

میں شاعر نہیں ہوں کہ شاعروں کے تذکرہ کی پوری داد دے سکوں۔ مگر اردو کے شاعروں

کے تذکروں کی میری معنی و اقصیت ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ سب کے اول اردو کے شاعروں کا تذکرہ قاسم نے لکھا اگرچہ وہ چھپا نہیں لیکن اُس کے قلمی نسخے بہت دور دور شائع ہوئے پھر اس تذکرے کو ذاب مصطفیٰ خان شیفندہ و حسرتی نے زیر نظر لکھ کر تذکرہ گلشن بے خار لکھا جو چھپا اور بہت مقبول نام ہوا۔ اسکے بعد مصبائی نے تذکرہ گلستان سخن لکھا جو مرزا صابر کی تصنیف سے مشہور ہوا اور چھپا ان تذکروں کو ملاحظہ اور پانچ چھ تذکرے چھپے مگر ان سب تذکروں پر شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد کے تذکرہ آب حیات نے پانی پھیر دیا۔ اب اس تذکرہ کے آگے اور کوئی تذکرہ نہیں چھپا جاتا اسکے بعد تذکرہ ہزار و اشان معروف بن مخمنا جاوید کے ۴۰ صحنے میرے مطبعہ میں آئے۔ جس میں ان شاعروں کا کلام اور حال لکھا ہے۔ جسکے تخلص کے اول الف ممدودہ و الف مقصورہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تذکرے کا حجم اور سب تذکرہ کے مجموعی حجم پر بڑھ گا۔ اسکے مصنف رائے سرایم ایم۔ اے۔ فرزند مجتہد خصال آرزویل رائے بہادر مدین گوپال ایم۔ اے۔ سر سٹریٹ لا میں بظاہر اس پر تعجب ہوتا ہے کہ اس لائین بیٹے نے اپنے لائین باپ کی طرح قانون میں فرو کمال ہونے میں سی نہ کی فقط سرکاری فالتوئی امتحان میں پاس ہونے پر بس کی۔ لیکن انگریزی میں ضرب لاشل ہو

(شاعر بنانے سے نہیں بنتا وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے) اکیلی طبیعت قدرت ہی نے شاعری کے لئے وضع کی تھی۔ وہ دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس خدا داد فہم مستقیم اور مذاق سلیم کے سبب سے انہوں نے ادنیٰ اور متوسط شاعروں کے کلام میں سے ایسے تھوڑے تھوڑے اشعار منتخب کئے مگر اُستادوں کے کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اعلیٰ شاعروں کے کلام میں سے بہت بہت سے اشعار ایسے منتخب کئے کہ ان سے ہترا و اشعار ان کے کل کلام میں نہیں پائے جاتے۔ قاعدہ ہے کہ جیسے تک کوئی اچھا شاعر نہیں ہوتا کہ اساتذہ سابقہ کے کلام پر اُسکی نظر نہ ہو اور وہ اُسکے ذہن میں محفوظ نہ ہوں پس یہ مطلب فقط اس تذکرے کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے کہ اچھا شاعر بننے کے لئے

شعر کے دو اوین اور کلیات کے پڑھنے سے مستغنی کرتا ہے۔ اسکو پڑھ کرنا بیکار لگتا ہے۔ شاعر کا کلام کالباب نظر سے گذر گیا۔ شاعروں کے اکثر حالات مصنف نے نثر میں ایسی فصاحت و بلاغت و سلاست سے لکھے ہیں کہ انہیں بھی عمدہ نظم کا لطف آتا ہے۔ غرض یہ مصنف کا بڑا اسان اہل زبان ہے کہ اسنے اردو و لہجہ پر اپنے اس تذکرے کی تصنیف سے ایسا زبانا اضافہ کیا ہے کہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اسکی یہ ہزل داستان محسن کے بوستان جاوید میں ہمیشہ چھپاتی اور اس کے نام کی مدح سرائی کرتی رہے گی۔

ذکار اللہ

تقریظ منظوم طبع مراد بیل گلزار سخن طوطی شکرستان علم و فن سخنور کا سخن

سید وحید الدین احمد صاحب بخود دہلوی از ارشد تلامذہ فصیح الملک

نواب مرزا خان دل غم دہلوی

بہار آئی سے گلنام دینا پیاسے میں بت و نکلے سے انام پڑے ہیں دیکھ کھانٹے زباں پر وہ سے دے جو نشیں چور کر دے چمن پر آج رنگت آرہی ہے کہیں بلبل کے لب پر ہے ترانا سخن رنگیں کوئی ایسا نساوے برس کر ارجب سے کچھ کہلا ہے قیامت ڈرائی غنچے سے چنک کر وہ شوخی سے صبا کا گد گدانا	بابا بھر کے ساقی جام دینا شراب روح پرورد کا پلا جام گستاخگو و چھپائی آسمان پر وہ سے جو بے پئے مسرور کر دے کچھ آنکھوں میں تراوٹ آرہی ہے کہیں گلچیں کے ڈیرے سم جانا کہ جو بیخ و الم دل سے بہلاوے چمن کا رنگ ہی بدلا ہوا ہے گرچی ولہجہ جلیبی سی کر تک کر وہ بھولہ لہجہ اداسے مسکرانا
--	--

ہوا ہے سبزہ کا وہ لہلہانا
 وہ مشتاقِ ستم سرد لب جو
 وہ ہر سوبلوہ فزا سکی قدرت
 وہ نہرو نہیں رواں آبِ مصفا
 وہ زیبائی وہ عنائی گلوں کی
 ہوا سے ہر طرف بادل کا پھٹنا
 یہ گذری سیرِ حرب میری نظر سے
 ابھرائیں وہ دلکی ساری چوٹیں
 کسی کی وہ جفا میں یاد آئیں
 وہ اپنی اشک باری یاد آئی
 کسی کا مسکرانا یاد آیا
 وہ یاد آئی کبھی کی اپنی حالت
 وہ شوق وصل نے پھر گدگدایا
 کہلا سینے میں پھر باغِ منتا
 مہدائی سے کلیجہ شوق ہوا پھر
 لہو پھر ہو گیا آنکھوں سے جاری
 گر بیاں کو کیا پھر چاک میں نے
 نگاہوں نے ادھر ہر صحر کو تا کا
 بن آئی پھر پھر فتنہ زاک
 جب اس درجہ کو نوبت اپنی پہنچی
 نسلی دی مجھے دلوں کو دلاسا

طیور غوش لونا کا چھپا نا
 تڑپ کر درو سے قمری کی کو کو
 تماشا دیکھ کر زنگس کو حیرت
 خراماں ہر طرف طاؤس زیب
 پھر اس پر خوشنوائی بلبلونکی
 شبِ مناب سونے پر سما گا
 لہو جاری ہوا زخمِ جگر سے
 کبھی کھائیں تھیں مٹی کی چوٹیں
 مجھے اپنی دفتائیں یاد آئیں
 وہ دلکی سبب راری یاد آئی
 وہ ہنس ہنس کر رُلانا یاد آیا
 نظریں پھر گئی اُس بت کی صورت
 وہ یاد دیا رہنے پہلو دبا یا
 ہرے پھر ہو گئے دماغِ منتا
 بنا سینہ ملا مٹم سرا پھر
 تڑپ کر پھر گزار مِی رات ساری
 اڑائی سر پہ اپنے خاک میں نے
 اوس ہر تلموں نے خاروں کو ٹٹولا
 سر شوریدہ نے دیوار تا کی
 تو پھر عقلِ مال اندیش چو نکلی
 پلائی پھر دوا صدقہ اُتارا

بیان کی میرے آگے ایک کہانی
 مجھے تو عشق ہے شعرو سخن کا
 مرے دل کو کیا بات اب میں کیا
 مجھے سنبھلا ہوا جب آنے پایا
 سنا کر ذکر کچھ اک مذکر سے کا
 کتاب اک ایسی رکھی لا کر آگ
 اگر ہر مو کے تن میرا زباں ہو
 کہیں سادہ کہیں سے طرز نگین
 جہاں تعریف ہے زلف و توانا کی
 کسی نے شوخیاں بھردین بائیں
 کسی کی ساوگی ہے قابلِ داد
 کسی کو ہے ادب دیکھا لپکا
 کسی کو استعارہ بھاگیا ہے
 معانی پڑ گاہیں ہیں کسی کی
 کہیں شوخی کا ہے عالم ہے زلا
 تصوف میں کسی نے نام پایا
 کوئی الفاظ کی شوکت کا عادی
 کوئی نازک خیالی پر مٹا ہے
 کہیں سے فارسی ترکیب ساری
 نئی ترکیب کا ہے کوئی ہو جس
 کہیں الفاظ کی جادوگری ہے

سنائی شعر بھی کچھ نہ سنہ زبان
 ہوا وہ زور کم دیوانہ پن کا
 دکھایا معجزہ جہاں میں کیسا
 خستہ ذراک معانی کا دکھایا
 کیا تقریر لکھنے کا اشارہ
 کہ وحشت جس سے کوسوں بھاگے
 تو اب کچھ اسکی خوبی کا بیاں ہو
 چنے پھٹکے ہوئے سارے مضامین
 وہاں چمپدگی ہے کس ہلاکی
 کسی نے گریاں کی ہیں میانیں
 کسی نے طرز نو کر لی ہے ایجاد
 کوئی تشبیہ کی جانب سے لپکا
 کوئی ڈھل کر زبان پس آگیا ہے
 جگر کے پار آہیں ہیں کسی کی
 کہیں ہے ساوگی کا بول بالا
 کسی نے مع میں انعام پایا
 کسی کی بندشیں ہیں سیدی سلوی
 تو کوئی روز مرا پرندہ ہے
 کہیں اردو زبان ہے پیاری پری
 پرائی طرز کا کوئی مفت لدنو
 کسی نے گود بچوں سے بھری ہے

کسی نے تیر کر جیتنا ہے پالا
 کسی نے چوٹ لکھا کر آہ کی ہے
 کسی نے چٹکیاں لیں میں جگر میں
 ستم کے ذکر سے روٹیں کسی نے
 کسی نے بھول توڑے ہیں چن سے
 غرض ہر شعر چوٹی کا چست ہے
 کسی نے تذکرہ لکھا ہے ایسا
 کسی سے ہو سکے کب ایسی محنت
 مؤلف اسکے میں لالہ سریرام
 بحر میں اُنہیں اوصاف حمیدہ
 ہزاروں پر پھرا ہے انکے پانی
 کوئی شاعر نہیں چھوڑا ہے باقی
 مہینوں بلکہ برسوں تک چھانی
 کیا ہے کام یہ اک عمر بھر میں
 جہاں قلمی کوئی دیوان دیکھا
 کتابوں کی بیاں تھا دیکھا ہے
 ہزاروں میں کہیں دیوان اسمیں
 کتاب بننے بھی ہے کب جہاں نہیں
 خریدی جو جھانسنے اُتھہ آئی
 لکھا ہے تذکرہ جاو کیا ہے
 زما ہے خریداروں میں اسکے

کسی نے ڈوب کر موتی نکالا
 کسی نے دل کے اندر راہ کی جو
 سمایا ہے کوئی ظاہر نظر میں
 کہیں موتی پروئے ہیں کسی نے
 کسے نے نعل اُگلے ہیں دھن سے
 مناسبت سے اُسی نے سرو نہا ہے
 کبھی تھے سناو کیا ہے ایسا
 پھرا پھر صرف دولت صرف ہمت
 خلافت کے زبا تزدانکا ہے نام
 لکھے ہیں شعرا ہے چیدہ چیدہ
 کبھی ہے جب یہ تصویر معانی
 ہوئے جس سے نہ جا کر یہ ملائی
 گنوا دی عشق میں اسکے جوانی
 سفر برسوں کیا ہے بحر و بر میں
 ہزاروں دیکے ظالم نے خریدا
 زمیں سے چھت تک اک کرو ہزار جو
 کہیں ہے تذکرے کی کان اسمیں
 نہیں اصلاً غلو میرے بیاں میں
 یہی دولت یہ ہے اگلی کمائی
 زما سے زلا ہے نیا ہے
 جسے دیکھو طلبگاروں میں اسکے

کمانِ تقدیر نے پھونچا دیا ہے	مسنوں نام نامی سے ہوا ہے
نظر تک حضرت آصف کی پھونچا	بہت دشمن نصیب اس کا جب کا
قلم نے کی ہے برسوں جبر سائی	جب اس در تک ہوئی حاصل رسلئی
یہیں مشکل ہے شہ کی مع خوانی	پھر آچرخہ و ملک معانی
فریدوں فریبی ہے مجز و رسم بھی	ملک سکونیزہ بھی تسلیم بھی
آسی کی سلطنت ملک و کنیز	آسی کا راجہ اقلیم سخن میں
اچھی کام شہرِ مکرانی	آسی کا فضل ہے شیرِ پانی
دعا گو با بعلی کے ہزاروں	شنا خواں خوش مقامی کے ہزاروں
قلم داں اسکا دکان جو احمر	غزل ہے اسکی یا کان جو اہر
اٹھا کر ماتہ چھو داب و دعا کر	ارٹہ شیشے سے التجا کر
الہی شاہ کو دل شاد رکھنا	دکن کی سلطنت آباد رکھنا
اُسے حاصل ہو عیش کامرانی	عطا کر اسکو عجب اودانی
مؤلف کا ہے نام اس سے قائم	مزدہ لیں پڑھ کر اسکو شاہِ دوا عمر

تقریظ از نتیجہ افکار گہر بار ناشر گیارہ منشی بدیع نگار شیریں گفتار منشی سید احمد
صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ و دیگر کتب متعدد و وظیفہ خوار سرکار نظام

اس تذکرے کی کیفیت جیسی ہمیں بالتفصیل معلوم ہے۔ شاید دوسرے کو ہنگامی کیونکہ زمانہ
تدوین سے اس پر ہماری نظر پڑتی رہی ہے۔ اور جو دل چھڑا دینے والے موقعہ اُس زمانہ
میں اسکے مدوں کو پیش آئے ہیں وہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑے ہیں۔
ہمارے دوست لالہ مریم صاحب نے ہوش بہہالنے سے پہلے اس بارہوش کو

اُٹھایا تھا۔ یعنی آیام طالب علمی سے ہی اسکا زچہ ڈالا تھا۔ اور اپنے آپ کو اجتماعِ سخن و اہل سخن کا ستارہ بنا لیا تھا۔ ادھر انٹرنس کے امتحان کی تیاری تھی ادھر یہ بیماری تھی کہ اس تیاری کے تمام اوقات وقفہ تذکرہ تھے۔ دیکھنے میں بی۔ اے کی استانی کتابوں کا مطالعہ تھا۔ مگر حقیقت وہ اساتذہ ماضی و حالی کے تذکروں اُنکے دیوانوں اور چیدہ کلام کا انتخاب تھا۔ گو اہم اسے امتحان سہرہ تھا۔ مگر تذکرہ کا پشتارہ بغل میں غرض علمی استخوانوں سے لیکر قالین امتحان تک یہی حالت رہی۔ کہانے کی سحر نہ پیشہ کی بددعا کے علاوہ اور بھی سیکڑوں مکروہت زمانہ سحر راہ ہوئے۔ مگر اس دہن کے پکے نے اپنی دُہن نہ چھوڑی۔ اے بہادر اس شوق سے ناراض رہے۔ تمام بزرگ مانع ہوئے۔ مگر لالہ سریرام صاحب نے ہی یہ کام نہ چھوڑا۔ سب کے بگاڑی مگر یارِ ان تذکرے سے بنا کر رکھی۔ اور اُسے انجام پر پہنچا کر چھوڑا۔

نغمائے جادو کی تدوین میں صبی صبی دقیق پیش آئیں اور جو جزا امتیں دامنگیر ہوئیں انہیں کوئی تدوین کے دل سے پوچھے۔ یہ استقلال بے زوال ہی کا تصدیق تھا۔ کہ اس نغمائے حب وید میں آج نوید کے شاد و یاد بنے سج رہے ہیں۔ جس انھاں کو غفلت سمجھ کر کھاتا تھا۔ وہ عین ہونیاری اور کامل سُرست نکلی۔ بھلا لالہ سریرام جی یاد وہ کون سا ہو سکتا ہے جنہوں نے اجتماعِ فنِ دین کو ثابت کر دکھایا۔ انٹرنس سے ایچ۔ اے تک پاس کرتے چلے گئے۔ پاس کو پاس نہ آنے دیا۔ یہاں تک کہ قانون پر بھی ہاتھ مار ہی دیا۔ یہ خدا داد ملک تھا۔ جس نے تمام ہجتموں میں تملک ڈال دیا تھا۔ اسکی بدولت منصفی بھٹکاری۔ اور سلمی کا سیاہیوں کے طفیل خاندانی ناموری کو سنبھالا۔

لگتے تذکرہ نگاروں نے صرف گزشتہ تذکرہ۔ یہاں انہوں نے اپنے وقت کے روشناس شاعروں کے حالات گھر بیٹھے لکھ کر تذکرہ نویسی میں اپنا نام شمار کرالیا۔ لالہ سریرام نے نامی شعرا کے خاندان کا پتہ لگایا۔ انکی فزایت سے ملے۔ اور وہ حالات حاصل کئے۔ جو اہل خاندان کو سینہ بسینہ پہنچتے تھے۔ موجودہ مشہور شاعروں کے گھروں پر پہنچے۔ انکا کلام اُنکے بزرگوں کا کلام

اور قابل تذکرہ احوال ہم چھوٹا بچہ لائے۔ کبھی کلکتہ کا سفر کیا۔ کبھی بنارس اور لکھنؤ کا دہاوا مارا۔ کبھی تارکڑ پھنچے کبھی بیڑی۔ کبھی اجیر کبھی بے پور۔ کبھی بریلی۔ پنجاب کا چیتہ دیکھ دالا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کو چھان مارا جن نازک خیالوں کا کلام اُنکے خاندانی افلاس نے طاق نسیاں پر رکھ دیا تھا۔ اُن سے لیا۔ اور چھوٹا اُن از جہاں رفتہ کو زندہ جاوید بنا دیا۔ گویا اپنے آپ کو سیاح شہر ادیا۔

اس تذکرے میں جب کسی نامی شاعر کے حال پر نظر پڑے گی تو خاص خاص خاندانوں کا حال دیکھ کر اُس خاندان کے لوگ خود چونک پڑیں گے۔

یہ لالہ سربراہ ہی کے حصے کا کام تھا۔ اور انہیں کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ سب لالہ سربراہی ارتکا ساحوصلہ انکی سی ذات۔ انکی سی سخن فنی۔ انکی سی سخن شناسی۔ انکی سی کنتہ رسی۔ تا وقتیکہ ایسی ہی امداد وغیبی اور خدا و لیاقت نہو۔ کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ حافظہ اور ذہانت ارتکا خاندانی ورثہ ہے۔ راجہ ٹوڈرل اکبری نورتن کے گوہر شب چراغ کو کون نہیں جانتا۔ آپ بھی اُسی خاندان کے نام لیوا ہیں روشن چراغ ہیں۔ آپ کے خاندان نے ایام غدر تک شاہانِ دہلی سے توسل رکھا۔ اور اخیر وقت تک خاندانی اعزاز کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ کے والد بزرگوار اربیل نالہ مدن گوپال صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ اے۔ یہ سرٹریٹ لالہ بھی کچھ کم ذکی و فہیم نہ تھے۔ اُنکا بھر علمی پنجاب میں مغرب المل اور قانونی قابلیت مسلم تھی۔ پنجاب یونیورسٹی کے رکن اعظم اور علوم مشرقی و مغربی کے زبردست ماہر تھے۔ آپ متوازیہ سال تک پنجاب لکچرلٹو کونسل کے ممبر رہے اور اپنی سن کار گذاری سے رعایا اور کام دونوں کو رضامند رکھا۔ افسوس کہ زندگی نے وفانہ کی درہ چیت کو رٹ کی ججی کے علاوہ عنقریب امپریل کونسل کے ممبر نامزد ہوئے۔ آپ کی قانونی کتابیں پنجاب کی عدالتوں میں رائج اور وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ آپ ہی کے ہونا فرزند نے تذکرہ لکھ کر مڑوں کو زندہ کیا۔ اور زندہ کو عمر جاوید کا بیٹہ لکھ دیا۔ یعنی وہ اس خیمائے جاوید میں آئے۔ اور ست ازل کے لقب سے طعہ ہوئے۔

آپ کے عمومی نامدار راے ہمارا سطر پیارے لال صاحب نے جو اپنی لیاقت کے آپ ہی نظیر ہیں۔ اپنی غیر معمولی لیاقت اور علمی سرپرستی سے عموم ہندوستان اور خصوصاً پنجاب کو بہت بڑا فیض پہنچایا۔ سینکڑوں کتابیں سرشتہ تعلیم میں انہی کی تجویز اور راے پر تصنیف و تالیف ہو کر مروج کی گئیں۔ خود بھی لکھیں۔ اور اس سرشتہ کے اراکین کو بھی رستہ بتایا۔ غرض اس خاندان سے جو کچھ ہوا کوئی نئی یا عجیب بات نہیں ہے۔ جبکہ جس طرف شوق ہوا۔ اُس نے اسی میں ادنیٰ تا حجب سے وہ کمال کر دکھایا۔ کہ اپنا سے زماہ عش عش کرتے رہ گئے۔

سبلا جو تذکرہ اتنی مدت میں اس قدر تحقیقات اور اخراجات سے لکھا جائے کہ ایک ذات کا رد و پیر اسکی اغراض ہم پہنچانے میں ٹھیکری کر دیا جائے۔ وہ کیوں نہ سب تذکروں سے بہتر اور افضل ہو۔ یہ تذکرہ تجارت کی غرض سے نہیں لکھا گیا۔ صرف شوقِ زبان۔ شوقِ سخن فہمی والی بے نام شعرا سے ہند بلکہ قیامِ زبان کی وجہ سے تدوین ہوا۔ اور اسکا منافع کسی مفید عامر امور کے واسطے وقف کر دینے کا ارادہ کر لیا

یہاں تک تو جسے اپنی ذاتی واقفیت کا خلاصہ لکھا تھا۔ اب ہم تذکرہ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ یہ تذکرہ بارہا نظر افروز مطالعہ ہو چکا ہے۔ مگر جب دیکھا ہے جب ہی ایک نایک جدت پائی۔ پس اس لحاظ سے یہ نظر اور ہے اور وہ نظر اور تھی

اس تذکرے کے اول حصے میں الف سے لیکر بے تک کے مہملان ہزار و استان جمع ہو کر اپنی اپنی روشِ نغمہ سنجی اور خاص خاص بولیوں سے دل لہجہ ہے ہیں۔ ہر ایک کا اندازِ صدا ساز و صدا بنظر ہر ایک ہی باغ کے فندائی ہیں۔ مگر دراصل عجیب عجیب نیرنگیوں کے شیدائی ہیں۔ کوئی حسنِ پرستی پر لوٹ ہے۔ تو کوئی خدا پرستی پر غش۔ کوئی کارخانہ قدرت کی حکمتوں کا دلدادہ تو کوئی رذوق و دہلی کی سخن سنجی پر دل و جان سے آمادہ۔ کوئی اپنے وقت کی ابتدائی زبان کو مغزیہ کلام میں نظر ہر کر رہا ہے۔ تو کوئی اُسی زبان کو اصلاح دے کر دوسرے پیرایہ میں نیاز رنگ اور نیا انداز دکھا رہا ہے۔ کسی کا کلام دلیں مینا جاتا ہے۔ تو کسی کا عرش بریں تک پہنچا دینے کا بیڑا اٹھاتا ہے۔

کوئی فصاحت پر مٹا ہوا ہے۔ تو کوئی بلاغت پر نیست ہے۔ کسی نے سید ہی سید ہی بول چال اپنا
 وتیرہ ٹھہرایا ہے۔ تو کسی نے خاص خاص اصطلاحات و محاورات کا نقشہ جمایا ہے۔ کوئی فلسفیانہ
 مسائل پر چمکا ہے۔ تو کوئی منطقیانہ دلائل پر اٹل۔ گو شکلیں مختلف ہیں۔ مگر نتیجہ کلام ایک ہی ہے
 یعنی ہر ایک شخص اپنے ملک کی زبان کے قیام پر طیب خاطر مائل اور انکی ترقی کا اپنے ہر ایک
 ہم عصر سے سائل ہے۔ چنانچہ ہم بھی اس امر کے ثبوت میں چند شعر کے کلام کا انتخاب کر کے انکے
 رجحان طبع کو دکھانے اور کچھ کچھ حالات سناتے ہیں۔

پہلے خواجہ حید علی آتش کے حال کو لیجئے اور حضرت ناسخ سے جس منہ کا بڑا ہوتا تھا۔ اُسے دیکھئے تو
 صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب آتش بیان ہی نہ تھے۔ بلکہ آتش مزاج اور نازک طبع بھی
 تھے۔ باوجودیکہ دونوں صاحبو کی باہمی نوک چوٹ نہ تھی۔ لیکن حضرت ناسخ کا دنیا سے گزرنا
 اور آتش کا ترک سخن گوئی کرنا ایک عجیب پاس وضع اور انصاف قلبی ظاہر کرتا ہے۔ آتش کا کلام
 صاف سے پاکیزہ ہے۔ مگر وہ بات کہاں جو ناسخ کو حاصل تھی۔ وہ تشبیہ و استعارہ کا بادشاہ تھا
 یہ میدان فصاحت کے دلدادہ میں۔ اُن کا ایک ہی شعر ایسا ہے جو آتشیں طبیعت کا نمونہ
 اور صاف گوئی کا چرہ ہے۔

جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

ہیت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

علی ہذا شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد کے حال پر نظر ڈالئے۔ تخلص کے ساتھ کلام اور طبع
 میں بھی وہ آزادی ہے۔ کہ اچھے اچھے وادے مزاج کو پرے بٹاتی ہے۔ جس بات کی
 ابتداء کی انتہا پر پہنچا یا۔ اُسے آذوق کی محبت۔ ایام قدر کی مصیبت سن سن کر سنگدلوں کے ہتھوڑوں کو موم
 بنائے دیتی ہے۔ ہنسنے میں وہ کمال ہے کہ صوفی صافی تک سر نہ ہٹتے ہیں۔ موسم
 زمستان کا بیان۔ ابھر کر م۔ شب قدر کی ٹٹھنی پڑھو اور بے اختیار اس جدت کی داد دو۔ کلام
 سنو اور فصاحت پر میر مٹو۔

ایک میں دست منہ ایک میں قڑاں ہو گا۔

باتھ چو میں گھرے گھرے مسلمان دو

مثنوی زمستان میں کہتے ہیں ۵

ساون گیت اٹھارے طوقاں دلو نہیں ہیں	پروسیہ کی یاد سے اراں دلو نہیں ہیں
ہرزان میں لمہار کی مستی کا شور ہے	بادل گج کے پردے میں دیتا لگور ہے

غرض یہی حال شب قدر کے بیان میں ہے۔

اسی طرح مولوی مفتی صدالدین خان صاحب آذرہ کے حال میں جو خاص خاص واقعات درج ہیں۔ وہ الگ ہی اپنا پر لطف سماں باندھ رہے ہیں جس عاشقانہ مناسبت سے آذرہ تخلص کیا ہے۔ اسی شیدا یا نہ رعایت سے اکثر کلام بھی موزوں فرمایا ہے ۵

اس درجہ دانی سے کہیں جان نکھلائے	آذرہ مرے حق میں ذرا تو بھی دعا کر
ہونہ دامنگیر کوئی جانگرفت اتل تجھے	تو بھی رو تا چل جہان سے کو ہمارے دیکھو
یہ کہ کے رخسار ڈالے اُنکے حجاب میں	بچے بڑے کا حال لکھ لیا نقاب میں
عشق بازی کا منہ چڑانا ہے	اب وہ موسم نہیں شباب نہیں
مخفہ حال چشم و دل یہ ہے	اس کو آرام اس کو خواب نہیں
ہے روزِ عید رنجش خاطر کو دو سلام	آؤ گلے لگومرے کیسی نہیں

اس تذکرے کے آصفوں میں قابلِ ذکر دو آصف ہیں ایک نواب آصف الدولہ واسطے آدوہ جنکے ہاں وہابی کے اہل زبانوں نے جا کر پناہ لی۔ اور انہوں نے اس زبان میں شعر گوئی اختیار کر کے روز افزوں رخصت سے گرنے لگے۔ دوسرے حضور پر نور میر محبوب علی خان بہادر نظام بالقاء سلطانِ دکن جنہوں نے اس زبان کی ڈوبتی ہوئی ناک کو سہارا دیکر اسرارِ پائے اس کلام سے جو کلام الملک ملوک الکلام کا مصداق ہے۔ چارچاند لگا دیے۔ زبان کی فصاحت دونوں حضرات کے کلام سے ٹپکتی ہے۔ مگر حضور نظام نے میر تقی کی روش پر بے تکلفانہ اشعار لکھنا شروع فرمایا اور حضرت داغ کو زندہ کر دیا ہے۔ چنانچہ تینا و تیر کا دونوں حضرات کے دو دو چار چار اشعار زیب دیو رکھے جاتے ہیں۔ آصف الدولہ آصف ۵

<p>چمکے گارو برو کس کے معاملہ دل کا ابو ہم طافت و نواں سے گئے یہی کہ کہ کے لاکھوں جان سے گئے</p>	<p>بڑے شکوہ سے جاتا ہے مت فلو دکا ایک دن یار سے یہ میں نے کہا مہن کے کتنے لگے کراے آصف</p>
<p>حصہ نظام آصف ۵</p>	
<p>لپکا ہے اُسکو دید کا چمکا ہے چاہ کا تو نہ ہوتا مرا المہ نگہاں ہو تاثر آن سے تیغ کچی ناز سے خنجر نخلا آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور خونہا دیتے نہیں خون بہا دیتے ہیں سن رہا ہوں مسندار کی باتیں جو ہوئی ہو حسد اس کے رو برو ہو یہ شیشہ بھرا ہے یہ ساعہ رو ہل رہے یہاں بھی حسد ہے وہاں بھی خدا ہے وہ بھلے کو حسد کے گھر نوئی</p>	<p>آصف سے یہ چٹا ہے نہ ہرگز کبھی چٹپٹے میں سنبھلا نہ رہ عشق میں کیا اسے ناصح مار کہتے کے یہ انداز نکالے تم نے یہ نکلے میں کیا لطف کیا مانگے ساتی ان حسنیوں سے کوئی خون کا دعویٰ نہ کرے بے وفا ایک تیری خاطر سے ادھر میں ہوں ادھر محشر میں تو ہو یو بھی پلاؤ بھی اس کا مزہ ہے کریں بستکد سے عبث قصہ کعبہ بستکد سے میں جو دیکھی ہے صورت</p>
<p>آفتاب - یعنی فردوس منزل ابو الغفر علی گوہر شاہ عالم ثانی کے اردو اشعار اور انکی تصنیف پر ہی نظر ڈالئے۔ بلکہ انکی مختصر سہڑی کو ملاحظہ فرمائیے۔ نو ثابت ہو جائے گا کہ یہ تذکرہ تاریخی حالات کا بھی ذخیرہ ہے۔ بادشاہ موصوف نے جو اپنی ایک فارسی غزل میں اس وقت کی مہیبت - نمکوا منکی کیفیت نابینا کے جانے کی کیفیت بیان کی ہے۔ قابلِ عبرت ہے۔ یونہی آفتاب کی روشنی ایک عالم پر پڑتی ہے مگر حضرت کے اردو اشعار زبان کے روزمرے اور متوکلاز طبیعت سے ایک اور جھلک دکھاتے ہیں جس سے عیش پرستی امن پسندی اور ذاتی آرام کی طرف زیادہ میلان پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ۵</p>	

<p>شب دل آرام سے گذرتی ہے ابو آرام سے گذرتی ہے بات میں تم تو خوف ہو گئے لو اور سنو اُسکی رعنائی سے مت تو اپنی رعنائی ملا دیکھ کر ہوتا ہے تجھ کو نگہ گل گزار کا</p>	<p>صبح نوجہام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانتے چھیڑنے کا تو مزہ یہ ہے کہ او اور سنو غوب ہی۔ سید ہا بنے گلو کھیا سے سرچین استقدارِ فردہ دل کیوں اندنوں پر آفتاب</p>
<p>ادیب۔ سیف الحق ادیب دہلوی کے حالات اس شیخ و سبط سے لکھے ہیں۔ کہ اُن کے کسی ہم صفا اور گہرے دوست کیا رشتہ دار کو بھی لکھنے نصیب نہوتے۔ ادیب کی حلیہ طبعیت۔ صحبت الفاطی کی حد سے زیادہ مزاوت۔ جودت طبع اور رنگینی مزاج کو اُن کے برتاؤ اور کلام سے بخوبی ثابت کر دکھایا ہے۔ ادیب ہمارے لنگوٹے یا رستھے۔ ایسے آدمی کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ خدا داد و نعت آتش کا پرکالہ بنا دیا تھا۔ تاریخ گوئی میں وہ ملکہ تھا۔ کہ یاروں سے گفتگو کرنے میں چاہتے تو تاجی جملوں میں بابت کے چپلے جاتے۔ کلام کی ندرت اشعار ذیل سے ظاہر ہے۔</p>	
<p>آج کل شوق تو ہے مت کو خو و آرائی کا کاش ہونا مفضل تیری مسیحائی کا دشمن نے آج کام کیا دو سدا کا لیکا بڑا پڑا ہے بچھے انتظار کا ہاتھ ہلکا ہے میرے قاتل کا</p>	<p>چشم آئینہ سے بچنا کہ بچھ سے بچاؤ موت آتی نہیں مجھ تک کہ جفا سے چھوڑوں موت آگئی مجھے شہیدم فراق ہی کر چشم و دل کی غیر خدا سے طلب ادیب جس کو مارا وہ آف نہیں کرتا</p>
<p>مر کے بھی ہوتی ہے انسان کو ذمات کہی</p>	<p>سختہ چمپا لیتا ہے عیباں سے کھن میں تبا</p>
<p>آخر۔ کوئے آخر حضرت سلطان عالم واجب علیہ شاہ رنگیلے والے اووہ۔ آپ کے تاریخی حالات شاید اس تذکرہ سے زیادہ دوسری جگہ دیکھنے میں نہ آئیں۔ کیونکہ اس کے مدون نے کوشش بلج سے اُس زمانے کے چرچہ نویسوں سے اصلی پرچے حاصل کئے اور اُن سے یہ حالات اخذ فرمائے۔ عیلاً خدا اسی طرح کلام کے ہم بچپانے میں بھی کسر نہ کہی۔ ہمارے</p>	

ریویوس اتنی گنجائش کہاں کرانگا شمع بھی وج ہو سکے ہاں شاعرانہ طبیعت کا کسی قدر ذکر کر دیتے ہیں آپ پر گو شاعر اور ہر ایک فن سے کچھ نہ کچھ ماہر تھے۔ مرثیہ گوئی میں بھی کچھ کم نہ تھے۔ سلام بھی خوب کہتے تھے۔ مثنویاں بھی اچھی لکھتے تھے ناول بھی بنائے۔ فسانے بھی تیار کرائے۔ قصے و سرود کا بھی شوق رکھا اور خود بھی اس فن میں طاق بلکہ بگایہ آفاق ہوئے۔ یہ نئے کوئے اندیش مذہبول و بدخواہ مقرر ہوئی حیات کا نتیجہ تھا۔ جنہوں نے اپنی خود مرضی کو مد نظر رکھ کر اس بادشاہ وقت کو ایسے رنگ میں رنگا کہ رنگ رلیوں کے سوا اسے کسی کام کا نہ کہا اس شوق نے کلام میں سوز و گداز پیدا کر دیا تھا۔ مختلف تصانیف کی تعداد چالیس سے کم نہ تھی۔ کلام ملاحظہ ہو ۵

ڈھونڈیں فلک پہ قدسی کچھ کھو گیا ہے میرا
مظلوم و مفسد اختر شکر پر پتہ ہے میرا
مخ ماہ پر ہونٹانی ہمساری
پابند رہا میں نہ کبھی ویر و حرم کا
اختر پر خوش لہجہ واہ ہے یہ زبان بمثال

ہاتھوں سے دل رنگا رہا سنوں اچھل پڑا ہے
تم بوجھ لینا ہر جاب سب جانتی ہے دنیا
مرے داغ و لگا لگے داغ اسکو
رنگانہ بسر کرتا ہوں دنیا کے ونی میں
بولتا ہے بادشاہ اُردو سے بازارِ فاضل

ہمارے بار مرزا عبدالغنی گورگانی بھی اس تذکرے میں موجود ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ اپنے فن کی لائانی تھے۔ جنکے آگے خوش بیانی نے ہار مانی تھی۔ انہیں دوہری بادشاہی نصیب تھی۔ ایک خاندانی و دوسری شاعری سخن پناہی۔ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ مرزا شاد ایک طفلانہ مشاعرے میں جو ان کے گھر سے چھ سات کو س دور بندے کے غریب خانہ پر کبھی کبھی ہوا کرتا تھا۔ تشریف لاکر داو سخن لینے تھے پھر وہ زمانہ ہوا۔ کہ استاد سخن مانے جانے لگے۔ طبیعت میں تیزی۔ جدت پسندی۔ خدا واد بلکہ پروازی ابتداء سے تھی۔ دکاوت۔ رسائی فکر انشا کی تھی۔ آد کا یہ حال تھا کہ سو سو دو سو شعر کی غزل لکھ ڈالنی کچھ بات ہی نہ تھی سب مجھے اُس زمانہ کا ایک شعر اب تک یاد ہے ۵

قیام مجسم حاکم کی ہے نفس پر
ہوا پر ہے بنا اپنے مکان کی

تم جان سکتے ہو جسکی ابتداء میں یہ طبیعت ہو۔ اسکی انتہا میں کس درد کی فصاحت و بلاغت ہوگی
اُسٹاد کو ان پر ناز تھا۔ اور اس شاگرد کو بدستور انکی خدمت میں سر نیاز۔ پڑھنے کا وہ انداز تھا
کہ شعر کی صورت بندہ جاتی تھی۔ جس بات کا ذکر ہوتا۔ اسکی تصویر آنکھوں کے آگے بھر
جاتی تھی۔

مزاج میں وارفتگی۔ استغنا اور پریشانی اول سے کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ غرافت اور مذلت بخشی
اُسکے گھر کی لوندی تھی۔ مرزا ارشد سادھی پیدا ہونا مشکل ہے۔ میرے ساتھ خصوصیت
تھی۔ وہ فرہنگ آصفیہ کی حربہ فقر لفظوں سے ظاہر ہے۔ ہر چند اس تذکرے میں سے
اُنکا حال لکھنا چاہتا ہوں۔ مگر کیا کروں۔ دل قابو سے نکلا جاتا ہے اور قلم اسے چھوٹا جاتا
ہے پس ان چند اشعار پر انکی طبیعت کی کیفیت قوت رکھتا ہوں ۵

<p>نہیں آپ کی اڑے مگر اوسان کی طرح کچھ وہ کہنے کہنے ہے کچھ ہم تنہ تنہ بنوں کا ستم رہا ہوا گیا اجی شہنشاہی جی زر سے ہے میکشی نہیں کھلتا نہیں کھلتا کہ مجھ سے کیا رکاوٹ ہے میکش ہوں وہ گردو میں مجھ لے مجھے ساتی مانا نہ مشر غیر نے ترے خد ام کو وہ بن ستم کے میرے جنازے سے پڑیں کبھی میں بھی دیکھ لو ارشد کو تنہا نے میں بھی</p>	<p>افسانہ گر ستم مرے حال تباہ کا اس کشمکش میں لوٹ گیا رشتہ چاہ کا کوئی اپنا سوسے خدا ہو گیا جو مفلس ہوا پارسا ہو گیا کہ کچھ رک رک کے چلتی ہے تری لمبا گردو پنہر آپتی ہے منہ میں مرے ساغر سے نکلا کر دہتا لگایا تو نے قیامت کے نام کو کرنا پڑے گا ستم کا حبدہ امام کو پوچھتے ہو کیا حقیقت اُس خدائی خوار کی</p>
---	--

اگر خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی کے حال اور اُن کے کلام کو ملاحظہ فرمائیے
تو اُنکے عجب حبلی طبیعت اور خوبی خیالات کی بطور حدت و جاشنی پائیگا۔ نتیجہ غیر غرافت کوٹ
کوٹ کر بھری ہے۔ دیکھی اسٹاد باندھے کھڑی ہے۔ مضمون آفرینی گھر کی لوندی ہے۔ اور

شیخ چشتی ایک اوننی باندی بات میں سے بات پیدا کرتی آپ ہی کا حصہ ہے۔ بانی سب قصہ ہے۔ نمونہ کلام خود شاہد واجب الاحرام ہے۔ کلام اکبر ملاحظہ ہو ۵

دل مرا جس سے بہتا کوئی ایسا نہ ملا گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر فروش یہ ارشاد آپ کا بالکل سچا ہے حضرت واعظ لاکھ نعمت ہے اتنی آزادی	جسکے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا طالب زفر لبس شیدائے ملا مگر میں کیا کون کچھ بن نہیں پڑتی جو الہی ہو سائنس لیتا ہوں بات کرتا ہوں
--	--

بید سب ہے جموٹ سچ کی جہڑی بحث نہ دیا جموٹے مٹھی پر آپ تو ہم پر جس حکمراں	سچ کہتے ہیں جو جموٹ کیس مہنور و سیاہ جموٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جموٹ کے بادشاہ
---	---

غرض اس گلستان ہزار داستان میں جہد زما می شرا ہیں۔ ان کے حالات اس آغاز سے درج
تذکرہ فرماتے ہیں۔ گو با سراج عمری لکھ کر دکھا دی ہے۔ ہم کہاں تک انتخاب کر کے لکھیں خود
تذکرہ ہی ہمارے بیان کا شاہد ہے۔ آباد۔ آشفہ۔ محمد میر اثر۔ احسان دہلوی۔ انشاء اللہ خاں۔ امیر
قطب الدین رشک۔ شاہ محمد اکبر ابو العلائی۔ اکبر حسین خان اکبر۔ امیر مینائی۔ نجم الدین براق۔
لکھنوی براق۔ انیس۔ الوز دہلوی۔ بجر لکھنوی۔ وغیرہ وغیرہ جسکے حال پر نظر ڈالتے ہیں جن
دیکھے جموٹ دینے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک مجلس شرا ہے۔ جس میں
صرف مشاعرہ ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے جوہروں اور قابلیتوں کا بھی سین دکھایا جاتا ہے
اب دیکھئے کہ خدا تعالیٰ اس تذکرے کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ اور اُسکے مدون کو عمر
طبعی تک پہنچائے فقط

سید احمد دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ در سوم دہلی وغیرہ وغیرہ
۳ باج ۱۹۸۶ء روز دو شنبہ

قطعہ تاریخ مع التقریظ طبع تذکرہ شعر اموسوم یہ مخمخائے جاوید از خاتمہ عمر

شما سہ سرمد سخنورانِ با کمال فخر شعرا سہ ماضی و حال حضرت
حکیم حسید من علیضاً جلال لک منوی ادم فیضہم اللہ المتعال

<p>خنماؤ حب وید طبع حقا کہ عجائب تذکرہ ایست ہر کس ز سر ویش غصہ و زناں سر گرم سخن و تحسینش از کیفیت معانی و سہ سر خوش و ز لطف مذاقش و جب دکنان بر خوبی و حسن مضامینش القصہ جو نقشے گشت عیاں تا ریخ طبعش گفت جلال</p>	<p>شد فیض سان بزم سخن در ذکر و بیان بزم سخن مستانہ میان بزم سخن ہر پیر و جوان بزم سخن پیمائے کشان بزم سخن بہاؤ زبان بزم سخن قربان دل و جان بزم سخن از نام و نشان بزم سخن یا وستان بزم سخن</p>
---	---

۱۳۲۵

ایضاً

مخف از نام تذکرہ فی الحال طبع شد
پرسید سال طبع چو از طبع خود جلال
از دستے کہ داشت جہاں آرزوے دید
گفت این سخن گو کہ "چنچن" جدید

تقریباً از افکار و دربار جانِ بلاغت کان فصاحت ناشر عیم المثال
ناظم نظامی خیال مولانا سید امجد علی صاحب اشہری متوطن اناوہ -

ناظرین - راقم کو چالیس برسین فن ادب کے مشغلہ میں گزری ہیں - ع

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں -

میری ابتدائی عمر میں قلعہ دہلی کا چہرہ گُل پہنچا تھا۔ اردو سے پہلی کا نشان گر گیا تھا۔ دلی کے آصفی تاجدار ابو ظفر نگہبان کو اور لکھنؤ کے آخری نواب واجد علی شاہ کلکتہ کو جا چکے تھے۔ اُن کے دربار والوں کے بازاری حسن پرستیوں کے گرے ہوئے نشان دلی کے چاندنی چوک اور لکھنؤ کے امین آباد وغیرہ میں باقی تھے۔ انہیں کی پرواز پر میری مشق سخن شروع ہوئی۔

اس وقت میرزا غالب کی اردو سے پہلے کو قبولیت عام حاصل تھی۔ اور لکھنؤ میں مرزا حبیب علی بیگ سروہ کے فناء عجائب اور انات کی اندر بہا کا زور شور تھا۔ دلی کے آصفی بادشاہ اور لکھنؤ کے آخری تاجدار کی حسرتناک غزلیں۔ ٹھمریاں۔ ہولیاں جلسوں میں گائی جاتیں تھیں۔

اسکے بعد دوسرا دور شروع ہوا۔ ساوہ ملل نے زرتار کی جگہ حاصل کی۔ جرٹ کے کام نے ساوہ کاری کے ہاتھوں مات کھائی۔ یہ دور دو حصوں میں منقسم ہوا۔ ایک حصہ نچرل نگاروں نے مخصوص رہا۔ اس واوی میں آفریل سرسید احمد خان بہادر۔ سید محمود۔ مولانا ذریعہ احمد۔ نواب حسن الملک۔ علامہ شبلی۔ مولانا حالی۔ مولوی ذکار اللہ نے شہرت حاصل کی۔ دوسرے حصے میں ہندو رتن ناتھ سرشار۔ منشی سجاد حسین مالک اور جینچ۔ مولوی عبدالحکیم شرر۔ حکیم محمد علی ناولسٹ ہردوئی۔ حضرت ریاض خیر آبادی۔ خان بہادر منشی ناصر علی دہلوی سخن کی گڑبڑی بات بناتے رہے۔ شاعروں میں۔ داغ و امیر مرثیہ گوؤں میں میر انیس دوہر کے ڈنکے بجتے رہے اور آسمان سخن پر شاعری کے بادل گر جتے رہے۔ نیوفیشن والوں کے لئے مولانا حالی نے نظم جدید کی نئی بنیاد قائم کی۔

عجب کوزانہ کی ضرورتوں نے دو نوگروہوں سے وابستہ رکھا۔ کبھی ایک غزل لکھکر اولڈ فیشن والوں کا شریک ہو گیا۔ کبھی ایک نظم لکھ کر نیوفیشن والوں کے ساتھ ہو لیا۔ یہ تو عامیہ حالت تھی۔ آگے بڑھ کر کلام الملک لوک کلام کے ساتھ سابقہ پڑا۔ بائیس برس نواب سکندر بیگ صاحب

خلد نشین والیہ سہو پال اور نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ جنت آرام کے قرب حضور میں گزرے
نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ اور نواب صدیق حسن خان صاحب کے شعر و سخن سے روز
کا سرو کار رہا۔

ابو ظفر بادشاہ دہلی اور نواب یوسف علی خان فرانفر سے رامپور کے دوادیس کا مطالعہ کیا بجا نعل
محمد واجد لیشاہ بادشاہ اودھ کا دیوان منشی امیر علی خان صاحب وزیر السلطان نے عنایت فرمایا۔
نواب کلب علیخان بہادر خلد آیشان فرانفر سے ریاست رامپور نے اپنے چار دیوان حرمت
کے۔ اعلیٰ حضرت نظام الملک آصفیہ اور نواب میر محبوب علیخان بہادر کے کلام معجز نظام سے وقتاً
وقتاً آگاہ ہوتا رہا۔ نرم و نرم میں میر انیس اور مرزا دبیر کی معجز بیانیوں نے اردو میں شاہنامہ کی تصویر یا
سامنے دکھائی۔

بیگمات اور خواتین میں نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کے علاوہ ایران کی فرزندہ بیگم۔ جاوہر کی ضیا۔
لکھنؤ کی خاص محفل دلی کی جمہوری بیگم اور بڑی بیگم (نزیل سہو پال) کے دیوان دیکھے۔
طبقہ شعراء میں میرزا غالب۔ میر انیس۔ میرزا دبیر۔ نواب میرزا داغ۔ منشی امیر احمد صاحب امیر
مینائی۔ منشی اسماعیل حسین منیر۔ جسے لانا فی سخن طرازوں کے دیکھنے اور انکی زبان سے اُنکے
کلام سننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ دوران کی معجز بیانیوں پر تمام ہو گیا۔

ڈال بعد اردو کا تیسرا دور شروع ہوا جس کی ابتدا اعلیٰ حضرت اڈورڈ ہنرمند و بار تاجپوشی دہلی
۱۹۰۳ء سے قرار دیتا ہوں یہ دور تصنیف کی حیثیت سے نگاہ میں نہیں جچتا۔ لیکن تالیف اور
ترجمہ کی حیثیت سے اردو میں جان ڈال رہا اور زمان میں دست پیدا کر رہا ہے۔ شیخ عبدالقادر
صاحب بیرسٹر و اڈیٹر سالہ مخزن۔ خواجہ غلام الثقلین صاحب بی۔ اے اڈیٹر سالہ عصر جدید
مسٹر طغر علی خان صاحب بی۔ اے اڈیٹر سالہ دکن ریویو۔ مسٹر محمد اقبال صاحب و غیرہ وغیرہ
کی سخن آرائیوں سے اس دور کی جمہوری دامن گچیں بن رہی ہے۔ ۶

اللہ کے نور و مسلم اور زیادہ

اس کہنے سے میری مراد اپنی معلومات کا اظہار کرنا نہیں بلکہ اس سے اس بات کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ میں نے چالیس برس میں تین دور دیکھے۔ اور ہر صنف سخن کے دیکھنے کا موقع پایا۔ اسلئے اگر میں فن سخن کے متعلق کوئی رائے قائم کروں تو وہ میرا دیدہ خیال نہ ہوگا۔

تذکرہ

فارسی اور اردو میں تذکرہ اس جامع کتاب کو کہتے ہیں جس میں گذشتہ یا موجودہ یا دونوں زمانے کے قابل قدر اور نامور لوگوں کا ذکر کیا جائے۔ جو کسی ایک صنف سے متعلق ہو۔ جیسے صنف علم یا صنف شہر یا صنف امر وغینہ۔ فارسی میں بغیر سلام علی آراء سے امر اور شعراء کے تذکرے نہایت عمدہ لکھے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے علماء کا تذکرہ موسوم بہ اتحاد البنات بڑی جامعیت سے تحریر فرمایا ہے۔ اور شعراء فارسی کا ایک تذکرہ شمع انجمن۔ نام لکھا ہے۔ قاضی محمد صادق مٹاؤنٹر کا تذکرہ آفتاب عالم شایع ہوا ہے۔ جس میں ہزاروں شعراء فارسی کو جگہ دی گئے ہیں اور ہر پال میں اس شمع انجمن صبح گلشن روز روشن نام کے متن بڑے بڑے ضخیم تذکرے لکھے گئے اور چھپ گئے ہیں۔ لیکن اردو میں کوئی مسبوہ تذکرہ شایع نہیں ہوا بعض تذکری جہیں وہ نہایت محدود ہیں۔ مولانا آزاد نے آب حیات میں صرف چند شاعروں کو آب حیات پلا یا باقی کو پیا سا چھوڑا ہے اور یہ کام سانی سے پورا ہو بھی نہیں سکتا۔ اسکے لئے ہر طرح کی لیاقت۔ فرصت و دولت اور معلومات وسیع کی ضرورت ہے۔ یہ سب بھی جمع ہو جائیں تو سالہا سال تک ایک کام کو استقلال سے کرتے رہنا ہماری موجودہ طبع کے حسب حال نہیں۔ لیکن جب کوئی کام ہونے والا ہوتا ہے۔ تو اسکے لئے غیر متوقع اسباب اور غیر معمولی سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس تذکرے کی تالیف اور اشاعت سے ظاہر ہے۔

تالیف و اشاعت

سترہ سال اوہ دلی کے مشہور اور نامور رئیس آنریبل رائے بہاوردن گوبال صاحب ممبر کونسل واضح تائیں لاہور انجمنی کے لایق فرزند جناب رائے سرایم صاحب ایم۔ اے۔ منصف دہلوی کے دل میں خیال آیا کہ اردو کا ایک بسوطہ نہ کر دیتا مگر ناچاہئے۔ اُس کے لئے انہوں نے موادِ جمع کرنا شروع کیا۔ دلی کا کوئٹہ چھانکر سیکڑوں دیوان اور مثنویاں اور ہزاروں غزلیں اور بیاضیں اور متفرق اوراق معقول قیمت دیکر خرید کئے۔ انہیں کتنے دیوان ایسے ہیں جنکا دوسرا نسخہ موجود نہیں اور کسی کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بعض ایسے ہیں جن سے بازاری اور درباری بول چال کا فرق علاحدہ مہتر ہوتا ہے۔ پھر دلی کے علاوہ لاہور۔ اگرہ۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ پٹنہ۔ کلکتہ۔ حیدرآباد وغیرہ میں جہاں کہیں ایسے ذخیرہ سخن کے ملنے کی امید تھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں شعرا گذشتہ موجودہ کے کلام حاصل کئے اور اٹھائیس حرفوں کے حساب سے کاغذ سادہ کے اٹھائیس مجلد بنوا کر ایک ایک جلد کو ایک ایک ردیف سے متعلق کیا۔ اور ہر ردیف کے شاعر کا کلام معاً کے حالات کے اُس ردیف کے مجلد میں ٹٹا کئے گئے۔ اور سالہا سال اس ویدہ ریزی کو جاری رکھا۔ جب اسطور پر ایک وسیع ذخیرہ جمع ہو گیا تو اسکو تالیف کی صورت میں لانے اور سلسل قلمبند کئے جانے اور ہر ایک کے مناسب حال و قال رائے دیئے جانے پر توجہ مبذول کی۔ اور خدا کے فضل سے یہ مشکل کام ایک بڑی حد تک آسان ہوا۔ اسکا ابتدائی حصہ یہ مجموعہ ہے جو تذکرہ خندانہ جاوید کی پہلی جلد کے نام سے سات سو صفحوں پر چھپو کر شائع کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک اگر یہ تذکرہ امید کے موافق تمام ہو جائے تو اسکو اردو شاعری کی انسانی کلوسیدہ ٹکا کہنا چاہئے۔ اب میں اردو شاعری کے متعلق ایک اجمالی اور مختصر کیفیت پیش کرتا ہوں۔ اُس سے آگے چلکر نتیجہ نکالو گنا۔

شاعری کے موجودہ مناظر

اُردو کے ابتدائی زمانہ میں رزم و بزم کے جو مناظر تھے وہ خواب و خیال ہو رہے ہیں
محلات شاہی کا نام و نشان نہیں جو اُردو کی تراش و تراش کا معدن تھے۔ اہل کے جلسہ
بھی بھولا ہوا افسانہ ہیں۔ اب تو لے وے کر سالانہ میلوں پر ایویٹ جلسوں بازارِ حُسن
فروشوں کے بالاخانوں کے مناظر ہماری شاعری کے معراج سمجھے جاتے ہیں۔ ان
مقامات کا سپہنچا ہوا ایک رعنا نگار ہر منظر کی تصویر یوں کھینچتا ہے۔

میلہ کا منظر

ساؤن کا مہینہ ہے۔ سہ پہر کا وقت ہے۔ پانی برس کے کھل گیا ہے۔ بلند دیواروں پر
جایجا دمچوپ ہے۔ ابر کے ٹکڑے آسمان پر ادھر ادھر جاتے نظر آ رہے ہیں۔ کتے۔
گائیاں۔ ٹٹیس۔ ڈولیاں۔ پالکیاں۔ چلی آتی ہیں۔ رنڈیوں کی ساری بھاری گوری رنگت
ملل کے دہائی ڈوٹے سے بھونی نکلتی ہے۔ اودے گرنٹ کا پانچامہ پڑے بڑے پانچوں
کا سمبالے نہیں سنبھلتا۔ اتر گئے میں ہلکا دکا زیور ہے۔ ناک میں ہیرے کی کین
کانوں میں سونے کی انٹیاں۔ ہاتھوں میں کرٹے۔ گلے میں موتوں کا کٹنھا۔ ایک ایک
پر نظر ڈالنا چاہتی ہیں۔ مگر جب وہ دیکھنے لگتا ہے تو منہ پیر لیتی ہیں۔

جایجا کھلونے والوں مٹھائی والوں کی دکانیں۔ خواہنے والے میوہ فروش۔ اروالی تھولی
ساقین نظر آتی ہیں ناناٹا میونسپلس۔ لالہ بریق عقلمند۔ شریف۔ رذیل۔ سخی۔ پخیل سب
اپنے عادات اور خصال سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں کہ وہ اپنے متنبہ
کے انگر کے۔ اور اودمی صدری۔ ننگہ وار لوچی۔ چست گھٹنے اور مخملی چڑھویں جو سنے پر
اڑاے ہوئے چلتے ہیں۔ کوئی صاحب صندلی رنگا ہوا ڈوٹے سرے آڑا ہاندے ہوئے
رنڈیوں کو گھورتے پھرتے ہیں۔ کوئی صاحب اپنے چھوٹے سے لڑکے کی انگلی پکڑے
اُس سے باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اب بازاری منظر کا حال سنئے۔

بازاری منظر

چوک کے بالاخانے آباد۔ زمین پر درمی کا فرش اور سپر چاندنی بچھی ہے۔ نوار کا پلنگ
ڈور پونے کسا ہوا ہے بڑے بڑے نقشی پاندان۔ مقابلے حسن وان۔ اوگال دان۔ اپنے
اپنے قرینے سے رکھے ہوئے ہیں دیواروں پر تصویریں اور آئینے لگے۔ جھپٹ پر جھپٹ گیری
بندھی ہے۔ اوسمیں پسند ہندیاں لگی ہیں۔ سامنے دیوار میں ولایتی لمپ روشنی دے
رہا ہے نوجوان رئیس زادے دل ہلانے کو حاضر ہیں۔ سامنے پاندان کھٹکا ہوا ہے۔
ایک ایک کو پان لگا کے دئے جاتے ہیں۔ جو بے آنکھ حکم کا تابع ہے۔ بن مانگے لوگ
کلیچہ نکالے دے دیو تیرے کمر کی ٹل پہنٹی پر رکھے ہیں۔ کوئی جان زبان کر رہا ہے۔
میاں کسی کی نذر ہی تسبول نہیں ہوتی۔ کوئی بابت نظر میں نہیں سماتی سبے پر وائی یہ کہ
کوئی جان بھی دے تو انکے نزدیک کوئی مال نہیں محفل بھر میں سب کی نگاہ انکی طرف ہے
یہ آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتیں۔ اور جب کو دیکھو یا اس پر سیکڑوں نگاہیں
پڑنے لگتی ہیں۔

جس کو تاکا بچ گیا چوک کے جسے مارا اے	تکو تیر اندازی آتی ہے نئے انداز کی
یہ منظر کم و بیش دلی کے چاندنی چوک۔ لکھنؤ کے امیں آباد۔ اگرے کے کنارے بازار لاہور کی انارکلی۔ حیدر آباد کے چارمینارے میں سب جگہ یکساں پایا جاوے گا۔ قدم قدم پر آپ کو دل پا مال ہوتے ہوئے ملیں گے۔ اور آپ کتے نکلیں گے۔	

مرا کہوئے تو رفتن چہ مشکل افتاد است	بہر طرف کہ نظر سیکم ذول افتاد است
عام ناظر کو کبھی شے نصیب کو بہ نظر نظر نہ لگا۔	

خاص منظر

ایک پائیں باغ ہے باغ میں محل محل کے اندر کرہ سجا ہوا ہے۔ اس کے صدر میں ایک

زیر کار سندھ کی اونچلی کاؤ تکیہ لگا ہے۔ اُس سے لگی ہوئی ایک ماہ لقا بگم جلوہ فروز ہے
 ہانگ نکلی ہوئی۔ چوٹی کمرنگ پڑی ہوئی۔ سرخ و سفید رنگت۔ اونچا ماتھا کھنچی ہوئی ہویں۔ بڑی بڑی
 آنکھیں۔ کال جیسے گلاب کی پتیاں۔ لمبھوئی ناک۔ چھوٹا سا داہن۔ پتلے پتلے نازک ہونٹ
 نقشے بھر میں کوئی چیز ایسی نہیں جس سے بستر خیال میں آسکتی ہو۔ اُسپر امیرانہ عجب۔ بات
 کرنے میں منہ سے پھول جھڑتے معلوم ہوتے ہیں۔ لباس اور زیور بھی اس صورت کے لائق
 ہے۔ مہین دو پندرہ ہوں سے ڈھلا ہوا کیمچی کا شلو کہ پھنسا پھنسا سوج گرنٹ کا پانچار کانوں
 میں صرف یا قوت کے آؤیزے۔ ناک میں سرے کی کیل۔ گلے میں سونے کا طوق۔
 ہاتھوں میں موتیوں کی سمرتیں۔ بازوؤں پر نورتن۔ پانوں میں سونے کی بیڑیاں۔ چہر کی خوبصورتی
 لباس کی سادگی اور زیور کی مناسبت ہر چیز دلغریب۔

برس پندرہ یا کسولہ کاسن
 جوانی کی راتیں مرا دوں کے دن

ان محمد و مناظر کو دیکھ کر عام نگاہیں خیال کر سکتی ہیں کہ ہمارے مشرقی شاعر ان مناظر کو دیکھ کر
 کیا بات پیدا کر سکتے ہیں لیکن جب آپ گہری نگاہ ڈالیں گے تو معلوم ہو گا کہ جیسے ایک
 فلسفی کو خوردبین کے ذریعے سے ایک کائی کے ٹکڑے یا ریت کے ذرے اور پانی
 کے قطرے میں ایک نئی دنیا آباد نظر آتی ہے اور وہ اپنی معلومات سے دوسروں کو مستفید
 کرتا ہے ایسے ہی ان حقیر اور معمولی مناظر میں شاعر کی نگاہ خوردبین کو وہ پوشیدہ رموز و لطائف
 دریافت ہوتے ہیں جو اس کا حصہ ہوتے ہیں۔ اور وہ انکو طح طرح کے معنی آفرینیوں سے
 عام میں جلوہ گر کرتا ہے جسکو دیکھ کر سخن شناس طبعیتیں اس کے حسن بیان کی داد دیتیں اور اس کی
 معنی آفرینی پر شغوش کرتی ہیں۔

چنانچہ آپ اسی تذکرے میں دیکھینگے کہ ان مشرقی شعراء نے اس بے بغضاعتی پر کیا کمال
 دکھایا ہے اور معمولی مناظر سے کیا کیا باتیں پیدا کی ہیں۔

مگل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو ذی فہم سے لطف نکتہ دانی پوچھو موسیٰ سے رموز لہن ترانی پوچھو	
<p>یہ بات خاص مستر کی ہے کہ اس تذکرے کو اعلیٰ حضرت نظام الملک آصفیہ لوزاب میر محبوب علیخان بہادر فرما کر اسے حیدر آباد لے آئے اپنے نام نامی سے معنون ہونے کا افتخار بخشا ہے۔ اور مہاراجہ کشن پرشا و صاحب بہادر شاہ دارالمہام سلطنت آصفیہ حیدر آباد نے اسکی نسبت خاص مستر دانی کا اظہار کیا ہے۔ امید کہ گورنمنٹ پنجاب اور ہندوستان کی سب گورنمنٹیں اور لائبریریاں اسکو خاص قدر دانی کا مستحق تصور فرمائیں گی اور مغربی لائبریریاں میں بھی عزت سے دیکھا جاوے گا۔</p> <p>میں آخر میں جناب رائے سربراہ صاحب ایم۔ اے نصف چیف کورٹ لاہور کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ اون کی سانی گرمی سے یہ مخمات وقت عمام ہوا۔ اور جبرہ نوشان سخن کو باوہ سر جوش کی کیفیتیں حاصل ہوئیں اسکے بعد دعا کرتا ہوں کہ اس مخمات کے جو مخماتی ہیں وہ بھی جلد نڈا لے جائیں۔</p>	
ساتی باقی جو کچھ ہے دے لے	ساتی باقی جو کچھ ہے لے لے
<p>ناکہ جو لوگ پلی چکے ہیں وہ اونٹ تیز کر لیں اور جیکو ابھی ایک بند نہیں ملی وہ پورے طور پر چیک جائیں اور ایسے مرحوم کا یہ شعر پڑھتے اٹھیں۔</p>	
خالی خالی تھے جو یوں میکدہ و جام و سبو	اساقب ایک نظر میں تری سب بھر پائے
سید امجد علی اشہری	
<p>قلعہ تاریخ چکیدہ خامہ غیر شامہ معدن صدق و صفا منبع فہم و ذکا مشفق و مکر می مسٹر حامد علیخان رضا حامد بیر لکھنؤ میں مروہ</p>	
پلاوے ساتی مہوش شراب تاب و توں	کہ اسکے نقشے ہو طبع زار میری رواں

رہے ہمیشہ تادور و دور و اسے ساقی
 یہ آرزو ہے کہ اسکا کروں میں ذکر جمیل
 بلند مرتبہ عالی ہم ستودہ صفات
 سبحان جو دو کرم صاحب شکوہ و مشم
 نہیں کسی پہ پہ پوشیدہ و نہاں ایدل
 عجیب ذات خجستہ صفات ہے انکی
 کمال رکھتے ہیں ہر علم و فن میں وہ ایسا
 حصول انکو ہے اسد رحیم علم انگریزی
 خلیق ایسے کے ملتے ہیں خندہ پیشانی
 ہو اسے نیز محبت کا اسکے دل کے پار
 ممالفت جو کرے انکی دل کی جمیعت
 جو دل کہ مرده ہیں کرتا ہے انکو یہ زندہ
 گرہ میں نفت و وفا جسکے ہو وہ لے اگر
 کتاب عمدہ و نادر جو ان کی ہے تصنیف
 کتاب تذکرہ نو سے نسخہ نایاب
 عجب نہیں ہے کہ رنگینی عبارت پر
 ہزار طرح کی رنگینی عبارت ہے
 لکھی ہے اسکی عبارت بہت فصیح و بلیغ
 کتاب کے ہیں جو ہیں السطور روشن تر
 دلوں کو اُسکے معنائیں نہ کیوں کریں تحیر
 مجھے سختی فکر لکھوں انکی معنوی تاریخ

وہ ہے پلاک اثر سے ہر جسکے پیرواں
 ہوئے ہیں جسکے صرف تمام اہل جہاں
 رئیس اعظم و ذوی قدر و افتخار زمان
 سپہر عظمت و ارجلال کے مہتاباں
 کہ نام اسکا سری رام ہے جہانیں عیاں
 ثنا و بیچ میں فتاصر ہوئی ہے ہر نبی باں
 کہ خود کمال یہ کہتا ہے شل انکا کہاں
 نکات جتنے ہیں اُسکے وہ سب ہیں نچرے اہل
 عزیز جان جہاں کی یہ خوبیاں ہر عیاں
 بخلق جس سے ملے ہرین ہجبت کے شل کہاں
 ہوا کرے نہ پریشان زلف محبوباں
 دم مسج کا ہے رشک اسکا حسن بیاں
 متاع حسن محبت کی کھول دی ہے دکاں
 جواب اسکا نہ ممکن ہوا کسی عنوان
 کہ سیر معنی ہے اسکی مفرح دل و جہاں
 ہزار اگل باغ جہانی ہوں مسد باں
 کریں جو سیر نو سیری نو کسی عنوان
 فریقہ ہوئے ہیں و لے اُسپ اہل جہاں
 بیاضن صبح دل و جہاں سے اُسپ ہر قباں
 کتاب انکی ہے تصنیف جو ہیں سحر بیاں
 اگر چہ شاہ نافع ہوں اور بیچداں

<p>ندائے غیب ہوائی سال عیسوی یک لکھ کتاب نویں مضامین ہیں سراج جہاں ۱۹۰۸ء</p>	
<p>قطعات از فکر محقق قرن تاریخ ماہر عروض مشاق قدیم منشی رام پرشاد صاحب ظاہر دہلوی از تلامذہ مرزا قادر بخش صابر</p>	
<p>بیطبع جلیلہ بال سچ بزر و زمین سنش خواستم</p>	<p>طبع تذکرہ شد بحسب مراد مکالت مسرت بدل شاد شاد</p>
<p>بغلام زندا شد بیائے ادب کریا پسند خلائی بباد ۱۹۰۸ء</p>	
<p>تذکرہ ناد مصفا سے نظیر دگر</p>	<p>در سن جبری طبع شد یگاناں</p>
<p>سال او گفتم بصوری معنوی سیر و صدایت و شش زیب جہاں ۱۳۲۶ھ</p>	
<p>بماہ فروری در سال فصلی دگر</p>	<p>بیطبع این کتاب شاد گشتم</p>
<p>بنا و صنعت سال طبع او چہ عمدہ نا و رسالتش بگفتم ۱۳۱۶ھ</p>	
<p>ہوا شوق تحریر تاریخ کا دگر</p>	<p>کتاب سچل سے جید مچھی</p>
<p>لکھی سینے تاریخ یہ بر ملا مصفا سے گلہ شاعر ۱۳۲۶ھ</p>	

نقرہ نواز ویدہ خامہ جادو و طراز سحر پرواز بلبل گلزار شیوہ ایانی و طوطی چنبتا
 شیریں زبانی مخلصی و محبتی نواب میرزا سراج الدین احمد خان صاحب
 سائل دہلوی نمبرہ نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نیر خشاں
 جاگیر دار لوہارو و داماد نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی

ایک مرے دوست یہ مجھے کہا
 آج کچھ انبساط کی حد ہے
 وعدہ وصل دربار ہے آج
 مفت کا تو نے مال مارا ہے
 کوئی ہتے چند بہت کثیر
 زعفران زار ہونکے آیا ہے
 کوئی منت زری بر آئی ہے
 کیا زمین ہوا کوئی فز زند
 مے انگور مفت ہاتھ لگی
 کسی دشمن پہ ہاتھ صاف کیا
 غیر مقدم ہر بار جانی کا
 یار کو گھر میں ڈال کر آیا
 زانہ شکب کو پلائی ہے
 درجہ جاناں سے اُسکے دریاں

نظر آتا ہے تیرا رنگ نیا
 جانتا ہوں میں نچکو تو پہلے
 بہت اس سے بھی کچھ سوا آج
 کوئی جادو و جیتل ماہا ہے
 چال کا چل گیا کسی پر تیر
 بے ترد و خند از پایا ہے
 ایسی کیا چیز تو نے پائی ہے
 بے طع ہور ہا ہے تو خور سند
 آج کچھ روز سے سو پانی لی
 منہ سے کچھ بھوٹ تو ہوا مجھے کیا
 کیا سبب اتنی شادمانی کا
 اپنے دشمن پر چال کر آیا
 بول کیا تجھ سے آفت آئی ہے
 بھوٹ کجنت کچھ نہیں یا ہاں

مے جادو و جال مارا ہے۔ زبان کے اعتبار سے اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی جادو و جال پر قبضہ کر لیا ہے۔
 مے گھر میں ڈالنا مارا و جبالہ نکاح میں لانا۔

مخمل یار کا بلا واسطہ خواب دیکھا ہے کوئی خوش تعبیر تجھ کو دگر مری علی عدالت سے حور و ش کوئی تجھ پر بھیج رہا ہے بج معینی سے ملکی ہے نجات جس کو برق طور دیکھ لیا خواب میں شکل مصطفیٰ دیکھی کسی حسد سے پہنچ گیا مامور کوئی پر زخم کا ناہاتھ آیا کوئی بدظن ہوا ترافت و رہ میں دیکھی ہے میت دشمن یار و اغیار میں فساد ہوا نظر روانہ کیا کوئی سوئے دوست یار کے کچھ تیلیاں دی ہیں سنہ اکسیر کا بلا ہے کوئی	پا سخی خط شوق آیا ہے کوئی سوجھی فلاح کی تدبیر کہ رہائی ہوئی ندامت سے کسی ظالم کا دل پیجا ہے چیز کیا آگئی ہے تیرے ہاتھ کچھ نہ کچھ تو منہ در دیکھ لیا بج بنا چیداسی کیا دیکھی بج و کلفت کے دن چڑھتے رہے آب و جد کا خزانہ ہاتھ آیا کوئی حاصل ہوئی جزئی مدد کیا ہوا تجھ کو آج اوپر فن تیرا دل اس سے اتنا شاد ہوا تکیہ سہ بنا ہے زانوئے دوست دل نوازی سے چٹکیاں لیں ہیں اس خوشی کا سبب بتا کوئی
---	--

دو شعر کا قطعہ

بیعت پر سے فروش ہوئی عزم فروانہ پاس پھٹکے گا ڈاربی کا شمار ٹٹھکا	کہ فراموشی فکر و ش ہوئی ابو سانی نہ ہاتھ جھٹکے گا یہ ٹٹھک و ش کا کارگر ٹھکا
--	---

۱۔ ولایت میں ایک گھوڑو کا نام ہے۔ ۲۔ شمار ٹٹھک گھوڑے کا نام ہے جو داربی میں شریک ہوتا ہے۔
۳۔ اس شعر کا ٹٹھک دس روپے کو فروخت ہوتا ہے جس پر دیار کے ٹٹھک کے ساتھ کسی شمار کا نام لکھا ہے وہ لکھوں یہ کا اسی ہے

شوہنم پیرشی میں تارا ہے
تیرا مقبول کچھ کلام ہوا
قید خانے سے چھوٹ کر آیا
ان جوانی نے کیا اعدا دیکھا
پرورش کچھ نظام نے کر دی
کوئی منصب ہوا تاج ساری
ہوئی صا و عطاے سلطانی
جنگ نے دولہ کارل گیا ہے خطاب
شاہ آصف نے دی کوئی جاگیر
ہفت سالہ امید بر آئی
سرفرازی شہ دکن نے کی
آصفی بڈل کا نزول ہوا
تیرے سنے سے سنے تے اشعا
یا سفارش تری کیسے کی
قصہ بیت الاحرام تو نے کیا
شاہدانی کے ہیں ہی اسباب
پھر سبب کو سنا وہ ایسا ہے
چیتاں بنگیا ہے تیرا سرور
عرض کی آئے میںے مشفق من
کھا گئے بکتے بکتے سب سبجا

یا کوئی تو نے شیر مارا ہے
وانغ کی طرح تیرا نام ہوا
خندہ کیوں لب پہ ٹوٹ کر آیا
روز سے غفلت میں زیادہ کیا
یا مدار المہم نے کر دی
عامرہ سے کوئی رستم ماری
بنایا توفیق ربانی
ہو گیا تو بھی شہ کارکن رکاب
کی دعائے سخت کچھ تاثیر
وانغ کی طرح آبرو پائی
سم سازی ترے سخن نو کی
اجرائید کا حصول ہوا
بندگان حضور نے دوچار
بولی تجھ حرفہ کی ہو نیکی
ایسا کیا نیک کام تو نے کیا
سب سے انکار بگو خانہ خراب
جس سے توبہ پہنایا ہوتا ہے
مچھو کہنا پڑیگا حال ضرور
عاجز آئے تمہاری عقل و فطن
یہ تو کیا کہ سامنے ہے کیا

۱۷ سنکرت میں نیک اور سید کو کہتے ہیں ۱۸ مراد زچہ ہے ۱۹ عامرہ نام خاندان نظام دکن۔

<p>تذکرہ باہزار افسانہ حنائی رئیس ولی کے کوئی بی۔ اسے ہے کوئی کراہیم صاحبِ عرف و فضیلت و زور دوست سب دوستی میں لے لے لے نیک رانی میں اپنی آپ نظیر شہسب کر کے بھول جاتے ہیں دل میں بے انتہا ہے۔ روزگار ملے۔ پڑتا ہے جانا انکے گھر یاد ہیں انکو مہر و لطف کے جبل آدمیت کی شان میں تو یہ ہیں یہ قیامت کی لکے ہیں شائیں بیخ و اندوہ و غم زدا لقتیر کوئی دشمن نہیں سب محاسن خوبیاں انہیں۔ یہ ہیں۔ ایسی ہیں رحم ہوتا ہے وقتِ قہر و کیس</p>	<p>یہ سر پر ام کا ہے جمن تم سر پر ام کو بھی کچھ سمجھے انکے گھر کے میں جتنے چھوڑ رہا قدر و ان کمالِ فضل و ہنر ذات کے گھڑی ہیں بیک متنا خوب صورت جوان خوش نصیر نیکیاں کر کے بھول جاتے ہیں لوگ کہتے ہیں انکو دوست نواز بات کرنے میں سحر کا ہے اثر گھر گئے اور گھر گئے بالکل شہر و ملی کی جان ہیں تو یہ ہیں آنکھ سے دل کا حال چھاپیں سر پر چشم دلر با تہسیر دوست انکے شمار سے زائد ملنے والے شنگار انکے ہیں بھول پن وہ مزاج میں ہے خیل</p>
دو شعر کا قطعہ	
<p>کہ صفت کا دل ہوا زلیں شاد بار احسان کان پر ان کا</p>	<p>ایسی دیتے ہیں یہ سخن کی داد شکوہ کیا زبان پر ان کا</p>
پانچ شعر کا قطعہ	
<p>ان کا سنا کی کوئی نہیں دیکھا</p>	<p>انے شکوہ مجھے ہے اپنے سوا</p>

آئنا سنا جہاں ہو گا
 ہے تفاصلا کچھ سناؤ کلام
 وہ بھی سُن سکے دل سے نہیں رنہ
 بس چلے تو مجھے رکھیں دل میں
 شاعر کے توت رواں یہ ہیں
 شمع اہل سخن یہی ہے پرزادہ
 عسمر پیتس تیس کے اندر
 دیکھئے گرنصاب کی تعلیم
 عہدہ رنصفی کے کار گزار
 قابل رشک ہے دماغ رسا
 جسکے دیکھے سے عقل حیراں ہے
 صاحب فن شعر ماضی و حال
 تذکرے پہلے اسے گرو سکے
 ریختہ گو ہیں جتنے اہل سخن
 اس میں ہے وجہ حمد ربِ علا
 اس میں شامل مناقب شہدا
 رہروان طریق عشق کے ذکر
 میگساران معرفت کا حال
 برق امین کی کار پر دازی
 چاہ کنگان کا قصہ درو انگیز
 مصر کی داستان پر عبرت

دو پہر وقت را نگاہ ہو گا
 عوصن شعر ہوں اگر دشنام
 دوست اور دوست کے اراد مند
 میں رہوں تو میں یہ محفل میں
 اہل دہلی یہ نکستہ رواں یہ ہیں
 بے عیال زانہ بن زانہ
 صاحب علم و فضل و فن و ہنر
 ہے ام اے کی سند بفضلِ کیم
 جس کا قانون پر ہے دار و مدار
 تذکرہ وہ ضخیم لکھ ڈالا
 بس یہ حد کمال انسان ہے
 اس میں موجود ہیں تمام و کمال
 گرم بازار جسکے سرو کئے
 یہ پھلا پھولا انگا ہے گلشن
 اس میں نعتِ حبیب پاک خدا
 اس میں داخل صفاتِ آلِ عبا
 عاشقانِ خدا کے پنج و فکر
 جنگی تعریج و جبہ طول مقال
 خود منائی و عاشق اندازی
 تیر و شتر سے بھی زیادہ تیز
 منتہا عیش مبتدا حسرت

قیس ویسلے کے منہ ج احوال
 کو کہن کا تمام ہو جانا
 خسرو پر غرض کی سگاری
 پیرزن کا پیا مہرگ انجم
 وامق بن نصیب کا احوال
 فصل گل کی ہمار سامانی
 دستبرد خزاں کے افانے
 داغ لالے کے دلیں بہان ہیں
 ایک دل میں ہزار بابائیں
 دل کا نور صفا ہے برق طور
 دل میں ہے جان مہر الفت کی
 دہم میں اسمیں لکھ صورت کے
 بدگمانی کا ہے گزار اس میں
 اسمیں نشوونما بھی ہے لائق حال
 شادمانی کا ہے قیام اسمیں
 اسمیں بہان خشت اونی شایین
 حسرت نقل و آرزو سے قید
 منج کینہ و حسد یہ ہے
 اسکے بس میں تباہ کر دینا
 ساری دنیا سے بڑے لخت جو
 ضبط و تمکین میں بہاری تہر ہے

ازالہ تاہم بیا تمام و کمال
 عشق شیریں میں نام ہو جانا
 آب تک ہے زبان چرباری
 کرویا جس نے کو کہن کو تمام
 عشق عذرا نے کیلے کیا پال
 خوش نصیب زلی گل بدامانی
 جنکی تفصیل کو حند اجا نے
 یعنی گل چن دروند مہماں ہیں
 سینکڑوں خوبیاں کرا مائیں
 محفل سے آدمی کی حب کا ظہور
 کینہ و بغض کی عنایت کی
 سامنے ہیں ہزار آفت کے
 خوش نصیبی کا ہے ہزار اسمیں
 مطمئن بھی ہے یہ حد کمال
 ریح و غم کا ہے ازو جام اسمیں
 اس سے پیدا سخن اونی آئیں
 نا اُمیدی سے اسے اُمید
 نیک تر ہے ہے حب بدیہ ہے
 سب سپید و سیاہ کر دینا
 بیشتر اذیت اس محنت جو
 بیزاری میں برق مضطر ہے

حسیلِ جانا ہے ایسی دشواری
 تیغ کے منہ چٹکے رہتا ہے
 عشق کے اسیں داغ ہوتے ہیں
 زخمِ دنا سورا سمیں چبائیں
 ابتلا کے موادِ اسمیں سب
 کیل اسکا ہے جان وینا
 اسمیں رنگیناں قیامت کی
 غارِ غم کی گھاٹ ہے اسمیں
 مالِ رواہ کا یہی گھر ہے
 اسکے کہنے میں عاشقِ ناکام
 وصل کا شوق و اہتِ سچا ہے
 دشمنی پر اگر یہ آجائے
 دوستی پر اگر کمر کس لے
 چشمِ حنمِ رقیب کا سکھ
 زمیاں اسمیں موم سے بھی زیاد
 اسکی گرمی کا نام سوزِ دروں
 یہ نہیں آدمی کے تباہو کا
 عشق و الفت کے سارے رازِ نیاز
 مختصر یہ کہ وہ کتابِ لکھی
 مجھے اصرار ہے کہ لکھ تقریض
 اولیں سزا زبان سے آیا

جس سے وہم و قیاس میں عاری
 ایسی ایسی کڑی یہ بہت ہے
 جیسے روشن چاند ہو ستمیں
 عشق و الفت کے خیمے گڑ جائیں
 الغرض ہے یہ دل بڑا بیدار ہے
 اپنے اوپر سنا ہے لینا
 سادگی ہے تو وہ بھی آفت کی
 دشتِ کئی لشکر رہے اسمیں
 اسکا مفتاد و دیدار ہے
 دلِ باریں اسی کے بسیں تمام
 بات کا پاس اسے ہے لاج ہے
 حنم کی پوشیاں چبا جائے
 بات کی بیچ میں جانکاو ہے
 بے تصویر میں یا رکا ما من
 سخنوں میں ہے آہن و فولاد
 گراٹ جاسے تو ہو جوشِ جنوں
 آدمی بلکہ اس کا کٹ پتلا
 پامیگا رقصِ مہو و گداز
 دل یہ کتا ہے لاجواب لکھی
 ایسی خدمت مجھے ہوئی توفیق
 پھر تجھ پر میں پیام آیا

<p>ایک ہفتے کی بیٹنی لی مہلت مجھے جو چمپہ ہوا بڑا اچھا تو یہ محنت وصول ہو جائے ہفتیش دوست تھے یہ فرما کیوں غمو شئی ہے یہ خدا کی سنوار</p>	<p>مار برقی کی آگئی فوبت دوست کا امتثال امر کیا ہرزہ گوئی قبول ہو جائے لکھتے لکھتے مرنا تم چوتھا اسم تاج طبع ہے درکار</p>	
	<p>سائل اب وقت کو نہ دیکھ دو باغ میں طراز ہم لکھ دو</p>	
<p>تقریظ از شریعت اقلیم جناب ذوق الزمان سکیم ضی الدین احمد قنجا رئیس مآزیری محیٹہ دہلی آنریری فیلوچنپ ایونیورسٹی</p>		
<p>میرے دلی دوست و کر مفر مالہ سری رام صاحب ایم۔ اے۔ رئیس دہلی منصف پنجاب نے اپنا مولفہ تذکرہ میرے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے متعلق اپنی ناچیز رائے ظاہر کروں یا یہ تبدیل الفاظ آپسے تقریظ لکھوں۔ تقریظ لکھنے اور لکھنوالے سے میرا بابتکار گزینشا نہیں ہے کہ طلائی حرفوں سے اقلیم نشر کی کسی قسم میں رنگین عبارت لکھ کر غیر واقعی تعریف کے ساتھ اصل کتاب میں ایک منیرہ اسکی ضخامت کے لئے بڑا یا جاوے جیسا کہ بیشتر روکرنے والے اکثر تعصیف پر تکلف کی مینا کاری کر کے خوبصورت ڈائل چھڑا دیتے ہیں تاکہ عام بصرین کی نظروں میں خاص قبولیت و دل پسندی کا محرک ہو اور اس پسندیدہ میں اس کتاب کی اشاعت ہرگز ہے۔ مولف کا مقصد اور میرا ارادہ یہ ہے کہ اس جدید تالیف کی نسبت چھوڑے میں رکھتا ہوں</p>		

اُس کو اُس آزادی سے ظاہر کروں جس میں غیرِ واقعیت کا شائبہ نہ ہو اور اُن تقریظ نویسوں کے مقصد و طرز سے علیحدہ ہو جن کا ابھی ذکر ہوا کہ اصلیت کا انکشاف ہو جائے میرے اس خیال کے مُصدق چند دلائل ہیں اولاً یہ تذکرہ بہ سبب اپنی اجماعی خوبی کے جو علاوہ اسماعان وغور کے نظر سے دیکھنے کے بادی النظر میں نمایاں ہوتی نہیں اپنی توصیف میں مبالغہ کا محتاج نہیں ثانیاً میرے معزز دوست مولف تذکرہ خود صاحبِ شہرت و دولت میں ان کو اس کے ذریعے نہ عرض نام آوری میں آنے کی ضرورت ہے نہ جلب منفعت کی احتیاج ہے بلکہ کی عرق ریز سماعی میں جس کی محنت کا حال انہیں کے دل و دماغ سے پوچھا جائے ہزار بار و پیرِ غفلت کے ایک ایسی بنے نظیر تالیف کی ہے جس میں ہر جگہ ملکی زبان کی عمدہ بہت بدمیوں۔ اہل ملک کی اختلاف مذاق طبائع۔ فطرتی جذبات۔ اکتسابی قوت مشق۔ ست اور الکلامی۔ وغیرہ وغیرہ کا روشن اور صاف آئینہ پیش کیا ہے اور جس سے اہل نگاہ کو وہ خط و حال نظر آتے ہیں جنکے دیکھنے کی اس وقت ضرورت ہے تذکرہ اپنی معنوی زبان سے کہہ رہا ہے پس کشتیِ ناٹا میں خود کسی کی جیسا ستائش یا خود ستائی پسند نہیں کرتا اُس کو مدح و مدائح دونوں کے لئے مستلزم منقصت خیال کرتا ہوں اس لئے جن لفظوں میں اپنا خیال اس مجلد کی نسبت ظاہر کر دیا وہ واقعیت کے محیط ہونگے اور بالکل غیرِ دل خوش کن۔ ساوے اور حقیقی الامکان پہنچے۔

میں اس امر کے متعلق کچھ نہیں لکھنا چاہتا کہ تذکرہ نویسی کس قدر مشکل کام ہے یا اس کے لئے کیسی مختص قابلیت کی ضرورت ہے جو ہر شخص کا حصہ نہیں انتخابِ کلام کے لئے کیے بلکہ نگاہی غائر نظری و درکار ہے اور سلامتی طبع کے ساتھ کیا سامان فراہم ہونا چاہئے مگر اس قدر ظاہر کرتا ہوں کہ ان صفوں میں مولف نے ایسا امتیازی پایہ حاصل کیا کہ انہوں نے جنتِ جاوید جیسے تذکرہ کی تدوین کا بار اہتمام اپنے فطریات سے اُٹھایا۔

مولف اعلیٰ مغربی تعلیم یافتہ ہیں اور یہ مسلم ہے کہ ادینس ایم۔ اے کی ڈگری کے ساتھ

قانون دانی کے فضائل مزید برآں ہیں لیکن یہ بات غیر معمولی ہے کہ لیشیائی علوم کا خاص
وسلیم مذاق اُنکو طبعاً ہے اور باوجود علوم جدیدہ کے مزاولت کے علوم قدیمہ کے فائدہ
و شوق مطالعہ انگا ایسا بڑا ہوا ہے کہ بہت کم مثالیں اسکی ملک میں میسر آسکتی ہیں یہ تذکرہ
ہی اس امر کی حجت ہے کہ ملکی زبان اور اہل زبان اور زبان و اس ارکان کے کلام کا جمع کرنا
اُنکی قدامت و دست و شمار پسند طبیعت کے علوم قدیمہ کی فائدہ پر حاوی ہونے کا مظہر ہے
میرے واجب المحبت و عزت و دست (مؤلف) جس طرح علوم جدیدہ کے عالم ہیں متذکرہ
علوم میں بھی باہر ہیں۔ علم اُنکے خاندان میں متوارث ہے اُنکے والد ماجد ہندوستان کے
نامور فاضل تھے اُنکے چچا اپنی ذمی سلمی سے پنجاب کے اہل علم کے سربراہ اور وہ جماعت کے اعلیٰ
ممبر سمجھے جاتے ہیں ہر شخص آئیں اُسے بہادر سردار کو پال صاحب ایم اے بیر برٹن
اور اُسے بہادر لالہ بیارے لال صاحب کو جانتا ہی نہیں بلکہ انکی مستدلیات کو مانتا ہے
یہ ہی روحانی و موروثی اثرات تھے جنہوں نے مؤلف کو جدید و قدیم علوم کی شاہراہ کا
ساک بنا دیا اور اس تذکرہ حبیبی ضخیم کتاب کی تالیف کے لئے متوجہ کیا جسکی نسبت یہ کہنا
بیمحل نہیں کہ

ناموس ہزار پیکر است ایں ہر نقطہ بہ احگرے ہم آغوش حسنی ز گداز تر جمہانے دیں نادرہ سرگذشت درباب	بست خانہ ہند را درست ایں ہر نکته بہ شعلا است ہمدوش حرفش جز در اش دل نشانے از ہر چہ گذشت رو بہ کتاب
--	---

اس میں شک نہیں کہ فی زمانہ ایشائے شاعری کی وقت و رواج کا آفتاب مرزوم
ہندوستان میں قریب الغروب ہے اور علوم جدیدہ کے فزائش کی مالک پارٹی ایسے
نقد کلام کو سخت حقارت سے کھرا نہیں سمجھتے الامؤلف نے چونکہ اس مسئلہ پر سرسری نظر نہیں
ڈالی اور بعد غور کلام کے فلسفہ کو سمجھ کر اُسکا مہتمم بالشان اور عظیم فائدہ پہلک کے لئے

محسوس کیا اس واسطے مذکر کے مدون کرنے کے لئے اُن عمومی اور سرسری خیالات کے علی الرغم تسلیم اور عطا کیا۔

مجھ کو اس امر کا اعتراف ہے اور معزز مولف کے خیال سے اتفاق کہ مطلقاً کلام انسانی طبائع پر موثر ہے۔ لہذا جس قدر اس میں موزونیت و خوبی ہوگی زیادہ موجب تاثیر ہوگا کیونکہ کائنات دو چیزیں ہیں جو طبائع پر اثر کرتی ہیں اُشا والکل شیخ الرئیس ابوعلی ابن سینا فاضل کے دوست و ہم عصر ابو الحسن پر بھی نے اپنے بے مثل تصنیف میں فیصلہ کر دیا ہے کہ اشیاء و سماد و دونوں طبائع انسانی میں موثر ہیں اور اُن سے ہم بعض فوق العادت اور عظیم تغیرات کا مشاہدہ کرتے ہیں صاحب تاریخ الحکماء نے متقدمین کے حالات ذکر کرتے ہوئے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے جسکی نقل یہاں خالی از لطف نہیں کیونکہ وہ بھی بران کلام کی تاثیر کی ہے۔

موج مذکور نے لکھا ہے کہ دو جگہوں میں جو معاشرے بباحثہ ہوا ایک کا جوئے تھا کہ صرف اشیاء کا تاثر ہوتا ہے۔ دوسرا مدعی تھا کہ سماجی خالی از اثر نہیں دونوں دعویٰ کے ثبوت میں دلائل بیان کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دلیل کی تردید کرتا تھا۔ اس مناظرہ نے طویل وقت لیا اور دن ختم ہونے لگا اُس وقت اُس مدعی نے جو اسرار کے تاثیر کا مثبت تھا اپنے مخاطب کے کہا کہ اے ہمارے فضل و ملاحظہ بحث میں اپنا اور میرا عزیز وقت ضائع کیا جو میرے اور تیرے زندگی کے لالین قدر ساعتوں کے برباد ہونے کی افسوسناک یادداشت رہنے والی ہے۔ یہ غیر معذب فقر و سکر مخاطب کو غیظ و جوش آیا اور اپنے ہلہلوں سے گویا ہوا کہ اس ناشائستہ دربانِ حرین کو چراغ سے جواب دیا جائے اُس کے حاضر الوقت معین گروہ نے اوپر چڑھ کر کہا کہ اُس حیا پرہ فاضل کی زندگی کا چراغ اس بحث کے خاتمہ سے قبل گل ہو جاوے کہ اسے حملہ آوروں سے اپنے پاس آنے کے پہلے اپنے قیستے کہا کہ انوس تم کلام کی تاثیر کے منکر ہو اور میرے محض ایک لفظ ہمارے اپنے مقابل استعمال سے جو چار مہملہ حروف سے ترکیب و تکرار عرض نطق میں لایا گیا ہے اور وہ بجائے

خود میرے دعوے کے ثبوت کی محکم حجت ہے ایسے مشتعل ہو گئے کہ مناظرہ کو مجاہد بنا دیتے
ہو اس مقولہ کو سنکر اُسکے مخاطب کو انفعال ہوا اور اُس نے تسلیم کر لیا کہ اسماء فی الحقیقت موثر ہیں۔
ایک حکایت تھی جو بسیل ذکر مثلاً زبان قلم سے نکلی ورنہ شب و روز کے واقعات ہی اس
امر کی بہین دلیل ہیں کہ دوستی - دشمنی - قرب - بعد - مغالت - مقارنت - وغیرہ جملہ نسبتوں
اور تعلقات میں کلام کے تاثیر کو بڑا دخل ہے۔

ماہی اسکے سبز وزارت تیاج کے اوراق ان تذکروں سے گلزار بنے ہوئے ہیں کہ ہر دور و عہد
میں کلام کی آبپاری سے رنگا رنگ کے انقلاب - قوموں - دولتوں - میں پیدا ہوئے۔ ایک
ایک لکچر خطبہ نے ممالک ہلا دیئے ایک ایک نظم و مرثیہ نے غافل کو مکیب دار بنو لوگو کو شجاع
بنا دیا۔ کمیس مذہبی مصالح پورا کرنے میں کلام نے محل پایا اور اپنے قومی تاثیر سے عالم روحانی
میں انفعال پیدا کرنے کے لئے مندروں میں عجم اور گیت بنک اور مجالس سماع میں غزل وغیرہ
وغیرہ کا لباس پہنکر انسانی ہستی میں غیر متوقع اور قابل حیرت تغیر پیدا کر نیا اثابت ہوا جس
سے روحانی کمالات میں نمایاں ترقی ہوئی۔

جب در اندیش اور مصطلح دماغوں نے او کی تاثیر کی بالبداہت ثبوت دیکھے تو اُسکی فصیح بلیغ
کرنے میں سامعی ہوئے حتیٰ کہ او کو ایسی موزونیت کا خلعت پہنا جا جو جنک نظم کے نام سے
موسوم چلا آ رہا ہے۔

اس بات کا تحقق نہایت مشکل ہے کہ سب کے پہلے کس صواب اندیش دماغ نے کلام کے اس
اصلی مفہوم کو سمجھا اور اُسکی موزونیت کی دماغ بل دنیا میں ڈالی اگرچہ مورخوں نے قلم تحقیق
اٹھائے ہیں اور لکھا ہے مگر اختلاف کی جزئیات نے تحقیق میں اہمیت پیدا کر دی ہے
جس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ اس ایجاد کا مخزن کسکو ہے ابن اثیر اور بعض اُن کے متبع موزج
حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اس اختراع کو منسوب کرتے ہیں قاسم ابن سلام بغدادی
شعر عربی کا یحییٰ بن مخطان کو موجد بتاتے ہیں۔ بعض اہل تاریخ اشعر بن سبائے مینی سے

نسبت دیتے ہیں اور بعض مہلہل سے فارسی زبان کا پہلا شاعر بہرام گور بتایا جاتا ہے جو وسیع سلطنت کا حکمران تھا۔ اُس کے بعد یعقوب بن لیث یا ابو جعفر سفدی کو اس کا مالک بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلاطین سامانیہ کے دور حکومت میں رودکی نے زبان فارسی کی شاعری کو کمالات کے مرتبہ پر فائز کیا بعد ازاں وقتاً فوقتاً مختلف اساتذہ کی مختلف مؤثر گانوں سے کمال کو پھونچی، مگر بڑی زبان کی نظم گوئی میں جاسر کی اقدسیت کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ ہندی زبان میں والیک اور کالیداس کو خالق نظم کہا جاتا ہے اردو زبان میں ولی نظم کلام کی درگاہ کے پہلے سجادہ نشین مانے جاتے ہیں۔ ان تمام بزرگواروں کی فلسفیانہ فکر اور دوہرین نگاہ نے اصل مقصد کلام کے حاصل کرنے میں کامیابی پائی اور دنیا کو دکھایا کہ کلام کی زبردست تاثیر زہر و مزیاں کے اثر سے زیادہ فوری قوت رکھنے والی ہے اور جس سے قوی و ارواح میں استحکام برقی واردات کے اظہار سے کیفیت مشاہدہ و مناظر پر قوت غور خیال میں استقلال پیدا ہوتا ہے۔

زمانہ کی گردش سے جب انسانی مذاق کے سالک تبدیل ہوئے تو ایشیا میں یسوعہ و برگزیدہ مقصد بھی محض حسن و عشق کے سنوس و خیالی تصویروں کے دائرہ میں محدود ہو گیا اور فرقت کے صدمہ و وصل کی لذت کا مفسرہ کیا لیکن با اینہم علوم کے خزانوں پر کسی قدر اسکو قبضہ پائی یا زبان کی دار السلطنت پر پورا اقتدار قائم رہا اور نیز ہر زمانہ مذاق طبیعت اور اہل زمانہ کے خاص حالات زندگی کے شعور ہونے کا وصف رہ گیا۔

فرضی حسن و عشق کے جھگڑوں نے اگرچہ اسکو اپنا مرکز بنالیا مگر کچھ بھی ولی جذبہ فطرتی میلان طبعی جوش کے اظہار کے آلہ ہونے کی صفت آسمیں ایسی قائم رہے جو گزشتہ سلسلوں کو توضیح حال و خیال کے لئے ایک بہترین نمائندہ گاہ ہے۔

انہیں اصلی باتوں کو ملحوظ رکھ کر لائق ملاحظے ایسے تذکرے کی ضرورت کا ادراک کیا اور اپنے بلند خیالی سے کسکے پورا کرنے کی کوشش کی۔

ہمارے ملکی زبان کی نظم کی بہتے قابل قدر تذکرے لکھے گئے اور اہل ملک نے انکو عزت کے ہاتھوں میں لیا۔ شوق کی آنکھوں سے دیکھا لیکن یہ تذکرہ اپنی مخصوص خوبیوں کی وجہ سے اپنے طرز اور ایفائے ضرورت میں ایسی قیمتی اور قابل پسند چیز ہے جسکو ہماری زبان کی تصنیفات میں ایک مفید اضافہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔

اس تذکرے میں مولف نے اصل مقصد نظم کی رعایت سے جسکو غلام کر لیا ہے بے منتخب شعرا کے کلام کے انتخاب ہی پر اقتصار نہیں کیا بلکہ انہایت فیاضی سے ملک کے اُن تمام شاعروں کے کلام کو درج کیا جنکے کلام تک انکی آگاہی کا واسطہ پہنچا اس کے انصرام میں اسکو مبلغ سمی کرنی پڑی یا کثیر صرف سے کام لینا پڑا مگر وہ مدعا ضرور حاصل ہوا جو اس تذکرہ کا موضوع ہے اس تذکرے نے ایسی سہولت پیدا کر دی کہ ہر شخص مختلف اوتطاع و امصار کے باشندوں کی زبان اور خیالات سے آسانی واقف ہو سکے گا اور اسکو زائد ماضی و حال کے تباد و خیالات و زبان کی واقفیت کا موقع ملے گا۔

ہجرو و مواصلت کے شرنشاک قصو کو چھوڑ کر خد ما صفا دعما کدم کی رعایت سے اہل ملک کے طبعی حالات۔ خصائل۔ عادات۔ روحانیت۔ زبان کی رونما و معلوم کرنے کا فائدہ مند کارنامہ ہے۔

سخن فہمی کے فتنی انصاف سے انتخاب کلام میں کیا حیثیت کو الف ذاتیہ شاعر کیا یہ اعتبار زبان کیا بصورت ادائے مقاصد ایسے شائستگی و تسلسل سے مولف نے کام لیا ہے کہ اسکا عدیل آئندہ کبھی ایسے اور انتخاب کیلئے مناسب نہیں معلوم ہوتا اہل کمال کے اندراج حالات میں جہاں تک مولف کو علم ہوا ہے کمی نہیں کی اور نہایت صداقت سے بغیر رنگ آمیزی و مزج و ذم او نکو مسلم بند کیا گیا ہے جس سے ایک تذکرہ نویس کے پورے فرض کا ادا ہونا تسلیم ہوتا ہے۔

حسن ترتیب خوبی انتظام۔ مولف کے بے انتہا تہذیب۔ سلیقہ مندی۔ سخن شناسی پر وال

ہے جو اس تذکرے کے خصوصیت کے لائق ذکر صفت ہے۔

مجموعۂ تذکرۂ تالیف عالم میں بے مثل کئے جانے کا مستحق اور اُس کے مولف اردو زبان کے مرنی سمجھے جانیکے اہل ہیں جنکا پبلک کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ کیسے خوش اسلوب تالیف انکی کتب خانہ زبان میں بڑھی جو اپنے محاسن سے نہ اہل سخن یا مشتاقان فن شعر کو ہی فائدہ پہنچائی ہو بلکہ اردو زبان کے مفید تر کتاب ہے۔

میں ختمائے جاوید کے مولف اپنے معزز دوست لالہ سرایم صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انکی کوشش مشکور ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس شاد محنت اور سخت ترو و سے مولف نے اپنے تذکرے کو لکھا ہے ایسے ہی مفراط شوق سے ملک اسکی منزلت کرے اور یہ عمدہ تالیف اردو زبان کی ذخیرہ کتب میں ایسا ہی مکمل و دل فریب آگاہ اور کلام کا جاویدانی تذکرہ و یادگار سمجھا جاوے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔

یدق خفلا عن فہم الذی
تتعب المسرۃ بالعی

و کم لله من لطف خفی
و کم هم تعانین صباحاً



Barbours



Barbours



اعلان

حضرات شعرا اور دیگر ناظرین تذکرہ کی خدمت میں التماس ہے کہ تذکرہ
خنجانہ جاوید کے بقیہ چار دفتر زیر ترتیب ہیں حتی الوسع جلد شائع ہونگے۔
جلد ثانی کی نظر ثانی ہو رہی ہے اس کی کاپی عنقریب شروع ہو جائیگی۔ جو حضرت
اپنا یا اپنے بزرگوں کا غیر مطبوعہ کلام اور حالات درج تذکرہ کرانا چاہیں وہ مندرجہ
ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

تذکرہ کی خریداری کے لئے بھی اسی پتے سے درخواستیں آنی چاہئیں۔
چونکہ درخواستیں کثرت سے آ رہی ہیں۔ تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں شائقین
جلد درخواستیں بھیجیں ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ قیمت فی جلد ص ۱۰

تذکرہ کی جسٹری موافق قانون کرا دی گئی ہے۔ کوئی صاحب قصبہ طبع نہ کریں۔

دفتر خنجانہ جاوید۔ کوٹھی انریل۔ ایسے بہادر لالہ من گوال پال صاحب

لاہور۔

